

شرح سند ابن ماجہ

تصنیف

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی



ترجمہ
ابوالحسن محمد الدین جٹاگیر
ابو اللہ محمد صالح، وراثت امامہ وکلاء

شرح
علامہ محمد یوسف علی خاوی



<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

@zohaibhasanattari

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زohaib حسن عطاری

صحاح ستہ میں سے مشہور متن سنن ابن ماجہ کا اردو ترجمہ و مستند شرح



جلد سوئم

شرح سنن ابن ماجہ



امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی

— شرح —

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

ترجمہ
امام محمد بن یزید بن ماجہ
ادام اللہ تعالیٰ معالینہ وبارک آیامہ ولیالہ

پیشکش کنندہ: **پیشکش کنندہ**
042-37246006

شرح سنن ابن ماجہ

السلامة على من لا يؤمن بالله واليوم الآخر

هو القادر



جميع حقوق الطبع محفوظة للنشر

All rights are reserved

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب _____ شرح سنن ابن ماجہ
 مترجم _____ ابو العلاء محمد بن عبد بن جہانگیر
 شرح _____ علامہ محمد لیاقت علی رضوی
 کمپوزنگ _____ ورڈز ایکسپرس
 با اہتمام _____ ملک شبیر حسین
 سن اشاعت _____ مئی 2015ء
 طباعت _____ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
 ہدیہ _____ مکمل 6 جلدیں

نیشنل سنٹر، اردو بازار لاہور
 فون: 042-37246006

شبیر برادرز

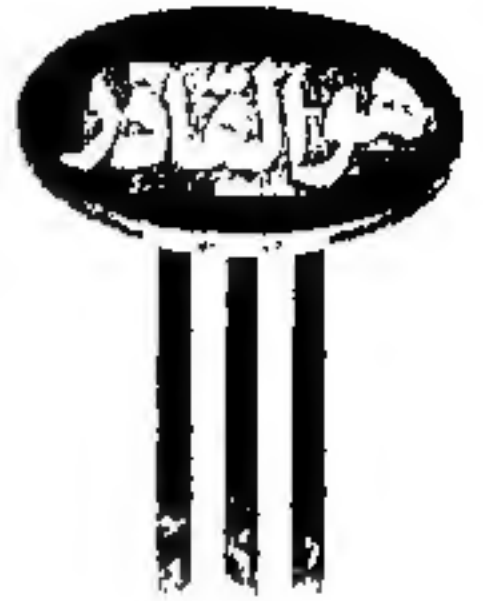
ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔



شیر حسین عطار

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



جميع حقوق الطبع محفوظة للنشر

All rights are reserved

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب _____ شرح سنن ابن ماجہ
 مترجم _____ ابو العلاء محمد بن عبد بن جہانگیر
 شرح _____ علامہ محمد لیاقت علی ضوی
 کمپوزنگ _____ ورڈز امیکس
 با اہتمام _____ ملک شبیر حسین
 سن اشاعت _____ مئی 2015ء
 طباعت _____ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
 ہدیہ _____ مکمل 6 جلدیں

نویسہ منتریم، اردو بازار لاہور
 فون: 042-37246006

شبیر برادرز

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔



ترتیب

۳۹.....	روزے کی فرضیت کی حکمتوں کا بیان	۲۹.....	مقدمہ رضویہ
۳۹.....	جنت میں داخل ہونے کے لیے روزہ داروں کا مخصوص	۲۹.....	طبقات کتب حدیث کا بیان
۳۱.....	دروازہ	۲۹.....	کتب احادیث اور طبقہ اولیٰ کا بیان
۳۱.....	روزے کے بعض فضائل کا بیان	۲۹.....	کتب احادیث اور طبقہ ثانیہ کا بیان
۲۹.....	بَابُ: مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصِّيَامِ	۲۹.....	کتب احادیث اور طبقہ ثالثہ کا بیان
۲۳.....	یہ باب روزوں کی فضیلت کے بیان میں ہے	۳۰.....	کتب احادیث اور طبقہ رابعہ کا بیان
۲۳.....	روزے کی جزاء لامحدود ہونے کا بیان	۳۰.....	کتب احادیث اور طبقہ خامسہ کا بیان
۲۵.....	رب تعالیٰ اور روزے کا بیان	۳۰.....	مباح ستہ کے مابین فرق مراتب اور تعداد حدیث کا بیان
۲۵.....	الصوم لی کی پہلی وجہ کا بیان	۳۱.....	کتب احادیث اور بخاری کا بیان
۲۵.....	الصوم لی کی دوسری وجہ کا بیان	۳۱.....	کتب احادیث اور مسلم کا بیان
۲۶.....	الصوم لی کی تیسری وجہ کا بیان	۳۲.....	کتب احادیث اور ابوداؤد کا بیان
۲۶.....	روزہ جہنم سے ڈھال ہے	۳۲.....	کتب احادیث اور ترمذی کا بیان
۲۶.....	روزے دار کا باب ریان سے داخل ہونے کا بیان	۳۲.....	کتب احادیث اور نسائی کا بیان
۲۶.....	بَابُ: مَا جَاءَ فِي فَضْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ	۳۳.....	کتب احادیث اور ابن ماجہ کا بیان
۲۸.....	یہ باب رمضان کے مہینے کی فضیلت کے بیان میں ہے	۳۳.....	پانچوں طبقات کی کتابوں کے احکام کا بیان
۲۸.....	روزوں اور تراویح کے سبب گناہوں کی بخشش کا بیان		کتاب الصیام
۵۰.....	شب قدر کی فضیلت کا بیان	۳۴.....	صوم کے لغوی و شرعی معنی کا بیان
۵۰.....	بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ يَوْمِ الشَّلَاقِ	۳۴.....	روزے کا معنی رکنے کی دلیل لغت کا بیان
۵۲.....	یہ باب مشکوک دن میں روزہ رکھنے کے بیان میں ہے	۳۵.....	روزے کی فرضیت کی تاریخ و اہمیت کا بیان
۵۲.....	یوم شک میں روزہ رکھنے کا بیان	۳۶.....	قرآن کے مطابق روزے کی فرضیت کا بیان
۵۳.....	یوم شک میں روزہ رکھنے کے متعلق فقہ شافعی کا بیان	۳۶.....	تفسیر و آثار صحابہ کے مطابق فرضیت روزے کا بیان
۵۳.....	یوم شک میں دوسرے واجب روزے کی کراہت کا بیان	۳۸.....	احادیث کے مطابق فرضیت صوم کا بیان
۵۴.....	یوم شک کے روزے میں مذاہب اربعہ	۳۸.....	مذاہب اربعہ کے مطابق فرضیت صوم کا بیان

۵۵	رویت سے ایک دن پہلے روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان	۶۳	سفر کا روزہ رکھنے یا رکھنے میں فقہاء اربعہ کے موقوف کا بیان
۵۶	بَابُ مَا جَاءَ فِي وَصَالِ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ	۶۵	یہ باب شعبان کو رمضان کے ساتھ ملانے کے بیان میں ہے
۵۷	بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنْ أَنْ يُتَقَمَّرَ رَمَضَانُ بِصَوْمِ إِلَّا مَنْ صَامَ صَوْمًا تَوَاقَعَهُ	۶۵	یہ باب سفر کے دوران روزہ نہ رکھنے کے بیان میں ہے مسافر و مریض کی حالت رخصت میں غیر رمضان کے روزے کا اختلاف
۵۸	بَابُ مَا جَاءَ فِي الشَّهَادَةِ عَلَى رُؤْيَةِ الْهِلَالِ	۶۷	مسافر کا دوسرا روزہ رکھنے میں مذاہب اربعہ
۵۹	یہ باب چاند دیکھنے کی گواہی کے بیان میں ہے	۶۷	بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِنْفَاطَارِ لِلْحَامِلِ وَالْمَرْضِعِ
۵۹	بدال رمضان کے نصاب شہادت میں فقہی بیان	۶۷	یہ باب ہے کہ حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کا روزہ نہ رکھنا
۵۹	بدال عید کی شہادت میں مذاہب اربعہ	۶۸	حاملہ عورت کیلئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت کا بیان
۶۰	صاف مطلع کی صورت شہادت جماعت میں احناف کا موقف	۶۸	حالت سفر میں حاملہ و مرضعہ کیلئے شرعی رخصت کا بیان
۶۱	بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ الْيَرُودِ وَآلِ الْيَرُودِ	۶۹	حائض و حامل کے فدیے میں فقہی اختلاف کا بیان
۶۱	یہ باب ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اسے دیکھ کر عید الفطر کرو	۶۹	حمل کی صورت میں حکم
۶۱	بادلوں کے دنوں میں تیس کی گنتی پوری کرنے کا بیان	۶۹	ارضاع کی صورت میں حکم
۶۱	بَابُ مَا جَاءَ فِي الشَّهْرِ تِسْعَ وَعِشْرُونَ	۶۹	حاملہ یا دودھ پلانے والے والی عورت
۶۲	یہ باب ہے (حدیث نبوی e ہے) "مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے"	۷۰	بَابُ مَا جَاءَ فِي قَضَاءِ رَمَضَانَ
۶۲	بَابُ مَا جَاءَ فِي شَهْرِ الْعِيدِ	۷۰	یہ باب رمضان کی قضاء کرنے کے بیان میں ہے
۶۳	یہ باب عید کے دو مہینے ہونے میں ہے	۷۱	بَابُ مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ
۶۳	بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ	۷۱	یہ باب ہے کہ جو شخص رمضان کے مہینے میں ایک دن روزہ نہ رکھے اس کا کفارہ
۶۳	یہ باب سفر کے دوران روزہ رکھنے کے بیان میں ہے	۷۲	روزہ فاسد ہونے کے سبب قضاء و کفارہ دونوں کے لازم ہونے کا بیان
۶۳	فقہ حنفی کے مطابق سفری روزے کے استحباب کا بیان	۷۲	بَابُ مَا جَاءَ فِي مَنْ أَفْطَرَ نَاسِيًا
		۷۳	یہ باب ہے کہ جو شخص بھول کر روزہ توڑ دے
		۷۵	وہ اسباب جن کی وجہ سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے
			بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّائِمِ يَقِيءُ

بَابُ: مَا جَاءَ فِي السُّحُورِ	یہ باب ہے کہ جب روزہ دار شخص کو قے آجائے ۷۹
یہ باب سحری کے بیان میں ہے ۹۲	خود بہ خود آنے والی قے میں روزے کا بیان ۷۹
بَابُ: مَا جَاءَ فِي تَأْخِيرِ السُّحُورِ	قے سے فساد صوم یا عدم فساد صوم کا بیان ۸۰
یہ باب سحری تاخیر سے کرنے کے بیان میں ہے ۹۲	قے سے فساد صوم میں مذاہب اربعہ ۸۰
سحری کے وقت سفیدی کے ظاہر ہونے میں فقہی مذاہب کا	بیگی، قے اور احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۸۱
بیان ۹۳	حالت روزہ میں خون دینے سے روزہ فاسد نہ ہوگا ۸۲
سحری کے وقت میں فقہی تطبیق کا بیان ۹۵	عورت کی طرف دیکھنے سے خروج منی کی صورت میں فقہاء
بَابُ: مَا جَاءَ فِي تَعْجِيلِ الْإِفْطَارِ	اربعہ کی تصریحات ۸۲
یہ باب افطاری جلدی کرنے کے بیان میں ہے ۹۶	بَابُ: مَا جَاءَ فِي السَّوَالِكِ وَالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ
افطاری جلد کرنے میں بھلائی ہونے کا بیان ۹۶	یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا مسواک کرنا اور سرمہ لگانا ... ۸۲
افطاری میں جلدی کرنے کی اہمیت کا بیان ۹۷	روزہ کی حالت میں مسواک کرنی جائز ہے ۸۳
بَابُ: مَا جَاءَ عَلَى مَا يُسْتَحَبُّ الْإِفْطَارُ	حالت روزہ میں مسواک کرنے میں مذاہب اربعہ ۸۳
یہ باب ہے کہ کس چیز کے ساتھ افطاری کرنا مستحب ہے؟ ۹۸	بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ
کھجور یا پانی سے روزہ افطار کرنے کا بیان ۹۸	یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا سچنے لگوانا ۸۴
بَابُ: مَا جَاءَ فِي فَرْضِ الصَّوْمِ	روزے کی حالت میں پچھنا لگوانے میں فقہاء اربعہ کا
مِنْ اللَّيْلِ وَالْخِيَارِ فِي الصَّوْمِ	موقف ۸۵
یہ باب رات میں ہی روزہ لازم کر کینے اور روزے میں	بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ
اختیار ہونے کے بیان میں ہے ۹۹	یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا بوسہ لینا ۸۶
روزہ اور نیت روزہ کا بیان ۹۹	روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ حنفی کا بیان ۸۷
روزے میں نیت کو معلق کرنے کا فقہی بیان ۹۹	روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ حنبلی کا بیان ۸۸
روزے کی نیت کے تعین میں فقہ شافعی و حنفی کے اختلاف کا	روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ شافعی کا بیان ۸۸
بیان ۱۰۱	روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ مالکی کا بیان ۸۸
نیت اور اختیار روزہ کا بیان ۱۰۱	بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ
نیت روزہ کے بارے میں مذاہب اربعہ کا بیان ۱۰۲	یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا مباشرت کرنا ۸۹
بَابُ: مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُصْبِحُ جُنُبًا وَهُوَ يُرِيدُ	بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْغُيْبَةِ وَالرَّفَثِ لِلصَّائِمِ
الصِّيَامَ	یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا غیبت کرنا یا بے حیائی کا کام
یہ باب ہے کہ ایسے شخص کا حکم جو صبح کے وقت جنابت کی	کرنا ۹۰
حالت میں ہوتا ہے ۱۰۳	روزے دار کا زبان کو کنٹرول میں رکھنے کا بیان ۹۰

۱۱۴ ایام تشریق کی تعداد میں صاحبین کے قول پر فتویٰ	۱۰۳ اور دو روزہ رکھنا چاہتا ہے
۱۱۵ ایام تشریق کے روزے رکھنے سے متعلق فقہی تصریحات	بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ الذَّهْرِ
..... ایام تشریق میں مانی ہوئی نذر کے صورت میں روزے کا	یہ باب ہمیشہ روزے رکھنے کے بیان میں ہے
۱۱۶ بیان	۱۰۴ ہمیشہ روزہ رکھنے کی کراہت کا بیان
بَابُ: فِي النَّهْيِ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى	۱۰۵ عہدات میں اعتدال اختیار کرنے کا بیان
یہ باب عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت	بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ
کے بیان میں ہے	یہ باب ہر مہینے میں تین دن روزے رکھنے کے بیان میں
بَابُ: فِي صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ	۱۰۶ ہے
یہ باب جمعہ کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں ہے	بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
۱۱۷ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کا بیان	یہ باب نبی کریم ﷺ کے روزہ رکھنے کے بارے میں ہے
بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ يَوْمِ السَّبْتِ	۱۰۷ شعبان کے روزوں کی اہمیت کا بیان
یہ باب ہفتے کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں ہے	بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بَابُ: صِيَامِ الْعَشْرِ	یہ باب حضرت داؤدؑ کے روزہ رکھنے کے بارے میں ہے
یہ باب ذوالحجہ کے عشرے میں روزے رکھنے کے بیان میں	بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
۱۲۰ ہے	یہ باب ہے کہ حضرت نوحؑ کے روزہ رکھنے کے بارے
۱۲۰ عشرہ ذوالحجہ میں روزے رکھنے کی فضیلت کا بیان	میں روایات
بَابُ: صِيَامِ يَوْمِ عَرَفَةَ	بَابُ: صِيَامِ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ
۱۲۲ عرفہ کے دن کے روزے کی فضیلت کا بیان	یہ باب شوال کے چھ روزے رکھنے کے بیان میں ہے
۱۲۲ عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان	شوال کے چھ روزوں کی فضیلت کا بیان
بَابُ: صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ	بَابُ: فِي صِيَامِ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
یہ باب عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں ہے	یہ باب اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھنے کی فضیلت کے بیان
۱۲۳ عاشورہ کا روزہ اور موسیٰؑ سے نسبت کا بیان	میں ہے
بَابُ: صِيَامِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ	روزہ رکھنے کے سبب جہنم سے دور ہونے کا بیان
یہ باب پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں	بَابُ: مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنْ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ
۱۲۶ ہے	یہ باب ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی ممانعت کے بیان میں
بَابُ: صِيَامِ أَشْهُرِ الْحَرَمِ	۱۱۲ ہے
یہ باب حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کے بیان	ایام تشریق کے روزوں کی ممانعت میں احادیث کا بیان
۱۲۷ میں ہے	غیر مقلدین کے نزدیک ایام تشریق کی تعداد کا بیان

۱۳۹	کاروزہ لازم ہو	بَابُ: فِي الصَّوْمِ زَكَاةُ الْجَسَدِ	یہ باب ہے کہ روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے
۱۴۰	نذر شرعی کی شرائط کا بیان	۱۲۸	روزہ کے اسرار و رموز کا بیان
۱۴۰	ہر واجب روزہ میں نیت ضروری ہے جیسے قضا یا کفارہ کے روزے ہیں	۱۲۹	بَابُ: فِي ثَوَابِ مَنْ فَطَرَ صَائِمًا
۱۴۱	بَابُ: فَيَمْنُ اسْلَمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ	۱۳۱	یہ باب روزہ افطار کرانے والے کے ثواب کے بیان میں ہے
۱۴۲	یہ باب ہے کہ جو شخص رمضان کے مہینے میں اسلام قبول کر لے	۱۳۲	بَابُ: فِي الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ عِنْدَهُ
۱۴۲	جب کافر طلوع فجر کے بعد اسلام لایا تو روزے کا حکم	۱۳۲	یہ باب ہے کہ جب کسی روزہ دار شخص کے پاس کچھ کھایا جائے
۱۴۲	بقیہ دن کے امساک میں مذاہب اربعہ	۱۳۳	بَابُ: مَنْ دُعِيَ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ
۱۴۳	بَابُ: فِي التَّرَاقِ تَصُومُ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا	۱۳۳	یہ باب ہے کہ جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزہ دار ہو
۱۴۳	یہ باب ہے کہ عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفل) روزے رکھنا	۱۳۴	بَابُ: فِي الصَّائِمِ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُ
۱۴۳	بَابُ: فَيَمْنُ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَلَا يَصُومُ إِلَّا بِإِذْنِهِمْ	۱۳۴	یہ باب ہے (حدیث نبوی ﷺ ہے) ”روزہ دار شخص کی دعا مسترد نہیں ہوتی“
۱۴۳	یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے ہاں پڑاؤ کرے تو وہ ان کی اجازت کے بغیر (نفل) روزہ نہ رکھے	۱۳۵	بَابُ: فِي الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ
۱۴۳	بَابُ: فَيَمْنُ قَالَ الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ كَالصَّائِمِ الصَّابِرِ	۱۳۵	یہ باب ہے کہ عید الفطر کے دن (نماز کے لیے) نکلنے سے پہلے کچھ کھانا
۱۴۳	یہ باب ہے کہ شکر کر کے کھانے والا صبر کر کے روزہ رکھنے والے کی مانند ہے	۱۳۶	بَابُ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ رَمَضَانَ قَدْ فَرَّطَ فِيهِ
۱۴۳	صبر کرنے کی فضیلت کا بیان	۱۳۶	یہ باب ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے رمضان کے روزے ہوں
۱۴۳	بَابُ: فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ	۱۳۶	جن میں اس نے کوتاہی کی تھی
۱۴۵	یہ باب شب قدر کے بیان میں ہے	۱۳۶	میت کے ذمہ روزوں کے فدیہ میں فقہی مذاہب اربعہ
۱۴۶	شب قدر ملنے کا سبب	۱۳۸	فدیہ کی مقدار کا بیان
۱۴۷	لیلة القدر کی وجہ تسمیہ کا بیان	۱۳۸	دوسروں کی طرف سے نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے میں مذاہب اربعہ
۱۴۷	نزل قرآن	۱۳۸	بَابُ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ رَمَضَانَ قَدْ فَرَّطَ فِيهِ
۱۴۷	ہزار مہینوں سے بہتر	۱۳۹	یہ باب ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے نذر
۱۴۸	نزل ملائکہ	۱۴۰	
۱۴۹	تعیین شب قدر	۱۴۱	
۱۵۰	۲۷ ویں شب	۱۴۲	

۱۶۲	اعتکاف والے کیلئے جنازے میں شرکت نہ کرنے کا بیان ..	۱۵۱	شب قدر مٹھی کیوں؟
۱۶۳	ضروریات طبعی و شرعی کے بغیر مسجد سے باہر نہ جانے کا بیان ..	۱۵۲	شب قدر کی اہمیت
۱۶۳	ضرورت کی اباحت بقدر ضرورت کا قاعدہ فقہیہ		بَابُ : فِي فَضْلِ الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ
۱۶۳	دارالحرب کی اشیائے ضروریہ کا استعمال	۱۵۳	یہ باب رمضان کے آخری عشرے کی فضیلت میں ہے
۱۶۴	ماء مستعمل کا معاف ہونا		بَابُ : مَا جَاءَ فِي الْإِعْتِكَافِ
۱۶۴	شہید کا خون	۱۵۴	یہ باب اعتکاف کے بارے میں ہے
۱۶۴	طیب کا دیکھنا	۱۵۴	اعتکاف کے معنی و مفہوم کا بیان
۱۶۴	مجتوں کی دوسری شادی	۱۵۵	اعتکاف والے کیلئے روج اور دو عمروں کا ثواب
۱۶۶	مختلف کے خروج جمعہ سے عدم فساد میں مذاہب اربعہ	۱۵۵	اعتکاف کی غرض و غایت، شب قدر کی تلاش
۱۶۶	خروج مسجد سے فساد اعتکاف میں ائمہ احناف کا اختلاف ..	۱۵۶	اعتکاف کے مقصد کا بیان
۱۶۶	اعتکاف کی قضاء کا بیان	۱۵۷	اعتکاف کی تاریخی حیثیت کا بیان
	بَابُ : مَا جَاءَ فِي الْمُتَعَتِّكِفِ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَيَرْجِلُهُ		بَابُ : مَا جَاءَ فِيْمَنْ يَبْتَدِي الْإِعْتِكَافَ
	یہ باب ہے کہ اعتکاف کرنے والا شخص اپنے سر کو دھو سکتا ہے		وَقَضَاءِ الْإِعْتِكَافِ
۱۶۷	اور بالوں میں کنگھی کر سکتا ہے		یہ باب ہے کہ جو شخص اعتکاف کا آغاز کرے اور اعتکاف کی
	بَابُ : فِي الْمُتَعَتِّكِفِ يَزُورُهُ أَهْلُهُ فِي الْمَسْجِدِ	۱۵۸	قضا کرنا
	یہ باب ہے کہ اعتکاف کرنے والا شخص مسجد میں اپنی بیوی سے		بَابُ : فِي اعْتِكَافِ يَوْمِ أَوَّلِ لَيْلَةٍ
۱۶۸	مل سکتا ہے		یہ باب ایک دن اور ایک رات کا اعتکاف کرنے کے بیان
	حالت اعتکاف میں جماع و مباشرت کی ممانعت میں	۱۵۸	میں ہے
۱۶۹	فقہی مذاہب اربعہ		بَابُ : فِي الْمُتَعَتِّكِفِ يَلْزَمُ مَكَانًا مِّنَ الْمَسْجِدِ
	بھول کر جماع کرنے والے کے فساد اعتکاف میں مذاہب		یہ باب ہے کہ جب مختلف شخص مسجد میں کسی حصے کو اپنے
۱۷۰	اربعہ	۱۵۹	لیے مخصوص کرے
	بَابُ : فِي السُّتْحَاظَةِ تَعْتَكِفُ	۱۶۰	اعتکاف کیلئے جامع مسجد ہونے میں فقہی بیان
	یہ باب ہے کہ استحاضہ کا شکار عورت اعتکاف کر سکتی ہے		بَابُ : الْإِعْتِكَافُ فِي خِيَمَةِ الْمَسْجِدِ
	بَابُ : فِي ثَوَابِ الْإِعْتِكَافِ		یہ باب مسجد میں خیمے لگا کر اعتکاف کرنے کے بیان میں
۱۷۱	یہ باب اعتکاف کے ثواب میں ہے	۱۶۰	ہے
	بَابُ : فِيْمَنْ قَامَ فِي لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ		بَابُ : فِي الْمُتَعَتِّكِفِ يَعُودُ الْبَرِيضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَائِزَ
	یہ باب ہے کہ جو شخص دونوں عیدوں کی دونوں راتوں میں		یہ باب ہے کہ اعتکاف کرنے والا شخص بیمار کی عیادت کر سکتا
۱۷۱	نوافل ادا کرے	۱۶۱	ہے اور جنازے میں شریک ہو سکتا ہے

عیدین کی راتوں میں نوافل پڑھنے کی فضیلت کا بیان ۱۷۲	نظریہ ۱۹۱
کتاب الزکوۃ	سونے کے نصاب زکوۃ کا بیان ۱۹۱
یہ کتاب زکوۃ کے بیان میں ہے ۱۷۳	زیورات کی زکوۃ فقہی اختلاف کا بیان ۱۹۲
زکوۃ کے لغوی و شرعی معنی کا بیان ۱۷۳	استعمال کے زیورات پر زکوۃ کا فقہی بیان ۱۹۳
زکوۃ کی تعریف کا بیان ۱۷۴	فقہ شافعی و حنبلی کے مطابق زیورات والی عورت کا زکوۃ لینا ۱۹۴
فرضیت زکوۃ کی تاریخی حیثیت کا بیان ۱۷۴	زیورات کی زکوۃ میں مذاہب اربعہ کا بیان ۱۹۴
مکرمین زکوۃ کیلئے وعید کا بیان ۱۷۵	بَابُ : مَنِ اسْتَفَادَ مَا لَا
بَابُ : فَرَضَ الزَّكَاةَ	یہ باب ہے کہ جس کو مال میں فائدہ حاصل ہو ۱۹
یہ باب زکوۃ کے فرض ہونے کے بیان میں ہے ۱۷۸	مال مستفاد کی زکوۃ کا بیان ۱۹۵
بَابُ : مَا جَاءَ فِي مَنَعِ الزَّكَاةِ	مال مستفاد کی زکوۃ میں مذاہب اربعہ ۱۹۵
یہ باب زکوۃ کا انکار کرنے والوں کے بیان میں ہے ۱۷۹	مال مستفاد کی زکوۃ میں احناف و شوافع کے اختلاف کا بیان ۱۹۶
زکوۃ نہ دینے پر وعید ۱۸۱	بَابُ : مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ مِنَ الْأَمْوَالِ
بَابُ : مَا أَتَى زَكَاةُ فَلَيْسَ بِكَفَرٍ	یہ باب ہے کہ کون سے اموال میں زکوۃ لازم ہوتی ہے؟ ۱۹۷
یہ باب ہے کہ جس چیز کی زکوۃ ادا کر دی جائے وہ "کنز" نہیں ہے ۱۸۲	چار قسم کے اموال میں زکوۃ فرض ہونے کا بیان ۱۹۷
کنز کی تعریف و پہچان کرنے کا بیان ۱۸۵	بَابُ : تَعْجِيلُ الزَّكَاةِ قَبْلَ مَوْجِبِهَا
زکوۃ ادا کرنے کے سبب فریضہ ساقط ہو جانے کا بیان ۱۸۷	یہ باب زکوۃ کو اس کے وقت سے پہلے ادا کرنے کے بیان میں ہے ۱۹۸
سال سے پہلے ادائیگی زکوۃ میں فقہ مالکی و حنفی کا اختلاف ۱۸۷	بَابُ : مَا يُقَالُ عِنْدَ اخْرَاجِ الزَّكَاةِ
نصاب واحد میں تقدم زکوۃ میں امام زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف ۱۸۸	یہ باب ہے کہ زکوۃ نکالتے وقت کیا کہا جائے؟ ۱۹۹
زکوۃ کے حکم تاخیر میں ائمہ احناف کے فقہی اختلاف کا بیان ۱۸۸	بَابُ : صَدَقَةُ الْإِبِلِ
اتمام سال سے قبل زکوۃ کی ادائیگی میں مذاہب اربعہ ۱۸۹	یہ باب اونٹوں کی زکوۃ کے بیان میں ہے ۲۰۰
بَابُ : زَكَاةُ الْوَرَقِ وَالذَّهَبِ	سال کے اکثر سائتمہ ہونے میں وجوب زکوۃ میں فقہی مذاہب ۲۰۲
یہ باب چاندی اور سونے کی زکوۃ کے بیان میں ہے ۱۸۹	اونٹوں کی مختلف عمروں میں مختلف ناموں کا بیان ۲۰۳
چاندی کے نصاب زکوۃ کا بیان ۱۹۰	اونٹوں کے نصاب میں بکری کو بطور زکوۃ کیوں دیا جاتا ہے ۲۰۳
دوسرا ہم کے نصاب زکوۃ ہونے کا بیان ۱۹۰	پانچ اونٹوں سے کم میں عدم وجوب زکوۃ میں مذاہب اربعہ ۲۰۳
کرنسی نوٹ پر حکم زکوۃ کا بیان ۱۹۱	بَابُ : إِذَا أَخَذَ الْمُصَدِّقُ سِتًّا قُورَ سِتِّ أَوْ قُورَ سِتِّ
موجودہ کرنسی نوٹ کی زکوۃ کے مسئلہ میں غیر مقلدین کا	

باب: جب زکوٰۃ وصول کرنے والا مظلوم عمر سے کم یا زیادہ	۲۰۱
عمر کے جانور کو وصول کرے	۲۰۳
باب: مَا يَأْخُذُ الْمُصَدِّقُ مِنَ الْأَيْلِ	
یہ باب ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا اونٹوں میں سے کیا	
چیز وصول کرے گا؟	۲۰۵
خیار صدق میں مذاہب اربعہ کا بیان	۲۰۵
باب: صَدَقَةُ الْبَقَرِ	
یہ باب گائے کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے	۲۰۶
گائے اور بیل کی زکوٰۃ میں فقہی تصریحات	۲۰۷
انعام ثلاثہ کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ	۲۰۸
گائے کے نصاب ساتھ میں زکوٰۃ پر مذاہب اربعہ	۲۰۹
باب: صَدَقَةُ الْغَنَمِ	
یہ باب بکریوں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے	۲۰۹
مختلف جانوروں کے نصاب زکوٰۃ کا فقہی بیان	۲۱۰
مختلف مقامات پر موجود جانوروں کی زکوٰۃ میں فقہ شافعی وحنفی	
کا اختلاف	۲۱۳
ضآن کے فقہی مفہوم کا بیان	۲۱۳
ضآن کی بحث میں فقہی تصریحات کا بیان	۲۱۶
قرآن میں لفظ ضآن کے استعمال کا بیان	۲۱۷
ضآن لغوی کے تعین میں فقہی تصریحات کا بیان	۲۱۷
ضآن کے معنی میں چکیتی کی قید لگانے والے فقہاء احناف ...	۲۱۸
ضآن پر اطلاق زکوٰۃ میں فقہی مذاہب اربعہ	۲۱۸
زکوٰۃ جانوروں کے بچوں میں عدم زکوٰۃ کے دلائل کا بیان	۲۱۹
خلوف و سائیمہ کی تعریف	۲۲۰
عوامل و حواصل کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ	۲۲۰
خلوف کی زکوٰۃ میں فقہی مذاہب اربعہ	۲۲۰
چالیس بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ ہونے کا بیان	۲۲۱
باب: مَا جَاءَ فِي عُثَالِ الصَّدَقَةِ	
یہ باب زکوٰۃ وصول کرنے والے عالمین کے بیان میں ہے	۲۲۱
باب: صَدَقَةُ الْعَوِيلِ وَالرَّقِيقِ	
یہ باب گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے	۲۲۲
گھوڑوں کی زکوٰۃ میں فقہی اختلاف کا بیان؟	۲۲۳
گھوڑوں کی زکوٰۃ میں فقہی مذاہب اربعہ	۲۲۵
باب: مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ مِنَ الْأَمْوَالِ	
یہ باب ہے کہ اموال میں سے کس میں زکوٰۃ واجب ہوتی	
ہے؟	۲۲۵
باب: صَدَقَةُ الزُّرُوعِ وَالشَّجَرِ	
یہ باب زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے	۲۲۶
حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک عشر کا حکم شرعی	۲۲۹
زمین کی پیداوار پر عشر دینے میں فقہی بیان	۲۲۹
زمینی پیداوار میں قید و سن میں مذاہب اربعہ	۲۳۰
نصف عشر والی زمینوں کا بیان	۲۳۰
جس میں عشر یا عشر کا نصف ہے اس کا بیان	۲۳۱
عشر یعنی کھیتی اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان	۲۳۱
باب: ۹: خَرْصُ النَّخْلِ وَالْجَنْبِ	
یہ باب کھجوروں اور انگوروں کا اندازہ لگانے کے بیان میں	
ہے	۲۳۳
باب: النَّهْيُ أَنْ يُخْرِجَ فِي الصَّدَقَةِ شَرَّ مَا لَيْهِ	
یہ باب زکوٰۃ میں برائے مال دینے کی ممانعت کے بیان میں	
ہے	۲۳۴
باب: زَكَاةُ الْعَسَلِ	
یہ باب شہد کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے	۲۳۵
شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں فقہی اختلاف کا بیان	۲۳۶
شہد کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ	۲۳۶
باب: صَدَقَةُ الْفِطْرِ	
یہ باب صدقہ فطر کے بیان میں ہے	۲۳۷

۲۵۷	اہل فقہ کے نزدیک نکاح کی اہمیت کا بیان	۲۳۸	صدقہ فطر کے وجوب کی شرعی حیثیت کا بیان
۲۵۸	نکاح کی شرعی حیثیت کا فقہی بیان	۲۳۸	صدقہ فطر کے وجوب میں مذاہب اربعہ
۲۵۹	ملت ابراہیمی میں نکاح کا طریقہ	۲۳۹	نظرانے کے سبب لغو اعمال کی بخشش ہونے کا بیان
۲۵۹	زمانہ جاہلیت میں رائج شادی کے مختلف طریقے		بَابُ: الْعُسْرِ وَالْخَرَاجِ
۲۵۹	(۱) زواج المہولہ	۲۴۱	یہ باب عشا اور خراج کے بیان میں ہے
۲۵۹	زواج البدل	۲۴۱	عاشرو عشر کے بارے میں فقہی تصریحات کا بیان
۲۶۰	نکاح متعہ		بَابُ: الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا
۲۶۰	نکاح الخدن	۲۴۳	یہ باب ہے کہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے
۲۶۰	نکاح الضعیفہ		بَابُ: الصَّدَقَةُ عَلَى ذِي قَرَابَةٍ
۲۶۰	نکاح شغار	۲۴۳	یہ باب قریبی رشتے دار کو صدقہ دینے کے بیان میں ہے
۲۶۰	نکاح الاستبضاع		بَابُ: تَكْرَاهِيَةِ الْمَسْأَلَةِ
۲۶۰	اجتماعی نکاح	۲۴۵	یہ باب سوال کر کے مانگنے کی کراہت کے بیان میں ہے
۲۶۱	نکاح البغایا		بَابُ: مَنْ سَأَلَ عَنْ ظَهْرٍ غَنَى
۲۶۳	نکاح کرنے کا مستحب طریقہ	۲۴۷	یہ باب ہے کہ جو شخص خوشحال ہونے کے باوجود مانگے
۲۶۳	مغتیر کو دیکھنے کی اباحت کا بیان	۲۴۷	بیان کی روٹی قبول کرنے نہ کرنے کے واقعہ کا بیان
۲۶۳	مغتیر کو دیکھنے میں مذاہب اربعہ	۲۴۸	مانگنے والے کی قیامت کے دن کی حالت کا بیان
۲۶۳	نکاح کرنے والے کی فضیلت میں احادیث	۲۴۹	مانگنے کی بہ جائے محنت کرنے کی اہمیت کا بیان
۲۶۶	نکاح نہ کرنے والے کی وعید میں احادیث		بَابُ: مَنْ تَوَحَّلَ لَهُ الصَّدَقَةُ
۲۶۶	نکاح کے متعلق بعض مذاہب اور اہل مغرب کے افکار		یہ باب ہے کہ کس شخص کے لیے صدقہ (وصول کرنا) حلال
۲۶۷	نکاح کے ذریعے خواتین پر اسلام کے احسانات	۲۵۰	ہے؟
۲۶۸	جوانی کی حد میں فقہی بیان		بَابُ: فَضْلِ الصَّدَقَةِ
۲۶۹	تجمل اختیار کرنے میں فقہ شافعی و حنفی کا بیان	۲۵۱	یہ باب صدقہ کرنے کی فضیلت کے بیان میں ہے
	بَابُ: مَا جَاءَ فِي فَضْلِ النِّكَاحِ		کِتَابُ النِّكَاحِ
۲۷۰	یہ باب نکاح کی فضیلت میں ہے	۲۵۳	یہ کتاب نکاح کے بیان میں ہے
	بَابُ: النَّهْيُ عَنِ التَّبَتُّلِ	۲۵۳	نکاح کے معنی و مفہوم کا بیان
۲۷۲	یہ باب مجرور رہنے کی ممانعت میں ہے	۲۵۵	تعریف نکاح میں مذاہب اربعہ
۲۷۲	تجمل کے معانی اور فقہی مذاہب کا بیان	۲۵۵	قرآن کی روشنی میں نکاح کی اہمیت کا بیان
	بَابُ: حَقُّ الْمَرْأَةِ عَلَى الزَّوْجِ	۲۵۶	احادیث کی روشنی میں نکاح کی اہمیت کا بیان

۲۹۰.....	ولایت نکاح کے حقداروں کا بیان	۲۷۴.....	یہ باب بیوی کا شوہر پر حق ہونے کے بیان میں ہے
۲۹۱.....	چھوٹی بچی کی شادی کی اباحت میں قرآن و سنت و اجماع	باب: حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ	
۲۹۱.....	باپ کیلئے عدم اجازت صغیرہ پر اجماع کا بیان	۲۷۵.....	یہ باب شوہر کا بیوی پر حق ہونے کے بیان میں ہے
۲۹۲.....	چھوٹی بچی کی رخصتی اور اس سے دخول کرنا	باب: أَفْضَلُ النِّسَاءِ	
۲۹۳.....	صاحب رائے عورت کی ولایت میں مذاہب اربعہ	۲۷۶.....	یہ باب ہے کہ سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والی خواتین..
باب: نِكَاحِ الصَّغَارِ يُزَوِّجُهُنَّ عَمْدُ الْآبَاءِ		باب: تَزْوِيجُ ذَوَاتِ الدِّينِ	
یہ باب ہے کہ آباء کے علاوہ کسی دوسرے کا نابالغ بچوں کی		یہ باب ویدار عورت کے ساتھ شادی کرنے کے بیان میں	
۲۹۳.....	شادی کرنا	۲۷۸.....	ہے
باب: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيِّ		باب: تَزْوِيجُ الْأَنْكَارِ	
۲۹۴.....	یہ باب ولی کے بغیر نکاح نہ ہونے کے بیان میں ہے	یہ باب کنواری لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کے بیان میں	
۲۹۴.....	ولایت نکاح کے فقہی مفہوم کا بیان	۲۷۹.....	ہے
۲۹۴.....	ولی کے معنی و مفہوم کا بیان	باب: تَزْوِيجُ الْحَرَائِرِ وَالْوَلُودِ	
۲۹۶.....	انعتاد نکاح کی ولایت میں فقہاء تابعین کے مذاہب	یہ باب ہے کہ آزاد اور بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے	
۲۹۸.....	اجازت ولی کے بغیر نکاح میں مذاہب اربعہ	۲۸۰.....	والی خواتین کے ساتھ شادی کرنا
۲۹۸.....	بیوہ، بالغہ کے نکاح میں رضا مندی کا حکم شرعی	باب: النَّظَرُ إِلَى الْمَرْأَةِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا	
۲۹۹.....	باکرہ بالغہ کی اجازت نکاح میں فقہ شافعی و حنفی کا بیان	یہ باب ہے کہ جب کسی خاتون کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ	
باب: النَّهْيُ عَنِ الشُّغَارِ		۲۸۱.....	ہو تو اسے دیکھ لینا
۳۰۰.....	یہ باب شغار کی ممانعت کے بیان میں ہے	۲۸۳.....	مکیتز کو دیکھنے میں مذاہب اربعہ
۳۰۱.....	نکاح شغار کے مہر میں فقہی مذاہب اربعہ	باب: لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خُطْبَةِ أَخِيهِ	
باب: صَدَاقِ النِّسَاءِ		یہ باب ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح	
۳۰۲.....	یہ باب خواتین کے مہر کے بیان میں ہے	۲۸۳.....	کا پیغام نہ بھیجے
۳۰۲.....	حق مہر کی تعریف کا بیان	باب: اسْتِثْنَاءُ الْبِكْرِ وَالْتَّيِّبِ	
۳۰۲.....	قرآن کے مطابق حکم مہر کا بیان	یہ باب ہے کہ کنواری اور یتیمہ عورت سے اجازت لینا	
۳۰۳.....	مہر اور اس کی مقدار کا بیان	باب: مَنْ زَوَّجَ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَاهِنَةٌ	
۳۰۴.....	بغیر طے کردہ حق مہر میں فقہی مذاہب اربعہ	یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی بیٹی کی شادی کر دے حالانکہ لڑکی	
۳۰۶.....	مہر کے عدم ذکر کی صورت مثلی مہر کا فقہی بیان	۲۸۷.....	اس (رشتے کو) ناپسند کرے
۳۰۷.....	دخول سے پہلے طلاق دینے میں سامان دینے کا بیان	باب: نِكَاحِ الصَّغَارِ يُزَوِّجُهُنَّ الْآبَاءُ	
قبل از دخول طلاق کی صورت میں عورتوں پر احسان کا		یہ باب ہے کہ آباء کا اپنے کم سن بچوں کی شادی کر دینا	۲۸۹.....

بیان ۳۰۷	یہ باب شادی کی مبارکباد دینے میں ہے ۳۲۹
دخول سے قبل طلاق دینے پر مہر میں فقہی مذاہب ۳۰۷	باب: الْوَلِيَّةُ
دخول سے پہلے طلاق دینے میں عدم رجوع پر اہل علم کا	ولیمہ کے معنی و مفہوم کا بیان ۳۳۰
اتفاق ۳۰۸	خیافت کی اقسام کا بیان ۳۳۰
مطلق خلوت ہونے کے بعد مہر دینے میں مذاہب اربعہ ۳۰۹	باب: إِبْجَابَةُ الدَّاعِي
مہر کی مقدار میں مذاہب اربعہ ۳۱۰	یہ باب دعوت قبول کرنے کے بیان میں ہے ۳۳۳
ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مہر: ۳۱۱	ولیمہ کی دعوت میں غریبوں کو دعوت دینے کا بیان ۳۳۳
مہر کی مقدار میں ادلہ مذاہب اربعہ ۳۱۱	دعوت ولیمہ کو قبول کرنے کا بیان ۳۳۴
حریت کے مہر ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ ۳۱۳	باب: الْإِقَامَةُ عَلَى الْبُكَرِ وَالْثِيْبِ
مہر کی مقدار میں فقہی مذاہب مثلاً اہل طواہر کا مؤقف ... ۳۱۳	یہ باب ہے کہ کنواری یا ثیبہ بیوی کے پاس ٹھہرنا ۳۳۶
قرآن کی تعلیم کو مہر قرار دینے کا بیان ۳۱۴	کثیر ازواج کے درمیان باری تقسیم کرنے میں فقہی
نکاح کو کسی شرط سے مشروط کرنے میں مذاہب اربعہ ۳۱۶	تصریحات ۳۳۷
باب: الرَّجُلُ يَتَزَوَّجُ وَلَا يَفْرُضُ لَهَا قِيَمُوتٌ عَلَى ذَلِكَ	بیویوں کے درمیان تقسیم میں انصاف ۳۳۸
یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص شادی کر لے اور وہ عورت کا	ازواج کے درمیان تقرر باری میں فقہ حنفی کے مطابق عدل
مہر مقرر نہ کرے ۳۱۸	کا بیان ۳۳۸
اسی حالت میں اس کا انتقال ہو جائے ۳۱۸	ازواج کے حقوق میں عدل و انصاف کا بیان ۳۳۹
دخول سے قبل طلاق کی صورت میں نصف مہر پر فقہاء کا	مقررہ باری میں دوسری بیوی کے پاس جانے کی اباحت کا
اجماع ۳۱۹	بیان ۳۴۰
باب: خُطْبَةُ النِّكَاحِ	نئی اور پرانی بیوی کے حقوق یکساں ہوں گے ۳۴۰
یہ باب نکاح کے خطبہ کے بیان میں ہے ۳۴۱	نئی و پرانی زوجہ کی باری تقسیم میں فقہ شافعی و حنفی کا استدلال ۳۴۰
باب: إِعْلَانُ النِّكَاحِ	ازواج کو سفر پر لے جانے میں تقسیم کا بیان ۳۴۲
یہ باب نکاح کا اعلان کرنے کے بیان میں ہے ۳۴۳	باب: مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ أَهْلُهُ
نکاح کے اعلان کا بیان ۳۴۳	یہ باب ہے کہ جب آدمی کی بیوی اس کے گھر آئے تو آدمی
باب: الْوُضْءُ وَالْغُسْلُ	کیا کہے؟ ۳۴۳
یہ باب گانا اور دف بجانے کے بیان میں ہے ۳۴۵	باب: التَّسْتَرُّ عِنْدَ الْجَمَاعِ
باب: فِي الْمَعْتَمَرِينَ	یہ باب صحبت کرنے کے وقت پردہ کرنے کے بیان میں
یہ باب بیجزوں کے احکام میں ہے ۳۴۸	ہے ۳۴۴
باب: تَهْنِئَةُ النِّكَاحِ	باب: النَّهْيُ عَنِ إِيْمَانِ النِّسَاءِ فِي أَذْبَارِهِنَّ

۳۷۳ اختلاف	۳۳۵ یہ باب خواتین کی پہلی شرمگاہ میں صحبت کرنے کی ممانعت میں ہے
۳۷۴ ایک وقت تین طلاقوں کے عدم وقوع میں غیر مقلدین	۳۳۶ مباشرت سے متعلق بعض احکام کا بیان
۳۷۴ کے عجیب استدلالات	۳۳۷ فرج میں ہر طرح سے بہستری جائز ہے
۳۷۴ طلاق ثلاثہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تعزیری فیصلہ	۳۳۸ یہودی قسم کی تکذیب کا بیان
۳۷۵ ایک وقت زیادہ طلاق دینا منع ہے	۳۳۹ و بر میں بہستری حرام ہے
۳۷۶ طلاق ثلاثہ کے وقوع میں مذاہب اسلاف و مذاہب اربعہ	۳۴۰ بہستری کے ایک اور طریقہ کا بیان
باب: الْمُحْضِلُّ وَالْمُحْضَلُّ لَهُ	۳۴۱ لواطت بیوی کے ساتھ بھی حرام ہے
یہ باب ہے کہ حلالہ کرنے والا اور جس کے لیے حلالہ کیا	۳۴۲ اس آیت کے بارے میں دوسرے قول کا ذکر
کیا ہو (ان کا حکم) ۳۸۲	۳۴۳ اس آیت کے بارے میں تیسرے قول کا ذکر
۳۸۳ حلالہ کی شرط پر شادی کرنا مکروہ ہے	۳۴۴ عزل کرنا ضرورت کے وقت جائز ہے
۳۸۳ نکاح حلالہ کے فقہی مفہوم کا بیان	۳۴۵ اس آیت کے بارے میں چوتھے قول کا ذکر
۳۸۴ حلالہ کے مکروہ تحریمی ہونے کا بیان	باب: الْعَزْلُ
۳۸۵ صاحبین کے نزدیک نکاح حلالہ کے فساد کا بیان	۳۴۶ یہ باب عزل کے بیان میں ہے
۳۸۶ حلالہ سے متعلق اختلاف کا بیان اور غیر مقلدین کی وہم	باب: لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَلَا عَلَى خَالَاتِهَا
۳۸۷ پرستی	یہ باب ہے کہ کسی عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی یا اس کی
۳۸۸ حلالہ کے منکرین کے توہمات کا بیان	خالہ پر نکاح نہ کیا جائے
باب: يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ	باب: الرَّجُلُ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجُ فَيُطَلِّقُهَا
یہ باب ہے کہ رضاعت سے وہی حرمت ثابت ہوتی جو	یہ باب ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا
نسب سے ثابت ہوتی ہے ۳۸۷	ہے پھر وہ عورت دوسری شادی کر لیتی ہے دوسرا شوہر اس ک
۳۸۸ رضاعت کے معنی و مفہوم کا بیان	سے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دیتا ہے تو
۳۸۹ قرآن کے مطابق رضاعت کا بیان	کیا وہ پہلے شوہر کے پاس واپس جاسکتی ہے؟
۳۹۰ دودھ رضاعت کے تعین میں فقہی مذاہب اربعہ	۳۹۱ طلاق ثلاثہ کے وقوع میں مذاہب اربعہ
۳۹۱ حرمت رضاعت کے بعض احکام و مسائل کا بیان	۳۹۲ ایک وقت تین طلاق دینا حرام ہیں
باب: لَا تُحْرَمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْبَصَّةَانِ	۳۹۳ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کا بیان
یہ باب ہے کہ ایک گھونٹ یا دو گھونٹ حرمت ثابت نہیں	۳۹۴ ایک وقت تین طلاقیں دینے کی ممانعت و انعقاد
کرتے ہیں ۳۹۲	۳۹۵ طلاق ثلاثہ کے نفاذ کا ثبوت
۳۹۳ پانچ مرتبہ دودھ پلانے کی رضاعت میں تخصیص و تقسیم	۳۹۶ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع میں اسلاف امت مسلمہ
۳۹۴ مدت رضاعت میں فقہی مذاہب اربعہ	

۴۱۳	یہ باب نکاح میں شرط عائد کرنے کے بیان میں ہے	بَابُ : رِضَا عِ الْجَبِيرِ	یہ باب بڑی عمر کے شخص کو دودھ پلانے کے بیان میں ہے ۴۹۷
۴۱۴	بَابُ : الرَّجُلُ يُغْتَقُ آتَهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا	بَابُ : لَا رِضَاَ بَعْدَ إِصْصَالِ	یہ باب ہے کہ دودھ چھڑانے کے بعد رضاعت کا اعتبار نہیں ہوگا ۴۹۸
۴۱۵	بَابُ : تَزْوِيجُ الْعَبْدِ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ	۴۹۸	۴۹۸
۴۱۵	یہ باب آقا کی اجازت کے بغیر غلام کی شادی کے بیان میں ہے	۴۹۸	۴۹۸
۴۱۵	نکاح کے اختیار میں غلام سے متعلق فقہی احکام	۴۹۹	۴۹۹
۴۱۶	غلام کے حق نکاح و طلاق میں فقہ مالکی کا موقف	بَابُ : لَبْنِ الْفَحْلِ	یہ باب لبن الفحل کے حکم میں ہے ۴۰۳
۴۱۷	نکاح و طلاق کے باہمی عدم قیاس کا بیان	۴۰۳	۴۰۳
۴۱۷	نکاح کے اختیار میں مولیٰ کی نیت کا اعتبار	۴۰۴	۴۰۴
۴۱۸	باندی کے آزاد ہونے پر منع نکاح میں فقہی مذاہب اربعہ	بَابُ : الرَّجُلُ يُسْلِمُ وَعِنْدَهُ أُخْتَانِ	یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرے اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں ۴۰۵
۴۱۹	بَابُ : النَّهْيُ عَنِ نِكَاحِ الْمُتَعَةِ	۴۰۵	۴۰۵
۴۱۹	یہ باب نکاح متعہ کی ممانعت میں ہے	۴۰۶	۴۰۶
۴۱۹	نکاح متعہ کے منسوخ ہونے کا بیان	۴۰۶	۴۰۶
۴۲۲	نکاح متعہ کی حرمت کے دلائل کا بیان	۴۰۶	۴۰۶
۴۲۳	جواز متعہ کی تنبیہ کا بیان	۴۰۷	۴۰۷
۴۲۵	ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرمت متعہ کے بارے میں احادیث	۴۰۷	۴۰۷
۴۲۵	حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا	۴۰۸	۴۰۸
۴۲۷	بَابُ : الْمُحْرَمُ يَتَزَوَّجُ	۴۰۹	۴۰۹
۴۲۷	یہ باب احرام والے شخص کی شادی کے بیان میں ہے	۴۰۹	۴۰۹
۴۲۸	قاعدہ فقہیہ اور حالت احرام کے نکاح کا بیان	۴۱۰	۴۱۰
۴۲۸	بَابُ : الْإِكْفَاءُ	۴۱۱	۴۱۱
۴۲۹	یہ باب کفو کے احکام کے بیان میں ہے	بَابُ : الرَّجُلُ يُسْلِمُ وَعِنْدَهُ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعِ نِسَوَاتٍ	یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرے اور اس کے ہاں چار سے زیادہ بیویاں ہوں ۴۱۲
۴۲۹	نکاح میں کفو کے اعتبار کا بیان	۴۱۲	۴۱۲
۴۲۹	نکاح کے کفو میں اتفاق مذاہب اربعہ	بَابُ : الشَّرْطُ فِي النِّكَاحِ	۴۱۲
۴۳۰	کفأت میں چھ چیزوں کے اعتبار کا بیان		

بَابُ: الرَّجُلُ يَدْخُلُ بِأَهْلِهِ قَبْلَ أَنْ يُعْطِيَهَا شَيْئًا یہ باب ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کو کوئی چیز (یعنی مہر) دینے سے پہلے اس کے ہاں جانا..... ۴۵۴	۴۳۱..... عدم کفایت کے باوجود نکاح ۴۳۱..... غیر کفو میں نکاح کرنے والی عورت کا بیان غیر کفو میں ہونے والے نکاح میں فقہ حنفی کی اختلافی روایات..... ۴۳۲
بَابُ: مَا يَكُونُ فِيهِ الْيَمَنُ وَالشُّومُ یہ باب ہے کہ کن چیزوں میں برکت یا نحوست ہوتی ہے؟..... ۴۵۴	۴۳۳..... کفایت کے اعتبار میں فقہی اجماع کا بیان ۴۳۵..... سیدہ کا غیر سید سے نکاح کا فقہی مسئلہ ۴۳۷..... کفایت مال و خوشحالی کا فقہی مفہوم ۴۳۸..... کفو سے متعلق فقہی جزئیات کا بیان ۴۳۹..... کفو نکاح کے عرفی فوائد و اسباب
بَابُ: الْغَيْرَةِ یہ باب غیرت کے بیان میں ہے..... ۴۵۸	بَابُ: الْقِسْمَةُ بَيْنَ النِّسَاءِ یہ باب بیویوں میں باری تقسیم کرنے کے بیان میں ہے..... ۴۴۰
بَابُ: النَّحْيُ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یہ باب ہے کہ اس خاتون کا بیان جس نے اپنا آپ نبی کریم ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا تھا..... ۴۵۹	بَابُ: الْمَرْأَةُ تَهَبُ يَوْمَهَا لِصَاحِبِهَا یہ باب ہے کہ کسی خاتون کا اپنے مخصوص دن کو اپنی سوکن کے لیے ہبہ کر دینا..... ۴۴۱
بَابُ: الرَّجُلُ يَشْكُ فِي وَلَدِهِ یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص اپنی اولاد کے بارے میں شک ظاہر کرے..... ۴۶۰	۴۴۲..... اپنی باری ہبہ کرنے پر سلف و خلف کا اجماع بَابُ: الشَّفَاعَةُ فِي التَّزْوِيجِ یہ باب شادی میں سفارش کرنے کے بیان میں ہے..... ۴۴۵
بَابُ: الْوَلَدُ يُلْفِرَ اِشْرَافًا وَلِلْعَاهِدِ الْحَجَرُ یہ باب ہے کہ بچہ فراش والے کو طے گا اور زانی کو محرومی ملے گی..... ۴۶۱	بَابُ: حُسْنُ مُعَاشَرَةِ النِّسَاءِ یہ باب خواتین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے بیان میں ہے..... ۴۴۶
بَابُ: الزَّوْجَيْنِ يُسْلِمُ أَحَدُهُمَا قَبْلَ الْآخَرِ یہ باب ہے کہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کا دوسرے سے پہلے اسلام قبول کر لینا..... ۴۶۳	بَابُ: ضَرْبُ النِّسَاءِ یہ باب خواتین (بیوی) کو مارنے کے بیان میں ہے..... ۴۴۸
بَابُ: الْبَيْلُ یہ باب دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ صحبت کرنے میں ہے..... ۴۶۶	بَابُ: الْوَاصِلَةُ وَالْوَاشِئَةُ یہ باب ہے کہ مصنوعی بال لگانے والے اور جسم گودنے والی خواتین کا حکم..... ۴۴۹
بَابُ: فِي الْمَرْأَةِ تُؤْذِي زَوْجَهَا یہ باب ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کو اذیت پہنچائے..... ۴۶۷	۴۵۱..... مصنوعی بال لگوانے کی ممانعت میں فقہی مذاہب بَابُ: مَتَى يُسْتَحَبُّ الْبِنَاءُ بِالنِّسَاءِ یہ باب ہے کہ خواتین کی رخصتی کس وقت مستحب ہے؟..... ۴۵۳
بَابُ: لَا يَحْرَمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ یہ باب ہے کہ حرام فعل حلال چیز کو حرام نہیں کرتا..... ۴۶۸	

کتاب الطلاق

۴۸۴.....	یہ باب ہے کہ حاملہ عورت کو کیسے طلاق دی جائے	۴۶۹.....	یہ کتاب طلاق کے بیان میں ہے
۴۸۵.....	حاملہ عورت کو طلاق دینے کا بیان	۴۶۹.....	طلاق کی لغوی تعریف
۴۸۵.....	حاملہ کو طلاق دینے کی اباحت کا بیان	۴۶۹.....	طلاق کی شرعی تعریف
۴۸۵.....	عدت میں طلاق دینے کے عمومی حکم کا بیان	۴۶۹.....	قرآن کے مطابق مشروعیت طلاق کا بیان
۴۸۶.....	حکم کا مدار دلیل ہونے کا قاعدہ فقہیہ	۴۷۱.....	احادیث کے مطابق مشروعیت طلاق کا بیان
۴۸۶.....	حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینے کا بیان	۴۷۱.....	مشروعیت طلاق پر اجماع کا بیان
۴۸۷.....	باب: مَنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ	۴۷۱.....	طلاق دینے کا فقہی حکم
۴۸۷.....	یہ باب ہے کہ جو شخص ایک ہی محفل میں اپنی بیوی کو تین	۴۷۲.....	طلاق کی ممانعت میں احادیث
۴۸۷.....	طلاقیں دیدے	۴۷۲.....	مسائل طلاق پر عدم التفات سے معاشرتی نقصانات
۴۸۷.....	وقوع طلاق سے حق نکاح کے زوال و عدم زوال میں فقہی	۴۷۵.....	طلاق کی شرعی حیثیت کا بیان
۴۸۷.....	بحث و نظر	۴۷۵.....	مسئلہ طلاق میں اصلاح عوام کی ضرورت
۴۸۹.....	طلاق مسنون اور غیر مسنون کی بحث	۴۷۶.....	باب: حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَوِيْدٍ
۴۹۲.....	طلاق سنت اور طلاق بدعت کا نتائجی فرق	۴۷۶.....	یہ باب عنوان کے بغیر ہے
۴۹۳.....	تین طلاق دینے کے بعد عورت سے شادی کرنا کب	۴۷۷.....	باب: طَلَاَقِ السَّنَةِ
۴۹۳.....	حلال ہوگا؟	۴۷۸.....	یہ باب طلاق کے سنت طریقے کے بیان میں ہے
۴۹۶.....	طلاق ثلاثہ سے ازالہ نکاح و وقوع طلاق میں فقہی بحث و نظر	۴۷۸.....	طلاق کی اقسام کا بیان
۵۰۳.....	ایک لفظ سے تین طلاق دینے میں فقہی بحث و نظر	۴۷۹.....	طلاق سنت کا بیان
۵۰۱.....	لفظ واحد سے طلاق ثلاثہ کے وقوع میں فقہاء اسلاف امت	۴۷۹.....	طلاق سنت میں فقہی مذاہب اربعہ
۵۰۱.....	کا اجماع	۴۷۹.....	وقت و محل کے اعتبار سے اقسام طلاق کا بیان
۵۱۶.....	امام طحاوی کی احادیث بیان کرنے کا مقصد	۴۸۰.....	طلاق کی اقسام میں مذاہب اربعہ
۵۱۶.....	باب: الرَّجْعَةُ	۴۸۱.....	ہر قسم کی طلاق کے وقوع میں اتفاق مذاہب اربعہ
۵۱۷.....	یہ باب رجوع کرنے کے بیان میں ہے	۴۸۲.....	طلاق دینے کے طریقہ حسن کا بیان
۵۱۷.....	رجعت کی لغوی و اصطلاحی تعریف و حکم کا بیان	۴۸۲.....	مسنون طریقے سے طلاق دینے میں احادیث
۵۱۸.....	رجوع و عدم رجوع کی صورت میں اقسام طلاق	۴۸۳.....	طلاق بدعت کا بیان
۵۱۸.....	(۱) طلاق رجعی	۴۸۳.....	طلاق بدعت کی تعریف
۵۱۹.....	طلاق رجعی کا حکم	۴۸۳.....	حالت حیض کی وقوع طلاق میں مذاہب اربعہ
۵۱۹.....	(۲) طلاق بائن یا بائنہ منفری	۴۸۳.....	باب: اَلْحَامِلُ كَيْفَ تُطَلَّقُ
۵۲۰.....	طلاق بائن کا حکم		

یہ باب ہے کہ کیا کوئی عورت اپنی عدت کے دوران گھر سے	۵۲۰..... (۳) طلاق مغلظہ
باہر نکل سکتی ہے؟	۵۲۰..... طلاق مغلظہ کا حکم
۵۳۷.....	۵۲۱..... حق طلاق مرد کے پاس ہونے کی حکمتوں کا بیان
بَابُ: الْمَطْلَقَةُ ثَلَاثًا هَلْ لَهَا سُكْنَى وَنَفَقَةٌ	۵۲۲..... طریقہ رجوع کا بیان
یہ باب ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں ہو جائیں کیا	۵۲۳..... طریقہ رجوع میں مذاہب اربعہ
اسے رہائش اور خرچ کا حق ملے گا؟	۵۲۳..... چھوٹنے سے اثبات رجوع میں فقہی مذاہب ثلاثہ
۵۳۹.....	۵۲۴..... فعلی رجوع میں مذاہب اربعہ
بَابُ: مُتَعَةِ الطَّلَاقِ	۵۲۵..... جو فعل سبب حرمت مصاہرت وہی سبب رجعت قاعدہ فقہیہ
یہ باب ہے کہ طلاق کے وقت کچھ ساز و سامان دینا	۵۲۵..... رجوع کیلئے گواہی کے استحباب کا بیان
۵۳۹.....	۵۲۵..... رجعت کے مسنون طریقے کا فقہی بیان
بَابُ: الرَّجُلُ يَجْعَدُ الطَّلَاقَ	۵۲۶..... رجعت کی شرعی حیثیت میں فقہی مذاہب اربعہ
یہ باب ہے کہ جب کوئی مرد طلاق دینے سے انکار کر دے	۵۲۷..... حق رجوع کے ختم ہو جانے کا بیان
۵۴۰.....	۵۲۹..... حق رجوع کے اختتام میں مذاہب اربعہ
بَابُ: مَنْ طَلَّقَ أَوْ نَكَحَ أَوْ رَاجَعَ لَا عَيْبًا	دلیل استحسان کے پیش نظر اکثر کوکل کے قائم مقام کرنے کا
یہ باب ہے کہ جو شخص ایسی مذاق کے طور پر طلاق دے یا	۵۲۹..... بیان
۵۴۰..... نکاح کرے یا رجوع کرے	۵۳۰..... عدت در رجوع سے متعلق اسلاف سے فقہی روایات کا بیان
۵۴۰..... مذاق میں نکاح و طلاق کے حکم کا بیان	بَابُ: الْمَطْلَقَةُ الْحَامِلُ إِذَا وَضَعَتْ ذَا بَطْنِهَا بَانَتْ
بَابُ: مَنْ طَلَّقَ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ بِهِ	یہ باب ہے کہ طلاق یافتہ حاملہ بچے کو جنم دینے کے ساتھ
یہ باب ہے کہ جو شخص دل ہی دل میں طلاق دیدے لیکن	۵۳۲..... ہی بانہ ہو جائے گی
۵۴۱..... اس بارے میں کلام نہ کرے	۵۳۳..... بچے کی ولادت سے مشروط طلاق دینے کا بیان
بَابُ: طَلَاقُ الْبَعْتُو وَالصَّغِيرِ وَالنَّائِمِ	بَابُ: الْحَامِلُ الْمَتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا
یہ باب ہے کہ جس شخص کا ذہنی توازن ٹھیک نہ ہو	۵۳۳.....
۵۴۱..... جو شخص نابالغ ہو یا جو شخص سویا ہوا ہو اس کی طلاق دینے کا	بَابُ: إِذَا وَضَعَتْ حَلَّتْ لِلزَّوْجِ
۵۴۱..... حکم	یہ باب ہے کہ حاملہ بیوہ جیسے ہی بچے کو جنم دے گی وہ
نابالغ کی طلاق کا فقہی حکم	۵۳۳..... دوسری شادی کے لیے حلال ہو جائے گی
۵۴۳..... سوئے ہوئے شخص کی طلاق کا حکم	۵۳۳..... عدت کے معنی و مفہوم و اقسام کا بیان
۵۴۳..... پاگل کی طلاق کا فقہی بیان	بَابُ: آيِنَ تَعَتَّدُ الْمَتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا
۵۴۴..... سفید (کم عقل) کی طلاق کا حکم	یہ باب ہے کہ بیوہ عورت عدت کہاں بسر کرے گی؟
۵۴۴..... مجنون کی طلاق مطلق کے وقوع کا بیان	بَابُ: هَلْ تَعْرِجُ الْمَرَأَةُ فِي عِدَّتِهَا
۵۴۴.....	۵۳۶.....
بَابُ: طَلَاقُ الْمُكْرَمِ وَالنَّائِمِ	
یہ باب ہے کہ جس شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے یا جو	
۵۴۵..... شخص بھول کر طلاق دیدے	

مجبوری (اکراہ) کی طلاق ۵۴۶	خلع کے یکطرفہ نہ ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان ۵۵۹
اکراہ کی اصطلاحی تعریف کا بیان ۵۴۶	حکمین کا اختیار تفریق: ۵۶۲
اقوال میں اکراہ ہونے کا بیان ۵۴۶	معقول اسباب کی بناء پر تفریق کا بیان ۵۶۳
اکراہ کی شرائط کا بیان ۵۴۸	بلا سبب طلاق کا مطالبہ کرنے کیلئے وحید کا بیان ۵۶۳
اکراہ کی صورت میں وقوع طلاق میں فقہی مذاہب اربعہ .. ۵۴۸	خلع کے طلاق ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ ۵۶۳
فقہاء احناف اور ان کے مؤیدین کے دلائل ۵۴۸	طلاق، خلع اور فسخ نکاح کے فرق کا بیان ۵۶۵
مجبوری کی طلاق کے غیر معتبر ہونے بعض اہل ظواہر کے دلائل ۵۴۹	بَاب: الْمَنْعَلَةِ تَأْخُذُ مَا أُعْطَاهَا یہ باب ہے کہ خلع حاصل کرنے والی عورت وہ چیز حاصل کرے گی جو اس کے شوہر نے اسے دی ہے ۵۶۶
بَاب: لَا طَلَّاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ یہ باب ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی ۵۵۰	صحابیہ کا حق مہر کی عدم واپسی سے متعلق فقہی استدلال ... ۵۶۷
نکاح سے قبل طلاق میں مذاہب فقہاء ۵۵۱	خلع میں زیادہ مال لینے سے متعلق مذاہب اربعہ ۵۶۷
بَاب: مَا يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ مِنَ الْكَلَامِ یہ باب ہے کہ جس کلام کے ذریعے طلاق ہو جاتی ہے ۵۵۲	بَاب: عِدَّةُ الْمَنْعَلَةِ یہ باب خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت میں ہے ۵۶۸
بَاب: طَلَّاقِ الْبَعَّةِ یہ باب طلاق بتہ کے بیان میں ہے ۵۵۳	عدت خلع میں حق طلاق پر مذاہب فقہاء کا بیان ۵۶۹
طلاق بتہ کے معنی و مفہوم کا بیان ۵۵۳	بانجھ کے فسخ نکاح کا ذریعہ نہ ہونے کا بیان ۵۷۰
لفظ "سراح" کے صریح ہونے یا نہ ہونے میں فقہی مذاہب ۵۵۳	بَاب: الْإِيلَاءُ یہ باب ایلاء کے بیان میں ہے ۵۷۰
طلاق صریح کے الفاظ سے طلاق میں فقہی مذاہب ۵۵۳	ایلاء کے معنی و مفہوم کا بیان ۵۷۰
طلاق کے صریح الفاظ کا فقہی بیان ۵۵۵	مدت ایلاء گزرنے کے بعد وقوع طلاق میں مذاہب اربعہ ۵۷۱
بَاب: الرَّجُلُ يُعَيِّرُ امْرَأَتَهُ یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اختیار دے ۵۵۵	ایلاء کے حکم کا بیان ۵۷۱
اختیار طلاق میں اقوال اسلاف کا بیان ۵۵۶	ایلاء کے تاریخی پس منظر کا بیان اور اسلامی اصول کی اہمیت ۵۷۲
بیوی کو طلاق کے اختیار دینے میں فقہی مذاہب کا بیان ۵۵۶	مدت ایلاء کے بعد وقوع طلاق کا بیان ۵۷۳
بَاب: كَرَاهِيَةِ الْخُلْعِ لِلْمَرْأَةِ یہ باب ہے کہ عورت کے لیے خلع حاصل کرنا مکروہ ہے ۵۵۸	مدت ایلاء کے بعد والی طلاق میں مذاہب اربعہ ۵۷۵
خلع کے معنی و مفہوم کا بیان ۵۵۸	مدت ایلاء گزرنے کے بعد وقوع طلاق میں فقہی مذاہب اربعہ ۵۷۵
خلع سے مراد فسخ یا طلاق ہونے میں مذاہب اربعہ ۵۵۸	حافظ ابن کثیر نے ائمہ ثلاثہ کے مذاہب نقل کرنے میں سہو کیا ۵۷۶
خلع کے طلاق ہونے میں فقہ حنفی کی ترجیحی دلیل ۵۵۹	

۵۹۷..... فقہی مذاہب اربعہ	۵۷۶..... مدت ایلاء کے خود پائے ہونے میں فقہی مذاہب
۵۹۸..... کفارہ ظہار ادا کرنے سے پہلے جماع کرنے میں مذاہب	۵۷۶..... ایلاء کے طلاق نہ ہونے میں فقہ شافعی کے دلائل کا بیان
۵۹۹..... کفارہ کے روزوں میں قمری مہینوں میں مذاہب اربعہ	۵۷۹..... مدت ایلاء کے بعد وقوع طلاق میں فقہ حنفی کے دلائل
۶۰۰..... کفارہ ظہار میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا بیان	۵۸۰..... آثار سے طلاق ایلاء کا بیان
۶۰۱..... روزوں پر عدم قدرت کے اعتبار میں فقہی مذاہب اربعہ	۵۸۰..... قوت آثار کے مطابق فقہ حنفی کا موقف طلاق ایلاء میں
۶۰۲..... کفارے کی عدم تجزی میں فقہی مذاہب اربعہ	۵۸۰..... اصح
باب: اللعان	۵۸۱..... مدت ایلاء کے گزر جانے سے وقوع طلاق میں مذاہب
۶۰۲..... یہ باب لعان کے بیان میں ہے	۵۸۱..... اسلاف
۶۰۲..... لعان کے معنی و مفہوم کا بیان	۵۸۱..... ایلاء کی اقسام و سقوط کا فقہی بیان
۶۰۳..... حکم لعان کے نزول کا بیان	۵۸۲..... ایلاء کی قسم کے ابدی ہونے کا بیان
۶۰۳..... لعان کے حکم کا بیان	۵۸۲..... قسم کھانے کی صورت میں ترک تعلق میں مذاہب اربعہ
۶۰۳..... لعان کی شرائط کا بیان	۵۸۳..... آزاد و باندی کی مدت ایلاء کا بیان
۶۰۵..... لعان کا حکم اور حدیث کا بیان	باب: الظہار
۶۰۸..... دور نبوی ﷺ میں طلاق ثلاثہ کا نفاذ کا بیان	۵۸۳..... یہ باب ظہار کے بیان میں ہے
۶۱۰..... لعان کا کٹنا یہ واستعارہ سے عدم ثبوت کا بیان	۵۸۳..... ظہار کا لغوی معنی و تعریف
۵۱۰..... لاعن کے قسم سے پہلو تہی کرنے میں مذاہب اربعہ	۵۸۴..... ظہار کے شرعی حکم کا بیان
۵۱۰..... تفریق لعان میں فقہی مذاہب اربعہ	۵۸۵..... قرآن کے مطابق حکم ظہار کا بیان
۵۱۲..... لعان کا طریقہ اور فقہی تصریحات کا بیان	۵۸۵..... نشئی کے ظہار میں مذاہب اربعہ
۵۱۲..... بچے کے انکار کی صورت میں ثبوت لعان کا فقہی بیان	۵۸۶..... ظہار کے متعین وقت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ
۵۱۷..... تہمت زنا سے ثبوت لعان کا بیان	۵۸۶..... ظہار کے بعد رجوع میں مذاہب اربعہ
۵۱۷..... لعان اور نسب کی نفی کرنے کا بیان	۵۸۷..... کفارے سے پہلے چھوٹنے کی ممانعت میں مذاہب اربعہ
۵۱۸..... دعویٰ نسب میں بچے کی نفی کے اعتبار کا بیان	۵۹۰..... خویله بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا اور مسئلہ ظہار کا بیان
۵۱۹..... حالت حمل کے لعان میں فقہی مذاہب اربعہ	۵۹۲..... مثل امی کہنے سے وقوع ظہار میں مذاہب اربعہ
۶۲۱..... محدود قذف ہونے والے کی شہادت میں مذاہب اربعہ	باب: النِّظَاهِرُ يُجَاهِمُ قَبْلَ أَنْ يُكْفَرَ
۶۲۱..... شرائط لعان شوافع و احناف کا اختلاف کا بیان	یہ باب ہے کہ ظہار کرنے والے شخص کا کفارہ دینے سے
باب: الحرام	۵۹۵..... پہلے بیوی کے ساتھ صحبت کرنا
یہ باب حرام کے بیان میں ہے	۵۹۶..... ظہار سے حرمت دلیل کا بیان
	کفارہ ظہار سے قبل جماع کرنے میں اعادہ کفارہ کے عدم پر

۶۲۳	سوگ کے فقہی احکام و مسائل	۶۲۳	باب: خیار الامۃ اذا اُعْتُقَتْ
	باب: الرَّجُلُ يَأْمُرُ أَبَوْهُ بِطَلَاقِ امْرَأَتِهِ	۶۲۴	یہ باب ہے کہ جب کنیز آزاد ہو جائے تو اسے اختیار دینا
	یہ باب ہے کہ جب کسی مرد کو اس کا باپ یہ حکم دے کہ وہ	۶۲۶	ولاء کی لغوی تشریح کا بیان
۶۲۴	اپنی بیوی کو طلاق دے		باب: فِي طَلَاقِ الْأَمَةِ وَعِدَّتِهَا
	کتاب الکفارات		یہ باب ہے کہ کنیز کو ہونے والی طلاق اور اس کی عدت کا
۶۲۶	یہ کتاب کفارات کے بیان میں ہے	۶۲۹	حکم
۶۲۶	کفارے کے معنی و مفہوم کا بیان	۶۳۰	ہندی کیلئے دو طلاق ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ
	باب: يَوْمُنِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِي	۶۳۱	ہندی کی دو طلاقیں میں شوافع و احناف کا اختلاف کا بیان
	كَانَ يَخْلِفُ بِهَا		باب: طَلَاقُ الْعَبْدِ
	یہ باب ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وہ قسم جس کے ذریعے	۶۳۲	یہ باب غلام کے طلاق کے بیان میں ہے
۶۳۶	آپ ﷺ حلف اٹھاتے تھے		باب: مَنْ طَلَّقَ أَمَةً تَطْلُقُ مَقْتُونَةً ثُمَّ اشْتَرَاهَا
۶۳۶	لفظ قسم کی لغوی تحقیق کا بیان		یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی کنیز کو دو طلاقیں دینے کے بعد
۶۳۷	لفظ خلف کی لغوی تحقیق	۶۳۲	پھر اسے خرید لے
۶۳۸	لفظ قسم اور لفظ خلف کا آپس میں مترادف کا بیان		باب: عِدَّةُ أَمِّ الْوَلَدِ
۶۳۹	لفظ یمین کی لغوی تحقیق	۶۳۳	یہ باب ام ولد کی عدت کے بیان میں ہے
۶۵۰	نبی کریم ﷺ کے طریقہ قسم کا بیان	۶۳۳	ہندی کی عدت میں مذاہب فقہاء کا بیان
	باب: النَّهْيُ أَنْ يُحْلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ		باب: تَكْرَاهِيَةُ الزَّيْنَةِ لِلْمُتَوَقِّفِ عَنْهَا زَوْجَهَا
	یہ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بجائے کسی اور کی قسم		یہ باب ہے کہ بیوہ عورت کے لیے زیب و زینت اختیار
۶۵۱	اٹھانے کی ممانعت	۶۳۴	کرنا حرام ہے
۶۵۲	غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کا بیان	۶۳۵	ایام عدت میں زیب و زینت پر فقہی مذاہب اربعہ
۶۵۵	اللہ کے نام کے سوا کی قسم اٹھانے کی ممانعت	۶۳۷	رجوع و امساک کے فقہی احکام
	باب: مَنْ حَلَفَ بِوَلَدٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ		باب: هَلْ تُجِدُّ الْمَرْأَةَ عَلَى غَيْرِ زَوْجِهَا
	یہ باب ہے کہ جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم		یہ باب ہے کہ کیا عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے لیے
۶۵۵	اٹھائے	۶۳۹	بھی سوگ کرے گی؟
۶۵۶	اسلام کے سوا کسی مذہب کی قسم اٹھانے کا بیان	۶۳۹	سوگ کے معنی و مفہوم کا بیان
۶۵۷	دوسرے مذہب کی قسم کے سبب کافر ہونے کا بیان		عدت والی عورت کیلئے تیل استعمال کرنے میں مذاہب
	باب: مَنْ حَلَفَ لَهُ بِاللَّهِ فَلَمْ يَرْضَ	۶۴۱	اربعہ
	یہ باب ہے کہ جس شخص کو اللہ کے نام کی قسم دی جائے	۶۴۲	سوگ کے مسائل میں فقہی مذاہب

۶۵۸	اسے راضی ہو جانا چاہئے	بَابُ: النَّهْيُ عَنِ النَّذْرِ	یہ باب نذر کی ممانعت میں ہے	۶۵۰
۶۵۹	یہ باب ہے کہ قسم یا گناہ ہوتی ہے یا شرمندگی کا باعث ہوتی ہے	بَابُ: الْيَمِينُ حَنْثٌ أَوْ نَذَرٌ	بَابُ: النَّذَرُ فِي الْبَعْضِ	۶۵۱
۶۵۹	یہ باب ہے کہ قسم میں استثنائی کرنا	بَابُ: الْإِسْتِثْنَاءُ فِي الْيَمِينِ	یہ باب ہے کہ معصیت کے بارے میں نذر ماننا	۶۵۲
۶۵۹	بَابُ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَمَرَهَا خَيْرًا مِنْهَا	یہ باب ہے کہ جو شخص نذر مانے اور اسے متعین نہ کرے	بَابُ: مَنْ نَذَرَ نَذْرًا وَلَمْ يُسَوِّهِ	۶۵۳
۶۶۰	یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کسی معاملے میں قسم اٹھائے اور پھر اس کے برعکس معاملے کو زیادہ بہتر محسوس کرے	بَابُ: مَنْ قَالَ كَفَّارَتُهَا تَرَكْتُهَا	وہ نذر جسے پورا کرنے یا قسم کا کفارہ دینے میں اختیار ہے	۶۵۴
۶۶۰	بَابُ: مَنْ قَالَ كَفَّارَتُهَا تَرَكْتُهَا	یہ باب ہے کہ جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ قسم کا کفارہ یہ ہے اسے ترک کر دیا جائے	مباح نذر کا بیان	۶۵۵
۶۶۳	بَابُ: كَمْ يُطْعَمُ فِي كَفَّارَةِ الْيَمِينِ	یہ باب ہے کہ قسم کے کفارے میں کتنا کھانا کھلایا جائے	نذر سے ممانعت کے سبب کا بیان	۶۵۵
۶۶۳	بَابُ: مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ	کفارہ قسم سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ	نذر کا حکم کا بیان	۶۵۶
۶۶۳	بَابُ: النَّهْيُ أَنْ يَسْتَلْجِعَ الرَّجُلُ فِي يَمِينِهِ وَلَا يُكْفِرَ	یہ باب ہے کہ اس بات کی ممانعت کہ آدمی اپنی قسم پر اصرار کرے اور اس کا کفارہ نہ دے	حضرت حصہ کی نذر کا بیان	۶۵۷
۶۶۴	بَابُ: إِنْ زَادَ الْمُفْسِدُ	یہ باب قسم کو پورا کروانے کے بیان میں ہے	معصیت کی نذر کا بیان	۶۵۸
۶۶۴	بَابُ: النَّهْيُ أَنْ يُقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ	یہ باب اس ممانعت میں ہے کہ جو کہے کہ اللہ چاہے اور جو تم چاہو	ہر وہ نذر جو نص کے متصادم ہو	۶۵۹
۶۶۸	بَابُ: مَنْ وَدَّ فِي يَمِينِهِ	یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی قسم میں تو یہ کرے (یعنی ذومعنی مفہوم مراد لے)	وہ نذر جس کا حکم قسم کے کفارہ کے علاوہ کوئی حکم نہیں	۶۶۰
۶۶۹	بَابُ: مَنْ خَلَطَ فِي نَذْرِهِ طَاعَةً بِبَعْضِ	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	ایسی چیز کی نذر جو اس کی ملکیت نہیں	۶۶۱
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	بَابُ: الْوَفَاءُ بِالنَّذْرِ	۶۶۲
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب نذر کو پورا کرنے کے بیان میں ہے	۶۶۳
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	نذر کے معنی و مفہوم کا بیان	۶۶۴
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	قرآن کے مطابق نذر کا بیان	۶۶۵
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	احادیث کے مطابق نذر کا بیان	۶۶۶
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	منت ماننے کا فقہی بیان	۶۶۷
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	بَابُ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ نَذَرٌ	۶۶۸
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے نذر لازم ہو	۶۶۹
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	بَابُ: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۷۰
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۷۱
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۷۲
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۷۳
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۷۴
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۷۵
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۷۶
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۷۷
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۷۸
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۷۹
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۸۰
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۸۱
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۸۲
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۸۳
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۸۴
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۸۵
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۸۶
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۸۷
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۸۸
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۸۹
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۹۰
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۹۱
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۹۲
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۹۳
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۹۴
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۹۵
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۹۶
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۹۷
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۹۸
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۶۹۹
		یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	یہ باب: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحْجَّ مَا شِئَا	۷۰۰

۷۰۳	دم کرنے پر اجرت لینے کا بیان	۶۸۸	یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی نذر میں گناہ کے ساتھ نیکی بھی ملا دے
۷۰۴	باب: الْأَجْرُ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ	۶۸۹	پیدل حج کرنے والے کیلئے جب مشقت ہو تو اباحت سواری کا بیان
۷۰۵	یہ باب قرآن کی تعلیم پر اجرت کے بیان میں ہے	۶۹۱	باب: كِتَابُ التَّجَارَاتِ
۷۰۶	باب: النَّهْيُ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَيْتِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ وَعَسْبِ الْفَحْلِ	۶۹۱	یہ کتاب تجارت کے بیان میں ہے
۷۰۷	یہ باب ہے کہ کتے کی قیمت فاحشہ عورت کا معاوضہ کاہن شخص کی آمدن اور جنتی کے لیے ز جانور دینے کا کرایہ وصول کرنے سے	۶۹۲	تجارت اور حقوق العباد کی رعایت کا بیان
۷۰۸	ممانعت	۶۹۳	باب: الْحَقُّ عَلَى الْمَكَايِبِ
۷۰۹	کتے کی قیمت کا بیان	۶۹۴	یہ باب محنت مزدوری کرنے کی ترغیب کے بیان میں ہے
۷۱۰	باب: كَسْبُ الْحَبَّامِ	۶۹۵	اپنے ہاتھ سے کمائی کرنے کا بیان
۷۱۱	یہ باب بچنے لگانے والے کی آمدن میں ہے	۶۹۶	سچے مسلمان تاجر کی فضیلت کا بیان
۷۱۲	باب: مَا لَا يَحِلُّ بَيْنَهُ	۶۹۸	باب: الْإِقْصَادُ فِي طَلَبِ الْمَوْشِيَةِ
۷۱۳	حرام چیزوں کی بیع کی ممانعت کا بیان	۶۹۹	یہ باب ہے کہ آمدن کی طلب میں میانہ روی اختیار کرنا
۷۱۴	باب: مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمَلَامَةِ	۷۰۰	باب: الْقَوَلُ فِي التَّجَارَةِ
۷۱۵	یہ باب منابذہ اور ملامتہ کی ممانعت کے بیان میں ہے	۷۰۱	یہ باب تجارت میں (منوعہ امور) سے بچنے کے بیان میں ہے
۷۱۶	بیع ملامتہ و منابذہ سے ممانعت کا بیان	۷۰۲	باب: إِذَا قُسِمَ لِلرَّجُلِ رِزْقٌ مِنْ وَجْهِ فَلْيَلْزَمْهُ
۷۱۷	بیع منابذہ کی ممانعت کا بیان	۷۰۳	یہ باب ہے کہ جب کسی شخص کے حصے میں کسی بھی صورت میں کوئی رزق آئے تو وہ اسے حاصل کر لے
۷۱۸	بیع مخاضرہ مزبانہ کا مفہوم و حکم کا بیان	۷۰۴	باب: الصَّنَاعَاتِ
۷۱۹	باب: لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَسْوُمُ عَلَى سَوْمِهِ	۷۰۵	یہ باب ہے کہ مختلف طرح کے پیشے
۷۲۰	یہ باب ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور اس کی بولی پر بولی نہ لگائے	۷۰۶	باب: الْحُمْرَةُ وَالْبَجَلْبُ
۷۲۱	باب: مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ النَّجْشِ	۷۰۷	یہ باب ہے کہ ذخیرہ اندوزی کرنا اور دوسرے شہر سے سامان لانا
۷۲۲	یہ باب مصنوعی بولی لگانے کی ممانعت میں ہے	۷۰۸	ذخیرہ اندوزی کے معنی و مفہوم کا بیان
۷۲۳	بیع نجش کا فقہی مفہوم اور اس کی حرمت پر اجماع کا بیان	۷۰۹	ذخیرہ اندوزی کرنے والے کیلئے سخت وعید کا بیان
۷۲۴	بیع نجش سے ممانعت کا بیان	۷۱۰	باب: أَجْرُ الرَّاقِي
۷۲۵	دوسرے کے ریٹ پر ریٹ لگانے کی ممانعت کا بیان	۷۱۱	یہ باب دم کرنے والے کے معاوضہ کے بیان میں ہے

باب: بَيْعُ الْعُرْبَانِ	باب: النَّهْيُ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِيَاوٍ
یہ باب ہے کہ عربان (مخصوص قسم) کا سودا	یہ باب شہری شخص کا دیہاتی کے لیے سودا کرنے کی ممانعت
۷۳۳	۷۲۲
باب: النَّهْيُ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَبَيْعِ الْغَرَرِ	باب: النَّهْيُ عَنْ تَلْقَى الْجَلْبِ
یہ باب ہے کہ کنکریوں کا سودا کرنے اور دھوکے کا سودا کرنے	یہ باب ہے کہ (منڈی سے باہر) تجارتی قافلوں سے ملنے
۷۳۳	۷۲۲
کی ممانعت	کی ممانعت
باب: النَّهْيُ عَنْ شِرَاءِ مَا فِي بُطُونِ الْأَنْعَامِ وَضُرُوعِهَا وَضَرْبَةِ الْغَائِصِ	باب: النَّهْيُ عَنْ تَلْقَى الْجَلْبِ
یہ باب ہے جانوروں کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے	یہ باب ہے کہ (منڈی سے باہر) تجارتی قافلوں سے ملنے
فروخت کرنے ان کے تھنوں میں جو کچھ ہے اسے	کی ممانعت
فروخت کرنے اور غوطہ خور کو جو کچھ ملے گا اسے فروخت کرنے	دھوکے کے سبب بیع کی ممانعت کا بیان
۷۳۳	۷۲۳
کی ممانعت	باب: الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرَقَا
جانور کے حمل کی بیع کی ممانعت کا بیان	یہ باب ہے کہ خرید و فروخت کرنے والوں کو (سودا ختم کرنے
۷۳۳	۷۲۵
باب: بَيْعُ الْمَزَايِدَا	کا) اختیار ہوتا ہے
یہ باب بیع مزایدہ کی ممانعت کے بیان میں ہے	جب تک وہ دونوں جدا نہیں ہوتے
۷۳۶	۷۲۵
باب: الْإِقَالَةُ	خيار کے معنی و مفہوم کا بیان
یہ باب اقالہ کے بیان میں ہے	۷۲۵
۷۳۷	باب: بَيْعُ الْخِيَارِ
اقالہ کے معنی و مفہوم کا بیان	یہ باب بیع خيار کے بیان میں ہے
۷۳۸	۷۲۹
اقالہ کے جواز کے شرعی ماخذ کا بیان	باب: الْبَيْعَانِ يَخْتَلِفَانِ
۷۳۸	یہ باب ہے کہ جب خرید و فروخت کرنے والوں کے
ضمن اول کی مثل پر بیع اقالہ کے جواز کا بیان	درمیان اختلاف ہو جائے
۷۳۸	۷۲۹
ضمن اول پر اقالہ ہونے کا بیان	باب: النَّهْيُ عَنْ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ
۷۳۹	وَعَنْ رِبْعٍ مَا لَمْ يُضْمَنْ
اقالہ کی شرائط کا بیان	یہ باب ہے کہ جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اسے فروخت کرنے
۷۴۰	کی ممانعت
باب: مَنْ كَرِهَ أَنْ يُسَوَّرَ	۷۳۱
یہ باب بھاؤ متعین کرنے کی کراہت کے بیان میں ہے	اور جس کا تاوان عائد نہ ہوتا ہو اس کا منافع حاصل کرنے
۷۴۰	کی ممانعت
باب: السَّاحَةِ فِي الْبَيْعِ	۷۳۱
یہ باب خرید و فروخت میں نرمی اختیار کرنے کے بیان میں	مجهول چیز کی بیع میں مذاہب اربعہ کا بیان
۷۴۱	۷۳۱
ہے	باب: إِذَا بَاعَ الْمُجْمِزَانِ فَهُوَ لِلْأَوَّلِ
خرید و فروخت کے معاملات میں نرمی اختیار کرنے کی فضیلت	یہ باب ہے کہ جب دو آدمی سودا کر لیں تو وہ پہلے کے لیے
۷۴۱	شمار ہوگا
۷۴۱	۷۳۲

۴۵۳	کی ممانعت میں ہے	باب: التَّوْمُ	یہ باب بولی لگانے کے بیان میں ہے	۴۴۲
۴۵۳	قبضہ سے پہلے اناج بیچنے کی ممانعت میں فقہی تصریحات کا بیان	باب: مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْإِيمَانِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ	یہ باب خرید و فروخت میں قسم اٹھانے کے ناپسندیدہ ہونے میں ہے	۴۴۳
۴۵۵	قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کے عدم جواز کا بیان	باب: مَا جَاءَ فِي بَيْعِ الْغُلَّةِ أَوْ عَبْدًا لَهُ مَالٌ	یہ باب ہے کہ جو شخص بیوند کاری شدہ کھجور کا باغ	۴۴۵
۴۵۶	قبضہ سے پہلے تصرف ثمن میں فقہی تصریحات	باب: مَا يُزْجَى فِي كَيْلِ الطَّعَامِ مِنَ الْبَرَكَاتِ	یا کوئی ایسا غلام فروخت کرتا ہے جس کے پاس مال موجود ہو	۴۴۶
۴۵۷	قبضہ سے پہلے تصرف کرنے میں مذاہب اربعہ	باب: مَا يُزْجَى مِنَ الْبَرَكَاتِ فِي الْبُكُورِ	باب: النَّهْيُ عَنِ بَيْعِ الثَّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا	۴۴۶
	باب: بَيْعُ الْمَجَازَفَةِ	یہ باب ہے کہ بیج کے مچ کے کاموں میں جس برکت کی امید کی جاسکتی ہے	یہ باب ہے کہ پھلوں کے قابل استعمال ہونے سے پہلے انہیں فروخت کرنے کی ممانعت	۴۴۸
۴۵۷	یہ باب اندازے سے سودا کرنے کے بیان میں ہے	باب: الْأَسْوَاقُ وَفُحُولُهَا	کچے پھلوں کی بیج کی ممانعت کا بیان	۴۴۸
۴۵۹	باب: مَا يُزْجَى فِي كَيْلِ الطَّعَامِ مِنَ الْبَرَكَاتِ	یہ باب بازار اور اس میں داخلے کے بیان میں ہے	باب: بَيْعُ الثَّمَارِ سِوَاهِ وَالْجَائِغَةِ	۴۴۹
۴۵۸	یہ باب ہے کہ اناج کو ماپنے میں برکت کی امید کی جاسکتی ہے	باب: مَا يُزْجَى مِنَ الْبَرَكَاتِ فِي الْبُكُورِ	یہ باب ہے کہ کئی سالوں (کے بعد ادائیگی کی شرط پر) یا آفت (کی شرط پر) پھلوں کا سودا کرنا	۴۵۰
۴۶۰	جاسکتی ہے	باب: مَا يُزْجَى مِنَ الْبَرَكَاتِ فِي الْبُكُورِ	کئی سال پہلے پھلوں کی بیج کرنے کی ممانعت کا بیان	۴۵۱
	باب: بَيْعُ الْمَصْرَافِ	یہ باب مصراۃ کا سودا کرنے کے بیان میں ہے	باب: الرَّجْحَانُ فِي الْوِزْنِ	۴۵۲
۴۶۱	یہ باب مصراۃ کا سودا کرنے کے بیان میں ہے	باب: الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ	یہ باب ہے کہ وزن میں کسی ایک پلڑے کو وزنی کرنا	۴۵۳
۴۶۲	یہ باب ہے کہ خراج ضمان کے حساب سے ہوگا	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان	باب: التَّوْقِي فِي الْكَيْلِ وَالْوِزْنِ	۴۵۴
۴۶۳	پیداواری کا نفع ذمہ داری کی وجہ سے ملتا ہے	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان	یہ باب ہے کہ ماپنے اور وزن کرنے میں احتیاط کرنا	۴۵۵
۴۶۳	خراج کی تعریف کا بیان	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان	باب: النَّهْيُ عَنِ الْفُشِّ	۴۵۶
۴۶۳	بخر زمین کو آباد کرنے والے کیلئے حکم	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان	یہ باب ملاوٹ کرنے کی ممانعت کے بیان میں ہے	۴۵۷
۴۶۳	عالمین زکوٰۃ کی تنخواہیں	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان	باب: النَّهْيُ عَنِ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ مَا لَمْ يُقْبَضْ	۴۵۸
۴۶۳	پیشہ دارانہ محنت اور تنخواہیں	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان	یہ باب اناج کو قبضے میں لینے سے پہلے اسے فروخت کرنے	۴۵۹
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۶۰
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۶۱
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۶۲
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۶۳
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۶۴
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۶۵
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۶۶
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۶۷
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۶۸
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۶۹
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۷۰
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۷۱
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۷۲
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۷۳
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۷۴
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۷۵
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۷۶
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۷۷
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۷۸
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۷۹
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۸۰
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۸۱
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۸۲
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۸۳
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۸۴
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۸۵
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۸۶
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۸۷
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۸۸
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۸۹
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۹۰
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۹۱
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۹۲
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۹۳
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۹۴
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۹۵
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۹۶
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۹۷
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۹۸
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۴۹۹
۴۶۳	انتباہ	یہ باب خراج کی تعریف کا بیان		۵۰۰

باب: مَنْ قَالَ لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ	خرید کردہ غلام پر قبضہ کر لینے کے بعد عیب پر مطلع ہونے کا
یہ باب ہے کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: سود صرف	بیان ۷۶۳
ادھار میں ہوتا ہے ۷۷۹	غلام خریدنے کے بعد عیب ظاہر ہونے میں فقہی
باب: صَرَفَ الذَّهَبَ بِالْوَرَقِ	تصریحات ۷۶۵
یہ باب چاندی کے عوض میں سونے کا لین دین کرنے میں	نفع مشتری کے بعد ظہور عیب کا بیان ۷۶۶
ہے ۷۸۰	مشتری کے پاس غلام کے فوت ہو جانے کے بعد عیب
سونے کو چاندی کے بدلے زیادتی کے ساتھ بیچنے کا بیان ۷۸۰	کا بیان ۷۶۷
تقابض بدلین کا مجلس سے پہلے ہونے کا بیان ۷۸۰	بعد از موت رجوع بہ نقصان میں فقہی مذاہب ۷۶۷
بیع معاوضہ کے حکم کا بیان ۷۸۱	باب: مَنْ بَاعَ عَيْبًا فَلْيَبِينْهُ
سونے چاندی کے گینوں والے سامان کی بیع میں فقہی	یہ باب ہے کہ جو شخص کوئی عیب دار چیز فروخت کرے اسے
مذاہب ۷۸۲	اس عیب کو بیان کر دینا چاہئے ۷۶۸
ضمن کو طوق کی قیمت قرار دینے کا بیان ۷۸۳	باب: النَّهْيُ عَنِ التَّغْرِيقِ بَيْنَ السَّيِّئِ
افتراق مجلس کے سبب بیع کے بقیہ حصے کے باطل ہو جانے	یہ باب قیدیوں کے درمیان جدائی ڈالنے کی ممانعت میں
کا بیان ۷۸۳	ہے ۷۶۸
باب: اتَّخَذَ الذَّهَبَ مِنَ الْوَرَقِ وَالْوَرَقَ مِنَ الذَّهَبِ	ام ولد اور اولاد کے درمیان علیحدگی کی ممانعت کا بیان ۷۶۹
یہ باب ہے کہ چاندی کے بدلے میں سونا لینا اور سونے	باب: شَرَاءُ الرَّقِيقِ
کے بدلے میں چاندی لینا ۷۸۴	یہ باب غلام کو خریدنے کے بیان میں ہے ۷۷۲
سونے کو چاندی کے بدلے اندازے سے بیچنے کا بیان ۷۸۵	باب: الصَّرْفُ وَمَا لَا يَجُوزُ مُتَّفَاضِلًا يَدًا بِيَدٍ
اختلاف جنس کے سبب کی پیشی کے جواز کا بیان ۷۸۵	یہ باب ہے کہ بیع صرف کا بیان کون سی چیزوں کا نقد لین
باب: النَّهْيُ عَنِ كَسْرِ الدَّرَاهِمِ وَالذَّنَانِيرِ	دین کرتے ہوئے ۷۷۲
یہ باب درہم اور دینار کو توڑنے کی ممانعت میں ہے ۷۸۵	اضافی ادا نیکی جائز نہیں ہے؟ ۷۷۳
باب: بَيْعُ الرُّطْبِ بِالتَّمْرِ	بیع صرف کی تعریف کا بیان ۷۷۴
یہ باب خشک کھجور کے عوض میں تر کھجور کو فروخت کرنے میں	بیع صرف کے شرعی ماخذ کا بیان ۷۷۵
ہے ۷۸۶	بیع صرف کے معنی و مفہوم کا بیان ۷۷۶
باب: الْمَزَابِنَةُ وَالْمَحَاقِلَةُ	ضمن کے بدلے ضمن میں برابری پر فقہی مذاہب ۷۷۶
یہ باب مزینہ اور محافلہ کے بیان میں ہے ۷۸۸	ہم جلس اشیاء کا باہمی لین کرنے کا بیان ۷۷۷
بیع مزینہ کی ممانعت کا بیان ۷۸۹	صرافہ کے حکم میں فقہی مذاہب اربعہ ۷۷۸
باب: بَيْعُ الْعَرَايَا بِعَرَضِهَا تَمْرًا	معین پیسے کی معین پیسوں کے بدلے بیع کرنے کا بیان ۷۷۸

۸۱۰.....	ادھار کی بیع ادھار سے ممانعت کا بیان	۷۹۱.....	یہ باب ہے کہ کھجوروں کا اندازہ لگا کر "عرایا" کو فروخت کرنا
۸۱۱.....	باب: السَّلَفُ فِي كَيْلِ مَعْلُومٍ وَوَزْنِ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ یہ باب ہے کہ متعین ماپ اور متعین وزن میں مخصوص مدت کے بعد ادائیگی کی شرط پر بیع سلف کرنا	۷۹۱.....	عریہ کے منہوم میں فقہی تصریحات کا بیان
۸۱۲.....	بیان	۷۹۳.....	باب: الْحَيَوَانُ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً یہ باب جانور کے بدلے میں جانور کا ادھار سودا کرنے میں ہے
۸۱۳.....	ماپ تول کی اشیاء میں بیع سلم	۷۹۳.....	باب: الْحَيَوَانُ بِالْحَيَوَانِ مُتَفَاوِلًا يَدَا يَدًا یہ باب ہے کہ جانور کے عوض میں جانور کا نقد لین دین کرتے ہوئے اضافی ادائیگی کرنا
۸۱۴.....	باب: مَنْ أَسْلَمَ فِي شَيْءٍ فَلَا يَضُرُّهُ إِلَى غَيْرِهِ یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز میں بیع سلم کر لے پھر اس کو دوسری چیز سے تبدیل نہ کرے	۷۹۳.....	باب: التَّغْلِيظُ فِي الرِّبَا یہ باب سود کی شدید مذمت کے بیان میں ہے
۸۱۵.....	بیع سلم کے مفہوم و شرائط کا بیان	۷۹۳.....	سود کی لغوی تعریف کا بیان
۸۱۵.....	رأس المال کی شرائط کا بیان	۷۹۳.....	سود کی حرمت کا بیان
۸۱۵.....	مسلم فیہ کی شرائط کا بیان	۷۹۳.....	تجارت اور سود کو ہم معنی کہنے والے کم علم لوگوں کے لئے نصیحت
۸۱۶.....	اہل حجاز و عراق کی لغت میں سلم و سلف کا بیان	۷۹۵.....	سود کے سبب معیشت کی تباہی کا بیان
۸۱۶.....	بیع سلم کی مشروعت کا بیان	۷۹۸.....	علم معیشت کے اصول کے مطابق سود سے مال کم ہونے کا بیان
۸۱۷.....	بیع سلم کے شرعی ماخذ کا بیان	۷۹۹.....	سود کھانے والوں کی سزا میں وارد احادیث کا بیان
۸۱۹.....	بیع سلم و متعلقات کے بیان میں فقہی تصریحات	۸۰۰.....	مکملی و موزونی چیزوں میں سود کی حرمت کا بیان
۸۲۱.....	بیع سلم کے تعین مدت میں مذاہب اربعہ	۸۰۱.....	سود کی حرمت پر اعتبار علت میں فقہی مذاہب کا بیان
۸۲۲.....	باب: إِذَا أَسْلَمَ فِي نَخْلٍ بَعَيْنِهِ لَمْ يُطْلَمَ یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کھجور کے کسی متعین باغ میں بیع سلم کرے جس کا پھل تیار نہ ہوا ہو	۸۰۲.....	علت ربا میں فقہی مذاہب اربعہ
۸۲۲.....	باب: السَّلَمُ فِي الْحَيَوَانِ یہ باب جانور میں بیع سلم کرنے کے بیان میں ہے	۸۰۴.....	دونوں اوصاف سود نہ ہونے پر جواز بیع کا بیان
۸۲۳.....	حیوان میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان	۸۰۷.....	اشیاء میں اختلاف جنس کے سبب کمی بیشی کے جواز کا بیان
۸۲۳.....	حیوان کی بیع سلم میں اختلافی مذاہب فقہاء کا بیان	۸۰۸.....	ہم جنس اشیاء کے باہمی تبادلے کا بیان
۸۲۳.....	لکڑی کی گٹھوں میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان	۸۰۹.....	ادھار کے لین دین میں سود کے ہونے یا نہ ہونے کا بیان
۸۲۵.....	شرط پر سلف کروانے کی ممانعت کا بیان	۸۱۰.....	شہد کے سبب ترک بیع کا بیان

۸۲۸.....؟	۸۲۵..... حیوان میں بیع سلم پر مذاہب اربعہ
باب: مَا لِلْمَرْأَةِ مِنْ مَالِ زَوْجِهَا	باب: الشَّرَكَةُ وَالْبُضَارِيَّةُ
یہ باب ہے کہ عورت کو اپنے شوہر کے مال میں کتنا حق	یہ باب شرکت اور مضاربیت کے بیان میں ہے
۸۳۹..... حاصل ہے؟	۸۲۵..... شرکت کے معنی و مفہوم کا بیان
باب: مَا لِلْعَبْدِ أَنْ يُعْطَى وَيَتَصَدَّقَ	۸۲۶..... شرکت کے ثبوت میں شرعی ماخذ کا بیان
یہ باب ہے کہ غلام کو کچھ دینے یا صدقہ کرنے کا کتنا حق	۸۲۸..... شرکت کے جواز و اقسام کا بیان
۸۴۱.....؟	۸۲۸..... شرکت ملک و عقد کی تعریفات کا بیان
باب: مَنْ مَرَّ عَلَى مَاشِيَةٍ قَوْمٍ أَوْ حَائِطٍ	۸۲۹..... شرکت ملک کے حکم کا بیان
هَلْ يُصِيبُ مِنْهُ	۸۲۹..... شرکت عقود کا بیان
یہ باب ہے کہ جو شخص کسی کے جانور یا باغ کے پاس سے	۸۲۹..... شرکت کے کاروبار میں برکت کا بیان
۸۴۳..... گزرے	۸۳۰..... شرکت عقد کے احکام کا بیان
کیا وہ اس میں سے کچھ حاصل کر سکتا ہے؟	۸۳۰..... شرکت عقد کی اقسام کی وضاحت کا بیان
باب: النَّهْيُ أَنْ يُصِيبَ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ صَاحِبِهَا	۸۳۲..... مضاربیت کی لغوی تعریف کا بیان
یہ باب اس بات کی ممانعت میں ہے کہ آدمی کسی کی اجازت	۸۳۲..... مضاربیت کی اصطلاحی تعریف
۸۴۴..... کے بغیر اس کی کوئی چیز استعمال کرے	۸۳۲..... مضاربیت کی مختلف صورتوں کا بیان
باب: اتِّعَازُ الْمَاشِيَةِ	۸۳۳..... عقد مضاربیت کے حکم کا بیان
یہ باب جانور رکھنے کے بیان میں ہے	۸۳۳..... مضاربیت کے بارے میں احادیث
۸۴۶..... بکریوں کو پالنے میں برکت ہونے کا بیان	۸۳۳..... مضاربیت کے احکام
۸۴۸..... شرح سنن ابن ماجہ جلد سوئم کے اختتامی کلمات کا بیان	۸۳۳..... مضاربیت کی شرائط
	۸۳۵..... مضارب کے حقوق و فرائض
	۸۳۶..... معاہدہ مضاربیت کی مدت کا بیان
	۸۳۶..... نفع و نقصان کے احکام کا بیان
	نفع میں جہالت کا سبب بننے والی شرط کا فاسد مضارب ہونے
	۸۳۶..... کا بیان
	۸۳۷..... مضاربیت مطلقہ میں زمانی و مکانی تعیین نہ ہونے کا بیان
	۸۳۷..... شرط کے سبب بطلان مضاربیت میں مذاہب اربعہ
	باب: مَا لِلرَّجُلِ مِنْ مَالِ وَكَلِيلِهِ
	یہ باب ہے کہ آدمی کا اپنی اولاد کے مال میں کتنا حق ہوتا

مقدمہ رضویہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على نبي رحمة العالمين وعلى آله الطيبين واصحابه
الطاهرين اجمعين .

طبقات کتب حدیث کا بیان

احادیث کی جامع کتابوں کی مختلف مراتب و منازل میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحت و قوت کے اعتبار سے کتب حدیث کے پانچ طبقات بتائے ہیں۔

کتب احادیث اور طبقہ اولی کا بیان

وہ کتابیں ہیں جن کی جملہ احادیث حجت اور قابل استدلال ہیں بلکہ رتبہ صحت کو پہنچی ہوئی ہیں، جو حدیث قوی کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ اس طبقہ میں تقریباً وہ تمام کتابیں داخل ہیں جو اسم صحیح کے ساتھ موسوم ہیں۔ اور بعض ان کے علاوہ ہیں۔ جیسے صحیح امام بخاری، صحیح امام مسلم، موطا امام مالک، صحیح بن خزیمہ، صحیح بن حبان، صحیح ابی عوانہ الاسفرائینی اور صحیح محمد بن عبدالواحد المقدسی الجنبلی وغیرہ۔

کتب احادیث اور طبقہ ثانیہ کا بیان

وہ کتابیں ہیں جن کی احادیث اخذ و استدلال کے قابل ہیں، اگرچہ ساری حدیث صحت کے درجہ کو نہ پہنچی ہوں اور کسی حدیث کے حجت ہونے کے لئے اس کا رتبہ صحت کو پہنچا ضروری بھی نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث حسن بھی حجت اور قابل استدلال ہے۔ اس طبقہ میں یہ کتابیں ہیں: ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی کی سنن ابی داؤد۔ ابویسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی کی جامع (سنن ترمذی)۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی کی مجتبئی جس کو سنن صغریٰ اور مطلق نسائی بھی کہتے ہیں۔ مسند احمد ضہل رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طبقہ میں ہے۔ اس لیے کہ اس میں جو بعض روایتیں ضعیف ہیں وہ حسن کے قریب ہیں۔

کتب احادیث اور طبقہ ثالثہ کا بیان

ان کتابوں کا ہے جس میں صحیح، حسن، ضعیف، معروف، شاذ، منکر، خطاء، صواب، ثابت اور منقول سب قسم کی حدیث ملتی ہیں۔ اور ان کتابوں کو علماء کے درمیان زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل نہ ہوئی ہو۔ ان کتابوں کی بعض روایتیں قابل استدلال ملتی ہیں اور

بعض قابل استدلال۔ جیسے سنن ابن ماجہ۔ سند ابوداؤد طیالسی، سند ابویعلیٰ الموصلی، سند ابویہزہ، مصنف عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، مصنف ابوبکر بن شیبہ، سلیمان بن احمد طبرانی کی تینوں معاجم: المعجم الکبیر، (مطبوعہ) المعجم الصغیر (مطبوعہ) المعجم الاوسط (مطبوعہ) احمد بن حنبل کی کتابیں: السنن الکبریٰ، دس جلدوں میں۔ (مطبوعہ) السنن الصغریٰ (ناپید ہے) الجامع المصنف فی شعب الایمان جو صرف شعب الایمان سے مشہور ہے (مطبوعہ ہے) سنن دارقطنی۔ ابونعیم کی اہلیہ تفسیر بن مردویہ اور الدراکٹور وغیرہ۔ ان حضرات کا مقصد ان تمام روایتوں کو جمع کرنا ہے جو ان کو مل جائیں، تلخیص و تہذیب، اور قابل عمل روایات کا انتخاب ان کا مقصد نہیں۔

کتاب احادیث اور طبقہ رابعہ کا بیان

ان کتابوں کا ہے جن کی ہر حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جائے گا بشرطیکہ وہ حدیث صرف اس کتاب میں ہو۔ اوپر کے طبقات کی کتب میں نہ ہو، جیسے شیروانی، بن شہر دار متوفی ۷۰۱ کی کتاب فردوس الاخبار جس کا اختصار ان کے صاحبزادے شہر دار بن شہر دار متوفی ۷۰۱ نے کیا ہے۔ جس کا نام سند الدلیلی ہے، جو مطبوعہ ہے۔ خطیب بغداد ابوبکر احمد بن علی کی کتابیں: تاریخ بغداد، الکفایۃ فی علم الروایۃ، (اصول حدیث میں) اقتضاء العلم والعمل، موضع اوہام الجمع والتفریق وغیرہ۔ ابونعیم احمد بن عبد اللہ صہبانی کی کتابیں: حلیۃ الاولیاء طبقات الاصفیاء اور دلائل النبوة (مطبوعہ) وغیرہ۔ ابواسحاق یوزجانی احمد بن عبد اللہ محدث شام کی کتابیں: کتاب فی الجرح والتعدیل، کتاب الضعفاء (غیر مطبوعہ) وغیرہ۔ حکیم ترمذی کی نوادر الاصول ابن عدی کی الکامل عقیلی کی کتاب الضعفاء تاریخ الخلفاء اور تاریخ ابن عساکر وغیرہ۔

کتاب احادیث اور طبقہ خامسہ کا بیان

موضوعات کی کتابوں کا ہے، جن میں صرف احادیث موضوعہ ہی ذکر کی جاتی ہیں۔ علماء محققین، محدثین و ناقدین نے بہت سی ایسی کتابیں لکھی ہیں جن میں وہ صرف احادیث موضوعہ کو تلاش کر کے لائے ہیں تاکہ عام اہل علم ان سے باخبر ہو کر دھوکہ میں آنے سے بچیں۔ چنانچہ علامہ ابن الجوزی کی الموضوعات الکبریٰ اس سلسلہ کی مشہور کتاب ہے۔ اور جیسے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الضعیفہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی الموضوعات الکبریٰ اور المصنوع فی معرفۃ الموضوع شیخ طاہر بن علی کی تذکرۃ الموضوعات ابن خرق کی تزیین الشریعۃ عن الاخبار المشیئۃ، ابن ابی الدنیا کی کتاب ذم الدنیا، علامہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب موضوعات المصانح وغیرہ۔

اوپر کی تفصیلات سے واضح ہے کہ صحاح ستہ میں سے معجمین اور موطا امام مالک طبقہ اول میں داخل ہیں اور سنن ابن ماجہ طبقہ ثالثہ میں اور سنن ثلاثہ (ابوداؤد ترمذی، نسائی) طبقہ ثانیہ میں۔ صحاح ستہ میں کوئی کتاب طبقہ رابعہ میں نہیں ہے۔

صحاح ستہ کے مابین فرق مراتب اور تعداد حدیث کا بیان

جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ اصح السنن صحیح بخاری شریف ہے۔ اس کے بعد مسلم شریف کا درجہ ہے۔ پھر اس کے بعد ابوداؤد کا، پھر

ترمذی کا، پھر نسائی کا، بعض علماء کے نزدیک نسائی کا درجہ ترمذی سے بھی اونچا ہے۔ سب سے آخر میں سنن ابن ماجہ کا درجہ ہے۔
 حدیث میں کے یہاں سنن ابن ماجہ اصول و امہات کتب میں شامل نہیں ہے۔ ان کے یہاں صحاح ستہ کی بجائے صحاح خمسہ ہے۔ یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، سنن نسائی، ابن ماجہ کو صحیح ستہ میں سب سے پہلے علامہ ابن طاہر مقدسی نے داخل کیا ہے۔ بعض محدثین نے ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو سادس ستہ قرار دیا۔ جیسا کہ رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں۔ اور ابن الاثیر جزیری نے جامع الاصول میں۔ ابن ماجہ کی جگہ موطا مالک کو لیا ہے۔ صحاح ستہ کا یہ تعارفی نوٹ یقیناً ناقص ہو گا جب تک کہ اس کے ساتھ ان کے مؤلفین کا سوانحی خاکہ سامنے نہ آئے، اس لئے قارئین کرام ایک نگاہ ادھر بھی ڈالتے چلتے۔

کتب احادیث اور بخاری کا بیان

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام محمد بن اسماعیل البخاری ہے۔ بخارہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ کم و بیش ایک ہزار شیوخ سے علم حدیث حاصل کئے۔ آپ نے بیسٹار کتابیں لکھیں جن میں ذیل کی کتابیں آپ کے اہم نقوش ہیں۔

- (۱) کتاب الجامع الصحیح، (۲) کتاب الادب المفرد، (۳) کتاب بر الوالدین، (۴) کتاب الہبہ، (۵) کتاب القرانہ خلف الامام، (۶) کتاب رفع الیدین فی الصلوٰۃ، (۷) کتاب خلق افعال العبد، (۸) کتاب التاریخ الکبیر، (۹) کتاب التاریخ الاوسط، (۱۰) کتاب التاریخ الصغیر، (۱۱) کتاب الجامع الکبیر، (۱۲) کتاب المسند الکبیر، (۱۳) کتاب التفسیر الکبیر، (۱۴) کتاب الاثریۃ، (۱۵) کتاب العلل، (۱۶) کتاب اسامی الصحابہ، (۱۷) کتاب الوجدان، (۱۸) کتاب المہموط، (۱۹) کتاب الکفنی، (۲۰) کتاب الفوائد۔

ان کتابوں میں سب سے عظیم اور جلیل القدر تصنیف آپ کی جامع بخاری ہے، جس کو تمام دنیائے اسلام میں شہرت دوام حاصل ہے۔ آپ نے اپنی اس صحیح کا انتخاب چھ لاکھ احادیث سے فرمایا ہے، اور اس کتاب میں صرف انہی حدیثوں کو جگہ دیتے ہیں جن کے رواۃ پر نقد و جرح اور عدل و ضبط کی حیثیت سے آپ کو شرح صدر اور کامل وثوق حاصل تھا۔ اس طرح یہ کتاب دنیائے اسلام میں اپنے نچ کی سب سے پہلی کتاب قرار پائی مکررات کے علاوہ آپ کی جامع کی حدیث کی تعداد ۴۰۰۰ ہے۔ اور اگر مکررات کو شامل کر لیا جائے تو اب یہ تعداد بڑھ کر ۵۶۳۷ ہو جائیگی۔ (الحدیث)

بخاری کی سب سے بڑی کمائی ان کے تراجم میں ہے۔ تراجم میں لطیف اشارات، اور دقیق استنباط پائے جاتے ہیں، جس سے حضرت امام بخاری کی باریک بینی، بالغ نظری، اور اجتہادی شان ظاہر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری شریف کے تراجم حل کرنے کے لئے محدثین کو باقاعدہ اصول و ضوابط بنانے پڑے۔ سمرقند کے ایک چھوٹے سے گاؤں خرنک میں میں وفات ہوئی۔

کتب احادیث اور مسلم کا بیان

مسلم شریف کے مصنف مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری ہیں: آپ کی ولادت نیشاپور میں ہوئی۔ آپ کا سب سے اہم

اور عظیم کارنامہ جامع صحیح مسلم ہے۔ جو حسن ترتیب، جودت نظم، اور دقائق اسناد میں بخاری سے بھی اونچی ہے۔ ایک مضمون کی ہزار روایتوں کو جمیع طریقہ یکجا، نہایت سلیقہ، اور عمدگی کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔ تاہم صحت و قوت میں بخاری شریف سے نیچے ہے۔ مکررات کے علاوہ کل حدیث چار ہزار ہیں۔

کتب احادیث اور ابوداؤد کا بیان

سنن ابی داؤد کے مصنف سلیمان بن الاشعث الازدی البجستانی ہیں۔ پانچ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثوں کا انتخاب کر کے اپنی سنن میں ذکر کیا۔ سنن ابی داؤد کی منجملہ دیگر خصوصیات کے سب سے اہم خصوصیت قال ابوداؤد ہے۔ اس لفظ سے امام مہدوح کا جو اختلاف رواۃ، یا اختلاف رواۃ فی الالفاظ کی طرف باریک ترین اشارہ ہوتا ہے اس کا سمجھنا ایک انتہائی اہم کام ہوتا ہے۔ اس سنن کے علاوہ آپ کی اور بھی دوسری تصانیف ہیں، جو درج ذیل ہیں۔

(۱) مراسیل ابی داؤد، یہ مختصر سار سالہ ہے۔ جس میں آپ مرسل روایات ذکر کرتے ہیں۔ یہ کتاب سنن ابی داؤد کے بعض نسخوں کے ساتھ بھی ملحق ہے۔

(۲) الرؤ علی القدریہ، (۳) النسخ والسنوٰخ، (۴) ماترود بہ الالامصار، (۵) فضائل الانصار، (۶) مسند مالک بن انس، (۷) المسائل، (دیکھئے تہذیب) لیکن آپ کی جملہ تصانیف میں سنن ابی داؤد سب سے اعلیٰ و افضل ہے۔ بمقام بصرہ آپ کی وفات ہوئی۔

کتب احادیث اور ترمذی کا بیان

جامع ترمذی کے مصنف محمد بن عیسیٰ الترمذی ہیں۔ بمقام ترمذ آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ نے حدیث پاک کی مستند و معتبر ترین کتاب جامع ترمذی لکھی۔ اس کتاب کے تین نام ہیں: (۱) جامع ترمذی، جامع اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حدیث کے آٹھوں ابواب، سیرت نبوی، آداب اسلامی، تفسیر، عقائد، احادیث فتن، علامات قیامت، احکام اور مناقب کی روایتیں موجود ہیں۔ (۲) سنن ترمذی: سنن اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں احکام شرعیہ سے تعلق رکھنے والی حدیثیں یعنی مستدلات فقہاء بیان کئے گئے ہیں۔ (۳) الجامع لمعتل: معتل اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ایسی احادیث کی اسناد پر بحث کی گئی ہے جن میں کوئی خرابی پائی جاتی ہے۔ اصل نام جامع ترمذی ہی ہے۔ لیکن سنن ترمذی سے مشہور ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت روایات کی تخریج ہے۔ یعنی جب وہ کہتے ہیں کہ وفی الباب عن فلان تو جن روایتوں کا وہ حوالہ دیتے ہیں، ان کا مقام و مرتبہ جاننا اور ان کی تخریج کرنا بہت اہم کام ہے۔

کتب احادیث اور نسائی کا بیان

سنن نسائی کے مصنف احمد بن شعیب النسائی ہیں۔ ولادت خراسان کے ایک شہر نساء میں ہوئی۔ آپ کی سنن کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے اس میں روایتوں پر جو نقد کیا ہے اس کے مقابل کو سمجھنا بہت اہم ہے۔ مثلاً جب آپ فرماتے ہیں کہ ہذا الحدیث خطأ

تو اس کا جاننا مشکل ہوتا ہے کہ اس کا مقابل صواب کیا ہے؟ اس کے علاوہ آپ کے تراجم بھی بڑے اہم اور باریک ہوتے ہیں۔ میں آپ وفات پائے۔

کتب احادیث اور ابن ماجہ کا بیان

سنن ابن ماجہ کے مصنف ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ ہے۔ آپ نے جو سنن لکھی ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نادور اور غریب حدیثیں موجود ہیں۔ اس میں بعض روایتیں ضعیف بھی ہیں۔

پانچوں طبقات کی کتابوں کے احکام کا بیان

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: پہلے اور دوسرے طبقہ کی کتابوں پر محدثین کا اعتماد ہے، اور حضرات محدثین رحمۃ اللہ علیہ انہی دو کتابوں پر زیادہ قناعت کرتے ہیں۔ تیسرے طبقہ سے وہی لوگ برائے عمل روایات منتخب کر سکتے ہیں جو حاذق و ناقد ہیں۔ جن کو راویوں کے حالات اور اسانید کی خرابیاں معلوم ہیں اور اس طبقہ کی کتابوں سے کبھی شواہد و متابعات لئے جاتے ہیں۔ چوتھے طبقہ کی روایتوں میں مشغول ہونا، ان کو جمع کرنا، اور ان سے مسائل مستنبط کرنا متاخرین کا ایک طرح کا غلو اور تعمق ہے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ گمراہ لوگوں مثلاً روافض اور معتزلہ کو انہی کتابوں سے مواد ہاتھ آتا ہے۔ لہذا اس طبقہ کی کتابوں سے علمی معرکوں میں استمداد و استدلال درست نہیں ہے۔ پانچویں درجہ کی کتابوں کی روایات دراصل دین میں بڑا فتنہ ہے جس سے بچنا بے حد ضروری ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حدیث پاک کی مختلف کتابیں ہیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ مستند و معتبر صحاح ستہ ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر کتب حدیث بھی معتبر و قابل قدر ہیں۔ جن طبقات کی کتابوں کی روایتیں علماء کے یہاں مستند و معتبر ہیں انہیں حدیث نہ سمجھنا جہالت و تحکم ہے، کیوں کہ تمام صحیح حدیثوں کا احصار صحیحین یا صحاح ستہ میں نہیں ہے۔ ان کے علاوہ بھی صحیح حدیثوں کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق

جامعہ انوار مدینہ لاہور پاکستان

کتاب الصیام

یہ کتاب روزوں کے بیان میں ہے

صوم کے لغوی و شرعی معنی کا بیان

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: لغت میں صوم اور صیام کے معنی ہیں امساک یعنی مطلقاً رکنا! اصطلاح شریعت میں ان الفاظ کا مفہوم ہے فجر سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت کے ساتھ کھانے پینے، جماع کرنے اور بدن کے اس حصے میں جو اندر کے حکم میں ہو کسی چیز کے داخل کرنے سے رکے رہنا نیز روزے دار مسلمان کے لئے اور حیض و نفاس سے پاک ہونا اس کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے۔ الصوم لغت عرب میں الامساک یعنی رکنے کو کہتے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں طلوع فجر سے لے کر غروب شمس تک مفطرات یعنی روزہ توڑنے والی اشیاء سے نیت کے ساتھ رکنے کو روزہ کہا جاتا ہے۔

امت کا اجماع ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہیں، اس کی دلیل مندرجہ ذیل فرمان باری تعالیٰ ہے: (اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کیے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو)۔

روزے کی فرضیت پر سنت نبویہ میں بھی دلائل پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک دلیل مندرجہ ذیل فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا) (صحیح ابوداؤد ۱۸۰۹)۔

روزے کا معنی رکنے کی دلیل لغت کا بیان

لَقَوْلِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا. (مریم ۲۶)

تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رخصت کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

میں آج روزے سے ہوں یا تو مراد یہ ہے کہ ان کے روزے میں کلام ممنوع تھا یا یہ کہ میں نے بولنے سے ہی روزہ رکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس دو شخص آئے۔ ایک نے تو سلام کیا، دوسرے نے نہ کیا آپ نے پوچھا اس کی کیا وجہ؟ لوگوں نے کہا اس نے قسم کھائی ہے کہ آج یہ کسی سے بات نہ کرے گا آپ نے فرمایا اسے توڑ دے سلام کلام شروع کر یہ تو صرف حضرت مریم علیہا السلام کے لئے ہی تھا کیونکہ اللہ کو آپ کی صداقت و کرامت ثابت کرنا منظور تھی اس لئے اسے عذر بنا دیا تھا

حضرت عبدالرحمن بن زید کہتے ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ گھبراہٹ میں نہیں تو آپ نے کہا میں کیسے
گھبراؤں خاوند والی میں نہیں، کسی کی ملکیت کی لوٹدی باندی میں نہیں مجھے دنیا نہ کہے گی کہ یہ بچہ کیسے ہوا؟

میں لوگوں کے سامنے کیا جواب دے سکوں گی؟ کون سا عذر پیش کر سکوں گی؟ ہاے کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی
کاش کہ میں نسیا منسیا ہو گئی ہوتی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اماں آپ کو کسی سے بولنے کی ضرورت نہیں میں آپ ان
سب سے نبٹ لوں گا آپ تو انہیں صرف یہ سمجھا دینا کہ آج سے آپ نے چپ رہنے کی نذر مان لی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، مریم، ۲۶)
علامہ قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: روزے کی تعریف یہ ہے کہ الامساك عن المفطرات مع اقتران النية به من طلوع
الفجر الى غروب الشمس۔ (القرطبی)

روزے کی نیت کے ساتھ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہر قسم کے مفطرات سے رک جانا روزہ ہے۔

روزے کی فرضیت کی تاریخ و اہمیت کا بیان

ماہ رمضان کے روزے ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان کے مہینے میں تحویل قبلہ کے دس روز بعد فرض کیے گئے بعض حضرات
کہتے ہیں کہ اس سے قبل کوئی روزہ فرض نہیں تھا جب کہ بعض حضرات کا قول ہے کہ اس سے قبل بھی کچھ ایام کے روزے فرض تھے جو
اس ماہ رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد منسوخ ہو گئے۔ چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک تو عاشورا محرم کی دسویں تاریخ کا
روزہ فرض تھا اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ایام بیض (قمری مہینے کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں راتوں کے دن) کے
روزے فرض تھے۔ رمضان کے روزے کی فرضیت کے ابتدائی دنوں میں بعض احکام بہت سخت تھے مثلاً غروب آفتاب کے بعد
سونے سے پہلے کھانے پینے کی اجازت تھی مگر سونے کے بعد کچھ بھی کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی۔ چاہے کوئی شخص بغیر کھائے
پئے ہی کیوں نہ سو گیا ہو، اسی طرح جماع کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں جائز نہ تھا۔ مگر جب یہ احکام مسلمانوں پر بہت شاق
گزرے اور ان احکام کی وجہ سے کئی واقعات بھی پیش آئے تو یہ احکام منسوخ کر دیے گئے اور کوئی سختی باقی نہ رہی۔

اسلام کے جو پانچ بنیادی ارکان ہیں ان میں روزے کا تیسرا درجہ ہے گویا روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے اس اہم رکن کی جو
تاکید اور بیش از بیش اہمیت ہے اسے ماہرین شریعت ہی بخوبی جان سکتے ہیں روزے کا انکار کرنے والا کافر اور اس کا تارک فاسق
اور اشد گنہگار ہوتا ہے چنانچہ در مختار کے باب ما یفسد الصوم میں یہ مسئلہ اور حکم نقل کیا گیا ہے کہ ولو اکل عمداً اشہرة بلا
عذر یقتل، جو شخص رمضان میں بلا عذر علی الاطلاق کھاتا پیتا نظر آئے اسے قتل کر دیا جائے۔

روزہ کی فضیلت کے بارے میں صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ بعض علماء نے اس اہم ترین اور با عظمت رکن کے بے انتہا
فضائل دیکھ کر اس کو نماز جیسی عظیم الشان عبادت پر ترجیح اور فضیلت دی ہے اگرچہ یہ بعض ہی علماء کا قول ہے جب کہ اکثر علماء کا
مسئلہ یہی ہے کہ نماز تمام اعمال سے افضل ہے اور اسے روزہ پر بھی ترجیح و فضیلت حاصل ہے مگر بتانا تو صرف یہ ہے کہ جب اس
بات میں علماء کے ہاں اختلاف ہے کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ تو اب ظاہر ہے کہ نماز کے علاوہ اور کوئی بھی دوسرا عمل اور دوسرا رکن
روزے کی ہمسری نہیں کر سکتا۔

قرآن کے مطابق روزے کی فرضیت کا بیان

(۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَتَّقُوْنَ (البقرہ)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے انہوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔
(۲) لَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ . تم میں سے جو اس ماہ کو پائے وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔

تفاسیر و آثار صحابہ کے مطابق فرضیت روزے کا بیان

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ عطاء قتادہ ضحاک کا فرمان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے ہر مہینہ میں تین روزوں کا حکم تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے بدلا اور ان پر اس مبارک مہینہ کے روزے فرض ہوئے۔

حضرت حسن بھری فرماتے ہیں کہ اگلی امتوں پر بھی ایک مہینہ کامل کے روزے فرض تھے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ رمضان کے روزے تم سے پہلے کی امتوں پر بھی فرض تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کو یہ حکم تھا کہ جب وہ عشاء کی نماز ادا کر لیں اور سو جائیں تو ان پر کھانا پینا غورتوں سے مباشرت کرنا حرام ہو جاتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگلے لوگوں سے مراد اہل کتاب ہیں۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ تم میں سے جو شخص ماہ رمضان میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اس حالت میں روزے چھوڑ دے مشقت نہ اٹھائے اور اس کے بعد اور دنوں میں جبکہ یہ عذر ہٹ جائیں قضا کر لیں، ہاں ابتداء اسلام میں جو شخص تندرست ہو اور مسافر بھی نہ ہو اسے بھی اختیار تھا خواہ روزہ رکھے خواہ نہ رکھے مگر فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دے اگر ایک سے زیادہ کو کھلائے تو افضل تھا گو روزہ رکھنا فدیہ دینے سے زیادہ بہتر تھا۔

ابن مسعود ابن عباس مجاہد طاؤس مقاتل وغیرہ یہی فرماتے ہیں مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز کی اور روزے کی تین حالتیں بدلی گئیں پہلے تو سولہ سترہ مہینہ تک مدینہ میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف نماز ادا کی پھر "قدزی" والی آیت آئی اور مکہ شریف کی طرف آپ نے منہ پھیرا۔ دوسری تبدیلی یہ ہوئی کہ نماز کے لئے ایک دوسرے کو پکارتا تھا اور جمع ہو جاتے تھے لیکن اس سے آخر عاجز آ گئے پھر ایک انصاری حضرت عبداللہ بن زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خواب میں دیکھا لیکن وہ خواب گویا بیداری کی سی حالت میں تھا کہ ایک شخص سبز رنگ کا حلہ پہنے ہوئے ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کہہ رہا ہے آیت اللہ اکبر اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ دوبارہ یونہی اذان پوری کی پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے تکبیر کہی جس میں آیت قد قامت الصلوۃ بھی دو مرتبہ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ سکھاؤ وہ اذان کہیں گے چنانچہ سب سے پہلے حضرت بلال نے اذان کہی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے بھی آ کر اپنا یہی خواب بیان کیا تھا۔ لیکن ان سے پہلے حضرت زید آ چکے تھے۔ تیسری

نہی ہوئی کہ پہلے یہ دستور تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں تو ایسا پھر رکنیں ہو چکی ہیں تو وہ کسی سے دریافت کر کے رکنیں رکھتے ہو چکی ہیں وہ بولے دینا کہ اتنی رکنیں پڑھ لی ہیں وہ اتنی رکنیں اور لے کر نماز حضور نے ساتھ مل جاتا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ آئے اور کہنے لگے کہ میں حضور کو جس حال میں پاؤں گا اسی میں مل جاؤں گا اور جو نماز چھوٹ گئی ہے اسے حضور کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کروں گا چنانچہ انہوں نے یہی کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بی بی مولیٰ رکنیں ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا معاذ نے تمہارے لئے یہ اچھا طریقہ نکالا ہے تم بھی اب یونہی کیا کرو یہ تین تبدیلیاں تو نماز کی ہوئیں، روزوں کی تبدیلیاں سنئے

اول جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے اور عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آیت (کتاب علیکم الصیام) النازل فرما کر رمضان کے روزے فرض کئے۔

دوسرا ابتدائی یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے اور فدیہ دے دے پھر یہ آیت (فمن شہد منکم الشهر للصیام) تم میں سے جو شخص رمضان کے مہینے میں قیام کی حالت میں ہو وہ روزہ رکھا کرے پس جو شخص مقیم ہو مسافر نہ ہو تندرست ہو بیمار نہ ہو اس پر روزہ رکھنا ضروری ہو گیا ہاں بیمار اور مسافر کے لئے رخصت ملی اور ایسا بوڑھا انتہائی جو روزے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو اسے بھی رخصت دی گئی۔ تیسری حالت یہ ہے کہ ابتداء میں کھانا پینا غورتوں کے پاس آنا سونے سے پہلے جائز تھا سو گیا تو پھر گورات کو ہی جاگے لیکن کھانا پینا اور جماع اس کے لئے منع تھا پھر صرم نامی ایک انصاری صحابی دن بھر کام کاج کر کے رات کو تھکے ہارے گھر آئے عشاء کی نماز ادا کی اور غینہ آگئی دوسرے دن کچھ کھائے بچے بغیر روزہ رکھا لیکن حالت بہت نازک ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا بات؟ تو انہوں نے سارا واقعہ کہہ دیا، ادھر یہ واقعہ تو ان کے ساتھ ہوا ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سو جانے کے بعد اپنی بیوی صاحبہ سے مجامعت کر لی اور حضور کے پاس آ کر حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے اس قصور کا اقرار کیا جس پر آیت (احل لکم لیلۃ الصیام الوقت الی نسائکم) سے (ثم اتعوا الصیام الی الیل) تک نازل ہوئی اور مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور مجامعت کرنے کی رخصت دے دی گئی، بخاری مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پہلے عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا جب رمضان کی فرضیت نازل ہوئی تو اب ضروری نہ رہا جو چاہتا رکھ لیتا جو نہ چاہتا نہ رکھتا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے۔ آیت (وعسی الذین یطغونہ) کا مطلب حضرت معاذ بیان فرماتے ہی کہ ابتداء اسلام میں جو چاہتا روزہ رکھتا جو چاہتا نہ رکھتا اور ہر روز سے لے کے ہر سال ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔

حضرت سلمہ بن اکوع سے بھی صحیح بخاری میں ایک روایت آئی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت جو شخص چاہتا انظار کرتا اور فدیہ دے دیتا یہاں تک کہ اس کے بعد کی آیت اتری اور یہ منسوخ ہوئی، حضرت ابن عمر بھی اسے منسوخ کہتے ہیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ منسوخ نہیں مراد اس سے بوڑھا مرد اور بڑھیا عورت ہے جسے روزے کی طاقت نہ ہو،

ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں عطار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رمضان میں گیا دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اس آیت نے پہلی آیت کا حکم منسوخ کر دیا، اب یہ حکم صرف بہت زیادہ بی طاقت بوڑھے بڑے کے لئے ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص مقیم ہو اور تندرست ہو اس کے لئے یہ حکم نہیں بلکہ اسے روزہ ہی رکھنا ہو گا ہاں ایسے بوڑھے بڑے معمر اور کمزور آدمی جنہیں روزے کی طاقت ہی نہ ہو روزہ نہ رکھیں اور نہ ان پر قضا ضروری ہے لیکن اگر وہ مالدار ہوں تو آیا نہیں کفارہ بھی دینا پڑے گا یا نہیں ہمیں اختلاف ہے۔

امام شافعی کا ایک قول تو یہ ہے کہ چونکہ اس میں روزے کی طاقت نہیں لہذا یہ بھی مثل بچے کے ہے نہ اس پر کفارہ ہے نہ اس پر قضا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، دوسرا قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اس کے ذمہ کفارہ ہے، اکثر علماء کرام کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی تفسیروں سے بھی یہی ثابت ہوا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ مسئلہ بھی یہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بہت بڑی عمر والا بوڑھا جسے روزے کی طاقت نہ ہو تو فدیہ دے دے جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی بڑی عمر میں بڑھاپے کے آخری دنوں میں سال دو سال تک روزہ نہ رکھا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو روٹی گوشت کھلا دیا کرے، مسند ابویعلیٰ میں ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو گئے تو گوشت روٹی تیار کر کے تیس مسکینوں کو بلا کر کھلا دیا کرتے، اسی طرح حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت کے بارے میں جب انہیں اپنی جان کا یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو علماء میں سخت اختلاف ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ وہ روزہ نہ رکھیں فدیہ دے دیں اور جب خوف ہٹ جائے قضا بھی کر لیں بعض کہتے ہیں صرف فدیہ ہے قضا نہ کریں، بعض کہتے ہیں قضا کر لیں فدیہ نہیں اور بعض کا قول ہے کہ نہ روزہ رکھیں نہ فدیہ نہ قضا کریں۔ (تفسیر جامع البیان، ابن کثیر، بیروت)

احادیث کے مطابق فرضیت صوم کا بیان

امام بخاری و مسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور نماز پڑھنا، اور زکوٰۃ دینا، اور بیت اللہ کا حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح بخاری، مسلم، سنن ابوداؤد)

مذہب اربعہ کے مطابق فرضیت صوم کا بیان:

ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ اجماع روزہ فرض ہے۔ اور اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ یہاں تک فقہی مذاہب کے علاوہ اگر اسلام کے سوا دوسرے مذاہب کا جائزہ لیں تو ان کے نزدیک بھی روزے کی مختلف کیفیات ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔
روزے کا تصور کم و بیش ہر مذہب اور ہر قوم میں موجود رہا ہے اور اب بھی ہے مگر اسلام میں روزے کا تصور یکسر جداگانہ، منفرد اور مختلف ہے جبکہ دوسرے مذاہب روزے کی اصل مقصدیت سے صرف نظر کرتے ہوئے روزے کو اپنے مخصوص مفادات کے لیے محدود کر لیتے تھے مگر اسلام نے اس میدان میں بھی انسانیت کو روزے کے ذریعے ایک نظام تربیت دیا۔ دنیا کا ہر مذہب کسی نہ کسی

صورت میں تزکیہ نفس اور روحانی طہارت کی اہمیت کو اجاگر کرتا رہا ہے مگر ان کے ہاں اس کے مختلف انداز اور طریقے ہیں مثلاً ہندوؤں کے ہاں پوجا کا تصور ہے، عیسائیوں کے ہاں رہبانیت کا رجحان ہے تو یونانی ترکیب دنیا کے قائل ہیں اور بدھ مت جملہ خواہشات کو قطعاً فنا کر دینے کے خواہاں ہیں لیکن اسلام ایک ایسا سادہ اور آسان دین ہے جو ان تمام خرافات اور افراط و تفریط سے پاک ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تقویٰ اور تزکیہ نفس کے لیے ارکان اسلام کی صورت میں ایک ایسا پانچ ٹکاتی لائحہ عمل عطا کر دیا جو فطرتاً انسان سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت سادہ، آسان اور قابل عمل بھی ہے۔

علاوہ ازیں مختلف مذاہب میں روزہ رکھنے کے مکلف بھی مختلف طبقات میں موجود ہیں مثلاً پارسیوں کے ہاں صرف مذہبی پیشوا، ہندوؤں میں برہمن اور یونانیوں کے ہاں صرف عورتیں روزے رکھنے کی پابند ہیں جبکہ ان کے اوقات روزہ میں بھی اختلاف اور افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔

روزے کی فرضیت کی حکمتوں کا بیان

کسی بھی عبادت اور کسی بھی عمل کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل ہو جائے اور پروردگار کی رحمت کاملہ اس عمل اور عبادت کرنے والے کو دین اور دنیا دونوں جگہ اپنی آغوش میں چھپالے ظاہر ہے کہ اس اعتبار سے روزہ کا فائدہ بھی بڑا ہی عظیم الشان ہو گا مگر اس کے علاوہ روزے کے کچھ اور بھی روحانی اور دینی فوائد ہیں جو اپنی اہمیت و عظمت کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں لہذا ان میں سے کچھ فائدے بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) روزے کی وجہ سے خاطر جمعی اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے نفس امارہ کی تیزی و تندگی جاتی رہتی ہے، اعضاء جسمانی اور بطور خاص وہ اعضاء جن کا نیکی اور بدی سے براہ راست تعلق ہوتا ہے جیسے ہاتھ، آنکھ، زبان، کان اور ستر وغیرہ سست ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے گناہ کی خواہش کم ہو جاتی ہے اور معصیت کی طرف رجحان ہلکا پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جب نفس بھوکا ہوتا ہے تو تمام اعضاء سیر ہوتے ہیں یعنی انہیں اپنے کام کی رغبت نہیں ہوتی اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے ہوتے ہیں انہیں اپنے کام کی طرف رغبت ہوتی ہے اس قول کو وضاحت کے ساتھ یوں سمجھ لیجئے کہ جسم کے جتنے اعضاء ہیں قدرت نے انہیں اپنے مخصوص کاموں کے لئے پیدا کیا ہے مثلاً آنکھ کی تخلیق دیکھنے کے لیے ہوئی ہے گویا آنکھ کا کام دیکھنا ہے لہذا بھوک کی حالت میں کسی بھی چیز کو دیکھنے کی طرف راغب نہیں ہوتی ہاں جب پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے تو آنکھ اپنا کام بڑی رغبت کے ساتھ کرتی ہے اور ہر جائز و ناجائز چیز کو دیکھنے کی خواہش کرتی ہے اسی پر بقیہ اعضاء کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

(۲) روزہ کی وجہ سے دل کدورتوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے کیونکہ دل کی کدورت آنکھ، زبان اور دوسرے اعضاء کے فضول کاموں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یعنی زبان کا ضرورت و حاجت سے زیادہ کلام کرنا، آنکھوں کا بلا ضرورت دیکھنا، اسی طرح دوسرے اعضاء کا ضرورت سے زیادہ اپنے کام میں مشغول رہنا افسردگی دل اور زنجش قلب کا باعث ہے اور ظاہر ہے کہ روزہ دار فضول گوئی اور فضول کاموں سے بچا رہتا ہے بدیں وجہ اس کا دل صاف اور مطمئن رہتا ہے اس طرح پاکیزگی دل اور اطمینان قلب ایسے و نیک کاموں کی طرف میلان و رغبت اور درجات عالیہ کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔

(۳) روزہ مساکین و غرباء کے ساتھ حسن سلوک اور رحم کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جو شخص کسی وقت بھوک کا غم جھیل چکا ہوتا ہے اسے اکثر و بیشتر وہ کرہناک حالت یاد آتی ہے چنانچہ وہ جب کسی شخص کو بھوکا دیکھتا ہے تو اسے خود اپنی بھوک کی وہ حالت یاد آ جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کا جذبہ رحم امنڈ آتا ہے۔

(۴) روزہ دار اپنے روزہ کی حالت میں گویا فقراء مساکین کی حالت بھوک کی مطابقت کرتا ہے بایں طور کہ جس اذیت اور تکلیف میں وہ مبتلا ہوتے ہیں۔ اسی تکلیف اور مشقت کو روزہ دار بھی برداشت کرتا ہے اس وجہ سے اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے جیسا کہ ایک بزرگ بشرحانی کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں جاڑے کے موسم میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ بیٹھے ہوئے کانپ رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس اتنے کپڑے موجود تھے جو ان کو سردی سے بچا سکتے تھے۔ مگر وہ کپڑے الگ رکھے ہوئے تھے۔ اس شخص نے یہ صورت حال دیکھ کر ان سے بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے سردی کی اس حالت میں اپنے کپڑے الگ رکھ چھوڑے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے بھائی فقراء و مساکین کی تعداد بہت زیادہ ہے مجھ میں اتنی استطاعت نہیں ہے کہ میں ان کے کپڑوں کا انتظام کروں لہذا (جو چیز میرے اختیار میں ہے اسی کو غنیمت جانتا ہوں کہ) جس طرح وہ لوگ سردی کی تکلیف برداشت کر رہے ہیں اس طرح میں بھی سردی کی تکلیف برداشت کر رہا ہوں اس طرح میں بھی ان کی مطابقت کر رہا ہوں۔

یہی جذبہ ہمیں ان اولیاء عارفین کی زندگیوں میں بھی ملتا ہے جن کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کھانے کے وقت ہر ہر لقمہ پر یہ دعائیہ کلمات کہا کرتے تھے۔ اللھم لا تو اخذنی بحق الجانین۔ اے اللہ مجھ سے بھوکوں کے حق کے بارے میں مواخذہ نہ کیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ جب قحط سالی نے پورے ملک کو اپنے مہیب سایہ میں لے لیا باوجودیکہ خود ان کے پاس بے انتہا غلہ کا ذخیرہ تھا مگر وہ صرف اس لیے پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے کہ کہیں بھوکوں کا خیال دل سے اتر نہ جائے نیز یہ انہیں اس طرح بھوکوں اور قحط زدہ عوام کی تکلیف و مصیبت سے مشابہت اور مطابقت حاصل رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب ماہ رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں نیز شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کی بجائے یہ ہیں کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں سے اس بات کی طرف کنایہ مقصود ہے کہ اس ماہ مقدس کے شروع ہوتے ہی باری تعالیٰ کی پے درپے رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور بندوں کے اعمال بغیر کسی مانع اور رکاوٹ کے صعود کرتے ہیں نیز باب قبولیت واجب ہو جاتا ہے کہ بندہ جو دعا مانگتا ہے بارگاہ الوہیت میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوتی ہے۔

جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں سے اس طرف کنایہ مقصود ہے کہ بندہ کو ان نیک اور اچھے کاموں کی توفیق عطا فرمائی جاتی ہے جو دخول جنت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

دروغ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں سے اس بات کی طرف کتنا یہ مقصود ہے کہ روزہ دار ایسے کاموں سے بچا رہتا ہے جو دروغ میں داخل ہونے کا باعث ہوتے ہیں اور یہ ظاہر ہی ہے روزہ دار کبیرہ گناہوں سے محفوظ و مامون رہتا ہے اور جو صغیرہ گناہ ہوتے ہیں وہ اس کے روزے کی برکت سے بخش دیئے جاتے ہیں۔

شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ ان شیاطین کو جو سرکش و سرغنہ ہوتے ہیں زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے اور ان کی وہ قوت سلب کر لی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بندوں کو بہکانے پر قادر ہوتے ہیں۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ جملہ دراصل اس بات کی طرف کتنا یہ ہے کہ ماہ رمضان میں شیاطین لوگوں کو بہکانے سے باز رہتے ہیں اور بندے نہ صرف یہ کہ ان کے وسوسوں اور ان کے اوہام کو قبول نہیں کرتے بلکہ ان کے مکر و فریب کے جال میں پھنستے بھی نہیں اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ روزہ کی وجہ سے انسان کی قوت حیوانیہ مغلوب ہو جاتی ہے جو غیظ و غضب اور شہوت کی جڑ ہے اور طرح طرح کے گناہوں کا باعث ہوتی ہے اس کے برخلاف قوت عقلیہ غالب اور قوی ہو جاتی ہے جو طاعات اور نیکی کا باعث ہوتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت گناہ کم صادر ہوتے ہیں اور عبادات و اطاعات میں زیادتی ہوتی ہے۔

جنت میں داخل ہونے کے لیے روزہ داروں کا مخصوص دروازہ

حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان رکھا گیا اور اس دروازے سے صرف روزہ داروں کا داخلہ ہی ہو سکے گا۔ (بخاری و مسلم)

روزے کے بعض فضائل کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایمان کے ساتھ (یعنی شریعت کو صحیح جانتے ہوئے اور فرضیت رمضان کا اعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر (یعنی کسی خوف یا ریاء کے طور پر نہیں بلکہ خالصۃً للہ) رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے نیز جو شخص ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر رمضان میں کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے اسی طرح جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ (یعنی شب قدر کی حقیقت کا ایمان و اعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔ (بخاری و مسلم)

رمضان میں کھڑا ہونے، سے مراد یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھے، تلاوت قرآن کریم اور ذکر اللہ وغیرہ میں مشغول رہے نیز اگر حرم شریف میں ہو تو طواف و عمرہ کرے یا اسی طرح کی دوسری عبادات میں اپنے آپ کو مصروف رکھے۔

شب قدر میں کھڑا ہونے، کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر عبادت خداوندی اور ذکر اللہ میں مشغول رہے خواہ اس رات کے شب قدر ہونے کا اسے علم ہو یا نہ ہو۔

غفر له ماتقدم من ذلہ . تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔ کے بارے میں علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مکفرات (یعنی وہ اعمال جو گناہوں کو ختم کرنے والے ہوتے ہیں) صغیرہ گناہوں کو تو مٹا ڈالتے ہیں اور کبیرہ گناہوں کو ہلکا کر دیتے ہیں اگر کسی خوش نصیب کے نامہ اعمال میں گناہ کا وجود نہیں ہوتا تو پھر مکفرات کی وجہ سے جنت میں اس کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بنی آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب زیادہ کیا جاتا ہے بایں طور کہ ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا (یعنی روزہ کی جو جزا ہے اسے میں ہی جانتا ہوں اور وہ روزہ دار کو میں خود ہی دوں اس بارے میں کوئی دوسرا یعنی فرشتہ بھی واسطہ نہیں ہوگا کیونکہ روزہ دار) اپنی خواہش اور اپنا کھانا صرف میرے لیے ہی چھوڑتا ہے (یعنی وہ میرے حکم کی بجا آوری میری رضا و خوشنودی کی خاطر اور میرے ثواب کی طلب کے لیے روزہ رکھتا ہے) روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو روزہ کھولنے کے وقت اور دوسری خوشی (ثواب ملنے کی وجہ سے) اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت، یاد رکھو روزہ دار کے منہ کی بوالہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ لطف اور پسندیدہ ہے اور روزہ سپر ہے (کہ اس کی وجہ سے بندہ دنیا میں شیطان کے شر و فریب سے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتا ہے) لہذا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے اور نہ بے ہودگی کے ساتھ اپنی آواز بلند کرے اور اگر کوئی (نادان جاہل) اسے برا کہے یا اس سے لڑنے جھگڑنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ کچھ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (بخاری و مسلم)

نیک عمل کے اجر کے سلسلے میں ادنیٰ درجہ دس ہے کہ نیکی تو ایک ہو مگر ثواب اس کا دس گنا ملے، پھر اس کے بعد نیک عمل کرنے والے کے صدق خلوص پر انحصار ہوتا ہے کہ اس کی ریاضت و مجاہدہ اور اس کے خلوص و صدق نیت میں جتنی پختگی اور کمال بڑھتا رہتا ہے اسی طرح اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بعض حالات میں ایک نیکی پر سات سو گناہ ثواب ملتا ہے گویا یہ آخری درجہ ہے لیکن بعض مقامات و اوقات ایسے بھی ہیں جہاں کی جانے والی ایک نیکی اس سے بھی زیادہ اجر و ثواب سے نوازی جاتی ہے چنانچہ منقول ہے کہ مکہ میں ایک نیک عمل کے بدلے میں ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ الا الصوم (مگر روزہ) جسے ثواب کی اہمیت و فضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ کا ثواب بے انتہاء اور لامحدود ہے جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصِّيَامِ

یہ باب روزوں کی فضیلت کے بیان میں ہے

روزے کی جزاء لامحدود ہونے کا بیان

1638- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ مَا شَاءَ اللَّهُ يَقُولُ اللَّهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ يَدْعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ وَلَخُلُوفٌ فِيهِمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ زَيْجِ الْمُسْلِكِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”ابن آدم کے ہر عمل کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو لیکن اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے روزے کا حکم مختلف ہے وہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔ آدمی میرے لیے اپنی خواہش کو اپنے کھانے کو چھوڑ دیتا ہے روزہ دار شخص کو دو خوشیاں نصیب ہوں گی ایک خوشی افطاری کے وقت اور ایک خوشی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری کے وقت اور روزہ دار شخص کے منہ کی بوا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔“

شرح

نیک عمل کے اجر کے سلسلے میں ادنیٰ درجہ دس ہے کہ نیکی تو ایک ہو مگر ثواب اس کا دس گنا ملے، پھر اس کے بعد نیک عمل کرنے والے کے صدق خلوص پر انحصار ہوتا ہے کہ اس کی ریاضت و مجاہدہ اور اس کے خلوص و صدق نیت میں جتنی پختگی اور کمال بڑھتا رہتا ہے اسی طرح اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بعض حالات میں ایک نیکی پر سات سو گنا ثواب ملتا ہے گویا یہ آخری درجہ ہے لیکن بعض مقامات و اوقات ایسے بھی ہیں جہاں کی جانے والی ایک نیکی اس سے بھی زیادہ اجر و ثواب سے نوازی جاتی ہے چنانچہ منقول ہے کہ مکہ میں ایک نیک عمل کے بدلے میں ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ الا الصوم (مگر روزہ) سے ثواب کی اہمیت و فضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ کا ثواب بے انتہاء اور لامحدود ہے جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

روزہ اور اس کے ثواب کی اس فضیلت کے دو سبب ہیں اول تو یہ کہ روزہ دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا ہے، دوسری عبادتوں کے برخلاف کہ ان میں یہ وصف نہیں ہے جتنی بھی عبادات ہیں وہ کسی نہ کسی طرح لوگوں کی نگاہوں کے سامنے آتی ہیں جب کہ روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جس کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا صرف روزہ دار ہی کو ہوتا ہے۔ لہذا روزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی

کے لئے ہوتا ہے کہ اس میں ریاء اور نمائش کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد فانی کے ذریعے اسی طرف اشارہ فرمایا کہ روزہ خاص میرے ہی لئے ہے کیونکہ روہ تو صورت اپنے لئے وجود نہیں رکھتا جب کہ دوسری عبادتیں صورت اپنے لئے وجود رکھتی ہیں۔ دوم یہ کہ روزہ میں نفس کشی اور جسم و بدن کا ہلکان و نقصان ہے نیز روزہ کی حالت میں انتہائی کرب و تکلیف کی صورتیں بھوک و پیاس پیش آتی ہیں اور ان پر صبر کرنا پڑتا ہے جب کہ دوسری عبادتوں میں نہ اتنی تکلیف و مشقت ہوتی ہے اور نہ اپنی خواہش و طبیعت پر ابتلا جبر چنانچہ باری تعالیٰ نے اپنے ارشاد یدیع شہوتہ کے ذریعے اسی طرف اشارہ فرمایا کہ روزہ دار اپنی خواہش کو چھوڑ دیتا ہے یعنی روزہ کی حالت میں جو چیزیں ممنوع ہیں وہ ان سب سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔ لفظ شہوتہ کے بعد لفظ طعام کا ذکر کیا تو تخصیص بعد تعمیم کے طور پر ہے یا پھر شہوت سے مراد تو جماع ہے اور طعام سے جماع کے علاوہ دوسری چیزیں مراد ہیں جو روزہ کو توڑنے والی ہوتی ہیں۔ افطار کے وقت روزہ دار کو خوشی دو وجہ سے ہو سکتی ہے یا تو اس لئے کہ وہی وہ وقت ہوتا ہے جب کہ روزہ دار اپنے آپ کو اللہ رب العزت کے حکم اور اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ محسوس کرتا ہے، یا پھر یہ کہ وہ عبادت کی توفیق اور اس کی نورانیت کی وجہ سے اپنے آپ کو مطمئن و مسرور محسوس کرتا ہے، جو ظاہر ہے کہ خوشی کا سبب ہے اس کے علاوہ دنیاوی اور جسمانی طور پر بھی یوں خوشی محسوس ہوتی ہے کہ دن بھر کی بھوک و پیاس کے بعد اسے کھانے پینے کو ملتا ہے۔

حدیث کے آخری جملے کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی شخص روزہ دار کو برا بھلا کہے یا اس سے لڑنے کا ارادہ کرے تو وہ اس شخص کو انتقاماً برا بھلا نہ کہے اور نہ اس سے لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو جائے بلکہ اس شخص سے یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں اور یہ بات یا تو زبان سے کہے تاکہ دشمن اپنے ناپاک ارادوں سے باز رہے کیونکہ جب روزہ دار اپنے مقابل سے یہ کہے گا کہ میں روزہ دار ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں چونکہ روزہ دار ہوں اس لئے میرے لئے تو یہ جائز نہیں کہ میں تم سے لڑوں جھگڑوں اور جب میں خود لڑنے جھگڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں تو تمہارے لئے بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ ایسی صورت میں تم مجھ سے لڑائی جھگڑے کا ارادہ کرو کیونکہ یہ اصول و مروت کے خلاف ہے ظاہر ہے کہ یہ انداز اور پیرایہ دشمن کو مجبور کرے گا کہ وہ اپنے غلط ارادوں سے باز رہے۔ یا اس کے یہ معنی ہوں کہ میں چونکہ روزہ دار ہوں اس لئے اس وقت تمہارے لئے زبان درازی مناسب اور لائق نہیں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اس کی حفاظت میں ہوں۔ یا پھر یہ کہ ایسے موقع پر روزہ دار اپنے دل میں یہ کہہ لے کہ میں روزہ دار ہوں میرے لئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ میں روزہ حالت میں کسی سے لڑائی جھگڑا کروں یا کسی کو اپنی زبان سے برا کہوں۔

لفظ "الا الصوم" کے سلسلے میں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے لکھا ہے کہ حدیث کے بعض شارحین اس موقع پر کہتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ روزہ کی یہ خصوصیت کس وجہ سے ہے؟ تاہم ہمارے اوپر یہ بات واجب اور لازم ہے کہ بغیر کسی شک و شبہ کے اس کی تصدیق کرے ہاں بعض محققین علماء نے اس خصوصیت کے کچھ اسباب بیان کئے ہیں چنانچہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ روزہ ہی وہ عبادت ہے جو ایام جاہلیت میں بھی اہل عرب کے یہاں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص تھی یعنی جس طرح کفار و مشرکین سجدہ وغیرہ اللہ کے علاوہ دوسری چیزوں کے لئے بھی کرتے تھے اسی طرح وہ روزہ میں بھی اللہ کے علاوہ کسی کو شریک

نہیں کرتے تھے بلکہ روزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے رکھتے تھے۔ اس طرح اس نکتہ کے ذریعے بھی اس کی خصوصیت کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے کہ درحقیقت جو شخص روزہ رکھتا ہے اور اس طرح وہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا کی خاطر اپنا کھانا پینا اور دوسری خواہشات کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ ایک طرح کی لطافت و پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور گویا وہ اس بارے میں باری تعالیٰ کے اوصاف و خلق کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے بایں طور کہ جس طرح اللہ رب العزت کھانے پینے سے منزہ اور پاک ہے اس طرح بھی دن میں اپنے آپ کو دنیاوی خواہشات و علائق سے منزہ رکھتا ہے لہذا اس سبب سے روزہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے۔

رب تعالیٰ اور روزے کا بیان

اب یہاں سے یہ سمجھئے کہ روزے کی وجہ سے ایک بندے کا تعلق اللہ سے کتنا مضبوط ہوتا ہے ساری عبادتیں اس کے لئے ہیں ہم نماز بھی اس کے لئے پڑھتے ہیں صدقہ بھی اس کے لئے کرتے ہیں زکوٰۃ بھی اس کے لئے دیتے ہیں حج بھی اس کے لئے کرتے ہیں جہاد بھی اسی کے لئے کرتے ہیں تبلیغ بھی اسی کے لئے کرتے ہیں لیکن وہ کہتا ہے "الا الصوم" مگر روزہ "فانہ لی" "وہ میرے لئے ہے" وانا اجزی بہ "اور اس کی جزا میں دیتا ہوں۔

حالانکہ سجدوں کی جزا بھی وہی دیتا ہے حج کی جزا بھی وہی دیتا ہے ہر اچھے کام کی جزا وہی دیتا ہے لیکن اس نے بطور خاص روزے کو اپنی طرف منسوب کیا ہے جب روزہ رب کی طرف ساری عبادتوں میں سے منفرد طریقے سے منسوب ہوا، پھر روزہ جس روزے دار کے ساتھ قائم ہے وہ اس بندے کو بھی اپنے رب کی ذات کے ساتھ متعلق بنا دے گا۔

الصوم لی کی پہلی وجہ کا بیان

یہ تعلق باللہ کا بڑا جانداز ذریعہ ہے اور اس کے اندر بڑی حکمتیں ہیں اب دیکھو، جب رب ذوالجلال نے یہ فرمادیا کہ روزہ میرے لئے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی معبودان باطلہ ہیں ان میں سے کسی کے لئے روزہ نہیں رکھا گیا باقی ساری عبادتیں ان جھوٹوں کے لئے جھوٹوں نے کیں، مثلاً بتوں کو لوگ سجدے کرتے رہے، بتوں کے نام پر لوگ نیازیں ان کے سامنے پیش کرتے رہے، بتوں کے گرد چکر لگا کر لوگ ان کا طواف کرتے رہے، مگر روزہ کبھی کسی معبود باطل کے لئے نہیں رکھا گیا اس واسطے اللہ نے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے اگرچہ کچھ باطل مذہبوں میں روزے کا تصور ہے وہ بھی روزہ رکھتے ہیں بدھ مت ہے یا ہندو مت ہے ان کے اندر بھی کچھ ایسا وقت گزارا جاتا ہے مگر وہ ان کے نزدیک کسی معبود کی رضا کے لئے نہیں ہوتا وہ اپنے آپ کے لئے اور اپنے آپ کو شہوت سے دور رکھنے کے لئے یا ان کا اپنے باطن کی صفائی کا جو نظریہ ہے اس لحاظ سے ایسا کرتے ہیں وہ کسی معبود کی خوشنودی کے لئے کبھی روزہ نہیں رکھتے لہذا روزے کا یہ امتیاز باقی رہا، کہ روزہ جب بھی رکھا گیا، صرف اللہ کے لئے رکھا گیا ہے تو اللہ نے فرمایا: یہ میرا، میرے لئے ہے اور اسکی جزا میں خود عطا فرماتا ہوں۔

الصوم لی کی دوسری وجہ کا بیان

ایسے ہی نہ کھانا اور نہ پینا اللہ کی صفات ہیں تو بندے نے کچھ وقت یہ کوشش کی کہ میری بھی میرے رب سے مناسبت پیدا ہو جائے جب میرا رب نہیں کھاتا پیتا تو میں بھی کچھ وقت ایسے ہی گزاروں، اگرچہ بندہ محتاج ہے کھانے پینے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، لیکن پھر بھی اس

نے اپنے رب کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے تو اس وجہ سے روزہ تعلق باللہ کا ایک حسین اسلوب ہے۔

الصوم لی کی تیسری وجہ کا بیان

اسی پہلی حکمت کے اندر ہم جو حدیث کی حکمتیں بیان کر رہے تھے کہ اللہ نے جو روزہ کو اپنی طرف منسوب کیا تو اس کا تیسرا سبب یہ ہے کہ اللہ نے اس کے شرف کو ظاہر کرنے کے لئے اسے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

مثال کے طور پر پوری زمین اللہ کی ہے ہر گھر اللہ کا ہے لیکن ہر گھر کو بیت اللہ نہیں کہا جاتا، وہ خاص گھر ہے جس کو اللہ کا گھر کہا جاتا ہے اس لئے اس کا جو اللہ کے ساتھ تعلق ہے اللہ تعالیٰ اس تعلق اور شرافت کو ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ باقی دنیا کے گھروں پر میرا وہ کرم نہیں ہے جو میری رحمت اس گھر پر برتی ہے تو خالق کائنات جل جلالہ نے جیسے اس گھر پر نسبت تشریف کی ہے اس گھر کو شرف دینے کے لئے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے۔

ایسے ہی اگرچہ ہر عبادت اللہ ہی کے لئے ہے مگر اس نے تمام عبادتوں میں سے روزے کو بطور خاص اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ میرا ہے اور میں اس کی جزا دینے والا ہوں تاکہ پتہ چل جائے کہ جتنے انوار و تجلیات روزے کے سبب بندے کو ملتے ہیں اور اس کی وجہ سے جتنا بندے کا اپنے مولا کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے یہ روزے کی ایک منفرد شان ہے۔

روزہ جہنم سے ڈھال ہے

1639- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ الْبَلَاءُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ أَنَّ مُطَرِّفًا مِّنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ صَفْصَعَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ أَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيَّ دَعَا لَهُ بِلَبَنِ يَسْقِيهِ قَالَ مُطَرِّفٌ إِنِّي صَائِمٌ فَقَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الصَّيَامُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ كَجُنَّةٍ أَحَدِكُمْ مِنَ الْفِتَالِ

••• مطرف نامی بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے دودھ منگوایا تاکہ وہ دودھ پئیں تو مطرف نے کہا میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے تو حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے روزہ جہنم سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہے جس طرح جنگ کے دوران کسی شخص کی ڈھال ہوتی ہے۔

روزے دار کا باب ریان سے داخل ہونے کا بیان

1640- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرِّيَانُ يُدْعَى يَوْمَ الْقِيَمَةِ

1639: أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث 2229، ورم الحديث 2230، ورم الحديث 2231

1640: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث 765

بِقَالِ ابْنِ الصَّائِمُونَ لَمَنْ كَانَ مِنَ الصَّائِمِينَ دَخَلَهُ وَمَنْ دَخَلَهُ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا

حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ”ریان“ ہے۔ قیامت کے دن اعلان کیا جائے گا اور کہا جائے گا روزہ رکھنے والے کہاں ہیں؟ جو لوگ روزہ رکھنے والے تھے وہ اس میں داخل ہو جائیں اور جو شخص اس میں داخل ہو جائے گا اسے کبھی پیاس محسوس نہیں ہوگی۔“

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی چیزوں میں دوہری چیز اللہ کی راہ میں (یعنی اس کی رضا و خوشنودی کی خاطر) خرچ کرے گا تو اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے کئی یعنی آٹھ دروازے ہیں چنانچہ جو شخص اہل نماز (یعنی بہت زیادہ نماز پڑھنے والا) ہوگا اسے جنت کے باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا جو اہل نماز ہی کے لئے مخصوص ہوگا اور اس سے کہا جائے گا کہ اے بندے اس دروازے کے ذریعے جنت میں داخل ہو جاؤ اور جو شخص جہاد کرنے والا یعنی اللہ کی راہ میں بہت زیادہ لڑنے والا ہوگا اسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا۔ جو شخص صدقہ دینے والا ہوگا اسے باب الصدقہ سے بلایا جائے گا۔ اور جو شخص بہت زیادہ روزے رکھے والا ہوگا اسے باب الریان (یعنی باب الصیام سے کہ جنت میں روزہ کے دروازے کا یہی نام ہے) بلایا جائے گا یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگرچہ جو شخص ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے بھی بلایا جائے گا اس کو تمام دروازوں سے بلائے جانے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ایک دروازے سے بلایا جانا بھی کافی ہوگا بایں طور کہ مقصد تو جنت میں داخل ہونا ہوگا اور یہ ایک ہی دروازے سے بھی حاصل ہو جائے گا۔ پھر بھی میں صرف علم کی خاطر جانتا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی ایسا خوش نصیب و باسعادت شخص بھی ہوگا، جسے ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم انہیں لوگوں میں سے ہو گے۔ (جنہیں تمام دروازوں سے بلایا جائے گا)۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، رقم الحدیث 399)

دوہری چیز مثلاً دو درہم، دو روپے، دو غلام، دو گھوڑے اور یا دو کپڑے وغیرہ۔ ”دی من ابواب الجنہ“ (تو اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا) کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جس نے دیان میں دوہری چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کی تھیں جنت میں داخل ہونے کے لئے جنت کے تمام دروازوں کے داروغہ اسے بلائیں گے اور ہر ایک کی یہ خواہش ہوگی کہ یہ خوش نصیب شخص اس کے دروازے سے جنت میں داخل ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایک عمل ان اعمال کے برابر ہے جن کے سبب جنت کے تمام دروازوں میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ ”ریان“ کے معنی ہیں سیراب۔

چنانچہ منقول ہے کہ باب الریان کہ جس کے ذریعے زیادہ روزے رکھنے والے جنت میں داخل ہوں گے وہ دروازہ ہے جہاں روزہ دار کو جنت میں اپنے مستقر پر پہنچنے سے پہلے شراب طہور پلائی جاتی ہے گویا جو شخص یہاں دنیا میں اللہ کی خوشنودی کی خاطر روزے رکھ کر پیاسا رہا وہ اس عظیم فعل کے بدلے میں مذکورہ دروازے سے سیراب ہونے کے بعد جنت میں داخل ہو گے۔

ایک روایت میں منقول ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت کا ایک دروازہ ہے جسے باب النضحیٰ کہا جاتا ہے، چنانچہ قیامت کے دن پکارنے والا فرشتہ پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو نماز نضحیٰ یعنی چاشت یا اشراق کی نماز پر مداومت کرتے تھے؟ سن لو یہ دروازہ تمہارے ہی لئے ہے لہذا تم لوگ اللہ کی رحمت کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔"

ایک حدیث میں منقول ہے کہ جنت کے ایک دروازے کا نام باب التوبۃ ہے کہ توبہ کرنے والے اس دروازے کے ذریعے جنت میں داخل ہوں گے ایک دروازہ ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو غصہ کو ضبط اور دوسروں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہوں گے ایسے لوگ اس دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے اسی طرح ایک دروازہ ایسا ہوگا جس کے ذریعے اللہ کی رضا پر راضی رہنے والوں کا داخلہ ہوگا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ارشاد میں فہل یدعی سے ما قبل جملہ ماعلیٰ من دعی ان کے سوال فہل یدعی الخ کی تمہید کے طور پر ہے۔ آخر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امتیازی شان کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ چونکہ ان میں یہ تمام اوصاف اور خوبیاں پائی جاتی تھیں اس لئے انہیں جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي فَضْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ

یہ باب رمضان کے مہینے کی فضیلت کے بیان میں ہے

روزوں اور تراویح کے سبب گناہوں کی بخشش کا بیان

1641- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص ایمان کی حالت میں صرف حصول

ثواب کے لیے رمضان کے (مہینے میں) روزے رکھے گا تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔"

شرح

رمضان میں کھڑا ہونے، سے مراد یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھے، تلاوت قرآن کریم اور ذکر اللہ وغیرہ میں مشغول رہے نیز اگر حرم شریف میں ہو تو طواف و عمرہ کرے یا اسی طرح کی دوسری عبادات میں اپنے آپ کو مصروف رکھے۔ شب قدر میں کھڑا ہونے، کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر عبادت الہی اور ذکر اللہ میں مشغول رہے خواہ اس رات کے شب قدر ہونے کا اسے علم ہو یا نہ ہو۔ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔ تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔ کے بارے میں علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مکفرات (یعنی وہ اعمال جو گناہوں کو ختم کرنے والے ہوتے ہیں) صغیرہ گناہوں کو تو مٹا ڈالتے ہیں اور کبیرہ گناہوں کو ہلکا کر دیتے ہیں اگر کسی خوش نصیب کے نامہ اعمال میں گناہ کا وجود نہیں ہوتا تو پھر مکفرات کی وجہ سے جنت میں اس کے

درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

1642- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي مُرَيْزَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَتْ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنَّ وَخُلِقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَنَادَى مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَلِلَّهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنوں کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اس کا کوئی دروازہ بند نہیں رہتا اور ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرتا ہے اے بھلائی کے طلبکار! آگے بڑھو۔ اے برائی کے طلبکار! اپنے آپ کو روک لو۔

(اس مہینے میں) اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزادی عطا کرتا ہے اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔

شرح

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں سے اس بات کی طرف کنایہ مقصود ہے کہ اس ماہ مقدس کے شروع ہوتے ہیں باری تعالیٰ کی پے در پے رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور بندوں کے اعمال بخیر کسی مانع اور رکاوٹ کے صعود کرتے ہیں نیز باب قبولیت داہو جاتا ہے کہ بندہ جو دعائیں مانگتا ہے بارگاہ الوہیت میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوتی ہے۔ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں سے اس طرف کنایہ مقصود ہے کہ بندہ کو ان نیک اور اچھے کاموں کی توفیق عطا فرمائی جاتی ہے جو دخول جنت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں سے اس بات کی طرف کنایہ مقصود ہے کہ روزہ دار ایسے کاموں سے بچا رہتا ہے جو دوزخ میں داخل ہونے کا باعث ہوتے ہیں اور یہ ظاہری ہے روزہ دار کبیرہ گناہوں سے محفوظ و مامون رہتا ہے اور جو صغیرہ گناہ ہوتے ہیں وہ اس کے روزے کی برکت سے بخش دیئے جاتے ہیں۔ شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ ان شیاطین کو جو سرکش و سرغنہ ہوتے ہیں زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے اور ان کی وہ قوت سلب کر لی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بندوں کو بہکانے پر قادر ہوتے ہیں۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ جملہ دراصل اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ ماہ رمضان میں شیاطین لوگوں کو بہکانے سے باز رہتے ہیں اور بندے نہ صرف یہ کہ ان کے وسوسوں اور ان کے اوہام کو قبول نہیں کرتے بلکہ ان کے مکر و فریب کے جال میں پھنستے بھی نہیں اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ روزہ کی وجہ سے انسان کی قوت حیوانیہ مغلوب ہو جاتی ہے جو غیظ و غضب اور شہوت کی جڑ ہے اور طرح طرح کے گناہوں کا باعث ہوتی ہے اس کے برخلاف قوت عقلیہ غالب اور قوی ہو جاتی ہے جو طاعات اور نیکی کا باعث ہوتی

ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت گناہ کم صادر ہوتے ہیں اور عبادات و اطاعات میں زیادتی ہوتی ہے۔

1643- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ عِنْدَ كُلِّ فِطْرِ عِتْقَاءً وَذَلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ

•• حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”بے شک ہر افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ لوگوں کو (جہنم سے) آزادی نصیب ہوتی ہے اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔“

شب قدر کی فضیلت کا بیان

1644- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَ كُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُومٌ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رمضان کا مہینہ آیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”یہ مہینہ تمہارے پاس آ گیا ہے اس میں ایک رات ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شخص اس سے محروم رہ جائے وہ تمام بھلائی سے محروم رہ جاتا ہے اور اس کی بھلائی سے صرف وہی شخص محروم رہ جاتا ہے جو (نصیب کے حساب سے) محروم ہو۔“

شرح

ایک روایت میں ہے جو ابن ابی حاتم سے منقول ہے بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار اشخاص کا ذکر کیا کہ انہوں نے اسی برس تک اللہ رب العزت کی عبادت کی اور ان کا ایک لمحہ بھی اللہ کی نافرمانی میں نہیں گزرا اور وہ اشخاص تھے۔ (۱) حضرت ایوب علیہ السلام (۲) حضرت زکریا علیہ السلام (۳) حضرت حزقیل علیہ السلام (۴) حضرت یوشع بن نون علیہ السلام۔ یہ سن کر صحابہ کرام بہت زیادہ تعجب کرنے لگے اور (متنبی ہوئے کہ کاش ہماری بھی اتنی ہی عمریں ہوتیں کہ ہم بھی اتنی طویل مدت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے) پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ اے محمد! آپ کی امت ان لوگوں کی اسی اسی برس کی عبادت پر متعجب ہوتی ہے (تو سنئے کہ اللہ تعالیٰ نے خیر و بھلائی عطا فرمائی چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیت (إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ) پوری سورت پڑھی جس کے ذریعہ یہ عظیم بشارت عطا فرمائی گئی ہے کہ لیلۃ القدر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی پوری امت کو عطا کی

1643: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1644: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

گئی ہے اس چیز سے بہتر ہے جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت متعجب و متعجب ہیں اس عظیم سعادت و خوش بختی پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ خوش ہوئے۔ اس موقع پر یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ ہزار مہینہ کے تر اسی برس اور چار مہینے ہوتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ آیت (لیلۃ القدر خیر من الف شہر) یعنی لیلۃ القدر ہزار مہینہ سے بہتر ہے کہ جس سے تر اسی برس اور چار مہینے ہوئے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، مطبوعہ بیروت)

لیلۃ القدر میں اللہ رب العزت کی رحمت خاص کی تجلی آسمان دنیا پر غروب آفتاب کے وقت سے صبح تک ہوتی ہے۔ اس شب میں ملائکہ اور ارواح طیبہ صلحاء اور عابدین سے ملاقات کے لئے اترتی ہیں اسی مقدس رات میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا، یہی وہ شب ہے جس میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی۔ اسی شب میں آدم علیہ السلام کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا اسی شب میں جنت میں درخت لگائے گئے اس شب میں عبادت کا ثواب دوسرے اوقات کی عبادت سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اور یہی وہ مقدس شب ہے جس میں بندہ کی زبان و قلب سے نکلی ہوئی دعا بارگاہ رب العزت میں قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔ شریعت نے واضح طور پر کسی شب کو متعین کر کے نہیں بتایا ہے کہ لیلۃ القدر فلاں شب ہے گویا اس شب کو پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر واضح طور پر اس شب کی نشان دہی کر دی جاتی تو عبادات و طاعات کی طرف لوگوں کا میلان نہ رہتا بلکہ صرف اسی شب میں عبادت کر کے یہ سمجھ لیتے کہ ہم نے پورے سال کی عبادت سے بھی زیادہ ثواب حاصل کر لیا اس لئے اس شب کو متعین نہیں کیا گیا تاکہ لوگ عبادات و طاعات میں ہمہ وقت مصروف رہیں صرف اسی شب پر اعتماد کر کے نہ بیٹھ جائیں۔

علماء لکھتے ہیں کہ جو شخص پورے سال عبادت الہی کے لئے شب بیداری کو اختیار کرے گا تو انشاء اللہ اسے شب قدر کی سعادت ضرور حاصل ہوگی اسی لئے کہا گیا ہے من لم یعرف قدر اللیلۃ یعرف قدر اللیلۃ القدر (جس شخص نے رات کی قدر نہ پہچانی یعنی عبادت الہی کے لئے شب بیداری نہیں کی وہ لیلۃ القدر کی عظمت و سعادت کو کیا پہچان پائیں گے؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس رات کی کچھ ایسی علامتیں ہیں جو احادیث و آثار سے منقول ہیں اور بعض علامتیں اہل کشف نے پہچانی ہیں چنانچہ طبری نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اس رات میں درخت بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں اور پھر اپنی اصلی حالت پر آ جاتے ہیں اسی طرح اس رات میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس شب کے تعین کے تسلسلہ میں ان چیزوں کا دیکھنا شرط نہیں ہے کیونکہ اکثر لوگ اس مقدس شب کو پا لیتے ہیں مگر نہ تو وہ درختوں کو سجدہ ریز دیکھتے ہیں اور نہ تمام چیزیں سجدہ کرتی نظر آتی ہیں اس لئے ہو سکتا ہے ایک ہی جگہ دو آدمی موجود ہوں دونوں شب قدر کو پا لیں ان میں سے ایک کو علامتیں نظر آئیں مگر دوسرے کو ان میں سے کچھ بھی محسوس نہ ہو بہر کیف سب سے بڑی علامت تو یہ ہے کہ اس مقدس رات میں عبادت الہی و ذکر و مناجات خضوع و خشوع اور حضور و اخلاص کی توفیق حاصل ہو جائے تو جانے کہ یہ عظیم سعادت حاصل ہوگئی۔

اس رات میں شب بیداری کے سلسلہ میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ رات کے اکثر حصہ میں عبادت الہی کے لئے جاگتے رہنا معتبر ہے ہاں اگر کوئی شخص پوری شب جاگتا رہے تو افضل ہے بشرطیکہ اس کی وجہ سے کسی مرض و تکلیف میں مبتلا نہ ہو جائے یا فرائض و سنن مؤکدہ میں نقص و خلل واقع ہو جانے کا خوف نہ ہو، ورنہ تو رات کے جس قدر حصے میں جاگنے اور عبادت و ذکر میں مشغول رہنے کی

توفیق حاصل ہو جائے۔ ان شاء اللہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

بَاب: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ يَوْمِ الشَّكِّ

یہ باب مشکوک دن میں روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

1645- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ

عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَمَّارٍ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَأَتَى بِشَاةٍ فَتَسَحَّى بِغَضِّ الْقَوْمِ فَقَالَ عَمَّارٌ مَنْ صَامَ هَذَا الْيَوْمَ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

••••• صلی بن زفر بیان کرتے ہیں: ایک دن ہم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے یہ ایک ایسا دن تھا جس کے بارے میں شک تھا (کہ آیا آج روزہ ہے یا نہیں ہے) حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بکری لائی گئی (یعنی اس کا گوشت لایا گیا) تو کچھ لوگ پیچھے ہٹ گئے تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اس دن میں روزہ رکھے گا وہ حضرت ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کرے گا۔

یوم شک میں روزہ رکھنے کا بیان

شعبان کی تیسویں شب یعنی انیس تاریخ کو ابرو وغیرہ کی وجہ سے چاند نہیں دیکھا گیا مگر ایک شخص نے چاند دیکھنے کی شہادت دی اور اس کی شہادت قبول نہیں کی گئی اسی طرح دو فاسق لوگوں نے چاند دیکھنے کی گواہی دی اور ان کی گواہی قبول نہیں کی گئی اس کی صبح کو جودن ہو گا یعنی تیس تاریخ کو یوم الشک (شک کا دن) کہلائے گا کیونکہ اس دن کے بارے میں یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ رمضان شروع ہو گیا ہو اور یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ رمضان شروع نہ ہوا ہو لہذا اس غیر یقینی صورت کی وجہ سے اسے شک کا دن کہا جاتا ہے ہاں اگر انیس تاریخ کو ابرو وغیرہ نہ ہو اور کوئی بھی شخص چاند نہ دیکھے تو تیس تاریخ کو یوم الشک نہ کہیں گے۔

اس حدیث میں اسی دن کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یوم الشک کو رمضان یا کسی واجب کی نیت سے روزہ رکھنا مکروہ ہے البتہ اس دن نفل روزہ رکھنے کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص شعبان کی پہلی ہی تاریخ سے نفل روزہ رکھتا چلا آ رہا ہو یا تیس تاریخ اتفاق سے اس دن ہو جائے کہ جس میں کوئی شخص روزہ رکھنے کا عادی ہو جس کی وضاحت پہلے کی جا چکی ہے تو اس کے لئے اس دن روزہ رکھنا افضل ہوگا۔

اسی طرح یوم الشک کو روزہ رکھنا اس شخص کے لئے بھی افضل ہے جو شعبان کے آخری تین دنوں میں روزے رکھتا ہو اور اگر یہ صورتیں نہ ہوں تو پھر یوم الشک کا مسئلہ یہ ہے کہ خواص تو اس دن نفل کی نیت کے ساتھ روزہ رکھ لیں اور عوام دو پہر تک کچھ کھائے پئے بغیر انتظار کریں اگر چاند کی کوئی قابل قبول شہادت نہ آئے تو ۱۱ پہر کے بعد انتظار کر لیں۔

1645: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث 1906 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث 2334 'أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث:

686 'أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث 2187

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کا یہ معمول نقل کیا جاتا ہے کہ یہ حضرات شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند تلاش کرتے اگر چاند دیکھ لیتے یا معتبر شہادت کے ذریعے رویت ہلال کا ثبوت ہو جاتا تو اگلے روز روزہ رکھتے ورنہ بصورت دیگر ابر و غبار وغیرہ سے مطلع صاف ہونے کی صورت میں روزہ نہ رکھتے ہاں اگر مطلع صاف نہ ہوتا تو روزہ رکھ لیتے تھے اور علماء فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ان کا یہ روزہ نفل ہوتا تھا۔ خواص سے مراد وہ لوگ ہیں جو شک کے دن کے روزے کی نیت کرنا جانتے ہوں اور جو لوگ اس دن کے روزے کی نیت کرنا نہ جانتے ہوں انہیں عوام کہا جاتا ہے۔

چنانچہ اس دن روزہ کی نیت یہ ہے کہ جو شخص اس دن کہ جس میں رمضان کے بارے میں شک واقع ہو رہا ہے روزہ رکھنے کا مادی نہ ہو وہ یہ نیت کرے کہ میں آج کے دن نفل روزے کی نیت کرتا ہوں اور اس کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اگر آج رمضان کا دن ہو تو یہ روزہ رمضان کا بھی ہے اس طرح نیت کرنی مکروہ ہے۔ کہ اگر کل رمضان کا دن ہو تو یہ روزہ رمضان میں محسوب ہو اور اگر رمضان کا دن نہ ہو تو نفل یا کسی اور واجب میں محسوب ہو۔ تاہم اگر کسی نے اس طرح کر لیا اور اس دن رمضان کا ہونا ثابت ہو گیا تو وہ روزہ رمضان ہی میں محسوب ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر کوئی شخص اس نیت کے ساتھ روزہ رکھے کہ اگر آج رمضان کا دن ہوگا تو میرا بھی روزہ ہوگا اور اگر رمضان کا دن نہیں ہوگا تو میرا روزہ بھی نہیں ہوگا۔ تو اس طرح نفل کا روزہ ہوگا اور نہ رمضان کا ہوگا چاہے اس دن رمضان کا ہونا ہی ثابت کیوں نہ ہو جائے۔

یوم شک میں روزہ رکھنے کے متعلق فقہ شافعی کا بیان

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب کا کہنا ہے کہ: رمضان کے یوم شک میں بلا اختلاف روزہ رکھنا صحیح نہیں۔ لیکن اس دن قضاء یا نذریہ کفارہ کا روزہ رکھنا جائز ہے اور یہ کفایت کرے گا کیونکہ جب اس میں کسی سبب کی بنا پر نفل روزہ رکھنا جائز ہے تو فرضی روزہ بالاولیٰ جائز ہوگا، مثلاً وہ وقت جس میں نماز پڑھنا صحیح نہیں، لیکن سہی نماز جائز ہے۔

اور اس لیے بھی کہ جب اس پر رمضان کے ایک روزہ کی قضاء ہو تو تو یہ اس پر متعین ہے، اور اس لیے بھی کہ اس کے قضاء کا وقت شک ہے۔ (المجموع 398:8)

یوم شک میں دوسرے واجب روزے کی کراہت کا بیان

اور اس مسئلہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس دن کسی دوسرے واجب کی نیت کرے تو اس کے لئے مکروہ ہے اسی روایت کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ لیکن یہ کراہت پہلی صورت سے کمتر ہے۔ پھر اگر ظاہر ہوا کہ یہ رمضان تھا تو اصلی نیت کے وجود کی وجہ سے رمضان کا روزہ ہی کفایت کرنے والا ہوگا اور اگر اس پر یہ ظاہر ہوا کہ شعبان کا دن تھا تو یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا روزہ نفل ہوگا۔ کیونکہ اس روزے سے منع کیا گیا ہے۔ لہذا اس وجہ سے اس کا واجب ادا نہ ہوا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ واجب روزہ کافی ہوگا جس کی اس نے نیت کی تھی۔ اور یہ قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ ممنوع کا پایا جانا یعنی رمضان پر رمضان کے روزے کو مقدم کرنا ہر روزے کی بناء پر قائم نہ ہوگا۔ بہ خلاف یوم عید کے روزے کے کیونکہ اس میں جس چیز سے منع کیا گیا ہے وہ دعوت کا ترک ہے۔ جو ہر روزے کے

ساتھ ہے اور یہاں کراہت غمی کی دلیل بنیاد پر ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب صوم، لاہور)

یوم شک کے روزے میں مذاہب اربعہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا: کیا تو نے اس مہینہ کے آخر میں کوئی روزہ رکھا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: نہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم روزے ختم کر دو تو اس کے بدلے میں دو روزے رکھو۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ: کیا تو نے شعبان کے آخر میں روزے رکھے ہیں؟ ذیکھیں (صحیح بخاری (4/280) صحیح مسلم رقم الحدیث 1180) مندرجہ بالا حدیث میں کلمہ (سرر) کی شرح میں اختلاف ہے، مشہور تو یہی ہے کہ مہینہ کے آخر کو سرار کہا جاتا ہے، سرار الشہر سین پرزبر اور زیر دونوں پڑھی جاتی ہیں، لیکن زیر پڑھنا زیادہ فصیح ہے، مہینہ کے آخر کو سرار اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں چاند چھپا رہتا ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کرے کہ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (رمضان سے ایک یا دو روز قبل روزہ نہ رکھو، لیکن جو شخص عادتاً روزہ رکھتا ہو اسے روزہ رکھنا چاہیے)

(صحیح بخاری رقم الحدیث 1883) صحیح مسلم رقم الحدیث (1982)

تو ہم ان دونوں حدیثوں میں جمع کس طرح کریں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: بہت سے علماء کرام اور اکثر شارحین احادیث کا کہنا ہے کہ جس شخص سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا اس کی عادت کے بارے میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ وہ روزے رکھتا ہے، یا پھر اس نے نذر مان رکھی تھی جس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قضا میں روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔

اس مسئلہ میں اس کے علاوہ اور بھی کئی اقوال پائے جاتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ شعبان کے آخر میں روزہ رکھنے کی تین حالتیں ہیں۔

پہلی حالت: رمضان کی احتیاط میں رمضان کی روزے کی نیت سے روزہ رکھے، ایسا کرنا حرام ہے۔ دوسری حالت: نذر یا پھر رمضان کی قضاء یا کفارہ کی نیت سے روزہ رکھے، جمہور علماء کرام اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ تیسری حالت: مطلقاً نفلی روزے کی نیت کر مہوئے روزہ رکھا جائے، جو علماء کرام شعبان اور رمضان کے مابین روزہ نہ رکھ کر ان میں فرق کرنے کا کہتے ہیں ان میں حسن رحمہ اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں وہ ان نفلی روزہ رکھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں کہ شعبان کے آخر میں نفلی روزے نہیں رکھنے چاہئیں، لیکن اگر وہ عادتاً پہلے سے روزہ رکھ رہا ہو تو وہ ان ایام میں بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کی موافقت کرنے والوں نے شعبان کے آخر میں نفلی روزے رکھنے کی اجازت دی ہے، لیکن امام شافعی، امام اوزاعی، امام احمد وغیرہ نے عادت اور غیر عادت میں فرق کیا ہے۔

مجموع طور پر یہ ہے کہ مندرجہ بالا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پر اکثر علماء کرام کے ہاں عمل ہے، کہ رمضان سے ایک یا دو روز قبل روزہ رکھنا مکروہ ہے لیکن جس شخص کی عادت ہو وہ رکھ سکتا ہے، اور اسی طرح وہ شخص جس نے شعبان میں مہینہ کے آخر تک کوئی روزہ نہیں رکھا تو آخر میں وہ بھی روزہ نہیں رکھ سکتا۔

اگر کوئی اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کرے کہ (جس کی روزہ رکھنے کی عادت نہیں اس کے لیے) رمضان سے قبل روزہ رکھنا کیوں کر وہ ہے؟ اس کا جواب کئی ایک طرح ہے۔

پہلا معنی یہ ہے تاکہ رمضان کے روزوں میں زیادتی نہ ہو جائے، جس طرح عید کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے یہاں بھی اسی معنی میں منع کیا گیا ہے کہ جو کچھ اہل کتاب نے اپنے روزوں میں اپنی آراء اور خواہشوں سے اضافہ کیا اس سے بچنے کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اور اسی لیے یومِ شک کا روزہ بھی رکھنا منع ہے، حضرت عمار کہتے ہیں کہ جس نے بھی یومِ شک کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، یومِ شک وہ دن ہے جس میں شک ہو کہ رمضان میں شامل ہے کہ نہیں؟ مثلاً کوئی غیر ثقہ شخص خبر دے کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا ہے تو اسے شک کا دن قرار دیا جائے گا۔ اور ابراہیمؑ اور دوالے دن کو کچھ علماء کرام یومِ شک شمار کرتے ہیں اور اس میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔

دوسرا معنی: لغلی اور فرضی روزوں میں فرق کرنا چاہیے، کیونکہ نوافل اور فرائض میں فرق کرنا مشروع ہے، اسی لیے عید کے دن روزہ رکھنا منع کیا گیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بھی اس سے منع کیا ہے کہ ایک نماز کو دوسری کے ساتھ نہ ملایا جائے بلکہ اس میں سلام یا کلام کے ذریعہ فرق کرنا چاہیے، خاص کر نماز فجر کی سنتوں میں، کیونکہ سنتوں اور فرائض کے مابین فرق کرنا مشروع ہے، اسی بنا پر نماز گھر میں پڑھنی اور سنت فجر کے بعد لیٹنا مشروع کیا گیا ہے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز فجر کی اقامت ہونے کے بعد بھی نماز پڑھ رہا ہے تو آپ نے اسے فرمایا: کیا صبح نماز چار رکعات ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۰۰۳)

بعض جاہل قسم کے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ رمضان سے قبل روزہ نہ رکھنے کا معنی ہے کہ کھانے پینے کو غنیمت سمجھا جائے تاکہ روزے رکھنے سے قبل کھانے پینے کی شھوت پوری کر لی جائے، لیکن یہ گمان غلط ہے اور جو بھی ایسا خیال رکھے وہ جاہل ہے۔

اس مسئلہ کی دلیل وہی گذشتہ حدیث جو درج ذیل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن چاشت کے وقت گھر میں آئے اور فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) ہے؟ تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: نہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پھر میں روزے سے ہوں“ اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں روایت کیا ہے۔

روایت سے ایک دن پہلے روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان

1646- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ لَهِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَعْجِيلِ صَوْمِ يَوْمٍ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے چاند دیکھنے سے ایک دن پہلے ہی جلدی روزہ رکھنے سے

منع کیا ہے۔

1647- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَمِيدٍ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ

بْنُ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَبْلَ شَهْرِ رَمَضَانَ الصِّيَامُ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَلَنَحْنُ مُتَقَدِّمُونَ فَمَنْ شَاءَ فَلْيَتَقَدَّمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَتَأَخَّرْ

••• حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے منبر پر یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے منبر پر یہ بات ارشاد فرمائی تھی یہ رمضان کے مہینے سے پہلے فرمایا تھا۔

”روزہ فلاں فلاں دن سے شروع ہوگا اور ہم پہلے ہی روزہ رکھنے والے ہیں تو جو شخص چاہے وہ پہلے روزہ رکھ لے اور جو چاہے انہیں مؤخر کر دے۔“

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دن یا دو دن قبل روزہ نہ رکھے ہاں جو شخص روزہ رکھنے کا عادی ہو وہ اس دن روزہ رکھ سکتا ہے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، رقم الحدیث 477)

حدیث کے آخری جز کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس شخص کے حق میں نہیں ہے جو ان ایام میں روزہ رکھنے کا عادی ہو مثلاً کوئی شخص پیر یا جمعرات کے دن نفل روزہ رکھنے کا عادی ہو اور اتفاق سے شعبان کے انتیس یا تیس تاریخ اسی دن ہو جائے تو اس کے لئے اس دن روزہ رکھنا ممنوع نہیں ہے ہاں جو شخص ان دنوں میں روزہ رکھنے کا عادی نہ ہو وہ نہ رکھے؟ تاہم اتنی بات ملحوظ رہے کہ یہ ممانعت نمی تنزیہی کے طور پر ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ رمضان سے ایک دن یا دو دن قبل روزہ رکھنے کی ممانعت اس لئے ہے تاکہ نفل اور فرض دونوں روزوں کا اختلاط نہ ہو جائے اور اہل کتاب کے ساتھ مشابہت نہ ہو کیونکہ وہ فرض روزوں کے ساتھ دوسرے روزے بھی ملا لیتے تھے۔ مظہر کا قول ہے کہ شعبان کے آخری ایام میں رمضان سے صرف ایک دن یا دو دن قبل روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں جس روزے سے منع کیا جا رہا ہے وہ یوم الشک کا روزہ نہیں بلکہ مطلقاً شعبان کے آخری ایام میں رمضان سے ایک دو دن قبل روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے البتہ جو شخص ان ایام میں روزہ رکھنے کا عادی ہو وہ اس ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي وَصَالِ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ

یہ باب شعبان کو رمضان کے ساتھ ملانے کے بیان میں ہے

1648- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْجُبَابِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي

1647: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب نصف شعبان گزر جائے تو کوئی روزہ نہیں رکھا جائے گا یہاں تک کہ رمضان آجائے (تو رمضان کے روزے رکھے جائیں گے)۔“

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الشَّهَادَةِ عَلَى رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

یہ باب چاند دیکھنے کی گواہی کے بیان میں ہے

1652- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَوْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ

قُدَامَةَ حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ أَغْرَابِيُّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَالَ أَبْصَرْتُ الْهِلَالَ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اتَّشَهَّدْ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَ يَا بِلَالُ فَاذِّنْ فِي النَّاسِ أَنْ يَصُومُوا غَدًا قَالَ أَبُو عَلِيٍّ هَكَذَا رَوَايَةُ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ وَالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ فَلَمْ يَذْكُرْ ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَالَ قَنَادِيُّ أَنْ يَقْرَأُوا وَأَنْ يَصُومُوا

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا میں نے گزشتہ رات پہلی کا چاند دیکھ لیا ہے نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو؟ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس نے جواب دیا: جی ہاں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے بلال! تم اٹھو اور لوگوں میں یہ اعلان کر دو کہ کل وہ روزہ رکھیں۔

ایک سند کے ساتھ یہ روایت انہی الفاظ میں منقول ہے۔ تاہم دوسرے راویوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا اور اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

”حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ لوگ نوافل (یعنی تراویح) بھی ادا کریں اور روزہ بھی رکھیں۔“

1653- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ أَبِي عَمِيرٍ بْنِ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

حَدَّثَنِي عُمُومَيْتِي مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا أُغْمِيَ عَلَيْنَا هِلَالُ شَوَّالٍ فَأَصْبَحْنَا صِيَامًا فَجَاءَ رَكْبٌ مِنْ آخِرِ النَّهَارِ فَشَهِدُوا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ رَأَوْا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْطِرُوا وَأَنْ يَخْرُجُوا إِلَى عِيْدِهِمْ مِنَ الْقَدِ

﴿﴾ ابو عمیر بیان کرتے ہیں: میرے ایک چچا جن کا تعلق انصار سے تھا جو صحابی رسول ﷺ تھے۔ انہوں نے یہ حدیث

1652: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2340، ورم الحديث: 2341، أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 691، أخرجه الترمذي في "السنن" رقم

الحديث: 2111، ورم الحديث: 2112، ورم الحديث: 2113، ورم الحديث: 2114

1653: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1157، أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 1556

مجھے سنائی ہے ایک مرتبہ لوگوں نے یہ کہا بادل چھانے کی وجہ سے ہم شوال کا چاند نہیں دیکھ سکے اگلے دن ہم نے روزہ رکھ لیا دن کے آخری حصے میں کچھ سوار آئے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس بات کی گواہی دی کہ انہوں نے گزشتہ رات پہلی کا چاند دیکھ لیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ روزہ توڑ دیں اور اگلے دن عید کی نماز ادا کرنے کے لیے جائیں۔

ہلال رمضان کے نصاب شہادت میں فقہی بیان

جمہور ائمہ کا قول ہے کہ رمضان کے بارے میں ایک عادل مسلمان کی شہادت کافی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی شہادت پر روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ نیز ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ فاختہ بن ابی اسلمی اللہ علیہ وسلم انی رأیتہ فصام وأمر الناس بصیامہ (ابوداؤد)

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بیان کیا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تو کلمہ توحید اور رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ اس نے اعتراف کیا، آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے کہ لوگ روزہ رکھیں (مشقی) اس حدیث کو ابن حبان اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔

ہر دو احادیث سے ظاہر ہے کہ رمضان کے بارے میں ایک مسلمان عادل کی شہادت کافی ہے۔ امام نووی نے بھی اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

ہلال عید کی شہادت میں مذاہب اربعہ

ہلال عید کی شہادت کے لئے کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آخر رمضان میں ہلال عید کے متعلق جھگڑا ہوا۔ دو اعرابی آئے اور انہوں نے شہادت دی کہ بخدا ہم نے کل عید کا چاند دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ روزہ افطار کر لیں اور صبح عید گاہ کی طرف نکلیں۔

عید کے بارے میں کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں جس میں ایک شہادت کا ذکر ہو۔

نصاب شہادت رمضان کے بارے میں اعتراض: امام مالک، لیث، اوزاعی، ثوری اور امام شافعی سے مروی (ایک قول میں) ہے کہ ہلال رمضان کے لئے ایک شہادت کافی نہیں بلکہ دو کی شہادت کا اعتبار ہوگا۔ ان ائمہ نے اپنے موقف کے بارے میں جو احادیث بیان کی ہیں، ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جو عبدالرحمن بن زید سے مروی ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

فإن شہد شہدَانِ مُسْلِمَانِ فَصُومُوا وَافْطَرُوا (مسند احمد) اگر دو مسلمان شہادت دیں تو روزہ رکھو اور افطار کرو (دوسری حدیث وہ ہے جو امیر مکہ حارث بن حاطب سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔

فان لم نره وشهد شاهد عدل نسكننا بشهادتهما (ابوداؤد)

اگر ہم چاند نہ دیکھ پائیں اور دو عادل گواہ شہادت دے دیں تو ان کی شہادت پر شرعی احکام یعنی روزہ و عید ادا کریں گے

اور دارقطنی نے روایت کر کے اس کی سند کو متصل صحیح کہا۔ (سنی)

بقا ہر ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال رمضان کے لئے بھی کم از کم دو گواہ ہوں۔ جن احادیث میں ایک گواہ کا ذکر ہے، ان میں دوسرے گواہ کی نفی نہیں ہے۔ اس بات کا احتمال ہے کہ اس سے پہلے کسی دوسرے شخص سے بھی روایت ہلال کا علم ہو گیا ہو۔ اس اعتراض کا ابن مبارک اور امام احمد بن حنبل نے یہ جواب دیا ہے کہ جن احادیث میں دو گواہوں کی تصریح ہے، ان سے زیادہ سے زیادہ ایک شہادت سے ممانعت بالمفہوم ثابت ہوتی ہے۔ مگر ابن عمر اور ابن عباس ہر دو کی احادیث میں ایک شہادت کی قبولیت کا بالمنطوق بیان ہے اور مسئلہ اصول ہے کہ دلالت مفہوم سے دلالت منطوق راجح ہے۔ اس لئے یہی قول درست ہے کہ روایت ہلال کے بارے میں ایک مسلمان عادل کی شہادت کافی ہے۔

پھر یہ احتمال پیدا کرنا کہ کسی دوسرے شخص سے روایت ہلال کا علم ہو گیا ہو، شریعت کے بیشتر احکام کو معطل کر دینے کے مترادف ہے۔ البتہ عبدالرحمن اور امیر مکہ کی احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہلال عید کے لئے بہر حال کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے۔

صاف مطلع کی صورت شہادت جماعت میں احناف کا موقف

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ جب ابرو غبار کی حالت میں ہلال رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور الحال کی خبر کافی ہے اگرچہ غلام یا عورت ہو روایت کی کیفیت بیان کرے خواہ نہ کرے، دعویٰ یا لفظ اشہد یا حکم یا مجلس قاضی کسی کی شرط نہیں مگر فاسق کا بیان بالاتفاق مردود ہے اور عید کے لیے بحال ناصافی مطلع عدالت کے ساتھ دو مرد یا ایک مرد و عورت کی گواہی بلفظ اشہد ضرور ہے اور اگر ایسے شہر میں ہوں جہاں کوئی حاکم اسلام نہیں تو بوجہ ضرورت بحال ابرو غبار ایک ثقہ شخص کے بیان پر روزہ رکھیں اور دو عادلوں کی خبر پر عید کر لیں، اور جب ابرو غبار نہ ہو تو ایسی بڑی جماعت کی خبر مقبول ہوگی جس سے ظن غالب حاصل ہو جائے اور امام سے مروی ہوا کہ دو گواہ کافی ہیں اور اسی کو بحر الرائق میں اختیار کیا، اور کتاب الاقضية میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ ایک بھی کافی ہے اگر جنگل سے آئے یا بلند مکان پر تھا اور اسی کو امام ظہیر الدین نے اختیار فرمایا اور ذی الحجہ اور باقی نو مہینوں کے چاند کا وہی حکم ہے جو ہلال عید الفطر کا۔ (در مختار ج ۱، ص ۱۸۸، مطبع مجاہد دہلی)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ جب آسمان صاف ہو تو ہلال روزہ و عید کے قبول کو جماعت عظیم کی خبر شرط ہے اس لیے کہ بڑی جماعت کو وہ بھی چاند دیکھنے میں مصروف تھی اس میں صرف دو ایک شخص کو نظر آنا حالانکہ مطلع صاف ہے ان دو ایک کی خطا میں ظاہر ہے، ایسا ہی بحر الرائق میں ہے اور جماعت عظیم میں عدالت شرط نہیں، ایسا ہی امداد الفتاح میں ہے، نہ

آزادی شرط ہے ایسا ہی قہستانی میں ہے۔ (درالمنہاج ج ۲، ص ۱۰۰، مطبوعہ مصر)

باب: مَا جَاءَ فِي صَوْمِ الزُّوَيْتَةِ وَأَفْطَرُوا لِزُوَيْتِهِ

یہ باب ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اسے دیکھ کر عید الفطر کرو

1654- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهَيْلَالَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطَرُوا فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَقْدَرُوا لَهُ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَصُومُ قَبْلَ الْهَيْلَالِ يَوْمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب تم پہلی کا چاند دیکھ لو تو روزہ رکھنا شروع کر دو اور جب تم اسے دیکھ لو تو عید الفطر کرو اور اگر تم پر بادل آجائیں تو تم گنتی پور کر لو۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلی کا چاند دیکھنے سے ایک دن پہلے بھی روزہ رکھ لیتے تھے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جب تک چاند نہ دیکھ لو یا معتبر شہادت اور معتبر ذرائع سے جب تک رویت ہلال ثابت نہ ہو جائے نہ تو روزہ رکھو اور روزہ ختم کر کے عید مناؤ۔ مہینہ کبھی انیس رات کا بھی ہوتا ہے، سے دراصل اس بات کی ترغیب دلانا مقصود ہے کہ تیسویں شب یعنی انیس تاریخ کو چاند تلاش کیا جائے، چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ شعبان کی انیسویں تاریخ کو لوگوں پر واجب کفایہ ہے کہ رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں۔

بادلوں کے دنوں میں تیس کی گنتی پوری کرنے کا بیان

1655- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهَيْلَالَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطَرُوا فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب تم پہلی کا چاند دیکھ لو تو روزہ رکھنا شروع کر دو اور جب تم اسے دیکھ لو تو روزہ رکھنا ختم کر دو اور اگر تم پر بادل چھایا ہوا ہو تو تیس دن کے روزے پورے کرو۔“

1654: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1655: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث 2510، أخرجه الترمذی في "المسنن" رقم الحديث 2118

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الشَّهْرِ تِسْعَ وَعِشْرُونَ

یہ باب ہے (حدیث نبوی ﷺ ہے) ”مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے“

1656- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مَضَى مِنَ الشَّهْرِ قَالَ قُلْنَا اثْنَانِ وَعِشْرُونَ وَبَقِيَ ثَمَانٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ هَكَذَا وَالشَّهْرُ هَكَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمْسَكَ وَاحِدَةً

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا:

مہینے کے کتنے دن گزر چکے ہیں راوی کہتے ہیں ہم نے عرض کی: بائیس دن اور باقی آٹھ دن رہ گئے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مہینہ اتنا، مہینہ اتنا اور مہینہ اتنا ہوتا ہے۔“

نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ (اشارہ کرتے ہوئے یہ بات بیان کی) اور ایک انگلی کو روک لیا (یعنی مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔)

1657- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُحَيْمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا تِسْعًا وَعِشْرِينَ فِي الثَّالِثَةِ

﴿﴾ محمد بن سعد اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: مہینہ اتنا اور اتنا ہوتا ہے تیسری مرتبہ میں نبی کریم ﷺ نے انتیس ہونے کا اشارہ کیا۔

1658- حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَصْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا صُمْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ أَكْثَرُ مِمَّا صُمْنَا ثَلَاثِينَ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم نے انتیس روزے تیس روزے رکھنے سے زیادہ مرتبہ رکھے ہیں۔“

بَابُ: مَا جَاءَ فِي شَهْرِ الْعِيدِ

یہ باب عید کے دو مہینے ہونے میں ہے

1656: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1657: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحدیث: 2521، "ورقم الحدیث: 2522" أخرجه النسائی في "السنن" رقم الحدیث: 2134، "ورقم الحدیث: 2136"

1658: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1659- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّاءُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرًا عِيدٌ لَا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ

•• حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرؓ اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: دو مہینے بھی کم نہیں ہوتے رمضان کا اور ذی الحج کا۔

1660- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ أَبِي عُمَرَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفِطْرُ يَوْمَ تُفْطِرُونَ وَالْأَضْحَى يَوْمَ تُضَحُّونَ

•• حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "عید الفطر اس دن ہوگی جس دن تم لوگ عید الفطر کرو گے اور قربانی کا دن وہی ہوگا جس دن تم لوگ عید الاضحی کرو گے۔"

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ

یہ باب سفر کے دوران روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

1661- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ وَالْفِطْرَ

•• حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے سفر کے دوران روزہ رکھا بھی ہے اور نہیں بھی رکھا۔

1662- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَ حَمْزَةُ الْأَسْلَمِيُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَصُومُ أَفَاصُومُ فِي السَّفَرِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَافْطِرْ

•• سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں: حضرت حمزہ اسلمیؓ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا: وہ بولے: میں نفلی روزے رکھتا ہوں تو کیا میں سفر کے دوران بھی روزے رکھوں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو روزہ رکھ لو اور اگر چاہو تو نہ رکھو۔

1659: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1912 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2526 'ورقم الحديث: 2527 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن"

رقم الحديث: 2323 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 692

1660: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1661: أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 2289 'ورقم الحديث: 2291 'ورقم الحديث: 2292

1662: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2623

1663- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ وَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَ هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَّالُ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لُدَيْنٍ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَيَّانَ الدِمَشْقِيِّ حَدَّثَنِي أُمُّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّهُ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَصْفَارِهِ فِي الْيَوْمِ الْحَارِّ الشَّدِيدِ الْحَرِّ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا فِي الْقَوْمِ أَحَدٌ صَائِمٌ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ

••• سیدہ اُمّ الدرداءؓ حضرت ابوورداءؓ کا یہ بیان نقل کرتی ہیں مجھے اپنے بارے میں یہ بات یاد ہے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم ایک شدید گرم دن میں سفر کر رہے تھے اور آدی گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیتا تھا اور اس دن صرف نبی کریم ﷺ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔

فقہ حنفی کے مطابق سفری روزے کے استحباب کا بیان

علامہ علاؤ الدین ہسکلی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وہ مسافر جس کا سفر شرعی (مقدار کے برابر) ہو خواہ گناہ کی خاطر ہو روزہ چھوڑ سکتا ہے اور اگر اسے روزہ تکلیف نہ دے تو روزہ رکھنا مستحب ہے، اور اگر روزہ مشکل ہو یا اس کے ساتھی پر مشکل ہو تو پھر جماعت کی موافقت میں افطار افضل ہے۔ مقیم پر اس روزہ رمضان کا اتمام لازم ہے جس دن اس نے سفر شروع کیا۔

(در مختار، ج ۱، ص ۱۵۲، مطبع مجبائی دہلی)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مبسوط میں نہایت نفیس جزئیہ ہے کہ اگر اہل حرب میں سے کچھ لوگوں نے کسی ایسے علاقے پر حملہ کر دیا جس میں کسی مسلمان نے پناہ لے رکھی تھی تو اس مسلمان کے لیے ان کفار کے ساتھ لڑائی کرنا جائز نہ ہوگا، البتہ اس صورت میں جب اسے اپنی جان کا خوف ہو، کیونکہ قتال میں اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرنا ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں مگر یہیں صورت میں جب اپنی جان کا خوف ہو یا کلمہ اللہ تعالیٰ کی سر بلندی کے لیے ہو، اور جب اسے اپنے نفس کا خوف نہیں تو اب اس کا قتال سوائے کفر کی بلندی کے کچھ نہ ہوگا۔ (ہاں جب یہ لوگ سفر میں ہوں تو بوجہ سفر اجازت ہوگی اگرچہ وہ سفر جانب معصیت ہو)۔

(فتح القدیر، ج ۵، ص ۲۶۷، مکتبہ نوریہ رضویہ سکر)

سفر کا روزہ رکھنے یا رکھنے میں فقہاء اربعہ کے موقف کا بیان

اس مسئلہ میں سلف کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا سفر میں اگر روزہ رکھے گا تو اس سے فرض روزہ ادا نہ ہوگا پھر قضا کرنا چاہیے اور جمہور علماء جیسے امام مالک اور امام شافعی اور ابو حنیفہ علیہم الرحمہ یہ کہتے ہیں کہ روزہ رکھنا سفر میں افضل ہے اگر طاقت ہو، اور کوئی تکلیف نہ ہو، اور امام احمد بن حنبل اور اوزاعی اور اسحاق اور اہل حدیث (غیر مقلدین) یہ کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے بعضوں نے کہا دونوں برابر ہیں روزہ رکھے یا افطار کرے بعضوں نے کہا جو زیادہ آسان ہو وہی افضل ہے۔

سفر کے روزے میں شوافع کی فقہی تصریحات کا بیان

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں یعنی سفر میں روزہ رکھنا اطاعت اور عبادت میں سے نہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم پر روزہ مشقت بنے اور تم ضرر کا خدشہ محسوس کرو تو روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ اور حدیث کا سیاق بھی اسی چیز کا متقاضی ہے۔ لہذا یہ حدیث اس شخص کے لیے ہوگی جو روزے کی وجہ سے ضرر اور تکلیف محسوس کرے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی معنی سمجھا ہے، اسی لیے انہوں نے یہ کہتے ہوئے باب باندھا ہے: باب ہے اس سائے کیے ہوئے شخص کے بارے میں جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں، اس شخص کو مشقت پہنچنے کی وجہ سے فرمایا۔

ابن قیم تھذیب السنن میں کہتے ہیں: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول: (سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں) یہ ایک معین شخص کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا کہ اس پر مشقت کی وجہ سے سائے کیا گیا ہے تو اس وقت یہ فرمایا کہ انسان کو سفر میں اتنی مشقت نہیں اٹھانی چاہیے کہ اس حد تک پہنچ جائے کہ کوئی نیکی نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے روزہ چھوڑنے کی رخصت دے رکھی ہے۔ اس حدیث کو عموم پر محمول کرنا ممکن نہیں، کہ کسی بھی سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں روزہ رکھا کرتے تھے۔

اسی لیے علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ یہ سب صرف سبب کی وجہ سے کہا گیا ہے جو صرف اس شخص کے بارے میں ہے جس کی حالت بھی اس شخص کی طرح ہو جائے جس کے بارے میں یہ کہا گیا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں۔ یعنی جب مسافر کو روزہ اس حالت تک اذیت دے تو روزہ رکھنا نیکی نہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سفر میں روزہ رکھا تھا۔ (عون المعبود)

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْإِفْطَارِ فِي السَّفَرِ

یہ باب سفر کے دوران روزہ نہ رکھنے کے بیان میں ہے

1664- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ

سیدہ اُمّ الدرداء رضی اللہ عنہا حضرت کعب بن عاصم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں سفر کے دوران روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

1665 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْجَمْعِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”سفر کے دوران روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔“

1666 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى التَّيْمِيُّ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّيْكُمْ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ

﴿﴾ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”سفر کے درمیان رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنے والا اسی طرح ہے جس طرح وہ حضر کے دوران روزہ نہ رکھے۔“

مسافر و مریض کی حالت رخصت میں غیر رمضان کے روزے کا اختلاف

علامہ ابن محمود الباری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے مریض و مسافر کے روزے کے بارے میں جو موقف اختیار کیا ہے دو محقق علماء نے اس سے اختلاف کیا ہے جو ثمس الائمہ اور امام فخر الاسلام ہیں انہوں نے کہا ہے کہ اگر کسی مریض نے کسی دوسرے واجب کی نیت کی تو صحیح ہے۔ کیونکہ رمضان کے روزے کا وقوع صحیح ہے۔ البتہ اس میں افطار کا حکم عجز کی وجہ سے تھا۔ کہ وہ اداۓ صوم سے عاجز تھا۔ جب اسے قدرت حاصل ہوئی تو روزے رکھنے کی قدرت رکھتا ہے۔ پس وہ روزہ رکھنے میں برابر ہے (خواہ وہ رمضان کا ہو یا غیر رمضان کا ہو) بہ خلاف مسافر کے کیونکہ اس میں رخصت سے عجز سے متعلق ہے۔ تو یہاں پر روزہ رکھنے کی اہلیت اس طرح ہوگی کہ سفر اس عجز کے قائم مقام ہوگا۔ لہذا وہ کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھ سکتا ہے۔

صاحب ایضاح نے کہا ہے ہمارے بعض فقہاء احناف نے مریض و مسافر کے درمیان فرق کیا ہے جبکہ ان کا فرق کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ دونوں برابر ہیں اور یہی قول امام کرخی علیہ الرحمہ کا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دو روایات ہیں کہ جس بندے نفل کی نیت کی تو آپ علیہ الرحمہ سے ابن ساعد نے روایت کی ہے کہ وہ فرض روزہ ہوگا کیونکہ وقت کو اہم مقصد کی طرف پھیرا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سے واجب ساقط ہو جائے۔ اور ثواب میں فرض سب سے زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت امام حسن علیہ الرحمہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت یہ بیان کی ہے۔ کہ اس کا نفل روزہ ہوگا جس کی اس نے نیت کی ہے۔ کیونکہ اس کے حق میں رمضان اسی طرح ہے جس مقيم کے حق میں شعبان ہوتا ہے۔ اور اگر وہ شعبان میں نفل کی نیت کرے یا واجب کی نیت کرے تو وہی واقع ہوگا۔

1665: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1666: أخرجا النسائي في "السنن" رقم الحديث 2283 'ورقم الحديث 2284

علامہ تاطلی حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ مسافر و مریض دونوں برابر ہیں۔ البتہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے ناورد روایت کے مطابق مریض سے نفلی روزہ صحیح ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۲۶۳، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بہر حال مریض جب کسی دوسرے واجب کی نیت کرے تو امام حسن علیہ الرحمہ کی روایت کے مطابق وہ مسافر کی طرح ہے۔ اسی روایت کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے۔ اور اکثر مشائخ بخارہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ مرض کا تعلق زیادت مرض کے ساتھ ہے نہ کہ عجز کی حقیقت کے ساتھ ہے جس طرح مسافر کے حق میں عجز مقدر ہے فخر الاسلام اور شمس الائمہ نے کہا ہے کہ اس پر وہی واقع ہوگا جس کی اس نے نیت کی ہے۔ کیونکہ رخصت حقیقت عجز کے ساتھ متعلق ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے ظاہر الروایت کے خلاف کہا ہے۔

شیخ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ بات بہ اجماع واضح ہوگئی کہ رخصت نفس مرض کے ساتھ متعلق نہیں ہے کیونکہ اس کی اقسام ہیں۔ بعض اقسام ہیں جو نقصان دہ ہیں جس طرح بخار وغیرہ ہیں اور بعض امراض غیر نقصان دہ ہیں جس طرح ہاضمہ وغیرہ کا خراب ہونا ہے۔ جبکہ رخصت حرج کو دور کرنے کے لئے ہے لہذا وہ پہلی قسم کے ساتھ متعلق ہوگی یعنی جس میں مرض کی زیادتی کا خوف ہو۔ جبکہ عجز حقیقی جو حرج کو دور کرنے کے لئے ہوتا ہے اس میں عجز کی شرط نہیں ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ جب مریض نے روزہ رکھا اور ہلاک نہیں ہوا تو اس سے ظاہر ہوا کہ وہ عاجز نہیں ہے لہذا اس کے لئے رخصت ثابت نہ ہوئی تو اس کا روزہ وقتی فرض والا ہوگا۔ (فتح القدیر، ج ۳، ص ۲۸۵، بیروت)

مسافر کا دوسرا روزہ رکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسافر نے جب کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا یا کسی نفل کا روزہ رکھا تو اس روزہ وہی ہوگا۔ جبکہ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک دوسرے روزے کی نیت فضول جائے گی اور اس کا روزہ وہی رمضان کا روزہ ہوگا۔ کیونکہ وہی اصلی روزہ ہے۔ (عنایہ شرح ہدایہ، ج ۳، ص ۲۸۶، حنفیہ دہلی)

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْإِفْطَارِ لِلْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ

یہ باب ہے کہ حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کا روزہ نہ رکھنا

حاملہ عورت کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت کا بیان

1667- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ

1667: أخرجه إمامنا أبو داود في "السنن" رقم الحديث 2408، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث 715، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث 2273، ورم الحديث 2274، ورم الحديث 2275، ورم الحديث 2276، ورم الحديث 2277، ورم الحديث 2281، ورم الحديث 2314، أخرجه ابن ماجه فی "السنن" رقم الحديث 3299

أَعَارَتْ عَلَيْنَا خَيْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَغَدَّى فَقَالَ اذْنُ فَكُلْ قُلْتُ إِنِّي صَائِمٌ قَالَ اجْلِسْ أَحَدُكَ عَنِ الصَّوْمِ أَوْ الصِّيَامِ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَضَعَ عَنِ الْمَسَافِرِ شَطْرَ الصَّلَاةِ وَعَنِ الْمَسَافِرِ وَالْحَامِلِ وَالْمَرْضِعِ الصَّوْمَ أَوْ الصِّيَامَ وَاللَّهُ لَقَدْ قَالَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِلَاهُمَا أَوْ إِحْدَاهُمَا فَيَا لَهْفٍ نَفْسِي فَهَلَّا كُنْتُ طِعْمْتُ مِنْ طَعَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

••• علی بن محمد جو حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے گھر سواروں نے ہم پر حملہ کر دیا تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت کچھ کھا رہے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”آگے ہو جاؤ اور کھا لو“۔ میں نے عرض کی: میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم بیٹھو میں تمہیں روزے کے بارے میں بتاتا ہوں اللہ تعالیٰ نے مسافر سے نصف نماز کو معاف کر دیا ہے اور مسافر حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت سے روزے کو معاف کر دیا ہے۔“ (یہاں ایک لفظ میں راوی کو شک ہے)

(راوی کہتے ہیں) اللہ کی قسم! نبی کریم ﷺ نے یا تو یہ دونوں الفاظ استعمال کیے تھے یا ان دونوں میں سے کوئی ایک لفظ استعمال کیا تھا مجھے اپنے اوپر افسوس ہے میں نے نبی کریم ﷺ کے دسترخوان سے کھایا کیوں نہیں تھا۔

1668- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ بَذْرِ عَنِ الْجَوْنِيِّ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَجَلَى الَّتِي تَخَافُ عَلَى نَفْسِهَا أَنْ تُفْطَرَ وَلِلْمَرْضِعِ الَّتِي تَخَافُ عَلَى وَلَدِهَا

••• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حاملہ عورت کو رخصت عطا کی ہے جسے اپنی ذات کے بارے میں اندیشہ ہو یہ رخصت کہ وہ روزہ نہ رکھے۔ اسی طرح دودھ پلانے والی جس عورت کو جسے اپنے بچے کے بارے میں یہ اندیشہ ہو (اسے بھی رخصت عطا کی ہے)

حالت سفر میں حاملہ و مرضعہ کے لئے شرعی رخصت کا بیان:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لیے آدمی نماز موقوف کر دی ہے اسی طرح مسافر دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کے لیے روزہ معاف کر دیا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابی ماجہ) آدمی نماز موقوف کر دی ہے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لیے بھی پہلے چار رکعت نماز فرض تھی پھر بعد میں دو رکعت رہ گئی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لیے ابتداء ہی سے آدمی نماز فرض فرمائی ہے کہ وہ چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھے اور دو رکعت کی قضا واجب نہیں ہے اسی طرح روزہ کی معافی کا مطلب یہ ہے کہ حالت سفر میں روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔ مگر سفر پورا ہونے کے بعد مسافر جب مقیم ہو جائے گا تو اس روزہ کی قضا اس پر ضروری ہوگی۔

حائض و حامل کے فدیے میں فقہی اختلاف کا بیان

دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کے بارے میں پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ ان کے لیے بھی جائز ہے کہ اگر روزہ کی وجہ سے بچہ یا خود ان کو تکلیف و نقصان پہنچنے کا گمان غالب ہو تو وہ روزہ نہ رکھیں لیکن عذر ختم ہو جانے کے بعد ان پر بھی قضاء واجب ہوگی فدیہ لازم نہیں ہوگا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے لیکن حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کے مسلک کے مطابق ان پر فدیہ بھی واجب ہے۔

حمل کی صورت میں حکم

حاملہ عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے بشرطیکہ اپنی یا اپنے بچے کی مضرت کا خوف ہو، یا عقل میں فتور آ جانے کا اندیشہ ہو مثلاً اگر حاملہ کو خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے خود اپنی دماغی و جسمانی کمزوری اجتہاد کو پہنچ جائے گی یا ہونے والے بچے کی زندگی اور صحت پر اس کا برا اثر پڑے گا یا خود کسی بیماری و ہلاکت میں مبتلا ہو جائے گی تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ قضا کر دے۔

ارضاع کی صورت میں حکم

جس طرح حاملہ عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اسی طرح دودھ پلانے والی عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے خواہ وہ بچہ امی کا ہو کسی دوسرے کے بچہ کو باجرت یا مفت دودھ پلاتی ہو بشرطیکہ اپنی صحت و تندرستی کی خرابی یا بچے کی مضرت کا خوف ہو جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اس بارے میں دودھ پلانے والی عورت سے صرف دایہ مراد ہے غلط ہے، کیونکہ حدیث میں مطلقاً دودھ پلانے والی عورت کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے چاہے وہ ماں ہو یا دایہ، چنانچہ ارشاد ہے۔ حدیث (ان الله وضع عن المسافر الصوم و شطر الصلوة عن الحملی والمرضع الصوم)۔ اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لیے روزہ اور آدمی نماز معاف کی ہے اسی طرح حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے لیے بھی روزہ معاف کیا ہے۔ پھر یہ اگر اس بارے میں کوئی تخصیص ہوتی تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ تخصیص دایہ کی بجائے ماں کے لیے ہوتی کیونکہ دایہ کے لیے کسی بچہ کو دودھ پلانا واجب اور ضروری نہیں ہے وہ تو صرف اجرت کے لیے دودھ پلاتی ہے اگر وہ چاہے تو اس کام کو چھوڑ سکتی ہے جب کہ ماں کا معاملہ برعکس ہے اپنے بچہ کو دودھ پلانا اس پر دیا ہے واجب ہے خصوصاً جب کہ باپ مفلس ہو۔

دودھ پلانے والی عورت کو دوا پینا جائز ہے جب کہ طبیب و ڈاکٹر کہے کہ یہ دوا بچے کو فائدہ کرے گی، مسئلہ بالا میں بتایا گیا ہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے جب کہ اسے اپنی یا اپنے بچے کی مضرت کا خوف ہو تو اس بارے میں جان لیجئے کہ خوف سے مراد یہ ہے کہ یا تو کسی سابقہ تجربہ کی بناء پر اپنی یا اپنے بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو یا یہ کہ مسلمان طبیب حاذق جس کا کردار عقیدہ و عمل کے اعتبار سے قابل اعتماد ہو یہ بات کہے کہ روزہ کی وجہ سے اسے ضرر پہنچے گا۔

حاملہ یا دودھ پلانے والے والی عورت

عورت جو حاملہ ہو یا اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہو اور روزہ رکھنے کی صورت میں اسے اپنی یا بچے کی جان ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس پر

بھی روزہ فرض نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مجبوری کی حالت ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ اور نبی کریم ﷺ نے مذکورہ دونوں عورتوں کو روزہ چھوڑنے کی

رخصت دی ہے۔ (ترمذی)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہا (جن کی کنیت ام الصبہا ہے اور جلیل القدر تابعیہ ہیں) کے بارہ میں مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت پر روزہ کی قضاء واجب مگر نماز کی قضاء واجب نہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جب ہمیں حیض آتا تو ہمیں روزہ کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا لیکن نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث 543)

سائلہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حائضہ عورت کے بارہ میں نماز اور روزہ کی تفریق کی وجہ دریافت کی مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وجہ بیان کرنے کی بجائے مذکورہ بالا جواب دے کر گویا اس طرف اشارہ فرمایا کہ ہر مسئلہ کی وجہ دریافت کرنا یا اس کی علت کی جستجو کرنا کوئی اعلیٰ مقصد نہیں ہے بلکہ شان عبودیت کا تقاضہ صرف یہ ہونا چاہئے کہ شارع نے جو حکم دے دیا ہے اس کی علت پوچھے بغیر اس پر عمل کیا جائے چنانچہ یہ ممکن تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوال کے پیش نظریہ فرماتیں کہ اگر نماز کی قضا کا حکم دیا جاتا تو حائضہ عورت بہت زیادہ دقت و مشقت اور حرج میں مبتلا ہو جاتی کیونکہ ایام کے دنوں میں بہت زیادہ نمازیں ترک ہوتی ہیں ان سب کو ہر مہینہ قضا کرنا عورت پر بہت زیادہ بار ہو جاتا ہے اس لئے اس میں یہ آسانی عطا فرمائی گئی کہ ایام کے دنوں کی نمازیں حائضہ کے حق میں معاف فرمادی گئیں جب کہ روزہ سے واسطہ سال ہی میں صرف ایک مرتبہ پڑتا ہے ان کی قضا میں اتنی زیادہ مشقت اور حرج نہیں ہوتا اس لئے حائضہ پر ان کی قضا واجب قرار پائی لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس جواب سے احتراز فرما کر مذکورہ بالا اسلوب اختیار فرمایا اور بحث و مباحثہ کی راہ بند کر دی کیونکہ ممکن تھا کہ سائلہ اس علت کو سن کر کہتی کہ میں تو نماز کی قضا میں حرج و مشقت محسوس نہیں کرتی پھر کیوں نہ نماز کی قضا بھی واجب ہو؟

بَابُ: مَا جَاءَ فِي قَضَاءِ رَمَضَانَ

یہ باب رمضان کی قضا کرنے کے بیان میں ہے

1669 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُفِيانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ إِنْ كَانَ لِيَكُونَ عَلَى الصِّيَامِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَمَا أَقْضِيهِ حَتَّى يَجِيءَ شَعْبَانُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میرے اوپر رمضان کے روزوں کی قضا لازم ہوتی تھی لیکن میں وہ قضا ادا نہیں کر پاتی تھی یہاں تک کہ شعبان آ جاتا۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان کے اپنے وہ روزے جو حیض کی وجہ سے قضا ہوتے تھے شعبان کے علاوہ اور کسی مہینہ میں رکھنے کی فرصت نہیں پاتی تھیں کیونکہ اور دنوں میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہمہ وقت مشغول رہا کرتی تھیں اور اس طرح مستعد رہا کرتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بھی خدمت و صحبت کے لئے بلائیں حاضر ہو جائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ شعبان کے مہینے میں اکثر روزے سے رہا کرتے تھے اس لئے اس مہینہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مہلت مل جاتی تو ان کے ذمہ رمضان کے جو روزے ہوتے تھے ان کی قضا رکھتیں۔

1670- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا نَحْبِضُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْمُرُنَا بِقِضَاءِ الصَّوْمِ

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہمیں حیض آ جاتا تھا تو نبی کریم ﷺ ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیتے تھے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ

یہ باب ہے کہ جو شخص رمضان کے مہینے میں ایک دن روزہ نہ رکھے اس کا کفارہ

1671- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ هَلَكْتُ قَالَ وَمَا أَهْلَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعِيقُ رَقَبَةً قَالَ لَا أَجِدُ قَالَ صُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا أُطِيقُ قَالَ أَطْعِمُ بَيْتَيْنِ مِسْكِينًا قَالَ لَا أَجِدُ قَالَ اجْلِسْ فَجَلَسَ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَتَى بِمِثْلٍ يُدْعَى الْعَرَقُ فَقَالَ أَذْهَبَ لِنَصْدَقُ بِهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَا بَيْتَهَا أَهْلُ بَيْتِ أَخَوِجَ إِلَيْهِ مِنَّا قَالَ فَانْطَلِقْ فَأَطْعِمَهُ عِيَالَكَ

••• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور بولا: میں ہلاک ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: وہ کس طرح؟ اس نے بتایا: میں رمضان کے مہینے میں اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر چکا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم ایک غلام آزاد کرو، اس نے عرض کی: اس کی میں طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: تم لگا تار دو مہینے تک روزے رکھو۔

1670: أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 787

1671: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 1936 'ورقم الحدیث: 2600 'ورقم الحدیث: 5368 'ورقم الحدیث: 6087 'ورقم الحدیث: 6164 'ورقم الحدیث: 6709 'ورقم الحدیث: 6710 'ورقم الحدیث: 6711 'أخرج مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 2590 'ورقم الحدیث: 2591 'ورقم الحدیث: 2592 'ورقم الحدیث: 2593 'ورقم الحدیث: 2594 'ورقم الحدیث: 2595 'أخرج ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2390 'ورقم الحدیث: 2391 'ورقم الحدیث: 2392 'أخرج الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 724

اس نے عرض کی: میں اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم ساتھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ اس نے کہا: میرے پاس اس کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گیا وہ بیٹھا ہی ہوا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک برتن آیا بوری آئی جس میں کھجوریں موجود تھیں۔ اسے ”عرق“ کہا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اس کو لے جا کر اسے صدقہ کرو۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے پورے شہر میں ان کی سب سے زیادہ ضرورت میرے گھر والوں کو ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ اور یہ اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

1671م۔ حَدَّثَنَا حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عَمْرِو حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَقَالَ وَصُمْ يَوْمًا مَكَانَهُ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے اس کی مانند روایت کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم اس کی جگہ ایک دن روزہ رکھ لینا۔“

1672۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ الْمُطَوِّسِ عَنْ أَبِيهِ الْمُطَوِّسِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ لَمْ يُجْزِهِ صِيَامُ النَّهْرِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جو شخص کسی رخصت کے بغیر رمضان کے ایک دن میں روزہ نہ رکھے تو ساری زندگی روزہ رکھنا اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔“

روزہ فاسد ہونے کے سبب قضاء و کفارہ دونوں کے لازم ہونے کا بیان

سب سے پہلے یہ بات جان لینی ضروری ہے کہ روزہ فاسد ہو جانے کی صورت میں کفارہ کن لوگوں پر اور کن حالات میں لازم ہوگا۔ کفارہ اس وقت لازم ہوتا ہے جب کہ روزہ رکھنے والا مکلف یعنی عاقل و بالغ ہو، روزہ رمضان کا ہو اور رمضان ہی کے مہینے میں ہو یعنی رمضان کے قضاء روزوں میں بھی کفارہ لازم نہیں ہوتا، نیت رات ہی سے کئے ہوئے ہو اگر طلوع فجر کے بعد نیت کی ہو گی، تو روزہ توڑنے پر کفارہ لازم نہیں ہوگا، روزہ توڑنے کے بعد ایسا کوئی امر پیش نہ آئے جو کفارہ کو ساقط کر دینے والا ہو جیسے حیض و نفاس، اگر روزہ توڑنے کے بعد ان میں سے کوئی چیز پیش نہ آئے جس سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے، جیسے سفر کہ اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں روزہ توڑ دے گا تو کفارہ لازم نہیں آئے گا اگر کوئی شخص سفر سے پہلے روزہ توڑ دے گا تو کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔ لہذا جب یہ تمام شرائط پائی جائیں گی اور مندرجہ ذیل معضرات صوم (روزہ کو توڑنے والی چیزوں) میں سے کوئی صورت پیش آئے گی تو کفارہ

1671م: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1672: أخرجا ابو داؤد في "السنن" رقم الحديث 2396 "درقم الحديث 2397" أخرجا الترمذی في "المجامع" رقم الحديث 723

اور قضا دونوں لازم ہوں گے۔ اس کے بعد اب دیکھئے کہ وہ کون سی چیزیں اور صورتیں ہیں جن سے روزہ قاسد ہو جاتا ہے اور جن کی وجہ سے کفارہ اور قضا دونوں لازم ہوتے ہیں۔ جماع کرنا، اغلام کرنا ان دونوں صورتوں میں فاعل اور مفعول دونوں پر کفارہ اور قضا لازم آتی ہے کھانا پینا خواہ بطور غذا یا بطور دوا۔ غذائیت کے معنی اور محمول میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ غذا کا محمول اس چیز پر ہوگا جس کو کھانے کے لئے طبیعت خواہش کرے اور اس کے کھانے سے پیٹ کی خواہش کا تقاضہ پورا ہوتا ہو۔ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ غذا کی چیز وہ کہلائے گی جس کے کھانے سے بدن کی اصلاح ہو اور بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ غذا انہیں چیزوں کو کہیں گے جو عادت کھائی جاتی ہو۔ لہذا اگر کوئی شخص بارش کا پانی، اولہ اور برف نگل جائے یا کچا گوشت کھائے خواہ وہ مردار ہی کا کیوں نہ ہو تو کفارہ لازم ہوگا اسی طرح چربی، خشک کیا ہوا گوشت اور گیہوں کھانے سے بھی کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر ایک آدھ گیہوں منہ میں ڈال کر چبایا جائے اور وہ منہ میں پھیل جائے تو کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ اپنی بیوی یا محبوب کا تھوک نگل جانے سے بھی کفارہ واجب ہوتا ہے کیونکہ اس میں بھی طبیعت کی خواہش کا دخل ہوتا ہے۔ ہاں ان کے علاوہ دوسروں کا تھوک نگلنے کی صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوتا، البتہ روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم آتی ہے نمک کو کم مقدار میں کھانے سے تو کفارہ لازم ہوتا ہے زیادہ مقدار میں کھانے سے نہیں۔

مستغنی میں اس قول کو روایت مختار کہا گیا لیکن خلاصہ اور بزار یہ میں لکھا ہے کہ مختار (یعنی قابل قبول اور لائق اعتماد) مسئلہ یہ ہے کہ مطلقاً نمک کھانے سے کفارہ واجب ہوتا ہے یعنی خواہ نمک زیادہ یا کم ہو۔ اگر بغیر بھنا جو کھایا جائے گا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ کیونکہ کچا جو نہیں جاتا، لیکن یہ خشک جو کا مسئلہ ہے۔ اگر تازہ خوشہ میں سے جو نکال کر بغیر بھنا ہوا بھی کھایا جائے گا تو کفارہ لازم آئے گا۔ گل ارمنی کے علاوہ وہ مٹی مثلاً ملتانی وغیرہ کھانے کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ عادت کھائی جاتی ہو تو اس پر بھی کفارہ لازم آئے گا اور اگر نہ کھائی جاتی ہو تو پھر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ایک حدیث ہے جس کے الفاظ ہیں الغیبة تقطر الصیام (غیبت روزہ کو ختم کر دیتی ہے) بظاہر تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی روزہ دار غیبت کرے گا تو اس کا روزہ جاتا رہے گا لیکن علماء امت نے اجتماعی طریقے پر اس حدیث کی تاویل یہ کی ہے کہ حدیث کی مراد یہ نہیں ہے کہ غیبت کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے بلکہ اس کی مراد یہ ہے کہ جو روزہ دار غیبت میں مشغول ہوگا اس کے روزے کا ثواب جاتا رہے گا۔

حدیث اور اس کی تاویل ذہن میں رکھئے اور اب یہ مسئلہ سنئے کہ اگر کسی شخص نے کسی کی غیبت کی اور اس کے بعد قصد کھانا کھا لیا تو اس پر کفارہ لازم آئے گا خواہ اسے یہ حدیث معلوم ہو یا معلوم نہ ہو اور خواہ حدیث کی مذکورہ بالا تاویل اس کے علم میں ہو یا علم میں نہ ہو نیز یہ کہ مفتی نے کفارہ لازم ہونے کا فتویٰ دیا ہو یا نہ دیا ہو کیونکہ حدیث اور اس کی تاویل سے قطع نظر غیبت کے بعد روزہ کا ختم ہو جانا قطعاً خلاف قیاس ہے۔ اسی طرح ایک حدیث ہے افطر الحاجم والحجوم (پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے) اس حدیث کی بھی یہ تاویل کی گئی ہے کہ پچھنے لگوانے سے چونکہ روزہ دار کو کمزوری لاحق ہو جاتی ہے اور زیادہ خون نگلنے کی صورت میں روزہ توڑ دینے کا خوف ہو سکتا ہے اسی طرح پچھنے لگانے والے کے بارے میں بھی یہ امکان ہوتا ہے کہ خون کا

• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص روزے کی حالت میں بھول کر کھا لے تو وہ اپنا روزہ مکمل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا ہے اور پلایا ہے۔

شرح

یہ حکم علی الاطلاق ہر روزہ کے لئے ہے خواہ فرض روزہ ہو یا نفل وغیرہ کہ اگر کوئی روزہ دار بھول کر کچھ کھا لے یا پی لے تو اس کا روزہ نہیں جاتا چنانچہ تمام ائمہ کا مسلک یہی ہے البتہ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر یہ صورت رمضان میں پیش آئے تو اس کی قضاء ضروری ہوگی۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب کھانے پینے کے بارہ میں یہ حکم ثابت ہوا تو جماع کے بارہ میں بھی یہی حکم ہوگا یعنی اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں بھول کر جماع کر لے تو اس کے روزہ پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔

1674- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمٍ غِيمَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ قُلْتُ لِهِشَامٍ أَمِرُوا بِالْقَضَاءِ قَالَ فَلَا بَدَّ مِنْ ذَلِكَ

• سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک ابراہیم لودن میں ہم نے روزہ کھول لیا پھر سورج نکل آیا۔

ہشام سے دریافت کیا گیا: کیا ان لوگوں کو قضا کرنے کا حکم دیا گیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: قضا کرنا تو ضروری ہے۔

وہ اسباب جن کی وجہ سے صرف قضا لازم ہوتی ہے

اس کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر کسی ایسی چیز سے روزہ فاسد ہو جو غذا کی قسم سے نہ ہو یا اگر ہو تو کسی شرع عذر کی بنا پر اسے پیٹ یا دماغ میں پہنچایا گیا ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جس سے شرمگاہ کی شہوت پوری طرح ختم نہ ہوتی ہو جیسے جلق وغیرہ تو ایسی چیزوں سے کفارہ لازم نہیں ہوتا بلکہ صرف قضا ضروری ہے لہذا اگر روزہ دار رمضان میں کچے چاول اور خشک یا گوندھا ہوا آٹا کھائے تو روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا واجب ہوتی ہے۔

اور اگر کوئی جو یا گیہوں کا آٹا پانی میں گوندھ کر اور اس میں شکر ملا کر کھائے گا تو اس صورت میں کفارہ لازم ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص یکبارگی بہت زیادہ نمک کھائے یا گل ارمنی کے علاوہ کوئی ایسی مٹی کھائے جس کو عادت کھایا نہیں جاتا یا سختی یا ردی یا اپنا تھوک گل لے جو ریشم و کپڑے وغیرہ کے رنگ مثلاً زرد، سبزہ وغیرہ سے متغیر تھا اور اسے اپنا روزہ بھی یاد تھا یا کاغذ یا اس کے مانند ایسی کوئی چیز کھائی جو عادت نہیں کھائی جاتی یا کچی بھی یا اس کے مانند ایسا کوئی پھل کھائے جو پکنے سے پہلے عادت کھائے نہیں جاتے اور انہیں پکا کر یا نمک ملا کر نہیں کھایا، یا ایسا تازہ اخروٹ کھایا جس میں مغز نہ ہو یا کنکر، لوہا، تانبا، سونا چاندی اور یا پتھر خواہ وہ زمر و غیرہ ہی ہو گل گیا تو ان صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوگا، صرف قضا لازم ہوگی۔

اسی طرح اگر کسی نے حقنہ کرایا، یا ناک میں دوا ڈالی یا منہ میں دوا رکھی اور اس میں سے کچھ حلق میں اتر گئی اور یا کانوں میں تیل

والا تو ان صورتوں میں بھی صرف قضا لازم آئے گی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ کان میں قصد اپانی ڈالنے کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں ہدایہ ملتقی، درمختار، شرح وقایہ اور اکثر متون میں مذکور ہے کہ اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹا مگر قاضی خان اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس بارہ میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم آتی ہے۔

کسی شخص نے پیٹ کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ پیٹ میں پہنچ گئی یا سر کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ دماغ میں پہنچ گئی یا حلق میں ہارٹس کا پانی یا برف چلا گیا اور اسے قصد نہیں نکلا بلکہ از خود حلق سے نیچے اتر گیا یا چوک میں روزہ جاتا رہا مثلاً کلی کرتے ہوئے پانی حلق کے نیچے اتر گیا یا ناک میں پانی دیتے ہوئے دماغ کو چڑھ گیا، یا کسی نے زبردستی روزہ توڑ دیا خواہ جماع ہی کے سبب سے یعنی خاوند نے زبردستی بیوی سے جماع کیا یا بیوی نے زبردستی خاوند سے جماع کرایا تو ان سب صورتوں میں بھی کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ صرف قضا لازم ہوگی ہاں جماع کے سلسلہ میں زبردستی کرنے والے پر کفارہ بھی لازم ہوگا اور جس کے ساتھ زبردستی کی گئی اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔ اگر کوئی عورت جو لونڈی ہو (خواہ حرم یا منکوحہ) خدمت و کام کاج کی وجہ سے بیمار ہو جائے کے خوف سے روزہ توڑ ڈالے تو اس پر قضا لازم ہوگی، اسی طرح اگر لونڈی اس صورت میں روزہ توڑ ڈالے جب کہ کام کاج مثلاً کھانا پکانا یا کپڑا وغیرہ دھونے کی وجہ سے ضعیف و توانائی لاحق ہوگئی تو اس صورت میں بھی قضا واجب ہوگی۔

اس ضمن میں یہ مسئلہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ اگر کسی لونڈی کو اس کا آقا کسی ایسے کام کے لئے کہے جو ادائے فرض سے مانع ہو تو اس کا کہنا ماننے سے انکار کر دینا چاہئے کسی شخص نے روزہ دار کے منہ میں سونے کی حالت میں پانی ڈال دیا یا خود روزہ دار نے سونے کی حالت میں پانی پی لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر قضا واجب ہوگی اس مسئلہ کو بھول کر کھاپی لینے کی صورت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اگر سونے یا وہ شخص کہ جس کی عقل جاتی رہی ہو کوئی جانور ذبح کرے تو اس کا نہ بوجہ کھانا حلال نہیں ہے اس کے برخلاف اگر کوئی ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا جائز ہے۔

اسی طرح یہاں بھی مسئلہ یہ ہے کہ بھول کی حالت میں کھانے پینے والے کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، ہاں کوئی شخص سونے کی حالت میں کھاپی لے لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ایک شخص نے بھول کر روزے میں کچھ کھالیا پھر اس کے بعد قصد کھایا، یا بھول کر جماع کر لیا اور اس کے بعد پھر قصد جماع کیا یا دن میں روزہ کی نیت کی پھر قصد کھاپی لیا یا جماع کیا، یا رات ہی سے روزہ کی نیت کی پھر صبح ہو کر سفر کیا اور پھر اس کے بعد اقامت کی نیت کر لی اور کچھ کھاپی لیا اگرچہ اس صورت میں اس کے لئے روزہ توڑنا جائز نہیں تھا، یا رات سے روزہ کی نیت کی، صبح کو مقیم تھا، پھر سفر کیا اور مسافر ہو گیا اور حالت سفر میں قصد کھایا یا جماع کیا، اگرچہ اس صورت میں اس کے لئے روزہ توڑنا جائز نہیں تھا تو ان تمام صورتوں میں صرف قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا مسئلہ مذکورہ میں حالت سفر میں کھانے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص سفر شروع کر دینے کے بعد پھر اپنی کوئی بھولی ہوئی چیز لینے کے لئے واپس اپنے گھر میں آئے اور اپنے مکان میں یا اپنے شہر واپسی آبادی سے جدا ہونے سے پہلے قصد کھالے تو اس صورت میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

اگر کوئی شخص تمام دن کھانے پینے اور دوسری ممنوعات روزہ سے رکا رہا مگر نہ تو اس نے روزہ کی نیت کی اور نہ افطار کیا، یا کسی

فخص نے سحری کھائی یا جماع کیا اس حالت میں کہ طلوع فجر کے بارہ میں اسے شک تھا حالانکہ اس وقت فجر طلوع ہو چکی تھی، یا کسی فخص نے غروب آفتاب کے ظن غالب کے ساتھ افطار کیا حالانکہ اس وقت تک سورج غروب نہیں ہوا تھا تو ان صورتوں میں صرف تقاضا واجب ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا اور اگر غروب آفتاب میں شک ہونے کی صورت میں افطار کیا اور حالانکہ اس وقت تک سورج غروب نہیں ہوا تھا تو اس صورت میں کفارہ لازم ہونے کے بارہ میں دو قول ہیں۔

جس میں سے فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ کا مختار قول یہ ہے کہ غروب آفتاب کے شک کی صورت میں کفارہ لازم ہوگا اس طرح اگر کسی فخص کا ظن غالب یہ ہو کہ آفتاب غروب نہیں ہوا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ روزہ افطار کرے اور حقیقت میں بھی سورج غروب نہ ہوا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ کسی فخص کو جانور کے ساتھ یا میت کے ساتھ فعل بد کرنے کے سبب انزال ہو گیا یا کسی کی ران یا ناف یا ہاتھ کی رگڑ سے منی گرائی یا کسی کو چھونے یا اس کا بوسہ لینے کی وجہ سے انزال ہو گیا یا غیر ادائے رمضان کا روزہ توڑا تو ان سب صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوگا بلکہ قضا لازم ہوگی۔

اسی طرح اگر کسی نے روزہ دار عورت کے ساتھ اس کے سونے کی حالت میں جماع کیا تو اس عورت کا روزہ جاتا رہے گا اور اس پر صرف قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا، یا کسی عورت نے رات سے روزہ کی نیت کی اور جب دن ہوا تو دیوانی ہو گئی اور اس کی دیوانگی کی حالت میں کسی نے اس سے جماع کیا تو اس صورت میں اس عورت پر اس روزہ کی قضا لازم ہوگی۔ اگر کسی عورت نے اپنی شرمگاہ میں پانی یا دوائی پٹکائی یا کسی نے تیل یا پانی سے بھیگی ہوئی انگلی اپنے مقعد میں داخل کی یا کسی نے اس طرح استنجاء کیا کہ پانی حقہ کی جگہ تک پہنچ گیا اگرچہ ایسا کم ہوتا ہے یا استنجاء کرنے میں زیادتی و مبالغہ کی وجہ سے پانی فرج داخل تک پہنچ گیا تو قضا واجب ہوگی۔ کسی فخص کو بوسہ ہو اور اس کے سے باہر نکل آئیں اور وہ ان کو دھوئے تو اگر ان مسوں کو اوپر اٹھنے سے پہلے خشک کر لیا جائے گا تو ان کے اوپر چڑھ جانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

کیونکہ اس طرح پانی بدن کے ایک ظاہر حصہ پر پہنچا تھا اور پھر بدن کے اندرونی حصہ میں پہنچنے سے پہلے زائل ہو گیا ہاں اگر سے اوپر چڑھنے سے پہلے خشک نہ ہوں گے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اگر کوئی عورت تیل یا پانی سے ترکی ہوئی انگلی اپنی شرمگاہ کے اندرونی حصے میں داخل کرے گی یا کوئی فخص روئی یا کپڑا یا پتھر اپنی دبر میں داخل کرے گا یا کوئی عورت ان چیزوں کو اپنی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں داخل کرے گی اور یہ چیزیں اندر غائب ہو جائیں گی تو روزہ جاتا رہے گا اور قضا لازم ہوگی ہاں اگر لکڑی وغیرہ کا ایک سرا ہاتھ میں رہے یا یہ چیزیں عورت کی شرمگاہ کے بیرونی حصہ ہی تک پہنچی تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی فخص نے ڈورا نکل لیا یا بایں طور کہ اس کا ایک سرا اس کے ہاتھ میں ہو اور پھر وہ اس ڈورے کو باہر نکالے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر اس کا ایک سرا ہاتھ میں نہ ہو بلکہ سب نکل جائے تو یہ روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی۔ جو شخص قصد اپنے فعل سے کسی چیز کا دھواں اپنے دماغ یا اپنے پیٹ میں داخل کرے گا تو بعید نہیں کہ کفارہ بھی لازم ہو جائے کیونکہ ان کا دھواں نہ صرف یہ کہ قبل انتفاع ہے بلکہ اکثر دواء بھی استعمال ہوتا ہے اسی طرح سگریٹ بیڑی اور حقہ کا دھواں داخل کرنے کی صورت میں بھی کفارہ لازم ہو سکتا ہے۔ اگر کسی شخص نے قصد اقلے کی خواہ وہ منہ بھر کر نہ آئی ہو تو اس کا روزہ جاتا رہے گا اور قضا لازم آئے گی۔

اس بارہ میں روایت یہی ہے لیکن حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ قصداً قے کرنے کی صورت میں روزہ اسی وقت فاسد ہوگا اور قضا لازم ہوگی جب کہ قے منہ بھر کر آئی ہو اگر منہ بھر کر نہ آئی ہوگی تو نہ روزہ فاسد ہوگا اور نہ قضا لازم ہوگی۔ چنانچہ زیادہ صحیح اور مختار قول یہی ہے۔ کسی شخص کو از خود منہ بھر کر قے آئی اور وہ اسے نگل گیا، یا کسی شخص نے دانتوں میں انگی ہوئی کوئی چیز جو ایک چنے کے بقدر یا اس سے زیادہ تھی کھالی یا کسی شخص نے رات سے نیت نہیں کی، دن میں بھی اس نے نیت نہیں کی تھی کہ بھول کر کچھ کھالیا پی لیا اور اس کے بعد اس نے روزہ کی نیت کی تو ان سب صورتوں میں روزہ نہیں ہوگا اور قضا لازم ہوگی، یا اسی طرح کوئی روزہ دار بے ہوش ہو جائے اور خواہ وہ مہینہ بھر تک بے ہوش رہے تو اس پر قضا لازم ہوگی ہاں اس دن کے روزہ کی قضا لازم نہیں ہوگی۔

جس دن میں یا جس کی رات سے بیہوشی شروع ہوئی ہو کیونکہ مسلمان کے بارہ میں نیک گمان ہی کرنا چاہئے اس لئے ہو سکتا ہے اس نے رات میں نیت کر لی ہو اور اس طرح اس کا روزہ پورا ہو جائے گا اب اس کے بعد جتنے دنوں بیہوش رہے گا ان کی قضا کرے گا۔ بے ہوشی شروع ہونے والے دن کے بارہ میں بھی مگر یہ یقین ہو کہ نیت کی تھی تو اس دن کے روزہ کی قضا بھی ضروری ہوگی۔ بیہوشی کے دنوں کے روزوں کی قضا اس لئے ضروری ہوگی کہ اگرچہ اس نے کچھ کھالیا یا پی نہیں مگر چونکہ روزہ کی نیت نہیں پائی گئی اس لئے بیہوشی کی حالت میں اس کا بغیر نیت کچھ نہ کھانا پینا اور تمام چیزوں سے رکے رہنا کافی و کارآمد نہیں ہوگا، اگر کسی شخص پر رمضان کے پورے مہینہ میں دیوانگی طاری رہی تو اس پر قضا واجب نہیں ہوگی ہاں مگر پورے مہینہ دیوانگی طاری نہ رہی تو پھر قضا ضروری ہوگی اور اگر کسی شخص پر پورے مہینے میں دیوانگی طاری رہی تو اس پر قضا واجب نہیں ہوگی ہاں مگر پورے مہینہ دیوانگی طاری نہ رہی تو پھر قضا ضروری ہوگی اور اگر کسی شخص پر پورے مہینے میں دیوانگی طاری رہی تو اس پر قضا واجب نہیں ہوگی ہاں مگر پورے مہینہ دیوانگی طاری نہ رہی تو پھر قضا ضروری ہوگی اور اگر کسی شخص پر پورے مہینے میں دیوانگی طاری رہی تو اس پر قضا واجب نہیں ہوگی ہاں مگر پورے مہینہ دیوانگی طاری نہ رہی تو پھر قضا ضروری ہوگی۔

اگر کسی شخص نے رمضان میں روزے کی نیت نہیں کی اور پھر اس نے دن میں کھالیا یا پی تو امام اعظم ابو حنیفہ کے قول کے مطابق اس صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوگا صرف قضا لازم ہوگی مگر صاحبین کا قول یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوگا۔ کسی شخص کا روزہ ٹوٹ گیا خواہ وہ کسی عذر ہی کی بناء پر ٹوٹا ہو پھر وہ عذر بھی ختم ہو گیا ہو تو اب اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دن کے بقیہ حصہ میں رمضان کے احترام کے طور پر کھانے پینے میں ممنوع دوسری چیزوں سے اجتناب کرے۔

اسی طرح اس عورت کو بھی دن کے بقیہ حصہ میں روزہ میں ممنوع چیزوں سے اجتناب ضروری ہے جو حیض یا نفاس میں مبتلا تھی اور طلوع فجر کے بعد پاک ہو گئی نیز مسافر جو دن میں کسی وقت مقیم ہو گیا ہو یا بیمار جو اچھا ہو گیا ہو دیوانہ شخص جس کی دیوانگی جاتی رہی ہو، لڑکا جو بالغ ہو اور کافر جو اسلام قبول کر لے ان سب لوگوں کو بھی دن کے بقیہ حصہ میں کھانے پینے اور دوسری ممنوع چیزوں سے پرہیز کرنا چاہئے ان سب پر اس دن کے روزہ کی قضا لازم ہوگی البتہ موخر الذکر دونوں پر قضا لازم نہیں ہوگی۔ جو عورت حیض و نفاس میں مبتلا ہو یا جو شخص بیماری کی حالت میں ہو، یا جو شخص حالت سفر میں ہو ان کے لئے کھانے پینے سے اجتناب ضروری نہیں ہے تاہم ان کے لئے بھی یہ حکم ہے کہ عام نگاہوں سے بچ کر پوشیدہ طور پر کھائیں پئیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، شرح کتاب صیام، بیروت)

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الصَّائِمِ بَقِيَّةُ

یہ باب ہے کہ جب روزہ دار شخص کو قے آجائے

1675- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَمُحَمَّدُ ابْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِيسِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ قَالَ سَمِعْتُ فَضَالَ بْنَ عُبَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَيْهِمْ فِي يَوْمٍ كَانَ بِصُومِهِ فِدْعًا يَانًا فَشَرِبَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا يَوْمٌ كُنْتَ نَصُومُهُ قَالَ أَجَلٌ وَلَكِنِّي قُتُّ

•• حضرت فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اس دن آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا نبی کریم ﷺ نے برتن منگوایا اور اس میں سے پانی پی لیا ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! آج کے دن تو آپ ﷺ روزہ رکھتے تھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں لیکن مجھے قے آگئی تھی۔

1676- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ سُلَيْمَانَ أَبُو الشَّعَثَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ بِسْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَمَنْ اسْتَقَاءَ فَقَلْبُهُ الْقَضَاءُ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جس شخص کو قے آجائے اس پر قضا لازم نہیں ہوگی جو شخص جان بوجھ کر قے کرے اس پر قضا لازم ہوگی۔“

خود بہ خود آنے والی قے میں روزے کا بیان

اگر روزے دار کو خود بہ خود قے آگئی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کو قے آئی اس پر قضا نہیں ہے۔ اور جس نے جان بوجھ کر قے کی تو اس پر قضا واجب ہے۔ اس حدیث میں منہ بھر اور اس سے کم قے دونوں مراد ہیں۔ پھر اگر وہ قے خود لٹ گئی جو منہ بھر تھی تو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ خارج ہے کیونکہ اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اسی حالت میں وہ پھر داخل بھی ہوگئی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک فاسد نہ ہوگا کیونکہ یعنی اس کا ٹکنا نہیں پایا گیا لہذا اسی طرح افطار کا معنی بھی نہیں پایا گیا اور عام طور پر اس سے غذا بھی حاصل نہیں کی جاتی۔ ہاں البتہ اگر اس نے اس کو لوٹایا تو پھر بہ اتفاق روزہ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ فردج کے بعد داخل کرنا ہے۔ لہذا افطار کا حکم ثابت ہو گیا۔ اگر وہ منہ بھر سے کم ہو اور واپس لوٹ گئی تو اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ

1675: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1676: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

اس میں کوئی خارج ہے اور نہ ہی روزے دار کا کوئی ایسا عمل جو داخل کرنے میں ہو۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب اس نے واپس لوٹا تو بھی اسی طرح حکم ہے کیونکہ خارج نہیں پایا گیا۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ دخول میں اس فعل شامل ہے۔ (ہدایہ الدین، کتاب صوم، لاہور)

قئے سے فساد صوم یا عدم فساد صوم کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر قے غالب آجائے (یعنی خود بخود قے آئے) اور وہ روزہ سے ہو تو اس پر قضا نہیں ہے اور جو شخص (حلق میں انگلی وغیرہ ڈال کر) قصداً قے کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے روزے کی قضا کرے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی،) اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو عیسیٰ بن یونس کے علاوہ اور کسی سند سے نہیں جانتے، نیز محمد (یعنی امام بخاری) فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کو محفوظ نہیں سمجھتا۔

ومن استاء عمداً (اور جو شخص قے کرے) میں قصداً کی قید لگا کر گویا بھول چوک کا استثناء فرمایا گیا ہے یعنی اگر کوئی روزہ دار اس حال میں قصداً قے کرے کہ اسے اپنا روزہ یاد ہو تو اس کا روزہ جاتا رہے گا اور اس پر قضا واجب ہوگی برخلاف اس کے اگر کوئی روزہ دار قصداً قے کرے مگر اسے یاد نہ رہا ہو کہ میں روزہ سے ہوں تو اس پر قضا واجب نہیں ہوگی۔

حضرت معدان بن طلحہ کے بارے میں منقول ہے کہ حضرت ابودرداء نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (روزہ کی حالت میں) قے کی اور پھر روزہ توڑ ڈالا، معدان کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قے کی اور پھر روزہ توڑ ڈالا یا حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابودرداء نے بالکل سچ کہا اور اس موقع پر میں نے ہی آپ کے وضو کے لیے پانی کا انتظام کیا تھا۔ (ابوداؤد، ترمذی، دارمی)

مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عذر کی وجہ سے اپنا نفل روزہ قصداً قے کر کے توڑ ڈالا تھا چاہے عذر بیماری کا رہا ہو یا ضعف و ناتوانی کا بہر کیف عذر کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر عذر کے نفل روزہ بھی نہیں توڑتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لا تبطلوا اعمالکم۔ یعنی اپنے اعمال کو باطل نہ کرو یعنی انہیں شروع کر کے تکمیل نہ ختم کر ڈالو۔

قئے سے فساد صوم میں مذاہب اربعہ

حدیث کے آخری الفاظ وانا صبیبت له وضوءہ سے حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام احمد وغیرہ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ قے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے حضرت امام شافعی اور دیگر علماء جو قے سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہیں ہیں فرماتے ہیں کہ یہاں سے وضو کرنے سے مراد کلی کرنا اور منہ دھونا مراد ہے۔

اگر قے بے اختیار ہو جائے تو اس سے نہ روزہ ٹوٹے گا اور نہ قضا لازم آئے گی اگرچہ قے منہ بھر ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص قصداً قے کرے اور قے منہ بھر ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس روزہ کی قضا لازم آئے گی۔ فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 203/4 مایوجب

القضاء دون الکفارة کے بیان میں ہے۔

إذا فاء أو استفاء ملا الفم أو دونه عاد بنفسه أو أعاد أو خرج فلا فطر على الأصح إلا في الإعادة والاستفاء بشرط ملا الفم هكذا في النهر الفائق۔

سینگلی، قے اور احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں روزہ دار کے روزہ کو نہیں توڑتیں سینگلی، قے (جواز خود آئے) اور احتلام، امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے، اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن زید روایت حدیث کے سلسلہ میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں۔

اس روایت کو دارقطنی بیہقی اور ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے نیز ابوداؤد کی روایت کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے کہ وہ اشبہ بالصواب (یعنی صحت کے زیادہ قریب) ہے۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں روزہ دار کے سینگلی کو مکروہ سمجھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں علاوہ خوف کی صورت کے۔ (بخاری)

یعنی اس اعتبار سے سینگلی کو مکروہ سمجھتے تھے کہ اس سے ضعف و ناتوانی لاحق ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے روزہ پراثر پڑ سکتا ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ اس کی وجہ سے روزہ جاتا رہتا ہو۔

حضرت امام بخاری بطریق تعلیق نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پہلے تو روزہ کی حالت میں سینگلی لگوا لیا کرتے تھے مگر بعد میں انہوں نے اسے ترک کر دیا البتہ رات میں سینگلی لگوا لیتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے دن میں بحالت روزہ سینگلی لگوانا یا تو احتیاط کے پیش نظر ترک کر دیا تھا یا پھر یہ کہ ضعف کے خوف سے اجتناب کرنے لگے تھے۔

امام بخاری نے بعض احادیث کو سند کے بغیر ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ یہ مذکورہ بالا حدیث ہے چنانچہ بغیر سند روایت کے نقل کرنے کو بطریق تعلیق نقل کرنا کہا جاتا ہے مذکورہ بالا روایت کے نقل کے سلسلہ میں مناسب یہ تھا کہ مصنف مشکوٰۃ حسب قاعدہ معمول پہلے تو کہتے عن ابن عمر میں رواہ البخاری تعلیقا کے الفاظ نقل کرتے۔

اسی طرح ایک حدیث ہے افطر الحاجم والمحجوم (چھپنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے) اس حدیث کی بھی یہ تاویل کی گئی ہے کہ چھپنے لگوانے سے چونکہ روزہ دار کو کمزوری لاحق ہو جاتی ہے اور زیادہ خون نکلنے کی صورت میں روزہ توڑ دینے کا خوف ہو سکتا ہے اسی طرح چھپنے لگانے والے کے بارے میں بھی یہ امکان ہوتا ہے کہ خون کا کوئی قطرہ اس کے پیٹ میں پہنچ جائے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احتیاط کے پیش نظر یہ فرمایا کہ روزہ جاتا رہتا ہے ورنہ حقیقت میں چھپنے لگانے یا لگوانے سے روزہ ٹوٹتا نہیں۔

حالت روزہ میں خون دینے سے روزہ فاسد نہ ہوگا

روزے کی حالت میں ٹیسٹ کے لئے خون نکالنا مفسد صوم نہیں ہے، روزہ صحیح رہتا ہے، کیونکہ حدیث پاک میں ہے: **الفسطرس مما دخل ليس مما خرج**، بدن میں کوئی چیز جانے سے روزہ ٹوٹتا ہے نہ کہ خارج ہونے سے۔

عورت کی طرف دیکھنے سے خروج منی کی صورت میں فقہاء اربعہ کی تصریحات

مالکی حضرات روزہ باطل قرار دیتے ہیں، لیکن جمہور علماء کرام اس کے روزے کو باطل قرار نہیں دیتے، ظاہر یہی ہوتا ہے کہ جمہور علماء کرام اس کا روزہ اس لیے باطل نہیں کیا کیونکہ بندے کا اس میں کوئی ارادہ شامل نہیں، اور سوچ ایک ایسی چیز ہے جو خیالات اور ذہن میں آتی ہے اور اسے دور کرنا ممکن نہیں۔

رہا عدا سوچنا اور پھر اس سوچ سے انزال مقصود ہو تو اس صورت میں انزال کی بنا پر دیکھنے اور سوچنے میں کوئی فرق نہیں، جمہور علماء کرام انزال تک عدا دیکھنے سے روزے کو باطل قرار دیتے ہیں۔

الموسوعة الفقهية میں درج ہے: **احناف اور شافعی حضرات کے ہاں دیکھنے اور سوچنے سے منی یا ندی خارج ہونے کی بنا پر روزہ باطل نہیں ہوتا، لیکن اس کے مقابلہ میں شافعی حضرات کے ہاں صحیح یہی ہے کہ جب دیکھنے کی بنا پر انزال کی عادت ہو جائے یا پھر بار بار دیکھے اور انزال ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔**

لیکن مالکی اور حنابلہ کے ہاں مستقل دیکھنے سے منی خارج ہو جانے پر روزہ فاسد ہو جائے گا؛ کیونکہ یہ ایسا فعل کے ساتھ انزال ہے جس سے لذت حاصل کر رہا ہے اور اس فعل سے اجتناب ممکن ہے۔

لیکن صرف سوچ کی بنا پر انزال ہو جانے سے مالکی حضرات کے ہاں روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور حنابلہ یہاں فاسد نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس سے اجتناب ممکن نہیں۔ (الموسوعة الفقهية 287/28)

علامہ علاؤ الدین صکلی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اگر سوچنے سے انزال ہو گیا اگرچہ وہ سوچ طویل تھی یا نسیانا جماع شروع کیا تھا، روزہ یاد آنے پر فوراً چھوڑ دیا، اسی طرح حکم ہے اگر اس نے طلوع فجر ہوتے ہی جماع چھوڑ دیا، اگر چھوڑنے کے بعد منی کا خروج ہوا اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ احتلام کی طرح ہے۔ (درمختار ج ۱ ص ۱۵۰، مجاہدائی دہلی)

بَابُ: مَا جَاءَ فِي السِّوَاكِ وَالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ

یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا مسواک کرنا اور سرمہ لگانا

1677- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْمَاعِيلَ الْمُؤَدِّبُ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْرِ خِصَالِ الصَّائِمِ السِّوَاكُ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”روزہ دار کی بہترین عادت مسواک کرنا

1677: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

ہے۔
شرح

اور روزے دار کے لئے صبح و شام میں تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزے دار کی بہترین عادت یہ ہے کہ وہ مسواک کرے۔ اس حدیث میں کوئی تفصیل نہیں ہے (لہذا اپنے اطلاق پر رہے گی) حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: شام کے وقت مسواک کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس وقت اثر محمود (پاکیزہ خوشبو) کا زائل کرنا ہے۔ اور وہ خلوف ہے۔ لہذا یہ شہید کے خون سے مشابہت رکھنا ہو گیا۔

ہم نے کہا کہ یہ خلوف عبادت کا اثر ہے۔ عبادت میں زیادہ مناسبت یہی ہے کہ اس کو چھپایا جائے بہ خلاف خون شہید کے کیونکہ ظلم کا اثر ہے۔ اور تر مسواک میں اصلی تریاپانی سے گیلی کرنے والی تری میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی حدیث کی وجہ سے جسے ہم بیان کے چکے ہیں۔ (ہدایہ اولین، کتاب صوم، لاہور)

روزہ کی حالت میں مسواک کرنی جائز ہے

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزہ کی حالت میں اس قدر مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ میں اس کو شمار نہیں کر سکتا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ روزہ دار کے لیے کسی بھی وقت اور کسی بھی طرح کی مسواک کرنا جائز ہے چنانچہ اس بارے میں اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث منقول ہیں جو مرقعات میں تفصیل کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں۔

روزہ کی حالت میں مسواک کرنے کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال بھی ہیں چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تو فرماتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں ہر طرح کی مسواک کرنا جائز ہے خواہ وہ سبز یعنی تازی ہو یا پانی میں بھگوئی ہوئی ہو اسی طرح کسی بھی وقت کی جاسکتی ہے خواہ زوال آفتاب سے پہلے کا وقت ہو یا زوال آفتاب کے بعد کا جب کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کا قول یہ ہے کہ روزہ دار کے لیے تازی اور بھگوئی ہوئی مسواک مکروہ ہے نیز حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ زوال آفتاب کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے۔

حالت روزہ میں مسواک کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے۔ شام کے وقت مسواک کرنا مکروہ ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فرض روزے میں مسواک کرنا مکروہ ہے نفلی روزے میں مسواک کرنا مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ ان سے ایک روایت کے مطابق مستحب ہے۔ اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے تر مسواک شام کے وقت مکروہ ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک تمام احوال میں مسواک کرنا جائز ہے۔ امام احمد کے نزدیک فرض میں زوال کے بعد کرنا مکروہ ہے اور نفل میں مکروہ نہیں ہے۔ (الہدایہ شرح الہدایہ، ص ۴، ج ۲، حقانیہ ملتان)

1678- حَدَّثَنَا أَبُو التَّيْهِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْحِمَصِيُّ حَدَّثَنَا يَقِيَّةُ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِكْتَحَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ
 ﴿﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ نے روزے کی حالت میں سرمہ لگایا تھا۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ

یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا چھنے لگوانا

1679- حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِيُّ وَدَاوُدُ بْنُ رَشِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَمَّرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

يُسَيْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ
 وَالْمَحْجُومُ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”چھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔“

1680- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَنبَاَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي أَبُو

قِلَابَةَ أَنَّ أَبَا أَسْمَاءَ حَدَّثَهُ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ

﴿﴾ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”چھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔“

1681- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَنبَاَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ

أَنَّ شَدَّادَ بْنَ أَوْسٍ بَيْنَمَا هُوَ يَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَقِيعِ فَمَرَّ عَلَى رَجُلٍ يَخْتَجِمُ بَعْدَ مَا

مَضَى مِنَ الشَّهْرِ ثَمَانِي عَشْرَةَ لَيْلَةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ

﴿﴾ ابو قلابہ بیان کرتے ہیں: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ”بقیع“ کے پاس سے گزر

رہے تھے نبی کریم ﷺ کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو چھنے لگوار ہوا تھا یہ رمضان کے اٹھارہ دن گزرنے کے بعد کی بات ہے

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”چھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔“

1682- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ مِقْسَمٍ عَنْ ابْنِ

1678: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1679: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1680: اخراج ابوداؤد دینی ”اسنن“ رقم الحدیث 2367، رقم الحدیث 2370، رقم الحدیث 2371

1681: اخراج ابوداؤد دینی ”اسنن“ رقم الحدیث 2368

عَبَّاسٍ قَالَ اخْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُنْعَرِمٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے چھپنے لگوائے تھے آپ ﷺ نے اس وقت روزہ بھی رکھا ہوا تھا اور آپ ﷺ حالت احرام میں بھی تھے۔

روزے کی حالت میں پچھنا لگوانے میں فقہاء اربعہ کا موقف

حضرت شہاد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رمضان کی اٹھارہ تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے قبرستان جنت البقیع میں ایک ایسے شخص کے پاس تشریف لائے جو بھری ہوئی سیٹگی کھنچوا رہا تھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سیٹگی کھینچنے اور کھنچوانے والے نے اپنا روزہ توڑ ڈالا (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) امام محی السنہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جو علماء روزہ کی حالت میں سیٹگی کھینچنے اور کھنچوانے کی اجازت دیتے ہیں انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی ہے یعنی یہ کہ ارشاد گرامی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ سیٹگی کھنچوانے والا تو ضعف کی وجہ سے روزہ توڑنے کے قریب ہو جاتا ہے اور سیٹگی کھینچنے والا اس سبب سے انظار کے قریب ہو جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سیٹگی کھینچنے کے عمل سے خون کا کوئی حصہ اس کے پیٹ میں پہنچ گیا ہو۔

بعض من رخص میں بعض سے مراد جمہور یعنی اکثر علماء ہیں۔ چنانچہ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے کہ روزہ کی حالت میں چھپنے لگوانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام اور روزہ کی حالت میں بھری ہوئی سیٹگی کھنچوائی۔

حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ کا بھی یہی مسلک ہے ان حضرات کی طرف سے حدیث کی وہی مراد بیان کی جاتی ہے جو امام محی السنہ نے نقل کی ہے کہ روزہ توڑنے کے قریب ہو جاتا ہے یعنی بھری ہوئی سیٹگی کھنچوانے والے کا خون چونکہ زیادہ نکل جاتا ہے جس کی وجہ سے ضعف و سستی اور ناتوانی اتنی زیادہ لاحق ہو جاتی ہے کہ اس کے بارے میں یہ خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں وہ اپنی جان بچانے کے لیے روزہ نہ توڑ ڈالے اور سیٹگی کھینچنے والے کے بارے میں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ سیٹگی چونکہ منہ سے کھینچنی پڑتی ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس عمل کے وقت خون کا کوئی قطرہ اس کے پیٹ میں چلا گیا ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام کی حالت میں بھری ہوئی سیٹگی کھنچوائی نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ کی حالت میں (بھی) بھری ہوئی سیٹگی کھنچوائی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت شیخ جزری فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام کی حالت میں روزے سے تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھری ہوئی سیٹگی کھنچوائی اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ مراد ابوداؤد کی ایک روایت کی روشنی میں اخذ کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ۔ حدیث (انہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم هو صائما محروما)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت بھری ہوئی سیٹگی کھنچوائی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سلم حالت احرام میں روزہ سے تھے۔ بہر حال حضرت مظہر فرماتے ہیں کہ احرام کی حالت میں سینگلی کھنچوانی جائز ہے بشرطیکہ کوئی ہال نہ ٹوٹے۔

اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ کا متفقہ طور پر مسلک یہ ہے کہ روزہ دار کو سینگلی کھنچوانا بلا کراہت جائز ہے لیکن حضرت امام احمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بھری ہوئی سینگلی کھینچنے اور کھنچوانے والا دونوں کا روزہ باطل ہو جاتا ہے مگر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْقَبْلَةِ لِلصَّائِمِ

یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا بوسہ لینا

1683- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحُ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ زَيْدِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ فِي شَهْرِ الصَّوْمِ سَيِّدَهُ عَائِشَةَ صَدِيقَةً فَتُخَالِصَانِ كَرْتِي هُنَّ: نَبِي كَرِيم ﷺ رَمَضَانَ كَيْ مَسِينِ مِ (روزے کے دوران) اپنی زوجہ محترمہ کا بوسہ لے لیتے تھے۔

1684- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَأَيْكُمُ يَمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِرْبَهُ

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ روزے کی حالت میں (اپنی زوجہ محترمہ کا) بوسہ لے لیتے تھے اور تم میں سے کون شخص اپنی خواہش پر اس طرح قابو رکھتا ہے جس طرح نبی کریم ﷺ کو اپنی خواہش پر قابو تھا۔

1685- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ شُعْبَةَ بْنِ شَكْلٍ عَنْ خَفْصَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْبَلُ وَهُوَ صَائِمٌ سَيِّدَهُ هُصْه فَتُخَالِصَانِ كَرْتِي هُنَّ: نَبِي كَرِيم ﷺ رَمَضَانَ كَيْ مَسِينِ مِ (روزے کی حالت میں اپنی زوجہ محترمہ کا بوسہ لے لیتے تھے

1686- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي يَزِيدَ الصُّنَيْتِيِّ عَنْ مَيْمُونَةَ مَوْلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ قَبَلَ

1683: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2578، "درم الحديث: 2579، أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2383، أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 727

1684: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2570

1685: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2581، "درم الحديث: 2582

1686: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

وَهُمَا صَائِمَانِ قَالَ قَدْ أَفْطَرَا

» سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ سے ایسے شخص بارے میں دریافت کیا گیا: جو اپنی بیوی کا بوسہ لے لیتا ہے حالانکہ دونوں میاں بیوی روزے کی حالت میں ہوتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ان دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔“

شرح

اگر روزے دار کو بوسہ لینے یا مس کرنے سے انزال ہوا تو اس پر قضاء واجب ہے۔ کفارہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ معنوی طور پر جامع پایا گیا ہے اور بطور صورت و معنی روزے کو روکنے والے کا پایا جانا بطور احتیاط قضاء کو واجب کرنے میں کافی ہے۔ جبکہ کفارہ محل جنایت پر موقوف ہے۔ لہذا کفارات شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ جس طرح حدود شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ (تمہید)

اور جب اسے اپنے نفس پر اطمینان ہو تو بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یعنی جماع و انزال سے مأمون ہو۔ اور اگر مطمئن نہ ہو تو مکروہ ہے۔ اگرچہ بوسہ بالذات روزے کو توڑنے والا نہیں ہے لیکن عام طور پر یہ بھی اپنے انجام کے طور پر مفطر صائم بن جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص مطمئن ہے تو بوسے کے عین کا اعتبار کریں گے۔ اور روزے دار کے لئے مباح ہے۔ اور اگر مطمئن نہ ہو تو اس کے انجام (آخر) کا اعتبار ہوگا لہذا اس کو روزہ دار کے لئے مباح قرار نہیں دیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں علی الاطلاق مباح ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف دلیل دلی ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق مباشرت فاحشہ بوسہ لینے کی طرح ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مباشرت فاحشہ مکروہ ہے۔ کیونکہ مباشرت فاحشہ فتنے سے خالی نہیں ہوتی۔ البتہ کہیں تھوڑی سی کم ہو (تو اس کا اعتبار بطور دلیل نہیں کیا جاسکتا)۔ (ہدایہ اولین، کتاب صوم، لاہور)

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ حنفی کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے روزہ کی حالت میں (اپنی ازواج کا) بوسہ لیتے تھے اور (انہیں) اپنے بدن سے لپٹاتے تھے (کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حاجت پر تم سے زیادہ قابو یافتہ تھے)۔

(بخاری و مسلم)

حاجت سے مراد شہوت ہے مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں کی بہ نسبت اپنی خواہشات اور شہوت بہت زیادہ قابو یافتہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ اپنی ازواج مطہرات کا بوسہ لیتے تھے اور ان کو اپنے بدن مبارک سے لپٹاتے تھے مگر صحبت سے بچے رہتے تھے ظاہر ہے کہ دوسرے لوگوں کا ایسی صورت میں اپنی شہوت پر قابو یافتہ ہونا بہت مشکل ہے۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں اہل علم کے ہاں اختلاف ہے، حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ بوسہ لینا، مساس کرنا اور عورت کے بدن کو اپنے سے

پہنا تا روزہ دار کے لیے مکروہ ہے جب کہ ایسی صورت میں جماع میں مشغول ہو جانے یا انزال ہو جانے کا خوف ہو اگر یہ خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ حنبلی کا بیان

علامہ مصطفیٰ الرحبانی حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ اسے انزال ہو جائے گا تو بغیر کسی اختلاف کے اس کے لیے بوسہ لینا، اور معانقہ کرنا بغل گیر ہونا اور بار بار بیوی کو دیکھنا حرام ہے" (مطالب اولیٰ النہی (2/204))

چنانچہ اگر آپ نے اپنی بیوی سے اس صورت میں دل بہلایا کہ آپ کو روزہ ٹوٹنے کا کوئی خدشہ نہ تھا تو پھر آپ پر کوئی گناہ نہیں، چاہے روزہ ٹوٹ بھی گیا۔

لیکن اگر آپ کو یہ گمان تھا کہ ایسا کام کرنے سے آپ کو انزال ہو جائے گا تو آپ کو بیوی سے دل بہلانے میں گناہ ہوا ہے اور آپ کو اس سے توبہ واستغفار کرنی چاہیے۔

لیکن روزہ دونوں حالتوں میں ہی فاسد ہو جائے گا، کیونکہ آپ کا انزال ہو گیا تھا، چاہے آپ نے روزہ توڑنے کی نیت کی تھی یا نہیں۔

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ شافعی کا بیان

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جب بغیر جماع کے کسی نے روزہ توڑا ہو یعنی کھاپی کر یا پھر مشیت زنی کر کے، اور انزال تک لے جانے والی مباشرت تو اس پر کوئی کفارہ نہیں؛ کیونکہ نص میں تو جماع کا آیا ہے اور یہ اشیاء اس معنی میں نہیں۔"

(المجموع (8/377))

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ مالکی کا بیان

امام مالک علیہ الرحمہ مؤطا میں لکھتے ہیں: "عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بوسہ دیا اپنی عورت کو اور وہ روزہ دار تھا رمضان میں سو اس کو بزار نج ہوا اور اس نے اپنی عورت کو بھیجا ام المومنین ام سلمہ کے پاس کہ پوچھے ان سے اس مسئلہ کو تو آئی عورت ام سلمہ کے پاس اور بیان کیا ان سے، ام سلمہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے ہیں روزے میں تب وہ اپنے خاوند کے پاس گئی اور اس کو خبر دی پس اور زیادہ رنج ہوا اس کے خاوند کو اور کہا اس نے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سے نہیں ہیں اللہ اپنے رسول کے لئے جو چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے پھر آئی اس کی عورت ام سلمہ کے پاس اور دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں موجود ہیں سو پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہوا اس عورت کو تو بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ام سلمہ نے سو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ کہہ دیا اس سے کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں ام سلمہ نے کہا میں نے کہہ دیا لیکن وہ گئی اپنے خاوند کے پاس اور اس کو خبر کی سو اس کو اور زیادہ رنج ہوا اور وہ بولا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سے نہیں ہیں حلال کرتا ہے اللہ جل جلالہ جو چاہتا ہے اپنے رسول کے لئے غصہ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم خدا کی تم سب سے

زیادہ ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اور تم سب سے زیادہ پیچانتا ہوں اس کی حدوں کو۔

حضرت ام المومنین عائشہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیتے تھے اپنی بعض بیبیوں کو اور وہ روزہ دار ہوتے تھے پر ہستی تھیں۔

حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ عائکہ بیوی حضرت عمر کی بوسہ دیتی تھیں سر کو حضرت عمر کے اور حضرت عمر روزہ دار ہوتے تھے لیکن ان کو منع نہیں کرتے تھے۔

حضرت عائشہ بن طلحہ سے روایت ہے کہ وہ ام المومنین عائشہ کے پاس بیٹھی تھیں استنہ میں ان کے خاوند عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق آئے اور وہ روزہ دار تھے تو کہا ان سے حضرت عائشہ نے تم کیوں نہیں جاتے اپنی بی بی کے پاس بوسہ لو ان کا اور کھلو ان سے تو کہا عبداللہ نے بوسہ لوں میں ان کا اور میں روزہ دار ہوں حضرت عائشہ نے کہا ہاں۔

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ اور سعد بن ابی وقاص روزہ دار کو اجازت دیتے تھے بوسہ کیا۔ حضرت امام مالک کو پہنچا کہ ام المومنین جب بیان کرتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے روزہ میں تو فرماتیں کہ تم میں سے کون زیادہ قادر ہے اپنے نفس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے سوال ہوا روزہ دار کو بوسہ لینا کیسا ہے تو اجازت دی بوڑھے کو اور مکروہ رکھا جوان کے لئے۔ حضرت نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر منع کرتے تھے روزہ دار کو بوسہ اور مباشرت سے۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الصوم)

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ

یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا مباشرت کرنا

1687- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي عُلَيْيَةَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ دَخَلَ الْأَسْوَدُ وَمَسْرُوقٌ عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَا أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ قَالَتْ كَانُ يَفْعَلُ وَكَانَ أَمْلَكُكُمْ لَارِبِهِ

ابراہیم بیان کرتے ہیں: اسود اور مسروق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں نے دریافت کیا: کیا نبی کریم ﷺ روزے کی حالت میں مباشرت کر لیتے تھے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: آپ ﷺ ایسا کر لیتے تھے اور آپ ﷺ کو اپنی خواہش پر سب سے زیادہ قابو حاصل تھا۔

1688- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رُخِصَ لِلْكَبِيرِ الصَّائِمِ فِي الْمُبَاشَرَةِ وَكُرِّهَ لِلشَّابِّ

1687: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2574، و"رقم الحديث: 2575

1688: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بڑی عمر کے روزہ دار شخص کو مباشرت کی اجازت دی گئی ہے جبکہ نوجوانوں کے لیے اسے مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کان میں تیل چکایا یا پیٹ یا دماغ کی تھلی تک زخم تھا، اس میں دوا ڈالی کہ پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا حقہ لیا یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکری، مٹی، روئی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان میں بلا نیت روزہ روزہ کی طرح رہا یا صبح کو نیت نہیں کی تھی، دن میں زوال سے پیشتر نیت کی اور بعد نیت کھالیا یا روزہ کی نیت تھی مگر روزہ رمضان کی نیت نہ تھی یا اس کے حلق میں مینہ کی بوند یا اولاً چار ہایا بہت سا آنسو یا پسینہ نکل گیا یا بہت چھوٹی لڑکی سے جماع کیا جو قابل جماع نہ تھی یا مردہ یا جانور سے وطی کی یا ران یا پیٹ پر جماع کیا یا بوسہ لیا یا عورت کے ہونٹ پو سے یا عورت کا بدن بٹھو اگرچہ کوئی کپڑا حائل ہو، مگر پھر بھی بدن کی گرمی محسوس ہوتی ہو۔

اور ان سب صورتوں میں انزال بھی ہو گیا یا ہاتھ سے منی نکالی یا مباشرت فاحشہ سے انزال ہو گیا یا ادائے رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ فاسد کر دیا، اگرچہ وہ رمضان ہی کی قضا ہو یا عورت روزہ دار سورہی تھی، سوتے میں اس سے وطی کی گئی یا صبح کو ہوش میں تھی اور روزہ کی نیت کر لی تھی پھر پاگل ہو گئی اور اسی حالت میں اس سے وطی کی گئی یا یہ گمان کر کے کہ رات ہے، سحری کھالی یا رات ہونے میں شک تھا اور سحری کھالی حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا یہ گمان کر کے کہ آفتاب ڈوب گیا ہے، افطار کر لیا حالانکہ ڈوبنا نہ تھا یا دو شخصوں نے شہادت دی کہ آفتاب ڈوب گیا اور دو نے شہادت دی کہ دن ہے اور اس نے روزہ افطار کر لیا، بعد کو معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا تھا ان سب صورتوں میں صرف قضا لازم ہے، کفارہ نہیں۔ (در مختار، کتاب الصوم، میرت)

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْغِيَةِ وَالرَّفَثِ لِلصَّائِمِ

یہ باب ہے کہ روزہ دار شخص کا غیبت کرنا یا بے حیائی کا کام کرنا

روزے دار کا زبان کو کنٹرول میں رکھنے کا بیان

1689- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْجَهْلَ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَا حَاجَةَ لِلَّهِ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جھوٹی بات کہنے یا جہالت کا مظاہرہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کو ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ شخص کھانا یا پینا چھوڑ دے۔

1689: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث 1903 "ورقم الحديث 6057" أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث 2362 "أخرجه الترمذی فی "الجامع"

رقم الحديث: 707

شرح

لغو باطل کلام سے مراد وہ باتیں ہیں جن کو اپنی زبان سے نکالنے میں گناہ لازم آتا ہے جیسے کفریات بکنا جھوٹی گواہی دینا، افتراء پردازی، غیب کرنا، بہتان تراشی خواہ زنا کا بہتان ہو یا کسی برائی کا اور لعنت کرنا، یا اسی قسم کی وہ باتیں جن سے بچنا ضروری ہے۔ لہذا حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جس روزہ دار نے نہ تو لغو باطل کلام سے اپنی زبان کو بچالیا اور نہ برے افعال کی غلاظت سے اپنے دامن کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ اس نے اپنا کھانا پینا اور دوسری خواہشات چھوڑ رکھی ہیں۔ اس بات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یوں سمجھئے کہ روزے کا اصل مقصد کیا ہے؟ یہی تا کہ انسان اپنی خواہشات نفسانی کو موت کے گھاٹ اتار دے اور اپنے نفس امارہ کو حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا تابع بنا دے، مگر جب یہ مقصد ہی حاصل نہ ہوا کہ نہ تو روزہ دار نے بری باتیں ہی چھوڑیں اور نہ برے کام ہی چھوڑے جو روزے کے منافی ہیں تو اللہ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ روزہ دار کے محض بھوکا پیاسا ہونے کی کوئی پرواہ کرے یا اس طرف نظر عنایت کرے۔ گویا ”پرواہ نہ کرنے“ سے مراد ہے اس کی طرف التفات نہ کرنا اور اس کے روزہ کو شرف قبولیت سے نہ نوازنا اور ظاہر ہے کہ ایسے روزہ دار کی طرف اللہ التفات کرے بھی کیوں؟ اس نادان نے بیشک ان چیزوں کو تو ترک کیا جن کو رمضان کے مہینہ میں ترک کرنے ہی کا حکم ہے اگرچہ وہ دوسرے دنوں میں مباح ہیں مثلاً کھانا پینا اور جماع وغیرہ مگر ان چیزوں کو اختیار کیا جنہیں روزہ کیا کسی بھی حالت میں اختیار کرنا حرام ہے۔

مشائخ لکھتے ہیں کہ روزہ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک روزہ تو عوام کا ہے جس میں کھانے پینے اور جماع سے اپنے کو باز رکھا جاتا ہے۔ دوسرا روزہ وہ خواص کا ہے کہ جس میں تمام اعضاء اور حیات کو حرام و مکروہ خواہشات و لذات سے بچایا جاتا ہے بلکہ ایسی مباح چیزوں سے بھی اجتناب ہوتا ہے جو کسر نفسی کے منافی ہیں۔ اور تیسرا روزہ ان خاص الخواص کا ہوتا ہے کہ جس میں سوائے حق کے ہر چیز سے کلیۃً اجتناب ہوتا ہے بلکہ غیر حق کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا۔

1690- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”کئی روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جنہیں روزہ رکھنے کے نتیجے میں صرف بھوک حاصل ہوتی ہے اور کئی نوافل ادا کرنے والے ایسے ہوتے ہیں جنہیں نوافل ادا کر کے صرف رات کو جاگنا نصیب ہوتا ہے (یعنی انہیں اجر و ثواب نہیں ملتا)۔“

1691- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنبَاَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمٍ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرُفُثْ وَلَا يَجْهَلْ وَإِنْ جَهِلَ عَلَيْهِ أَحَدٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي

1690: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1691: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

اَمْرُو صَائِمٍ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”جب کسی شخص نے روزہ رکھا ہوا ہو تو وہ بے حیائی کی بات نہ کرے، جہالت کا مظاہرہ نہ کرے، اگر اس کے خلاف جہالت کا مظاہرہ کیا جائے تو وہ یہ کہہ دے میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔“

بَابُ: مَا جَاءَ فِي السُّحُورِ

یہ باب سحری کے بیان میں ہے

1692- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ أَنْبَاةٍ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَةً ﴿﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”سحری کیا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔“

1693- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :

اسْتَعِينُوا بِطَعَامِ السَّحْرِ عَلَى صِيَامِ النَّهَارِ وَبِالْقِيلُولَةِ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”سحری کھانے کے ذریعے دن کے روزے کے بارے میں مدد حاصل کرو اور دوپہر کے وقت سونے کے ذریعے رات کے نوافل کے بارے میں مدد حاصل کرو۔“

بَابُ: مَا جَاءَ فِي تَأْخِيرِ السُّحُورِ

یہ باب سحری تاخیر سے کرنے کے بیان میں ہے

1694- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ النَّسْرَائِي عَنِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ قِرَاءَةِ خَمْسِينَ آيَةً

1692: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1693: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1694: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 575، "ورقم الحديث: 1921" أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2547، أخرجه الترمذی فی "المعجم" رقم الحديث: 703، "ورقم الحديث: 704" أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 2154، "ورقم الحديث: 2155"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے: ہم نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ سحری کی۔ پھر ہم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں نے دریافت کیا: ان دونوں کے درمیان کتنا فرق تھا؟ انہوں نے جواب دیا: پچاس یا ساٹھ آیات کی تلاوت جتنے وقت کا فرق تھا۔

سحری کے وقت سفیدی کے ظاہر ہونے میں فقہی مذاہب کا بیان

حافظ عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب من الفجر کا لفظ نہیں اترتا تھا تو چند لوگوں نے اپنے پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگے باندھ لئے اور جب تک ان کی سفیدی اور سیاہی میں تمیز نہ ہوئی کھاتے پیتے رہے اس کے بعد یہ لفظ اتر ا اور معلوم ہو گیا کہ اس سے مراد رات سے دن ہے۔

مسند احمد میں ہے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو دھاگے (سیاہ اور سفید) اپنے تئیں رکھ لئے اور جب تک ان کے رنگ میں تمیز نہ ہوئی تب تک کھانا پیتا رہا صبح کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تیرا تکیہ بڑا لمبا چوڑا نکل اس سے مراد تو صبح کی سفیدی کا رات کی سیاہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے، مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امر قول کا یہ ہے کہ آیت میں تو دھاگوں سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی تاریکی ہے اگر تیرے تکیے تلے یہ دونوں آجاتی ہوں تو گویا اس کی لمبائی مشرق و مغرب تک کی ہے،

صحیح بخاری میں یہ تفسیر بھی روایتاً موجود ہے، بعض روایتوں میں یہ لفظ بھی ہے کہ پھر تو تو بڑی لمبی چوڑی گردن والا ہے، بعض لوگوں نے اس کے معنی بیان کئے ہیں کہ کند ذہن ہے لیکن یہ معنی غلط ہیں، بلکہ مطلب دونوں جملوں کا ایک ہی ہے کیونکہ جب تکیہ اتنا بڑا ہے تو گردن بھی اتنی بڑی ہی ہوگی واللہ اعلم۔

بخاری شریف میں حضرت عدی کا اسی طرح کا سوال اور آپ کا اسی طرح کا جواب تفصیل وار یہی ہے، آیت کے ان الفاظ سے سحری کھانے کا مستحب ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ کی رخصتوں پر عمل کرنا اسے پسند ہے، حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ سحری کھایا کرو اس میں برکت ہے (بخاری و مسلم)

ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے ہی کا فرق ہے (مسلم) سحری کا کھانا برکت ہے اسے نہ چھوڑو اگر کچھ نہ ملے تو پانی کا گھونٹ ہی سہی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں (مسند احمد)

اسی طرح کی اور بھی بہت سے حدیثیں ہیں سحری کو دیر کر کے کھانا چاہئے ایسے وقت کہ فراغت کے کچھ ہی دیر بعد صبح صادق ہو جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سحری کھاتے ہی نماز کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اذان اور سحری کے درمیان اتنا ہی فرق ہوتا تھا کہ پچاس آیتیں پڑھ لی جائیں (بخاری و مسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تک میری امت انظار میں جلدی کرے اور سحری میں تاخیر کرے تب تک بھلائی میں رہے گی۔ (مسند احمد)

یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام غذائے مبارک رکھا ہے، مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی ایسے وقت کہ گویا سورج طلوع ہونے والا

ہی تھا لیکن اس میں ایک راوی عامر بن ابونجود منفرد ہیں اور مراد اس سے دن کی نزدیکی ہے جیسے فرمان باری تعالیٰ لسا اذا بسلسن اجلهن الخ یعنی جب وہ عورتیں اپنے وقتوں کو پہنچ جائیں مراد یہ ہے کہ جب عدت کا زمانہ ختم ہو جانے کے قریب ہو یہی مراد یہاں اس حدیث سے بھی ہے کہ انہوں نے سحری کھائی اور صبح صادق ہو جانے کا یقین نہ تھا بلکہ ایسا وقت تھا کہ کوئی کہتا تھا ہو گئی کوئی کہتا تھا نہیں ہوئی کہ اکثر اصحاب رسول اللہ کا دیر سے سحری کھانا اور آخری وقت تک کھاتے رہنا ثابت ہے۔

جیسے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین کی بھی ایک بہت بڑی جماعت سے صبح صادق طلوع ہونے کے بالکل قریب تک ہی سحری کھانا مروی ہے، جیسے محمد بن علی بن حسین، ابو مجلز، ابراہیم نخعی، ابوالفضلی، ابو داؤد، وغیرہ، شاگردان ابن مسعود، عطاء، حسن، حاکم بن عیینہ، مجاہد، عروہ بن زبیر، ابوالشعثاء، جابر بن زیاد، غمش اور جابر بن رشد کا ہے۔

ابن جریری نے اپنی تفسیر میں بعض لوگوں سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ سورج کے طلوع ہونے تک کھانا پینا جائز ہے جیسے غروب ہوتے ہی افطار کرنا، لیکن یہ قول کوئی اہل علم قبول نہیں کر سکتا کیونکہ نص قرآن کے خلاف ہے قرآن میں حیط کا لفظ موجود ہے، بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر تم سحری سے نہ رک جایا کرو وہ رات باقی ہوتی ہے اذان دے دیا کرتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو جب تک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان نہ سن لو وہ اذان نہیں کہتے جب تک فجر طلوع نہ ہو جائے۔

مسند احمد میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ فجر نہیں جو آسمان کے کناروں میں لمبی پھیلتی ہے بلکہ وہ جو سرخی والی اور کنارے کنارے ظاہر ہونے والی ہوتی ہے ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اس میں ہے کہ اس پہلی فجر کو جو طلوع ہو کر اوپر کو چڑھتی ہے دیکھ کر کھانے پینے سے نہ کو بلکہ کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ سرخ دھاری پیش ہو جائے،

ایک اور حدیث میں صبح کا زب اور اذان بلال کو ایک ساتھ بھی بیان فرمایا ہے ایک اور روایت میں صبح کا زب کو صبح کی سفیدی کے ستون کی مانند بتایا ہے، دوسری روایت میں اس پہلی اذان کو جس کے موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے یہ وجہ بیان کی ہے کہ وہ سوتوں کو جگانے اور نماز تہجد پڑھنے والوں اور قضا لوٹانے کے لئے ہوتی، فجر اس طرح نہیں ہے جب تک اس طرح نہ ہو (یعنی آسمان میں اونچی چڑھنے والی نہیں بلکہ کناروں میں دھاری کی طرح ظاہر ہونے والی۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ فجر دو ہیں ایک تو بھیڑیہ کی دم کی طرح ہے اس سے روزے دار پر کوئی چیز حرام نہیں ہوتی ہاں وہ فجر جو کناروں میں ظاہر ہو وہ صبح کی نماز اور روزے دار کا کھانا موقوف کرنے کا وقت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو سفیدی آسمان کے نیچے سے اوپر کو چڑھتی ہے اسے نماز کی حلت اور روزے کی حرمت سے کوئی سروکار نہیں لیکن فجر جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چمکنے لگتی ہے وہ کھانا پینا حرام کرتی ہے۔ حضرت عطاء سے مروی ہے کہ آسمان میں لمبی لمبی چڑھنے والی روشنی نہ تو روزہ رکھنے والے پر کھانا پینا حرام کرتی ہے نہ اس سے نماز کا وقت آیا ہو معلوم ہو سکتا ہے نہ حج فوت ہوتا ہے لیکن جو صبح پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیل جاتی ہے یہ وہ صبح ہے روزہ دار کے لئے سب چیزیں حرام کر دیتی ہے اور

نازی کو نماز حلال کر دیتی ہے اور حج فوت ہو جاتا ہے ان دونوں روایتوں کی سند صحیح ہے اور بہت سے سلف سے منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرہ، ۱۸۷)

1695- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زَيْدٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ تَسَحَّرْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ النَّهَارُ إِلَّا أَنَّ الشَّمْسَ لَمْ تَطْلُعْ

• • • حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ صبح (صادق) ہو جانے کے بعد سحری کھائی تھی تاہم ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔

1696- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَأَبْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدُكُمْ أَذَانَ بِلَالٍ مِنْ سُحُورِهِ فَإِنَّهُ يُؤْذَنُ لِنَتَبَةِ نَائِمِكُمْ وَلِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ وَلَيْسَ الْفَجْرُ أَنْ يَقُولَ هَكَذَا وَلَكِنْ هَكَذَا يَغْتَرِضُ فِي أَلْفِ السَّمَاءِ

• • • حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بلال کی اذان کسی بھی شخص کو سحری کھانے سے منع نہ کرے کیونکہ وہ اس لئے اذان دیتا ہے تاکہ نفل پڑھنے والا گھر چلا جائے اور سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے فجر اس طرح نہیں ہوتی۔ بلکہ اس طرح ہوتی ہوئے یعنی وہ آسمان کے افق میں چوڑائی کی سمت میں پھیلتی ہے۔

سحری کے وقت میں فقہی تطبیق کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ بلال رضی اللہ عنہ کچھ رات رہنے سے اذان دے دیا کرتے تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دیں تم کھاتے پیتے رہو کیونکہ وہ صبح صادق کے طلوع سے پہلے اذان نہیں دیتے۔

قاسم نے بیان کیا کہ دونوں (بلال اور ام مکتوم) کی اذان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک چڑھتے تو دوسرے اترتے۔

علامہ قسطلانی نے نقل کیا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سحری بہت قلیل ہوتی تھی ایک آدھ کھجور یا ایک آدھ لقمہ اسی لئے یہ قلیل فاصلہ بتلایا گیا حدیث ہذا میں صاف مذکور ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ صبح صادق سے پہلے اذان دیا کرتے تھے یہ ان کی سحری کی اذان ہوتی تھی اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ فجر کی اذان اس وقت دیتے جب لوگ ان سے کہتے کہ فجر ہو گئی ہے کیونکہ وہ خود نابینا تھے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں والمعنى فى الجميع ان بلالا كان يؤذن قبل الفجر ثم يتربص بعد

1695: أخرجه الترمذى فى "السنن" رقم الحديث: 2151 'ورقم الحديث: 2152 'ورقم الحديث: 2153

1696: أخرجه البخارى فى "الصحیح" رقم الحديث: 621 'ورقم الحديث: 5298 'ورقم الحديث: 7247 'أخرجه مسلم فى "الصحیح" رقم الحديث: 2536 'ورقم

الحديث: 2537 'ورقم الحديث: 2538 'أخرجه ابوداود فى "السنن" رقم الحديث: 2347 'أخرجه الترمذى فى "السنن" رقم الحديث: 640 'ورقم الحديث: 2169

للدعاء ونحوه ثم يرقب الفجر فاذا قارب طلوعه نزل فاخبر ابن ام مكتوم . الخ یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر سے قبل اذان دے کر اس جگہ دعاء کے لئے ٹھہرے رہتے اور فجر کا انتظار کرتے جب طلوع فجر قریب ہوتی تو وہاں سے نیچے اتر کر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اطلاع کرتے اور وہ پھر فجر کی اذان دیا کرتے تھے ہر دو کی اذان کے درمیان قلیل فاصلہ کا مطلب یہی سمجھ میں آتا ہے آیت قرآنیہ حتی یتبین لکم الخیط الالیض سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صبح صادق نمایاں ہو جانے تک سحری کھانے کی اجازت ہے جو لوگ رات رہتے ہوئے سحری کھا لیتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے سنت سحری وہی ہے کہ اس سے فارغ ہونے اور فجر کی نماز شروع کرنے کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہو جتنا کہ پچاس آیات کے پڑھنے میں وقت صرف ہوتا ہے طلوع فجر کے بعد سحری کھانا جائز نہیں ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں سحری اپنے گھر کھاتا پھر جلدی کرتا تا کہ نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (سحری وہ بالکل آخر وقت کھایا کرتے تھے پھر جلدی سے جماعت میں شامل ہو جاتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز ہمیشہ طلوع فجر کے بعد اندھیرے ہی میں پڑھا کرتے تھے ایسا نہیں جیسا کہ آج کل حنفی بھائیوں نے معمول بنالیا ہے کہ نماز فجر بالکل سورج نکلنے کے وقت پڑھتے ہیں ہمیشہ ایسا کرنا سنت نبوی کے خلاف ہے نماز فجر کو اول وقت ادا کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

حضرت قتادہ نے بیان کیا ان سے انس نے اور ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے سحری کھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے میں نے پوچھا کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا تو انہوں نے کہا کہ پچاس آیتیں (پڑھنے) کے موافق فاصلہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی سند میں حضرت قتادہ بن عامر کا نام آیا ہے ان کی کنیت ابو الخطاب السدوسی ہے تابعین اور قوی الحافظ تھے، بکر بن عبد اللہ مزیٰ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جس کا جی چاہے اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ قوی الحافظ بزرگ کی زیارت کرے وہ قتادہ کو دیکھ لے، خود قتادہ کہتے ہیں کہ جو بات بھی میرے کان میں پڑتی ہے اسے قلب فوراً محفوظ کر لیتا ہے، عبد اللہ بن سر جس اور انس اور سے بہت دیگر حضرات سے روایت کرتے ہیں۔ 70ھ میں انتقال فرمایا رحمۃ اللہ علیہ (امین)

بَابُ: مَا جَاءَ فِي تَعْجِيلِ الْإِفْطَارِ

یہ باب افطاری جلدی کرنے کے بیان میں ہے

افطاری جلد کرنے میں بھلائی ہونے کا بیان

تہا بن سَعْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْإِفْطَارَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: لوگ اس وقت تک بھلائی پر گامزن رہیں گے جب تک وہ افطاری جلدی کرتے رہیں گے۔

افطاری میں جلدی کرنے کی اہمیت کا بیان

1698- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ عَجَّلُوا الْفِطْرَ فَإِنَّ الْيَهُودَ يُؤَخِّرُونَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"لوگ اس وقت تک بھلائی پر گامزن رہیں گے جب تک وہ افطاری جلدی کرتے رہیں گے تم بھی افطاری جلد کر لیا کرو کیونکہ یہودی اسے تاخیر سے کرتے ہیں۔"

شرح

یہود و نصاریٰ افطار میں اتنی تاخیر کرتے ہیں کہ ستارے گنجان یعنی پوری طرح نکل آتے ہیں اور اس زمانہ میں روافض بھی ان کی پیروی کرتے ہیں لہذا وقت ہو جانے پر جلدی افطار کرنے میں اہل باطل کی مخالفت ہوتی ہے اور دین کا غلبہ اور دین کی شوکت ظاہر ہوتی ہے یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دین کے دشمنوں کی مخالفت دین کی مضبوطی اور غلبہ کا باعث ہے اور ان کی موافقت دین کے نقصان کا ذریعہ ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے آیت (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فإِنَّهُ مِنَهُمْ)۔ اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ ان میں سے بعض بعض لوگوں کے دوست ہیں تم میں سے جو شخص ان سے دوستی کرے گا وہ ان ہی میں سے ہوگا۔

حضرت ابو عطیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور مسروق دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ام المؤمنین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں دو اشخاص ہیں ان میں سے ایک صاحب تو جلدی افطار کرتے ہیں اور جلدی نماز پڑھتے ہیں دوسرے صاحب دیر کر کے افطار کرتے ہیں دیر کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ جلدی افطار کرنے والے اور نماز پڑھنے والے کون صاحب ہیں؟ ہم نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا اور دوسرے صاحب جو افطار میں اور نماز میں دیر کرتے تھے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم، رقم الحدیث: 499)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بڑے اونچے درجے کے عالم اور فقیہ تھے اس لئے انہوں نے سنت کے مطابق عمل کیا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بھی بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کا عمل بیان جواز کی خاطر تھا یا انہیں کوئی عذر لاحق ہو گا یہ بھی احتمال

ہے کہ وہ ایسا کبھی کبھی (کسی مصلحت و مجبوری کی خاطر) کرتے ہوں گے۔

بَابُ: مَا جَاءَ عَلَى مَا يُسْتَحَبُّ الْفِطْرُ

یہ باب ہے کہ کس چیز کے ساتھ افطاری کرنا مستحب ہے؟

کھجور یا پانی سے روزہ افطار کرنے کا بیان

1699- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنِ الرَّبَابِ أُمِّ الرَّائِحِ بِنْتِ صُلَيْعٍ عَنْ عَمِّهَا سَلَمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفِطِرْ عَلَى تَمْرٍ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُفِطِرْ عَلَى الْمَاءِ فَإِنَّهُ طَهُورٌ

• • • حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جس کسی شخص نے افطاری کرنی ہو تو وہ کھجور کے ذریعے افطاری کرے اگر وہ نہیں ملتی تو پھر پانی کے ذریعے کر لے کیونکہ یہ طہارت دیتا ہے۔“

شرح

کھجور اور پانی سے افطار کرنے کا حکم استحباب کے طور پر ہے اور کھجور سے افطار کرنے میں بظاہر حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت معدہ خالی ہوتا ہے اور کھانے کی خواہش پوری طرح ہوتی تو اس صورت میں جو چیز کھائی جاتی ہے اسے معدہ اچھی طرح قبول کرتا ہے لہذا ایسی حالت میں جب شیرینی معدہ میں پہنچتی ہے تو بدن کو بہت زیادہ فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ شیرینی کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے قوائے جسمانی میں قوت جلدی سرایت کرتی ہے خصوصاً قوت باصرہ کو شیرینی سے بہت فائدہ پہنچتا ہے اور چونکہ عرب میں شیرینی اکثر کھجور ہی کی ہوتی ہے اور اہل عرب کے مزاج اس سے بہت زیادہ مانوس ہیں اس لئے کھجور سے افطار کرنے کے لئے فرمایا گیا کھجور نہ پانے کی صورت میں پانی سے افطار کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ ظاہر و باطنی طہارت و پاکیزگی کے لئے فال نیک ہے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي فَرْضِ الصَّوْمِ مِنَ اللَّيْلِ وَالْخِيَارِ فِي الصَّوْمِ

یہ باب رات میں ہی روزہ لازم کر لینے اور روزے میں اختیار ہونے کے بیان میں ہے

روزہ اور نیت روزہ کا بیان

1700- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الْقَطَوَانِيُّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ خَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَضْهُ مِنَ اللَّيْلِ

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اس شخص کا روزہ نہیں ہوتا جو صبح صادق ہونے سے پہلے اس کی نیت نہیں کرتا۔

روزے میں نیت کو معلق کرنے کا فقہی بیان

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ایک یہ کہ روزہ رکھنے کو کسی شرط کے ساتھ واجب کرے مثلاً میرا فلاں کام ہو گیا یا بیمار تندرست ہو گیا۔ تو میں روزہ رکھوں گا۔ اس صورت میں جب شرط پائی جائے مثلاً وہ کام پورا ہو گیا یا بیمار تندرست ہو گیا تو اتنے روزے رکھنا اس پر واجب ہیں جتنے بولے تھے۔

ہاں اگر روزے وغیرہ کو کسی ایسی شرط پر معلق یا مشروط کیا جس کا ہونا نہیں چاہتا مثلاً یہ کہا کہ اگر میں تمہارے گھر آؤں تو مجھ پر اتنے روزے ہیں کہ اس کا مقصود یہ ہے کہ میں تمہارے یہاں نہیں آؤں گا۔ ایسی صورت میں اگر وہ شرط پائی گئی یعنی اس کے یہاں گیا تو اختیار ہے کہ جتنے روزے بولے تھے۔ وہ رکھ لے یا قسم توڑنے کا کفارہ دے دے کہ منت کی بعض صورتوں میں قسم کے احکام جاری ہوتے ہوں۔ (درعنا وغیرہ) نذر کی ان دونوں صورتوں کو نذر معلق کہتے ہیں۔ نذر کی دوسری قسم ہے نذر غیر معلق کہ منت کو کسی شرط سے معلق نہیں کیا۔ بلا شرط نماز، روزہ یا حج و عمرہ کی منت مان لی تو اس صورت میں منت پوری کرنا ضروری ہے۔

(عالمگیری، کتاب صوم، بیروت)

نذر معلق میں شرط پائی جانے سے پہلے منت پوری نہیں کر سکتا۔ اگر پہلے ہی روزے رکھ لیے بعد میں شرط پائی گئی تو اب پھر روزے رکھنا واجب ہوں گے پہلے روزے اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ اور غیر معلق میں اگرچہ وقت یا جگہ معین کرے مگر منت پوری کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس سے پیشتر یا اس کے غیر میں نہ ہو سکے۔ بلکہ اگر اس وقت سے پیشتر روزے رکھ لے یا نماز پڑھ لی وغیرہ وغیرہ تو منت پوری ہو گئی۔ (درعنا، کتاب صوم، بیروت)

1700: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث 2454، أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث 730، أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث 2330، ورقم الحديث 2331، ورقم الحديث 2332، ورقم الحديث 2335، ورقم الحديث 2336، ورقم الحديث 2337، ورقم الحديث 2338، ورقم الحديث 2339، ورقم الحديث 2340، ورقم الحديث 2341، ورقم الحديث 2342

امام ابو الحسن فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ روزے کی دو اقسام ہیں۔ (۱) واجب (۲) نفل۔ اور واجب کی دو اقسام ہیں۔ ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ جو معین زمانے کے ساتھ متعلق ہو جس طرح رمضان کا روزہ اور نذر معین کا روزہ ہے۔ یہ روزہ ایسی نیت کے ساتھ جائز ہے جو رات سے کی گئی ہو۔ اور اگر اس نے نیت نہ کی حتیٰ کہ صبح ہو گئی تب اس کے لئے صبح اور زوال کے درمیان نیت کر لینا کافی ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کافی نہیں ہے۔

تو جان لے کہ رمضان کا روزہ فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں اور رمضان کے روزوں کی فرضیت پر اجماع ہو چکا ہے۔ اسی دلیل کی وجہ سے اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اور نذر کا روزہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنی نذروں کو پورا کرو۔ اور پہلے روزے کا سبب شہر رمضان ہے لہذا اس کی اضافت اسی کی طرف کی گئی ہے۔ اور رمضان کا روزہ شہر رمضان کے مکرر ہونے کی وجہ سے مکرر ہے۔ لہذا رمضان کا ہر دن روزے کے وجوب کا سبب ہے۔ اور نذر معین کا سبب نذر ہے۔ اور نیت روزے کی شرط ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب صوم، لاہور)

اور اس اختلافی مسئلے میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس شخص کا روزہ ہی نہیں جس نے روزے کو نیت رات نہ کی ہو۔ لہذا جب نیت کے مفقود ہونے کی وجہ سے پہلا جز نہ پایا گیا تو دوسرا بھی مفقود ہو گیا۔ کیونکہ روزے کے اجزاء اور حصے نہیں ہوتے۔ بہ خلاف نفلی روزے کے کیونکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کے حصے ہو سکتے ہیں۔ اور ہماری دلیل یہ ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی چاند کی گواہی کے بعد آیا تو آپ نے فرمایا: سنو جس نے کچھ کھایا ہے تو وہ بقیہ دن میں کچھ نہ کھائے اور جس نے کچھ نہیں کھایا تو وہ روزے رکھے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ حدیث فضیلت و کمال کی نفی پر محمول کی گئی ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے یہ نیت نہ کی ہو کہ یہ روزہ رات سے ہے کیونکہ یہ دن کا روزہ ہے۔ لہذا دن کے اول میں جو رکنا ہے وہ مؤخر کی نیت کے ساتھ موقوف رہے گا۔ جو دن کے اکثر حصہ سے ملی ہوئی ہے جس طرح نفل ہے کیونکہ روزے ایسا واحد رکن ہے جو امتداد (وقت میں اپنی ذات کو کھینچنے والا) ہے۔ جبکہ نیت اللہ تعالیٰ کے لئے متعین کرنے کے لئے ہے۔ لہذا اکثر حصے کے ساتھ جانب وجودی کو ترجیح ہوگی بہ خلاف نماز اور حج کے کیونکہ ان دونوں کے کئی ارکان ہیں۔ پس نیت کا اسی عقد کے ساتھ اتصال شرط ہے۔ جو ان دونوں کی ادائیگی کے لئے کیا گیا ہے۔ بہ خلاف رمضان کے روزے کی قضاء کے کیونکہ وہ اسی دن کے ساتھ موقوف ہے۔ اور وہ نفل ہے بہ خلاف زوال کے بعد والے روزے کے کیونکہ نیت کا ملا ہوا ہونا دن کے اکثر حصے میں نہیں پایا گیا۔ لہذا فوت ہونے والی جہت کو ترجیح ہوگی۔

اس کے بعد صاحب قدوری کا قول ”مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الزَّوَالِ“ جبکہ جامع جامع صغیر میں ”قَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ“ کہا گیا ہے اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ دن کے اکثر حصے میں نیت کا پایا جانا لازم ہے۔ جبکہ شرعی طور پر نصف دن طلوع فجر سے بڑھی ہوئی (چاشت کی) روشنی تک ہے نہ کہ وقت زوال تک ہے۔ لہذا اس سے پہلے ہی نیت کا کرنا شرط ہے۔ تاکہ نیت دن کے اکثر حصے میں ثابت ہو جائے۔ اور مسافر و مقیم دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے کیونکہ ہماری بیان کردہ دلیل میں کہیں تفصیل نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب صوم، لاہور)

روزے کی نیت کے تعین میں فقہ شافعی و حنفی کے اختلاف کا بیان

علامہ علاؤ الدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نفلی روزہ مطلق نیت کے ساتھ جائز ہے اور واجب روزے کے لئے نیت ضروری ہے وہ نیت کے بغیر جائز نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ وہ فرض ہے اور اس کی ادائیگی تعین نیت کے بغیر نہ ہوگی۔ لہذا کفارے، نذر وغیرہ کے روزوں کے لئے نیت کا تعین ضروری ہے کیونکہ وہ بغیر نیت کے جائز نہیں ہیں۔ اور ان کی دلیل یہ بھی ہے کہ روزے کی اصل میں نیت صفت زائدہ ہے لہذا نیت اس کے ثواب کے ساتھ متعلق ہوگی۔ لہذا نیت ضروری ہوئی کیونکہ وہ فرض کی نیت ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”تم میں سے جو رمضان کا مہینہ پائے تو اس کا روزہ رکھے۔ اس آیت میں شہور رمضان کا وجود انسان کو نیت سے بری کر دیتا ہے کیونکہ اس کا اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ لہذا اس شخص کو اس کا روزے کی طرف پھرتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ یہ وہی روزہ ہے۔ (یعنی جس کا اس مہینے میں حکم دیا گیا ہے)

اسی طرح دوسری دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر بندے کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی (بخاری) لہذا یہاں اس شخص کا اس کا اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا۔ اور اس سے مراد رمضان کا روزہ ہوگا۔ کیونکہ اگر کوئی اور روزہ مراد لیا جائے تو یہ خلاف نص ہوگا (کیونکہ نص اسی مہینے کے وقت میں رمضان المبارک کے روزے کے بارے میں بیان ہو چکی ہے)۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ جب اس مہینے میں ایک وقت معین کے اندر ایک معین روزے کا حکم شریعت نے بیان کر دیا ہے تو اس کی اقسام نہیں ہوں گی بلکہ اس سے مراد صرف رمضان کا روزہ ہی معین ہوگا۔ جبکہ کفارات اور نذر وغیرہ جیسے واجب روزہ کے لئے کسی وقت کا تعین نہیں ہوتا لہذا ان کے لئے نیت کا تعین ضروری ہوا کیونکہ وہ وقت سے خالی ہوتے ہیں۔ لہذا جب روزے رمضان کے مہینے کے سوا میں ہوں تو محتاج نیت ہوتے ہیں کیونکہ ان کی تعین ضروری ہوتی ہے۔

(بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۸۳، بیروت)

نیت اور اختیار روزہ کا بیان

1701 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَرِيكَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَتَقُولُ لَا فَيَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ فَيَقِيمُ عَلَى صَوْمِهِ ثُمَّ يُهْدِي لَنَا شَيْءً فَيَفِطِرُ قَالَتْ وَرُبَّمَا صَامَ وَأَفْطَرَ قُلْتُ كَيْفَ ذَا قَالَتْ إِنَّمَا مَثَلُ هَذَا مَثَلُ الَّذِي يَخْرُجُ بِصَدَقَةٍ لِيُغْنِي بَعْضًا وَيُغْنِيكَ بَعْضًا

» سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے ہاں (کھانے کے لیے کچھ ہے؟) ہم نے جواب دیا: جی نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں روزہ رکھ لیتا ہوں پھر

آپ ﷺ روزے کی حالت میں رہے پھر ہمیں کوئی چیز تحفہ دی گئی تو نبی کریم ﷺ نے اپنا روزہ ختم کر دیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ بعض اوقات روزہ رکھ کے توڑ دیتے تھے میں نے دریافت کیا: اس کی وجہ کیا ہے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص صدقہ کرنے کے لیے کچھ نکالتا ہے تو اس میں سے کچھ دیدیتا ہے اور کچھ نہیں دیتا۔

نیت روزہ کے بارے میں مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت حصہ رضی اللہ عنہا راویہ ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص روزے کی نیت فجر سے پہلے نہ کرے تو اس کا روزہ کامل نہیں ہوتا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، اور امام ابوداؤد فرماتے ہیں معمر، زبیدی ابن عیینہ اور یونس ابی ان تمام نے اس روایت کو زہری سے نقل کیا ہے اور حضرت حصہ رضی اللہ عنہا پر موقوف کیا ہے یعنی اس حدیث کو حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کا قول کہا ہے۔

اس حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر روزہ کی نیت رات ہی سے نہ کی جائے تو روزہ درست نہیں ہوتا خواہ روزہ فرض ہو یا واجب ہو یا نفل۔ لیکن اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہی مسلک ہے کہ روزہ میں نیت رات ہی سے کرنی شرط ہے خواہ روزہ کسی نوعیت کا ہو، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا بھی یہی قول ہے لیکن نفل کے معاملے میں ان دونوں کے یہاں اتنا فرق ہے کہ اگر روزہ نفل ہو تو امام احمد کے ہاں زوال سے پہلے بھی نیت کی جاسکتی ہے اور امام شافعی کے نزدیک آفتاب غروب ہونے سے پہلے تک بھی نیت کر لینی جائز ہے۔ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ رمضان نفل اور نذر معین کے روزہ میں آدھے دن شرعی یعنی زوال آفتاب سے پہلے پہلے نیت کر لینی جائز ہے لیکن قضاء کفارہ اور نذر مطلق میں حنفیہ کے یہاں بھی رات ہی سے نیت کرنی شرط ہے ان تمام حضرات کی دلیلیں فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

رمضان المبارک کے روزے کی نیت فجر سے قبل رات کو کرنی واجب ہے بغیر نیت کیے دن کو روزہ کفایت نہیں کرے گا، لہذا جس شخص کو چاشت کے وقت یہ علم ہوا کہ آج تو رمضان کی یکم تاریخ ہے اور اس نے روزہ رکھنے کی نیت کر لی تو غروب آفتاب تک اسے بغیر کھائے پئے رہنا ہوگا، اور اس پر اس دن کی قضاء ہوگی، اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما امام المؤمنین حصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے فجر سے قبل روزے کی نیت نہ کی تو اس کا روزہ نہیں ہے۔

اسے امام احمد اور اصحاب سنن اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے مرفوعاً اور صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ تو فرضی روزہ کے متعلق ہے، لیکن نفل روزہ میں دن کے وقت روزہ کی نیت کرنی جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اگر اس نے فجر کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو اور نہ ہی جماع کیا ہو، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن چاشت کے وقت گھر میں آئے اور

فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) ہے؟

تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: نہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پھر میں روزے سے ہوں۔ اے امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں روایت کیا ہے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُصْبِحُ جُنْبًا وَهُوَ يُرِيدُ الصِّيَامَ

یہ باب ہے کہ ایسے شخص کا حکم جو صبح کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتا ہے

اور وہ روزہ رکھنا چاہتا ہے

1702- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَرُو بْنِ دِينَارٍ عَنْ يَحْيَى ابْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ الْقَارِي قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ لَا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ مَا آتَا قُلْتُ مَنْ أَصْبَحَ وَهُوَ جُنْبٌ فَلْيُفِطِرْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جی نہیں! رب کعبہ کی قسم! میں یہ بات نہیں کہتا کہ جو شخص صبح کے وقت جنابت کی حالت میں ہو تو اسے روزہ نہیں رکھنا چاہئے یہ بات حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے۔

1703- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ لُصْلُبٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ هَالِثَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيتُ جُنْبًا فَيَأْتِيهِ بِلَالٌ فَيُؤَدِّئُهُ بِالصَّلَاةِ فَيَقُومُ فَيُغْتَسِلُ فَيَنْظُرُ إِلَى تَحْدِيرِ الْمَاءِ مِنْ رَأْسِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيَسْمَعُ صَوْتَهُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ قَالَ مُطَرِّفٌ فَقُلْتُ لِعَامِرِ أَيْ رَمَضَانَ قَالَ رَمَضَانَ وَغَيْرَهُ سَوَاءٌ

•• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ رات کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آتے اور آپ ﷺ کو نماز کے لیے اطلاع دیتے تھے تو نبی کریم ﷺ اٹھ کر غسل کر لیتے تھے تو نبی کریم ﷺ کے سر مبارک سے پانی گرنے کا منظر آج بھی میری نگاہ میں ہے پھر آپ ﷺ تشریف لے جاتے تھے اور فجر کی نماز میں آپ ﷺ کی (تلاوت کی) آواز میں سن رہی ہوتی تھی۔

مطرف نامی راوی کہتے ہیں: میں نے عامر شعبی دریافت کیا: شاید یہ رمضان کے مہینے کی بات ہوگی (تو میرے استاد نے) جواب دیا رمضان اور اس کے علاوہ میں حکم برابر ہے۔

1704- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ سَأَلْتُ أُمَّ سَلَمَةَ عَنْ

1702: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1703: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1704: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الرَّجُلُ يُصْبِحُ وَهُوَ جُنُبٌ يُرِيدُ الصَّوْمَ لَأَلَّا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِّنَ الْوَقَاعِ لَا مِّنْ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيُتِمُّ صَوْمَهُ

••• نافع بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو جنابت کی حالت میں صبح کرتا ہے وہ روزہ رکھنا چاہتا ہے تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی کریم ﷺ محبت کرنے کی وجہ سے احتلام کی وجہ سے نہیں صبح کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے پھر آپ ﷺ غسل کر لیتے تھے اور روزہ مکمل کر لیتے تھے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ الدَّهْرِ

یہ باب ہمیشہ روزے رکھنے کے بیان میں ہے

ہمیشہ روزہ رکھنے کی کراہت کا بیان

1705- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَأَبُو دَاوُدَ قَالُوا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّيْخِيرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ الْآبَدَ فَلَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ

••• مطرف بن عبد اللہ اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اس نے نہ تو روزہ رکھا نہ ہی روزہ چھوڑا (یعنی اسے اجر و ثواب حاصل نہیں ہوتا)

1706- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ الْمَكِّيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْآبَدَ

••• حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اس نے روزہ نہیں رکھا۔“

شرح

حضرت مسلم قرشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یا کسی اور شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ روزہ رکھنے کے بارہ میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اوپر تمہارے اہل و عیال کا بھی حق ہے اس لئے رمضان میں اور ان ایام میں جو رمضان سے متصل ہیں یعنی شش عید کے روزے رکھو نیز زیادہ سے زیادہ ہر بدھ اور جمعرات کو روزہ رکھ لیا کرو، اگر تم نے یہ

1705: أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 2379

1706: أخرجه البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1153 'ورقم الحدیث: 1977 'ورقم الحدیث: 1979 'ورقم الحدیث: 2728 'ورقم الحدیث:

2770 'أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 768 'أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 2376 'ورقم الحدیث: 2377 'ورقم الحدیث: 2396 'ورقم

الحدیث: 2397 'ورقم الحدیث: 2399 'ورقم الحدیث: 2400 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2449 'أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث:

2429 'ورقم الحدیث: 2430

روزے رکھ لئے تو سمجھ کہ ہمیشہ روزے رکھے۔ (ابوداؤد ترمذی، معجم الصالح: جلد دوم، رقم الحدیث 572)

مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ روزے رکھنے کی وجہ سے چونکہ ضعف لاحق ہو جاتا ہے جس کی بناء پر نہ صرف یہ کہ ادائیگی حقوق میں نفل پڑتا ہے بلکہ دوسری عبادات میں بھی نقصان اور حرج واقع ہوتا ہے لہذا اسی سبب سے ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ ہے ہاں جس شخص کو اس کی وجہ سے ضعف لاحق ہو تو اس کے لئے ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہوگا بلکہ مستحب ہوگا اسی طرح دائمی روزے کی ممانعت کے سلسلہ میں منقول احادیث میں اور ان مشائخ و سلف کے عمل میں کہ جو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے مذکورہ بالا وضاحت سے تطبیق بھی ہو جاتی ہے نیز ہو سکتا ہے کہ یہاں جو حدیث ذکر کی گئی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث سے پہلے ارشاد فرمائی ہوگی جس میں بتایا گیا تھا کہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھنے سے ہمیشہ روزہ رکھنے کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

ہمیشہ کے روزے رکھنے مستقلاً مکروہ ہیں اور درمختار میں بھی یہی منقول ہے کہ دائمی طور پر روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے جب کہ یہاں یہ بات بتائی گئی ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھنا اسی وقت مکروہ ہے جب کہ روزہ دار کے ضعف دنا توانی میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو مگر ضعف کا خوف نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہوگا، لہذا ان تمام اقوال میں مطابقت پیدا کی جائے کہ جن اقوال سے دائمی روزوں کا مطلقاً مکروہ ہونا ثابت ہوتا ہے درحقیقت ان کا محمول بھی خوف ضعف ہے یعنی ان اقوال کا مطلب بھی یہی ہے کہ اگر ضعف کا خوف ہو تو دائمی روزے مکروہ ہوں گے ورنہ نہیں۔

عبادات میں اعتدال اختیار کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ عبداللہ کیا مجھے یہ اطلاع نہیں ملی (یعنی مجھے یہ معلوم ہوا ہے) کہ تم (روزانہ) دن میں تو روزے رکھتے ہو اور (ہر رات میں) پوری شب اللہ کی عبادت اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو (بلکہ) روزہ بھی رکھو اور بغیر روزہ بھی رہو، رات میں عبادت الہی بھی کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے (لہذا اپنے بدن کو زیادہ مشقت اور ریاضت میں مبتلا نہ کرو تا کہ بیماری یا ہلاکت میں نہ پڑ جاؤ) تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے (اس لئے رات میں سویا بھی کرو تا کہ آنکھیں آرام و سکون پائیں) تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے (اس لئے اس کے شب باشی اور محبت و مباشرت کرو) اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔

(لہذا ان کے ساتھ کلام و گفتگو کرو، ان کی خاطر و مہمانداری کرو اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہو) جس شخص نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے (گویا) روزہ نہیں رکھا (البتہ) ہر مہینہ میں تین دن کے روزے ہمیشہ کے روزہ کے برابر ہیں لہذا ہر مہینہ میں تین دن (یعنی ایام بیض کے یا مطلقاً کسی بھی تین دن کے) روزے رکھ لیا کرو اور اسی طرح ہر مہینہ میں قرآن پڑھا کرو (یعنی ایک مہینہ میں ایک قرآن ختم کر لیا کرو) میں نے عرض کیا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ کی ہمت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تو پھر) بہترین روزہ جو روزہ داؤد ہے رکھ لیا کرو (جس کا طریقہ یہ ہے کہ) ایک دن تو روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو اور اس میں اضافہ نہ کرو (یعنی نفل روزے رکھنے اور قرآن شریف ختم کرنے کی مذکورہ بالا تعداد و مقدار

میں رہا کرتی تھی اور یہ سب کچھ وہ روزہ رکھنے والی تھیں۔

شریعت کے اصول میں یہ نہرونی اور اعتدالی تھی زکریا نے پرہیز اور دنیا ہے چنانچہ نفل عبادات اور اعمال میں نہ اتنی کمی دکھائی
 گئی جتنی اس سے روایتیں زیادہ ترقی میں اضمحلال اور درجات عالیہ کے حصول میں رکاوٹ پیدا ہو جائے اور نہ اتنی زیادتی
 اور جو اس سے دوسری قوت و طاقت بالکل ہی پڑمردہ ہو جائے اور دنیاوی مباح امور میں تعطل رونما ہو جائے اس لئے آپ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو منع فرمایا کہ نہ تو اتنے زیادہ روزے رکھو اور نہ اتنی زیادہ شب بیداری کرو تا کہ اس
 نہ آدم سے دوسری ضروری اور فرض عبادتوں میں خلل واقع نہ ہو اور نہ دوسرے انسانی و معاشرتی حقوق پس پشت پڑ جائیں ہر مہینہ
 تین دن روزے رکھنے سے ہمیشہ کے روزے کا ثواب اس لئے لکھا جاتا ہے کہ ہر نیکی کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں جیسا کہ کئی موقعوں
 پر بتایا جا چکا ہے لہذا اس حساب سے تین روزے باعتبار ثواب اور اجزاء کے تیس روزے کے برابر ہوئے اور مہینہ میں تین روزے
 رکھنے والا گویا پورے مہینہ روزہ سے رہا۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ

یہ باب ہر مہینے میں تین دن روزے رکھنے کے بیان میں ہے

1707- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَلْبَانَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ
 الْمَلِكِ بْنِ الْمُنْهَالِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِصِيَامِ الْبَيْضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ
 وَارْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ وَيَقُولُ هُوَ كَصَوْمِ الْكُفْرِ أَوْ كَهَيْئَةِ صَوْمِ الْكُفْرِ

عبدالملک بن منہال اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ "ایام بیض" یعنی تیرہ، چودہ
 اور پندرہ تاریخ کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ آپ ﷺ یہ فرماتے تھے: یہ ہمیشہ روزہ رکھنے کی مانند ہے۔ (راوی کو شک ہے شاید
 یہ الفاظ ہیں) یہ ہمیشہ روزے رکھنے جیسی ہیست کی طرح ہے۔

شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مہینہ میں کسی بھی تین دن روزے رکھ لینے کافی ہیں جس دن چاہے روزہ رکھ لیا جائے تیرہویں
 چودہویں اور پندرہویں تاریخ کی قید نہیں ہے تاہم اکثر احادیث اور آثار میں چونکہ یہ تین تاریخیں مذکور ہیں اس لئے ان تین
 تاریخوں میں روزہ رکھنا افضل ہوگا ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کی اور بھی کئی صورتیں منقول ہیں جو آگے مذکور ہوں گی۔

1707م- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَلْبَانَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ حَدَّثَنِي عَبْدُ
 الْمَلِكِ بْنُ قَتَادَةَ بْنِ مَلْحَانَ الْقَيْسِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .
 قَالَ إِنَّ مَا جَاءَ أَخْطَا شُعْبَةَ وَأَصَابَ هَمَّامٌ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہیام ابن ماجہ فرماتے ہیں: شعبہ نے غلطی کی ہے اور ہمام کی نقل کردہ

روایت درست ہے۔

1708- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمِ الْأَخْوَلِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ فَذَلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ فَاَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ تَفْصِيْلًا ذَلِكَ فِي كِتَابِهِ (مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا) فَالْيَوْمَ بِعَشْرَةِ أَيَّامٍ

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھ لے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی طرح ہو جائے گا۔“ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں اپنی کتاب میں یہ آیت نازل کی ہے۔ ”جو شخص ایک نیکی کرے تو اسے اس کا دس گنا اجر ملے گا۔“ تو ایک دن دس ایام کے برابر ہوگا۔

1709- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَزِيدَ الرِّشَكِيِّ عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ مِنْ أَيِّهِ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يُبَالِي مِنْ أَيِّهِ كَانَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرتے تھے۔

میں نے دریافت کیا: کون سے دنوں میں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی کریم ﷺ اس بات کی پروا نہیں کرتے تھے کہ کون

سہان ہے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب نبی کریم ﷺ کے روزہ رکھنے کے بارے میں ہے

شعبان کے روزوں کی اہمیت کا بیان

1710- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْبَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَصُومُ حَتَّى يَقُولَ قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتَّى يَقُولَ قَدْ أَفْطَرَ لَمْ أَرَهُ صَامًا مِنْ شَهْرٍ قَطُّ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ مِنْ شَعْبَانَ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا: تو

انہوں نے بتایا: نبی کریم ﷺ نفلی روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم یہ سوچتے تھے کہ آپ ﷺ ہمیشہ روزے ہی رکھتے رہیں گے

1708: أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 762 'أخرج النسائي في "السنن" رقم الحديث: 2408 'ورقم الحديث: 2409

1709: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 2736 'أخرج ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2453 'أخرج الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 763

1710: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 2715 'أخرج النسائي في "السنن" رقم الحديث: 2178

اور جب آپ ﷺ روزے رکھنا ترک کر دیتے تھے تو ہم یہ سوچتے تھے کہ اب آپ ﷺ روزے ترک ہی کیے رکھیں گے۔
میں نے کبھی نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے کسی مہینے میں شعبان کے مہینے سے زیادہ روزے رکھے ہوں نبی کریم ﷺ شعبان کا پورا مہینہ روزے رکھا کرتے تھے۔

صرف چند دنوں کو چھوڑ کر آپ ﷺ شعبان کے پورے مہینے میں روزے رکھتے تھے۔

1711- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى يَقُولَ لَا يَفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى يَقُولَ لَا يَصُومُ وَمَا صَامَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا إِلَّا رَمَضَانَ مِنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نفلی روزے رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ ہم یہ سوچتے تھے کہ اب آپ ﷺ کوئی روزہ چھوڑیں گے نہیں اور آپ ﷺ (نفلی) روزے رکھنا چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ اب آپ ﷺ کوئی نفلی روزہ نہیں رکھیں گے۔

مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد آپ ﷺ نے کبھی بھی رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں مسلسل (پورا مہینہ) روزے نہیں رکھے۔

شرح

حدیث کے ابتدائی جملوں کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نفلی روزے نہیں رکھتے تھے بلکہ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہ تھا کہ کبھی تو مسلسل کافی عرصہ تک روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کی اس کثرت اور تسلسل کو دیکھ کر لوگ حیران کرنے لگتے تھے کہ اب روزہ کا سلسلہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ختم نہ کریں اور کبھی ایسا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل کافی عرصہ تک روزہ رکھتے ہی نہیں تھے یہاں تک کہ لوگ سوچتے کہ شاید اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفلی روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ دوسری روایت کے الفاظ کان یصوم الخ میں جملہ آخر یعنی دوسرے لفظ کان سے جملہ اول کی وضاحت مقصود ہے کہ شعبان کے پورے ماہ سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے اکثر دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے، بعض حضرات کے نزدیک مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال تو شعبان کے پورے ماہ اور دوسرے سال شعبان کے اکثر دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

یہ باب حضرت داؤد علیہ السلام کے روزہ رکھنے کے بارے میں ہے

1712- حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ الشَّافِعِيُّ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ الْعَبَّاسِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ

وَبَشِّرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَو بْنَ أَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ صِيَامُ دَاوُدَ فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ صَلَاةُ دَاوُدَ كَانَ يَتَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيُصَلِّي ثَلَاثَةً وَيَتَامُ سُدُسَهُ

••• حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھنے کا طریقہ ہے وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز پڑھنے کا سب سے پسندیدہ طریقہ حضرت داؤد علیہ السلام کا طریقہ ہے وہ نصف رات سوئے رہتے تھے ایک تہائی حصہ نماز ادا کرتے تھے اور پھر چھٹے حصے میں سوئے رہتے تھے۔

713- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا غِيلَانُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبُدٍ الزَّيْمَانِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَمَنُ بِصَوْمِ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَيُطِيقُ ذَلِكَ أَحَدٌ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَمَنُ بِصَوْمِ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ ذَلِكَ صَوْمُ دَاوُدَ قَالَ كَيْفَ يَمَنُ بِصَوْمِ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ قَالَ وَدِدْتُ أَنِّي طَوَّيْتُ ذَلِكَ

••• حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسے شخص کی حالت کیسی ہوگی جو دو دن نفلی روزے رکھتا ہے اور ایک دن نفلی روزہ نہیں رکھتا۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کوئی شخص اس کی طاقت رکھتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! جو شخص ایک دن نفلی روزہ رکھے اور ایک دن نفلی روزہ نہ رکھے اس کی حالت کیسی ہوگی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھنے کا طریقہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: جو شخص ایک دن نفلی روزہ رکھے اور دو دن نہ رکھے اس کی کیا حالت ہوگی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری یہ خواہش ہے کہ مجھ میں یہ طاقت ہو (یعنی میں ایسا کرتا ہوں)۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

یہ باب ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے روزہ رکھنے کے بارے میں روایات

714- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ ابْنِ لَهْيَعَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِي

1712: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1131 'ورقم الحديث: 3420' أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2371 'ورقم الحديث:

2732 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2448 'أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 1629 'ورقم الحديث: 2343

1713: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2738 'ورقم الحديث: 2739' أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2425 'ورقم الحديث: 2426' أخرجه

الترمذی فی "المعجم" رقم الحديث: 749 'أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 2382 'ورقم الحديث: 2386' أخرجه ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحديث:

1730 'ورقم الحديث: 1738

1714: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں۔

لِرَاسِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ صَامَ نُوحٌ الذَّهْرَ إِلَّا
يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْأَضْحَى

•• حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
”حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن نہیں رکھتے تھے۔“

بَابُ: صِيَامِ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ

یہ باب شوال کے چھ روزے رکھنے کے بیان میں ہے

1715- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْحَارِثِ الدَّمَارِيُّ قَالَ
سَمِعْتُ أَبَا أَسْمَاءَ الرَّحْبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ صَامَ سِتَّةَ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ (مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا)
•• نبی کریم ﷺ کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جو شخص عید الفطر کے بعد چھ دن
روزہ رکھے اس نے پورا سال روزے رکھے۔

(ارشاد باری تعالیٰ ہے) ”جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اسے اس کا دس گنا اجر ملتا ہے۔“

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت کا بیان

1716- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي
أَيُّوبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اتَّبَعَهُ بِسِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصَوْمِ الذَّهْرِ
•• حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
”جو شخص رمضان کے مہینے میں روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی
مانند ہوگا۔“

شرح

جس طرح اس حدیث سے معلوم ہوا رمضان کے بعد شوال کے مہینہ میں چھ دن روزے رکھنے کی جنہیں شش عید کے روزے
بھی کہا جاتا ہے بڑے ثواب اور فضیلت کی بات ہے ان روزوں کے سلسلہ میں حضرت امام شافعی کے ہاں اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ
رمضان کے فوراً بعد یعنی دوسری تاریخ سے ساتویں تاریخ تک مسلسل یہ روزے رکھے جائیں جب کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
1715: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1716: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحدیث: 2750، رقم الحدیث: 2751، رقم الحدیث: 2752، أخرجه ابو داود في "السنن" رقم الحدیث: 2433، أخرجه
الترمذی في "المجامع" رقم الحدیث: 759

کے نزدیک متفرق طور پر یہ روزے رکھنے افضل ہیں کہ پورے مہینہ میں جب بھی چاہے روزے رکھ لے۔

بَابُ: فِي صِيَامِ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

یہ باب اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھنے کی فضیلت کے بیان میں ہے

1717- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ بْنُ الْمُهَاجِرِ أَنبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ شَهْبِيلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ الثُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عِيَّاشٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بَاعَدَ اللَّهُ بِذَلِكَ الْيَوْمِ النَّارَ مِنْ وَجْهِهِ سَبْعِينَ خَرِيفًا

•• حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے ستر برس کے فاصلے جتنا دور کر دے گا۔

روزہ رکھنے کے سبب جہنم سے دور ہونے کا بیان

1718- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ اللَّيْثِيُّ عَنِ الْمُقْبِرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ زَحَرَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے دوران) ایک دن روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے ستر برس کی مسافت جتنا دور کر دیتا ہے۔“

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ رب العزت کی رجا و خوشنودی کی خاطر ایک دن روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دوزخ سے اڑتے ہوئے کوئے کی مسافت کے بقدر دور رکھتا ہے جو بچہ ہو اور بوڑھا ہو کر مرے۔ (احمد، بیہقی، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث 595)

کہا جاتا ہے کہ کوئے کی عمر ہزار ہزار برس کی ہوتی ہے لہذا فرمایا کہ اگر کو ابتداء عمر سے اپنی عمر کے آخری حصہ تک اڑتا رہے تو غور کرو وہ کتنی زیادہ مسافت طے کرے گا جتنی مسافت وہ طے کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ روزہ دار کو دوزخ سے دور رکھتا ہے۔ بیہقی سے

1717: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 2840 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 2704 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1623 أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2247 أخرجه الحدیث: 2248 أخرجه الحدیث: 2249 أخرجه الحدیث: 2250 أخرجه الحدیث: 2251 أخرجه الحدیث: 2252

1718: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کا سوا عبادت اس کی خاموشی تسبیح ہے اس کا عمل مضاعف ہے اس کی دعا مقبول ہے اور اس کے گناہ بخشے ہوئے ہیں۔ یہی سب سے بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کے پاس یہ وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو خبر دو کہ جو بھی بندہ بخش میری خوشنودی کے حصول کی خاطر کسی دن روزہ رکھتا ہے تو میں نہ صرف یہ کہ اس کے جسم و بدن کو تندرست و توانا کرتا ہوں بلکہ اسے بہت زیادہ ثواب بھی دیتا ہوں۔

خطیب بغدادی سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس طرح نفل روزے رکھتا ہے کہ کسی کو بھی اس کے روزہ کی خبر نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے علاوہ اور کسی ثواب پر راضی نہیں ہوتا یعنی اس کا ثواب یہی ہے کہ اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔

عمرانی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس طرح نفل روزے رکھتا ہے کہ کسی کو بھی اس کے روزہ کی خبر نہیں ہوتی تو اللہ رب العزت کے پاس ایک خوان ہے جس پر ایسی ایسی نعمتیں ہیں کہ ویسی نعمتیں نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال بھی گزرتا ہے اس خوان پر صرف روزے دار بیٹھیں گے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنْ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

یہ باب ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی ممانعت کے بیان میں ہے

1719- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامُ مِنِّي أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ

••• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”مِنِّي كَلَانِي وَشُرْبِي يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ“

1720- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي نَاسٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ مُعْتَمِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ فَقَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَإِنَّ هَذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ

••• حضرت بشر بن حکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایام تشریق میں خطبہ دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جَنَّةٌ فِيهَا مَسْكَنٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فِيهَا يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ“

ایام تشریق کے روزوں کی ممانعت میں احادیث کا بیان

حضرت ابو عبیدہ مولیٰ ابن ابی مرثدہ سے روایت ہے کہ میں عید میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا، آپ آئے

1719: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1720: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

اور نماز پڑھی۔ پھر فارغ ہوئے اور لوگوں پر خطبہ پڑھا اور کہا کہ یہ دونوں دن ایسے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان (دونوں دنوں) میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ ایک دن رمضان کے بعد تمہارے افطار کا ہے اور دوسرا وہ دن جس میں اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔ (صحیح مسلم، 822)

حضرت سیدنا پیغمبر ہدلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایام تشریق (گیارہ بارہ تیرہ ذوالحجہ کے دن) کھانے پینے کے دن ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اور اللہ تعالیٰ کو (گوشت) سے یاد کرنے کے۔ (صحیح مسلم، 822)

غیر مقلدین کے نزدیک ایام تشریق کی تعداد کا بیان

ایام تشریق ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ، تیرہ، (11-12-13) تاریخ کے دن ہیں جن کی فضیلت میں کئی ایک آیات و احادیث وارد ہیں:

۱۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فرمان کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے: (گنے چنے چند ایام میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو) اکثر علماء اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہی ہے کہ اس سے مراد ایام تشریق ہی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایام تشریق گیارہ میں فرمان ہے: (یہ سب کے سب کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کے دن ہیں)۔ ایام تشریق میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے حکم میں کئی قسم کی انواع شامل ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

ہر فرضی نماز کے بعد جمہور علماء کے ہاں ایام تشریق کے اہتمام تک تکبیریں کہہ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مشروع ہیں۔
2۔ قربانی ذبح کرتے وقت بسم اللہ اور تکبیر کہنا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور قربانی ذبح کرنے کا وقت ایام تشریق کے آخر تک چلتا ہے۔

3۔ کھانے پینے پر بسم اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، اس لیے کہ کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ اور کھانے سے فارغ ہونے الحمد للہ کہنا مشروع ہے۔

حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو کھانے سے فارغ ہو کر الحمد للہ اور پینے کے بعد بھی الحمد للہ کہے) (صحیح مسلم رقم الحدیث 2724)

ایام تشریق میں رمی جمرات (حج کے دوران منی میں جمرات کو نگر یاں مارنا) کے وقت اللہ اکبر کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا، اور یہ صرف حجاج کے ساتھ خاص ہے۔ مطلقاً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ اس لیے کہ ایام تشریق میں کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر مشروع ہے، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منی میں اپنے خیمہ کے اندر تکبیریں کہتے تو لوگ بھی سن کر تکبیریں کہتے تو منی تکبیروں سے گونج اٹھتا تھا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: (اور پھر جب تم مناسک حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے آباء اجداد کا ذکر کیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ، بعض لوگ وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے، ایسے لوگوں کا آخرت میں کوہ حصہ نہیں۔

اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلا عطا فرما اور ہمیں

عذاب جہنم نجات دے)

اکثر سلف نے ایام تشریق میں یہ دعا کثرت سے مانگنا مستحب قرار دی ہے: (ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة

حسنة وقنا عذاب النار)

علامہ ابن رجب حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے دن ہیں: اس فرمان میں اس طرف اشارہ ہے کہ ایام عید میں کھانے پینے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے تعاون لیا جائے جو کہ نعمت کا شکر ادا کرنے اور اتمام نعمت سے تعلق رکھتا ہے اسی لیے اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی یہ حکم دیا ہے کہ پاکیزہ چیزیں کھائیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں، تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کے لیے استعمال کرتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کر کے اسے کفر میں بدل دیا تو اس لیے اس نعمت کو اس سے چھین جانا ہی بہتر ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

جب تو نعمت میں ہو تو اس کا خیال رکھ اور حفاظت کر اس لیے کہ معاصی و گناہ نعمتوں کو ختم کر دیتی ہیں، اور ہر وقت اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتے رہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ناراضگی کو ختم کر دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں روزہ رکھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: (ان دنوں کے روزے نہ رکھو اس لیے کہ یہ کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے ایام ہیں) (مسند احمد رقم الحدیث (10288) (لطائف العارف لابن رجب حنبلی ص (580)

ایام تشریق کی تعداد میں صاحبین کے قول پر فتویٰ

یوم عرفہ (نویں ذوالحجہ) کی نماز فجر سے ایام تشریق کے آخری دن (تیرہویں ذوالحجہ) کی عصر تک فرض نمازوں کے بعد تکبیرات پڑھی جائیں گی۔ اس حوالے سے احناف میں دو موقف ہیں۔

۱۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یوم عرفہ کی نماز فجر سے یوم نحر (دس ذوالحجہ) کی نماز عصر تک تکبیرات پڑھی جائیں گی۔

۲۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کے مطابق یوم عرفہ کی نماز فجر سے ایام تشریق کے آخری دن نماز عصر تک تکبیرات پڑھی جائیں گی۔ (دارقطنی، السنن، محمد، کتاب الآثار)

امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اکثر کے قول کو اختیار کرنا بہتر ہے کیونکہ عبادت میں احتیاط کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ (زیلعی، نصب الراية، ج ۲، ص ۲۲۲)

یہی وجہ ہے کہ تکبیرات کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بجائے ان کے ہامور شاگردوں کے موقف پر فتویٰ ہے۔ اور آجکل اس پر عمل ہو رہا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے دن نماز فجر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ

کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اپنی جگہ پر بیٹھے رہو پھر آپ ﷺ نے یہ کلمات ادا فرمائے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر اللہ اکبر، واللہ الحمد۔ سو آپ ﷺ نے یوم عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک یہ تکبیرات پڑھیں۔ (دارقطنی، السنن، ۱: ۲۰۰، زیلعی نصب الریۃ، ۲: ۲۳۷)

ایام تشریق کے روزے رکھنے سے متعلق فقہی تصریحات

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رائج یہی ہے کہ متمتع کو ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز ہے اور ابن منذر نے زیر اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مطلقاً جواز نقل کیا ہے اور حضرت علی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مطلقاً منع منقول ہے اور امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے اور ایک قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اس متمتع کے لیے درست ہے جس کو قربان کی مقدور نہ ہو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

ابو عبداللہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایام منیٰ (ایام تشریق) کے روزے رکھتی تھیں اور ہشام کے باپ (عروہ) بھی ان دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔ رقم الحدیث: (1998)

منیٰ میں رہنے کے دن وہی ہیں جن کو ایام تشریق کہتے ہیں یعنی 11، 12، 13 ذی الحجہ کے ایام۔ رقم الحدیث: (1997-1998)

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عیسیٰ سے سنا، انہوں نے زہری سے، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے (نیز زہری نے اس حدیث کو) سالم سے بھی سنا، اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا (عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم) دونوں نے بیان کیا کہ کسی کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مگر اس کے لیے جسے قربانی کا مقدور نہ ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ایام التشریق ای الايام التي بعد يوم النحر وقد اختلف في كونها يومين او ثلاثة وسميت ايام التشریق لان لحوم الاضاحي تشرق فيها ای تشر في الشمس الخ یعنی ایام تشریق يوم النحر

ذی الحجہ کے بعد والے دنوں کو کہتے ہیں جو دو ہیں یا تین اس بارے میں اختلاف ہے (مگر تین ہونے کو ترجیح حاصل ہے) اور ان کا نام ایام تشریق اس لیے رکھا گیا کہ ان میں قربانیوں کا گوشت کھانے کے لیے دھوپ میں پھیلا دیا جاتا تھا۔ والراجع عند البخاری جوازہ للمتمتع فانه ذکر فی الباب حدیث عائشہ و ابن عمر فی جواز ذلك و لم یورد غیرہ یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج متمتع والے کے لیے (جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو) ان ایام میں روزہ رکھنا جائز ہے، آپ نے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث ذکر کی ہیں اور کوئی ان کے غیر حدیث نہیں لائے۔ جن احادیث میں ممانعت آئی ہے وہ غیر متمتع کے حق میں قرار دی جاسکتی ہیں۔ اور جواز والی احادیث متمتع کے حق میں جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس طرح ہر دو احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ یہ ہے یترجع القول بالجواز والی

هذا جنح البخاری ریح) یعنی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جواز کے قائل ہیں اور اسی قوال کو ترجیح حاصل ہے۔

ابراہیم بن سعد عن ابن شہاب کے اثر کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وصل کیا قال اخبرنی ابراہیم بن سعد عن ابن شہاب عن عروۃ عن عائشۃ فی المتمتع اذا لم یجد ہدیاء ولم یصم قبل عرفۃ فلیصم ایام منی یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ متمتع ایام تشریق میں روزہ رکھے جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو۔

الحمد للکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وحمل المطلق علی المقید واجب و کذا بناء العام علی الخاص قال الشوکانی و هذا اقوی المذاهب و اما القائل بالجواز مطلقاً فاحادیث جمیعہا ترد علیہ (صفحۃ الاحرف) یعنی مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اور اسی طرح عام کو خاص پر بنا کرنا۔ امام شوکانی فرماتے ہیں اور یہ قوی تر مذہب ہے اور جو لوگ مطلق جواز کے قائل ہیں پس جملہ احادیث ان کی تردید کرتی ہیں۔ رقم الحدیث: 1989

سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جو حاجی حج اور عمرہ کے درمیان تمتع کرے اسی کو یوم عرفہ تک روزہ رکھنے کی اجازت ہے، لیکن اگر قربانی کا مقدور نہ ہو اور نہ اس نے روزہ رکھا تو ایام منی (ایام تشریق) میں بھی روزہ رکھے۔ اور ابن شہاب نے عروہ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے ساتھ اس حدیث کو ابراہیم بن سعد نے بھی ابن شہاب سے روایت کیا۔

ایام تشریق میں مانی ہوئی نذر کے صورت میں روزے کا بیان

صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مجھے اللہ (عز و جل) پر گمان ہے، کہ عرفہ کا روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ " اور اس کے مثل سہل بن سعد و ابوسعید خدری و عبد اللہ بن عمرو زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی وطبرانی روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ کے روزہ کو ہزار دن کے برابر بتاتے۔

مگر حج کرنے والے پر جو عرفات میں ہے، اُسے عرفہ کے دن کا روزہ مکروہ ہے۔ کہ ابو داؤد و نسائی و ابن خزیمہ و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عرفہ کے دن عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم، کتاب الصوم)

بَابُ: فِي النَّهْيِ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى

یہ باب عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کے بیان میں ہے

1721 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى التَّمِيمِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَزْعَةَ عَنْ

أَبِي سَعِيدٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ الْأَضْحَى

﴿﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔

شرح

نحر سے جنس یعنی نحر کے سب دن مراد ہیں یہاں یہ لفظ تغلیبا ذکر کیا گیا کیونکہ ایام تشریق میں بھی روزے رکھنے حرام ہیں اس مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ یوں تو نحر کے تین دن ہیں اور تشریق کے بھی تین دن ہیں مگر سب کا مجموعہ چار دن ہوتا ہے اسی طرح کہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ صرف نحر کا دن ہے اور اس کے بعد دو دن یعنی گیارہویں اور بارہویں تاریخ ایام نحر بھی ہیں اور ایام تشریق بھی اور ان دونوں تاریخوں کے بعد ایک دن یعنی تیرہویں تاریخ صرف یوم تشریق ہے حاصل یہ کہ پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزے رکھنے حرام ہیں ایک تو عید کا دن دوسرا بقر عید کا دن اور تین دن بقر عید کے بعد یعنی گیارہویں بارہویں اور تیرہویں تاریخ۔

1722- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ هَذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْأَضْحَى أَمَّا يَوْمُ الْفِطْرِ فَيَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَيَوْمُ الْأَضْحَى تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ لَحْمِ نُسُكِكُمْ

﴿﴾ ابوسعید بیان کرتے ہیں: عید کے دن وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے خطبے سے پہلے نماز ادا کی پھر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں ان دو دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے ایک وہ دن ہے جب تم روزے رکھنا ختم کرتے ہو اور دوسرا وہ دن ہے جب تم قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔

بَابُ: فِي صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

یہ باب جمعہ کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کا بیان

1723- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمَ قَبْلَهُ أَوْ يَوْمَ بَعْدَهُ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے البتہ اس سے ایک

1722: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1990 'ورقم الحديث: 5571' أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2666 'ورقم الحديث:

5070 'ورقم الحديث: 5071' أخرجه الحديث: 5072 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2416' أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 771

1723: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1985 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2678' أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث:

2420 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 743

دن پہلے یا ایک دن بعد (بھی روزہ رکھا جائے تو جمعہ کے دن روزہ رکھا جاسکتا ہے)۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دنوں میں صرف جمعہ کی رات کو عبادت الہی کے لئے مخصوص نہ کرو اسی طرح تمام دنوں میں صرف جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے لئے مخصوص نہ کرو ہاں اگر تم میں سے کسی کے روزہ کے درمیان کہ جو وہ پہلے سے رکھتا چلا آ رہا ہے جمعہ پڑ جائے تو پھر صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد دوم، رقم الحدیث ۵۵۳)

یہود نے ہفتہ کے دن کو عبادت کے لئے مخصوص کر لیا اور وہ صرف اسی دن کی تعظیم کرتے ہیں اور اسی طرح عیسائیوں نے اتوار کے دن کو عبادت کے لئے مخصوص کر لیا اور صرف اسی دن کی بے انتہا تعظیم کرتے ہیں اور اسی دن مشغول رہتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس غلط طریقہ سے روک دیا کہ تم بھی ان دونوں فرقوں کی طرح صرف جمعہ کی شب اور جمعہ کے دن کی جواہریت و فضیلت بیان کی ہے وہ تو برحق ہے اور اس دن کی اتنی ہی اہمیت و عظمت پیش نظر رہنی چاہئے اس میں کسی فرقہ کی مشابہت ہی کیوں نہ ہو مگر اپنی طرف سے اس کی تعظیم و تخصیص میں اضافہ نہ کرو یا پھر اس کی مخالفت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کو چاہئے کہ وہ تمام اوقات میں عبادات و طاعات میں مشغول رہے اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے کسی خاص وقت کو عبادت کے لئے مخصوص کر لینا اور بقیہ اوقات میں معطل پڑے رہنا قطعاً کارآمد نہیں ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ الا ان یکون فی صوم الخ کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص کا معمول تھا کہ وہ ہر دسویں گیارہویں روزہ رکھتا تھا اور اتفاق سے اسی دن جمعہ آ پڑا یا کسی شخص نے نذر مانی کہ میں فلاں تاریخ کو روزہ رکھوں گا اور وہ تاریخ جمعہ کو پڑ گئی تو ان اعذار کی وجہ سے صرف جمعہ کے روزہ روزہ رکھنا ممنوع نہیں ہوگا۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ نماز تہجد کے لئے جمعہ کی شب کو مخصوص کر دینے کی اس حدیث میں صراحت کے ساتھ ممانعت ہے چنانچہ اس مسئلہ پر تمام علماء کا اتفاق ہے، نیز علماء نے صلوٰۃ الرغائب کو بدعت اور مکروہ قرار دینے کے سلسلے میں اس حدیث کو بطور دلیل اختیار کیا ہے صلوٰۃ الرغائب وہ نماز کہلاتی تھی جو بطور خاص ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں پڑھی جاتی تھی۔

مولانا تھلق فرمایا کرتے تھے کہ اس حدیث کے سلسلے میں شارحین نے جو مذکورہ بالا توجیہات بیان کی ہیں تو یہ ان حضرات کے مسلک کے مطابق ہیں جن کے نزدیک صرف جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے مگر حنفی مسلک کے مطابق اس حدیث کی ان توجیہات کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حنفیہ کے ہاں صرف جمعہ کے روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ صرف جمعہ کے روزہ رکھنا جائز ہے بلکہ درمختار میں تو اسے مستحب بیان کیا گیا ہے اس سلسلہ میں حنفیہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسری فصل میں آئے گی لہذا ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث ان تمام احادیث کے لئے ناخ ہو جن سے صرف جمعہ کے روزہ روزہ رکھنا ممنوع معلوم ہوتا ہے۔

1724 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ شَيْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَنَا أَطُوفُ بِالْبَيْتِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ نَعَمْ وَرَبِّ هَذَا الْبَيْتِ

● محمد بن عباد بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا میں اس وقت بیت اللہ کا طواف رہا تھا کیا نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! اس گھر کے پروردگار کی قسم!

1725- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَنَّنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَلَّمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

● حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے بہت کم ایسا دیکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے دن روزہ نہ رکھا ہو۔

شرح:

امام ابوداؤد نے اس روایت کو ثلثہ ایام تک نقل کیا ہے۔ پہلے کچھ احادیث گزری ہیں جن سے معلوم ہوا کہ صرف جمعہ کے روز نفل روزہ نہیں رکھنا چاہئے جب کہ یہ حدیث ان احادیث کے برعکس معلوم ہوتی ہے لہذا اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے ساتھ ایک دن پہلے ایک دن بعد بھی روزہ رکھا کرتے تھے یا یہ کہ صرف جمعہ کے روز روزہ رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ وصال کے روزے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھے لیکن یہ تاویل ان حضرات کے مسلک کے پیش نظر ہے جو صرف جمعہ کے روز نفل روزہ رکھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں حنفی مسلک کے مطابق چونکہ جمعہ کے روز، روزہ رکھنا جائز ہے اس لئے حنفیہ کے ہاں اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ جمعہ کے دن روزہ کے جواز کو اسی حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ صرف جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے بلکہ جمعہ کے روزہ کے ساتھ پنجشنبہ یا ہفتہ کے دن بھی روزہ رکھ لے اور اگر داؤں دنوں یعنی پنجشنبہ و ہفتہ کے دن اور اس کے ساتھ جمعہ کے دن گویا تینوں دن روزہ رکھے تو بہتر ہے حدیث میں صرف جمعہ کے روزہ رکھنے کی ممانعت ذکر فرمائی گئی ہے وہ نہی تنزیہی کے طور پر ہے علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صرف جمعہ کے روزہ رکھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي صِيَامِ يَوْمِ السَّبْتِ

یہ باب ہفتے کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

1726- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عِمْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ ثَوْرٍ بْنِ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ

1724: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1984 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2676

1725: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2450 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 742

1726: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرو ہیں۔

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسْرِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلَّا لِيَمَّا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا غَوْدَةً عَنِبَ أَوْ لِحَاءَ شَجَرَةٍ فَلْيَمُصْهُ

••• حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے:

”ہفتے کے دن روزہ نہ رکھنا سوائے اس روزے کے جو تم پر فرض قرار دیا گیا ہے اگر تمہیں کھانے کے لیے صرف انگور کی لکڑی یا درخت کا چھلکا ہی ملے تو اسے ہی چوس لو۔“

1726 م۔ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ ثَوْرٍ بْنِ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ عَنْ أَخِيهِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَكْرَهُوا

••• یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

اس دن روزہ رکھنا ضروری ہو، کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ضروری روزہ ہو مثلاً فرض یعنی رمضان کا روزہ ہو یا کفارہ یا نذر یا قضا کا ہو، ایسے ہی سنت موکدہ روزہ جیسے عرفہ اور عاشورہ کا روزہ ہو کہ یہ بھی ضروری روزہ ہی کے حکم میں ہیں یا اور کوئی مسنون و مستحب روزہ ہو تو اگر ان میں سے کوئی روزہ ہفتہ کے دن پڑ جائے تو اس کو ہفتہ کے دن رکھنا ممنوع نہیں ہوگا۔ فان لم يجد احدكم الخ (اگر کوئی شخص تم میں سے الخ) کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ہفتہ کے دن روزہ رکھ لیا تو اسے چاہئے کہ اگر اسے کچھ نہ ملے تو انگور کے درخت کی چھال یا درخت کی لکڑی چبا کر افطار کر دے اور روزہ توڑ ڈالے اور اگر اس قسم کی بھی کوئی چیز نہ ملے تو بھی کسی نہ کسی طرح روزہ توڑ ڈالے۔ ہفتہ کے دن روزہ رکھنا اس لئے منع ہے کہ اس طرح اس دن کی تعظیم لازم آتی ہے اور اس تعظیم میں یہودی کی مشابہت ہوتی ہے اگرچہ یہودی اس دن روزہ نہیں رکھتے کیونکہ ان کے ہاں یہ یوم عید ہے تاہم وہ اس دن کی بہت زیادہ تعظیم کرتے ہیں لیکن اکثر علماء کے نزدیک ہفتہ کے دن کے روزہ کی ممانعت بھی حزیبی کے طور پر ہے۔

بَابُ صِيَامِ الْعَشْرِ

یہ باب ذوالحجہ کے عشرے میں روزے رکھنے کے بیان میں ہے

عشرہ ذوالحجہ میں روزے رکھنے کی فضیلت کا بیان

1727 م۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْمَلُ الصَّالِحَ فِيهَا أَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ يَعْنِي الْعَشَرَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ

1726 م: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2421، ورم الحديث: 2423، أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 744

1727: أخرجه البخاري في "المصحيح" رقم الحديث: 795، أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2438، أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 757

بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ

﴿﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں ان دنوں میں (راوی کہتے ہیں: یعنی ذوالحج کے پہلے دس دنوں میں) فضیلت والا دیگر ایام میں اور کوئی عمل نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کی: جہاد بھی نہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جہاد بھی نہیں ہے البتہ اگر کوئی شخص نکلے اور اسے اپنی جان اور مال کا خطرہ ہو اور وہ پھر کچھ بھی لے کر واپس نہ آئے (یعنی اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے)۔

1728- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ شُبَّةَ بْنِ عَبِيدَةَ حَدَّثَنَا مَسْعُودُ بْنُ وَاصِلٍ عَنِ النَّهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَيَّامٍ الدُّنْيَا أَيَّامٌ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ سُحَّانَهُ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ أَيَّامِ الْعَشْرِ وَإِنْ صِيَامَ يَوْمٍ فِيهَا كَعِدْلِ صِيَامِ سَنَةٍ وَلَيْلَةٍ فِيهَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”دنیا کے دنوں میں کوئی بھی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حج کے دس دنوں میں عبادت کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہو۔“

ان دس دنوں میں ایک دن روزہ رکھنا سال بھر روزہ رکھنے کے برابر ہے اور ان دنوں میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جو شب قدر کے برابر ہے۔

1729- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ مَنصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ الْعَشَرَ قَطُّ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو کبھی بھی (ذوالحج کے مہینے کے پہلے) عشرے میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

شرح

عشرہ سے مراد ذی الحجہ کا عشرہ اول یعنی یکم تاریخ سے دس تاریخ تک کا عرصہ مراد ہے اس حدیث سے بظاہر تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عشرہ میں کبھی روزہ نہیں رکھا ہے جب کہ ایک روایت میں منقول ہے کہ اس عشرہ میں ہر دن (علاوہ دسویں تاریخ کے یعنی پہلی تاریخ سے نویں تاریخ تک کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزہ کے ثواب کے برابر ہے اور اس عشرہ کی ہر رات میں عبادت الہی کے لئے جاگنا شب قدر میں عبادت کے لئے جاگنے کے ثواب کے برابر ہے لہذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا روایت کی مراد کے بارہ میں علماء لکھتے ہیں کہ یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے علم کی نفی کی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نہ دیکھنا اس بات کی

1728: اخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 758

1729: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

دلیل نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ نہ رکھا ہو ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عشرہ میں روزہ رکھا ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم نہ ہوا ہو، یا پھر آخری درجہ میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عشرہ کے روزے کا نہ کوڑہ بالا ثواب تو بیان فرمایا مگر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عشرہ میں روزہ رکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو۔

بَابُ: صِيَامِ يَوْمِ عَرَفَةَ

یہ باب عرفہ کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

عرفہ کے دن کے روزے کی فضیلت کا بیان

1730- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنبَاَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا غِيلَانُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبُدٍ الزَّمَانِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالَّتِي بَعْدَهُ

﴿﴾ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”عرفہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ امید ہے وہ اس سے پہلے کے ایک سال اور اس کے بعد کے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔“

1731- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عِيَّاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ غُفِرَ لَهُ سَنَةٌ أَمَامَهُ وَسَنَةٌ بَعْدَهُ

﴿﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکھتا ہے اس کے ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔“

عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان

1732- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا حَوْشَبُ بْنُ عَقِيلٍ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ الْعَبْدِيُّ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ فِي يَمِينِهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ أَبُو

1731: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1733: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1732: أخرجا بوردادوني "السنن" رقم الحديث: 2440

مَرْبُوعَةٌ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ

• عکرمہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان سے عرفہ کے دن عرفات میں روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی کریم ﷺ نے عرفہ کے دن عرفات میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔

شرح

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ عرفہ کے روز میرے سامنے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کے بارہ میں بحث کرنے لگے بعض لوگ تو کہہ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آج روزہ سے ہیں اور بعض لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آج روزہ سے نہیں ہیں یہ دیکھ کر میں نے دودھ کا ایک پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا آپ اس دن میدان عرفات میں اپنے اونٹ پر کھڑے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ لے کر پی لیا۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم، رقم الحدیث 553)

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی تھیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا حج کرنے والے کے لئے تو مسنون نہیں ہے البتہ دوسرے لوگوں کے لئے مسنون ہے۔

بَابُ: صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ

یہ باب عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

1733- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا بَرْزِيْلُ بْنُ هَارُونَ عَنْ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ فَائِزَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ عَاشُورَاءَ وَيَأْمُرُ بِصِيَامِهِ

• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے اور اس دن روزہ رکھنے کی ہدایت کرتے تھے۔

عاشورہ کا روزہ اور موسیٰ علیہ السلام سے نسبت کا بیان

1734- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا فَقَالَ مَا هَذَا قَالُوا هَذَا يَوْمٌ أَنْجَى اللَّهُ فِيهِ مُوسَى وَأَغْرَقَ فِيهِ فِرْعَوْنَ فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَحَقُّ بِمُوسَى بِكُمْ لَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہودیوں

کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے دریافت کیا: یہ کس وجہ سے ہے تو انہوں نے بتایا: یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات عطا کی تھی اور اس دن میں فرعون کو ڈبو دیا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر کے طور پر اس دن روزہ رکھا تھا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ہم تمہارے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔“

(راوی کہتے ہیں) تو نبی کریم ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کی ہدایت کی۔

1735- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَيْفِي قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ مِنْكُمْ أَحَدٌ طَعِمَ الْيَوْمَ قُلْنَا مِمَّا طَعِمَ وَمِمَّا مَنْ لَمْ يَطْعَمْ قَالَ فَاتِمُوا بِقِيَّةِ يَوْمِكُمْ مَنْ كَانَ طَعِمَ وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْ فَارْسِلُوا إِلَى أَهْلِ الْعَرُوضِ فَلْيَتِمُوا بِقِيَّةِ يَوْمِهِمْ قَالَ يَعْنِي أَهْلَ الْعَرُوضِ أَهْلَ الْمَدِينَةِ

﴿﴾ حضرت محمد بن مسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عاشورہ کے دن نبی کریم ﷺ نے ہمیں فرمایا تم میں سے کسی ایک نے آج کچھ کھایا ہے؟ ہم نے عرض کی: ہم میں سے کچھ لوگوں نے کچھ کھایا ہے اور کچھ لوگوں نے کچھ نہیں کھایا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم آج کے بقیہ دن کو مکمل کرو جس شخص نے کچھ کھایا ہے اور جس شخص نے کچھ نہیں کھایا ہے (دونوں کے لیے یہ حکم ہے) اور تم مختلف آبادیوں کی طرف لوگوں کو بھجواؤ (اور ان لوگوں کو یہ ہدایت کرو) کہ وہ آج کے دن کے بقیہ حصے میں روزے کو مکمل کریں۔“

راوی کہتے ہیں: اس سے مراد مدینہ منورہ کے ارد گرد کی آبادیاں تھیں۔

1736- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ أَبُو عَلِيٍّ رَوَاهُ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ زَادَ فِيهِ مَخَافَةٌ أَنْ يَقُوتَهُ عَاشُورَاءُ

﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اگر میں اگلے سال تک زندہ رہ گیا تو (محرم کی) نو تاریخ کو بھی ضرور روزہ رکھوں گا۔“

ابو علی نامی راوی بیان کرتے ہیں: ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

”اس اندیشے کے تحت کہ آپ کا عاشورہ کا روزہ فوت نہ ہو جائے۔“

1737- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ ذَكَرَ عِنْدَ رَسُولِ

1735: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1736: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2662

1737: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2639

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَوْمًا یَصُومُهُ أَهْلُ
الْبَحَاہِلِیَّةِ لَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ یَصُومَهُ فَلِیَصُمَهُ وَمَنْ كَرِهَهُ فَلِیَدَعُهُ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے سامنے عاشورا کے دن کا تذکرہ کیا گیا تو نبی کریم
ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں زمانہ جاہلیت کے لوگ روزہ رکھا کرتے تھے تو تم میں جو شخص اس دن روزہ رکھنا پسند کرتا
ہو وہ روزہ رکھ لے اور جو شخص اسے پسند نہ کرتا ہو وہ چھوڑ دے۔

1738- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنبَاَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا غِلَّانُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبُدٍ الزَّمَانِيِّ
عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُ یَوْمِ عَاشُورَاءَ إِنِّیْ أَخْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ یُكَفِّرَ
السَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَهُ

﴿﴾ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ امید ہے یہ اس سے پہلے کے ایک سال
کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔“

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو عاشورہ کے
دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ اس دن کی کیا خصوصیت ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں
نے کہا کہ یہ بڑا عظیم دن ہے اسی دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا چونکہ
موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر اس دن روزہ رکھا تھا اس لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری بہ نسبت
ہم موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں چنانچہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کو روزہ رکھا اور صحابہ کو روزہ رکھنے کا
حکم فرمایا۔

یہ واقعہ ہجرت کے ابتدائی دنوں کا ہے گویا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کو جو حکم دیا وہ
بطور وجوب کے تھا۔ یہاں جو صورت ذکر کی گئی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی کے آخری سال میں پیش آئی ہے اس
موقت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا وہ بطور استحباب کے ہے کیونکہ اس بارہ میں وجوب کا حکم منسوخ ہو گیا تھا اور اس کی جگہ
استحباب نے لے لی اس موقع پر صحابہ نے مذکورہ بالا عرضداشت پیش کی جس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
اگر میں آئندہ سال اس دنیا میں رہا تو نویں تاریخ کو روزہ رکھوں گا۔ اب اس میں احتمال ہے کہ یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ
تھی کہ محرم کی دسویں تاریخ (عاشورہ) کی بجائے صرف نویں تاریخ کو روزہ رکھوں گا۔ یا یہ کہ دسویں تاریخ کو روزہ رکھوں گا اور پہلا
احتمال ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس ترمیم سے مقصد یہ تھا کہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا،
آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال تک اس دنیا میں تشریف فرما نہیں رہے بلکہ اسی سال ربیع الاول کے مہینہ میں واصل بحق ہو گئے

اس طرح اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نویں کاروزہ نہیں رکھا مگر علماء لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عزم و ارادہ کی بنا پر امت کے لئے محرم کی نویں تاریخ کاروزہ رکھنا سنت قرار پا گیا ہے۔ محقق علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ عاشورے کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے مگر اس کے ساتھ ہی عاشورہ سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد میں بھی روزہ رکھنا مستحب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف عاشورہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے یہود کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔

بَابُ صِيَامِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ

یہ باب پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں ہے

1739- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَزَةَ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ الْغَارِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَتَحَرَّى صِيَامَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ

حضرت ربیعہ بن غار بیان کرتے ہیں: انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے روزے رکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی کریم ﷺ اہتمام کے ساتھ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

1740- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَصُومُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ فَقَالَ إِنَّ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ يَغْفِرُ اللَّهُ فِيهِمَا لِكُلِّ مُسْلِمٍ إِلَّا مُهْتَجِرَيْنِ يَقُولُ دَغُمَا حَتَّى يَصْطَلِحَا

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ پیر اور جمعرات کے دن نفلی روزہ رکھا کرتے تھے عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے ہیں: (اس کی وجہ کیا ہے؟) تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی مغفرت کر دیتا ہے سوائے ان دو افراد کے جو آپس میں لاتعلقی اختیار کیے ہوئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان دونوں کو رہنے دو جب تک یہ صلح نہیں کر لیتے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عمل پیش کئے جاتے ہیں اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ میرے عمل پیش کئے جائیں تو میں روزہ سے ہوں۔

(ترمذی: مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث: 567)

بندوں کے جو بھی اعمال ہوتے ہیں ملائکہ ہر صبح و شام اوپر لے جاتے ہیں اور پھر وہ بارگاہ رب العزت میں ان دونوں میں

پیش ہوتے ہیں۔ لہذا اس وضاحت کے پیش نظر اس حدیث اور اس حدیث میں کوئی تعارض باقی نہیں رہا جس سے ثابت ہوا تھا کہ بندوں کے صبح کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے اور رات کے اعمال صبح کے اعمال سے پہلے (ہر روز) اوپر لے جائے جاتے ہیں۔ پھر یہ کہا جائے گا کہ روزانہ ہر عمل تفصیلی طور پر پیش کیا جاتا ہے اور پھر ان دو دونوں میں تمام اعمال اجمالی طور پر پیش ہوتے ہیں۔

بَابُ: صِيَامِ أَشْهُرِ الْحُرُمِ

یہ باب حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کے بیان میں ہے

1741- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُفَيَّانَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي السَّلِيلِ عَنْ أَبِي نُجَيْةٍ الْبَاهِلِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَوْ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ آتَا الرَّجُلَ الَّذِي أَتَيْتُكَ عَامَ الْأَوَّلِ قَالَ لَمَّا لِي أَرَى جِسْمَكَ نَاجِلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَكَلْتُ طَعَامًا بِالنَّهَارِ مَا أَكَلْتُهُ إِلَّا بِاللَّيْلِ قَالَ مَنْ أَمَرَكَ أَنْ تُعَذِّبَ نَفْسَكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَقْوَى قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمًا بَعْدَهُ قُلْتُ إِنِّي أَقْوَى قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمَيْنِ بَعْدَهُ قُلْتُ إِنِّي أَقْوَى قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ بَعْدَهُ وَصُمْ أَشْهُرَ الْحُرُمِ

• ابو مجیبہ باہلی اپنے والد یا اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی ﷺ! میں وہ شخص ہوں جو گزشتہ برس آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا وجہ ہے میں تمہارے جسم کو کمزور محسوس کر رہا ہوں انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے دن کے وقت کبھی کھانا نہیں کھایا میں صرف رات کے وقت کھانا کھاتا تھا (یعنی میں پورا سال روزے رکھتا رہا ہوں)

نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: تمہیں یہ کس نے کہا تھا کہ تم اپنے آپ کو تکلیف دو؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کی قوت رکھتا ہوں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم صبر والے مہینے میں روزے رکھ لو اور اس کے بعد ایک دن روزہ رکھ لو۔“

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں زیادہ قوت رکھتا ہوں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم صبر والے مہینے میں روزے رکھ لو اور اس کے بعد دو دن روزے اور رکھ لو۔“

میں نے عرض کی: میں زیادہ قوت رکھتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم صبر والے مہینے میں روزے رکھ لو اور اس کے بعد تین دن روزے رکھ لو اور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھ لیا کرو۔“

1742- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ

1741: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2428

1742: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 2747، رقم الحديث: 2748، أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2429، أخرجه الترمذی في "الجامع" رقم

الحديث: 438، أخرجه النسائی في "السنن" رقم الحديث: 1612، رقم الحديث: 1613

مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُمَيْرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّ الصِّيَامِ أَفْضَلُ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ شَهْرُ اللَّهِ الَّذِي تَدْعُوهُ الْمُحَرَّمَ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے دریافت کیا: رمضان کے مہینے کے بعد کون سے دن کے روزے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے اس مہینے کے جسے لوگ "محرم" کہتے ہیں۔

1743- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَطَاءٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ رَجَبٍ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب کے مہینے میں روزے رکھنے سے منع کیا۔

1744- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَسَمَةَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَسَمَةَ بْنَ زَيْدٍ كَانَ يَصُومُ أَشْهُرَ الْحُرُمِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُمْ شَوَّالًا فَتَرَكَ أَشْهُرَ الْحُرُمِ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يَصُومُ شَوَّالًا حَتَّى مَاتَ

•• محمد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حرمت والے مہینوں میں روزے رکھتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم شوال کے مہینے میں روزے رکھا کرو تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنا ترک کر دیا اس کے بعد وہ مرتے دم تک شوال کے مہینے میں روزے رکھتے رہے۔

بَابُ فِي الصَّوْمِ زَكَاةُ الْجَسَدِ

یہ باب ہے کہ روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے

1745- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ح وَحَدَّثَنَا مُعْرِزُ بْنُ سَلَمَةَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ جَمِيعًا عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ جُمَهَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ زَادَ مُعْرِزٌ فِي حَدِيثِهِ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّيَامُ يَنْصِفُ الصَّبْرَ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی

1743: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1744: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1745: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

زکوٰۃ روزہ رکھنا ہے۔ ایک راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی کریم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ "روزہ رکھنا نصف مبر ہے۔"

شرح

زکوٰۃ کا مفہوم ہے "بڑھنا اور طہارت" اس لئے ہر چیز کے لئے زکوٰۃ ہے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر چیز کے لئے بڑھوتی ہے جو اس چیز میں سے کچھ دے کر حاصل ہوتی ہے یا ہر چیز کے لئے پاکیزگی و طہارت کا ایک ذریعہ مقرر ہے جس کی وجہ سے وہ چیز پاکیزہ و ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا بدن کی زکوٰۃ یعنی بدن کی جسمانی صحت و تندرستی اور بدن کی روحانی پاکیزگی و طہارت کا ذریعہ روزہ ہے کہ روزہ کی وجہ سے اگرچہ بظاہر جسم کی طاقت و قوت کا کچھ حصہ گھٹا اور ناقص ہوتا ہے مگر حقیقت میں روزہ جسم کے نشوونما اور صحت و تندرستی میں برکت و اضافہ کا ایک ذریعہ بنتا ہے نیز اس کی وجہ سے بدن گناہوں سے پاک ہوتا ہے لہذا زکوٰۃ عبادت مالیہ ہے اور روزہ طاعت بدنیہ۔

روزہ کے اسرار و رموز کا بیان

روزے کی دوسری حکمت یہ ہے کہ اس سے ظاہری زندگی بھی ہے اور زندگی کا نکھار بھی ہے۔ اللہ کے ساتھ تعلق کے بعد انسان کو زندہ رہنے کے لئے زندگی کی ضرورت ہے اور زندگی ایسے ہی نہیں، صحت مند زندگی کی ضرورت ہے نکھار اور بہار والی زندگی کی ضرورت ہے تو روزہ کا فائدہ یہ ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ یہ بندے کو طبی طور پر نکھارتا ہے جس کی وجہ سے بندے کی زندگی برقرار رہتی ہے اور زندگی میں بہار بھی آتی ہے اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اس ابن سنی نے اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "صوموا تصحوا" روزہ رکھو اور صحت پاؤ۔

یہ حکم ہے ہمارے نبی ﷺ کا، روزہ رکھو اور تندرستی پاؤ۔ اب اس صحت سے ظاہری بدن کی صحت مراد ہے کہ تم میڈیکل طور پر اتنے موزوں ہو جاؤ گے کہ تمہارے بدن سے جو فاضل مادے ہیں ان کا خروج ہو جائے گا اور اس لحاظ سے تمہاری جو قوت انہضام ہے اس کے اندر موزونیت آجائے گی تو سید عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا: تم روزہ رکھو، روزے کی وجہ سے تمہیں جسمانی طور پر صحت میر آئے گی۔

یہاں تک کہ اگر طب کے سارے اصولوں کو اکٹھا کر لیا جائے تو روزے کا ایک شعبہ بنتا ہے قرطبی میں موجود ہے ایک بڑا ماہر حکیم تھا اور وہ نصرانی تھا وہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ تمہارے قرآن میں طب کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ حالانکہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ "العلم علان، علم الادیان و علم الابدان" علم دو ہیں ایک ادیان کا علم اور دوسرا ابدان کا علم۔ تمہارے قرآن میں دین کا علم تو ہے لیکن اس میں علم ابدان یعنی طب کا علم نہیں ہے اس واسطے ہم تمہارے قرآن کو اتنی جامع کتاب نہیں مانتے جتنا اس کو تم سمجھتے ہو، اس لئے کہ اس میں ایک قسم کا علم ہے یعنی آدھا علم ہے آدھا نہیں ہے تو امام زین العابدین فرمانے لگے۔

تم میرے نانا جی کے سارے قرآن کی بات کرتے ہو، آؤ میں تم پر واضح کرتا ہوں کہ پورا قرآن تو قرآن رہا، قرآن مجید کا کوئی پارہ تو پارہ رہا، کوئی رکوع تو رکوع رہا، کوئی آیت مکمل اپنی جگہ پر رہی میرے محبوب علیہ السلام کے قرآن پاک کی نصف آیت میں اللہ تعالیٰ نے پوری طب بھردی ہے اس نے کہا وہ کیسے؟
تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کلوا وشربوا ولا تسرفوا (نورۃ اعراف، ۳۱) کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔

اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ بغیر حاجت کے کھانا یعنی بھوک اچھی طرح نہیں لگی مگر کھانا کھا لیا ہے بغیر ضرورت کے کھانا اور دوسری یہ کہ پیٹ بھر کر کھانا اور پیٹ بھر کر پینا فرمانے لگے، پوری آیت تو اپنی جگہ پر رہی، نصف آیت میں ساری طب موجود ہے اس نصرانی نے کہا: یہ ٹھیک ہے میں مان گیا کہ تمہارے قرآن میں بہت زیادہ طب موجود ہے واقعی جو نصف آیت ہے وہ سارے طبیعوں کے لئے کافی ہے اور سارے مریضوں کے لئے کافی ہے اگر اس پر عمل کر لیں تو کسی کا کوئی مرض باقی نہیں رہے گا۔

اس واسطے کہ اصل میں معدہ ہی ساری بیماریوں کا مرکز ہے جب اس میں صحت ہوگی تو سارے بدن میں صحت ہوگی۔ پھر اس نے دوسرا سوال کیا اور کہنے لگا کہ تمہارے نبی ﷺ نے طب کے بارے میں کچھ بیان نہیں کیا۔

اس پر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میرے محبوب علیہ السلام کے فرامین طب کے بارے میں بہت زیادہ ہیں میں تجھے صرف ایک فرمان سناتا ہوں اور وہ فرمان جس وقت سنایا طبرانی میں اس سے ملتا جلتا مفہوم ہے اور اس میں جو سند کے لحاظ سے صحیح روایت ہے وہ پڑھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ما ملاء بن آدم وعاء شرا من بطنہ

کسی برتن کو بھرنا اتنا برا نہیں جتنا پیٹ کے برتن کو بھر دینا برا کام ہے۔ کسی چیز کو بھرنا اتنا قبیح نہیں اور کسی چیز کو لبا ب بھر دینے میں اتنی قباحت نہیں جتنا پیٹ کو پوری طرح بھرنے میں قباحت ہے رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: ”بحسب لقیما ت“ ”بندے کے لئے چند لقمے کافی ہیں۔“ ”یقین صلبہ“ جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں۔

یعنی بندے کو پیٹ میں اتنی غذا ہونی چاہیے جس سے اس کا نظام زندگی بحال رہے۔ رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث، جس وقت امام زین العابدین نے پیش کی تو وہ نصرانی کہنے لگا۔ تمہارے قرآن نے اور تمہارے نبی ﷺ نے تو جالینوس کے لئے پیچھے کوئی طب چھوڑی ہی نہیں ہے۔ ساری طب قرآن نے بھی بیان کر دی ہے اور ساری طب تمہارے نبی ﷺ نے بھی بیان کر دی ہے اور جالینوس کے لئے کوئی طب باقی نہیں رہ گئی۔ جس بات کو نصرانی نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور جس کو ساری طب کا مرکز قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنے بدن کے لحاظ سے مناسب کھائے اور کچھ دیر اپنے معدہ کو خالی بھی رکھے اور اپنے آپ کو کھانے میں اسراف سے بچا کر رکھے۔ اسلام میں اس کو سالانہ کورس کی شکل میں کرایا جاتا ہے اس واسطے روزے کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہماری دوسری حکمت کے لحاظ بڑا ہی مناسب ہے کہ محبوب علیہ السلام نے فرمایا: ”خیر الدواء العزم“ ”بہتر دوا بھوکا رہنا ہے۔“

سب سے بہتر دوا یہ ہے اور سب سے بہتر علاج بندے کے لئے یہ ہے کہ اپنے شکم کو خالی رکھے کیونکہ بیماریاں بنتی تب ہیں جب وہ زیادہ کھاتا ہے اور اس کے بعد آگے سلسلہ شروع ہوتا ہے

رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک بادشاہ نے طبیب بھیجا تھا کہ جو صحابہ کرام بیمار ہو جائیں، یہ ان کا علاج کرے گا۔ وہ کافی طویل مدت رہا اور پھر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیں میں واپس چلا جاؤں۔ مجھے تو بھیجا گیا تھا کہ تمہارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علاج کروں گا اور اتنا عرصہ ہو گیا ان میں سے تو کوئی بیمار نہیں ہوا۔

تو میرے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ بیمار نہیں ہوتے۔ اس واسطے کہ جب تک شدت سے بھوک لگ نہ جائے، اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے، اور جب کھاتے ہیں تو آدمی بھوک ابھی باقی ہوتی ہے کہ کھانا چھوڑ دیتے ہیں، اسی لئے ان کے ہاضمے بالکل صحیح ہیں۔

اس سلسلہ میں ہم ہی نہیں بلکہ ایک یورپین کیتھولک ڈاکٹر جس کا نام جعفرائے ہے اس نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔

روزہ کائنات میں ہر طرف ہے حیوان بھی رکھتے ہیں، درخت بھی رکھتے ہیں اور جب پوری کائنات اپنی صحت کے لئے روزے رکھتی ہے حیوان بھی کچھ وقت ایسا گزارتے ہیں تو پھر انسان کو بھی صحت کے لئے روزہ رکھنا چاہیے۔

برفانی علاقوں میں کئی کئی مہینوں تک جانور غائب ہو جاتے ہیں اور ہمارے علاقوں میں بھی سانپ وغیرہ ایک وقت تک پوشیدہ ہوتے ہیں اور جن علاقوں میں برفباری ہوتی ہے وہاں تو کئی کئی ماہ تک کچھ پرندے بھی غاروں میں ہوتے ہیں اور وہ اس حالت میں اپنا کورس مکمل کر کر رہے ہوتے ہیں جس کو انگلش میں **Hibernation** کہا جاتا ہے یعنی سردی کی نیند میں ایک لمبا موسم گزارتے ہیں جب وہ وقت گزر جاتا ہے اس کے بعد جب وہ باہر نکلتے ہیں تو ان کی کھالیں چمک رہی ہوتی ہیں۔ پرندوں کے نئے پر آچکے ہوتے ہیں اور ان کو نئی تازگی ملی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے روزے والا وقت گزار چکے ہوتے ہیں اور اس کے بعد ان کو صحت مل گئی ہے یہ تم دیکھتے ہو کہ ایک وقت آتا ہے کہ سانپ کی کھال بدل جاتی ہے اور سانپ اپنی جھلی کو بدلتا ہے تو وہ اس کا ایک روزے کا انداز ہے جس کی وجہ سے اس سے فاضل مادے باہر نکل گئے تو اس کو پھر چمکدار کھال مل گئی۔ ایسے ہی ہمارے لئے روزہ ہے میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے: "لکل شئی ذکوة وذکوة البدن الصوم" ہر چیز کی ایک ذکوة ہوتی ہے بدن کی ذکوة روزہ ہے۔ (احادیث سادۃ للعقلاء، ج ۷، ص ۳۹۵، دار الفکر بیروت)

بَابُ: فِي ثَوَابِ مَنْ فَطَرَ صَائِمًا

یہ باب روزہ افطار کرانے والے کے ثواب کے بیان میں ہے

1746- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى وَخَالِي يَعْلَى عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ

عَنْ حَبَّاجٍ كُلُّهُمْ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَطَرَ

صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْئًا

•• حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص روزہ دار کو افطاری کر دے تو اسے ان روزہ داروں کی مانند اجر ملے گا اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔“

1747- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى النَّخَعِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ مُضْعَبِ بْنِ

نَابِيتٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ أَطْعَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ لَقَالَ أَطْعَمَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَآكَلَ طَعَامَكُمْ الْآبَرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ

•• حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاں افطاری کی پھر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”روزہ داروں نے تمہارے ہاں افطاری کی ہے اور نیک لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا ہے اور فرشتوں نے تمہارے لیے دعائے رحمت کی ہے۔“

بَابُ: فِي الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ عِنْدَهُ

یہ باب ہے کہ جب کسی روزہ دار شخص کے پاس کچھ کھایا جائے

1748- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَاسْمُهُ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ

زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ امْرَأَةٍ يُقَالُ لَهَا لَيْلَى عَنْ أُمِّ عَمَّارَةَ قَالَتْ أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَّبَنَا إِلَيْهِ طَعَامًا فَكَانَ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ صَائِمًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّائِمُ إِذَا أَكَلَ عِنْدَهُ الطَّعَامُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ

•• سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے کھانا پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس موجود افراد میں سے کوئی صاحب روزے سے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی روزہ دار شخص کے پاس کھانا کھایا جائے تو فرشتے اس روزہ دار کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

شرح

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا کہ بلال آؤ

1747: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1748: أخرجه الترمذی فی ”المجامع“ رقم الحدیث: 784، ورم الحدیث: 785، ورم الحدیث: 786

کھانا کھاؤ! حضرت بلال نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں روزہ سے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تو اپنا رزق یہاں کھا رہے ہیں اور بلال رضی اللہ عنہ کا بہترین رزق جنت میں ہے بلال کیا تم جانتے ہو کہ جب روزہ دار کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے تو روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں۔ اور فرشتے اس کے لئے بخشش چاہتے ہیں جب تک کہ اس کے سامنے کھایا جاتا ہے۔ (سنن بیہقی، مشکوٰۃ الصالح: جلد دوم، رقم الحدیث: 582)

1749- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَلَالٍ الْغَدَاءُ يَا بَلَالُ لَقَالَ إِنِّي صَائِمٌ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَأْكُلُ أَرْزَاقَنَا وَفَضْلَ رِزْقِ بَلَالٍ فِي الْجَنَّةِ أَشْعَرْتُ يَا بَلَالُ أَنَّ الصَّائِمَ تُسَبِّحُ عِظَامُهُ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ مَا أَكَلَ عِنْدَهُ

﴿﴾ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

”اے بلال کھانا کھاؤ! انہوں نے عرض کی: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ہم اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلال کا فضیلت والا رزق جنت میں ہے اے بلال! کیا تم یہ بات جانتے ہو روزہ دار

فحص کی ہڈیاں تسبیح بیان کرتی ہیں اور فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں جب تک اس کی موجودگی

میں کچھ کھایا جاتا رہتا ہے۔“

بَابُ: مَنْ دُعِيَ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ

یہ باب ہے کہ جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزہ دار ہو

1750- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور اس نے روزہ رکھا ہوا ہو تو وہ یہ کہہ دے کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔

1751- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَنبَأَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِيَ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَجِبْ فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ

1749: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1750: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 2696، أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2461، أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 781

1751: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3505

» حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور اس نے روزہ رکھا ہوا ہو تو وہ دعوت قبول کر لے اگر وہ چاہے تو کھالے اور اگر چاہے تو نہ کھائے۔“

شرح

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو اس دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئیں اور ام ہانی رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں ایک لونڈی ایک برتن لے کر آئی جس میں پینے کی کوئی چیز تھی لونڈی نے وہ برتن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ پی کر وہ برتن ام ہانی رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بھی اس میں سے پیا اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے افطار کر لیا کیونکہ میں روزے سے تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نے رمضان کا کوئی قضا یا نذر کا روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں! بلکہ نفل روزہ رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ نفل روزہ تھا تو کوئی حرج نہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم، رقم الحدیث ۵۵۵)

ایک اور روایت میں جو احمد اور ترمذی نے اسی کی مانند نقل کیا ہے یہ الفاظ بھی ہیں کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں روزہ سے تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نفل روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا مالک ہے چاہے روزہ رکھے چاہے افطار کرے۔

اپنے نفس کا مالک ہے کا مطلب یہ ہے کہ نفل روزہ رکھنے والا خود مختار ہے کہ ابتدا چاہے تو روزہ رکھے یعنی روزہ کی نیت کرے، چاہے افطار کرے یعنی روزہ نہ رکھنے کو اختیار کرے، یا پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نفل روزہ رکھنے والا روزہ رکھنے کے بعد بھی مختار ہے کہ چاہے تو اپنا روزہ پورا کرے چاہے تو توڑ ڈالے، اس صورت میں اس کی تاویل یہ ہوگی کہ نفل روزہ دار کو اس بات کا اختیار ہے کہ اگر اس کے پیش نظر کوئی مصلحت ہو مثلاً کوئی شخص اس کی ضیافت کرے یا کسی جماعت کے پاس جائے جس کے بارہ میں یہ معلوم ہو کہ اگر روزہ توڑ کر ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک نہیں ہوگا تو لوگ وحشت و پریشانی میں مبتلا ہو جائیں گے تو اس صورت میں وہ روزہ توڑ سکتا ہے تاکہ آپس میں میل ملاپ اور محبت و الفت کی فضا برقرار رہے لہذا ان الفاظ و معانی سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ نفل روزہ توڑنے کے بعد اس کی قضا ضروری نہیں ہے جب کہ اس کے بعد آنے والی حدیث بڑی وضاحت کے ساتھ قضا کے ضروری ہونے کو ثابت کر رہی ہے۔

بَابُ: فِي الصَّائِمِ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُ

یہ باب ہے (حدیث نبوی ﷺ ہے) ”روزہ دار شخص کی دعا مسترد نہیں ہوتی“

1752- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سَعْدَانَ الْجُهَنِيِّ عَنْ سَعْدِ أَبِي مُجَاهِدٍ الطَّائِيِّ وَكَانَ ثِقَةً

عَنْ أَبِي مُدَّةٍ وَكَانَ ثِقَةً عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَالصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللَّهُ ذَوْنَ الْعَمَامِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَتُفْتَحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُولُ يِعْزَتِي لَا نُصْرَتِكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ

• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تین لوگ ایسے ہیں جن کی دعا مسترد نہیں ہوتی۔ عادل حکمران، روزہ دار شخص جب تک وہ افطاری نہیں کر لیتا اور مظلوم شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو بادل (یعنی پردے) کے پرے بلند کرے گا اور دعا کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری عزت کی قسم! میں تمہاری ضرورت دیکھوں گا اگرچہ کچھ دیر کے بعد کروں گا۔

1753- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَدَنِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو بْنَ الْعَاصِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ إِذَا أَفْطَرَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَغْفِرَ لِي

• حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا ایسی ہوتی ہے جو مسترد نہیں ہوتی۔“

اس روایت کے راوی ابن ابی ملکہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو افطاری کے وقت یہ دعا مانگتے ہوئے

”اے اللہ میں تجھ سے تیری اس رحمت کے وسیلے سے جو ہر شے پر وسیع ہے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو میری مغفرت کرے۔“

بَابُ: فِي الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ

یہ باب ہے کہ عید الفطر کے دن (نماز کے لیے) نکلنے سے پہلے کچھ کھانا

1754- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ تَمْرَاتٍ

• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ عید الفطر کے دن اس وقت تک تشریف نہیں لے جاتے تھے جب تک کچھ کھجوریں نہیں کھا لیتے تھے۔

1753: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1754: أخرجه البخاری فی ”الصحيح“ رقم الحديث: 953

1756 - حَدَّثَنَا جَرَّارُ بْنُ الْمَعْلَبِ حَدَّثَنَا سَدُّ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ صَفْهَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَأَنَّ

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يُقَدِّىَ أَصْحَابَهُ مِنْ صَلَافَةِ الْفِطْرِ

• • • حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ عید الفطر کے دن اس وقت تک تشریف نہیں لے جاتے

تھے جب تک اپنے ساتھیوں کو صدقہ فطر میں سے کھانے کے لیے نہیں دے دیتے تھے۔

1757 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ثَوَابُ بْنُ عُثْبَةَ الْمَهْرِيُّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ وَكَانَ لَا يَأْكُلُ يَوْمَ النَّحْرِ حَتَّى يَرْجِعَ

• • • ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ عید الفطر کے دن (نماز عید ادا کرنے کے لیے) اس

وقت تک تشریف نہیں لے جاتے تھے جب تک کچھ کھا نہیں لیتے تھے اور آپ ﷺ عید الانحر کے دن واپس آنے سے پہلے کچھ نہیں

کھاتے تھے۔

بَابُ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ رَمَضَانَ قَدْ فَرَّطَ فِيهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے رمضان کے روزے ہوں

جن میں اس نے کوتاہی کی تھی

1757 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ

ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرٍ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ يَسْكُونُ

• • • حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے ایک مہینے کے روزے ہوں تو ہر ایک دن کے عوض میں اس کی طرف سے

ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے۔"

میت کے ذمہ روزوں کے فدیہ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے

ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کے ورثاء روزہ رکھیں (یعنی فدیہ دیں) (بخاری و مسلم)

جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے واجب ہوں تو اس کے بارے میں بھی علماء کے اختلافی مسلک ہیں

1755: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متفق ہیں۔

1756: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 542

1757: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1953

چنانچہ اکثر علماء کہ جن میں حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ بھی شامل ہیں یہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی طرف سے کوئی دوسرا روزہ نہ رکھے بلکہ اس کے ورثاء اس کے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو فدیہ دیں چنانچہ ان حضرات کی طرف سے اس حدیث کی یہی تاویل کی جاتی ہے کہ یہاں روزہ رکھنے سے مراد فدیہ دینا ہے کیونکہ فدیہ دینا بھی بمنزلہ روزہ رکھنے کے ہے اور اگلی حدیث اس توجیہ و تاویل کی بنیاد ہے۔

میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے اس لیے منع کیا جاتا ہے کہ ایک حدیث میں جو اس باب کے آخر میں آ رہی ہے صراحت کے ساتھ اس کی ممانعت فرمائی گئی حضرت امام احمد حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میت کی طرف سے اس کا وارث روزے رکھے۔

مذکورہ بالا مسئلہ کے سلسلہ میں حنفیہ کا یہ مسلک بھی ہے کہ اگر مرنے والے فدیہ کے بارے میں وصیت کر جائے تو وارث پر میت کی طرف سے فدیہ مذکور ادا کرنا واجب ہے۔ جب کہ وہ فدیہ میت کی تہائی مال میں سے نکل سکتا ہو لہذا اگر فدیہ مقدار اس کے تہائی مال کے مقدار سے زائد ہوگی تو وارث پر فدیہ کی اس مقدار کی ادائیگی واجب نہیں جو تہائی مال سے زائد ہو۔ ہاں اگر وارث اس زائد مقدار کو بھی ادا کر دے گا تو نہ صرف یہ کہ وارث کا یہ عمل جائز شمار ہوگا بلکہ میت پر اس کا احسان بھی ہوگا، لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ پورا مسئلہ اس صورت سے متعلق ہے جب کہ مرنے والے کے ذمہ وہ روزے ہوں جن کی قضا اس کے مرنے سے پہلے ممکن رہی ہو۔ مثلاً رمضان کا مہینہ گزر جانے کے بعد کسی ایسے مہینہ میں اس کا انتقال ہو جس میں وہ مرنے سے پہلے رمضان کے وہ روزے جو بیماری وغیرہ کی وجہ سے رکھنے سے رہ گئے تھے ان کی وہ قضا کر سکتا تھا، اور اگر رمضان کے کچھ روزے فوت ہو گئے ہوں (مثلاً رمضان ہی کے مہینہ میں اس کا انتقال ہوا ہو اور انتقال سے پہلے کچھ روزے رکھنے سے رہ گئے کہ جن کی قضا ممکن نہ ہو تو پھر ان کا تذکرہ یعنی ان روزوں کے بدلہ فدیہ دینا لازم ہے اور نہ مرنے والے پر فوت شدہ روزوں کا کوئی گناہ ہوگا چنانچہ تمام علماء کا یہی مسلک ہے البتہ طاؤس اور قتادہ کہتے ہیں کہ ان روزوں کا تذکرہ اور فدیہ بھی لازم ہوگا جن کی قضا کے ممکن ہونے سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو گیا ہوگا۔

امام شافعی کا مسلک یہ ہے مرنے والا وصیت کرے یا نہ کرے۔ اس کے فوت شدہ روزوں کے بدلے اس کے کل مال میں سے فدیہ ادا کرنا ضروری ہے مذکورہ بالا مسئلہ میں حضرت امام احمد کا جو مسلک ہے وہ پہلی حدیث کی تشریح میں بیان کیا جا چکا ہے۔ حضرت تافع (تابعی) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا چاہئے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے یعنی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

ہر روزہ کے بدلہ مسکین کو کھلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر روزہ کے بدلہ میں پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو۔ یا اتنی ہی مقدار کی قیمت ادا کی جائے اور یہی مقدار نماز کے فدیہ کی بھی ہے کہ ہر نماز کے بدلہ اسی قدر فدیہ ادا کیا جائے۔ یہ حدیث جمہور علماء

کی دلیل ہے جن کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی مرنے والے کے ذمہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص روزہ نہ رکھے بلکہ ورثاء اس کے بدلہ فدیہ ادا کریں اس سے پہلے جو حدیث گزری ہے غالب امکان ہے کہ وہ منسوخ ہو اور یہ حدیث مانع ہو، لیکن جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے اس حدیث کو منسوخ نہ قرار دے کر اس کی جو تاویل کی جاتی ہے اس کی بنیاد یہی حدیث ہے۔

یہ روایت اگرچہ موقوف ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا لیکن حکم میں مرفوع (ارشاد رسول) ہی کے ہے کیونکہ اس قسم کے تشریحی امور کوئی بھی صحابی اپنی عقل سے بیان نہیں کر سکتا لہذا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرور سنا ہوگا جب ہی انہوں نے اسے نقل کیا۔

فدیہ کی مقدار کا بیان

ہر دن کے روزے کے بدلے فدیہ کی مقدار نصف صاع یعنی ایک کلو ۲۳۳ گرام گیسوں یا اس کی مقدار ہے فدیہ اور کفارہ میں جس طرح تملیک جائز ہے اسی طرح اباحت طعام بھی جائز ہے یعنی چاہے تو ہر دن کے بدلے مذکورہ بالا مقدار کسی محتاج کو دے دی جائے اور چاہے ہر دن دونوں وقت بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا جائے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ صدقہ فطر کے برخلاف کہ اس میں زکوٰۃ کی طرح تملیک ہی ضروری ہے اس بارے میں یہ اصول سمجھ لیجئے کہ جو صدقہ لفظ اطعام یا طعام (کھلانے) کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک اور اباحت دونوں جائز ہیں اور جو صدقہ لفظ ایطاء یا ادا کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک شرط اور ضروری ہے اباحت قطعاً جائز نہیں ہے۔

دوسروں کی طرف سے نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ ان تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے یا کسی دوسرے کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے روزہ رکھے۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الصوم)

حضرت امام مالک، ابو حنیفہ اور حضرت امام شافعی کا مسلک یہی ہے کہ نماز روزہ کسی کی طرف سے کرنا تاکہ وہ بری الذمہ ہو جائے درست نہیں ہے ہاں احناف کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی بھی عمل کا ثواب خواہ وہ نماز ہو یا روزہ وغیرہ کسی دوسرے کو بخش سکتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا حالانکہ اس نے روزوں کی منت مانی تھی تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے گا۔ اور اگر کوئی شخص فوت ہوا جس پر رمضان کے روزے تھے تو ولی اس کی طرف سے روزہ نہ رکھے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس کے مال سے فدیہ ادا کر دے۔ (اکمال الکامل، ج ۳، ص ۲۶۲، بیروت)

بَابُ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ مِنْ نَذْرِ

یہ باب ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے نذر کا روزہ لازم ہو

1758- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي النَّظِيرِ وَالْحَكَمِ وَنَسْلَمَةَ بْنِ كَهِيلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صِيَامٌ شَهْرَيْنِ مُتَابَعَيْنِ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَى أُخْتِكَ ذَنْبٌ أَكُنْتَ تَقْضِيهِ فَقَالَتْ بَلَى قَالَ فَحَقَّ اللَّهُ أَحَقُّ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میری بہن کا انتقال ہو گیا ہے اس کے ذمے مسلسل دو ماہ کے روزے لازم تھے۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر تمہاری بہن کے ذمے قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرو دیتیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ (اس کے قرض کو ادا کیا جائے)

1759- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمٌ أَقْصَرُهُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ

﴿﴾ ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے ان کے ذمے ایک روزہ تھا کیا میں ان کی طرف سے ایک روزہ رکھ لوں؟ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: جی ہاں۔

اور روزے کی دوسری قسم وہ ہے کسی شخص کے ذمہ پر واجب ہے۔ جس طرح رمضان کے روزوں کی قضاء اور کفارے کے روزے ہیں۔ لہذا یہ روزہ جائز نہیں مگر جب وہ رات کو ہی اس کی نیت کر لے۔ کیونکہ یہ غیر معین روزہ ہے لہذا ابتداء میں اس روزے کی تعیین ضروری ہے جبکہ نفلی روزہ خواہ وہ کسی بھی طرح کا ہو اس کی نیت زوال سے پہلے پہلے جائز ہے۔ جبکہ اس میں حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے۔ کیونکہ وہ اس حدیث کے مطلق ہونے سے استدلال کرتے ہیں ہم نے روایت کی ہے۔ کہ

1758: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1953 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2688 'أورقم الحديث: 2689 'أورقم الحديث:

2690 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3310 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 716 'أورقم الحديث: 717

1759: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2692 'أورقم الحديث: 2693 'أورقم الحديث: 2694 'أورقم الحديث: 2695 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم

الحديث: 1656 'أورقم الحديث: 2877 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 667 'أورقم الحديث: 928 'أخرجه ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحديث:

نبی کریم ﷺ نے روزے کے بغیر صبح کرنے کے بعد فرمایا: کہ میں اب میں روزے دار ہوں اور یہ دلیل بھی کہ اس کی مشروعیت رمضان کے سوا اہل میں ہے۔ اور یہ دلیل بھی ہے دن کے اول حصے میں رکنے والا ہو جانا نیت پر موقوف ہے۔ اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کی ہے۔ اور اگر اس نے زوال کے بعد نیت تو جائز نہیں ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جائز ہے۔ اور اس کا روزہ اسی وقت سے شمار ہوگا جب اس نے نیت کی ہے۔ کیونکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک نفلی روزے حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نفلی روزہ نشاط (نئی بنیاد) پر مبنی ہے۔ کیونکہ ممکن ہو اس کے لئے وقت زوال کے نشاط ہو لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ دن کے اول حصے میں رکنے والا ہو۔ جبکہ ہمارے نزدیک دن کے حصے میں امساک کی وجہ سے ہی روزے دار ہو جائے گا۔ اس لئے نفس کو مغلوب کرنے والی عبادت یہی ہے اور یہ عبادت امساک سے ثابت ہو جاتی ہے۔ لہذا دن کے اکثر حصے کے ساتھ نیت کے اقرار کا اعتبار کیا جائے گا۔

نذر شرعی کی شرائط کا بیان

- نذریا شرعی منت جس کے ماننے سے شرعاً اس کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے۔ اس کے لیے مطلقاً چند شرطیں ہیں۔
- ۱۔ ایسی چیز کی منت ہو کہ اس کی جنس سے کوئی چیز شرعاً واجب ہو۔ لہذا عبادت مریض اور مسجد میں جانے اور جنازے کے ساتھ جانے کی منت نہیں ہو سکتی۔
- ۲۔ وہ عبادت خود مقصود بالذات ہو کسی دوسری عبادت کے لیے وسیلہ نہ ہو لہذا وضو غسل کی منت صحیح نہیں۔
- ۳۔ اس چیز کی منت نہ ہو جو شرع نے خود اس پر واجب کی ہے۔ خواہ فی الحال یا آئندہ لہذا آج کی ظہر یا کسی فرض نماز کی منت صحیح نہیں کہ یہ چیزیں تو خود ہی واجب ہیں۔
- ۴۔ جس چیز کی منت مانی ہو وہ خود اپنی ذات سے کوئی گناہ کی بات نہ ہو۔ اور اگر کسی اور وجہ سے گناہ ہو تو منت صحیح ہو جائے گی۔ مثلاً عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے۔ اگر اس کی منت مانی تو منت ہو جائے گی۔
- ۵۔ اگرچہ حکم یہ ہے کہ اس دن نہ رکھے بلکہ کسی دوسرے دن رکھے کہ یہ منت عارضی ہے۔ یعنی عید کے دن ہونے کی وجہ سے خود روزہ ایک جائز چیز ہے۔
- ۶۔ ایسی چیز کی منت نہ ہو جس کا ہونا محال ہو۔ مثلاً یہ منت مانی کہ کل گذشتہ میں روز رکھوں گا کہ یہ منت صحیح نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری، کتاب الصوم)

ہر واجب روزہ میں نیت ضروری ہے جیسے قضا یا کفارہ کے روزے ہیں

حدیث میں ہے۔

من لم یبیت الصیام من اللیل فلا صیام له (سنن نسائی) اس شخص کا روزہ نہیں جس نے رات ہی سے روزہ کی نیت نہ کی

ہو۔

رات میں کسی بھی وقت نیت کی جاسکتی ہے خواہ فجر سے ایک منٹ پہلے ہی کیوں نہ ہو۔ نیت کسی کام کے کرنے کے لئے دل سے عزم کا نام ہے۔ جسے علم ہو کہ کل رمضان ہے اور اس نے روزہ کا ارادہ کر لیا تو یہ اس کی نیت ہوگئی، اور جس نے دن میں روزہ چھوڑنے کی نیت کی اور روزہ نہ چھوڑا، تو رائج قول کے مطابق اس کا روزہ صحیح ہے، جیسے کسی نے نماز میں بات کرنے کا ارادہ کیا اور بات نہیں کی۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ صرف روزہ توڑنے کی نیت کی بنیاد پر ہی وہ مفطر مانا جائے گا لہذا اس روزہ کی قضا کر لے تو بہتر ہے۔ مرتد ہو جانے سے نیت باطل ہو جاتی ہے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں۔

رمضان میں روزے رکھنے والا روزانہ تجدید نیت کا پابند نہیں، بلکہ مہینہ کے شروع میں نیت کر لے تو کافی ہے۔ سفر یا مرض کی وجہ سے روزہ کی نیت چھوڑ کر افطار کر لے، تو پھر عذر ختم ہو جانے کے بعد تجدید نیت ضروری ہے۔

مطلق نفلی روزہ کے لئے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، فرماتی ہیں: دخل علی رسول اللہ ﷺ ذات یوم فقال: هل عندکم شیء؟ فقلنا: لا، قال: فإنی إذا صائم (صحیح مسلم، مسند امیر) ج ۱ ص ۲۰۷ (میرت)

ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف لائے اور فرمایا: کیا کھانے کے لئے کوئی چیز ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔

اگر کوئی خاص نفلی روزہ جیسے عرفہ یا عاشورا کا روزہ ہو تو رات ہی سے نیت کر لینا بہتر ہے۔

جس شخص نے واجب روزہ رکھا جیسے قضا، نذریا کفارہ کا روزہ تو اسے چاہئے کہ اسے پورا کرے۔ بغیر عذر کے روزہ توڑنا جائز نہیں البتہ نفلی روزے کے بارے میں حکم رسول ﷺ ہے۔

الصائم المتطوع امیر نفسه إن شاء صام وإن شاء افطر (مسند امیر ج ۱ ص ۲۳۱، میرت)

نفلی روزہ رکھنے والے والا خود مختار ہے، چاہے تو پورا کرے یا روزہ توڑ دے۔

بَابُ: فِيمَنْ أَسْلَمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ

یہ باب ہے کہ جو شخص رمضان کے مہینے میں اسلام قبول کر لے

1760- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوُهَيْبِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عَطِيَّةِ بْنِ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا وَقَدْ نَا الدِّينَ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِسْلَامٍ ثَقِيفٍ قَالَ وَقَدِمُوا عَلَيْهِ فِي رَمَضَانَ فَضَرَبَ عَلَيْهِمْ قُبَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلَمَّا أَسْلَمُوا صَامُوا مَا بَقِيَ عَلَيْهِمْ مِنَ الشَّهْرِ

عطیہ بن سفیان بیان کرتے ہیں: اس وفد کے افراد نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے جس کا تعلق ثقیف قبیلے سے تھا اور

وہ لوگ اسلام قبول کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے وہ لوگ رمضان کے مہینے میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوا دیا تھا جب ان حضرات نے اسلام قبول کر لیا تو ان حضرات نے باقی مہینے کے روزے رکھے تھے۔

جب کافر طلوع فجر کے بعد اسلام لایا تو روزے کا حکم

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ محیط میں ہے۔ جب کافر طلوع کے بعد اسلام لایا تو اس کا فرضی یا نقلی روزہ صحیح نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نقلی روزہ صحیح ہے اور ظاہر الروایت میں ہے صحیح نہیں ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا فرض روزہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ وہ اس کا اہل نہیں ہے۔ جبکہ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ وہ حائض کی طرح بقیہ رمضان میں امساک کرے۔

امام مالک، امام داؤد نے کہا ہے اس کا مساک مستحب ہے۔ اس کے لئے امساک لازم نہیں ہے کیونکہ اس شخص پر ظاہری و باطنی طور پر روزہ فرض نہیں ہے۔ جس طرح حالت عذر میں ہوتا ہے۔ (الہدایہ شرح الہدایہ ج ۳ ص ۳۳۸، حقایق ملتان)

بقیہ دن کے امساک میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ "المغنی" میں رقمطراز ہیں: "جس شخص کے لیے ظاہر اور باطنی طور پر دن کے شروع میں روزہ نہ رکھنا مباح ہو مثلاً حائضہ اور نفاس والی عورت، اور مسافر، بچہ، مجنون و پاگل، کافر، اور مریض، جب دن کے دوران ان کا عذر زائل ہو جائے تو حائضہ اور نفاس والی عورت پاک ہو جائے، اور مسافر مقیم، اور بچہ بالغ ہو جائے، اور مجنون عقلمند، اور کافر اسلام قبول کر لے، اور بے روزہ مریض شفا یاب ہو جائے تو اس میں دو روایتیں ہیں۔

پہلی: ان کے لیے دن کا باقی حصہ بغیر کھائے پیئے گزارنا لازم ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، دوسری روایت: ان پر کھانے پینے سے رکنا لازم نہیں، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے، اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ: جس نے دن کی ابتدا میں کھایا تو وہ دن کے آخر میں بھی کھائے۔

اور اسی طرح جب مسافر سفر سے واپس پلٹ آئے، تو میری طرف سے یہ کلام صحیح ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت یہی ہے، اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا بھی مسلک یہی ہے۔

اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ: (جس نے دن کے پہلے حصہ میں کھایا وہ دن کے آخری حصہ میں بھی کھائے۔

اور جابر بن یزید (یہ ابو شعشاء تابعین میں سے ایک فقیہ و امام ہیں) رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ سفر سے واپس آئے تو انہوں نے اپنی بیوی کو دیکھا کہ وہ اسی دن حیض سے پاک ہوئی ہے، تو انہوں نے اس سے جماع کیا یہ دونوں اثر المغنی میں ذکر کیے گئے ہیں، اور ان کا کوئی تعاقب نہیں کیا گیا۔

اور اس لیے بھی کہ کھانے پینے سے رکنے کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ اس دن کا روزہ تو اسی وقت صحیح ہوگا جب فجر سے رکھا گیا ہو۔
اور اس لیے بھی کہ رمضان کا علم ہونے کے باوجود ان کے لیے دن کیا دل میں ظاہری اور باطنی طور پر کھانا پینا مباح کیا گیا ہے، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تو طلوع فجر سے ممانعت کی ہے، اور ان لوگوں پر اس وقت روزہ واجب نہیں تھا، تو کھانے پینے سے رکنے کے حکم میں بھی نہیں آتے۔

اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر پر چھوڑے ہوئے روزوں کے بدلے دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنا واجب کیا ہے، اور اسی طرح حائضہ عورت پر بھی، اور اگر ہم ان پر کھانا پینے سے رکنا واجب کریں تو اس پر ہم نے اللہ تعالیٰ سے واجب کردہ سے زیادہ کو واجب کر دیا؛ کیونکہ اس وقت ہم اس پر اس دن کی قضاء کے ساتھ دن کا باقی حصہ کھانے پینے سے رکنا بھی واجب کر رہے ہیں، تو اس طرح ہم نے اس پر دو چیزیں واجب کیں حالانکہ صرف ایک چیز ان ایام کی قضاء واجب ہے جس کے روزے نہیں رکھے، اور یہ عدم وجوب کی ظاہر ترین دلیل ہے۔ لیکن اگر اس سے خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اعلانیہ طور پر نہ کھائے پیے۔ (الفتی، ابواب الصیام)

اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ "المجموع" میں کہتے ہیں۔ "جب مسافر رمضان میں دن کے دوران سفر سے واپس پلٹ آئے اور اس نے روزہ نہ رکھا ہو اور اپنی بیوی کو دن کے دوران حیض یا نفاس سے پاک پائے یا بیماری سے اس کی بیوی دن میں شفا یاب ہو گئی ہو اور اس نے روزہ نہ رکھا ہو تو وہ اس سے ہم بستری کر سکتا ہے، ہمارے نزدیک بغیر کسی اختلاف کے اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ (المجموع للنووی (۱/ ۱۷۴))

بَابُ: فِي الْمَرْأَةِ تَصُومُ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا

یہ باب ہے کہ عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزے رکھنا

1761- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْوَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ يَوْمًا مِنْ غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ إِلَّا بِإِذْنِهِ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"کوئی بھی عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ نہ رکھے البتہ اس کی اجازت سے رکھ سکتی ہے۔"

1762- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ أَنْ يَصُومْنَ إِلَّا بِإِذْنِ أَزْوَاجِهِنَّ

1761: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 782

1762: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

•• حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے خواتین کو اس بات سے منع کیا ہے وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفل) روزے رکھیں۔

بَابُ: فِيمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَلَا يَصُومُ إِلَّا بِإِذْنِهِمْ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے ہاں پڑاؤ کرے تو وہ ان کی اجازت کے بغیر (نفل) روزہ نہ رکھے

1763- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ وَخَالِدُ بْنُ أَبِي يَزِيدَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْمَدَنِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَزَلَ الرَّجُلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَصُومُ إِلَّا بِإِذْنِهِمْ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جب کوئی شخص کسی کے ہاں پڑاؤ کرے تو وہ ان کی اجازت کے بغیر (نفل) روزہ نہ رکھے۔

بَابُ: فِيمَنْ قَالَ الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ كَالصَّائِمِ الصَّابِرِ

یہ باب ہے کہ شکر کر کے کھانے والا صبر کر کے روزہ رکھنے والے کی مانند ہے

صبر کرنے کی فضیلت کا بیان

1764- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ كَثَائِبِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَمَوِيِّ عَنْ مَعْنٍ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: شکر کر کے کھانے والا صبر کر کے روزہ رکھنے والے کی حیثیت رکھتا ہے۔

شرح

حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بتائیے اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں اس حال میں کہ میں صبر کر نیوالا اور ثواب کا خواہش مند ہوں (یعنی میں دکھانے سنانے کی غرض سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خاطر اور ثواب کی طلب میں جہاد کروں) اور اس طرح جہاد کروں کہ میدان جنگ میں دشمن کو پیٹھ نہ دکھاؤں بلکہ

1763: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1764: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ان کے سامنے سید پر رہوں (یہاں تک کہ میں لڑتے لڑتے مارا جاؤں) تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کر دے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں اگر جب وہ شخص اپنے سوال کا جواب پا کر واپس ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آزاد دی اور فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ واپس لے گا مگر قرض کو معاف نہیں کرے گا۔ مجھ سے جبرائیل نے یہی کہا ہے۔ (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حقوق العباد کا معاملہ بڑا سخت اور کٹھن ہے اللہ تعالیٰ اپنے حقوق یعنی عبادات و طاعات میں کوتاہی اور گناہ و معصیت کو معاف کر دیتا ہے مگر بندوں کے حقوق یعنی قرض وغیرہ کو معاف نہیں کرتا نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالیٰ کا صرف وہی پیغام نہیں پہنچاتے تھے جو قرآن کریم کی شکل میں ہمارے سامنے ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی دیگر ہدایات و احکام پہنچاتے رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے تمام (صغیرہ اور کبیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں مگر دین یعنی حقوق کی معافی نہیں ہوتی۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1782)

دین سے مراد حقوق العباد ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص پر بندہ کا کوئی حق ہو یعنی خواہ اس کے ذمہ کسی کا مال ہو یا اس نے کسی کا ناحق خون کیا ہو یا کسی کی آبروریزی کی ہو یا کسی کو برا کہا ہو یا کسی کی غیبت کی ہو تو اگر وہ شخص شہید بھی ہو جائے تب بھی یہ چیزیں معاف نہیں کی جائیں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے حقوق کسی حال میں معاف نہیں کرتا۔ لیکن ابن مالک کہتے ہیں کہ بعض علماء کا یہ قول ہے کہ اس حدیث کا تعلق شہداء پر ہے یعنی بری جنگ میں شہید ہونے والوں سے ہے بحری جنگ میں شہید ہونے والے اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ابن ماجہ نے ابوامامہ کی یہ مرفوع روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بحری جنگ میں شہید ہونے والوں کے تمام گناہ حتیٰ کہ دین (یعنی حقوق العباد) بھی بخشے جاتے ہیں۔

1785 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حُرَّةٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حَكِيمٍ بْنِ أَبِي حُرَّةٍ عَنْ يَسَّانَ بْنِ سَنَةَ الْأَسْلَمِيِّ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الصَّالِمِ الصَّابِرِ

•• نبی کریم ﷺ کے صحابی حضرت سنان بن سہ اسمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "شکر کر کے کھانے والے کو صبر کر کے روزہ رکھنے والے کی مانند اجر ملے گا۔"

بَابُ: فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ

یہ باب شب قدر کے بیان میں ہے

1786 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ هِشَامِ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي

کَثِيرٌ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ اغْتَنَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَأَنْبِئْتُهَا فَأَتَمِسُّوْهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ فِي الْوَتْرِ

﴿﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی لیکن پھر مجھے وہ بھلا دی گئی تو تم لوگ آخری عشرے کی طاق راتوں میں اسے تلاش کرو۔

شرح

شب قدر کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس کے متعلق قرآن کریم میں پوری سورۃ نازل ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا، "بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں اتار دیا اور تم نے کاجانا کیا ہے شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر (ہے) اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے۔ وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک"۔ (سورۃ القدر، کنز الایمان) اس سورہ سے معلوم ہوا کہ شب قدر ایسی بابرکت اور عظمت و بزرگی والی رات ہے:

۱- جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

۲- اسی رات میں قرآن حکیم لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل ہو۔

۳- اسی رات میں فرشتے اور جبریل علیہ السلام زمین پر اترتے ہیں۔

۴- اسی رات میں صبح طلوع ہونے تک خیر و برکت نازل ہوتی ہے اور یہ رات سلامتی ہی سلامتی ہے۔

شب قدر ملنے کا سبب

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی امتوں کے لوگوں کی عمروں پر توجہ فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے لوگوں کی عمریں کم معلوم ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال فرمایا کہ جب گزشتہ لوگوں کے مقابلے میں ان کی عمریں کم ہیں تو ان کی نیکیاں بھی کم رہیں گی اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک ص ۲۶۰)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک نیک شخص کا ذکر فرمایا جس نے ایک ہزار ماہ تک راہ خدا میں جہاد کے لیے ہتھیار اٹھائے رکھے۔ صحابہ کرام کو اس پر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی اور ایک رات یعنی شب قدر کی عبادت کو اس مجاہد کی ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر قرار دیا۔ (سنن الکبریٰ ص ۳۶۶، تفسیر ابن جریر)

1766: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 669 'ورقم الحديث: 813 'ورقم الحديث: 836 'ورقم الحديث: 2016 'ورقم الحديث: 2018 'ورقم الحديث: 2026 'ورقم الحديث: 2027 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2761 'ورقم الحديث: 2762 'ورقم الحديث: 2763 'ورقم الحديث: 2764 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 894 'ورقم الحديث: 895 'ورقم الحديث: 911 'ورقم الحديث: 1382 'أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 1094 'ورقم الحديث: 1355 'أخرجه ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحديث: 1775

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس مقدس اور مبارک رات کا نام لیلۃ القدر رکھے جانے کی چند حکمتیں پیش خدمت ہیں۔

۱۔ قدر کے ایک معنی مرتبے کے ہیں اس بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس رات کی عظمت و بزرگی اور اعلیٰ مرتبے کی وجہ سے اس کا نام لیلۃ القدر یعنی اعلیٰ مرتبے والی رات رکھا گیا ہے۔ اس رات میں عبادت کا مرتبہ بھی بہت اعلیٰ ہے جو کوئی اس رات میں عبادت کرتا ہے۔ وہ بارگاہ الہی میں قدر و منزلت والا ہو جاتا ہے۔ اور اس رات کی عبادت کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ایک اور حکمت لیلۃ القدر کی یہ ہے کہ اس رات میں عظمت و بلند مرتبہ والی کتاب نازل ہوئی ہے کتاب اور وحی لے کر آنے والے فرشتے جبرئیل علیہ السلام بھی بلند مرتبے والے ہیں اور یہ عظیم الشان کتاب قرآن حکیم جس محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ بھی بڑی عظمت اور بلند مرتبے والے ہیں۔ سورۃ القدر میں اس لفظ "قدر" کے تین مرتبہ آنے میں شاید یہی حکمت ہے۔

۲۔ "قدر" کے ایک معنی تقدیر کے بھی ہیں اور چونکہ اس رات میں بندوں کی تقدیر کا وہ حصہ جو اس رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہوتا ہے۔ وہ متعلقہ فرشتوں کو سونپ دیا جاتا ہے۔ اس لیے بھی اس رات کو شب قدر کہتے ہیں۔

نزول قرآن

اللہ تعالیٰ نے شب قدر کی بڑی وجہ فضیلت یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ نزول قرآن کی رات ہے۔ سورۃ الدخان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قرآن کریم کو مبارک رات میں نازل کیا۔ اس مبارک معض مفسرین کرام نے شب برأت مراد لی ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ قرآن حکیم تییس برس کی مدت میں بتدریج نازل ہوا نیز اس کا نزول ربیع الاول میں شروع ہوا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اقوال میں خوب تطبیق کی ہے وہ فرماتے ہیں، "شب قدر میں قرآن کریم لوح محفوظ سے یکبارگی آسمان دنیا پر بیت العزت میں نازل ہوا جب کہ اس کے نزول کا اندازہ اور لوح محفوظ کے نگہبانوں کو اس کا نسخہ نقل کر کے آسمان دنیا پر پہنچانے کا حکم اسی سال کی شب برأت میں ہوا۔ گویا قرآن حکیم کا نزول حقیقی ماہ رمضان میں شب قدر کو ہوا اور نزول تقدیری اس سے پہلے شب برأت میں ہوا۔ اور سینہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول قرآن کا آغاز ربیع الاول میں پیر کے دن ہوا اور تییس سال میں مکمل ہوا۔ (تفسیر عزیزی پارہ ۳ ص ۳۲۸)

ہزار مہینوں سے بہتر

شب قدر کی دوسری وجہ فضیلت یہ ہے کہ اس رات کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہ نکتہ قابل توجہ ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ایک ہزار مہینوں کے تر اسی سال اور چار ماہ بنتے ہیں پس اگر کوئی شخص ۸۳ سال اور چار ماہ تک دن رات مسلسل اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو بھی ایک شب قدر کی عبادت اتنی طویل مدت کی عبادت سے افضل بہتر ہے جب کہ اس طویل مدت میں کوئی شب قدر نہ ہو۔ اسی طرح یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص شب قدر میں عبادت

کرے تو گویا اس نے ۸۳ سال اور چار ماہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزار دیے بلکہ اسے اس سے بہتر اجر ملے گا پھر اس پر بس نہیں، اگر طلب بھی ہو تو ہر سال شب قدر نصیب ہو سکتی ہے گویا ذرا سی محنت اور لگن سے کئی ہزار مہینوں سے زیادہ اجر و ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے۔

نزولِ ملائکہ

نورِ مجسمِ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شب قدر آتی ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں زمین پر اترتے ہیں اور اس شخص کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑا بیٹھا اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہو۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۵۲، شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۳۳۳)

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور فرشتے اس شب میں عبادت کرنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔ (فضائل الاوقات للبیہقی ص ۲۱۵)

علامہ فرماتے ہیں کہ شب قدر میں عبادت کرنے والوں سے جب حضرت جبرئیل علیہ السلام اور فرشتے سلام و مصافحہ کرتے ہیں تو اس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ بدن کے روٹھے کھڑے ہو جاتے ہیں دل خشیتِ الہی سے لرزنے لگتا ہے اور اس پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نفسی کبیر میں فرشتوں کے زمین پر اترنے کی متعدد وجوہ تحریر فرمائی ہیں جن میں سے چند شہور ملاحظہ ہوں۔

۱۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا تھا یہ مخلوق زمین میں فساد پھیلانے گی اور خونریزی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ انسان کی عزت و عظمت واضح کرنے کے لیے فرشتوں کو نازل فرماتا ہے کہ جاؤ اور دیکھو جن کے متعلق تم نے یہ کہا تھا وہ کیا کر رہے ہیں۔ دیکھ لو میرے بندے اس رات میں بستر و آرام کو چھوڑ کر میری خاطر عبادت میں مشغول ہیں اور مجھے راضی کرنے کے لیے آنسو بہاتے دعائیں مانگ رہے ہیں حالانکہ شب بیداری ان کے لیے فرض یا واجب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ بھی نہیں صرف میرے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ترغیب دینے پر یہ اپنی نیند و آرام قربان کر کے ساری رات کے قیام پر مستعد ہیں۔ پھر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور مومن کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ جنت میں ان کے پاس فرشتے آئیں گے۔ اور انہیں سلام کریں گے شب قدر میں فرشتوں کو نازل فرمانے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ رب تعالیٰ کو یا یہ بتانا چاہتا ہے اے میرے بندوں! اگر تم دنیا میں میری عبادت میں مشغول رہے تو تمہارے پاس رحمت کے فرشتے آئیں گے اور تمہاری زیارت کر کے وہ تمہیں سلام کریں گے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے شب قدر کی فضیلت و برکت اہل ایمان کے لیے رکھی جو یہاں رب تعالیٰ کی عبادت کریں، چنانچہ فرشتے اسی لیے زمین پر آتے ہیں تاکہ وہ بھی یہاں آ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور شب قدر کے کثیر اجر و ثواب کے مستحق ہا جائیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مکہ مکرمہ اس نیت سے جائے کہ وہاں عبادت کا اجر و ثواب زیادہ ملا ہے اسی طرح فرشتے شب قدر میں

زمین پر اترتے ہیں۔

۴۔ انسان کی فطرت ہے کہ جب اکابر علماء اور عابد و زاہد لوگ موجود ہوں تو وہ خلوت کے مقابلے میں بہتر طریقے سے عبادت اور اطاعت الہی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

تعیین شب قدر

شب قدر کی تعیین میں آئمہ دین کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔ جلیل القدر تابعی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ایک قول یہ ہے کہ شب قدر تمام سال میں کسی بھی رات کو ہوتی ہے۔ صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ امام اعظم کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی ۲۷ ویں شب میں ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے کہ شب قدر رمضان کی کسی متعین رات میں ہوتی ہے۔ علمائے شافعیہ کا قول یہ ہے کہ اس کا ۲۱ ویں شب میں ہونا اقرب ہے۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہوتی ہے کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں۔

شیخ محمد الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک ان کا قول زیادہ صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ یہ تمام سال میں کسی بھی رات کو ہو سکتی ہے کیونکہ میں نے شب قدر کو دو مرتبہ شعبان میں پایا ہے ایک بار ۱۵ شعبان کو اور دوسری بار ۱۹ شعبان کو اور دو مرتبہ رمضان کے درمیانی عشرے میں ۱۳ اور ۱۸ رمضان کو اور رمضان کے آخری عشرے کی ہر طاق رات میں اسے پایا ہے اس لیے یہ پورے سال میں کسی بھی رات کو ہو سکتی ہے البتہ ماور رمضان میں یہ بکثرت آتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ شب قدر سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے ایک وہ جس میں احکام الہی نازل ہوتے ہیں اور اسی رات میں قرآن کریم لوح محفوظ سے اتارا گیا۔ یہ رات سال بھر میں کسی بھی شب ہو سکتی ہے لیکن جس سال قرآن کریم نازل ہوا اس سال یہ رات رمضان المبارک میں تھی اور یہ اکثر رمضان المبارک میں ہی ہوتی ہے۔ دوسری شب قدر وہ ہے جس میں ملائکہ بکثرت زمین پر اترتے ہیں۔ روحانیت عروج پر ہوتی ہے عبادات اور دعائیں قبول ہوتی ہیں یہ ہر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہوتی ہے اور بدلتی رہتی ہے۔ اب چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مالیشان ہے ”شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو“۔ (بخاری، مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۴۵)

۲۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”شب قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں یعنی ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹ ویں رات میں ہوتی ہے۔ جو ثواب کی نیت سے اس رات من عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ تمام گناہ بخش دیتا ہے اسی رات کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ یہ رات کھلی ہوئی اور چمکدار ہوتی ہے۔ صاف شفاف گویا انوار کی کثرت کے باعث چاند کھلا ہوا ہے۔ نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے۔ اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے اس کے بعد کی صبح کو سورج بغیر شعاع کے

طلوع ہوتا ہے۔ بالکل ہموار تکیہ کی طرح جیسا کہ چودھویں کا چاند کیونکہ شیطان کے لیے یہ رونا نہیں کہ وہ اس دن سورج کے ساتھ نکلے۔ (مسند احمد جلد ۵ ص ۳۲۲، مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۱۷۵)

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "شب قدر کو آخری عشرے میں ۲۷ ویں، ۲۸ ویں، اور ۲۹ ویں راتوں میں تلاش کرو"۔ (بخاری، مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۴۵۰)

۲۷ ویں شب

کثیر علماء کے نزدیک ۲۷ ویں شب، شب قدر ہوتی ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، سے یہی مروی ہے۔ (خزائن العرفان) ۲۷ ویں شب کے لیلۃ القدر ہونے کی تائید میں مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "شب قدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے"۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۷، مجمع ابن حبان ج ۸ ص ۳۲۷، سنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۲ ص ۳۱۲) امام بیہقی نے فرمایا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۔ حضرت زبیر بن حبیش رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ، سے پوچھا آپ کے بھائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کا ارشاد ہے کہ جو سال بھر شب بیداری کرے وہ شب ق در پالے گا۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے انہوں نے یہ اس لیے کہا کہ لوگ ایک ہی رات پر قناعت نہ کر لیں حالانکہ وہ جانتے تھے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں ہے اور وہ ۲۷ ویں شب ہے پھر آپ نے قسم فرمایا، "شب قدر ستائیسویں رات ہے"۔

(صحیح مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۴۵۱)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے صحابہ کرام سے شب قدر کے متعلق پوچھا تو سب نے مختلف جواب دیے۔ میں نے عرض کی یہ آخری عشرے کی ساتویں رات یعنی ۲۷ ویں شب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عدد سات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا فرمائے۔ سات زمینیں بنائیں۔ انسان کی تخلیق سات درجات میں فرمائی اور سات چیزیں بطور اس کی غذا کے پیدا فرمائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے کہ ۲۷ ویں شب لیلۃ القدر ہے۔ (شب الایمان للبیہقی جلد ۳ ص ۳۲۰)

۴۔ دوسری روایت میں آپ رضی اللہ عنہ، سے یہ بھی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبع مثانی (سورہ فاتحہ) عطا فرمائی جس کی ۷ آیتیں ہیں جن عورتوں سے نکاح حرام ہے وہ بھی سات ہیں۔ قرآن میں میراث میں سات لوگوں کے حصے بیان فرمائے۔ سفامروہ کے چکر سات ہیں۔ طواف کے چکر بھی سات ہیں۔ (تفسیر دارالمؤثر)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ "لیلۃ القدر" میں کل نو حروف ہیں اور یہ سورۃ القدر میں تین مرتبہ آیا ہے ۹ کو ۳ سے ضرب دیں تو ۲۷ آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر میں ۲۷ ویں شب ہی ہے۔ (تفسیر کبیر)

۶۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ، کا ایک غلام بحری جہازوں کا ملاح رہا تھا وہ ان سے کہنے لگا ایک چیز میرے تجربے میں بہت عجیب ہے وہ یہ کہ سال میں ایک رات سمندر کا کھارا پانی بیٹھا ہو جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ، نے فرمایا جب وہ

رات آئے تو مجھے ضرور بتانا رمضان کی ستائیسویں شب کو اس نے کہا یہ وہی رات ہے۔ (تفسیر تفسیر بنی)

۷۔ جلیل القدر تابعی حضرت عہد بن ابی اہا بہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں سند رکائی چکھا تو وہ نہایت شگفتہ تھا۔ حضرت یحییٰ بن ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، میں نے ۲۷ ویں شب میں خانہ کعبہ کا طواف کیا میں نے دیکھا کہ فرشتے فضا میں بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ (شعب الایمان جلد ۳ ص ۳۲۱)

۸۔ غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ بھی اسی خیال کے قائل تھے کہ ۲۷ ویں شب کو شب قدر ہوتی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض علماء و فقہاء کے نزدیک رمضان کی ستائیسویں شب میں قرآن کریم ختم کرنا مستحسن ہے تاکہ شب قدر کی برکتیں بھی حاصل ہو جائیں کیونکہ اکثر محدثین نے احادیث بیان کی ہیں کہ ۲۷ ویں شب میں شب قدر ہے۔

(ماہیت من السنہ ۲۱۵)

اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اول تو ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم ماہ رمضان کی تمام راتوں کے آخری حصہ میں ذوق و شوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور خوب دعائیں مانگیں۔ کم از کم نماز تہجد پورا ماہ ضرور ادا کریں۔ پھر کوشش کر کے آخری عشرہ کی تمام راتوں کو عبادت الہی میں گزاریں اور شب قدر تلاش کریں۔ ورنہ کم از کم ۲۷ ویں شب کو تو ضرور تمام رات رضائے الہی کے لیے عبادت و دعائیں مصروف رہیں۔ رب تعالیٰ ہم سب کو شب قدر کی برکتیں نصیب فرمائے۔ آمین۔

شب قدر مخفی کیوں؟

لوگ اکثر یہ سوال پوچھتے ہیں کہ شب قدر کو مخفی رکھنے میں کیا حکمتیں ہیں؟ جواب یہ ہے کہ اصل حکمتیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ وہ جواب ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان بارگاہ نبوی میں اس وقت دیا کرتے جب انہیں کسی سوال کے جواب کا قطعی علم نہ ہوتا۔ وہ فرماتے اللہ و رسولہ اعلم۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ کتاب الایمان)

غیب بتانے والے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فیوض و برکات سے اکتساب فیض کرتے ہوئے علمائے کرام نے شب قدر کے مخفی ہونے کی بعض حکمتیں بیان فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ اگر شب قدر کو ظاہر کر دیا جاتا تو کوٹاہ امت لوگ اسی رات کی عبادت پر اکتفا کر لیتے۔ اور دیگر راتوں میں عبادت کا اہتمام نہ کرتے۔ اب لوگ آ کر ۱۰ عشرے کی پانچ راتوں میں عبادت کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں۔

۲۔ شب قدر کو ظاہر کر دینے کی صورت میں اگر کسی سے یہ شب چھوٹ جاتی تو اسے بہت زیادہ حزن و ملال ہوتا اور دیگر راتوں

میں وہ

دُجھتی سے عبادت نہ کر پاتا۔ اب رمضان کی پانچ طاق راتوں میں سے دو تین راتیں اکثر لوگوں کو نصیب ہو ہی جاتی ہیں۔

۳۔ اگر شب قدر کو ظاہر کر دیا جاتا تو جس طرح اس رات میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ ہے اس طرح اس رات میں گناہ بھی ہزار درجہ زیادہ ہوتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس رات کو مخفی رکھا تاکہ اس شب میں عبادت کریں وہ ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ اجر و ثواب پائیں اور اپنی جہالت و کم نصیبی سے اس شب میں بھی گناہ سے باز نہ آئیں تو انہیں شب قدر کی تو ہیں

کرنے کا گناہ نہ ہو۔

۴۔ جیسا کہ نزول ملائکہ کی حکمتوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مومن کی عظمت بتانے کے لیے زمین پر نازل فرماتا ہے اور اپنے عبادت گزار بندوں پر نگر کرتا ہے۔ شب قدر ظاہر نہ کرنے کی صورت میں فکر کرنے کا زیادہ موقع ہے کہ اے ملائکہ دیکھو امیرے بندے معلوم نہ ہونے کے باوجود محض احتمال کی بنا پر عبادت و اطاعت میں اتنی محنت و سعی کر رہے ہیں اگر انہیں بتا دیا جاتا کہ یہی شب قدر ہے تو پھر ان کی عبادت و نیاز مندی کا کیا حال ہوتا۔

۵۔ شب قدر کا غفل رکھنا اسی طرح سمجھ لیجئے جیسے موت کا وقت نہ بتانا۔ کیونکہ اگر موت کا وقت بتا دیا جاتا تو لوگ ساری عمر نفسانی خواہشات کی پیروی میں گناہ کرتے اور موت سے عین پہلے توبہ کر لیتے اس لیے موت کا وقت غفل رکھا گیا تاکہ انسان ہر لمحہ موت کا خوف کرے اور ہر وقت گناہوں سے دور اور نیکی میں مصروف رہے اسی طرح آخری عشرے کی ہر طاق رات میں بندوں کو یہی سوچ کر عبادت کرنی چاہیے کہ شاید یہی شب قدر ہو اس طرح شب قدر کی جستجو میں برکت والی پانچ راتیں عبادت الہی میں گزارنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بے شمار حکمتوں اور مصلحتوں کے باعث بہت سی اہم چیزوں کو غفل رکھا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا مندی کو عبادت و اطاعت میں غفل رکھا ہے تاکہ لوگ تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں۔

۲۔ اس نے اپنے غصہ کو گناہوں میں غفل رکھا ہے تاکہ لوگ ہر قسم کے گناہوں سے بچیں۔

۳۔ اپنے اولیاء کو مومنوں کو غفل رکھا ہے تاکہ لوگ سب ایمان والوں کی تعظیم کریں۔

۴۔ دعا کی قبولیت کو غفل رکھا تاکہ لوگ کثرت کے ساتھ مختلف دعائیں مانگا کریں۔

۵۔ اسم اعظم کو غفل رکھا تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہر نام مبارک کی تعظیم کریں۔

۶۔ صلوٰۃ الوسطیٰ (درمیان نماز) کو غفل رکھا تاکہ لوگ سب نمازوں کی حفاظت کریں۔

۷۔ موت کے وقت کو غفل رکھا تاکہ لوگ ہر وقت خدا سے ڈرتے رہیں۔

۸۔ توبہ کی قبولیت کو غفل رکھا تاکہ لوگ جس طرح ممکن ہو توبہ کرتے رہیں۔

۹۔ ایسے ہی شب قدر کو غفل رکھا تاکہ لوگ رمضان کی تمام راتوں کی تعظیم کریں۔

شب قدر کی اہمیت

شب قدر اتنی زیادہ خیر و برکت والی رات ہے کہ غیب بتانے والے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "ماور رمضان میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس رات سے محروم رہا وہ ساری خیر سے محروم رہا۔"

(سنن نسائی، مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۳۲۶)

مذکورہ حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے جب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ لوہ

جسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اس ماہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو اس رات سے محروم رہا وہ ساری مہلاتی سے محروم رہا۔ اور جو اس کی مہلاتی سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم اور کم نصیب ہے۔" (سنن ابن ماجہ، مکتوۃ جلد اس ۳۲۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ، "جو شب قدر میں ایمان و اخلاص کے ساتھ عبادت کرتا ہے اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔" (بخاری و مسلم، مکتوۃ جلد اس ۲۲۵)

بعض احادیث مہارکہ سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو شخص ماہ رمضان میں مغرب اور عشاء کی نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرتا رہے تو اسے شب قدر کی کچھ برکتیں ضرور نصیب ہوتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جس نے رمضان کے پورے مہینے میں مغرب اور عشاء کی نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کیں اس نے شب قدر کا کسی قدر حصہ پالیا۔" (فہم الامان للہی ج ۳ ص ۳۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے پورے ماہ رمضان میں عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی گویا اس نے شب قدر کو پالیا۔

ان احادیث مہارکہ سے معلوم ہوا کہ شب قدر کی برکتوں سے فیضیاب ہونے کے لیے کم از کم اہتمام ضرور کیا جائے کہ ماہ رمضان میں ان تمام نمازوں اور خصوصاً مغرب اور عشاء کی نمازیں ضرور بالضرور جماعت کے ساتھ پڑھیں اور اس اہتمام کے علاوہ آخرے عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو بھی ضرور کریں۔

ہم سب کے آقا و مولیٰ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ماہ رمضان میں یہ معمول تھا کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں اس قدر مشغول فرماتے جو دیگر ایام میں نہ کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرے کی تمام راتوں میں نہ صرف شب بیداری کرتے بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔ (بخاری، مسلم، مکتوۃ جلد اس ۲۵۱)

غور فرمائیے جب اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کے صدقے و طفیل ہم گناہگاروں کی بخشش ہوتی ہے، آخری عشرے میں عبادت میں مشغول اٹھاتے تھے تو ہم اور آپ آخری عشرے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت کیوں نہ اپنائیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا

ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

بَابُ: فِي فَضْلِ الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

یہ باب رمضان کے آخری عشرے کی فضیلت میں ہے

1767- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ وَأَبُو إِسْحَاقَ الْهَرَوِيُّ أَنَّهُمَا سَمِعَا مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

حَاسِمٌ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدٍ اللَّهُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ

﴿ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ (رمضان کے) آخری عشرے میں جتنی ریاضت اور مجاہدہ کرتے تھے آپ ﷺ دوسرے دنوں میں اتنا مجاہدہ نہیں کرتے تھے۔

1768- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ابْنِ عُبَيْدٍ بْنِ نُسْطَاسٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ أَخْيَا اللَّيْلَ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ وَأَبْقَضَ أَهْلَهُ ﴿ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب (رمضان کا) آخری عشرہ آجائے تو نبی کریم ﷺ کمر ہمت باندھ لیتے اور رات بھر عبادت کرتے رہتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار رکھتے تھے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْإِعْتِكَافِ

یہ باب اعتکاف کے بارے میں ہے

اعتکاف کے معنی و مفہوم کا بیان

اعتکاف کا لغوی معنی ٹھہرنا، رکنا ہے۔ (سان العرب 252/1، المصباح المیر: 224/2 وغیرہ) اصطلاحی معنی عبادت کی غرض سے مسجد کو لازم پکڑنا ہے۔ لغوی اعتبار سے اعتکاف کا معنی کسی چیز پر جم کر بیٹھ جانا اور نفس کو اس کے ساتھ لگائے رکھنا ہے۔

اور اسی طرح اعتکاف کے معنی ہیں ایک جگہ ٹھہرنا اور کسی مکان میں بند رہنا اور اصطلاح شریعت میں اعتکاف کا مفہوم ہے اللہ رب العزت کی رضا و خوشنودی کی خاطر اعتکاف کی نیت کے ساتھ کسی جماعت والی مسجد میں ٹھہرنا۔

اعتکاف کے لیے نیت اسی مسلمان کی معتبر ہے جو عاقل ہو اور جنابت اور حیض و نفاس سے پاک و صاف ہو، رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں ہمیشہ اعتکاف فرماتے تھے درمختار میں لکھا ہے کہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر ایک شخص بھی اعتکاف کر لے تو سب کی طرف سے حکم ادا ہو جاتا ہے اور اس صورت میں اعتکاف نہ کرنے والوں پر کوئی ملامت نہیں۔

اعتکاف کے لئے زبان سے نذر ماننے سے اعتکاف واجب ہو جاتا ہے خواہ فی الحال ہو جیسے کہ کوئی کہے میں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اوپر اتنے دنوں کا اعتکاف لازم کرتا ہوں اور خواہ معلق ہو جیسے کوئی کہے کہ میں یہ نذر مانتا ہوں کہ اگر میرا کام ہو جائے گا تو میں اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا۔ گویا اعتکاف کی یہ دو قسمیں ہوں یعنی ایک تو سنت مؤکدہ جو رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اور دوسرا واجب جس کا تعلق نذر سے ہے ان دو قسموں کے علاوہ تیسری قسم مستحب ہے یعنی رمضان کے آخری عشرہ کے سوا اور کسی زمانہ

1768: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2024 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2779 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث:

1376 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 1638

میں خواہ رمضان کا پہلا دوسرا عشرہ ہو یا اور کوئی مہینہ ہو اعتکاف کرنا مستحب ہے۔

اعتکاف مستحب کے لئے اکثر زیادہ سے زیادہ مدت کوئی مقدار متعین نہیں ہے اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی بھی نیت کر لے تو جائز ہے البتہ اقل (کم سے کم) مدت کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں امام محمد کے نزدیک اعتکاف مستحب کے لئے کم سے کم مدت کی بھی کوئی مقدار متعین نہیں ہے دن و رات کے کسی بھی حصہ میں ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم مدت کے لیے اعتکاف کی نیت کی جاسکتی ہے امام اعظم ابو حنیفہ کی ظاہر روایت بھی یہی ہے اور حنفیہ کے یہاں اسی قول پر فتویٰ ہے لہذا ہر مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ وہ جب بھی مسجد میں داخل ہو خواہ نماز کے لئے یا اور کسی مقصد کے لئے تو اس طرح اعتکاف کی نیت کر لے۔ کہ میں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں جب تک کہ مسجد میں ہوں۔

اسی طرح بلا کسی مشقت و محنت کے دن میں کئی مرتبہ اعتکاف کی سعادت و فضیلت حاصل ہو جایا کرے گی حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک اقل مدت دن کا اکثر حصہ یعنی نصف دن سے زیادہ ہے نیز حضرت امام اعظم کا ایک اور قول یہ ہے کہ اعتکاف کی اقل مدت ایک دن ہے یہ قول حضرت امام اعظم کی مذکورہ بالا ظاہر روایت کے علاوہ ہے جس پر فتویٰ نہیں ہے۔

اعتکاف والے کے لئے دو حج اور دو عمروں کا ثواب

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص نے رمضان المبارک میں آخری دس دنوں کا اعتکاف کیا تو گویا کہ اس نے دو حج اور دو عمرے ادا کیے ہوں۔ (شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف (اعتکاف کرنے والے) کے بارے میں فرمایا کہ: وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیاں اس کے واسطے جاری کر دی جاتی ہیں، اس شخص کی طرح جو یہ تمام نیکیاں کرتا ہو۔ (سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ معتکف یعنی اعتکاف کرنے والا، اعتکاف کی حالت میں بہت سی برائیوں اور گناہوں مثلاً غیبت، چغلی، بری بات کرنے، سننے اور دیکھنے سے خود بہ خود محفوظ ہو جاتا ہے، ہاں البتہ اب وہ اعتکاف کی وجہ سے کچھ نیکیاں نہیں کر سکتا مثلاً قبرستان کی زیارت، نماز جنازہ کی ادائیگی، بیمار کی عیادت و مزاج پرسی اور ماں باپ و اہل و عیال کی دیکھ بھال وغیرہ لیکن اگرچہ وہ ان نیکیوں کو انجام نہیں دے سکتا لیکن اللہ تعالیٰ اسے یہ نیکیاں کیے بغیر ہی ان تمام کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا، کیونکہ معتکف اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ادا کر رہا ہے جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔

اعتکاف کی غرض و غایت، شب قدر کی تلاش

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف فرمایا، پھر درمیانی عشرے میں بھی ترکی خیموں میں اعتکاف فرمایا پھر خیمہ سے سراقہ نکال کر ارشاد فرمایا کہ: میں نے پہلے عشرے میں شب قدر کی تلاش میں اعتکاف کیا تھا پھر میں نے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا پھر میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور مجھ

سے کہا کہ شب قدر آخری عشرے میں ہے، پس جو شخص میرے ساتھ احتکاف کرنا تھا تو اسے آخری عشرے میں ہی احتکاف کرنا چاہیے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

مندرجہ بالا حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ اس احتکاف کی سب سے بڑی غرض و غایت شب قدر کی تلاش و جستجو ہے اور درحقیقت احتکاف ہی اس کی تلاش اور اس کو پانے کے لیے بہت مناسب ہے، کیونکہ حالت احتکاف میں اگر آدمی سویا ہوا بھی ہو تب بھی وہ عبادت و بندگی میں شمار ہوتا ہے۔ نیز احتکاف میں چونکہ عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر کے علاوہ اور کوئی کام نہیں رہے گا، لہذا شب قدر کے قدر دانوں کے لیے احتکاف ہی سب سے بہترین صورت ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی چونکہ آخری عشرے ہی کے احتکاف کا رہا ہے، اس لیے علمائے کرام کے نزدیک آخری عشرہ کا احتکاف ہی سنت مذکورہ ہے۔

احتکاف کے مقصد کا بیان

احتکاف کی اصل روح اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کچھ مدت کے لئے دنیا کے ہر کام و مشغلہ اور کاروبار حیات سے کٹ کر اپنے آپ کو صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کے لیے وقف کر دیں۔ اہل دعیال اور گھربار چھوڑ کر اللہ کے گھر میں گوشہ نشین ہو جائیں اور سارا وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی اور اس کے ذکر و فکر میں گزاریں۔ احتکاف کا حاصل بھی یہ ہے کہ پوری زندگی ایسے سانچے میں داخل جائے کہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کی بندگی کو دنیا کی ہر چیز پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہو۔

احتکاف کا پہلا حق یہ ہے کہ رمضان المبارک کے پورے آخری عشرے کا احتکاف کیا جائے۔ سب سے افضل مسجد میں احتکاف کرے، مثلاً مسجد حرام، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جامع مسجد وغیرہ۔ قرآن و حدیث کی تلاوت اور فقہ اسلامی و تاریخ اسلام کی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ کثرت سے نوافل ادا کرے۔ اپنے تمام صلیبہ و کبیرہ گناہوں، ظاہر و پوشیدہ گناہوں پر توبہ و استغفار کرے اور زندگی بھر کی قضاء نمازیں پڑھتا رہے اور صدق دل سے توبہ و استغفار کر کے اپنے رب کریم کو راضی کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

مختلف اگر بہ نیت عبادت خاموش رہے یعنی خاموش رہنے کو ثواب سمجھے تو یہ مکروہ ہے اور اگر چپ رہنا ثواب نہ سمجھے تو کوئی حرج نہیں ہے اور فضول و بری باتوں سے پرہیز کرے تو یہ مکروہ نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کی نیکی ہے۔

جیسا کہ ایک حدیث پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا نیکیوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ (الحدیث)

مختلف کو چاہیے کہ وہ مدت احتکاف کو آرام و سکون کا ایک موقع سمجھ کر ضائع نہ کرے کہ دن رات صرف سوتا ہی رہے یا یوں ہی مسجد میں ٹھہتا رہے بلکہ سونے اور آرام کرنے میں کم سے کم وقت ضائع کرے اور احتکاف کے ایام کو اپنی تربیت اور آئندہ زندگی کے سنہری اور خاص دن سمجھے اور عبادت و ریاضت میں سخت محنت کر یاں طرح کہ زیادہ سے زیادہ نمازیں خصوصاً اپنی قضاء نمازیں پڑھتا رہے قرآن و حدیث کی تلاوت کرے و رو و سلام کا ورد کرتا رہے اور فقہ اسلامی کتابوں کا مطالعہ کرتا رہے۔

اعتکاف کی تاریخی حیثیت کا بیان

اعتکاف اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی بجالانے کا ایک ایسا منفرد طریقہ ہے جس میں مسلمان دنیا سے بالکل لا تعلق اور الگ تھک ہو کر اللہ تعالیٰ کے گھر میں فقط اس کی ذات میں متوجہ اور مستغرق ہو جاتا ہے۔ اعتکاف کی تاریخ بھی روزوں کی تاریخ کی طرح بہت قدیم ہے۔ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ اس کا ذکر بھی یوں بیان ہوا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اور ہم نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو تاکید کی کہ میرا گھر طواف کرنے والوں کے لیے، اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور زکوٰۃ کرنے والوں کے لیے خوب صاف ستھرا رکھیں۔ (سورۃ البقرہ: آیت نمبر 125)

یعنی اس وقت کی بات ہے جب جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبہ اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تھے یعنی اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اعتکاف کیا جاتا تھا۔

1768- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اغْتَكَفَ عَشْرِينَ يَوْمًا وَكَانَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ عُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے جس برس آپ کا وصال ہوا جب وہ سال آیا تو آپ نے اس میں بیس دن اعتکاف کیا تھا۔ پہلے آپ کے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا جاتا تھا لیکن جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ کے ساتھ دو مرتبہ قرآن کا دور کیا گیا۔

شرح

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ دور کرنا بھی سنت ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال میں خلاف معمول دو مرتبہ قرآن کریم کا دور کیا اور بیس دن اعتکاف میں گزارے کیونکہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضری کا وقت قریب تھا اور منزل شوق سامنے اچھڑدہ عشق کی ساری بے تابیاں اور وصال محبوب کا شوق کچھ اور فزوں کیوں نہ ہو جاتا سچ کہا ہے کہنے والے نے وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد (محبوب سے ملاقات کا وعدہ جب پورا ہونے کو آتا ہے تو آتش شوق زیادہ سے زیادہ بھڑک اٹھتی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل میں امت کے لئے ایک لطیف انتباہ ہے کہ وہ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ اپنی زندگی کے آخری درجہ میں پہنچے تو نیکی و بھلائی کے راستہ پر معمول سے بھی زیادہ تیز گام ہو جائے اور اللہ رب العزت کی ملاقات اور اس کے سامنے اپنی پیشی کے لئے اطاعت و فرمانبرداری اور نیکو کاری کے ذریعہ پوری پوری تیاری کرے۔

1770- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي

رَافِعٌ عَنْ أَبِي بَنِی كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْوَاحِدَ مِنْ رَمَضَانَ فَسَافَرَ عَامًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ اعْتَكَفَ عَشْرِينَ يَوْمًا

•• حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ ﷺ نے سفر کیا (تو اعتکاف نہیں کر سکے) تو اگلے سال آپ ﷺ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِيْمَنْ يَبْتَدِيْ الْاِعْتِكَافَ وَقَضَاءِ الْاِعْتِكَافِ

یہ باب ہے کہ جو شخص اعتکاف کا آغاز کرے اور اعتکاف کی قضا کرنا

1771- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَكَانَ الَّذِي يُرِيدُ أَنْ يَعْتَكِفَ فِيهِ فَأَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْوَاحِدَ مِنْ رَمَضَانَ فَأَمَرَ فَضْرِبَ لَهُ خِجَاءً فَأَمَرَتْ عَائِشَةُ بِخِجَاءٍ فَضْرِبَ لَهَا وَأَمَرَتْ حَفْصَةَ بِخِجَاءٍ فَضْرِبَ لَهَا فَلَمَّا رَأَتْ زَيْنَبُ خِجَاءَهُمَا أَمَرَتْ بِخِجَاءٍ فَضْرِبَ لَهَا فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَرُّ تُرَدُّنَ فَلَمْ يَعْتَكِفَ رَمَضَانَ وَاعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی کریم ﷺ نے اعتکاف کا ارادہ کیا ہوتا تو آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر اس جگہ داخل ہو جاتے تھے جہاں آپ ﷺ نے اعتکاف کرنا ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کا ارادہ کیا آپ ﷺ کے حکم کے تحت آپ ﷺ کے لیے خیمہ لگا دیا گیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی خیمہ لگانے کا حکم دیا تو ان کے لیے بھی لگا دیا گیا سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی حکم دیا تو ان کے لیے بھی لگا دیا گیا۔

جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کے خیمے دیکھے تو انہوں نے بھی خیمہ لگانے کا حکم دیا تو ان کے لیے بھی لگا دیا گیا جب نبی کریم ﷺ نے انہیں ملاحظہ کیا تو دریافت کیا: کیا ان خواتین نے نیکی کا ارادہ کیا ہے؟

اس رمضان میں نبی کریم ﷺ نے اعتکاف نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ نے شوال کے عشرے میں اعتکاف کیا۔

بَابُ: فِيْ اِعْتِكَافِ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ

یہ باب ایک دن اور ایک رات کا اعتکاف کرنے کے بیان میں ہے

1771: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2033، "درم الحديث: 2034، "درم الحديث: 2041، "درم الحديث: 2045، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2777، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2464، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 791، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث:

1772- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْعَطِمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ عَلَيْهِ نَذْرٌ لَيْلَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَعْتَكِفُهَا فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَكِفَ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں ان کے ذات ایک رات کی نذر لازم تھی کہ وہ ایک رات اعتکاف کریں گے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا: تو نبی کریم ﷺ نے انہیں اعتکاف کرنے کا حکم دیا۔

بَابُ: فِي الْمُعْتَكِفِ يَلْزَمُ مَكَانًا مِنَ الْمَسْجِدِ

یہ باب ہے کہ جب معتکف شخص مسجد میں کسی حصے کو اپنے لیے مخصوص کرے

1773- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَنَّ أَبَا نَافِعَةَ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْآخِرَ مِنْ رَمَضَانَ قَالَ نَافِعٌ وَقَدْ آرَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ يَعْتَكِفُ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے وہ جگہ دکھائی جہاں نبی کریم ﷺ اعتکاف کیا کرتے تھے۔

1774- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَادٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عِيسَى بْنِ عُمَرَ بْنِ مُوسَى عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ طَرَحَ لَهُ فِرَاشُهُ أَوْ يُوَضَّعُ لَهُ سَرِيرُهُ وَرَأَى أَسْطَوَانَةَ التَّوْبَةِ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ جب اعتکاف کرتے تھے تو آپ ﷺ کے لیے بچھونا بچھا دیا جاتا تھا یا آپ ﷺ کے لیے توبہ والے ستون سے پرے چار پائی رکھ دی جاتی تھی۔

شرح

اعتکاف صرف جامع مسجد میں صحیح ہے۔ کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اعتکاف صرف جامع مسجد میں ہے اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اعتکاف اس مسجد میں صحیح ہے جس میں پانچ نمازیں پڑھی جاتی ہوں۔ کیونکہ اعتکاف نماز کا انتظار ہے لہذا وہ ایسی جگہ کے ساتھ خاص ہوگا جہاں نماز ادا کی جاتی ہو۔ جبکہ عورت اپنے گھر کی مسجد میں

1772: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2042، "درم الحديث: 2043، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4269، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3325، أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 1539، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3829، أخرجه ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحديث: 2129

1773: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2025، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 773، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2465، 1774: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

اعتکاف کرے گی۔ کیونکہ اس کے لئے نماز کی جگہ وہی ہے لہذا اس کا انتظار نماز اسی میں ثابت ہوگا۔ (بدایہ الدین، کتاب صوم، لاہور)

اعتکاف کے لئے جامع مسجد ہونے میں فقہی بیان

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اعتکاف کے لغوی معنی کسی چیز کو اپنے لیے لازم کر لینا اور اپنے نفس کو اس پر مقید کر لینا اور یہ اعتکاف اجماعی طور پر واجب نہیں ہے ہاں کوئی اگر نذر مانے یا کوئی شروع کرے مگر درمیان میں قصد اچھوڑ دے تو ان پر ادائیگی واجب ہے۔ اور روزہ کی شرط کے بارے میں اختلاف ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

اعتکاف کے لیے مسجد کا ہونا شرط ہے جو آیت قرآنی و انتم عاکفون فی المسجد (البقرہ: ۱۸۷) سے ثابت ہے۔ و اجاز

الحنفیۃ للمرأة ان تعتکف فی مسجد بیتھا و ہوا المكان المعد للصلوة فیہ .

یعنی حنفیہ نے عورتوں کے لیے اعتکاف جائز رکھا ہے اس صورت میں کہ وہ اپنے گھروں کی ان جگہوں میں اعتکاف کریں جو جگہیں نماز کے لیے مخصوص کی ہوتی ہیں۔ امام زہری اور سلف کی ایک جماعت نے اعتکاف کو جامع مسجد کے ساتھ خاص کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تقریباً ایسا ہی اشارہ ہے۔ اور یہ مناسب بھی ہے تاکہ مختلف آسانی اور ایسی جگہ کر سکے۔ رمضان شریف کے پورے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھنا مسنون ہے یوں ایک دن ایک رات یا اور بھی کوئی کم مدت کے لیے بیٹھنے کی نیت کرے تو اسے بھی بقدر عمل ثواب ملے گا۔ (فتح الباری شرح بخاری، باب الاعتکاف)

اعتکاف بیٹھنے کے لئے مساجد کے ترتیب وار درجے بتلائے گئے ہیں جس میں سب سے افضل مسجد حرام ہے پھر مسجد نبوی علی صاحبہ افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام پھر مسجد اقصیٰ ہے ان تین مقدس مساجد کے بعد اپنے مقام کی جامع مسجد میں اعتکاف بیٹھنا افضل ہے پھر اس مسجد کا درجہ ہے جہاں جماعت میں کثیر افراد شریک ہوتے ہوں۔ (فتاویٰ مالکیری، ج ۱، ص ۲۱۸، دہلی)

بَابُ: الْإِعْتِكَافِ فِي خِيَمَةِ الْمَسْجِدِ

یہ باب مسجد میں خیمے لگا کر اعتکاف کرنے کے بیان میں ہے

1775 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنَاعِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ عَلَى سِدْنِهَا قِطْعَةً خَصِيرٍ قَالَ فَأَخَذَ الْحَصِيرَ بِيَدِهِ فَتَحَاهَا فِي نَاحِيَةِ الْقُبَّةِ ثُمَّ أَطْلَعَ رَأْسَهُ فَكَلَّمَ النَّاسَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ایک ترکی خیمے میں اعتکاف کیا تھا جس کے دروازے پر چٹائی لگی ہوئی تھی راوی کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک کے ذریعے چٹائی کو پکڑا اور اسے خیمے کے ایک کنارے کی طرف کر دیا پھر آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک باہر نکال کر لوگوں کے ساتھ بات چیت کی۔

بَابُ: فِي الْمُعْتَكِفِ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَائِزَ

یہ باب ہے کہ اعتکاف کرنے والا شخص بیمار کی عیادت کر سکتا ہے اور جنازے میں شریک ہو سکتا ہے

1776- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعُمَرَةُ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كُنْتُ لَا دَخُلُ الْبَيْتَ لِلْحَاجَةِ وَالْمَرِيضِ فِيهِ فَمَا أَسْأَلُ عَنْهُ إِلَّا وَأَنَا مَارَةٌ قَالَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانُوا مُعْتَكِفِينَ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر میں (اعتکاف کے دوران) قضائے حاجت کے لیے گھر میں داخل ہوتی ہوں اور اگر کوئی بیمار موجود ہو تو میں صرف گزرتے ہوئے اس کا حال احوال پوچھوں گی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ صرف قضائے حاجت کے لیے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے اس وقت جب لوگوں نے اعتکاف کیا ہوتا تھا۔

1777- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْهَيْبُ الْخُرَاسَانِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ الْخَالِقِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُعْتَكِفُ يَتَّبِعُ الْجَنَائِزَ وَيَعُودُ الْمَرِيضَ

﴿﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”اعتکاف کرنے والا شخص جنازے کے ساتھ جاسکتا ہے اور بیمار کی عیادت کر سکتا ہے۔“

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ہوتے ویسے گزرتے۔ کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس ہیئت کذا کی پر ہوتے اسی طرح مریض کے پاس سے گزر جاتے نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور طرف میلان کرتے تھے اور نہ ٹھہرتے تھے بلکہ سیدھے پوچھتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ لفظ فلا یرجی ما قبل کے اجمال کی وضاحت ہے چنانچہ اس لفظ کے معنی یہ ہیں کہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے پاس ٹھہرتے اور نہ اپنے راستہ سے ہٹ کر کسی اور طرف متوجہ ہوتے۔ اسی طرح لفظ یسال بطریق استیفاف بیان ہے لفظ یعود کا۔ حسن اور نفعی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ نماز جمعہ اور کسی مریض کی عیادت کے لئے معتکف سے نکلنا جائز ہے مگر چاروں ائمہ کے یہاں اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے لئے باہر نکلے اور اس درمیان میں خواہ ضرورت رفع ہونے سے پہلے یا اس کے بعد کسی مریض کی عیادت کرے یا نماز جنازہ میں شریک ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ ان امور کے وقت

1776: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2029 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 683 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث:

2468 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 804

1777: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

نہ تو اپنے راستہ سے جدا ہو اور نہ نماز سے زیادہ ٹھہرے، اگر ان امور کے لئے اپنا راستہ چھوڑ دے گا یا نماز سے زیادہ ٹھہرے گا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ اسی طرح بطور خاص صرف عیادت کے لئے یا نماز جنازہ کے لئے اپنے معتکف سے باہر نکلے گا تو اعتکاف ختم ہو جائے گا ہاں اگر کسی شخص نے اعتکاف کی نذر کو اس الزام کے ساتھ مشروط کیا ہو کہ میں اعتکاف کی حالت میں مریض کی عیادت، نماز جنازہ میں شرکت اور مجلس وعظ و نصیحت میں حاضری کے لئے اپنے معتکف سے نکلا کروں گا تو یہ جائز ہوگا۔

اعتکاف والے کے لئے جنازے میں شرکت نہ کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لئے یہ سنت (یعنی ضروری) ہے کہ وہ نہ تو (بالقصد اور ٹھہر کر) مریض کی عیادت کرے اور نہ مسجد سے باہر مطلقاً نماز جنازہ میں شریک ہو نیز نہ عورت سے صحبت کرے نہ عورت سے مباشرت کرے اور نہ علاوہ ضروریات کے مثلاً پیشاب و پاخانہ کے علاوہ کسی دوسرے کام سے باہر نکلے اور روزہ اعتکاف کے لئے ضروری ہے اور اعتکاف مسجد جامع ہی میں صحیح ہوتا ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ الصالح: جلد دوم، رقم الحدیث ۵۱۸)

مباشرت سے وہ چیزیں مراد ہیں جو جماع کا ذریعہ اور باعث بنتی ہیں جیسے بوسہ لینا بدن سے لپٹنا اور اسی قسم کی دوسری حرکات لہذا ہم بستری اور مباشرت معتکف کے لئے حرام ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ہم بستری سے اعتکاف باطل بھی ہو جاتا ہے خواہ عہدا کی جائے یا سہوا اور خواہ دن میں ہو یا رات میں، جب کہ مباشرت سے اعتکاف اسی وقت باطل ہوگا جب کہ انزال ہو جائے گا اگر انزال نہیں ہوگا تو اعتکاف باطل نہیں ہوگا۔ معتکف کے لئے مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہے اسی طرح خرید و فروخت بھی جائز ہے بشرطیکہ اشیاء خرید و فروخت مسجد میں نہ لائی جائیں کیونکہ اشیاء خرید و فروخت کو مسجد میں لانا مکروہ تحریمی ہے نیز یہ کہ معتکف خرید و فروخت صرف اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال کی ضرورت کے لئے کرے گا تو جائز ہوگا۔

اور اگر تجارت وغیرہ کے لئے کرے گا تو جائز نہیں ہوگا یہ بات ذہن نشین رہے کہ مسجد میں خرید و فروخت غیر معتکف کے لئے کسی بھی طرح جائز نہیں ہے حالت اعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا بھی مکروہ تحریمی ہے جب کہ معتکف مکمل خاموشی کو عبادت جانے ہاں بری باتیں زبان سے نہ نکالے جھوٹ نہ بولے غیبت نہ کرے بلکہ قرآن مجید کی تلاوت نیک کام، حدیث و تفسیر اور انبیاء صالحین کے سوانح پر مشتمل کتابیں یا دوسرے دینی لٹریچر کے مطالعہ، اللہ تعالیٰ کے ذکر یا کسی دینی علم کے پڑھنے پڑھانے اور تصنیف و تالیف میں اپنے اوقات صرف کر دے۔ حاصل یہ ہے کہ چپ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں ہے مباح کلام و گفتگو بھی بلا ضرورت مکروہ ہے اور اگر ضرورت کے تحت ہو تو وہ خیر میں داخل ہے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ مسجد میں بے ضرورت کلام کرنا حسنات کو اس طرح کھا جاتا ہے (یعنی نیست و نابود کر دیتا ہے) جیسے آگ خشک لکڑیوں کو۔ حدیث کے الفاظ اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے، یہ بات وضاحت کے ساتھ ثابت ہوئی کہ اعتکاف بغیر روزہ کے صحیح نہیں ہوتا چنانچہ اس بارہ میں حنفیہ کے مسلک کی دلیل یہی حدیث ہے، مسجد جامع سے مراد وہ مسجد ہے جس میں لوگ باجماعت نماز پڑھتے ہوں۔

حضرت امام اعظم سے منقول ہے کہ اعتکاف اسی مسجد میں صحیح ہوتا ہے جس میں پانچوں وقت کی نمازیں جماعت سے پڑھی جاتی ہوں، امام احمد کا بھی یہی قول ہے حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور صاحبین کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف درست

ہے اگر مسجد جامع سے جمعہ مسجد مراد لی جائے تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اعتکاف جمعہ مسجد میں افضل ہے چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ افضل اعتکاف وہ ہے جو مسجد حرام میں ہو پھر وہ مسجد نبوی میں ہو پھر وہ مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس میں ہو پھر وہ جامع مسجد میں ہو پھر وہ جو اس مسجد میں ہو جس میں نمازی بہت ہوں۔

ضروریات طبعی و شرعی کے بغیر مسجد سے باہر نہ جانے کا بیان

اور وہ مسجد سے باہر نہ جائے مگر انسانی ضرورت یا جمعہ کے لئے۔ اور حاجت کے لئے باہر نکلنے کی دلیل حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے اعتکاف کی حالت میں صرف انسانی حاجت کے لئے باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ کیونکہ ضرورت انسانی کا وقوع معلوم ہے اور یہ ضروری ہے کہ ضروریات کو پورا کرنے کے لئے باہر نکلا جائے لہذا یہ خروج مستثنیٰ ہوگا۔ اور طہارت حاصل کرنے کے بعد مختلف نہ ٹھہرے۔ کیونکہ جو چیز ضرورت کے تحت ثابت ہو وہ بقدر ضرورت ہی مباح ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور جہاں جمعہ کا تعلق ہے تو وہ سب سے اہم ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کا وقوع بھی معلوم ہے۔

(ہدایہ اولین)

ضرورت کی اباحت بقدر ضرورت کا قاعدہ فقہیہ

ما ابيح للضرورة بقدر بقدرها۔ (الانباء والظن، ص ۴۳)

جو چیز ضرورت کے تحت مباح ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ہی مباح ہوتی ہے اس قاعدہ کا ثبوت سابقہ قاعدہ میں غیر باغ و لا عاد کہ ضرورت مند سرکشی کرنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر حالت مجبوری میں جان بچانا فرض تھا اور مردار کھانا جائز ہوا تو ایسی صورت میں اس پر لازم ہے کہ وہ صرف اس قدر مردار کھائے جس سے اسکی جان بچ جائے۔ اس سے زیادہ کھانا اس کے لئے ہرگز جائز نہیں۔

اسی طرح یہ آیت مقدسہ بھی ہے۔ من کان منکم مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر۔ (البقرہ)

تم میں سے جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ (روزوں کی تعداد) دوسرے دنوں میں پوری کرے۔

اس آیت میں مریض یا مسافر کو جو رخصت ملی ہے کہ وہ شرعی رخصت ہے لہذا مریض یا مسافر حالت مرض یا سفر میں افطار کر سکتا ہے جیسے ہی وہ مرض یا سفر سے خلاصی پائے گا فوراً اس پر روزہ کی فرضیت والا حکم لوٹ آئے گا۔ کیونکہ ضروریات اتنی ہی مقدار مباح ہوتی ہیں جس قدر ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ مریض کے تندرست ہونے کے بعد اس کے لئے بالکل جائز نہیں کہ وہ روزہ نہ رکھے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے جب بارش ہونے لگی تو آپ نے فرمایا: تم میں سے جس کا دل چاہے وہ اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لے۔ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۲۲۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

جماعت کے بارے میں اصل یہ ہے کہ اس کو ترک کرنا منع ہے لیکن حضور ﷺ نے ضرورت کے تحت اس کا ترک مباح قرار

دیا لہذا ترک جماعت عذر شرعی کے وقت بقدر ضرورت مباح ہوگی۔

دارالحرب کی اشیائے ضروریہ کا استعمال:

اگر کوئی شخص دارالحرب کی گھاس، لکڑی، اسلحہ، تیل وغیرہ جیسی اشیاء بغیر تقسیم کے لیتا ہے تو اس کے لئے جائز ہے لیکن ان اشیاء کا استعمال بقدر ضرورت جائز ہے اور جب دارالحرب سے نکل آئے تو پھر ان اشیاء کو استعمال نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اباحت بقدر ضرورت تھی اور ان اشیاء کو مال غنیمت میں شامل کر دیا جائے گا۔

ماء مستعمل کا معاف ہونا

اگر وضو کرنے والے پر ماء مستعمل کے چھینے پڑ جائیں تو احناف کے نزدیک چونکہ نجس ہے مگر ضرورت کے تحت اس کے چھینے معاف ہیں اگرچہ اس پر دوسرا قاعدہ "الحرج مرفوع" بھی صادق آرہا ہے۔

شہید کا خون

شہید کا خون اسکی اپنی ذات کے لئے مباح ہے جبکہ دوسرے کے لئے مباح نہیں۔ کیونکہ دوسرے کے لئے ضرورت نہیں اور اپنے لئے بھی تحت الضرورة مباح ہوا ہے اور وہ بھی بقدر ضرورت مباح ہوا ہے۔

طبيب کا دیکھنا

اگر بیماری پردہ کے مقام پر ہو اور ماہر طبیب کے دیکھے بغیر اس کا علاج ممکن نہ ہو تو تحت الضرورة طبیب کا مقام پردہ کو دیکھنا بقدر ضرورت جائز ہے اگرچہ مرد ہو یا عورت۔

مجنون کی دوسری شادی

علمائے شوافع کے نزدیک مجنون کی دوسری شادی جائز نہیں کیونکہ اس کی شادی کو مقصد ضرورت کو پورا کرنا تھا جو کہ ایک سے ضرورت پوری ہو رہی ہے اور اسکی شادی ضرورت کے تحت مباح ہوئی تھی اور بقدر ضرورت ہی باقی رہے گی۔

(الاشاہد والنظار ص ۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اعتکاف کی حالت میں ہوتے تو مسجد میں بیٹھے بیٹھے اپنا سر مبارک میری طرف کر دیتے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں کنگھی کر دیتی نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاجت انسانی کے علاوہ گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ (بخاری مسلم)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اگر معتکف اپنا کوئی عضو مسجد سے باہر نکالے تو اس سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا نیز اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ معتکف کے لیے کنگھی کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگر معتکف اپنے جسم کا کوئی عضو مسجد کے اندر کسی برتن میں دھوئے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ

اس سے مسجد آلود نہ ہو۔

حاجت انسانی کے طہن میں حضرت امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ اگر معتکف بغیر حاجت و ضرورت کے ایک منٹ کے لئے بھی منکف سے نکلے گا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

حاجت یا ضرورت کی دو قسمیں ہیں اول طبعی جیسے پاخانہ پیشاب اور غسل جنابت یعنی احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل کرنا۔ البتہ جمعہ کے غسل کے بارے میں کوئی صریح روایت منقول نہیں ہے مگر شرح اوراد میں لکھا ہے کہ غسل کے لئے معتکف سے باہر نکلنا جائز ہے غسل خواہ واجب ہو (جیسے غسل جنابت) یا نفل ہو (جیسے غسل جمعہ وغیرہ)۔

دوم شرعی جیسے نماز عیدین اور اذان یعنی اگر اذان کہنے کی جگہ مسجد سے باہر ہو تو وہاں جانا بھی حاجت کے ضمن میں آتا ہے ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوگا پھر یہ کہ صحیح روایت کے بموجب اس حکم میں مؤذن اور غیر مؤذن دونوں شامل ہیں نماز جمعہ کے لئے باہر نکلنا بھی حاجت یا ضرورت کے تحت آتا ہے۔

لیکن اس بارے میں یہ بات ملحوظ رہے کہ نماز جمعہ کے لئے اپنے معتکف سے زوال آفتاب کے وقت نکلے یا اگر جامع مسجد دور ہو تو ایسے وقت نکلے کہ جامع مسجد پہنچ کر جمعہ کی نماز تحیۃ المسجد جمعہ کی سنت کے ساتھ پڑھ سکے، نماز کے بعد کی سنت پڑھنے کے جامع مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص نماز سے زیادہ وقت کے لئے جامع مسجد میں ٹھہرے گا تو اگرچہ اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا مگر یہ مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح اگر کسی معتکف کے ہاں خادم و ملازم وغیرہ نہ ہو تو کھانا کھانے یا کھانا لانے کے لئے گھر جانا بھی ضرورت میں داخل ہے۔

اگر مسجد گرنے لگے، یا کوئی شخص زبردستی مسجد سے باہر نکالے اور معتکف اسی وقت اپنے معتکف سے نکل کر فوراً ہی کسی دوسری مسجد میں داخل ہو جائے تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا استحساناً (بدائع) ایسے ہی اگر کوئی معتکف جان یا مال کے خوف سے کسی دوسری مسجد میں چلا جائے تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

کوئی معتکف پیشاب و پاخانہ یا اپنی کسی دوسری طبعی و شرعی ضرورت کے تحت معتکف سے باہر نکلا اور وہاں اس کو قرض خواہ مل گیا جس نے اسے ایک منٹ کے لئے بھی روک لیا تو حضرت امام اعظم کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا جب کہ صاحبین حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ فاسد نہیں ہوگا۔

کوئی شخص پانی میں ڈوب رہا ہو یا کوئی آگ میں جل رہا ہو اور معتکف اسے بچانے کے لئے باہر نکلے یا جہاد کے لئے جب کہ بغیر عام ہو اور یا گواہی و شہادت دینے کے لئے اپنا معتکف چھوڑ کر باہر آ جائے تو ان صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا غرضیکہ طبعی یا شرعی حاجت و ضرورت کے تحت مذکورہ بالا جو عذر بیان کیے گئے ہیں ان کے علاوہ اگر کوئی معتکف ایک منٹ کے لئے بھی باہر نکلے گا اگرچہ اس کا نکلنا سہواً ہی کیوں نہ ہو تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ صاحبین کے ہاں اتنی آسانی ہے کہ اس کا اعتکاف اسی وقت فاسد ہوگا جب کہ وہ دن کا اکثر حصہ باہر نکلا رہے۔

مذکورہ بالا حدیث سے ایک مسئلہ یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ معتکف کے لئے مسجد میں حجامت بنوانی جائز ہے بشرطیکہ بال وغیرہ

مسجد میں نہ کریں۔

معتکف کے خروج جمعہ سے عدم فساد میں مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک اگر معتکف جمعہ کے لئے مسجد سے باہر جائے تو اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ حضرت امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ فقہاء مالکیہ کی مشہور کتاب ذخیرہ میں اسی طرح ہے کہ جب وہ جمعہ کے لئے جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

ابن عربی نے کہا ہے کہ جب وہ جمعہ کے لئے نکلے تو اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا اور اسی طرح سعید بن جبیر، حسن بصری، نخعی اور امام احمد بن حنبل علیہم الرحمہ نے کہا ہے۔ عبدالمالک، ابن منذر اور اکمال میں ہے کہ جس پر جمعہ لازم ہے اس کا اعتکاف مسجد میں ہوگا۔ اور امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ علامہ سرحدی نے کہا ہے کہ امام شافعی کا قول کو فیوں نے نقل کیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ (البتائیہ شرح الہدایہ، ص ۳۲، ۳۸۸، حقایق ملتان)

خروج مسجد سے فساد اعتکاف میں ائمہ احناف کا اختلاف

امام سرحدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: علامہ حاکم شہید نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد سے نصف دن یا نصف سے زیادہ وقت کے لئے جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے اعتکاف کا رکن فوت ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایک گھنٹے کے لئے باہر گیا تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک نصف سے زیادہ باہر نہ رہے۔ اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا فرمان قیاس کے قریب ہے جبکہ صاحبین کا قول سہولت کے قریب ہے۔ صاحبین کے اس مسئلہ میں دلیل یہ ہے قلیل مقدار تو محض ضرورت کی وجہ معاف ہے کیونکہ جب کوئی شخص قضاء حاجت کے لئے جاتا ہے تو تیزی سے چلنے پر پابند نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کے آہستہ رفتار سے چلنا جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑی مقدار میں مسجد سے باہر جانا جائز ہے اور جب زیادہ مقدار ہو تو جائز نہیں ہے۔ لہذا ہم نے قلیل و کثیر کے درمیان فاصلہ رکھنے والی حد نصف دن کو قرار دیا ہے۔ جس طرح رمضان کے ماہ میں روزے کی نیت کے بارے میں حکم ہے۔ کیونکہ دن کے اکثر حصے میں نیت کے پائے جانے سے روزہ ہو جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کی حالت میں مسجد میں قیام اعتکاف کا رکن ہے اور مسجد سے خروج اس کی ضد ہے۔ لہذا جو بندہ مسجد سے نکلا وہ رکن اعتکاف کو باطل کرنے والا ہے۔ اور اس میں کثیر و قلیل کا کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کوئی شخص جب بے وضو ہو جائے تو اس میں قلیل و کثیر کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ (الموسوط، ج ۱۳، ص ۱۲۰، بیروت)

اعتکاف کی قضاء کا بیان

فقہ الامت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (متوفی 1252ھ) لکھتے ہیں کہ: رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف ہر چند کہ نفل (سنت مؤکدہ) ہے، لیکن شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف

فاسد کر دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر پورے دس کی قضاء لازم ہے، جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اس پر صرف اسی ایک دن کی قضاء لازم ہے۔ (رد المحتار: 131/2)

اعتکاف کی قضاء صرف قصد اوجان بوجہ کر ہی توڑنے سے نہیں بلکہ اگر کسی عذر کی وجہ سے اعتکاف چھوڑ دیا مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آگیا یا کسی پر جنون و بے ہوشی طویل طاری ہوگئی ہو تو اس پر بھی قضاء لازم ہے اور اگر اعتکاف میں کچھ دن فوت ہوں تو تمام کی قضا کی حاجت نہیں بلکہ صرف اتنے دنوں کی قضا کرے، اور اگر کل دن فوت ہوں تو پھر کل کی قضاء لازم ہے۔

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ گرمیوں کے موسم میں دس دن بغیر غسل کے گزارنا سخت تنگی کا باعث ہے۔ سارا جسم پسینہ سے شرابور ہو جاتا ہے اور گرمی و بدبو سے برا حال ہو جاتا ہے تو کیا اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کے لیے غسل کر لیا جائے، تو عرض یہ ہے کہ جس طرح روزے میں ایک گھونٹ پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح اعتکاف میں ایک بار بھی بغیر حاجت انسانی اور ضرورت شرعیہ (مثلاً نماز جمعہ پڑھنا یا احتلام کے بعد غسل کرنا) کے نکلنے سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي الْمُعْتَكِفِ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَيَرْجِلُهُ

یہ باب ہے کہ اعتکاف کرنے والا شخص اپنے سر کو دھو سکتا ہے اور بالوں میں کنگھی کر سکتا ہے

1778- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذْنِي إِلَى رَأْسِهِ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَرْجِلُهُ وَأَنَا فِي حُجْرَتِي وَأَنَا حَائِضٌ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ اپنا سر میری طرف بڑھاتے تھے آپ ﷺ اس وقت اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے تو میں آپ ﷺ کے سر کو دھو دیتی تھی اور اس میں کنگھی کر دیتی تھی میں اس وقت اپنے حجرے میں ہوتی تھی اور میں اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی تھی جبکہ نبی کریم ﷺ مسجد میں ہوتے تھے۔

شرح

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگر معتکف اپنے جسم کا کوئی عضو مسجد کے اندر کسی برتن میں دھوئے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس سے مسجد آلودہ نہ ہو۔ حاجت انسانی کے ضمن میں حضرت امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ اگر معتکف بغیر حاجت و ضرورت کے ایک منٹ کے لئے بھی معتکف سے نکلے گا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ حاجت یا ضرورت کی دو قسمیں ہیں اول طبعی جیسے پاخانہ پیشاب اور غسل جنابت یعنی احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل کرنا۔ البتہ جمعہ کے غسل کے بارہ میں کوئی صریح روایت منقول نہیں ہے مگر شرح اور اد میں لکھا ہے کہ غسل کے لئے معتکف سے باہر نکلنا جائز ہے غسل خواہ واجب ہو (جیسے غسل جنابت) یا نفل ہو (جیسے غسل جمعہ وغیرہ)۔

دوم شرعی جیسے نماز عیدین اور اذان یعنی اگر اذان کہنے کی جگہ مسجد سے باہر ہو تو وہاں جانا بھی حاجت کے ضمن میں آتا ہے ان

سے اعتکاف باطل نہیں ہوگا پھر یہ کہ صحیح روایت کے بموجب اس حکم میں مؤذن اور غیر مؤذن دونوں شامل ہیں نماز جمعہ کے لئے باہر نکلنا بھی حاجت یا ضرورت کے تحت آتا ہے۔ لیکن اس بارہ میں یہ بات ملحوظ رہے کہ نماز جمعہ کے لئے اپنے محکف سے زوال آتا ہے کہ وقت نکلے یا اگر جامع مسجد دور ہو تو ایسے وقت نکلے کہ جامع مسجد پہنچ کر جمعہ کی نماز تحمیل مسجد جمعہ کی سنت کے ساتھ پڑھ سکے نماز کے بعد کی سنت پڑھنے کے جامع مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص نماز سے زیادہ وقت کے لئے جامع مسجد میں ٹھہرے گا تو اگرچہ اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا مگر یہ مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح اگر کسی محکف کے ہاں خادم و ملازم وغیرہ نہ ہو تو کھانا کھانے یا کھانا لانے کے لئے گھر جانا بھی ضرورت میں داخل ہے۔ اگر مسجد گرنے لگے، یا کوئی شخص زبردستی مسجد سے باہر نکالے اور محکف اسی وقت اپنے محکف سے نکل کر فوراً ہی کسی دوسری مسجد میں داخل ہو جائے تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا استسنا (بدائع) ایسے ہی اگر کوئی محکف جان یا مال کے خوف سے کسی دوسری مسجد میں چلا جائے تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ کوئی محکف پیشاب و پاخانہ یا اپنی کسی دوسری طبعی و شرعی ضرورت کے تحت محکف سے باہر نکلا اور وہاں اس کو قرض خواہ مل گیا جس نے اسے ایک منٹ کے لئے بھی روک لیا۔

تو حضرت امام اعظم کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا جب کہ صاحبین حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ فاسد نہیں ہوگا۔ کوئی شخص پانی میں ڈوب رہا ہو یا کوئی آگ میں جل رہا ہو اور محکف اسے بچانے کے لئے باہر نکلے یا جہاد کے لئے جب کہ نفیر عام ہو اور یا گواہی و شہادت دینے کے لئے اپنا محکف چھوڑ کر باہر آ جائے تو ان صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا غرضیکہ طبعی یا شرعی حاجت و ضرورت کے تحت مذکورہ بالا جو عذر بیان کئے گئے ہیں ان کے علاوہ اگر کوئی محکف ایک منٹ کے لئے بھی باہر نکلے گا اگرچہ اس کا نکلنا سہواً ہی کیوں نہ ہو تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ صاحبین کے ہاں اتنی آسانی ہے کہ اس کا اعتکاف اسی وقت فاسد ہوگا جب کہ وہ دن کا اکثر حصہ باہر نکلا رہے۔ مذکورہ بالا حدیث سے ایک مسئلہ یہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ محکف کے لئے مسجد میں حجامت بخوانی جائز ہے بشرطیکہ بال وغیرہ مسجد میں نہ گریں۔

بَابُ فِي الْمُعْتَكِفِ يَزُورُهُ أَهْلُهُ فِي الْمَسْجِدِ

یہ باب ہے کہ اعتکاف کرنے والا شخص مسجد میں اپنی بیوی سے مل سکتا ہے

1779- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ بْنِ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حَبِيٍّ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُورُهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ شَهْرِ

1779: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2035 'ورقم الحديث: 2038 'ورقم الحديث: 2039 'ورقم الحديث: 3101 'ورقم الحديث:

6219 'ورقم الحديث: 7171 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5643 'ورقم الحديث: 5644 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2470 'ورقم

الحديث: 2471 'ورقم الحديث: 4994

رَمَضَانَ فَتَحَلَّلْتُ عَنْهُ سَاعَةً مِنَ الْعِشَاءِ ثُمَّ قَامْتُ تَنْقِيبُ لَقَامٍ مَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْلِبُهَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ الَّذِي كَانَ عِنْدَ مَسْكَنِ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمَرًا بِهِمَا وَجَلَّانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَقَدَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رِسْلِكُمَا إِلَهًا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُصَيْنٍ فَلَا سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا ذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْعِرُنِي مِنْ ابْنِ آدَمَ مَجْعَرَى الدِّمِّ وَالَّتِي خَشِيتُ أَنْ يَقْدِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا

• امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے آئیں جبکہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے آخری عشرے میں مسجد میں اعتکاف کیا ہوا تھا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھوڑی بات چیت کی پھر وہ واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں تو نبی کریم ﷺ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے تاکہ انہیں واپس پہنچا دیں۔ جب وہ مسجد کے دروازے تک پہنچیں جو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازے پاس تھا تو انصار کے دو افراد پاس سے گزرے ان دونوں نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا نبی کریم ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: ٹھہر جاؤ! یہ صفیہ بنت حسی ہیں ان دونوں نے عرض کی: سبحان اللہ! یا رسول اللہ ﷺ! یہ بات ان دونوں کے لیے پریشانی کا باعث بنی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔

حالت اعتکاف میں جماع و مباشرت کی ممانعت میں فقہی مذاہب اربعہ

امام ابو داؤد علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لیے یہ سنت (یعنی ضروری) ہے کہ وہ نہ تو (بالقصد اور ٹھہر کر) مریض کی عیادت کرے اور نہ مسجد سے باہر مطلقاً نماز جنازہ میں شریک ہو نیز نہ عورت سے محبت کرے نہ عورت سے مباشرت کرے اور نہ علاوہ ضروریات کے مثلاً پیشاب و پاخانہ کے علاوہ کسی دوسرے کام سے باہر نکلے اور روزہ اعتکاف کے لیے ضرور ہے اور اعتکاف مسجد جامع ہی میں صحیح ہوتا ہے۔ (ابوداؤد)

مباشرت سے وہ چیزیں مراد ہیں جو جماع کا ذریعہ اور باعث بنتی ہیں جیسے بوسہ لینا بدن سے لپٹنا اور اسی قسم کی دوسری حرکات لہذا ہم بستر اور مباشرت معکف کے لیے حرام ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ہم بستر سے اعتکاف باطل بھی ہو جاتا ہے خواہ عمدہ کی جائے یا سہواً اور خواہ دن میں ہو یا رات میں، جب کہ مباشرت سے اعتکاف اسی وقت باطل ہوگا جب کہ انزال ہو جائے گا اگر انزال نہیں ہوگا تو اعتکاف باطل نہیں ہوگا۔

معکف کے لئے مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہے اسی طرح خرید و فروخت بھی جائز ہے بشرطیکہ اشیاء خرید و فروخت مسجد میں نہ لائی جائیں کیونکہ اشیاء خرید و فروخت کو مسجد میں لانا مکروہ تحریمی ہے نیز یہ کہ معکف خرید و فروخت صرف اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال کی ضرورت کے لئے کرے گا تو جائز ہوگا اور اگر تجارت وغیرہ کے لئے کرے گا تو جائز نہیں ہوگا یہ بات ذہن نشین رہے کہ مسجد میں خرید و فروخت غیر معکف کے لئے کسی بھی طرح جائز نہیں ہے حالت اعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا بھی مکروہ تحریمی ہے جب کہ معکف مکمل خاموشی کو عبادت جانے ہاں بری باتیں زبان سے نہ نکالے جھوٹ نہ بولے غیبت نہ کرے بلکہ قرآن مجید کی تلاوت

نیک کام، حدیث و تفسیر اور انبیاء صالحین کے سوانح پر مشتمل کتابیں یا دوسرے دینی لٹریچر کے مطالعہ، خدا تعالیٰ کے ذکر یا کسی دینی عمل کے پڑھنے پڑھانے اور تصنیف و تالیف میں اپنے اوقات صرف کر دے۔

حاصل یہ ہے کہ چپ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں ہے مباح کلام و گفتگو بھی بلا ضرورت مکروہ ہے اور اگر ضرورت کے تحت ہو تو وہ خیر میں داخل ہے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ مسجد میں بے ضرورت کلام کرنا حسنات کو اس طرح کھا جاتا ہے (یعنی نیست و نابود ہو جاتا ہے) جیسے آگ خشک لکڑیوں کو۔

حدیث کے الفاظ اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے، یہ بات وضاحت کے ساتھ ثابت ہوئی کہ اعتکاف بغیر روزہ کے صحیح نہیں ہوتا چنانچہ اس بارے میں حنفیہ کے مسلک کی دلیل یہی حدیث ہے، مسجد جامع سے مراد وہ مسجد ہے جس میں لوگ باجماعت نماز پڑھتے ہوں۔

چنانچہ حضرت امام اعظم سے منقول ہے کہ اعتکاف اسی مسجد میں صحیح ہوتا ہے جس میں پانچوں وقت کی نمازیں جماعت سے پڑھی جاتی ہوں، امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور صاحبین کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف درست ہے اگر مسجد جامع سے جمعہ مسجد مراد لی جائے تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اعتکاف جمعہ مسجد میں افضل ہے چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ افضل اعتکاف وہ ہے جو مسجد حرام میں ہو پھر وہ مسجد نبوی میں ہو پھر وہ مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس میں ہو پھر وہ جامع مسجد میں ہو پھر وہ جو اس مسجد میں ہو جس میں نمازی بہت ہوں۔

اعتکاف کی حالت میں عورتوں سے مباشرت نہ کرو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو شخص مسجد میں اعتکاف میں بیٹھا ہو خواہ رمضان میں خواہ اور مہینوں میں اس پر دن کے وقت یا رات کے وقت اپنی بیوی سے جماع کرنا حرام ہے جب تک اعتکاف پورا نہ ہو جائے حضرت ضحاک فرماتے ہیں پہلے لوگ اعتکاف کی حالت میں بھی جماع کر لیا کرتے تھے جس پر یہ آیت اتری اور مسجد میں اعتکاف کئے ہوئے پر جماع حرام کیا گیا مجاہد اور قتادہ بھی یہی کہتے ہیں پس علمائے کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ اعتکاف والا اگر کسی ضروری حاجت کے لئے گھر میں جائے مثلاً پیشاب پاخانہ کے لئے یا کھانا کھانے کے لئے تو اس کام سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں چلا آئے وہاں ٹھہرنا جائز نہیں نہ اپنی بیوی سے بوس و کنار وغیرہ جائز ہے نہ کسی اور کام میں سوائے اعتکاف کے مشغول ہونا اس کے لئے جائز ہے بلکہ بیمار کی بیمار پرسی کے لئے بھی جانا جائز نہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ چلتے چلتے پوچھ لے اعتکاف کے اور بھی بہت سے احکام ہیں بعض میں اختلاف بھی ہے

بھول کر جماع کرنے والے کے فساد اعتکاف میں مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک جس نے بھول کر جماع کیا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور اسی طرح حضرت امام مالک اور امام احمد نے بھی کہا ہے کہ خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو۔ اور حضرت امام شافعی نے کہا ہے کہ بھولنے کر جماع کرنے کی وجہ سے اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ اور ابن سماعہ نے بھی اپنے اصحاب سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ (بنایہ، ج ۴، ص ۳۹۴، حنفیہ ملتان)

بَابُ: فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَعْتِكَفُ

یہ باب ہے کہ استحاضہ کا شکار عورت اعتکاف کر سکتی ہے

1780- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّبَّاحُ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ عَنْ عَمْرِوَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ اغْتَسَفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مِنْ يَسَائِلِهِ فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ فَرُبَّمَا وَضَعَتْ تَحْتَهَا الطَّنْطَ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ کی ازواج میں سے ایک خاتون نے آپ کے ہمراہ اعتکاف کیا تھا (وہ مستحاضہ تھیں) ان کی سرخ اور زرد رطوبت خارج ہوتی تھی۔ بعض اوقات ہم ان کے نیچے تھال رکھ دیتے تھے۔

بَابُ: فِي ثَوَابِ الْإِعْتِكَافِ

یہ باب اعتکاف کے ثواب میں ہے

1781- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أُمَيَّةَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُوسَى الْبَغَارِيُّ عَنْ عُبَيْدَةَ الْقَيْمِيِّ عَنْ قُرَيْبِ السَّبَّحِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي الْمُتَعْتِكُفُ هُوَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ وَيُجْرِي لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اعتکاف کرنے والے شخص کے بارے میں یہ فرمایا ہے وہ گناہوں سے رک جاتا ہے اور اس کی نیکیاں یوں جاری ہو جاتی ہیں جیسے وہ تمام نیکیوں پر عمل کرتا ہے۔

شرح

معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بادشاہ کے دروازے پر پڑ جائے اور اپنی درخواست و حاجت پیش کرتا رہے اسی طرح معتکف بھی گویا زبان حال سے کہتا ہے کہ اے میرے مولیٰ، اے میرے پروردگار! میں تیرے دروازے پر پڑا ہوں گا یہاں سے اس وقت تک ٹلوں گا نہیں جب تک کہ تو میری بخشش نہیں کرے گا میرے مقاصد پورے نہیں کرے گا اور میرے دینی و دنیاوی غم و آلام دور نہیں کرے گا۔

بَابُ: فِيمَنْ قَامَ فِي لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ

یہ باب ہے کہ جو شخص دونوں عیدوں کی دونوں راتوں میں نوافل ادا کرے

1780: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 309 'ورقم الحديث: 310 'ورقم الحديث: 311 'ورقم الحديث: 2037 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم

الحديث: 2476

1781: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

عیدین کی راتوں میں نوافل پڑھنے کی فضیلت کا بیان

1782- حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الْمَرَّازِيُّ عَنْ حُمُوبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَلَّى حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَعْدَانَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلَّهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ

••• حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”جو شخص دونوں عیدوں کی دونوں راتوں میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید میں قیام کرے (یعنی نوافل ادا کرے) اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا، جس دن دل مردہ ہوں گے۔“

کتاب الزکوٰۃ

یہ کتاب زکوٰۃ کے بیان میں ہے

زکوٰۃ کے لغوی و شرعی معنی کا بیان

زکوٰۃ کا لغوی معنی ہے۔ بڑھنا، زیادہ ہونا۔ جب کچھتی بڑھ جائے تو اسے ”زکا الزرع“ کہا جاتا ہے۔ جبکہ فقہاء کے عرف میں زکوٰۃ اس کام کا نام ہے کہ جس کے ذریعے مالی حق کے واجب کو ادا کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کے وجوب کا اعتبار سال کے گزرنے اور نصاب کے پورا ہونے کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ نصاب ہی کو وجوب کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔ اور نصاب صفات اعمال سے ہے جبکہ صفات اعیان سے نہیں ہے۔ اور اس کا اطلاق ادا کردہ مال پر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”وَأَتُوا الزَّكَاةَ“۔ اس کا ادا کرنا صرف عین ہی صحیح ہے۔ (عناہ شرح الہدایہ ج ۳ ص ۴۴، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ زکوٰۃ وہ مخصوص مال ہے۔ اور یہی اس کا سبب ہے۔ یعنی وہ مال نامی خواہ بطور حقیقت بڑھنے والا ہو یا حکمی طور پر بڑھنے والا ہو۔ اسی وجہ سے اس کی اضافت کرتے ہوئے اس کو زکوٰۃ کا مال کہا گیا ہے۔ جبکہ فقہاء کے عرف میں نفس مال کے دینے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ اور اس کی لغوی مناسبت یہی ہے کہ مزرکی اس کا سبب بنتا ہے جب مال بڑھ کر اس کو حاصل ہو جائے۔ (شیخ الحدادی ج ۳ ص ۴۶، بیروت)

علامہ علی بن محمد الزبیدی بغدادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: زکوٰۃ کا لغوی معنی مال کا بڑھنا ہے۔ اور یہی بڑھنا ہی اس کا سبب ہے کیونکہ دنیا میں پیچھے رہ جانے والا مال بڑھ جاتا ہے اور آخرت میں اس کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طہارت سے عبارت ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّى“ یعنی انسان کو گناہوں سے پاک کرنا ہے۔ جبکہ اصطلاح شرع میں معلوم مال کی مخصوص مقدار کو ادا کرنا ہے۔ اور اہل اصول محققین کے نزدیک یہ مزرکی کے فعل سے عبارت ہے۔ مال مودی سے عبارت نہیں۔ (جوہرہ نیزہ، ج ۱ ص ۴۴۵، بیروت)

علامہ طہی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: زکوٰۃ کے لفظی معنی ہیں طہارت و برکت اور بڑھنا اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ کہتے ہیں اپنے مال کی مقدار متعین کے اس حصہ کو جو شریعت نے مقرر کیا ہے کسی مستحق کو مالک بنا دینا زکوٰۃ کے لغوی معنی اور اصطلاحی معنی دونوں کو سامنے رکھ کر یہ سمجھ لیجیے کہ یہ فعل یعنی اپنے مال کی مقدار متعین کے ایک حصہ کا کسی مستحق کو مالک بنا دینا ہے۔ اور مال کے باقی ماندہ حصے کو پاک کر دینا ہے اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے برکت عطا فرمائی جاتی ہے اور اس کا وہ مال نہ صرف یہ کہ دنیا میں بڑھتا اور زیادہ ہوتا ہے بلکہ اخروی طور پر اللہ تعالیٰ اس کے ثواب میں اضافہ کرتا ہے اور اس کے مالک کو گناہوں اور دیگر بری خصلتوں مثلاً

بکل وغیرہ سے پاک و صاف کرتا ہے اس لیے اس فعل کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔

زکوٰۃ کو صدقہ بھی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ فعل اپنے مال کا ایک حصہ نکالنے والے کے دعویٰ ایمان کی صحت و صداقت پر دلیل

ہوتا ہے۔ (شرح مکتوبہ، کتاب الزکوٰۃ)

زکوٰۃ کی تعریف کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اصطلاح شرع میں آزاد، عاقل، بالغ، مسلم جب مالک نصاب تام ہو جائے جس پر ایک سال گزر جائے اس مال کو اللہ کی رضا کے لئے مصرف تک پہنچانا تاکہ اس سے فرض ساقط ہو جائے اور اس میں زکوٰۃ ادا کرنے والے کو فائدہ یعنی ثواب اور جس کو ادا کی اس کو فائدہ یعنی دنیاوی نفع حاصل ہو جائے۔

تاج الشریعہ فرماتے ہیں۔ سال گزرنے والے نصابی مال کا فقیر کو دینا زکوٰۃ کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس کے وجوب کو صفات فعل کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: صاحب تنویر الابصار زکوٰۃ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: زکوٰۃ شارع کی مقرر کردہ حصہ کا فقط رضائے الہی کے لئے کسی مسلمان فقیر کو اس طرح مالک بنانا کہ ہر طرح سے مالک نے اس شے سے نفع حاصل نہ کرنا ہو بشرطیکہ وہ مسلمان ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اس کا مولیٰ ہو۔ (در مختار، ج ۱، ص ۱۲۹، بھائی دہلی)

علامہ نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ واحدی علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔ زکوٰۃ مال کو پاک کرتی ہے اس کی اصلاح کرتی ہے اس کا فرق کرتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس کی اصل زیادتی ہے جس طرح کہا ہے اس نے زراعت کی تو اس میں زیادتی ہوتی ہے یعنی جس طرح زراعت میں ترقی ہوتی ہے اس کے دانے بڑھتے جاتے ہیں جو زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہاں زکوٰۃ سے مراد بھلائی میں زیادتی ہے۔ اور اسی لوگوں میں جو سب سے زیادہ نیک ہوتا ہے وہی مزرعی یعنی تذکیہ نفس والا ہے۔

(مجموع، ج ۵، ص ۲۸۸، بیروت)

فرضیت زکوٰۃ کی تاریخی حیثیت کا بیان

صدقہ فطر ۲ ہجری میں واجب کیا گیا تھا زکوٰۃ کی فرضیت کے بارے میں اگرچہ علماء کے یہاں اختلافی اقوال ہیں مگر صحیح قول یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہو گیا تھا مگر اس حکم کا نفاذ مدینہ میں ہجرت کے دوسرے سال رمضان کی پہلی تاریخ کو ہوا ہے گویا زکوٰۃ یکم رمضان ۲ ہجری میں فرض قرار دی گئی اور اس کا اعلان کیا گیا۔

اجتماعی طور پر یہ مسئلہ ہے کہ زکوٰۃ انبیاء کرام علیہم السلام پر فرض و واجب نہیں ہے البتہ جس طرح سابقہ تمام امتوں پر نماز فرض تھی اسی طرح امت محمدی سے پہلے ہر امت پر زکوٰۃ فرض تھی ہاں زکوٰۃ کی مقدار اور مال کی تحدید میں اختلاف ضرور رہا ہے لیکن یہ بات طے ہے کہ زکوٰۃ کے بارے میں اسلامی شریعت کے احکام بہت آسان اور سہل ہیں جب کہ سابقہ انبیاء کی شریعتوں میں اتنی آسانی نہیں تھی۔

منکرین زکوٰۃ کے لئے وعید کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص سونے اور چاندی (کے نصاب) کا مالک ہو اور اس کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائیں گے (یعنی تختے تو سونے اور چاندی کے ہوں گے مگر انہیں آگ میں اس قدر گرم کیا جائے گا کہ گویا وہ آگ ہی کے تختے ہوں گے اسی لئے آپ نے آگے فرمایا کہ وہ تختے دوزخ کی آگ میں گرم کیے جائیں گے اور ان تختوں سے اس شخص کے پہلو، اس کی پیشانی اور اس کی پیٹھ داغی جائے گی پھر ان تختوں کو (اس بدن سے) جدا کیا جائے اور آگ میں گرم کر کے پھر لایا جائے گا (یعنی جب وہ تختے ٹھنڈے ہو جائیں گے تو انہیں دوبارہ گرم کرنے کے لیے آگ میں ڈالا جائے گا اور وہاں سے نکال کر اس شخص کے بدن کو داغایا جائے گا) اور اس دن کی مقدار کہ جس میں یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا پچاس ہزار سال کی مقدار ہوگی یہاں تک کہ بندوں کا حساب کتاب ختم ہو جائے گا اور وہ شخص جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ عذاب تو نقدی یعنی سونے چاندی کے بارے میں ہوگا اونٹ کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کا کیا حشر ہوگا؟

آپ نے فرمایا جو شخص اونٹ کا مالک ہو اور اس کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرے، اور اونٹوں کا ایک حق یہ بھی ہے کہ جس روز انہیں پانی پلایا جائے ان کا دودھ دوہا جائے تو قیامت کے دن اس شخص کو اونٹوں کے سامنے ہموار میدان میں منہ کے بل اونٹھا ڈال دیا جائے گا اور اس کے سارے اونٹ گنتی اور موٹاپے میں پورے ہوں گے۔ مالک ان میں سے ایک بچہ بھی کم نہ پائے گا یعنی اس شخص کے سب اونٹ وہاں موجود ہوں گے۔ حتیٰ کہ اونٹوں کے سب بچے بھی ان کے ساتھ ہوں گے پھر یہ کہ وہ اونٹ خوب خربہ اور موٹے تازے ہوں گے تاکہ اپنے مالک کو روندتے وقت خوب تکلیف پہنچائیں چنانچہ وہ اونٹ اس شخص کو اپنے پیروں سے کچلیں گے اور اپنے دانٹوں سے کاٹیں گے جب ان اونٹوں کی جماعت روند کچل اور کاٹ کر چلی جائے تو دوسری جماعت آئے گی یعنی اونٹوں کی قطار روند کچل کر چلی جائے گی تو اس کے پیچھے دوسری قطار آئے گی اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا اور جس دن یہ ہوگا اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی یہاں تک کہ بندوں کا حساب کتاب کر دیا جائے گا اور وہ شخص جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! گائے اور بکریوں کے مالک کا کیا حشر ہوگا؟ آپ نے فرمایا جو شخص گائیوں اور بکریوں کا مالک ہو اور ان کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اسے ہموار میدان میں اونٹھے منہ ڈال دیا جائے گا اور اس کی گائیوں اور بکریوں کو وہاں لایا جائے گا جن میں سے کچھ کم نہیں ہوگا ان میں سے کسی گائے بکری کے سینگ نہ مڑے ہوں گے نہ ٹوٹے ہوں گے اور نہ وہ منڈی یعنی بلا سینگ ہوں گی یعنی ان سب کے سروں پر سینگ ہوں گے جو ٹوٹے ہوئے نہ ہوں گے اور سالم ہوں گے۔ تاکہ وہ اپنے سینگوں سے خوب مار سکیں چنانچہ وہ گائیں اور بکریاں اپنے سینگوں سے اپنے مالک کو ماریں گی اور اپنے کھروں سے کچلیں گی اور جب ایک قطار اسے مار کچل کر چلی جائے گی تو دوسری قطار آئے گی اور اپنا کام شروع کر دے گی اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا اور جس دن یہ ہوگا اس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی یہاں تک کہ بندوں کا حساب کتاب کیا جائے گا اور وہ شخص جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! گھوڑوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا گھوڑے تین قسم

کے ہوتے ہیں ایک تو وہ گھوڑے جو آدمی کے لیے گناہ کا سبب ہوتے ہیں اس شخص کے گھوڑے جنہیں اس کے مالک اظہار فخر و غرور اور مال دار اور ریاء کے لیے اور مسلمانوں سے دشمنی کے واسطے باندھے۔

چنانچہ وہ گھوڑے اپنے مالک کے لیے گناہ کا سبب بنتے ہیں اور وہ گھوڑے جو آدمی کے لیے پردہ ہوتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جنہیں اس کے مالک نے خدا کی راہ میں کام لینے کے لیے باندھا اور ان کی پیٹھ اور ان کی گردن کے بارے میں وہ خدا کے حق کو نہیں بھولا چنانچہ وہ گھوڑے اپنے مالک کے لیے پردہ ہیں اور وہ گھوڑے جو آدمی کے لیے ثواب کا سبب و ذریعہ بنتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جنہیں ان کا مالک خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے مسلمانوں کے واسطے باندھے اور چراگاہ و سبزہ میں رکھے چنانچہ جب وہ گھوڑے چراگاہ و سبزہ سے کچھ کھاتے ہیں تو جو کچھ انہوں نے کھایا یعنی گھاس وغیرہ کی تعداد کے بقدر اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں یہاں تک کہ ان گھوڑوں کی لید اور ان کے پیشاب کے بقدر بھی اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں کیونکہ لید اور پیشاب بھی گھوڑے کی زندگی کا باعث ہیں اور گھوڑے رسی توڑ کر ایک یا دو میدان دوڑتے پھرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے قدموں کے نشانات اور ان کی لید جو وہ اس دوڑنے کی حالت میں کرتے ہیں کی تعداد کے برابر اس شخص کے لیے نیکیاں لکھتا ہے اور جب وہ شخص ان گھوڑوں کو نہر پر پانی پلانے کے لیے لے جاتا ہے اور وہ نہر سے پانی پیتے ہیں اگرچہ مالک کا ارادہ ان کو پانی پلانے کا نہ ہو، اللہ تعالیٰ گھوڑوں کے پانی پینے کے بقدر اس شخص کے لیے نیکیاں لکھتا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اچھا گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گدھوں کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا لیکن تمام نیکیوں اور اعمال کے بارے میں یہ آیت جامع ہے (فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ) (99- الزلزلہ: 7-8) یعنی جو شخص ایک ذرہ کے برابر نیکی کا عمل کرے گا اسے دیکھے گا اور جو شخص ایک ذرہ کے برابر برائی کا عمل کرے گا اسے دیکھے گا۔ (یعنی مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے کو نیک کام کے لیے جانے کے واسطے اپنا گدھا دے گا تو ثواب پائے گا اور اگر برے کام کے لیے دے گا تو گناہگار ہوگا) مسلم۔

قیامت کے دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر بتائی گئی ہے لیکن اس کا تعلق کافروں کے ساتھ ہے یعنی قیامت کا دن کافروں کو پچاس ہزار سال کے بقدر دراز معلوم ہوگا بقیہ گناہگاروں کو ان کے گناہ کے بقدر دراز محسوس ہوگا اگر کسی کے گناہ کم اور ہلکے ہوں گے تو اسے وہ دن اسی اعتبار سے کم دراز محسوس ہوگا اور اگر کسی کے گناہ زیادہ اور شدید نوعیت کے ہوں گے تو اسے وہ دن بھی اس کے اعتبار سے دراز محسوس ہوگا یہاں تک کہ خدا کے نیک بندوں یعنی مومنین و کاملین کو وہ پورا دن صرف دو رکعت نماز کے بقدر معلوم ہوگا گویا جتنی دیر میں دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے انہیں وہ دن صرف اتنے عرصہ کے بقدر محسوس ہوگا۔

فیری سبیلہ اما الی الجنة المظہورہ جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس شخص کے نامہ اعمال میں اس ترک زکوٰۃ کے گناہ کے علاوہ اور کوئی گناہ نہیں ہوگا اور مذکورہ عذاب کہ جس میں اسے مبتلا کیا جائے گا اس کے اس گناہ کو دور کر دے گا تو اس کے بعد وہ جنت میں چلا جائے گا اور خدا نخواستہ اگر اس کا نامہ اعمال میں ترک زکوٰۃ کے علاوہ اور گناہ بھی ہوں گے یا یہ کہ مذکورہ عذاب کے بعد بھی ترک زکوٰۃ کا گناہ اس سے دور نہیں ہوگا تو پھر وہ دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔

حنی بنغضی عن العباد میں اس طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں دوسری قلوب خدا تو حساب کتاب میں مشغول ہوگی مگر وہ لوگ جنہوں نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ومن حقها حلبها يوم وردھا اونثوں کا ایک حق یہ بھی ہے الخ۔ اونٹ والوں کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اونٹوں کو تیسرے دن یا چوتھے دن پانی کی جگہ پانی پلانے لے جاتے ہیں چنانچہ عرب میں ایک یہ معمول بھی تھا کہ جس جگہ پانی پلانے کے لیے اونٹ لائے جاتے تھے وہاں لوگ جمع ہو جاتے تھے اونٹ والے اپنے اونٹوں کو وہاں پانی پلانے لاتے اور وہیں اونٹوں کا دودھ نکال کر وہاں جمع لوگوں کو پلا دیا کرتے چنانچہ اس کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگرچہ اونٹوں کا واجب حق تو صرف یہی ہے کہ ان کی زکوٰۃ ادا کی جائے مگر ان کے اور دوسرے حقوق میں سے ایک مستحب حق یہ بھی ہے کہ جس دن اونٹ پانی پینے جائیں اس دن کا دودھ جو غرباء و مساکین کو پلایا جائے لہذا یہ فعل اگرچہ مستحب ہے لیکن ازراہ مردت و ہمدردی اور برائے ادائے شکر حق گویا واجب کا حکم رکھتا ہے اسی لیے اس کے بارے میں اتنی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا گیا چنانچہ حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حق کی عدم ادائیگی کی صورت میں عذاب بھی ہو سکتا ہے۔

ولا یبرید ان یسقیھا (اگرچہ مالک کا ارادہ ان کو پانی پلانے کا نہ ہو) مطلب یہ ہے کہ مالک گھوڑے کو پانی پلانے کا ارادہ نہ رکھے بلکہ اس کے ارادہ و قصد کے بغیر گھوڑا پانی پے تو اس کے بارے میں مذکورہ ثواب بیان کیا گیا ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر مالک خود ارادہ و قصد کر کے گھوڑے کو پانی پلائے گا تو اس کا کیا کچھ ثواب اسے ملے گا گھوڑوں کے بارے میں صحابہ کے سوال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جواب دیا اس کا اسلوب پہلے جوابات کے اسلوب سے مختلف ہے اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب کا جو اسلوب اختیار فرمایا ہے اسے جواب علی اسلوب الحکیم کہتے ہیں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کرنے والے صحابہ سے فرمایا کہ گھوڑوں کا جو حق واجب ہے یعنی زکوٰۃ وغیرہ صرف اس کے بارے میں مت پوچھو کہ ان گھوڑوں کی وجہ سے ان کے پالنے والے سعادت و نیک بختی اور بھلائی کے کیسے کیسے مقام حاصل کرتے ہیں اور انہیں ان گھوڑوں سے کیا نفع پہنچتا ہے اسی طرح دوسرا پہلو بھی کہ ان پالنے والوں کو کیسے کیسے گناہ ملتے ہیں اور انہیں کیا نقصان پہنچتا ہے۔

اسی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) وہ گھوڑے جو اپنے مالک کے لیے گناہ کا سبب ہوتے ہیں اس کی تشریح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمائی کہ اس سے وہ گھوڑے مراد ہیں جنہیں ان کے مالک نے اظہار فخر اور ریاء کے لیے باندھ رکھا ہو یعنی گھوڑے رکھنے سے اس کی غرض صرف یہ ہو کہ لوگ اس کی حشمت و ثروت دیکھیں اور جانیں کہ یہ مجاہد ہے حالانکہ واقعہ میں وہ مجاہد نہیں ہے نیز فخر یہی مراد ہے کہ وہ گھوڑا اس نیت سے پالے کہ میں اپنے سے کمتر لوگوں پر اپنی بڑائی جتاؤں اور ان کے سامنے فخر کا اظہار کروں (۲) وہ گھوڑے جو اپنے مالک کے لیے پردہ ہوتے ہیں اس کی وضاحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمائی کہ اس سے وہ گھوڑے مراد ہیں جنہیں ان کے مالک نے اس لیے باندھا ہے تاکہ وہ خدا کی راہ میں کام آئیں یہاں خدا کی راہ سے مراد جہاد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ گھوڑوں کو رکھنے اور باندھنے کا مقصد اظہار فخر و غرور اور ریاء نہ ہو بلکہ انہیں اچھی و نیک نیت سے رکھے مثلاً گھوڑے اس مقصد کے لیے پالے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اچھے و

نیک مقاصد کے لیے کام آئیں یا ان سے اپنی سواری مقصود ہو کہ اپنی مشروع و مباح ضرورتوں کے وقت ان پر سوار ہو سکے نیز یہ کہ اپنے فقر و احتیاج کی پردہ پوشی کرے جیسا کہ روایت میں فرمایا گیا ہے کہ بطور "تغنی و تعففا" یعنی دوسروں سے مستغنی رہنے اور دوسروں کے آگے اپنی احتیاج و ضرورت کے اظہار سے بچنے کے لیے گھوڑا رکھنا چاہیے مثلاً تجارتی مقصد کے لیے عزیز و اقارب اور دوست و احباب کے یہاں جانے کے لیے کھیت کھلیان میں آنے جانے کے واسطے یا اسی قسم کے دوسرے مقاصد کے وقت اگر گھوڑے کی ضرورت ہو تو کسی دوسرے کی طرف دیکھنا نہ پڑے بلکہ اپنا گھوڑا ہو تو وہ کام آئے اور غیروں کے آگے اظہار ضرورت کی شرمندگی سے بچائے۔ اسی لیے اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے کو اپنے مالک کے لیے پردہ قرار دیا ہے کہ ایک طرف تو گھوڑا اپنے مالک کے فقر و احتیاج کے لیے پردہ پوش ہوتا ہے بایں طور کہ گھوڑے کی وجہ سے دوسروں کی نظروں میں اس کے مالک کا وقار اور برہم قائم رہتا ہے اور اس کی عزت بنی رہتی ہے۔ دوسری طرف گھوڑی کا مالک اپنی ضرورت و حاجت کے وقت کسی دوسرے شخص کے آگے اظہار حاجت اور دست سوال دراز کرنے سے بچا رہتا ہے۔

اس موقع پر راہ خدا سے یہ مفہوم اس لیے مراد لیا گیا ہے تاکہ ایک ہی عبارت میں تکرار لازم نہ آئے کیونکہ تیسری قسم کے ضمن میں مذکورہ راہ خدا سے مراد جہاد ہی ہے۔

اسی ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے کے مالک کا ایک وصف یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان کی پیٹھ اور ان کی گردن کے بارے میں وہ خدا کے حق کو نہیں بھولا۔

چنانچہ اس ارشاد گرامی میں پیٹھ کے بارے میں اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اس گھوڑے پر اچھے اور نیک کاموں کی خاطر سوار ہوا اور اگر کسی نے اس سے اپنی سواری کے لیے یا گھوڑیوں پر چھوڑنے کے لیے اس کا گھوڑا مانگا تو اس نے اس کی ضرورت پوری کی۔ اسی طرح گردن کے بارے میں حق یہ ہے کہ ان کی زکوٰۃ ادا کی۔ مگر حضرات شوافع کی طرف سے اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مالک نے اپنے گھوڑے کی خبر گیری کی بایں طور کہ ان کے گھاس دانہ میں کوئی کمی نہیں کی انہیں ان کی پوری خوراک مہیا کی اور انہیں اگر کوئی مرض لاحق ہوا یا کوئی تکلیف ہوئی تو اسے فوراً دوا دیا۔

بَابُ: فَرَضِ الزَّكَاةِ

یہ باب زکوٰۃ کے فرض ہونے کے بیان میں ہے

1783- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ الْقَتَنِیُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِي عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا

1783: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1395 'ورقم الحديث: 1458 'ورقم الحديث: 1496 'ورقم الحديث: 2448 'ورقم الحديث:

4347 'ورقم الحديث: 7371 'ورقم الحديث: 7372 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 121 'ورقم الحديث: 122 'ورقم الحديث: 123 'أخرجه

ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 1584 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 625 'ورقم الحديث: 2014 'أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث:

2434 'ورقم الحديث: 2521

إِلَى الْيَمَنِ لَقَدْ قَالَ إِنَّكَ تُبْغِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ فَأَدْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ
طَاعُوا لِذَلِكَ فَأَغْلِبْنَاهُمْ أَنْ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ
فَأَغْلِبْنَاهُمْ أَنْ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُوْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ
فَأَبَآكَ وَكَرَّائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ

•• حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا تو ان سے
فرمایا: تم ایک ایسی قوم کی طرف جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں جب ان کے پاس آؤ تو انہیں اس بات کی دعوت دو کہ وہ یہ گواہی دیں
کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جب وہ اس بارے میں تمہاری اطاعت کر لیں تو انہیں بتانا
کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے۔ اگر وہ اس بارے میں بھی تمہاری اطاعت کر لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ
نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے امیر لوگوں سے وصول کی جائے گی اور ان کے غریب لوگوں کی طرف لوٹا دی جائے گی اگر وہ
اس بارے میں تمہاری اطاعت کریں تو ان کے بہترین مال وصول کرنے سے بچنا اور مظلوم شخص کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور
اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا ہے۔

شرح

اگرچہ یمن میں مشرک اور ذمی کافر بھی تھے مگر چونکہ تمام اقوام میں اہل کتاب ہی کی اکثریت تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن بھیجتے ہوئے وہاں کے لوگوں میں بطور خاص اہل کتاب ہی کا ذکر فرمایا۔ اعلان جنگ سے پہلے کفار کو
اسلام کی دعوت دینا واجب ہے ابن مالک فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کفار کے مقابلہ پر اعلان جنگ
سے پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دینا واجب ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ کفار کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو اور انہیں اللہ کے
آخری دین کی طرف پہلے سے نہ بلایا گیا ہو اگر صورت حال یہ ہو کہ ان کے پاس اسلام کی دعوت پہلے سے پہنچ چکی ہو تو اب جنگ
سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا واجب نہیں بلکہ مستحب ہوگا۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي مَنَعِ الزَّكَاةِ

یہ باب زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں کے بیان میں ہے

1784- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَعْيَنَ وَجَامِعِ بْنِ
أَبِي رَاشِدٍ سَمِعَا شَفِيقَ بْنَ سَلَمَةَ يُخْبِرُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا
مِنْ أَحَدٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاةَ مَالِهِ إِلَّا مِثْلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ حَتَّى يُطَوَّقَ عُنُقَهُ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى (وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنَاَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ)

الآيَةُ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو بھی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس مال کو اس شخص کے لیے ایک گنجه سانپ میں تبدیل کر کے اسے طوق کے طور پر اس شخص کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔

(راوی کہتے ہیں:) پھر نبی کریم ﷺ نے اس کے مصداق کے طور پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی یہ آیت ہمارے سامنے تلاوت کی۔

”ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ذریعے جو عطا کیا ہے اور وہ اس میں بخل سے کام لیتے ہیں وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں۔“

شرح

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ، بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ، سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ • وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ،

اور جو بخل کرتے ہیں۔ اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے، عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (کنز الایمان)

ابن اسحاق ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق کو ایک تحریر دے کر بنی قریظہ کے یہودیوں کے پاس بھیجا اور تحریر میں ان کو اسلام لانے نماز پڑھنے زکوٰۃ ادا کرنے اور اللہ کے لیے قرضہ حسنہ دینے کی دعوت دی حسب الحکم ایک روز حضرت ابوبکر یہودیوں کے مدرسہ میں گئے وہاں آپ نے دیکھا کہ بہت سے یہودی ایک شخص کے پاس جمع ہیں یہ شخص فحاض بن عازور تھا جو یہودیوں کے علماء میں سے تھا اور اس کے ساتھ ایک اور عالم بھی تھا جس کا نام اھیع تھا۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فحاض سے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور مسلمان ہو جاؤ خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی طرف سے حق کے ساتھ آئے ہیں ان کا ذکر تمہارے پاس تو رات میں لکھا ہوا موجود ہے لہذا ان پر ایمان لے آؤ ان کی تصدیق کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو اللہ تم کو جنت میں داخل کرے گا اور دو ہزار ثواب دے گا۔ فحاض نے کہا ابوبکر تم کہتے ہو کہ ہمارا رب ہم سے ہمارا مال قرض مانگتا ہے قرض تو فقیر غنی سے مانگتا ہے پس اگر تمہاری بات صحیح ہے تو اللہ فقیر ہوا اور ہم غنی۔ اللہ تم کو تو سود (دینے) سے منع کرتا ہے اور خود ہم کو دے گا اگر وہ غنی بھی ہو تب بھی ہم کو سود نہیں دے گا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو غصہ آیا اور فحاض کے منہ پر آپ نے ایک زوردار ضرب رسید کی اور فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ہمارا تجھ سے معاہدہ نہ ہوتا تو اللہ کے دشمن میں تیری گردن مار دیتا۔ فحاض رسول اللہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے ساتھی نے میرے ساتھ کیسی حرکت کی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: تم نے ایسی حرکت کس وجہ سے کی؟ حضرت ابوبکر نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس دشمن خدا نے بہت بڑی

بات کہی تھی اس نے کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ مجھے یہ سن کر غصہ آیا اور میں نے اس کے منہ پر مارا۔ فحاض نے حضرت ابو بکر کے اس قول کا انکار کر دیا (اور حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا) اس پر اللہ نے فحاض کے قول کی تردید اور حضرت ابو بکر کی تصدیق میں مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ آل عمران، بیروت)

(۱) ابن جریر و ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ولا یحسن الذین یبخلون بما اتهم اللہ من فضلہ سے وہ اہل کتاب مراد ہیں کہ انہوں نے لوگوں کے سامنے بیان اللہ کی کتاب کے ساتھ بخل کیا (پھر فرمایا) سبطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمۃ یعنی عنقریب ان کو اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس کے ساتھ وہ بخل کرتے تھے کیا تو نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت یبخلون و یامرون الناس بالبخل (آیت ۲۷) یعنی اہل کتاب کہتے ہیں اور وہ خود بھی (اللہ کے احکام) چھپاتے ہیں اور لوگوں کو بھی چھپانے کا حکم دیتے ہیں۔

(۲) ابن جریر نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت ولا یحسن الذین یبخلون بما اتهم اللہ من فضلہ کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے یہودی مراد ہیں۔

(۳) ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت ولا یحسن الذین یبخلون بما اتهم اللہ من فضلہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے بخل کیا اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی۔

(۴) ابن ابی حاتم نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ کافر اور مومن دونوں مراد ہیں جو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں۔

(۵) بخاری احمد و عبد بن حمید اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا و ابن ماجہ و نسائی و ابن جریر و ابن خزیمہ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم اور حاکم نے اس کو صحیح کہا اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو اس کے مال کو گنجا سانپ بنا دیا جائے گا اس کے سر پر دو نشان ہوں گے اس کو اس (سانپ) کا طوق پہنایا جائے گا قیامت کے دن تو وہ اس کے جڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی لفظ آیت ولا یحسن الذین یبخلون بما اتهم اللہ من فضلہ۔

زکوٰۃ نہ دینے پر وعید

(۶) الفریابی و سعید بن منصور و عبد بن حمید و عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و طبرانی اور حاکم نے اس کو صحیح کہا حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت سبطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمۃ سے مراد ہے کہ جس کے پاس مال ہے اور اس نے زکوٰۃ ادا نہیں کیا تو قیامت کے دن طوق پہنایا جائے گا اسے گنجے سانپ کا اس کے منہ پر دوزہر کے چھالے ہوں گے اور اس کے سر کو مارے گا یہاں تک کہ اس کے دماغ تک پہنچ جائے گا۔ اور حاکم کے یہ الفاظ ہیں کہ وہ اس کو قبر میں ڈسے گا اور وہ کہے گا میرا تیرے ساتھ کیا تعلق ہے؟ تو سانپ کہے گا میں تیرا وہ مال ہوں کہ جس کے ساتھ تو بخیلی کرتا تھا۔

(۷) عبد بن حمید نے عکرمہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ قیامت کے دن یہ مال اپنے مالک کے لیے گنجا سانپ کی صورت میں

مسلط ہوگا جب اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی ہوگی سانپ اس کا پیچھا کرے گا تو وہ اس سے پناہ مانگے گا۔

(۸) ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں واہن جریر بن بیان (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کوئی رشتہ دار ایسا نہیں ہے کہ اس کے پاس اس کا رشتہ درآئے گا اور اس سے بچے ہوئے مال کا سوال کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا فرمایا تو وہ اس میں (یعنی مال دینے میں) بخلی کرے گا تو قیامت کے دن اس کے لیے جہنم میں سے ایک سانپ نکلے گا جو ادھر ادھر زبان مار رہا ہوگا یہاں تک کہ اس کی گردن میں طوق بن جائے گا پھر یہ آیت (آپ نے) پڑھی لفظ آیت ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتہم اللہ من فضلہ۔

(۹) عبد بن حمید و ابوداؤد اور ترمذی نے اس کو حسن کہا و نسائی و ابن جریر و بیہقی نے شعب الایمان میں معاویہ بن حیدہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کوئی آدمی اپنے مولیٰ کے پاس آتا ہے اور اس سے اس بچے ہوئے مال کا سوال کرتا ہے جو اس کے پاس ضرورت سے زائد (موجود) ہے مگر وہ اس کو منع کر دیتا ہے تو قیامت کے دن ایک سانپ کو لایا جائے گا جو مال اس نے روکا تھا اسے چٹ کر جائے گا۔

(۱۰) الطبرانی نے عبد بکلی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس شخص کے پاس اس کا کوئی (غریب) رشتہ دار آئے اور اس سے بچے ہوئے مال کا سوال کرے جو اس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا اور وہ اس پر بخلی کرے (اور غریب رشتہ دار کو نہ دے) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک سانپ نکالیں گے جس کو شجاع کہا جائے گا وہ زبان ادھر ادھر مار رہا ہوگا وہ اس کی گردن میں طوق بن جائے گا۔

(۱۱) سعید بن منصور و بیہقی نے شعب الایمان میں ابودرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا اس مال والے لایا جائے گا جس میں اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوگی اور اس کا مال اس کے آگے ہوگا جب وہ پل صراط پر لڑکھڑائے گا تو اس کا مال اس سے کہے گا چلا جاتا تو نے اللہ تعالیٰ کا حق میرے بارے میں ادا کر دیا تھا پھر اس مال والے کو لایا جائے گا جس نے اس مال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کی ہوگی جب وہ بھی پل صراط کے پاس لایا جائے گا تو اس کا مال اس سے کہے گا افسوس اسی طرح رہے گا یہاں تک کہ مال اس کے لیے ہلاکت کی بدعا کرتا رہے گا۔

(۱۲) "حمید بن منصور و ابن جریر و ابن المنذر نے مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ وہ آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اس کے مال میں بنادیا تھا پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک سانپ بنادیں گے جو اس کی گردن میں طوق بن جائے گا اور وہ سانپ اس سے کہے گا کیا ہے میرے لیے اور تیرے لیے؟ (یعنی میرے ساتھ تیرا کیا تعلق ہے؟) تو وہ کہے گا میں تیرا مال ہوں۔

(۱۳) عبد الرزاق و سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا لفظ آیت سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمۃ سے مراد ہے کہ اس کے گلے میں آگ کا ایک طوق ہوگا۔ (۱۴) عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت سیطوقون ما بخلوا بہ سے مراد ہے

کی قیامت کے دن ان کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ لے آئیں اس مال کو جو انہوں نے دنیا میں بخل کیا۔ (تفسیر درمنثور، سورہ آل عمران، بیروت)

1785- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ وَلَا غَنَمٍ وَلَا بَقَرٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاةَهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَغْظَمَ مَا كَانَتْ وَأَسْمَنَهُ تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطْوُهُ بِأَخْفَافِهَا كُلَّمَا نَفَذَتْ أُخْرَاهَا عَادَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ

﴿﴾ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس اونٹ گائے یا بکری ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ ان کے ہمراہ آئے گا اور وہ جانور پہلے سے زیادہ بڑا ہوگا اور پہلے سے زیادہ موٹا تازہ ہوگا اور وہ اس شخص کو اپنے پاؤں کے ذریعے روندے گا اور اپنے سینگوں کے ذریعے مارے گا جب بھی آخری جانور اس کے اوپر سے گزرے گا تو پہلا جانور واپس اس کے پاس آ جائے گا اور جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ نہیں ہو جاتا اس کے ساتھ وہی سلوک ہوتا رہے گا۔

1786- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَأْتِي الْإِبِلُ الَّتِي لَمْ تُعْطِ الْحَقَّ مِنْهَا تَطَأُ صَاحِبَهَا بِأَخْفَافِهَا وَتَأْتِي الْبَقَرُ وَالْغَنَمُ تَطَأُ صَاحِبَهَا بِأَظْلَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَأْتِي الْكَنَزُ شُجَاعًا أَقْرَعَ فَيَلْقَى صَاحِبَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَيَقْرُ مِنْهُ صَاحِبُهُ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يَسْتَقْبِلُهُ فَيَقْرُ فَيَقُولُ مَا لِي وَلَكَ فَيَقُولُ أَنَا كَنَزُكَ أَنَا كَنَزُكَ فَيَقْبِضُهُ بِيَدِهِ فَيَلْقَمُهَا

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

” (قیامت کے دن) وہ اونٹ آئیں گے جن کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہوگی اور وہ اپنے پاؤں کے ذریعے اپنے مالک کو روند دیں گے گائے اور بکریاں آئیں گی وہ اپنے مالک کو اپنے پاؤں کے ذریعے روند دیں گی اور سینگوں کے ذریعے ماریں گی۔
خزانہ گنچے سانپ کی شکل میں آئے گا اور قیامت کے دن اپنے مالک سے ملے گا اس کا مالک اس سے دو مرتبہ بھاگے گا وہ پھر اس کے سامنے آئے گا وہ پھر بھاگے گا تو وہ مالک کہے گا میرا تمہارے ساتھ کیا واسطہ ہے تو وہ سانپ کہے گا میں تمہارا خزانہ ہوں میں تمہارا خزانہ ہوں وہ مالک اپنے ہاتھ کے ذریعے اس سے بچنے کی کوشش کرے گا لیکن وہ سانپ اسے نکل لے گا۔

1785: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1460، ورم الحديث: 6638، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2297، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 617، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 2439، ورم الحديث: 2455.

1786: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

بَابُ: مَا أُدِيَ زَكَاةُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

یہ باب ہے کہ جس چیز کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ ”کنز“ نہیں ہے

1787- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ سَوَادٍ الْيَمُصِرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ عَنْ ابْنِ لَهْيَعَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي خَالِدُ ابْنُ أَسْلَمَ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فَلَحِقَهُ أَغْرَابِيٌّ لَقَالَ لَهُ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ) قَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ مَنْ كَنْزَهَا فَلَمْ يُوَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَهُ إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تَنْزَلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا أَنْزَلَتْ جَعَلَهَا اللَّهُ طَهُورًا لِلْأَمْوَالِ ثُمَّ التَفَتَ فَقَالَ مَا أَبَالِي لَوْ كَانَ لِي أَحَدٌ ذَهَبًا أَعْلَمُ عَدَدَهُ وَأَزْكِيهِ وَأَعْمَلُ فِيهِ بِطَاعَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

﴿﴾ خالد بن اسلم جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جا رہا تھا ایک دیہاتی ان سے ملا اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور وہ لوگ جو سونے اور چاندی کا خزانہ بناتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں۔“

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص اس کو اکٹھا کرتا ہے اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا بربادی اس کے لیے ہے یہ آیت زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہے جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مال کی طہارت کا ذریعہ بنا دیا پھر انہوں نے التفات کیا اور ارشاد فرمایا: ”میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو بس یہ ہے مجھے اس کی تعداد کا علم ہوتا تو میں اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہتا اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرتا۔“

شرح

اور جس نے کنز (دفن شدہ مال) پایا۔ تو احناف ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس میں خمس واجب ہوگا۔ اسی حدیث کی بناء پر جس کو ہم روایت کر چکے ہیں۔ اور رکاز کا اطلاق کنز پر ہوتا ہے۔ کیونکہ رکز کا معنی اثبات ہے۔ پھر اگر یہ دفن شدہ مال اہل اسلام کی قسم میں سے ہے جس طرح اس پر کلمہ شہادت لکھا ہوا ہوتا ہے۔ تو یہ لفظ کے حکم میں ہوگا۔ اور لفظ کا حکم اس کے مقام پر پہچان لیا گیا ہے۔ اور اگر دفن شدہ مال اہل جاہلیت کے طرز پر ہے جیسا کہ اس پر بت کی تصویر ہو تو اس میں ہر حال میں خمس واجب ہے۔ اسی دلیل کی بنیاد پر جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر اس نے زمین مباح میں پایا تو چار خمس پانے والے کی طرح ہے۔ کیونکہ اپنی حفاظت میں لینا اسی کی جانب ہے۔ کیونکہ غازیوں کو تو اس کا علم بھی نہ تھا۔ لہذا یہی آدمی اس کے ساتھ خاص ہو گیا۔ اور اگر اس نے مملوکہ زمین میں پایا تو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ کیونکہ یہ مقدار اس وجہ سے ہوا ہے کہ اس کو اپنی حفاظت میں لایا ہے۔ اور یہ اسی آدمی سے پایا گیا ہے۔ اور شیخین کے نزدیک یہ مخط لہ (جس کے لئے خط کھینچا گیا ہو) کا ہے۔ اور مخط لہ وہ شخص ہے جس کو امام نے فتح سے پہلے زمین کا مالک بنا دیا ہو۔ کیونکہ مخط لہ کا ہاتھ اسی جانب بڑھ چکا ہے۔ اور یہ خاص قبضہ ہے لہذا اس قبضہ خاص کی وجہ سے اس چیز کا مالک ہونا ہے اور جو زمین میں ہے اس کا بھی مالک یہی ہوگا۔ اگرچہ اس کا قبضہ ظاہر پر ہے جس طرح کسی نے مچھلی کا

دیکھا کہ جس کے پہنچ میں موتی ہے مگر فروخت کرنے کی وجہ سے یہ دینہ اس کی ملکیت سے خارج نہ ہوگا۔ کیونکہ زمین کے ودیعت کیا ہوتا ہے۔ یہ خلاف کان کے کیونکہ وہ زمین اجزاء میں سے ہے لہذا معدن مشتری کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور اگر غلط لہ معلوم نہ ہو تو دینہ آخری مالک کی طرف پھیرا جائے گا۔ جو اسلام میں پہنچانا جاتا ہے۔ متاخرین مشائخ کا قول بھی یہی ہے اور اگر ٹھیکہ مشتبه ہو جائے تو ظاہری مدہب کے مطابق اس کو کفر قرار دیا جائے گا کیونکہ اس میں اصل یہی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسلامی قرار دیا جائے گا۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، ۱۱۱ اور)

کنز کی تعریف و پہچان کرنے کا بیان

امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ میں سونے کے اوضاع (ایک قسم کا زیور) پہنا کرتی تھی میں نے پوچھا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ بھی کنز کی تعریف میں آتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مال اتنی مقدار کو پہنچ جائے جس پر زکوٰۃ دینا لازم ہو جاتا ہے اور پھر اس کی زکوٰۃ دی جائے تو وہ کنز میں شمار نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد)

کنز اصطلاح شرع میں اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جاتی ہو۔ حضرت ابن عمر سے یہی مروی ہے بلکہ فرماتے ہیں جس مال کی زکوٰۃ دے دی جاتی ہو وہ اگر ساتویں زمین تلے بھی ہو تو وہ کنز نہیں اور جس کی زکوٰۃ نہ دی جاتی ہو وہ گوزمین پر ظاہر پھیلا پڑا ہو تو کنز ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی موقوفہ اور مرفوعاً یہی مروی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب بھی یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں بغیر زکوٰۃ کے مال سے اس مالدار کو داغا جائے گا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ یہ زکوٰۃ کے اترنے سے پہلے تھا زکوٰۃ کا حکم نازل فرما کر اللہ نے اسے مال کی طہارت بنا دیا۔ خلیفہ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور عراق بن مالک نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اسے قول ربانی (آیت اخذ من اموالہم الخ) نے منسوخ کر دیا ہے۔

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ تلواریں کا زیور بھی کنز یعنی خزانہ ہے۔ یاد رکھو میں تمہیں وہی سناتا ہوں جو میں نے جناب پیغمبر حق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار ہزار اور اس سے کم تو نفقہ ہے اور اس سے زیادہ کنز ہے۔ لیکن یہ قول غریب ہے۔ مال کی کثرت کی مدت اور کمی کی مدحت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں بطور نمونے کے ہم بھی یہاں ان میں سے چند نقل کرتے ہیں۔

مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے چاندی والوں کے لئے ہلاکت ہے تین مرتبہ آپ کا یہی فرمان سن کر صحابہ پر شاق گذرا اور انہوں نے سوال کیا کہ پھر ہم کس قسم کا مال رکھیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حالت بیان کر کے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل اور دین کے کاموں میں مدد دینے والی بیوی۔

مسند احمد میں ہے کہ سونے چاندی کی مذمت کی یہ آیت جب اتری اور صحابہ نے آپس میں جڑ چا کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مالو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر آتا ہوں اپنی سواری تیز کر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر ہم اپنی اولادوں کے لئے کیا چھوڑ جائیں؟ اس میں ہے کہ حضرت عمر کے پیچھے ہی پیچھے حضرت ابی بکر بھی تھے۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ اسی لئے مقرر فرمائی ہے کہ بعد کا مال پاک ہو جائے۔ میراث کے مقرر کرنے کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر مارے خوشی کے بریں کہنے لگے۔ آپ نے فرمایا لو اور سنو میں تمہیں بہترین خزانہ بتاؤں نیک عورت جب اس کا خاوند اس کی طرف نظر ڈالے تو وہ سے خوش کر دے اور جب حکم دے فوراً بجالائے اور جب وہ موجود نہ ہو تو اس کی ناموس کی حفاظت کرے۔ حسان بن عطیہ کہتے ہیں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے ایک منزل میں اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں مجھے برا معلوم ہوا آپ نے افسوس ظاہر کیا اور فرمایا میں نے تو اسلام کے بعد سے اب تک ایسی بے احتیاطی کی بات کبھی نہیں کی تھی اب تم سے بھول جاؤ اور ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تم ان کلمات کو بکثرت کہا کرو۔

اللهم انی اسئلك الثبات فی الامر والعزیمۃ علی الرشید واسئلك شکر نعمتک واسئلك حسن عبادتک واسئلك قلبا سلیمًا واسئلك لسانا صادقا واسئلك من خیر ماتعلم واعوذ بک من شر ماتعلم واستغفرک لما تعلم انک انت علام الغیوب۔

یا اللہ میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور بھلائیوں کی پختگی اور تیری نعمتوں کا شکر اور تیری عبادتوں کی اچھائی اور سلامتی والادل اور سچی زبان اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے وہ اور تیرے علم میں جو برائی ہے اس کی پناہ اور جن برائیوں کو تو جانتا ہے ان سے استغفار طلب کرتا ہوں۔ میں مانتا ہوں کہ تو تمام غیب جاننے والا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

آیت میں بیان ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ نہ کرنے والے اور اسے بچا بچا کر رکھنے والے دردناک عذاب دیئے جائیں گے۔ قیامت کے دن اسی مال کو خوب تپا کر گرم آگ جیسا کر کے اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور کمر داغی جائے گی اور بطور جزو تو بیخ کے ان سے فرمایا جائے گا کہ لو اپنی جمع جتنا کا مزہ چکھو۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ گرم پانی کا تریڑ دوزخیوں کے سروں پر بہاؤ اور ان سے کہو کہ عذاب کا لطف اٹھاؤ تم بڑے ذی عزت اور بزرگ سمجھے جاتے رہے ہو بدلہ اس کا یہ ہے۔ ثابت ہوا کہ جو شخص جس چیز کو محبوب بنا کر اللہ کی اطاعت سے اسے مقدم رکھے گا اسی کے ساتھ اسے عذاب ہوگا۔ ان مالداروں نے مال کی محبت میں اللہ کے فرمان کو بھلا دیا تھا آج اسی مال سے انہیں سزا دی جا رہی ہے جیسے کہ ابولہب کھلم کھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کرتا تھا اور اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی قیامت کے دن آگ کے اور بھڑکانے کے لئے وہ اپنے گلے میں رسی ڈال کر لکڑیاں لا لا کر اسے سلگائے گی اور وہ اس میں جلتا رہے گا۔ یہ مال جو یہاں سے سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں یہی مال قیامت کے دن سب سے زیادہ مضر ثابت ہوں گے۔ اسی کو گرم کر کے اس سے داغ دیئے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں ایسے، تداروں کے جسم اتنے بے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ایک دینار و درہم اس پر آ جائے پھر کل مال آگ
جیسے ان کریمہ و عیہد کر کے سارے جسم پر پھیلا دیا جائے گا یہ نہیں ایک کے بعد ایک داغ لگے۔ بلکہ ایک ساتھ سب کے سب۔
مرفوعاً بھی یہ روایت آئی ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں۔ (تحریر ابن کثیر، ص ۳۳)

زکوٰۃ ادا کرنے کے سبب فریضہ ساقط ہو جانے کا بیان

1788- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ
الْحَارِثِ عَنْ قَزَاحِ بْنِ أَبِي السَّمْعِ عَنْ ابْنِ حُجْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا
أَكْرَمْتَ زَكَاةً مَالِكَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”جب تم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دو تو تم نے
اپنے ذمے فرض پورا کر دیا۔“

1789- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ شَرِيكَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ
بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّهَا سَمِعَتْهُ تَقِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْسَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ

•• سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے سنا ہے یعنی نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے مال میں
زکوٰۃ کے علاوہ اور کوئی حق (یعنی مذہبی ادائیگی لازم) نہیں ہے۔

شرح

اور اگر اس نے سال مکمل ہونے سے پہلے زکوٰۃ ادا کر دی اور وہ نصاب کا مالک بھی ہے تو جائز ہے۔ کیونکہ اس نے ادائیگی
وجوب سبب کے بعد کی ہے لہذا جائز ہے۔ جس طرح کسی نے زخمی کرنے کے بعد کفارہ دیا ہو۔ اور اس میں حضرت امام مالک علیہ
الرحمۃ کا اختلاف ہے۔ اور ایک سال سے زیادہ جلدی کرنا بھی جائز ہے کیونکہ وجود سبب پایا گیا ہے۔ جب اس کی ملکیت میں ایک
نصاب ہو تو بھی کئی نصابوں کی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ جبکہ اس میں حضرت امام زفر علیہ الرحمۃ کا اختلاف ہے اس لئے کہ سبب ہونے
میں پہلا نصاب ہی اصل ہے۔ اور جو اس سے زائد ہے وہ اسی کے تابع ہے۔ (بدیع الدین، کتاب زکوٰۃ، ص ۱۰۰)

سال سے پہلے ادائیگی زکوٰۃ میں فقہ مالکی و حنفی کا اختلاف

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ
جلدی ادا کر دینے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

حنفیہ اور اکثر ائمہ کے نزدیک یہ بات جائز اور درست ہے کہ مال پر سال پورا ہونے سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کر دی جائے

بشرطیکہ زکوٰۃ دینے والا نصاب شرعی کا مالک ہو۔

علامہ ابن محمود الباری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اگر کسی نے دو سال قبل زکوٰۃ ادا کر دی تو ہمارے نزدیک اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ جبکہ صاحب "اسرار" نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حوالان حول نصاب کے لئے ہے اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہے۔ اور مشروط کو شرط پر مقدم کرنا جائز نہیں۔ جیسا نصاب کو مقدم کرنا ہے۔

جبکہ ائمہ احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس نے وجوب سبب کے بعد ادا کی ہے اور یہ اسی طرح جیسے کسی نے اول وقت میں نماز پڑھ لی۔ اور مسافر روزے دار ہو گیا۔ اور اسی طرح یہاں حوالان حول کی شرط وجوب ادا کے لئے ہے۔ جبکہ ہماری بحث جواز سے متعلق ہے۔ وجوب سے متعلق ہی نہیں اور اسی طرح ہو گیا جس طرح زخم کے بعد اس کا کفارہ ادا کرنا ہے۔

(عناہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: احناف کی دلیل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ سال سے قبل زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم منصوص ہے اور نص وہی ہے۔ (جسے ہم ابو داؤد، ترمذی وغیرہ کتب احادیث کے حوالے سے اوپر ذکر چکے ہیں۔ لہذا نص کے ہوتے ہوئے کسی قسم کے قیاس یا کسی نحوی، صرعی، لغوی قاعدے کا اعتبار ہرگز نہ کیا جائے گا)۔ اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حول صفت واقع ہے۔ تو یاد رہے کہ حول کا شروع بھی وہ جس پر حال گزرے لہذا وہ بھی حول ہے۔ اور نیکی میں سبقت کا حکم بھی موجود ہے۔ لہذا حول کا اسناد کے شروع کی جانب کیا جائے گا۔ (فتح القدیر، ج ۳، بیروت)

نصاب واحد میں تقدم زکوٰۃ میں امام زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک جب نصاب ایک ہی ہو تو اسے سال سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ سبب کا تقدم لازم آتا ہے جو جائز نہیں ہے۔ جبکہ دیگر فقہاء احناف کی طرف ان کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ وجوب زکوٰۃ کا سبب سال کا پہلا لمحہ ہے۔ باقی سال تو اس کے تابع ہے۔ اور متبوع کے مقدم میں کونسا اعتراض ہے جو کہ ہمیشہ مقدم ہی ہوا کرتا ہے۔ (فتح القدیر، ج ۳، بیروت)

زکوٰۃ کے حکم تاخیر میں ائمہ احناف کے فقہی اختلاف کا بیان

لفیقہ ابو جعفر نے امام اعظم سے روایت کیا، امام ابو یوسف نے اسے امالی میں ذکر کیا جیسا کہ غلامہ میں ہے اور امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی منشی میں ہے جیسا کہ قبستانی نے محیط سے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ شیخین کے نزدیک ادائیگی زکوٰۃ علی الفور لازم ہو جاتی ہے، اور امام محمد سے ہے کہ جس نے ادائیگی میں تاخیر کی اس کی شہادت قبول نہ ہوگی۔ یہ بات اس بارے میں واضح ہے کہ شیخین سے یہی مذہب ظاہر الرویہ میں مروی ہے۔

(جامع الرموز، کتاب الزکوٰۃ، مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسم ایران)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بغیر مجبوری کے تاخیر سے گناہ لازم آتا ہے جیسا کہ امام کرخی اور حاکم شہید نے المنشیٰ میں تصریح کی ہے۔ یہ بعینہ وہی بات ہے جس کا تذکرہ فقیہ ابو جعفر نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا ہے کہ بغیر عذر ادا نیگی کو مؤخر کرنا مکروہ تحریمہ ہے کیونکہ جب کراہت کا ذکر مطلقاً ہو تو اس وقت وہ مکروہ تحریمی پر محمول ہوتی ہے۔ امام ابو یوسف سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ تاخیر زکوٰۃ کی وجہ سے گواہی مردود ہو جائے گی کیونکہ زکوٰۃ فقراء کا حق ہے، تو تینوں بزرگوں سے یہ ثابت ہوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی فی الفور لازم ہوتی ہے (فتح القدیر، کتاب الزکوٰۃ، مکتبہ نوریہ رضویہ، مصر)۔

علامہ حسن بن منصور قاضی خان حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: آدمی قدرت کے بعد تاخیر زکوٰۃ کی وجہ سے گنہگار ہو گا یا نہیں؟ امام کرخی نے فرمایا: گنہگار ہو گا۔ اسی طرح حاکم شہید نے منشیٰ میں ذکر کیا ہے۔ امام محمد سے مروی ہے کہ جس شخص نے بغیر عذر زکوٰۃ کو مؤخر کیا اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ ہشام نے امام ابو یوسف سے نقل کیا کہ وہ گنہگار نہ ہو گا۔

گنہگار ہونا (امام ابو یوسف کے حوالے سے) پہلے ذکر کیا ہے اور وہی قاضی خاں کے ہاں رائج، اظہر اور اشہر ہے، جیسا کہ اس پر خود انہوں نے تصریح کی ہے، اور یہی معتد ہے، جیسا کہ اس پر طحاوی، شامی اور دیگر لوگوں نے تصریح کی ہے، اسی طرح ہدایہ اور کافی میں اسی کو مقدم رکھا ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الزکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۹۹، بیروت)

اتمام سال سے قبل زکوٰۃ کی ادائیگی میں مذاہب اربعہ

ہمارے نزدیک سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ دینا جائز ہے اور وہ ادا ہو جائے گی۔ حضرت امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور ابو ثور کا قول بھی یہی ہے۔

حضرت حسن بصری، نخعی، زہری، اوزاعی، ثوری، شعبی، مجاہد، حاکم ابن ابی یعلیٰ، سعید بن جبیر، حسن بن جی علیہم الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک سال سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ (البتایہ، ص ۲۲، ج ۲، ح ۸۲، ح ۸۳)

بَابُ: زَكَاةُ الْوَرِقِ وَالذَّهَبِ

یہ باب چاندی اور سونے کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے

1790- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي قَدْ عَفَوْتُ لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ وَلَكِنْ هَاتُوا رُبْعَ الْعُشْرِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا

•• حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”میں نے تمہیں گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے، تاہم تم عشر کا چوتھائی حصہ لے آیا کرو ہر چالیس میں سے

ایک ایک درہم۔“

1791- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى أَنبَأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَاقِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ كُلِّ عَشْرَيْنِ دِينَارًا فَصَاعِدًا نِصْفَ دِينَارٍ وَمِنْ الْأَرْبَعِينَ دِينَارًا دِينَارًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ ہر بیس دینار یا اس سے زیادہ میں سے نصف دینار وصول کرتے تھے اور ہر چالیس میں سے ایک دینار وصول کرتے تھے۔

چاندی کے نصاب زکوٰۃ کا بیان

دوسو درہم سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانچ اوقیہ سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی) اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ لہذا جب دوسو ہو جائیں اور ان پر سال گزر جائے تو ان پر پانچ درہم واجب ہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ ہر دوسو پر پانچ درہم وصول کریں۔ (سنن دارقطنی) اور ہر بیس مثقال سونے میں نصف مثقال وصول کریں۔ (بدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

دوسو درہم کے نصاب زکوٰۃ ہونے کا بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے گھوڑوں اور غلاموں میں زکوٰۃ معاف رکھی ہے یعنی اگر غلام تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان میں نہیں ہے اور گھوڑوں کی زکوٰۃ کے بارے میں ائمہ کا جو اختلاف ہے اسے بیان کیا جا چکا ہے تم چاندی کی زکوٰۃ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم کے حساب سے ادا کرو جب کہ چاندی بقدر نصاب دوسو درہم ہو کیونکہ ایک سونے درہم یعنی دوسو درہم سے کم چاندی میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے جب دوسو درہم چاندی ہو تو اس میں سے پانچ درہم زکوٰۃ کے طور پر دینا واجب ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد) ابوداؤد نے حارث اعور سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ زہیر نے جو حارث سے روایت نقل کرتے ہیں کہا کہ میرا گمان ہے کہ حارث نے یہ کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تم ہر سال ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم یعنی چالیسواں حصہ ادا کرو اور تم پر اس وقت تک کچھ واجب نہیں جب تک کہ تمہارے پاس دوسو درہم پورے نہ ہوں جب دوسو درہم پورے ہوں تو ان میں بطور زکوٰۃ پانچ درہم واجب ہوں گے اور جب دوسو درہم سے زائد ہوں گے تو ان میں اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اداق اوقیہ کی جمع ہے ایک اوقیہ چالیس درہم یعنی ساڑھے دس تولہ [122.47 گرام] کے برابر ہوتا ہے اس طرح پانچ اوقیہ دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ تقریباً 216.1/2 گرام کے برابر ہوئے جو چاندی کا نصاب زکوٰۃ ہے اس مقدار سے کم چاندی میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے گویا جو شخص دوسو درہم کا مالک ہو گا وہ بطور زکوٰۃ پانچ درہم ادا کرے گا۔

یہ تو درہم کا نصاب تھا چاندی اگر سکے کے علاوہ کسی دوسری صورت میں ہو مثلاً چاندی کے زیورات و برتن ہوں یا چاندی کے

سکے ہوں تو اس کو بھی اسی پر قیاس کی جائے اور اسی طرح اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

کرنسی نوٹ پر حکم زکوٰۃ کا بیان

نوٹ پر حکم زکوٰۃ میں نصاب سونے کا ہو گا یا چاندی کا نصاب ہو گا۔ اگر چاندی کا نصاب بنایا جائے تو اس میں فقراء کا زیادہ نفع ہے۔ کیونکہ چاندی کی صورت میں نہایت تھوڑے نصاب کی صورت میں صاحب نصاب ہونا پایا جاتا ہے۔ اور اگر سونے کا نصاب بنایا جائے تو یہ نصاب اتنا زیادہ ہے کہ چاندی کی بہ نسبت بہت کم لوگ اس نصاب کے مطابق صاحب نصاب بن سکیں گے۔

اس میں بین الاقوامی زر کی صورت میں دیکھا جائے تو سونا ہی ہے جس کی ضمانت پر لین دین ہوتا ہے اور نصاب ہونے میں اصل اعتبار بھی اسی کا کیا جائے گا۔

موجودہ کرنسی نوٹ کی زکوٰۃ کے مسئلہ میں غیر مقلدین کا نظریہ

رفیق طاہر لکھتا ہے۔ کرنسی جو آجکل رائج ہے یہ اپنی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ آپ کے پاس پانچ ہزار کا نوٹ بھی ہو کل کلاں حکومت اعلان کر دے کہ ہم نے یہ نوٹ منسوخ کر دیا ہے اسکی جگہ نیا نوٹ رائج کر دیا گیا ہے آپ کے پانچ ہزار کے نوٹ کی حیثیت ردی کاغذ کے ٹکڑے سے زیادہ نہیں! شریعت ایسی کرنسی کو مانتی ہے جو ڈی ویلیو نہیں ہو سکتی، جو اپنی حیثیت اپنے اندر رکھتی ہے، کوئی خارجی امر اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے شرع نے سونے اور چاندی کے سکوں یعنی درہم و دینار کو معیار بنایا ہے۔ اور سونے چاندی کے سوا دنیا کی تمام تر کرنسیاں خواہ وہ پیپر کرنسی ہو، چپ کرنسی ہو، یا الیکٹرانک کرنسی، سب اسی پر پرکھی جائیں گی۔ یعنی جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت موجود ہوگی اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

سونے کے نصاب زکوٰۃ کا بیان

جو سونا بیس مثقال سے تھوڑا ہو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ لہذا جب وہ بیس مثقال ہو تو نصف مثقال اس میں زکوٰۃ ہے۔ اسی حدیث کی وجہ سے جسے ہم نے بیان کیا ہے۔ اور مثقال کی تعریف یہ ہے کہ ہر سات مثقال دس درہم کے برابر ہوں اور یہی عرف عام ہے۔ اس کے بعد ہر چار مثقال پر دو قیراط ہیں۔ کیونکہ چالیسواں حصہ ہی واجب ہے۔ اور یہ اسی میں ہو گا جس طرح ہم نے کہا ہے۔ کیونکہ ہر مثقال میں قیراط کا ہوتا ہے۔ اور حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک چار مثقال سے تھوڑے پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہے اور یہ بھی مسئلہ کسور ہے۔ اور شریعت کے مطابق ہر دینا دس درہم کا ہے۔ لہذا اس میں چار مثقال چالیس درہم کے کی طرح ہوں گے۔

فرمایا: ذلی دالے سونے اور چاندی اور ان کے زیورات اور برتنوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ عورتوں کے زیورات اور مردوں کی چاندی کی انگوٹھی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مباح چیز میں مصروف ہونے والا ہے۔ لہذا یہ روزمرہ کپڑوں میں مصروف ہونے کی طرح ہو گا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سب زکوٰۃ مال نامی ہے اور اس میں نمو کی دلیل پائی

جاتی ہے۔ اور وہ تجارت کے لئے پیدا کئی طور پر پایا جاتا ہے۔ اور دلیل یہی اعتبار کی جائے گی۔ کپڑوں والی دلیل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا

زیورات کی زکوٰۃ فقہی اختلاف کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عورتوں کی جماعت، تم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو اگرچہ وہ زیور ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ قیامت کے دن تم میں اکثریت دوزخیوں کی ہوگی۔ (ترمذی)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد مکرم سے اور وہ اپنے جد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن دو عورتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان دونوں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے کڑے پہنے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کڑوں کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو! ان دونوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم یہ بات پسند کرتی ہو کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے دو کڑے پہنائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو پھر اس سونے کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

اکثریت دوزخیوں کی ہوگی کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی اکثریت چونکہ دنیا اور دنیا کی چیزوں کی محبت میں گرفتار ہوتی ہے جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوتی بلکہ خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کا ان میں جذبہ بھی نہیں ہوتا اس لیے عورتوں کی اکثریت کو دوزخی فرمایا گیا ہے چنانچہ عورتوں کو آگاہ فرمایا گیا کہ اگر تم دوزخ کی ہولناکیوں سے بچنا چاہتی ہو تو دنیا کی محبت اور دنیاوی عیش و عشرت کی طمع و حرص سے باز آؤ۔ خدا نے تمہیں جس قدر مال دیا ہے اس پر قناعت کرو اور اس میں سے زکوٰۃ و صدقہ نکالتی رہو تا کہ قیامت کے دن خدا کی رحمت تمہارے ساتھ ہو اور تم دوزخ میں جانے سے بچ جاؤ۔

عورتوں کے زیور کی زکوٰۃ کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا تو مسلک یہ ہے کہ مطلقاً زیور میں زکوٰۃ واجب ہے جب کہ وہ حد نصاب کو پہنچتا ہو حضرت امام شافعی کا پہلا قول بھی یہی ہے حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ عورتوں کے ان زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے جن کا استعمال مباح ہے لہذا جن زیورات کا استعمال حرام ہے ان حضرات کے نزدیک بھی ان میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، حضرت امام شافعی کا آخری قول بھی یہی ہے حضرت امام اعظم کے مسلک کی دلیل بھی یہی حدیث ہے جس سے مطلقاً زیورات میں زکوٰۃ کا وجوب ثابت ہو رہا ہے۔

کون سے زیورات مباح ہیں اور کون سے زیورات غیر مباح و حرام ہیں؟ اس کی تفصیل جاننے کے لیے محرر اور شافعی مسلک کی دوسری کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ میں سونے کا وضع جو ایک زیور کا نام ہے پہنا کرتی تھی ایک دن میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس کا شمار بھی جمع کرنے میں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو چیز اتنی مقدار میں ہو کہ اس کی زکوٰۃ ادا

کی جائے یعنی حد نصاب کو پہنچتی ہو تو زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد اس کا شمار جمع کرنے میں نہیں ہوتا۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوال کا مطلب یہ تھا کہ قرآن کریم نے مال جمع کرنے کے بارے میں یہ جو وعید بیان فرمائی ہے کہ آیت (والذین یکنزون الذهب والفضة الآیہ)۔ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس میں سے خدا کی راہ میں کچھ خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب سے آگاہ کر دیجئے۔ تو کیا سونے کا میرا یہ زیور بھی اس وعید میں داخل ہے اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیا کہ جو مال بقدر نصاب ہو اور اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے تو وہ مال اس وعید میں داخل نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم تو دردناک عذاب کی خبر اس مال کے مالک کے بارے میں دے رہا ہے جسے بغیر زکوٰۃ دیئے جمع کیا جائے۔

استعمال کے زیورات پر زکوٰۃ کا فقہی بیان

سونا اور چاندی از روئے شریعت غلٹی طور پر (Berafin) مال ہیں، لہذا یہ کسی بھی ہیئت (Form, Shape) میں ہوں، ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ مثلاً برتن، مالیاتی سکے (Coins) سونے یا چاندی کی ڈلی (Bullion Gold)، استعمال کے زیورات وغیرہ۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان امرأۃ الت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ومعها ابنة لها، وفی ید ابنتھا مسکتان غلیظتان من ذهب، فقال لھا: العطین زکاة هذا؟ قالت: لا، قال: ایسرک ان یسورک اللہ بہما یوم القیمة سوارین من نار؟ قال: ففعلتھما فالقتهما الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقالت: ہما للہ ولرسولہ۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک خاتون اپنی ایک لڑکی کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس لڑکی کے ہاتھوں میں سونے کے مونے اور بھاری کنگن تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ان کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا تم اس بات پر خوش ہوگی کہ اللہ تعالیٰ (زکوٰۃ نہ دینے کی بناء پر) ان کنگنوں کے عوض قیامت کے دن تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟ یہ (وعید عذاب) سنتے ہی اس نے وہ کنگن اتار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیے اور عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہیں (یعنی یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں صدقہ ہیں)۔

(سنن ابی داؤد، جلد ۲، رقم الحدیث: ۱۵۵۸، مطبوعہ موسسہ الریان، بیروت)

عن ام سلمة قالت: کنت البس وضاحا من ذهب، فقلت: یا رسول اللہ، اکتز هو؟ فقال: بما بلغ ان تؤدی زکاتہ فزکشی فلیس بکتز۔ ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے اوضاح (ایک خاص زیور کا نام ہے) پہنتی تھی، میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ بھی اس کتز میں شامل ہے (یعنی جس پر سورۃ توبہ آیت: ۳۴-۳۵ میں عذاب جہنم کی وعید آئی ہے)؟۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سونے کے زیورات اتنی مقدار کو پہنچ جائیں کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور پھر ان کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو ان پر کتز کا اطلاق

نہیں ہوتا۔ (سنن ابی داؤد، جلد ۲، رقم الحدیث: ۱۵۵۰، مطبوعہ مکتبہ الریان، بیروت، مؤلف امام مالک)۔

ان احادیث مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ استعمال کے زیورات پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، کیونکہ دونوں خواتین نے سونے کے زیورات پہن رکھے تھے۔

اگر سونا یا چاندی مخلوط (Mixed) ہو اور کسی اور چیز کی ملاوٹ اس میں ہو تو غالب جز کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر شے مخلوط میں غالب مقدار سونا ہے تو اسے سونا قرار دے کر ان کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی ورنہ نہیں اور موجود بازاری قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا، قیمت خرید کا نہیں۔ سونے کے زیورات کو وزن کرتے وقت ٹیکنوں کا وزن منہا ہو جائے گا، البتہ ہیرے (Diamond) اور دوسرے قیمتی پتھر مثلاً زمرد، عقیق، یا قوت وغیرہ اگر تجارت کے لیے ہیں تو ان پر زکوٰۃ ہے، ذاتی استعمال میں ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ ہاں اگر اولاد کو مالک بنادیا ہے اور زیورات مقدار نصاب سے کم ہیں اور بیٹا یا بیٹی صاحب نصاب نہیں ہیں تو ان پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی۔

فقہ شافعی و حنبلی کے مطابق زیورات والی عورت کا زکوٰۃ لینا

جب کوئی عورت زیور کی مالک ہو تو اور اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں تو وہ اس سے غنی اور مالدار نہیں بن جاتی، چاہے یہ زیور سونے یا چاندی کا ہو اور زکوٰۃ کے نصاب کو بھی پہنچتا ہو، بلکہ یہ فقیر اور محتاج ہی رہے گی، اور اس وصف کی بنا پر وہ زکوٰۃ لینے کی مستحق ہے، شافعیہ اور حنبلیہ نے اسی کو بیان کیا اور صراحت کی ہے۔

شافعی فقیہ الربیع کا کہنا ہے کہ عورت کا وہ زیور جو اس کے لائق ہے اور عاداتاً زیبائش کے لیے جس کی وہ محتاج اور ضرور تمند ہوتی ہے وہ اس کے فقر میں مانع نہیں۔ (خداۃ الجنح طبرلی (۱/۱۵۰))

یعنی وہ فقیر ہی رہے گی اور فقر کے وصف کی بنا پر زکوٰۃ لینے کی مستحق ٹھرے گی۔

اور فقہ حنبلی کی کتاب "کشاف القناع" میں ہے: یا اس کے پاس استعمال کے لیے زیور ہو جس کی وہ ضرور تمند ہے تو یہ اس کے زکوٰۃ لینے میں مانع نہیں۔ (کشاف القناع (۱/۵۵۷))

یعنی وہ فقیر اور محتاج ہی رہے گی، اور باوجود اس کے کہ اس کی زیبائش کی ضرورت کے لیے اس کے پاس زیور ہے وہ زکوٰۃ لینے کی مستحق ہے، اور اس طرح اس سے فقر کا وصف زائل نہیں ہوتا۔

زیورات کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: حضرت امام مالک، امام احمد بن حنبل، اور ایک قول کے مطابق حضرت امام شافعی علیہم الرحمہ کے نزدیک زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ جبکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام شافعی کے راجح قول کے مطابق زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔

جن کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے ان کی موافقت میں حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن عامر، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام میں سے حضرت سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، عطاء، مجاہد، عبداللہ بن شداد، جابت بن زید، ابن

سیرین، میمون بن مہران، زہری، ثوری، اور اصحاب رائے کا نظریہ یہی ہے کہ زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔

(المغنی، ۲، ص ۲۲۳، بیروت)

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے عورتوں کے زیورات میں زکوٰۃ کے مسئلہ پر استحارہ کیا تو انہوں نے وجوب زکوٰۃ کا حکم سمجھا ہے۔ لہذا ان کا موقف احادیث کے موافق ہے کہ زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے۔

(المہذب ج ۶، ص ۳۳، بیروت)

بَابُ: مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا

یہ باب ہے کہ جس کو مال میں فائدہ حاصل ہو

مال مستفاد کی زکوٰۃ کا بیان

1792- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا شُبَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا حَارِثَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا زَكَاةَ فِي مَالٍ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”مال میں زکوٰۃ اس وقت تک لازم نہیں ہوتی جب تک اس پر پورا ایک سال نہیں گزر جاتا۔“

شرح

اور جس شخص کے پاس نصاب ہو پس اسے درمیان سال میں اسی جنس سے مال حاصل ہوا تو وہ اس مال کو پہلے مال کے ساتھ ملائے اور اس کی بھی زکوٰۃ ادا کرے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: نہیں ملایا جائے گا۔ کیونکہ وہ مال مالک کے حق میں اصل ہے لہذا یہ حکم کے اعتبار سے بھی اصل رہے گا۔ بخلاف اولاد اور منافع کے کیونکہ اولاد ملکیت کے اعتبار سے اصل کے تابع ہے یہاں تک کہ اصل مملوک ہونے سے ران پر بھی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ مجاہد بن جابر نے جو اولاد اور منافع میں ہے۔ کیونکہ ایک جنس ہونے کے وقت فرق کرنا مشکل ہے۔ لہذا ہر مال مستفاد کے لئے الگ سال کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اور سال کی شرط تو صرف آسانی کے لئے بیان کی گئی ہے۔

مال مستفاد کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کسی کو مال حاصل ہوا تو اس پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جب تک کہ ایک سال نہ گزر جائے امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور ایک جماعت کے بارے میں کہا ہے کہ اس نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر پر موقوف کیا ہے یعنی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی نہیں ہے بلکہ خود حضرت ابن عمر کا قول ہے۔

پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ مال مستفاد کسے کہتے ہیں؟ فرض کیجیے کہ آپ کے پاس اسی بکریاں موجود ہیں جن پر ابھی سال پورا نہیں ہے اسی درمیان میں اکتالیس بکریاں اور آپ کو حاصل ہو جاتی ہیں خواہ وہ میراث میں حاصل ہوئی ہوں یا تجارت سے منافع کی صورت میں اور خواہ کسی نے آپ کو ہبہ کر دی ہوں بہر حال اس طرح بکریوں کی تعداد اسی کی بجائے ایک سو اکیس ہو گئی چنانچہ یہ اکتالیس بکریاں جو آپ کو درمیان سال حاصل ہوئی ہیں مال مستفاد کہلائیں گی۔ گویا مال مستفاد کی تعریف یہ ہوئی کہ وہ مال کی جنس سے ہو اور درمیان سال حاصل ہوا ہو۔

اب اس حدیث کی طرف آئیے ابن مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص پر مال کی وجہ سے زکوٰۃ فرض ہو اور سال کے درمیان اسے کچھ مزید مال پہلے سے موجود مال ہی کی جنس سے (مثلاً پہلے سے بکریاں موجود ہوں تو بکریاں ہی یا پہلے سے گائیں موجود ہوں تو گائیں) ملے تو بعد میں حاصل ہونے والے اس مال پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی جب کہ اس مال پر پورا سال نہ گزر جائے چنانچہ حضرت امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔ لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اصل (پہلے سے موجود) مال ہی پر پورا سال گزر جانا کافی ہے بعد میں حاصل ہونے والے مال پر اس سال گزرے یا نہ گزرے زکوٰۃ مجموعہ مال پر واجب ہو جائے گی۔

اس اختلاف کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں جن پر ابھی چھ مہینے ہی گزرے تھے کہ پھر اسے اکتالیس بکریاں حاصل ہو گئیں چاہے تو انہیں اس نے خریدا ہو چاہے اسے وراثت میں ملی ہوں یا کسی اور طرح اس نے حاصل کی ہوں تو ان بعد میں ملنے والی اکتالیس بکریوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ ہاں اگر ان بکریوں پر بھی ان کو خریدنے یا وراثت میں حاصل ہونے کے وقت سے ایک سال پورا ہو جائے گا تو زکوٰۃ واجب ہوگی حضرت امام شافعی اور ان کے ساتھ ہی حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے۔ مگر حضرت امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھ حضرت امام مالک کے نزدیک وہ مال مستفاد (جو بعد میں حاصل ہوا ہے) اصل (یعنی پہلے سے موجود) مال کے تابع ہوگا، جب پہلے سے موجود اسی بکریوں پر ایک سال گزر جائے گا تو مجموعہ بکریوں پر زکوٰۃ میں دو بکریاں نکالنا واجب ہو جائے گا کیونکہ بکریوں کی زکوٰۃ کا نصاب چالیس ہے یعنی چالیس سے کم بکریوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ بلکہ چالیس سے ایک سو بیس کی تعداد پر ایک بکری واجب ہوتی ہے۔ جب تعداد ایک سو اکیس ہو جاتی ہے تو دو بکریاں واجب ہو جاتی ہیں لہذا مذکورہ بالا صورت میں پہلے اور بعد کی بکریوں کی مجموعی تعداد چونکہ ایک سو اکیس ہو گئی اس لیے دو بکریاں واجب ہوں گی۔

اب رہ گئی یہ بات کہ حدیث سے تو بظاہر حضرت امام شافعی ہی کے مسلک کی تائید ہو رہی ہے تو اس بارے میں حنفی علماء کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کے وہ معنی ہیں ہی نہیں جو شافعی حضرات بیان کرتے ہیں بلکہ اس کا تو مفہوم یہ ہے کہ جو شخص ابتدائی طور پر مال پائے اور حاصل کرے تو اس پر زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب کہ مال پر ایک سال گزر جائے لہذا حدیث میں مال سے مستفاد مراد نہیں ہے۔

مال مستفاد کی زکوٰۃ میں احناف و شوافع کے اختلاف کا بیان

علامہ ابن محمود الباری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مال مستفاد کی دو اقسام ہیں۔ (۱) اس مال مستفاد کا درمیان سال میں ہونا ایک ہی

جنس سے ہو (۲) اس مال مستفاد کی جنس سے مختلف ہو۔

دوسری صورت میں بالاتفاق اس کو مال کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔ اور اس کی صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس اونٹ ہیں کہ درمیان سال اس کے پاس گائے یا بکریاں آگئیں تو کیا ان بکریوں یا گائے کو اونٹوں کے نصاب کے ساتھ ملایا جائے تو جنس کے اختلاف کی بالاتفاق نہیں ملایا جائے گا۔ بلکہ ان اشیاء کے لئے الگ سال کو بطور نصاب شمار کیا جائے گا۔

اور جب مال مستفاد اسی کی جنس سے ہو۔ تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں ہے۔ کہ وہ اصلی سبب سے حاصل ہوا ہے جس طرح اولاد یا منافع ہیں۔ یا اس کا مقصود سبب ہوتا ہے۔ تو پہلی صورت میں بالا جماع ملایا جائے گا۔ اور دوسری صورت میں جب کسی شخص کے پاس سائہ میں سے اتنی مقدار ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہے اور اسی میں درمیان سال بیچنے یا ہبہ کے ذریعے اسی کی جنس سے حاصل ہوا یا اسی جنس سے میراث کے ذریعے حاصل ہوا تو اس کو بھی ملایا جائے گا۔ اور احتلاف کے نزدیک سال کے مکمل ہونے پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے مال مستفاد کے لئے نئے سال کا حساب کیا جائے گا اور اس کے پورا ہونے پر اس میں زکوٰۃ ہوگی۔ خواہ وہ نصاب کے برابر ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ اصل اس میں یہ ہے کہ حق ملکیت حاصل ہوا ہے اگرچہ یہ حق ملکیت غیر سبب سے حاصل ہوا ہے کیونکہ اگر نصاب کے مطابق حق ملکیت حاصل ہوتا تو یہ سبب کے مطابق تھا اور جب نصاب پر مال مستفاد حاصل ہوا ہے جو نصاب کو پہنچنے والا نہیں ہے تو یہ حق ملکیت سبب اصلی کے غیر سے حاصل ہوا ہے۔ لہذا اتمام سال پر مال مستفاد سے زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہوگا۔ (عیار شرح الہدایہ ج ۳، ص ۳۳، رد المحتار)

بَابُ: مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ مِنَ الْأَمْوَالِ

یہ باب ہے کہ کون سے اموال میں زکوٰۃ لازم ہوتی ہے؟

چار قسم کے اموال میں زکوٰۃ فرض ہونے کا بیان

شریعت نے چار قسم کے مالوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے (۱) سائہ جانوروں پر (۲) سونے چاندی پر (۳) تجارتی مال پر خواہ وہ کسی قسم کا ہو (۴) کھیتی اور درختوں کی پیداوار پر گو اس چوتھی قسم کو فقہاء زکوٰۃ کے لفظ سے ذکر نہیں کرتے بلکہ اسے عشر کہتے ہیں چنانچہ متفقہ طور تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چوبایہ جانوروں یعنی اونٹ گائے، بکری، دنبہ، بھیڑ اور بھینس میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ جانور نر ہوں یا مادہ ان کے علاوہ اور جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ البتہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ واجب ہے اس کی تفصیل اگلے صفحات میں بیان کی گئی اسی طرح متفقہ طور پر تمام ائمہ کے نزدیک سونے چاندی اور تجارت کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔ جو چیزیں ایک سال تک قائم نہ رہتی ہوں جیسے گٹری، کھیرا، خربوزہ اور دوسری ترکاریاں ساگ وغیرہ ان میں دوسرے ائمہ کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ کھجوروں اور کشمش میں زکوٰۃ واجب ہے جب کہ ان کی مقدار پانچ دسق تک ہو پانچ دسق سے کم مقدار میں ان میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے ہاں ہر اس چیز میں عشر یعنی دسواں حصہ نکالنا

واجب ہے جو زمین سے پیدا ہو خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہو لیکن بانس، لکڑی اور گھاس میں عشر واجب نہیں ہے اس بارے میں حضرت امام صاحب کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ما اخرجتہ الارض ففیہ العشر۔ زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز میں دسواں حصہ نکالنا واجب ہے۔ زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہونے کے لئے کسی مقدار معین کی شرط نہیں ہے اسی طرح سال گزرنے کی بھی قید نہیں بلکہ جس قدر اور واجب بھی پیداوار ہوگی اسی وقت دسواں حصہ نکالنا واجب ہو جائے گا دوسرے مالوں کے برخلاف کہ ان میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب کہ وہ بقدر نصاب ہوں اور ان پر ایک سال پورا گزر جائے۔

1793- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنِیَ الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَفْصَعَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ وَعَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا صَدَقَةٌ فِيمَا دُونَ خُمُسِهِ أَوْ سَاقِي مِنَ الثَّمَرِ وَلَا فِيمَا دُونَ خُمُسِ أَوَاقٍ وَلَا فِيمَا دُونَ خُمُسِ مِنَ الْأَبِلِ

●● حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: پانچ وسق سے کم بھجوروں میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

1794- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ هَمْرٍو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمُسٍ دَوْدٌ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمُسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمُسِهِ أَوْ سَاقٍ صَدَقَةٌ

●● حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی“ پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی اور پانچ وسق سے کم (اناج) میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی۔“

بَابُ: تَعْجِيلِ الزَّكَاةِ قَبْلَ مَحِلِّهَا

یہ باب زکوٰۃ کو اس کے وقت سے پہلے ادا کرنے کے بیان میں ہے

1795- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكْرِيَّا عَنْ حَبَّاجِ بْنِ دِينَارٍ

1793: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحديث: 1405 'ورقم الحديث: 1447' أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحديث: 2260 'ورقم الحديث: 2261' 'ورقم الحديث: 2262' 'ورقم الحديث: 2263' 'ورقم الحديث: 2264' 'ورقم الحديث: 2265' أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 1558 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 626 'ورقم الحديث: 627' أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 2444 'ورقم الحديث: 2445' 'ورقم الحديث: 2472' 'ورقم الحديث: 2474' 'ورقم الحديث: 2475' 'ورقم الحديث: 2482' 'ورقم الحديث: 2483' 'ورقم الحديث: 2484' 'ورقم الحديث: 2486' 1794: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں۔

1795: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 1624 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 678'

عَنِ الْحَكِيمِ عَنْ حُجَّةِ بْنِ عَبْدِ عَمْرِو بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تَجَنَّبَ صَلَاتِهِ قَبْلَ أَنْ تَجْعَلَ لِرُغْصَ لَهُ فِي ذَلِكَ

• • • حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے اس کی پیشگی ادائیگی کے بارے میں دریافت کیا: تو نبی کریم ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دی۔
شرح

حنفیہ اور اکثر ائمہ کے نزدیک یہ بات جائز اور درست ہے کہ مال پر سال پورا ہونے سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کر دی جائے بشرطیکہ زکوٰۃ دینے والا نصاب شرعی کا مالک ہو۔

بَابُ: مَا يُقَالُ عِنْدَ اخْرَاجِ الزَّكَاةِ

یہ باب ہے کہ زکوٰۃ نکالتے وقت کیا کہا جائے؟

1798- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَاهُ الرَّجُلُ بِصَدَقَةٍ مَالِهِ صَلَّى عَلَيْهِ فَاتَّبَعَهُ بِصَدَقَةٍ مَالِي لَقَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى

• • • حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جب بھی لوگ زکوٰۃ کا مال لے کر آتے تھے تو آپ فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر رحم فرما! جب میرے والد حضرت ابی اوفی رضی اللہ عنہما اپنا صدقہ لے کر آئے تو آپ ﷺ نے دعا دی: اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحم فرما۔

شرح

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جب کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوتا تو آپ فرماتے کہ اے اللہ! اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرما۔ کسی شخص کے بارہ میں تھا اس کے لئے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنا یعنی اس طرح کہنا کہ اللہم صل علی آل فلاں درست نہیں ہے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا صرف انبیاء کرام کے لئے مخصوص ہے ہاں اگر کسی شخص کو انبیاء کے ساتھ متعلق کر کے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی جائے تو درست ہے جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا تعلق ہے کہ آپ زکوٰۃ لانے والوں کے لئے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعائے رحمت کرتے تھے تو اس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کسی اور کے لئے یہ جائز نہیں ہے۔

1796: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحديث: 1497، رقم الحديث: 4166، رقم الحديث: 6332، رقم الحديث: 6359، أخرجه مسلم فی "المصحح"

رقم الحديث: 2489، أخرجه ابوداؤد فی "المسنن" رقم الحديث: 1590، أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث: 2458

1797: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1787- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْبَحْرِيِّ بْنِ عَبْدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْطِيتُمُ الزَّكَاةَ فَلَا تَسْرُوا لَوَابِهَا أَنْ تَقُولُوا اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا مَغْنَمًا وَلَا تَجْعَلْهَا مَفْرَمًا

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جب تم زکوٰۃ ادا کرو تو اس کے ثواب کو نہ بھول جانا تم یہ دعا مانگو۔ ”اے اللہ تو اسے غنیمت بنادے اسے ”جرمانہ“ نہ بنانا۔“

بَابُ: صَدَقَةِ الْإِبِلِ

یہ باب اونٹوں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے

1788- حَدَّثَنَا أَبُو يَسْرِ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلْقَانِي سَالِمٌ كِتَابًا كَتَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَاتِ قَبْلَ أَنْ يَتَوَفَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَوَجَدْتُ فِيهِ فِي خُمْسٍ مِثْلَ الْإِبِلِ شَاةٌ وَلِي عَشْرٍ شَاتَانِ وَلِي خُمْسَ عَشْرَةٍ ثَلَاثَ شِيَاهٍ وَلِي عَشْرِينَ أَرْبَعَ شِيَاهٍ وَلِي خُمْسٍ وَعَشْرِينَ بَنْتُ مَخَاضٍ إِلَى خُمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَإِنْ لَمْ تُوجَدْ بَنْتُ مَخَاضٍ فَأَنْ لَبُونُ ذَكَرٌ فَإِنْ زَادَتْ عَلَى خُمْسٍ وَثَلَاثِينَ وَاحِدَةً لَفِيهَا بَنْتُ لَبُونٍ إِلَى خُمْسِيَّةٍ وَأَرْبَعِينَ فَإِنْ زَادَتْ عَلَى خُمْسٍ وَأَرْبَعِينَ وَاحِدَةً لَفِيهَا حِقَّةٌ إِلَى سِتِينَ فَإِنْ زَادَتْ عَلَى سِتِينَ وَاحِدَةً لَفِيهَا جَذَعَةٌ إِلَى خُمْسٍ وَسِتِينَ فَإِنْ زَادَتْ عَلَى خُمْسٍ وَسِتِينَ وَاحِدَةً لَفِيهَا ابْنَتَا لَبُونٍ إِلَى سِتِينَ فَإِنْ زَادَتْ عَلَى سِتِينَ وَاحِدَةً لَفِيهَا حِقَّتَانِ إِلَى عَشْرِينَ وَمِائَةً فَإِذَا كَثُرَتْ لَفِي كُلِّ خُمُسِينَ حِقَّةٌ وَلِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بَنْتُ لَبُونٍ

•• سالم بن عبد اللہ اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں ابن شہاب کہتے ہیں: سالم نے مجھے وہ خط دکھایا جو نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ کے بارے میں اپنے وصال سے پہلے تحریر کروایا تھا تو اس میں مجھے یہ مضمون ملا۔

”پانچ اونٹوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی دس میں دو کی ادائیگی لازم ہوگی پندرہ میں تین بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی بیس میں چار بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی پچیس اونٹوں میں ایک بنت مخاض کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم پینتیس تک ہے اگر بنت مخاض نہیں ملتی تو ابن لبون مذکر کی ادائیگی لازم ہوگی اگر پینتیس سے ایک اونٹ بھی زیادہ ہو جاتا ہے تو پھر ان میں ایک بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی اور یہ حکم پینتالیس تک ہے اور اگر پینتالیس سے ایک بھی اونٹ زیادہ ہو جاتا ہے تو پھر ان میں حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم ساٹھ تک ہے اگر ساٹھ سے ایک بھی زیادہ ہو جاتا ہے تو اس میں جذعہ کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم تھتر تک ہے اگر تھتر سے ایک بھی زیادہ ہو جاتا ہے تو اس میں دو بنت

لیون کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم نوے تک ہے اگر نوے سے ایک بھی زیادہ ہو جاتا ہے تو اس میں دو حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم ایک سو بیس تک ہے اگر اونٹ زیادہ ہوں تو ہر چھپاس میں ایک حقہ کی اور ہر چالیس میں ایک بنت لیون کی ادائیگی لازم ہوگی۔

1799- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَقِيلٍ بْنُ خُوَيْلِدٍ النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ السَّلْمِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ النَّخْدَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْأَرْبَعِ شَيْءٌ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا فَيُفِيهَا شَاةٌ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ سَعًا فَإِذَا بَلَغَتْ عَشْرًا فَيُفِيهَا شَاتَانِ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسَ عَشْرَةَ فَيُفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ سَعًا فَإِذَا بَلَغَتْ عَشْرِينَ فَيُفِيهَا أَرْبَعُ شِيَاهٍ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ أَرْبَعًا وَعَشْرِينَ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعَشْرِينَ فَيُفِيهَا بَنْتُ مَخَاضٍ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَإِذَا لَمْ تَكُنْ بَنْتُ مَخَاضٍ فَابْنُ لَبُونٍ ذَكَرٌ فَإِنْ زَادَتْ بَعِيرًا فَيُفِيهَا بَنْتُ لَبُونٍ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ خَمْسًا وَأَرْبَعِينَ فَإِنْ زَادَتْ بَعِيرًا فَيُفِيهَا حَقَّةٌ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ سِتِينَ فَإِنْ زَادَتْ بَعِيرًا فَيُفِيهَا جَذَعَةٌ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ خَمْسًا وَسِتِينَ فَإِنْ زَادَتْ بَعِيرًا فَيُفِيهَا بَنْتُ لَبُونٍ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ سِتِينَ فَإِنْ زَادَتْ بَعِيرًا فَيُفِيهَا حَقَّتَانِ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ عَشْرِينَ وَمِائَةً ثُمَّ فِي كُلِّ خَمْسِينَ حَقَّةٌ وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بَنْتُ لَبُونٍ

••• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی چار میں کسی چیز کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی جب یہ پانچ ہو جائیں تو ان میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ یہ نو ہو جائیں جب یہ دس ہو جائیں تو ان میں سے دو بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ یہ چودہ تک پہنچ جائیں جب یہ پندرہ ہو جائیں تو ان میں تین بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ یہ انیس تک پہنچ جائیں جب یہ بیس ہو جائیں تو ان میں چار بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ یہ چوبیس تک پہنچ جائیں جب یہ پچیس تک پہنچ جائیں تو ان میں ایک بنت مخاض کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ یہ پینتیس تک پہنچ جائیں اگر بنت مخاض موجود نہ ہو تو ان میں ایک ابن لبون مذکر کی ادائیگی لازم ہوگی اگر ایک بھی اونٹ زیادہ ہو جائے تو اس میں ایک بنت لیون کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ یہ پینتالیس تک پہنچ جائیں اگر ایک بھی زیادہ ہو جائے تو اس میں ایک حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ یہ ساٹھ تک پہنچ جائیں اگر ایک اونٹ بھی زیادہ ہو جائے تو اس میں ایک جذعہ کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ یہ پچتر تک پہنچ جائیں اگر ایک اونٹنی زیادہ ہو جائے تو اس میں دو بنت لیون کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ یہ نوے تک پہنچ جائیں اگر ایک اونٹ بھی زیادہ ہو جائے تو اس میں دو حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ یہ ایک سو بیس تک پہنچ جائیں پھر ہر چھپاس میں ایک حقہ کی اور ہر چالیس میں ایک بنت لیون کی ادائیگی لازم ہوگی۔“

شرح

صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ لہذا جب وہ پانچ ہو جائیں اور وہ سائتم ہوں اور ان پر سال گزر گیا تو ان پانچ سے نو (۹) تک ایک بکری (زکوٰۃ) ہوگی۔ اگر وہ دس ہو جائیں تو چودہ تک دو بکریاں ہیں۔ اور اگر وہ پندرہ ہو جائیں تو انیس تک تین بکریاں ہیں۔ اگر وہ بیس ہو جائیں تو چوبیس تک چار بکریاں ہیں۔ جب وہ پچیس ہو جائیں تو پینتیس (۳۵) تک ان میں ایک بنت مخاص ہے۔ بنت مخاص اس مادہ بچے کو کہتے ہیں جو عمر کے دوسرے سال میں ہو۔ جب چھتیس (۳۶) ہو جائیں تو پینتالیس (۴۵) تک ان میں ایک بنت لبون ہے۔ اور بنت لبون وہ مادہ بچہ ہے جو عمر کے تیسرے سال میں ہو۔ اور جب چھیالیس (۴۶) ہو جائیں تو ساٹھ تک ان میں ایک حقہ ہے اور حقہ وہ مادہ بچہ ہے جو عمر کے چوتھے سال میں ہو اور جب وہ اکٹھ (۶۱) ہو جائیں تو نوے (۹۰) تک ان میں دو بنت لبون ہیں۔ اور جب وہ اکانوے (۹۱) ہو جائیں تو ایک سو بیس (۱۲۰) تک دو حقے ہیں۔ انہی دلائل کی وجہ سے جو رسول اللہ ﷺ سے مشہور ہوئے ہیں۔

جب وہ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو فریضہ نئے سرے سے شمار کیا جائے گا۔ لہذا پانچ زیادہ ہونے پر ایک بکری دو حقوں کے ساتھ ہوگی۔ اور دس میں دو بکریاں جبکہ پندرہ میں تین بکریاں ساتھ ہوں گی۔ اور بیس میں چار بکریاں جبکہ پچیس سے لے کر ایک سو پچاس تک ایک بنت مخاص ہوگا۔ اور ایک سو پچاس میں تین حقے ہوں گے۔ پھر نئے سرے سے زکوٰۃ کا فریضہ شمار کیا جائے گا۔ پانچ میں ایک بکری دس میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں ایک بنت مخاص اور چھتیس میں ایک بنت لبون ہوگا۔ جب وہ ایک سو چھیانوے (۱۹۶) ہو جائیں تو دو سو تک ان میں چار حقے ہوں گے۔ پھر زکوٰۃ کا فریضہ اسی طرح نئے سرے سے شمار کیا جائے گا جس طرح ایک سو پچاس کے بعد پچاس میں شمار کیا گیا ہے۔ اور یہ ہمارے نزدیک ہے۔

(ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

سال کے اکثر سائتم ہونے میں وجوب زکوٰۃ میں فقہی مذاہب

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سال کے اکثر حصے میں چرنے والے اونٹ پر زکوٰۃ ہے۔ اس مسئلہ میں ہمارا مذہب اور حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا مذہب ایک ہی ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب تک وہ تمام سال کا سائتم نہیں ہے اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ سائتم ہونا شرط ہے اور یہ اسی طرح شرط ہے جس ملک نصاب کے لئے سال کی شرط ہے۔ کیونکہ سائتم ہونے کی صورت میں چارہ ساقط ہو جاتا ہے لیکن جب وہ چارہ کھائے گا تو اس سے حکم سائتم ہونا ساقط ہو جائے گا جس کی بنیاد پر زکوٰۃ اس پر فرض ہوئی تھی۔

ہماری دلیل نص کا عموم ہے۔ اور ماثبت کا نصب ہے اور سوم کے نام کے جہاں اطلاق کا تعلق ہے تو سوم چارہ کو ساقط کرنے والا نہیں ہے اور نہ چارہ سوم کو ساقط کرنے والا ہے بلکہ چارہ تو سوم کی مدد کرنے والا ہے یعنی کچھ تو وہ چرنے سے پیٹ بھر کر آیا ہے اور کچھ چارے سے پیٹ بھر لے گا۔ لہذا امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل کے مطابق چارہ سوم کو ساقط کرنے والے کا حکم صحیح نہیں ہے بلکہ

احناف و حنابلہ کا موقف صحیح ہے۔ (المفنی ج ۲، ص ۲۳۵، بیروت)

اونٹوں کی مختلف عمروں میں مختلف ناموں کا بیان

امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے ابو ریاشی اور حاتم سے سنا ہے اور نضر بن سمیل اور ابو عبیدہ کی کتاب سے حاصل کیا ہے کوئی بات ان میں سے کسی ایک ہی نے کہی ہے ان لوگوں نے کہا کہ اونٹ کا بچہ (جب تک پیٹ میں رہتا ہے) حوار کہلاتا ہے اور جب پیدا ہو چکا ہے تو اس کو فصیل کہتے ہیں جب دوسرے برس میں لگے تو بنت مخاض، جب تیسرے میں لگے تو بنت لبون، جب تین برس کا ہو جائے تو چوتھے سال تک اس کو حق اور حقہ کہتے ہیں کیونکہ اس وقت تک وہ سواری اور جفتی کے لائق ہو جاتے ہیں اور نراونٹ جو ان نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ چھ برس کا ہو جائے اور حقہ کو طر و قۃ الفعل بھی کہتے ہیں کہ نراس پر کودتا ہے چار برس پورے ہونے تک جب پانچواں برس لگے تو جذعہ کہلاتا ہے پانچ برس پورے ہونے تک جب چھٹے برس میں لگے اور سامنے کے دانت گرائے تو تشی ہے چھ برس پورے ہونے تک، جب ساتواں برس لگے تو زکور باعی اور مادہ کور باعیہ کہیں گے سات برس پورے ہونے تک، جب آٹھواں برس لگے اور چھٹا دانت نکالے تو وہ سدیس اور سدس ہے آٹھ برس پورے ہونے تک، جب نواں برس لگے تو وہ ہازل ہے کیونکہ اس کی کچلیاں نکل آتی ہیں دسواں برس شروع ہونے تک اب اس کا نام مخلف ہے اس کے بعد اس کا کوئی نام نہیں، مگر یوں کہیں گے کہ ایک سال کا ہازل، دو سال کا ہازل، ایک سال کا مخلف، دو سال کا مخلف تین سال کا مخلف، پانچ سال تک اسی طرح کہیں گے اور خلفہ حاملہ کو کہتے ہیں ابو حاتم نے کہا ہے وہ جزوہ ایک وقت کا نام ہے کوئی دانت نہیں ہے اور دانٹوں کی فصل سہیل تارے کے نکلنے پر بدلتی ہے ابو داؤد کہتے ہیں کہ ریاشی نے ہم کو یہ شعر سنائے (جن کا مفہوم یہ ہے) جب پہلی رات کو سہیل نکلا تو ابن لبون حق ہو گیا اور حق جذعہ بن گیا دانٹوں میں سے کچھ نہ رہا سوائے ہج کے، ہج وہ بچہ ہے جو بیوقت پیدا ہوا ہو۔ (سنن ابو داؤد)

اونٹوں کے نصاب میں بکری کو بطور زکوٰۃ کیوں دیا جاتا ہے

علامہ ابن محمود الباہر فی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ زکوٰۃ میں اصل یہ ہے کہ ہر قسم کی زکوٰۃ اس قسم سے دی جاتی ہے۔ اور اونٹوں کی زکوٰۃ میں ایک بکری یا بکریوں کو بطور زکوٰۃ دینا واجب ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ خلاف قیاس بھی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس خلاف نص ہے۔ لہذا نص کے ہوتے ہوئے کسی قسم کے قیاس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (اگر فقہ حنفی محض قیاس یا قرآن و سنت کے خلاف ہوتی تو اس کے مطابق اونٹوں کی زکوٰۃ میں بکری کبھی واجب نہ ہوتی۔ فقہ حنفی سمجھ نہ آنے والوں کو غور کرنا چاہیے)۔ (مناہی شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۷۱، بیروت)

پانچ اونٹوں سے کم میں عدم وجوب زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک پانچ اونٹوں سے کم میں کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ یہی قول حضرت علی، حضرت ابو سعید خدری، شعیب، طاؤس، شہر بن حوشب، عمر بن عبدالعزیز، حکم بن عینیہ اور سلمان بن موسیٰ دمشقی کا ہے۔ حضرت امام مالک، امام شافعی، امام

احمد اور امام حسن کا قول بھی یہی ہے کہ پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (البیہار شریعہ، ج ۲، ص ۴۱، حاشیہ مکران)

بَابُ: إِذَا أَخَذَ الْمُصَدِّقُ سِنًا دُونَ سِنٍّ أَوْ فَوْقَ سِنٍّ

باب 10: جب زکوٰۃ وصول کرنے والا مطلوبہ عمر سے کم یا زیادہ عمر کے جانور کو وصول کرے

1800 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ كَتَبَ لَهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَلِ فِيهِ قَرِيبَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي قَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مِنْ أَسْنَانِ الْإِبِلِ فِي قَرَارِصِ الْغَنَمِ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَكَيَسَ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَكَانَهَا شَاتَيْنِ إِنْ اسْتَيْسَرَتْ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَكَيَسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطَى مَعَهَا شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَكَيَسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَكَيَسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ ابْنَةُ مَخَاضٍ وَيُعْطَى مَعَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَكَيَسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ ابْنَةُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ لَمَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ ابْنَةُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُونٍ ذَكَرَ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَكَيَسَ مَعَهُ شَيْءٌ

﴿﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ خط لکھا۔

”اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے زکوٰۃ کی لازم کردہ یہ وہ حد ہے جس کو مسلمانوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے لازم قرار دیا تھا جو اس کے مطابق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا تھا بے شک بکریوں (کی شکل میں زکوٰۃ وصول کرتے ہوئے) اونٹوں کی عمر کا حساب کیا جائے گا، جس شخص کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ اس پر جذعہ کی ادائیگی لازم ہو اور اس کے پاس جذعہ نہ ہو بلکہ حقہ موجود ہو تو اس سے حقہ وصول کر لیا جائے اور اگر آسانی سے دستیاب ہو سکے تو اس کی جگہ دو بکریاں دیدی جائیں گی یا پھر 20 درہم دیئے جائیں گے اور پھر جس شخص پر حقہ کی ادائیگی لازم ہو اور اس کے پاس وہ نہ ہو اس کے پاس بنت لبون ہو تو اس سے بنت لبون وصول کر لیا جائے گا اور وہ شخص اس کے ساتھ 2 بکریاں یا 20 درہم بھی ادا کرے گا، جس شخص نے زکوٰۃ میں بنت لبون

1800: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1448 'ورقم الحديث: 1450 'ورقم الحديث: 1451 'ورقم الحديث: 1453 'ورقم الحديث:

1454 'ورقم الحديث: 1455 'ورقم الحديث: 2487 'ورقم الحديث: 3106 'ورقم الحديث: 5878 'ورقم الحديث: 5879 'ورقم الحديث: 6955 'ورقم

الحديث: 1567 'أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 2446 'ورقم الحديث: 2454

ادا کرنی ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ اس کے پاس حق ہو تو اس سے حق قبول کر لی جائے گی اور زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص اسے 20 درہم یا دو بکریاں دے گا جس شخص پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے بنت لبون کی ادائیگی لازم ہو اور اس کے پاس وہ نہ ہو بلکہ اس کے پاس بنت مخاض ہو تو اس سے بنت مخاض قبول کر لی جائے گی اور وہ شخص اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں ادا کرے گا جس شخص نے زکوٰۃ کے طور پر بنت مخاض ادا کرنا ہو اس کے پاس وہ نہ ہو بلکہ اس کے پاس بنت لبون ہو تو اس سے بنت لبون وصول کی جائے گی اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں دے گا اور جس شخص کے پاس بنت مخاض اپنی اصل صورت میں نہ ہو بلکہ اس کے پاس بنت لبون مذکور ہو تو اس سے وہی وصول کیا جائے گا اور اس کے ہمراہ کوئی دوسری چیز وصول نہیں کی جائے گی۔“

بَابُ: مَا يَأْخُذُ الْمُصَدِّقُ مِنَ الْإِبِلِ

یہ باب ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا اونٹوں میں سے کیا چیز وصول کرے گا؟

1801- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا شَرِيكَ عَنْ عُثْمَانَ الثَّقَفِيِّ عَنْ أَبِي لَيْلَى الْكِنْدِيِّ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ جَاءَنَا مُصَدِّقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ وَقَرَأَتْ فِي عَهْدِهِ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشِيتُ الصَّدَقَةَ فَآتَاهُ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ عَظِيمَةٍ مُلَمَّمَةٍ فَأَبَى أَنْ يَأْخُذَهَا فَآتَاهُ بِأُخْرَى دُونَهَا فَأَخَذَهَا وَقَالَ أَيُّ أَرْضٍ تُقْلِنِي وَأَيُّ سَمَاءٍ تُظْلِنِي إِذَا أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَخَذْتُ خَيْارَ إِبِلٍ رَجُلٍ مُسْلِمٍ

حضرت سويد بن غفله رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والا میرے پاس آیا میں نے اس کا ہاتھ پکڑا تو اس کے پاس جو تحریری حکم موجود تھا اس میں یہ بھی تحریر تھا۔

”زکوٰۃ سے بچنے کے لیے متفرق چیزوں کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور اکٹھی چیزوں کو متفرق نہیں کیا جائے گا۔“

(راوی بیان کرتے ہیں:) ایک آدمی اپنی موٹی تازی اونٹنی اس کے پاس لایا تو اس نے اس اونٹنی کو وصول کرنے سے انکار کر دیا پھر وہ شخص دوسری اونٹنی لایا جو پہلی والی کے مقابلے میں نسبتاً کم بہتر تھی تو اس نے اسے وصول کر لیا اور بولا کون سی زمین میرا وزن اٹھائے گی اور کون سا آسمان میرے سر پر سایہ کرے گا جب میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور میں نے کسی مسلمان کا بہترین اونٹ وصول کیا ہوگا۔

1802- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَآئِيلَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْجِعُ الْمُصَدِّقُ إِلَّا عَنْ رِضَا

1801: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1579، "ورقم الحديث: 1580" أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 2456

1802: أخرجه مسلم في "المصحيح" رقم الحديث: 2491، أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 647، "ورقم الحديث: 648" أخرجه النسائي في "السنن" رقم

الحديث: 2460

• حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”زکوٰۃ وصول کرنے والا راضی ہو کر واپس جائے۔“

شرح

مطلب یہ ہے کہ جب امام وقت یا اسلامی اداروں کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے آئیں تو ان کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کیا جائے اور انہیں پوری پوری زکوٰۃ ادا کی جائے تاکہ وہ راضی اور خوش ہو کر واپس لوٹیں۔

خيار مصدق میں مذاہب اربعہ کا بیان

جب گائے کی تعداد ایک بیس ہو جائے تو ہمارے نزدیک مالک کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو تین مسنات دے اور اگر چاہے تو چار جمعہ دے۔ اور حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ حضرت امام مالک اور شوافع میں سے بعض فقہاء نے کہا ہے۔ مصدق کے لئے اختیار ہے۔ (البيان شرح الہدایہ ص ۴۵، کتاب بلدان)

بَابُ: صَدَقَةِ الْبَقَرِ

یہ باب گائے کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے

1803- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيسَى الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقِ بْنِ مُسْرُوفٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ وَأَمَرَنِي أَنْ أَخُذَ مِنَ الْبَقَرِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةً وَمِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ تَبِيعًا أَوْ تَبِيعَةً

• حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن بھیجا آپ ﷺ نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں گائے میں ہر چالیس میں سے ایک مسنہ وصول کروں اور ہر تیس میں سے ایک تبیع یا تبیعہ وصول کروں۔

1804- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَوْبٍ عَنْ خَصِيفٍ عَنْ أَبِي عُثَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي ثَلَاثِينَ مِنَ الْبَقَرِ تَبِيعٌ أَوْ تَبِيعَةٌ وَفِي أَرْبَعِينَ مُسِنَّةً

• حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تیس گائے میں ایک تبیع یا تبیعہ اور چالیس گائے میں سے ایک مسنہ کی ادائیگی لازم ہوگی۔

شرح

تیس گایوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ لہذا جب وہ تیس ہو جائیں اور وہ سائمہ ہوں اور ان پر ایک سال گزر گیا تو ان میں

1803: أخرجه إمامنا ودنّی "السنن" رقم الحدیث: 1577 "درم الحدیث: 1578" أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 623 "أخرجه القسطلانی فی "السنن" رقم

الحدیث: 2449 "درم الحدیث: 2450" "درم الحدیث: 2451

1804: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 622

ایک تنیع (پھڑا) یا تنیعہ (پھڑی) واجب ہے۔ اور تنیع یا تنیعہ وہ بچہ ہے جو عمر کے دوسرے سال میں ہو۔ اور چالیس میں ایک مسن یا مسنہ واجب ہے۔ اور مسن یا مسنہ وہ بچہ ہے جو عمر کے تیسرے سال میں ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اسی طرح حکم دیا تھا۔ (سنن دارقطنی)

جب وہ چالیس سے زیادہ ہو جائیں تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ساٹھ تک یہی مقدار واجب ہے۔ لہذا ایک زائد میں ایک مسنہ کا چالیسواں حصہ واجب ہے۔ اور دو زیادہ ہو جائیں تو مسنہ کا بیسواں حصہ واجب ہے۔ اور جب تین زیادہ ہو جائیں تو چالیسویں کے تین حصے واجب ہیں۔

اور یہ روایت امام محمد علیہ الرحمہ کی اصل سے ہے اس لئے کہ معافی نص سے خلاف قیاس ثابت ہوئی ہے کیونکہ یہاں کوئی نص نہیں ہے۔ اور امام حسن بن زیاد علیہ الرحمہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ زائد میں کچھ واجب نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ پچاس تک پہنچ جائیں اور پچاس پر ایک مکمل مسنہ واجب ہوگا۔ اور مسنہ کی چوتھائی قیمت یا تنیع کی تہائی قیمت واجب ہوگی۔ کیونکہ نصاب کی اساس یہی ہے اور دونوں عقود کے درمیان معافی ہے۔ اور ہر عقد میں واجب ہے۔

حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک کچھ واجب نہیں ہے یہاں تک کہ ان کی تعداد ساٹھ کو پہنچ جائے۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اوقاص بقر (دود ہائیوں کے درمیان گائے کی تعداد) سے کچھ زکوٰۃ نہ لینا۔ علماء نے بھی اوقاص کا معنی یہی بیان کیا ہے کہ جو تعداد چالیس اور ساٹھ کے درمیان میں ہو۔ ہم احناف اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ اوقاص سے مراد نہایت چھوٹے بچے ہیں۔ اور اس کے بعد ساٹھ میں دو تنیع یا دو تنیعہ ہیں۔ اور ستر میں ایک مسنہ اور ایک تنیع ہے اور اسی (۸۰) میں دو مسنہ ہیں اور نوے (۹۰) میں تین تنیعہ ہیں اور ایک بیس (۱۲۰) میں دو تنیعہ اور ایک مسنہ ہے۔ اور اسی حساب کے مطابق قیاس کرتے جائیں گے۔ لہذا ہر دہائی پر تنیع سے مسنہ کی طرف اور مسنہ سے تنیع کی طرف فرض تبدیل ہوتا جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گائے کے ہر تیس پر ایک تنیع یا تنیعہ ہے اور ہر چالیس پر مسن یا مسنہ ہے۔

بھینس اور گائے دونوں برابر ہیں کیونکہ بقر کے لفظ کا اطلاق دونوں کو شامل ہے اور بھینس بھی ایک قسم کی گائے ہے البتہ ہمارے شہروں میں چونکہ بھینس بہت کم تعداد میں ہوتی ہے اس لئے لوگوں کے خیالات بھینس کی طرف جلد جانے والے نہیں ہیں۔ اور اسی دلیل کے پیش نظر کہ جب کسی نے قسم کھائی ”وہ بقر کا گوشت نہیں کھائے گا“ تو وہ بھینس کا گوشت کھانے سے حائل نہ ہوگا۔

(ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

گائے اور بیل کی زکوٰۃ میں فقہی تصریحات

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انہیں عامل بنا کر یمن بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ وہ زکوٰۃ کے طور پر ہر تیس گائے میں سے ایک برس کا بیل یا ایک برس کی گائے لیں اور ہر چالیس گائے میں سے دو برس کی گائے یا دو برس کا بیل وصول کریں۔ (ابوداؤد ترمذی سنن ابی داؤد)

گائے کے نصاب میں زکوٰۃ کے طور پر بیل دینے کے لیے فرمایا گیا ہے چنانچہ گائے کی زکوٰۃ کے طور پر نر اور مادہ دونوں برابر ہیں چاہے گائے دی جائے اور چاہے بیل دیدیا جائے جیسا کہ آگے آنے والی روایت میں اس کی وضاحت بھی ہے چنانچہ گائے اور بکری کی زکوٰۃ کے طور پر مادہ ہی دینا ضروری نہیں ہے اونٹوں کے برخلاف کہ ان میں مادہ ہی دینا افضل ہے لیکن گائے اور بکری میں اس کی کوئی قید اور تخصیص نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ اگر گائے یا بیل چالیس سے زائد ہوں تو اس زائد مقدار میں اس وقت تک کوئی چیز واجب نہیں ہوتی جب تک کہ تعداد ساٹھ تک نہ پہنچ جائے جب تعداد ساٹھ ہو جائے گی تو ان میں دو تہیے یعنی ایک ایک برس کے دو بیل یا اتنی ہی عمر کی دو گائیں دینی ہوں گی پھر اس کے بعد ہر چالیس میں ایک مسنہ اور یعنی دو برس کی گائے یا بیل دینا ہوگا اور ہر تیس میں ایک تہیہ واجب ہوگا مثلاً جب ستر ہو جائیں تو ایک مسنہ اور ایک تہیہ، اسی ہو جائیں تو دو مسنہ نوے ہو جائیں تو تین تہیے اور جب سو ہو جائیں تو دو تہیے اور ایک مسنہ واجب ہو جائے گا۔ اسی طرح ہر تیس میں ایک تہیہ اور ہر چالیس میں ایک مسنہ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

علامہ ابن حجر کا قول ہے اگر گائے یا بیل چالیس سے زائد مقدار میں ہوں تو اس وقت تک کوئی چیز واجب نہیں ہوتی جب تک کہ تعداد ساٹھ تک نہ پہنچ جائے حنفیہ میں سے صاحبین کا یہی مسلک ہے لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ چالیس سے جو تعداد بھی زائد ہوگی اس کا بھی حساب کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے گی تاکہ تعداد ساٹھ تک پہنچ جائے جب تعداد ساٹھ تک پہنچ جائے گی تو دو تہیے واجب ہو جائیں گے باقی حساب مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق ہوگا۔ لہذا اگر چالیس سے ایک بھی گائے یا بیل زائد ہوگا تو مسنہ کا چالیسواں حصہ یا ایک تہیہ کا تیسواں حصہ یعنی ان کی قیمت کا چالیسواں یا تیسواں حصہ دینا ضروری ہوگا اسی طرح جو مقدار بھی زائد ہوگی اس کا اسی کے مطابق حساب کی جائے گا حنفیہ میں صاحب ہدایہ اور ان کے قسمن کی رائے میں حضرت امام صاحب کا یہی قول معتبر ہے۔

حدیث کے آخر جملے و لیس علی العوامل شئی (کام کاج کے جانوروں میں کچھ بھی واجب نہیں ہے) کا مطلب یہ ہے کہ جو جانور کام کاج کے ہوں اور ضروریات میں استعمال ہوتے ہوں جیسے بیل مل جوتے یا کنویں سے پانی کھینچنے یا بار برداری کے کام لیے ہوں تو اگرچہ ان کی تعداد بقدر نصاب ہی کیوں نہ ہو لیکن ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ یہی حکم اونٹ وغیرہ کے بارے میں بھی ہے چنانچہ حضرت امام اعظم حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے جانوروں میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

انعام مثلاًشہ کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

علامہ عبد الرحمن جزیری لکھتے ہیں: مالکی مذاہب کے علاوہ دیگر تمام مذاہب اس امر پر متفق ہیں کہ سائہ (چرنے والے جانور) اور نصاب کی شرط کے ساتھ تین قسم کے حیوانات میں زکات واجب ہے وہ یہ ہیں (اونٹ، گائے) (بھینس بھی شامل ہے) پھیڑ (بکری بھی شامل ہے) مگر مالکی مذاہب میں سائہ (چرنے) کی شرط نہیں ہے، اس نظریہ کے مطابق زکات ان تین قسموں میں

واجب ہے چاہے سائمہ ہوں یا غیر سائمہ۔

سبھی مذاہب اس بات پر متفق القول ہیں کہ گھوڑا، خیر اور گدھے میں زکات واجب نہیں ہے، مگر یہ کہ مال التجارۃ (تجارت کے مال) کا جزو قرار پائیں۔ مگر حنفی مذہب گھوڑے اور گھوڑی میں دو شرط کے ساتھ زکات واجب جانتے ہیں شرط اول سائمہ ہو (چرنے والے) شرط دوم نسل بڑھانے کے لئے گلہ کی دیکھ بھال کی جارہی ہو۔ (مذاہب اربعہ، ص ۴۱۶، بیروت)

گائے کے نصاب ساٹھ میں زکوٰۃ پر مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ فقہاء احناف کے نزدیک جب گائے کی تعداد ساٹھ کو پہنچ جائے تو اس میں دو تنبیع یا تیجہ ہیں۔ حضرت امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ اور محیط برہانی میں بھی اسی طرح ہے اور جوامع الفقہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح روایت ہے۔ (الہدایہ شرح الہدایہ، ص ۴۵، صفحہ ۱۵۸)

بَابُ: صَدَقَةِ الْغَنَمِ

یہ باب بکریوں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے

1805- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَأَنِي سَالِمٌ كِتَابًا كَتَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَاتِ قَبْلَ أَنْ يَتَوَفَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَوَجَدْتُ فِيهِ فِي أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةً إِلَى عَشْرِينَ وَمِائَةٍ لِيَاذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا شَاتَانِ إِلَى مِائَتَيْنِ فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَإِذَا كَثُرَتْ لَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ وَوَجَدْتُ فِيهِ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَوَجَدْتُ فِيهِ لَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ تَيْسٌ وَلَا هَرْمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَاجٍ

● ابن شہاب سالم بن عبد اللہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں:

ابن شہاب کہتے ہیں: سالم نے مجھے وہ خط دکھایا جو نبی کریم ﷺ نے وصال سے پہلے زکوٰۃ کے بارے میں تحریر کروایا تھا تو مجھے اس میں یہ مضمون ملا۔

”چالیس بکریوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم ایک سو بیس تک ہے جب ایک بھی زیادہ ہو جائے تو ان میں دو بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ وہ دو سو ہو جائیں اگر ایک بھی زیادہ ہو جائے تو اس میں تین بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی یہاں تک کہ وہ تین سو ہو جائیں اگر وہ زیادہ ہو جائیں تو ہر ایک سو میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی۔

(ابن شہاب کہتے ہیں) میں نے اس خط میں یہ بھی پایا (زکوٰۃ سے بچنے کے لیے) متفرق مال کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور اکٹھے مال کو متفرق نہیں کیا جائے گا۔

میں نے اس میں یہ بھی پایا۔

”زکوٰۃ میں زبوز ہوا اور کانا جانور نہیں لیا جائے گا۔“

شرح

چالیس سائتمہ بکریوں سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب وہ چالیس چرنے والی ہو جائیں تو ایک سو نہیں (۱۲۰) تک ان پر ایک بکری ہے جبکہ ان پر ایک سال گزر جائے۔ جب ان پر ایک بکری زائد ہوئی تو دوسو (۲۰۰) تک دو بکریاں ہیں۔ جب دوسو سے ایک بکری زائد ہوئی تو چار سو (۴۰۰) تک تین بکریاں ہیں۔ اور جب چار سو ہو جائیں تو ان میں چار بکریاں ہیں۔ (اس کے بعد) ہر سو پر ایک بکری ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطوط میں یہی بیان ہوا ہے۔ اور اسی پر اجماع کا انعقاد ہوا ہے۔ (بخاری، ترمذی)

ضأن اور معزدونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ لفظ غنم دونوں کو شامل ہے۔ اور نص لفظ غنم کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اور اس کی زکوٰۃ میں ٹھنی کو لیا جائے گا۔ اور ضأن میں جذعہ نہیں لیا جائے گا مگر وہ روایت جو امام حسن نے امام اعظم سے روایت کی ہے۔ اور ٹھنی اس بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال کا ہو اور جڑعہ بچہ جس پر سال کا اکثر حصہ گزر چکا ہو۔ اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ضأن کا جذعہ لیا جائے گا۔ اور صاحبین کا قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک ہمارا حق جذعہ اور ٹھنی ہے اور یہ دلیل بھی ہے کہ جذعہ سے قربانی ادا ہو جاتی ہے۔ لہذا زکوٰۃ بھی جائز ہوئی اور اس کی دلیل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے موقوفہ اور مرفوعہ حدیث وارد ہوئی ہے۔ زکوٰۃ نہیں وصول کی جائے گی مگر ٹھنی میں یا اس سے زیادہ میں۔ کیونکہ واجب درمیانے درجے کا ہوتا ہے۔ اور جذعہ چھوٹوں میں شمار ہوتا ہے اور اسی وجہ سے معز کا جذعہ زکوٰۃ میں جائز نہیں۔ جبکہ جذعہ کی قربانی کا حکم نص سے ثابت ہوا ہے۔ اور روایت کردہ جذعہ سے مراد اونٹ کا جذعہ ہے۔ (ابوداؤد، مصدک، مسند احمد بن حنبل)

اور بکری کی زکوٰۃ میں ز اور مادہ کا (بطور زکوٰۃ) لینا جائز ہے۔ اس لئے کہ لفظ شاة دونوں کو شامل ہے۔ اور بے شک نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چالیس بکریوں پر ایک بکری ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ)

مختلف جانوروں کے نصاب زکوٰۃ کا فقہی بیان

حضرت انس کے بارے میں مروی ہے کہ جب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق نے انہیں بحرین جو بصرہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے بھیجا تو انہیں یہ ہدایت نامہ تحریر فرمایا۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمن و رحیم ہے یہ اس صدقہ فرض (زکوٰۃ) کے بارے میں ہدایت نامہ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں پر فرض کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے نافذ کرنے کے بارے میں اپنے رسول ﷺ کو حکم فرمایا۔ لہذا جس شخص سے قاعدہ کے مطابق زکوٰۃ کا مطالبہ کیا جائے تو ادا نیگی کرے اور جس شخص سے شرعی مقدار سے زیادہ مطالبہ کیا جائے وہ زائد مطالبہ کی ادائیگی نہ کرے زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے کہ چوبیس اور چوبیس سے کم اونٹوں کی زکوٰۃ میں بکری ہے اس طرح کہ ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری ہے یعنی پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ سے نو تک ایک بکری دس سے چودہ تک دو بکریاں پندرہ سے انیس تک تین بکریاں اور بیس سے چوبیس تک چار

بکریاں واجب ہوگی۔ پچیس سے پینتیس تک میں ایک ایسی اونٹنی جو ایک سال کی ہو چھتیس سے پینتالیس تک ایک اونٹنی جو دو سال کی ہوں۔ چھیالیس سے ساٹھ تک میں ایک ایسی اونٹنی جو چار سال کی ہو اور اونٹ سے جفتی کے قابل ہو، اکٹھ سے پچتر تک میں ایک اونٹنی جو اپنی عمر کے چار سال ختم کر کے پانچویں سال میں داخل ہوگئی اور چھتر سے نوے تک میں دو ایسی اونٹیاں جو دو سال کی ہوں اکیانوے سے ایک سو بیس تک میں دو ایسی اونٹیاں جو تین تین سال کی ہوں اور اونٹ سے جفتی کے قابل ہوں اور جب تعداد ایک سو بیس سے زائد ہو تو اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ ان زائد اونٹیوں میں ہر چالیس کی زیادت پر دو برس کی اونٹنی اور ہر پچاس کی زیادت پر پورے تین برس کی اونٹنی واجب ہوگی اور جس کے پاس صرف چار ہی اونٹ ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہاں اگر وہ شخص چاہے تو صدقہ نفل کے طور پر کچھ دے دے جب پانچ اونٹ ہوں گے تو اس پر زکوٰۃ کے طور پر ایک بکری واجب ہو جائے گی اور جس شخص کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ ان میں زکوٰۃ کے طور پر ایسی اونٹنی واجب ہوتی ہو جو چار برس پورے کر کے پانچویں سال میں لگ گئی ہو یعنی اکٹھ سے پچتر تک کی تعداد میں اور اس کے پاس چار برس کی اونٹنی نہ ہو کہ جسے وہ زکوٰۃ کے طور پر دے سکے بلکہ تین برس کی اونٹنی موجود ہوں تو اس سے تین ہی برس کی اونٹنی زکوٰۃ میں قبول کی جاسکتی ہے مگر زکوٰۃ دینے والا اس تین برس کی اونٹنی کے ساتھ ساتھ اگر اس کے پاس موجود ہوں تو دو بکریاں ورنہ بصورت دیگر تین درہم ادا کرے اور کسی شخص کے پاس اونٹوں کی ایسی تعداد ہو جس میں تین برس کی اونٹنی واجب ہوتی ہو یعنی چھیالیس سے ساٹھ تک کی تعداد اور اس کے پاس تین برس کی کوئی اونٹنی زکوٰۃ میں دینے کے لیے نہ ہو بلکہ چار برس کی اونٹنی ہو تو اس سے چار برس والی اونٹنی ہی لے لی جائے البتہ زکوٰۃ دینے والا دو بکریاں یا بیس درہم بھی اس کے ساتھ دے دے اور اگر کسی شخص کے پاس اتنی تعداد میں اونٹ ہوں کہ جن میں دو برس کی اونٹنی واجب ہوتی ہو جیسے چھتیس سے پینتالیس تک کی تعداد اور اس کے پاس دو برس کی اونٹنی کے بجائے تین برس کی اونٹنی ہو تو اس سے تین برس کی اونٹنی ہی لے لی جائے مگر زکوٰۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں واپس کر دے اور اگر کسی شخص کے پاس اتنی تعداد میں اونٹ ہوں جن میں دو برس کی اونٹنی واجب ہوتی ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ ایک برس کی اونٹنی ہو تو اس سے ایک برس کی اونٹنی ہی لے لی جائے اور وہ زکوٰۃ دینے والا اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں بھی دے اور اگر کسی شخص کے پاس اتنی تعداد میں اونٹ ہوں کہ جن میں ایک برس کی اونٹنی واجب ہوتی ہو جیسے بیس سے پچیس تک کی تعداد، اور ایک برس کی اونٹنی اس کے پاس نہ ہو بلکہ دو برس کی اونٹنی اس کے پاس ہو تو اس سے وہی دو برس والی اونٹنی لے لی جائے مگر زکوٰۃ وصول کرنے والا اس کو دو بکریاں یا بیس درہم واپس کر دے اور اگر اس کے پاس دینے کے قابل ایک برس کی اونٹنی نہ ہو اور نہ دو برس کی اونٹنی ہو تو وہ اونٹ ہی لے لیا جائے مگر اس صورت میں کوئی اور چیز واجب نہیں نہ تو زکوٰۃ لینے والا کچھ واپس کرے گا اور نہ زکوٰۃ دینے والا کچھ اجر دے گا اور چرنے والی بکریوں کی زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے کہ جب بکریوں کی تعداد چالیس سے ایک سو بیس تک ہو تو ایک واجب ہوتی ہے اور ایک سو بیس سے زائد ہوں تو دو سو تک کی تعداد پر دو بکریاں واجب ہوتی ہیں اور جب دو سو سے زائد ہوں تو تین سو تک تین بکریاں واجب ہوتی ہیں اور جب تین سو سے زائد ہو جائیں تو پھر یہ حساب ہوگا کہ ہر سو بکریوں میں ایک بکری واجب ہوگی۔

جس شخص کے پاس چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں گی تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی ہاں اگر بکریوں کا کل

چاہے تو صدقہ نفل کے طور پر کچھ دے سکتا ہے۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ زکوٰۃ میں خواہ اونٹ ہو یا گائے اور بکری بڑھیا اور عیب دار نہ جائے اور نہ بوک (بکرا) دیا جائے ہاں اگر زکوٰۃ وصول کرنے والا کسی مصلحت کے تحت بوک لینا چاہے تو درست ہے اور متفرق جانوروں کو یکجا نہ کیا جائے اور نہ زکوٰۃ کے خوف سے جانوروں کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے نیز جس نصاب میں دو آدمی شریک ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ دونوں برابر تقسیم کر لیں اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر دینا فرض ہے اگر کسی کے پاس صرف ایک سونوے درہم ہوں (یعنی نصاب شرعی کا مالک نہ ہو) تو اس پر کچھ فرض نہیں ہے ہاں اگر وہ صدقہ نفل کے طور پر کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ (بخاری)

گزشتہ صفحات میں ایک حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تم زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو خوش کرو اگرچہ وہ تمہارے ساتھ ظلم ہی کا معاملہ کیوں نہ کریں۔ اسی طرح ایک حدیث اور گزر چکی ہے جس میں بیان کیا گیا تھا کہ کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے زیادتی کرتے ہیں یعنی مقدار واجب سے زیادہ مال لیتے ہیں تو کیا ہم ان کی طرف سے زیادہ طلب کے جانے والے مال کو چھپا دیں یعنی وہ انہیں نہ دیں تو اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا تھا۔

لیکن یہاں فرمایا گیا ہے کہ جس شخص سے زیادہ مطالبہ کیا جائے وہ ادائیگی نہ کرے۔ لہذا بظاہر ان روایتوں میں تعارض اور اختلاف معلوم ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت زکوٰۃ وصول کرنے والے صحابہ تھے ظاہر ہے نہ تو وہ ظالم تھے اور شرعی مقدار سے زیادہ کا مطالبہ کرتے تھے اور نہ صحابہ کے بارے میں ایسا تصور کیا جاسکتا تھا لوگ اپنے گمان اور خیال کے مطابق یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے ساتھ ظلم و زیادت کا معاملہ ہوتا ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کے پیش نظر یہی حکم دیا کہ انہیں بہر صورت خوش کیا جائے اور وہ جو کچھ مانگیں اسے دینے میں تامل نہ کیا جائے اور یہاں حضرت ابو بکر کے ارشاد میں زکوٰۃ وصول کرنے والوں سے صحابہ مراد نہیں ہیں بلکہ دوسرے لوگ مراد ہیں اور ظاہر ہے کہ صحابہ کے علاوہ دوسرے لوگوں سے ایسی باتوں کا صدور ممکن تھا اس لیے حضرت ابو بکر نے یہ تحریر فرمایا کہ زائد مطالبہ کی ادائیگی نہ کی جائے۔ اس وضاحت سے احادیث میں جو بظاہر تعارض نظر آ رہا تھا وہ ختم ہو گیا۔

لِذَا زَادَتْ عَلَى عَشْرِينَ وَمِائَةِ الْخ (اور جب تعداد ایک سو بیس سے زائد ہوئی) قاضی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عدد مذکور سے متجاوز ہونے کی صورت میں استقرار اور حساب پر دلالت کرتی ہے یعنی جب اونٹ ایک سو بیس سے زائد ہوں تو ان کی زکوٰۃ کا حساب از سر نو شروع نہ کیا جائے بلکہ ایسی صورت میں ہر چالیس کی زیادتی پر دو برس کی اونٹنی اور ہر پچاس کی زیادتی پر تین برس کی اونٹنی کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جانی چاہئے۔

چنانچہ اکثر ائمہ کا یہی مسلک ہے مگر حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ از سر نو حساب شرع کیا جائے گا چنانچہ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے متجاوز ہو جائے تو اس وقت دو حقے یعنی تین برس کی دو اونٹیاں اور ایک بکری واجب ہوگی اور اسی طرح چوبیس کی تعداد تک ہر پانچ پر ایک بکری واجب ہوتی چلی جائے گی پھر پچیس اور پچیس کے بعد بنت مخاض ایک سال کی اونٹنی واجب ہو

جائے گی اسی طرح آخر تک پہلی ترتیب کے مطابق حساب کیا جائے گا امام نفعی اور امام ثوری کا بھی قول ہے ان حضرات کی دلیل یہ ارشاد گرامی ہے کہ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو سے زائد ہو جائے تو اس کا حساب از سر نو شروع کیا جائے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

اونٹوں کی زکوٰۃ کے بارے میں اتنی بات اور جان لیجئے کہ ان کی زکوٰۃ کے طور پر مادہ یعنی اونٹنی یا اس کی قیمت واجب ہوتی ہے جب کہ گائے اور بکری کی زکوٰۃ میں نہ اور مادہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ ان کی زکوٰۃ کے طور پر نہ یا اس کی قیمت اور مادہ یا اس کی قیمت دونوں ہی دیئے جاسکتے ہیں۔

مسالم یکن عندہ بنت مخاض علی وجہا (اور اگر اس کے پاس دینے کے قابل ایک برس کی اونٹنی نہ ہو) ابن مالک نے اس کی وضاحت کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ اس کے تین معنی ہو سکتے ہیں۔ (۱) اس کے پاس سرے سے ایک برس کی اونٹنی موجود ہی نہ (۲) ایک برس کی اونٹنی موجود تو ہو مگر تندرست نہ ہو بلکہ بیمار ہو اس صورت میں بھی گویا وہ نہ ہونے ہی کے درجہ میں ہوگی۔ (۳) ایک برس کی اونٹنی تو موجود ہو مگر اوسط درجہ کی نہ ہو بلکہ نہایت قیمتی اور اعلیٰ درجے کی ہو ملحوظ رہے کہ زکوٰۃ میں اوسط درجہ کا مال دینے کا حکم ہے۔

بہر کیف ان میں سے کوئی صورت ہو اس کا حکم یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسی صورت میں ابن لبون یعنی دو برس کا اونٹ زکوٰۃ کے طور پر دیا جائے گا پھر اس کی وضاحت بھی فرمادی کہ ابن لبون کے ساتھ مزید کچھ لیما دینا واجب نہیں ہے جیسا کہ اونٹنیوں کے بارے میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص پر زکوٰۃ کے طور پر دینے کے لیے دو برس کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس دو برس کی اونٹنی موجود نہ ہو بلکہ تین برس کی اونٹنی ہو تو زکوٰۃ وصول کرنے والا اس سے وہی تین برس کی اونٹنی لے گا مگر وہ زکوٰۃ دینے والے کو دو بکریاں بیس درہم واپس کرے گا تاکہ زکوٰۃ دینے والے کو دو برس کی اونٹنی کی بجائے تین برس کی اونٹنی دینے کی صورت میں نقصان کھاٹا نہ ہو جیسے اس کے برعکس صورت بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر زکوٰۃ دینے والا تین برس کی اونٹنی کی بجائے جو اس پر واجب ہے مگر موجود نہیں ہے دو برس کی اونٹنی دے تو اس کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم مزید دے تاکہ زکوٰۃ کے مال میں نقصان نہ رہ جائے بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ فضیلت تانیف عمر کی زیادتی کا بدل ہو جاتی ہے۔

اگرچہ چارہ نے والی کی قید صرف بکری کے نصاب میں زکوٰۃ میں لگائی گئی ہے لیکن اس کا تعلق ہر جانور سے ہے یعنی خواہ بکری ہو یا اونٹ اور یا گائے ان میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب کہ وہ سال کے اکثر حصے یعنی نصف سال سے زیادہ جنگ میں چریں اگر ان میں سے کوئی بھی جانور ایسا ہو جسے سال کے اکثر حصے میں گھر سے چارہ کھلایا جاتا ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

بکریوں کا نصاب چالیس بیان کیا گیا ہے یعنی اگر چالیس سے کم بکریاں ہوں گی تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی جب چالیس بکریاں ہوں گی تو ایک بکری زکوٰۃ کے طور پر واجب ہو جائے گی اور اگر چالیس سے بھی زائد ہوں تو ایک سو بیس تک ایک ہی بکری واجب رہے گی اسی طرح تین سو تک کی تعداد کے نصاب زکوٰۃ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ جب تعداد تین سو سے تجاوز ہو جائے تو پھر یہ حساب ہوگا کہ ہر سو بکری پر ایک بکری واجب ہوگی یعنی تین سو تک تو تین بکریاں ہوں گی تین سو کے بعد چار سو

بکریاں اس وقت واجب ہوں گی جب کہ تعداد پورے چار سال ہو جائے چنانچہ اکثر ائمہ و علماء کا یہی مسلک ہے لیکن حسن بن صالح کا قول اس بارے میں یہ ہے کہ تین کے بعد اگر ایک بکری بھی زائد ہوگی تو چار بکریاں واجب ہو جائیں گی۔

ولا ذات عوار (اور عیب دار نہ دی جائے) زکوٰۃ میں عیب دار مال نہ لینے کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ پورا مال یا کچھ مال ایسا ہو جس میں کوئی عیب و خرابی نہ ہو اگر پورا ہی مال عیب دار ہو تو پھر اس میں سے اوسط درجے کا دیکھ کر دیا جائے گا۔

زکوٰۃ میں بوک (بکرا) لینے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ بکریوں کے ساتھ بوک افزائش نسل کے لیے رکھا جاتا ہے اگر بوک لے لیا جائے گا تو بکریوں کے مالک کو نقصان ہوگا یا وہ اس کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا یا پھر بوک لینے سے اس لیے منع فرمایا گیا ہے کہ اس کا گوشت بد مزہ اور بدبودار ہوتا ہے۔

مختلف مقامات پر موجود جانوروں کی زکوٰۃ میں فقہ شافعی و حنفی کا اختلاف

ولا یجمع بین متفرق الخ (اور متفرق جانوروں کو یکجا نہ کیا جائے الخ) اس جملے کا مطلب سمجھنے سے پہلے مسئلہ کی حقیقت جان لیجئے تاکہ مفہوم پوری طرح ذہن نشین ہو جائے مسئلہ یہ ہے کہ آیا زکوٰۃ گلہ یعنی مجموعہ پر ہے یا اشخاص یعنی مال کے مالک کا اعتبار ہوتا ہے؟

حضرت امام شافعی تو فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ گلہ کے اعتبار سے دینی ہوتی ہے ان کے ہاں مالک کا اعتبار نہیں ہوتا جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے ہاں گلہ کا اعتبار نہیں ہوتا مالک کا اعتبار ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں مگر وہ بکریاں ایک جگہ یعنی ایک گلہ یوز میں نہیں ہیں بلکہ الگ الگ دو گلوں میں ہیں تو چونکہ امام شافعی کے نزدیک زکوٰۃ گلہ پر واجب ہوتی ہے اس لیے ان کے مسلک کے مطابق ان دونوں گلوں میں سے دو بکریاں وصول کی جائیں گی لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مسلک کے مطابق دونوں گلوں سے ایک ہی بکری وصول کی جائے گی کیونکہ اگرچہ وہ اسی بکریاں دو گلوں میں تقسیم ہیں مگر ملکیت میں چونکہ ایک شخص کی ہیں اس لیے اس حساب کے مطابق کہ چالیس سے ایک سو بیس تک کی تعداد میں ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے اس شخص سے بھی ایک ہی بکری وصول کی جائے گی۔

دوسری مثال یہ ہے کہ دو اشخاص کی اسی بکریاں ہیں جو ایک ہی گلہ میں ہیں تو امام شافعی کے مسلک کے مطابق اس گلہ میں سے ایک ہی بکری لی جائے گی اور امام اعظم ابو حنیفہ کے مسلک کے مطابق اس گلہ میں سے دو بکریاں لی جائیں گی کیونکہ وہ اسی بکریاں اگرچہ ایک ہی گلہ میں ہیں لیکن مالک اس کے دو الگ الگ اشخاص ہیں اور وہ دونوں اتنی اتنی بکریوں (یعنی چالیس چالیس) کے مالک ہیں کہ ان کی الگ الگ تعداد پر ایک بکری واجب ہوتی ہے۔

اس مسئلہ کو ذہن میں رکھ کر اب سمجھئے کہ حدیث کے اس جملے ولا یجمع بین متفرق الخ کا مطلب امام شافعی کے ہاں تو یہ ہے کہ اس ممانعت کا تعلق مالک سے ہے کہ اگر مثال کے طور پر چالیس بکریاں اس کی ہوں اور چالیس بکریاں کسی دوسرے کی ہوں اور یہ دونوں تعداد الگ الگ ہوں تو ان بکریوں کو جو الگ الگ اور متفرق ہیں زکوٰۃ کم کرنے کے لیے یکجا نہ کیا جائے یعنی مالک یہ سوچ کر کہ اگر یہ بکریاں الگ الگ دو گلوں میں ہوں گی تو ان میں سے دو بکریاں دینی ہوں گی اور اگر ان دونوں گلوں کو ملا کر ایک گلہ

کر دیا جائے تو پھر ایک ہی بکری دینی ہوگی ان کو یکجانہ کرے۔

اسی طرح ولا یفروق بین مجتمع اور نہ جانوروں کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے میں اس ممانعت کا تعلق بھی مالک سے ہے کہ مثلاً اگر اس کے پاس بیس بکریاں ہوں جو کسی دوسرے شخص کی بکریوں کے گلے میں ملی ہوئی ہوں تو مالک اپنی ان بکریوں کو اس گلے سے الگ نہ کرے یہ سوچ کر کہ اگر یہ بکریاں اس گلے میں رہیں گی تو زکوٰۃ دینی ہوگی اور اگر ان بکریوں کو اس گلے سے الگ کر دیا جائے تو زکوٰۃ سے بچ جاؤں گا۔

حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس ممانعت کا تعلق ساعی یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے سے ہے کہ وہ زکوٰۃ لینے کے لیے متعلق بکریوں کو یکجانہ کرے مثلاً دو الگ الگ اشخاص کے پاس اتنی اتنی بکریاں ہوں کہ جو علیحدہ علیحدہ توحہ نصاب کو نہ پہنچتی ہوں اور ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوتی ہو جیسے دونوں کے پاس بیس بیس بکریاں ہوں مگر جب دونوں کی بکریاں یکجا ہو جائیں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہو جائے لہذا زکوٰۃ وصول کرنے والے کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ لینے کی وجہ سے ان بکریوں کو یکجا کر دے اسی طرح دوسری ممانعت کا تعلق بھی زکوٰۃ وصول کرنے والے ہی سے ہے کہ زکوٰۃ لینے کے لیے علیحدہ علیحدہ جانوروں کو یکجانہ کرے مثلاً اگر کسی شخص کے پاس اسی بکریاں اس طرح ہوں کہ چالیس تو ایک جگہ ہیں اور چالیس دوسری جگہ ہیں تو زکوٰۃ وصول کرنے والا ان دونوں جگہوں کی بکریوں کو دو الگ الگ نصاب قرار دے کر اس شخص سے دو بکریاں وصول نہ کرے بلکہ دونوں جگہوں کی بکریوں کو ایک ہی نصاب قرار دے اور قاعدہ کے مطابق ایک ہی بکری وصول کرے کیونکہ بکریاں اگر چہ الگ الگ ہیں لیکن ملکیت میں ایک ہی شخص کے ہیں لہذا دونوں جگہ کی مجموعہ بکریوں پر کہ جن کی تعداد اسی ہے ایک ہی بکری واجب ہوگی۔

وماکان من غلیطین (جس نصاب میں دو آدمی شریک ہوں) اس جملے کی وضاحت بھی ایک مسئلہ سمجھ لینے پر موقوف ہے مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً دو سو بکریاں ہیں جس میں دو آدمی شریک ہیں اس حساب سے کہ ایک آدمی کی تو ان میں سے چالیس بکریاں ہیں اور دوسرا آدمی ایک سو ساٹھ بکریوں کا مالک ہے اب سوال یہ ہے کہ ان بکریوں پر زکوٰۃ کے طور پر تو بکریاں واجب ہوں مگر وہ دو بکریاں ان دونوں سے وصول کس حساب سے ہوں گی، ظاہر ہے کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ پہلے شخص پر تو اس کے حصے کے پیش نظر ایک بکری کا دو خمس واجب ہو اور باقی دوسرے شخص پر واجب ہو بلکہ یہ ہوگا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا تو قاعدہ کے مطابق دونوں شخصوں سے ایک ایک بکری وصول کرے گا مگر اس صورت میں پہلے شخص کو نقصان ہوگا کیونکہ ان مشترک بکریوں میں اس کا حصہ صرف چالیس بکریاں ہیں اسے بھی ایک ہی بکری دینی پڑی۔ اور دوسرے شخص نے بھی ایک بکری دی جس کا حصہ ایک سو ساٹھ بکریاں ہیں (اسی کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا تو دونوں سے ایک ایک بکری وصول کرے گا لیکن پھر بعد میں دونوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے حصے کے مطابق حساب کر لیں یعنی پہلا شخص کہ جس کی چالیس بکریاں ہیں دوسرے شخص کہ جس کی ایک سو ساٹھ بکریاں ہیں۔ اپنی دی ہوئی بکری کے تین خمس وصول کرے اس حساب سے چالیس بکریوں کے مالک پر اس کے حصہ کے مطابق دو خمس پڑیں گے اور باقی ایک سو ساٹھ بکریوں کے مالک پر اس کے حصے کے مطابق پڑ جائیں گے۔ چنانچہ ارشاد گرامی فانہما یتراجعان بالسویۃ، (انہیں چاہئے کہ وہ دونوں برابر برابر تقسیم کر لیں) کے یہ معنی ہیں۔

ضأن کے فقہی مفہوم کا بیان

ضأن کا اتنا بڑا بچہ جو چھ ماہ کا ہو لیکن دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو (درمختار یعنی)
ضأن جس کے چمکتی ہو، یہ چمکتی کی قید اس لئے لگائی کہ بکری گائے اور اونٹ کے جذعہ کا استثناء مقصود تھا، بکری کا جذعہ چھ ماہ کا
ہوتا ہے اور گائے کا سال بھر کا اور اونٹ کا چار سال کا، اور "من الثلاثة" کا لفظ جس کا ذکر آگے آ رہا ہے یہ اونٹ اور بقران دونوں
نوعوں کے ساتھ اور اسی طرح اپنی دونوں قسموں کے ساتھ، (رد المحتار میں یعنی)
بعض فقہاء نے بھی تو ضأن کی تعریف "ماله صوف" (جس کے اون ہوں) سے کی ہے۔ جس کے معنی صاف یہی ہوئے کہ
بھیڑ بھی اس میں شامل ہے۔

جی ہاں قہستانی نے یہ تعریف کی ہے۔ "الضأن ما كان من ذوات الصوف والمعز ما كان ذوات الشعر" لیکن اس
کا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں کہ یہ تعریف بالاعم ہے۔ بکری اور بیل سے دنبہ کو ممتاز کرنے کے لئے ہے۔ بھیل سے ممتاز کرنے
کے لئے نہیں (جب اس کی ضرورت ہوئی تو یہ تعریف کیا "ماله الیه" جس کی چمکتی ہو، تاکہ بھیل نکل جائے۔

عبر المجید هكذا او العبارة فی الاصل هكذا الضأن ما كان من ذوات الصوف والمعز من ذوات الشعر
قہستانی مجیب نے یوں تعبیر کیا ہے حالانکہ اصل کتاب میں یوں ہے، ضأن وہ ہے جو اون والا ہو اور معز جو بالوں والا ہو، قہستانی
عبد المنان الاعظمی (جامع الرموز، کتاب الزکوۃ، مکتبہ اسلامیہ کتبہ قاموس ایران)

ہماری اس بات پر قرینہ یہ ہے کہ تعریف میں لفظ من استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں، تو تعریف کی عبارت کا ترجمہ
یہ ہوا ضأن اون والے جانوروں میں سے بعض ہے اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ بکری کی تعریف میں یہی کہا گیا ہے۔ "ما كان ذوات
الشعر" جو بالوں والی ہو۔ تو اگر اس عبارت کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ بکری بال والے جانوروں میں سے بعض ہے تو بیل بھینس
وغیرہ بھی بکری میں شامل ہو جائیں گے، پس اس مجبوری سے جب بکری والی تعریف کو بالاعم قرار دیا جائے تو ضأن والی تعریف کو بھی
تعریف بالاعم قرار دیں (کیونکہ دونوں جملے ساتھ ساتھ ہیں تو دونوں کا حکم یکساں ہونا چاہئے۔

ضأن کی بحث میں فقہی تصریحات کا بیان

انعام کی قربانی مسنون ہے، انعام جو پایہ کو کہتے ہیں، اضیہ کے معنی قربانی ہیں، مطلب یہ ہے کہ ضأن کا چھ ماہہ بچہ، یا سات
ماہہ بچہ کی قربانی مسنون ہے اور ایک سالہ بچہ کی بھی، لیکن اس کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے۔ ضأن ہو کہ معز، اور اونٹ اور بقر کا بھی
بھی قربانی کے لئے جائز ہے۔ اونٹ کا بھی پانچ سالہ اور بقر کا دو سالہ اور شاة کا ایک سالہ۔ اور جذعہ کے لئے ضأن کی قید اس لئے
لگائی کہ بکری چھ ماہہ جائز نہیں، اور ضأن چمکتی والے جانور کو کہتے ہیں اور پر کی عبارت میں ایک جگہ مطلقاً کا لفظ آیا ہے۔ اس کا مطلب
یہ ہے کہ مذکر ہو کہ مؤنث، اور بھینس گائے میں داخل ہے۔ اور شاة میں افضل مادہ نہیں بلکہ زہے۔ دونوں نوعوں کا یہی حکم ہے۔

(مفتاح الجنان شرح شریعۃ الاسلام)

(۱) اور مصنف نے "جامع من الضان" کہا، اور ضان وہ اون والا جانور ہے جس کے چمکتی ہو، ایسا ہی منخ الغفار وغیرہ میں

ہے۔ (تعلق المسجد من عین)

(۲) اور زمینڈہ مادہ سے افضل ہے اور یہ ضان کا مؤنث ہے۔ قاموس۔ (رد المحتار)

(۳) سنہ ہی ذبح کرو۔ یہ نہ ملے تو ضان کا "جذع" اس حدیث کی شرح میں تفصیلات ہیں، ہم مذہب حنفی کے موافق بیان

کرتے ہیں، قربانی کے جانور کی تین نوعیں ہیں، اونٹ، بقر، غنم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور اصحابہ سے ان کے علاوہ

قربانی ثابت نہیں، غنم کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ معز کو قاری میں بڑ کہتے ہیں، اور ضاں کو میش اور جاموس گاؤ میش کا معرب ہے یہ

گائے کی ہی ایک قسم ہے۔ اور ان سب کا منی جائز ہے۔ (امداد المعات)

قرآن میں لفظ ضان کے استعمال کا بیان

لَعَالِيَةً اُزْوَاجٍ مِّنَ الضَّانِّ النَّبِيِّ وَمِنَ الْمَعْزِ النَّبِيِّ

(یہ بڑے چھوٹے چار پائے) آٹھ قسم کے (ہیں) دو (دو) بھیڑوں میں سے اور دو (دو) بکریوں میں سے (یعنی ایک ایک

اور ایک ایک مادہ)۔ (الانعام، ۱۴۳)

انشاء لعلیۃ ازواج (اسی اللہ تعالیٰ نے آٹھ زوج پیدا کیئے) ایک ہی جنس کے نر اور مادہ کو زوج (جوڑا) کہا جاتا ہے اور

ان دونوں کے ایک فرد کو بھی زوج کہہ لیا جاتا ہے کیا ان کہ ہر ایک دوسرے کے لئے زوج ہوتا ہے۔ قرآن میں اس مقام پر بھی

ازواج، افراد ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی افراد اللہ نے پیدا کیئے۔ جو باہم ایک دوسرے کا جوڑا ہیں یہ نہیں کہ زوج کہ بمعنی

جوڑے پیدا کیئے کیونکہ اس طرح تعداد ۸ کے بجائے ۱۶ ہو جائے گی جو آیت کے اگلے حصہ کے مطابق نہیں ہے۔

بہ لعلیۃ سے بدل ہے اور مراد دو قسم نر اور مادہ یعنی بھیڑ سے نر اور مادہ۔ اور بکری سے نر اور مادہ پیدا کیئے (بھیڑ میں ہی ذنبہ

چھتر اٹاٹل ہے)۔

ضان لغوی کے تعین میں فقہی تصریحات کا بیان

اور اگر بطور تنزل ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ اہل لغت کے نزدیک میش کا اطلاق اون والے پر ہوتا ہے تب بھی ہم یہ تسلیم کرنے

کے لئے تیار نہیں کہ اس سے ان کی مراد بھیڑ ہے۔ اسکے بیان کے لئے ہم کو تھوڑی تفصیل میں جانا ہوگا۔

کسی چیز کی تعریف اس کے مساوی لفظ سے بھی کی جاتی ہے۔ جیسے انسان کی تعریف لفظ ناطق سے کی جائے (کہ جن جن

افراد پر انسان دلالت کرتا ہے ناطق بنی اس اس پر دلالت کرتا ہے) اور کبھی تعریف کے لئے معرف سے عام لفظ بھی استعمال

کیا جاتا ہے جیسے السعدانۃ نبت (کہ سعدانہ ایک مخصوص گھاس کا نام ہے) جبکہ نبت ہر گھاس کو کہا جاتا ہے۔ اول الذکر تعریف

کامل ہے اور ثانی ناقص، الغرض تعریف دونوں ہی ہے۔

اگر معزف کو بعض امور سے ممتاز کرنا ہے تو عام لفظ سے بھی تعریف جائز ہے۔ یہاں بھی ضان کا ترجمہ لفظ میش سے کر دیا جس

کا مفہوم اون والا۔ لیکن اس سے اہل لغت کی غرض ضان میں بھیڑ کو شامل کرنے کی نہیں تھی بلکہ ذنبہ کو گائے، بھینس اور بکری سے ممتاز کرنا ہے کہ وہ اون والے جانور نہیں، اور ذنبہ اون والا جانور ہے۔ اور جب ضان کو بھیڑ سے بھی ممتاز کرنا ہوا تو اس کی تعریف چکی والے جانور سے کی۔

اگر ہماری بات کا یہ جواب دیا جائے کہ اہل لغت کے اطلاق کو یہاں تعریف مساوی سے پھیر کر تعریف عام قرار دینا ایک بے دلیل اور ادعائی بات ہے۔ اس لئے قابل تقسیم نہیں ظاہر ہے کہ ان کا منشاء ضان کا ترجمہ پیش کر کے یہی ظاہر کرنا ہے کہ وہی جانور ہے جس کے اون ہوتا ہے چکی ہو یا نہ ہو، اس سے ان کو کوئی غرض نہیں تو لفظ بھیڑ ذنبہ میں شامل ہوئی:

اگر اہل لغت کا مطلب وہی ہے جو آپ کہتے ہیں، لیکن ہمارے لئے حجت اہل لغت کی بات نہیں ہے اہل فقہ کی بات ہے جب وہ ضان کے معنی چکتی والا کہتے ہیں تو وہی مانا جائے گا، اور بھیڑ ذنبہ میں شامل نہ ہوگی۔

رہ گئی یہ بات کہ اہل فقہ اور اہل لغت کے معانی میں اختلاف ہوتا ہے۔ تو اس کی نظیر قربانی کے جانور میں ہی لفظ جذع ہے کہ اہل فقہ چھ ماہ کے بچے کو کہتے ہیں، اہل لغت ایک سالہ بچہ کو، اور مسئلہ کا حل اہل فقہ کے قول پر ہی دیا جاتا ہے۔

(حلی علی شرح الوقایہ، یعنی علی الکفر)

ضأن کے معنی میں چکتی کی قید لگانے والے فقہاء احناف

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ شامی، علامہ طحاوی اور صدر الشریعہ کی تصریحات کے مطابق ضأن اس قید کے ساتھ متعین ہو گیا ہے۔ جس کے بعد متاخرین علماء نے یہ کہا ہے۔

جب فقہاء نے چکتی والا کہہ کر اسی جانور کو متعین کر دیا تو اب ہم کو اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ وہ معنی مجازی ہیں یا حقیقی یا بطور اشتراک۔ (لغة المفہات، باب الاضیاع، ج ۱، ص ۶۰۸، نور پورہ ضویہ نکر)

پس ان نصوص فقہیہ کی روشنی میں ہمارا فیصلہ تو یہی ہے کہ بھیڑ کی قربانی ناجائز ہے۔ اگر دوسری کسی کتاب میں اس کے جواز کا حکم ہو بھی تو احتیاط اس سے بچنے میں ہی ہے کہ عدم جواز کے یہ دلائل قاہرہ ہم نے ظاہر کر دئے۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ ضأن میں چکتی کی قید نہیں ہے لہذا خواہ چکتی ہو یا نہ ہو قربانی جائز ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک بعض متقدمین فقہاء کی قید نہ لگانے کا اعتبار کیا گیا ہے۔ (بہر حال اس مسئلہ کی مکمل تحقیق ہم ان شاء کتاب الاضاحی میں بیان کریں گے)۔ (شرح معجم مسلم، ج ۶، ص ۱۴۴، فرید بک سنال لاہور)

ضأن پر اطلاق زکوٰۃ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت حسن بن زیاد نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جذع کو ضأن سے شمار کیا جائے گا اور حضرت امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے جذع ضأن سے ہے۔ اور معزز اس کو کہتے ہیں جس کو سال مکمل ہو جائے۔ اطلاق نص کی وجہ سے وہ جائز ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ضأن ٹکئی لیا جائے گا خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث ہو۔ اور حضرت امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے جذعہ سے ضأن جائز ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک دونوں سے جائز ہے۔

(البنائہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۵۱، ح ۴۹، ح ۵۱، ح ۵۲)

1806- حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرِ عَبَّادُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاضِي حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَخَّذْ صَدَقَاتِ الْمُسْلِمِينَ عَلَى مِثْلِهِمْ

●● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”مسلمانوں کی زکوٰۃ ان کے پانی پر وصول کی جائے گی (اس سے مراد یہ ہے پالتو جانور کی زکوٰۃ اس وقت وصول کی جائے گی جب وہ پانی پینے کے لیے آئے ہوں گے)۔“

شرح

حوائل، حواہل اور علوفہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے ان کے نزدیک نصوص کے ظواہر ہیں۔ اور ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ حواہل، حواہل اور ہل چلانے والے بیل میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور زکوٰۃ کا سبب وہ مال نامی ہے اور نامی کی دلیل سائمہ یا تجارت کے لئے استعمال کرنا ہے۔ جبکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں پائی جاتی۔ اور علوفہ کو کھلانے کا بوجھ برداشت کرنا ہے لہذا معنی نامیت معدوم ہے اور سائمہ وہ ہے جو سال کے اکثر حصہ میں چرنے کو اکتفاء کرے یہاں تک کہ اگر جانور کو نصف سال یا اکثر سال بائدہ کھلایا ہو تو وہ علوفہ ہے۔ لہذا قلیل اکثر کے تابع ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

زکوٰۃ جانوروں کے بچوں میں عدم زکوٰۃ کے دلائل کا بیان

علامہ ابن محمود الباہر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اونٹ کے بچوں اور گائے کے بچوں میں عدم زکوٰۃ کا حکم نصوص سے ظاہر ہے کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اونٹ کے بچوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گائے کے بچوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بقر مشیرہ میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور یہ مذہب حضرت علی المرتضیٰ، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ کیونکہ وجوب کا سبب مال نامی ہے اور یہ اموال نامی نہیں ہے۔ کیونکہ نموی دلیل سائمہ ہونا ہے۔ یا تجارت کے لئے ان کا شمار ہونا ہے اور ان دونوں میں انتفاء سبب پایا جا رہا ہے اور جب انتفاء سبب پایا جائے تو حکم بھی منتفی ہو جائے گا۔ (عناہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۹۰، ص ۹۱، ص ۹۲)

جن سائمہ جانوروں میں زکوٰۃ واجب ہے اگر ان کے صرف بچے ہوں اور ان بچوں کے ساتھ بڑا جانور ایک بھی نہ ہو تو ان بچوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے یہی صحیح قول ہے اور اگر ان کے ساتھ ایک جانور بھی پوری عمر کا ہوگا تو وہ سب بچے نصاب پورا کرنے

میں اس کے تابع ہو جائیں گے اور ان سب کی تعداد ملا کر نصاب پورا ہونے پر بالا جماع زکوٰۃ واجب ہو جائے گی مگر زکوٰۃ میں بچے نہیں دیئے جائیں گے بلکہ پوری عمر کا بکری دیا جائے گا مثلاً کسی کے پاس بکریوں کے انتالیس بچے ایک سال سے کم عمر کے ہیں ایک بکری ایک سال سے اوپر کی ہے تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی پس اگر وہ ایک سال سے زیادہ عمر کی بکری یا وسط درجہ کی ہے تو وہی لی جائے گی اور اول درجہ کی ہے تو صاحب مالا وسط درجہ کی بکری دے گا اور اگر وہ بکری وسط درجہ سے کم کی ہو تو پھر یہی واجب ہے اسی طرح اونٹوں اور گائے بیلوں میں سمجھ لیجئے، اگر کیچھے جانور واجب ہوں تو اگر بڑوں سے زکوٰۃ پوری نہ ہوتی ہو تو بڑے جانور جو موجود ہیں وہی واجب ہوں گے اور باقی ساقط ہو جائیں گے، چھوٹے جانور ملا کر تعداد پوری نہیں کریں گے۔

جو جانور کام کرتے ہیں مثلاً تل چلاتے اور زمین سیراب کرتے ہیں یا ان پر بوجھ لاداجاتا ہو یا سواری کے لئے ہوں یا نصف سال سے زیادہ گھر پر چارہ کھلایا جاتا ہو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے لیکن گھر پر چارہ کھانے والے جانور اگر تجارت کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ قیمت کے اعتبار سے واجب ہوگی بلکہ سائتمہ بھی اگر تجارت کے لئے ہوں تب بھی اس کی زکوٰۃ قیمت لگا کر دی جائے گی۔

علوفہ و سائتمہ کی تعریف

اگر سال کا اکثر حصہ مفت چر کر گزارا کریں تو سائتمہ کہلاتے ہیں۔ ان پر مقرر شرح سے سال گزرنے پر زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ اگر سال کا اکثر حصہ قیمتی چارہ ڈالا جائے تو علوفہ کہلاتے ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں۔

عوامل و حوامل کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

جو جانور کام کاج کے ہوں اور ضروریات میں استعمال ہوتے ہوں جیسے بیل مل جوتے یا کنویں سے پانی کھینچنے یا بار برداری کے کام لیے ہوں تو اگرچہ ان کی تعداد بقدر نصاب ہی کیوں نہ ہو لیکن ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ یہی حکم اونٹ وغیرہ کے بارے میں بھی ہے چنانچہ حضرت امام اعظم حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے جانوروں میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

علوفہ کی زکوٰۃ میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: علوفہ جانور میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے۔ اور اسی طرح حضرت عطاء، حسن، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، سعید بن جبیر، لیث بن سعد، امام شافعی، امام احمد، ابو ثور، ابو عبیدہ، ابن منذر علیہم الرحمہ کا قول ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے روایت ہے اور قتادہ، مکحول اور امام مالک علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اور ان کی دلیل نص کا ظاہری حکم یعنی ”ان کے اموال سے صدقہ پکڑیں“ ہے۔

ہم احناف اور ہمارے مؤید فقہاء کی دلیل سنن ابوداؤد کی حدیث ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ حوامل، عوامل اور مال چلائے والے بیل میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (البتایہ شرح الہدایہ ۴/۱۸۰، حنائیہ لبنان)

چالیس بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ ہونے کا بیان

1807- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هِنْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةً إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا شَاتَانِ إِلَى مِائَتَيْنِ فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَإِنْ زَادَتْ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ خَشِيَةَ الصَّدَقَةِ وَكُلُّ خَلِيطَيْنِ يَتَرَاكِعَانِ بِالسَّوِيَّةِ وَلَيْسَ لِلْمُصَدِّقِ هَرَمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْمُصَدِّقُ

• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں چالیس بکریوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہو گی، یہ حکم ایک سوہیں تک میں ہے جب ایک بھی زیادہ ہو جائے تو ان میں دو بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم دو سو تک ہے اگر ایک بھی زیادہ ہو جائے تو ان میں تین بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم تین سو تک ہے اگر زیادہ ہو جائیں تو ہر ایک سو بکریوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی۔

(زکوٰۃ سے بچنے کے لیے) اکٹھے مال کو الگ الگ نہیں کیا جائے گا اور الگ الگ مال کو اکٹھے نہیں کیا جائے گا (مشتراک مال میں) دونوں شراکت داروں سے برابری کی بنیاد پر وصولی کی جائے گی۔

زکوٰۃ وصول کرنے والا بوڑھا، کاٹا اور زچانور وصول نہیں کرے گا البتہ اگر زکوٰۃ دینے والا چاہے (تو زچانور ادا کر سکتا ہے)۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي عُمَالِ الصَّدَقَةِ

یہ باب زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین کے بیان میں ہے

1808- حَدَّثَنَا عِمْسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ مِسْنَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ كَمَنْ بَاعَ نَفْسَهُ • حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "زکوٰۃ وصول کرنے میں زیادتی کرنے والا زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی مانند (گناہگار) ہے۔"

1809- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ وَيُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

1807: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1808: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1585 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 646

1809: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2936 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 645

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْعَازِي لِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ
 ﴿﴾ حضرت محمود بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے حق کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے والا اہلکار اللہ کی راہ میں عازی کی طرح شمار ہوتا ہے جب تک وہ اپنے گھر واپس نہیں آ جاتا۔

شرح

حق کے ساتھ کا مطلب یہ ہے کہ عامل چونکہ طلب ثواب اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اس لئے اس کے صدق و اخلاص کی بناء پر اسے عازی کے ثواب کی مانند ثواب عنایت فرمایا جاتا ہے۔

1810- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَادٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ مُوسَى بْنَ جُبَيْرٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحُبَابِ الْأَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَنَسٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ تَدَاكَرَ هُوَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَما الصَّدَقَةَ فَقَالَ عُمَرُ أَلَمْ تَسْمَعْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَذْكُرُ غُلُولَ الصَّدَقَةِ أَنَّهُ مَنْ غَلَّ مِنْهَا بَعِيرًا أَوْ شَاةً أُتِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَحْمِلُهُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَنَسٍ بَلَى
 ﴿﴾ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ ان کی اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بحث ہو گئی جو زکوٰۃ کے بارے میں تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں سنا تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ میں خیانت کرنے والے کا ذکر کیا تھا۔
 (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:)

”جو شخص اس میں سے کسی ایک اونٹ یا ایک بکری کی خیانت کرنے کا تو قیامت کے دن اس شخص کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس نے اس جانور کو اٹھایا ہوا ہوگا۔“

راوی کہتے ہیں: تو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں (میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔)

1811- حَدَّثَنَا أَبُو بَلْدٍ عَبْدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا أَبُو عَتَابٍ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَطَاءٍ مَوْلَى عُمَرَ أَنَّ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اسْتَعْمَلَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا رَجَعَ قِيلَ لَهُ آيِنَ الْمَالُ قَالَ وَلِلْمَالِ أَرْسَلْتَنِي أَخَذْنَاهُ مِنْ حَيْثُ كُنَّا نَأْخُذُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعْنَاهُ حَيْثُ كُنَّا نَضَعُهُ

﴿﴾ ابراہیم بن عطاء بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے بتایا: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کا

1810: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1811: أخرجه ابوداؤد في "المسنن" رقم الحديث: 1625

اہل کار مقرر کیا گیا جب وہ واپس تشریف لائے تو ان سے دریافت کیا گیا مال کہاں ہے تو انہوں نے فرمایا: تم نے مال کے لیے مجھے بیوقوف کیا؟ ہم نے تو اسے اسی طرح وصول کیا جس طرح نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں وصول کیا کرتے تھے اور اسی طرح رکھ دیا (یعنی مستحقین کو دے دیا) جس طرح ہم (نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس) میں اسے رکھا کرتے تھے۔

بَاب: صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ

یہ باب گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے

1812- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بَسَّارٍ عَنْ عِرَافِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي لَوْنِهِ صَدَقَةٌ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

1813- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَجَوَّزْتُ لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ

•• حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں میں نے تمہیں گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے۔

شرح

جب گھوڑے سائتم ہوں خواہ مذکر ہوں یا مؤنث ہوں تو ان کے مالک کو اختیار اگر چاہے تو ہر گھوڑے کی زکوٰۃ ایک دینار دے اور اگر چاہے تو ان کی قیمت شمار کرتے ہوئے ہر دو سو درہم پر پانچ درہم دے۔ یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے اور امام زفر علیہ الرحمہ کا بھی یہی قول ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر اس کے غلام اور اس کے گھوڑے کی زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر سائتم گھوڑے میں ایک دینار یا دس درہم ہیں۔ اور صاحبین کی روایت کردہ حدیث کی تاویل یہ ہے کہ اس سے غازی گھوڑا مراد ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دینایا قیمت کے درمیان اختیار روایت کیا گیا ہے۔

1812: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1463 'ورقم الحديث: 1464' أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2270 'ورقم الحديث: 2272' 'ورقم الحديث: 2273' أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 1094 'ورقم الحديث: 1095' أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 628 'أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 2466 'ورقم الحديث: 2467 'ورقم الحديث: 2468 'ورقم الحديث: 2469 'ورقم الحديث: 2470 'ورقم الحديث:

2471

1813: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

اکیلے مذکر گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ صرف مذکر گھوڑوں سے نسل نہیں بڑھتی۔ اور ایک روایت کے مطابق تباہ گھوڑیوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت کے مطابق یہ بیان کیا گیا ہے کہ صرف گھوڑیوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ کیونکہ گھوڑا ادھار مانگ کر نسل بڑھائی جاسکتی ہے۔ جبکہ گھوڑوں میں ایسا نہیں ہوتا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت صرف گھوڑوں کے بارے میں وجوب زکوٰۃ کا ہے۔ اور خجروں اور گدھوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خجروں اور گدھوں کی زکوٰۃ کے بارے میں مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا۔ اور مقادیر کا ثبوت سائی ہے لیکن جب خچر اور گدھے تجارت کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں زکوٰۃ مالیت سے متعلق ہوگی۔ جیسا کہ دوسرے تجارت کے مالوں میں ہوا کرتا ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

گھوڑوں کی زکوٰۃ میں فقہی اختلاف کا بیان؟

در اصل اس عبارت کے مفہوم کے تعین میں یہ اختلاف اس لیے واقع ہوا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جو جنگل میں چرتے ہیں پھر گھوڑے کا مالک اس بارے میں مختار ہے کہ چاہے تو ان کی زکوٰۃ میں ہر گھوڑے پیچھے ایک دینار دے چاہے ان کی قیمت متعین کر کے ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرے جیسا کہ زکوٰۃ کا حساب ہے۔

حضرت امام شافعی اور صاحبین کے ہاں گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ ان حضرات کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمانوں پر ان کے گھوڑے اور غلام میں صدقہ واجب نہیں ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کی طرف سے دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ ہر گھوڑے پیچھے کہ جو جنگل میں چرے ایک دینار ہے۔ جہاں تک تعین قیمت پر زکوٰۃ کا تعلق ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عمر فاروق سے منقول ہے حضرت شافعی بطور دلیل جو حدیث پیش کرتے ہیں اس کے بارے میں حضرت امام اعظم کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق غازی و مجاہد کے گھوڑے سے ہے اسی طرح غلام سے مراد غلام ہے جو خدمت کے لیے رکھ چھوڑا ہو۔

وہ گھوڑے جو اپنے مالک کے لیے ثواب کا ذریعہ بنتے ہیں اس کی تشریح آپ نے یہ فرمائی کہ اس سے وہ گھوڑے مراد ہیں جسے اس کے مالک نے مسلمانوں کے لیے خدا کی راہ میں باندھا ہے یہاں راہ خدا سے مراد جہاد ہی ہے یعنی اس نے اس مقصد کے لیے گھوڑے پال رکھے ہیں تاکہ جب جہاد کا وقت آئے تو اس پر سوار ہو کر دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہو یا بوقت ضرورت دوسرے مسلمانوں کو دے تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر جہاد کریں۔

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ گھوڑوں کی زکوٰۃ والے مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ اور صاحب "الاسراء" نے بھی اس کو راجع قرار دیا ہے۔ جبکہ شمس الائمہ اور صاحب تحفہ نے امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ اور اس بات پر اجماع کیا ہے کہ امام صاحب گھوڑوں سے جبراً زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم نہیں دیتے۔ اور کتب ستہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ مسلمان کے غلام اور گھوڑے پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ امام مسلم نے یہ زیادہ کیا ہے۔ کہ سوائے فطرانے کے

زکوٰۃ نہیں ہے۔ (فتح القدیر، ج ۳، ص ۲۵، بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۱۳۶۳)

گھوڑوں کی زکوٰۃ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جو جنگل میں چرتے ہیں پھر گھوڑے کا مالک اس بارے میں مختار ہے کہ چاہے تو وہ ان کی زکوٰۃ میں ہر گھوڑے پیچھے ایک دینار دے چاہے ان کی قیمت متعین کر کے ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرے جیسا کہ زکوٰۃ کا حساب ہے۔

اور امام نخعی سے روایت کیا گیا ہے کہ جو روضہ میں ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول بھی یہی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے اس کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور انہوں نے حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے اسی اختیار کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ گھوڑوں کی زکوٰۃ میں لوگوں کا اختلاف ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی لکھتے ہیں: کہ فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ خلفاء راشدین ان سے صدقہ لیتے تھے۔

(الہدایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۲۵، حقانیہ ملتان)

بَابُ: مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ مِنَ الْأَمْوَالِ

یہ باب ہے کہ اموال میں سے کس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟

1814- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَادٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ شَرِيكَ بْنِ أَبِي نَعْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ وَقَالَ لَهُ خُذِ الْحَبَّ مِنَ الْحَبِّ وَالشَّاةَ مِنَ الْغَنَمِ وَالْبَعِيرَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرَةَ مِنَ الْبَقَرِ

•• حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا تو ان سے فرمایا:

”اناج کی زکوٰۃ میں اناج وصول کرنا، بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ میں بھیڑ بکریاں وصول کرنا، اونٹوں کی زکوٰۃ میں اونٹ وصول کرنا اور گائے کی زکوٰۃ میں گائے وصول کرنا۔“

1814: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1599

1815- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ

1815: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ إِنَّمَا مَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ فِي هَذِهِ الْخَمْسَةِ فِي الْحَنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالشَّمْرِ وَالزَّيْتِ وَالذَّرَةِ

•• عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ان پانچ چیزوں میں زکوٰۃ کی ادائیگی کو شرعی حکم قرار دیا ہے۔
”مقدم جو کھجور کشمش، مکئی اور جوار“۔

شرح

شریعت نے چار قسم کے مالوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے (۱) سائہ جانوروں پر (۲) سونے چاندی پر (۳) تجارتی مال پر خواہ وہ کسی قسم کا ہو (۴) کھیتی اور درختوں کی پیداوار پر گو اس چوتھی قسم کو فقہاء زکوٰۃ کے لفظ سے ذکر نہیں کرتے بلکہ اسے عشر کہتے ہیں چنانچہ متفقہ طور پر تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چوبایہ جانوروں یعنی اونٹ گائے، بکری، دنبہ، بھیڑ اور بھینس میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ جانور نر ہو یا مادہ ان کے علاوہ جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ البتہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ واجب ہے اس کی تفصیل اگلے صفحات میں بیان کی گائے کی اسی طرح متفقہ طور پر تمام ائمہ کے نزدیک سونے چاندی اور تجارت کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔ جو چیزیں ایک سال تک قائم نہ رہتی ہوں جیسے گلڑی، کھیرا، خربوزہ اور دوسری ترکاریاں ساگ وغیرہ ان میں دوسرے ائمہ کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ کھجوروں اور کشمش میں زکوٰۃ واجب ہے جب کہ ان کی مقدار پانچ وسق تک ہو پانچ وسق سے کم مقدار میں ان میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کے ہاں ہر اس چیز میں عشر یعنی دسواں حصہ نکالنا واجب ہے جو زمین سے پیدا ہو خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہو لیکن بالنسب، گلڑی اور گھاس میں عشر واجب نہیں ہے اس بارے میں حضرت امام صاحب کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ماخرجة الارض ففیہ العشر۔ زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز میں دسواں حصہ نکالنا واجب ہے۔ زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہونے کے لئے کسی مقدار معین کی شرط نہیں ہے اسی طرح سال گزرنے کی بھی قید نہیں بلکہ جس قدر اور واجب بھی پیداوار ہوگی اسی وقت دسواں حصہ نکالنا واجب ہو جائے گا دوسرے مالوں کے برخلاف کہ ان میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب کہ وہ بقدر نصاب ہوں اور ان پر ایک سال پورا گزر جائے۔

بَابُ: صَدَقَةِ الزَّرُّوعِ وَالشِّمَارِ

یہ باب زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے

1816- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى أَبُو مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا السَّعَارِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْدٍ عَنْ أَبِي ذُهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَعَنْ بُشَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ

ابن ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ الْعُشْرُ وَفِیْمَا سَقَىٰ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ

• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”آسمان (یعنی بارش) اور چشموں کے ذریعے سیراب ہونے والی زمین میں عشر اور مصنوعی طریقوں سے سیراب ہونے والی زمین میں نصف عشر کی ادائیگی لازم ہوگی۔“

1817- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَصْرِيُّ أَبُو جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ

سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْأَنْهَارُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ بَعْلًا الْعُشْرُ وَفِیْمَا سَقَىٰ بِالسَّوَانِي نِصْفُ الْعُشْرِ

• سالم بن عبد اللہ اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جس زمین کو آسمانی پانی یا چشموں کے پانی کے ذریعے سیراب کیا جائے یا وہ سیلابی پانی کی گزرگاہ ہو۔ اس کی پیداوار پر عشر (دسویں حصے) کی ادائیگی لازم ہوگی اور جس زمین کو اونٹوں پر پانی لاکر سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر (پیسویں حصے) کی ادائیگی لازم ہوگی۔

1818- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ عَفَّانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي

النَّجُودِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ وَأَمَرَنِي أَنْ أُحْدِثَ مِمَّا سَقَتِ السَّمَاءُ وَمَا سَقَىٰ بَعْلًا الْعُشْرَ وَمَا سَقَىٰ بِالْكَوَالِي نِصْفَ الْعُشْرِ

قال يحيى بن آدم البعل والعري هو الذي يسقى بماء السماء والعري ما يزرع بالسحاب والمطر خاصة ليس بخصبه إلا ماء المطر والبعل ما كان من الكروم قد ذهبت غروقه في الأرض إلى الماء فلا يحتاج إلى السقي الخمس مئة والست بعثت ترك السقي فهذا البعل والسيل ماء الوادي إذا سأل والفيل سيل دون سيل

• حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہدایت کی کہ جو زمین آسمان سے سیراب ہوتی ہے اور جسے زمین (میں موجود پانی سے) سیراب کیا جاتا ہے اس میں عشر وصول کروں اور جسے آدمی (یعنی مصنوعی طریقے) کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے اس میں نصف عشر وصول کروں۔

یہی بن آدم کہتے ہیں: بعل معری عذی اس سے مراد وہ زمین ہے جسے بارش کے پانی کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے معری بطور خاص اس زمین کو کہا جاتا ہے جسے بارش کے پانی کے ذریعے کاشت کیا جائے وہاں تک صرف بارش کا پانی ہی پہنچ سکتا ہو جبکہ

1817: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 1483 أخرجه ابو داود في "السنن" رقم الحديث: 1596 أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث:

640 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 2487

1818: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

بعل ان بیلوں کو کہا جاتا ہے جن کی جڑیں خود بخود پانی تک پہنچ جاتی ہیں اور پانچ سال تک انہیں سیراب کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے یا چھ سال تک انہیں سیراب کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اس میں بھی یہ احتمال ہوتا ہے آپ سیرابی کو ترک کر دیں تو ایسی زمین کو بعل کہا جاتا ہے جبکہ سیل اس زمین کو کہا جاتا ہے جو نشیبی علاقے میں ہو اور سیلابی پانی کے ذریعے سیراب ہو جبکہ غلیل وہ سیلابی پانی ہوتا ہے جو سیلاب سے کم درجے کا ہو۔

شرح

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا: زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ہو۔ اور اسی طرح خواہ اسے جاری پانی یا بارش کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو۔ جبکہ نرکل، ایندھن اور گھاس میں نہیں۔ اور صاحبین نے کہا عشر صرف ان میں واجب ہے جن کا پھل باقی رہتا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ پانچ وسق ہو جائے۔ اور ایک وسق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع سے ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک سبزیوں میں عشر نہیں ہے۔ یہاں اختلاف دو جگہوں میں ہے۔ (۱) نصاب کی شرط لگانے میں ہے۔ (۲) بقاء کی شرط لگانے میں ہے۔ پہلی صورت میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق سے کم پر صدقہ نہیں ہے۔ (بخاری) لہذا عشر بھی زکوٰۃ ہی ہے۔ پس اس میں ثبوت غناء کے لئے نصاب شرط ہوگا۔ اور حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین نے جو کچھ نکالا ہے اس میں عشر ہے۔ (مسکوٰۃ) اس میں کسی قسم کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ اور صاحبین کی بیان حدیث کی تاویل یہ ہے کہ زکوٰۃ تجارت ہے۔ اس لئے کہ لوگ اوساق کے ساتھ خرید و فروخت کرتے ہیں۔ اور ایک وسق کی قیمت چالیس درہم تھی اور اس میں مالک کا اعتبار نہیں ہے۔ لہذا اس کی صف یعنی غناء کا اعتبار کس طرح کیا جائے؟ اور اسی دلیل کی وجہ سے سال گزرنے کی شرط بھی نہیں ہے۔ اس لئے سال کا گزرتا نمونہ حاصل کرنے کے لئے تھا۔ یہ تو سارے کا سارا نمونہ (بڑھوتی) ہے۔ اور صاحبین کی دلیل دوسری شرط میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ سبزیوں میں صدقہ نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی) اور جب زکوٰۃ کی نفی ہوئی تو عشر ہی متعین ہو گیا۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل وہی حدیث ہے جسے روایت کر چکے ہیں۔ اور صاحبین کی بیان کردہ حدیث اس صدقہ پر محمول ہے جس کو عاشر وصول کرتا ہے۔ اور روایت میں امام اعظم علیہ الرحمہ بھی اسی سے استدلال فرماتے ہیں۔ اور اس دلیل کی وجہ سے بھی زمین سے نمونہ ایسی چیز سے حاصل ہوتا ہے جو باقی رہنے والی ہی نہیں ہے۔ اور سبب بھی یہی یعنی زمین کا نامی ہونا ہے۔ اور اس میں خراج بھی اسی وجہ سے واجب ہے۔ اور ایندھن، نرکل (بانس) کی لکڑی اور گھاس کا حکم تو عرف عام کے مطابق باغات میں نہیں لگائی جاتیں۔ بلکہ ان کو باغات سے اکھاڑا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر مالک اس کو نرکل کا کھیت یا ایندھن کے درختوں کا باغ یا گھاس اگانے ہی جگہ بنالے۔ تو اس میں عشر واجب ہوگا۔ اور یہاں نرکل سے مراد قاری نرکل ہے۔ البتہ گنے اور چراستہ ان دونوں میں عشر واجب ہے۔ کیونکہ ان دونوں سے زمین کی پیداوار مقصود ہوتی ہے۔ بہ خلاف کھجور کی شاخوں اور بھوسے کے کیونکہ ان میں مقصود چھوارہ اور دانہ ہوتا ہے۔ بھوسہ اور شاخیں غیر مقصود ہوتی ہیں۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک عشر کا حکم شرعی

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ سے اختلاف ہے کیونکہ آپ کے نزدیک علی الاطلاق شرعاً واجب ہے اور آپ کا استدلال اس آیت مبارکہ سے ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ (البقرہ، ۲۶۷)

اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو۔ اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا۔ اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے۔ اور تمہیں ملے تو نہ لو گے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے۔ (کنز الایمان)

حضرت امام ابو حنیفہ کے ہاں ہر اس چیز میں عشر یعنی دسواں حصہ نکالنا واجب ہے جو زمین سے پیدا ہو خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہو لیکن بانس، لکڑی اور گھاس میں عشر واجب نہیں ہے اس بارے میں حضرت امام صاحب کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ما اخرجته الارض ففيه العشر۔ زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز میں دسواں حصہ نکالنا واجب ہے۔ زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہونے کے لیے کسی مقدار معین کی شرط نہیں ہے اسی طرح سال گزرنے کی بھی قید نہیں بلکہ جس قدر اور واجب بھی پیداوار ہوگی اسی وقت دسواں حصہ نکالنا واجب ہو جائے گا دوسرے مالوں کے برخلاف کہ ان میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب کہ وہ بقدر نصاب ہوں اور ان پر ایک سال پورا گزر جائے۔

زمین کی پیداوار پر عشر دینے میں فقہی بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس چیز کو آسمان نے یا چشموں نے سیراب کیا ہو یا خود زمین سرسبز و شاداب ہو تو اس میں دسواں حصہ واجب ہوتا ہے اور جس زمین کو بیلوں یا اونٹوں کے ذریعے کنوئیں سے سیراب کیا گیا ہو تو اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ واجب ہے۔ (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ جو زمین بارش سے سیراب کی جاتی ہو یا چشموں، نہروں اور ندی نالوں کے ذریعے اس میں پانی آتا ہو تو ایسی زمین سے جو بھی غلہ وغیرہ پیدا ہوگا اس میں سے دسواں حصہ بطور زکوٰۃ دینا واجب ہوگا۔

عشری اس زمین کو کہتے ہیں جسے عاثر سیراب کیا جائے اور عاثر اس گڑھے کو کہتے ہیں جو زمین پر بطور تالاب کھودا جاتا ہے اس میں سے کھیتوں وغیرہ میں پانی لے جاتے ہیں۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ عشری اس زمین کو کہتے ہیں جو پانی کے قریب ہونے کی وجہ سے ہمیشہ تر و تازہ اور سرسبز و شاداب رہتی ہے۔

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر نے انہیں ان کے والد نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ زمین جسے آسمان (بارش

کا پانی) یا چشمہ سیراب کرتا ہو۔ یا وہ خود بخود نمی سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار سے دسواں حصہ لیا جائے اور وہ زمین جسے کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو تو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ یہ حدیث یعنی عبد اللہ بن عمر کی حدیث کہ جس کھیتی میں آسمان کا پانی دیا جائے دسواں حصہ ہے پہلی حدیث یعنی ابوسعید کی حدیث کی تفسیر ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی کوئی مقدار مذکور نہیں ہے اور اس میں مذکور ہے۔ اور زیادتی قبول کی جاتی ہے۔ اور گول مول حدیث کا حکم صاف صاف حدیث کے موافق لیا جاتا ہے۔ جب اس کا راوی ثقہ ہو۔ جیسے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی۔ لیکن بلال رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ آپ نے نماز (کعبہ میں) پڑھی تھی۔ اس موقع پر بھی بلال رضی اللہ عنہ کی بات قبول کی گئی اور فضل رضی اللہ عنہ کا قول چھوڑ دیا گیا۔

اصول حدیث میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ثقہ اور ضابطہ شخص کی زیادتی مقبول ہے۔ اسی بنا پر ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ زکوٰۃ میں مال کا کون سا حصہ لیا جائے گا یعنی دسواں حصہ یا بیسواں حصہ اس حدیث یعنی ابن عمر کی حدیث میں زیادتی ہے تو یہ زیادتی واجب المقبول ہوگی۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے یہ حدیث یعنی ابوسعید کی حدیث پہلی حدیث یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔ کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نصاب کی مقدار مذکور نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک پیداوار سے دسواں حصہ یا بیسواں حصہ لیے جانے کا اس میں ذکر ہے۔ خواہ پانچ وسق ہو یا اس سے کم ہو۔ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تفصیل ہے کہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ تو یہ زیادتی ہے۔ اور زیادتی ثقہ اور معتبر راوی کی مقبول ہے۔

زمینی پیداوار میں قید وسق میں مذاہب اربعہ

قلعہ اور پھلوں کے نصاب عشر میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک پانچ وسق کو نصاب قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ حضرت امام اعظم کے نزدیک وسق کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ زمینی پیداوار میں جس بھی پھل اور سبزیاں ہیں ان کی مقدار کے مطابق ان میں عشر یا نصف عشر دینا واجب ہے۔ (المغنی، ج ۲، ص ۲۹۷، بیروت)

نصف عشر والی زمینوں کا بیان

جوز میں ڈول، رہٹ یا اونٹنی سے سیراب کی گئی ہو تو اس میں نصف عشر ہے۔ دونوں اقوال کے مطابق یہی حکم ہے کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے۔ اور جس کو دریا یا بارش کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو تو اس میں مشقت تھوڑی ہے۔ اور دریا کے پانی یا کسی بڑے ڈول سے سیراب کیا گیا تو اس میں سال کے اکثر حصے کا اعتبار کریں گے جس طرح سائنہ جانوروں میں سہال کے اکثر کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک ایسی چیزوں میں عشر واجب ہے۔ جو ایک وسق نہیں ہیں جس طرح زعفران اور روئی ہے۔ جب وہ ایسے پانچ او سق کو پہنچ جائے تو ادنیٰ وسق سے ہوں جس طرح ہمارے دور میں جوار ہے۔ اس لئے جب کوئی چیز غیر وسق سے ہو تو اس میں شرعی نصاب کا اندازہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ تو پھر اس کی قیمت کا اندازہ کریں گے۔ جس طرح تجارت کے سامان میں ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس میں عشر واجب ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی پیداوار ایسی نوع سے

ہو جس کا اندازہ کرنا ممکن ہو اور اعلیٰ درجے کے حساب سے پانچ عدد کو پانچ جائے۔ لہذا امام محمد علیہ الرحمہ نے روئی کے اندر پانچ حمل کا اعتبار کیا ہے اور ہر حمل (بڑی گائٹھ) تین سوسن کی ہوتی ہے جبکہ زعفران میں پانچ سوسن کا اعتبار کیا ہے کیونکہ وسق کا اعتبار اسی طرح ہوتا ہے۔ یہی سب سے اعلیٰ حساب ہے جس کے ساتھ اندازہ کیا جاتا ہے۔ (ہدایہ الدین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

جس میں عشر یا عشر کا نصف ہے اس کا بیان

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس (کھیت) میں نہروں اور بارش (کے ذریعے) سے پانی دیا جائے اس میں عشر (یعنی دسواں حصہ) زکوٰۃ ہے اور جو اونٹ لگا کر پٹی جائے اس میں نصف العشر (یعنی بیسواں حصہ زکوٰۃ) فرض ہے (مسلم، ۵۵۳)

عشر یعنی کھیتی اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

۴۔ اگر زمین ایسی ہو جس کو بارش کے پانی نے سیراب کیا ہو یا ندی، نالوں اور نہروں کے جاری پانی سے بغیر آلات کے سیراب ہوئی ہو تو اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے، اور اگر چرس یا رہٹ وغیرہ آلات کے ذریعہ پانی یا نہر یا مول لے کر سیراب کیا ہو تو اس زمین کی پیداوار میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے اگر سال کا کچھ حصہ ندی نالوں وغیرہ سے پانی دیا اور کچھ آلات یعنی چرس اور رہٹ وغیرہ سے دیا تو سال کے نصف سے زیادہ حصہ میں جس طرح پانی دیا جائے گا اس کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر دونوں طرح پر پانی دیا ہو تو بیسواں حصہ واجب ہے کھیتی کے اخراجات مثلاً کام کرنیوالوں کی مزدوری، بیلوں وغیرہ کا خرچہ، نہروں کی کھدائی، محافظ کی اجرت اور بیج وغیرہ اس میں سے وضع نہیں کئے جائیں گے بلکہ ان کو منہا کئے بغیر آمدنی میں سے دسواں یا بیسواں حصہ لیا جائے گا۔

۵۔ خراجی پانی وہ ہے جن پر پہلے کفار کا قبضہ تھا پھر مسلمانوں نے ان پر یمودستی لے لیا ہو اس کے علاوہ سب پانی عشری ہیں، دریاؤں اور بارشوں کا پانی تو عشری ہے ہی کنوئیں اور حشے وغیرہ جن کو اسلام کے غلبہ کے بعد مسلمانوں نے بنایا ہو یا جن کا کچھ حال معلوم نہ ہو وہ سب اسلامی ہوں گیا اور ان کا پانی عشری ہوگا۔

۶۔ اگر کسی شخص نے عشری زمین اجارہ پر دی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک عشر مالک پر واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر واجب ہوگا بعض کے نزدیک صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اور متاخرین کی ایک جماعت نے امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا ہے پس اگر مالک زمین کی پوری اجرت لیتا ہو اور مستاجر کے پاس بہت کم سچے تو امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور عشر مالک زمین سے لیا جائے اور اگر مالک کم اجرت لے اور مستاجر کے پاس زیادہ سچے تو فتویٰ صاحبین کے قول پر دیا جائے اور عشر مستاجر سے لیا جائے۔

۷۔ اگر کسی مسلمان نے زمین مانگ کر زراعت کی تو زمین مانگ کر لینے والے پر عشر واجب ہوگا اور اگر کافر کو زمین مانگی ہوئی دی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک مالک زمین پر عشر واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اس کافر پر عشر واجب ہے امام صاحب سے بھی

ایک روایت میں اسی طرح ہے لیکن امام محمد کے نزدیک ایک عشر واجب ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک دو عشر واجب ہوں گے ۸۔ اگر زمین مزارعت (کھیتی کی شرت) پر دی تو صاحبین کے قول کے بموجب کاشتکار اور زمیندار دونوں پر اپنے حصہ کے مطابق عشر واجب ہوگا اسی پر فتویٰ ہے۔

۹۔ اگر عشری زمین کو کوئی شخص غصب کر کے اس میں کھیتی کرے، پھر اس میں زراعت سے کچھ نقصان نہ ہو تو زمین کے مالک پر عشر واجب نہ ہوگا بلکہ غاصب پر واجب ہوگا اور اگر زراعت سے اس میں نقصان ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک زمین کے مالک پر عشر واجب ہوگا صاحبین کے نزدیک پیداوار میں ہے

۱۰۔ عشری زمین جس میں زراعت تھی اور وہ تیار ہو چکی تھی، اگر اس کو مالک نے مع زراعت کے فروخت یا فقط زراعت بیچی تو بیچنے والے پر عشر واجب ہوگا خریدار پر نہ ہوگا اور اگر زمین بیچی اور زراعت ابھی سبز تھی اگر خریدار نے اس کو اسی وقت جدا کر دیا تو عشر بیچنے والے پر ہوگا اور اگر پکنے تک اس کو رکھا تو عشر خریدار پر واجب ہوگا یعنی اگر صرف کھیتی بیچی اور وہ پک چکی ہے یا ابھی نہیں پکی لیکن خریدار نے مالک زمین کی اجازت سپکنے تک بدستور رہنے دیا تو عشر خریدار پر ہے اور اگر زمین کھیتی کے بغیر بیچی اور اس کو خریدار کے سپرد کر دیا اور فصل کے لئے تین مہینے ابھی باقی ہیں تو عشر خریدار پر ہے ورنہ بائع پر ہے، اور اگر زمین کو کھیتی کے ساتھ بیچا اور وہ کھیتی ابھی چکی (سبز) ہے تو ہر حال میں خریدار پر عشر ہے، اور اگر دانہ بن چکا تھا اور کھیتی پک چکی تھی تو عشر بائع پر ہے اور اگر خریدار نے کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا اور اس نے تیسرے کے ہاتھ بیچ دیا یہاں تک کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو عشر کسی پر لازم نہیں ہوگا۔

۱۱۔ جس زمین کا کوئی مالک نہ ہو یعنی سرکاری زمین ہو اور وہ حکومت کو اس کا محصول دیتے ہوں تو ان پر عشر واجب نہیں ہے۔

۱۲۔ اگر عشری اناج کو بیچا تو صدقہ وصول کرنے والے کو اختیار ہے کہ خریدار سے اس کا عشر لے یا بائع سے لے۔

۱۳۔ عشر کے واجب ہونے کا وقت امام ابو حنیفہ کے نزدیک ۱۱ ہے کہ جب کھیتی اُگ جائے اور پھل ظاہر ہو جائیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک کھیتی یا پھل پکنے کے وقت ہے اور امام محمد کے نزدیک کاٹ کر اور روند کر دانے نکالنے کے وقت ہے (امداد الفتاویٰ میں فتویٰ کے لئے امام ابو یوسف کا قول اختیار کیا گیا ہے) اگر اپنی زمین کا عشر زراعت کرنے سے پہلے یا بیچ بونے کے بعد اگنے سے پہلے ادا کر دیا تو جائز نہیں اور اگر بونے کے بعد ادا کیا تو جائز ہے اگر پھلوں کا عشر پھلوں کے ظاہر ہونے کے بعد دیا تو جائز ہے اور اگر پھلوں کے ظاہر ہونے سے پہلے دیا تو جائز نہیں ہے۔

۱۴۔ اگر عشر ادا کرنے سے پہلے اس کی پیداوار کھائے تو اس کے عشر کا ضامن دیگا عشر جدا کرنے کے بعد باقی مال کا کھانا حلال ہے، اسی طرح اگر کل پیداوار کا عشر ادا کرنے کا ارادہ ہے تب بھی کھانا حلال ہے اور اگر دستور کے موافق تھوڑا سا کھالے تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

۱۵۔ اگر فصل کٹنے کے بعد اس کے فعل کے بغیر کچھ پیداوار تلف یا چوری ہوگئی تو جس قدر باقی ہے اس میں عشر واجب ہوگا ضائع شدہ میں واجب نہیں، اگر سب پیداوار ہلاک ہو جائے تو کل کا عشر ساقط ہو جائے گا، اگر مالک خود ہلاک کر دے تو عشر ضامن ہوگا اور وہ اس کے ذمہ قرض ہو جائے گا اور اگر مالک کے علاوہ کوئی اور شخص ہلاک کر دے تو مالک اس سے ضمان لے گا اور اس میں سے

عشر ادا کریگا۔

۱۶۔ مرتد ہونے سے عشر ساقط ہو جاتا ہے۔ (کیونکہ مرتد واجب القتل ہے)۔

۱۷۔ اگر مالک وصیت کئے بغیر مر جائے تب بھی عشر ساقط ہو جائے گا جبکہ اس نے پیداوار کو خود تلف کر دیا ہو اور اگر کوئی شخص جس پر عشر تھا مر گیا اور اثاث موجود ہے تو اس میں سے عشر لیا جائے گا بخلاف زکوۃ کے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

بَابُ: خَرْصِ النَّخْلِ وَالْعِنَبِ

یہ باب کھجوروں اور انگوروں کا اندازہ لگانے کے بیان میں ہے

1819- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ وَالزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ التَّمَارُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَتَابِ بْنِ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْعَثُ عَلَى النَّاسِ مَنْ يَخْرُصُ عَلَيْهِمْ كُرُومَهُمْ وَلَعَارَهُمْ

﴿﴾ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ لوگوں کے پاس کسی کو بھیجا کرتے تھے جو ان کے انگوروں کی بیلوں اور ان کے پھلوں کا اندازہ لگایا کرتے تھے۔

1820- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَبِي بَرْقَانَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ مِقْسَمِ بْنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ اشْتَرَطَ عَلَيْهِمْ أَنَّ لَهُ الْأَرْضَ وَكُلَّ صَفْرَاءَ وَبَيْضَاءَ يَغْنَى الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَقَالَ لَهُ أَهْلُ خَيْبَرَ نَحْنُ أَعْلَمُ بِالْأَرْضِ فَأَعْطَيْنَاهَا عَلَى أَنْ نَعْمَلَهَا وَنَكُونُ لَنَا نِصْفُ الثَّمَرَةِ وَلَكُمْ نِصْفُهَا فَرَعِمَ أَنَّهُ أَعْطَاهُمْ عَلَى ذَلِكَ فَلَمَّا كَانَ حِينَ يُصْرَمُ النَّخْلُ بَعَثَ إِلَيْهِمْ ابْنَ رَوَاحَةَ فَحَزَرَ النَّخْلَ وَهُوَ الَّذِي يَدْعُوهُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ الْخَرْصَ فَقَالَ فِي ذَا كَذَا وَكَذَا فَقَالُوا اكْشُرْتَ عَلَيْنَا يَا ابْنَ رَوَاحَةَ فَقَالَ قَاتَا أَخْزِرُ النَّخْلَ وَأُعْطِيَكُمْ نِصْفَ الَّذِي قُلْتَ قَالَ فَقَالُوا هَذَا الْحَقُّ وَبِهِ تَقْرَأُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ فَقَالُوا قَدْ رَضِينَا أَنْ نَأْخُذَ بِالَّذِي قُلْتَ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے جب خیبر فتح کیا تھا تو آپ ﷺ نے یہودیوں پر یہ شرط عائد کی خیبر کی زمین نبی کریم ﷺ کی ملکیت ہوگی اور ہر زرد اور سفید چیز یعنی سونا چاندی (نبی کریم ﷺ کی ملکیت ہوں گے)۔

اہل خیبر نے آپ ﷺ کی خدمت میں گزارش کی ہم کھیتی باڑی کے بارے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں تو آپ ﷺ یہ زمین

1819: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1603 'ورقم الحديث: 1604' أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 644 'أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم

الحديث: 2617

1820: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3410 'ورقم الحديث: 3411' 'ورقم الحديث: 3412

ہمیں اس شرط پر دے دیں کہ ہم وہاں کام کریں گے اور اس کی پیداوار کا نصف حصہ ہمیں ملے گا اور نصف آپ ﷺ کو مل جائے گا۔ راوی نے یہ بات بیان کی ہے تو نبی کریم ﷺ نے اس شرط پر وہ زمین انہیں دے دی تھی۔

جب کھجوریں توڑنے کا موسم آتا تھا تو نبی کریم ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھجوا دیتے تھے وہ کھجوروں کا اندازہ لگاتے تھے یہ وہی عمل ہے جس کو اہل مدینہ خرم کا نام دیتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اس درخت میں اتنی اتنی کھجوریں ہوں گی تو وہ یہودی آگے سے کہتے اے ابن رواحہ! آپ نے ہمارے اوپر زیادہ ادائیگی لازم کر دی ہے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر میں کھجوریں اتار لوں گا اور جس نصف کا میں نے کہا ہے وہ تمہیں ادا کر دوں گا راوی کہتے ہیں: تو ان یہودیوں نے کہا یہ وہ حق ہے جس کی وجہ سے آسمان اور زمین قائم ہے پھر ان یہودیوں نے کہا اہم اس سے راضی ہیں ہم وہی چیز وصول کریں گے جو آپ نے کہی ہے۔

بَابُ: النَّهْيُ أَنْ يُخْرِجَ فِي الصَّدَقَةِ شَرًّا مَالِهِ

یہ باب زکوٰۃ میں بر مال دینے کی ممانعت کے بیان میں ہے

1821- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي عَرِيبٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مَرْثَةَ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَلِقَ رَجُلٌ أَقْنَاءَ أَوْ قِنَا وَبِيَدِهِ عَصَا فَجَعَلَ يَطْعُنُ بِذَقْدُقٍ فِي ذَلِكَ الْقِنَا وَيَقُولُ لَوْ شَاءَ رَبُّ هَذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِأَطْيَبِ مِنْهَا إِنَّ رَبَّ هَذِهِ الصَّدَقَةِ يَأْكُلُ الْحَشَفَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

﴿﴾ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو کسی شخص نے ایک گچھ یا شاید چند گچھے لٹکائے ہوئے تھے نبی کریم ﷺ کے دست مبارک میں عصا موجود تھی نبی کریم ﷺ نے تیزی سے وہ اس گچھے پر مارنا شروع کیا اور یہ فرمانے لگے: یہ چیز صدقہ کرنے والا شخص چاہتا تو اس سے زیادہ پاکیزہ چیز بھی صدقہ کر سکتا تھا اس صدقہ کو کرنے والا شخص قیامت کے دن ردی کھجوریں کھائے گا۔

1822- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْقَرِيُّ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرِ عَنْ الشَّيْخِ عَنْ عِدِّي بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ فِي قَوْلِهِ مُبَحَّانَهُ (وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَسْمُمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ) قَالَ نَزَلَتْ فِي الْأَنْصَارِ كَانَتْ الْأَنْصَارُ تُخْرِجُ إِذَا كَانَ جَدَادُ النَّخْلِ مِنْ حَيْطَابِهَا أَقْنَاءَ الْبُسْرِ فَيَعْلَقُونَهُ عَلَى حَبْلٍ بَيْنَ أُسْطَوَاتَيْنِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْكُلُ مِنْهُ فَقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ فَيُعِمُّدُ أَحَدُهُمْ فَيَدْخُلُ قِنَا فِيهِ الْحَشَفُ يَقْنُ أَنَّهُ جَائِزٌ فِي كَثْرَةِ مَا يُوَضَعُ مِنْ

1821: أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 1608 أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 2492

1822: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الْأَنْسَاءِ فَنَزَلَ فِيمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ (وَلَا تَتَّبِعُوا النِّعِيثَ مِنْهُ تَنَفُّوْنَ) يَقُولُ لَا تَعْمِدُوا لِلنَّحْشِ مِنْهُ تَنَفُّوْنَ
(وَلَسْنُمْ بِأَعْدِيهِ إِلَّا أَنْ تَقْمِضُوا فِيهِ) يَقُولُ لَوْ أَهْدَى لَكُمْ مَا قَلْبُتُمُوهُ إِلَّا عَلَى اسْتِحْيَاءٍ مِنْ صَاحِبِهِ غَيْظًا أَنَّهُ
بَقِيَ إِلَيْكُمْ مَا لَمْ يَكُنْ لَكُمْ فِيهِ حَاجَةٌ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هَبْنِي عَنْ صَدَقَائِكُمْ

• حضرت برام بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

”اور ہم نے زمین میں سے تمہارے لیے جو نکالا ہے اس میں سے (خرچ کرو) اور اس میں سے بری چیز کے خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو۔“

حضرت برام بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت کچھ انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب باغات میں سے کھجوریں اتارنے کا موسم آتا تھا تو لوگ کچی کھجوروں کے پچھے نکال لیتے تھے اور انہیں مسجد نبوی میں دوستوں کے درمیان رسی پر لٹکا دیا کرتے تھے مدینہ منورہ کے غریب لوگ ان کھجوروں کو آ کر کھالیا کرتے تھے تو ان میں کسی شخص نے یہ قصد کیا کہ اس میں ایسا کچھا داخل کر دیا جس میں ہلکی قسم کی کھجوریں تھیں اس شخص نے یہ گمان کیا کہ ایسا کرنا جائز ہوگا کیونکہ وہاں بہت سے پچھے رکھے ہوئے ہیں تو جس شخص نے یہ عمل کیا تھا اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

”تم اس میں سے خراب چیز کو خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو۔“

تو اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے تم اس میں سے رومی چیز کا ارادہ نہ کرو کہ تم اسے خرچ کر دو حالانکہ اگر تم نے خود یہ وصول کرنا ہو تو چشم پوشی کرتے ہوئے ایسا کرو گے۔

اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے اگر یہ چیز تمہیں تحفے کے طور پر دی جائے تو تم اسے اسی صورت میں قبول کرو گے جب اس کے مالک سے حیا کرتے ہوئے لیکن درحقیقت ناراض ہوتے ہوئے اسے قبول کرو گے کہ اس نے تمہاری طرف ایسی چیز بھجوائی ہے جس کی اسے خود ضرورت نہیں تھی تو تم لوگ یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری زکوٰۃ سے بے نیاز ہے۔

بَابُ زَكَاةِ الْعَسَلِ

یہ باب شہد کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے

1823- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ

سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ أَبِي سَيَّارَةَ الْمَعْمَرِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي نَحْلًا قَالَ إِذَا الْعُشْرُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ائْتِنِي فَمَعَهَا لِي

• حضرت ابو سیارہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس شہد کی کھیاں ہیں تو

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم عشاء ادا کرو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ وہ جگہ مجھے جاگیر کے طور پر دے دیں تو نبی

کریم ﷺ نے وہ جگہ مجھے جاگیر کے طور پر دے دی۔

1824 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَخَذَ مِنَ الْعَسَلِ الْعُشْرَ

••• عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے شہد میں عشر وصول کیا تھا۔

شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں فقہی اختلاف کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا کہ ہر دس مشک میں ایک مشک بطور زکوٰۃ واجب ہے (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں کلام کیا گیا ہے نیز اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکثر احادیث جو نقل کی جاتی ہیں وہ صحیح نہیں۔

شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے حضرت امام شافعی تو فرماتے ہیں کہ شہد میں زکوٰۃ نہیں ہے مگر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک شہد میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ کم مقدار میں ہو یا زیادہ مقدار میں ہو بشرطیکہ عشری زمین میں نکلا ہو۔ ان کی دلیل یہ ارشاد گرامی ہے کہ زمین کی ہر پیداوار میں عشر ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ شہد کا دسواں حصہ لے کر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور انہوں نے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگل کہ جس کا نام سلبہ تھا وہ میرے واسطے مقرر فرمادیں (تاکہ کوئی دوسرا شخص وہاں سے شہد کا حصہ نہ توڑ سکے) چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ جنگل ان کے واسطے متعین فرمادیا جس وقت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو سفیان بن وصب نے ان کو تحریر فرمایا اور بذریعہ تحریر دریافت فرمایا کہ وہ جنگل بلال رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یا نہ رہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا اگر وہ تجھ کو شہد کا دسواں حصہ ادا کرتے رہیں یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو حصہ ادا کرتے تھے اگر تم کو بھی بلال اسی قدر حصہ ادا کرتے رہیں وہ جنگل بلال کے پاس ہی رہنے دو اور اگر وہ اس قدر حصہ ادا نہ کریں تو بارش کی کھیاں شہد دیتی ہیں جس شخص کا دل چاہے وہ اس کو کھائے۔ (سنن نسائی، کتاب الزکوٰۃ)

شہد کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

حنفی اور حنبلی مذاہب میں شہد میں • افصد زکات واجب ہے، مالکی اور شافعی مذاہب شہد میں زکات کے قائل نہیں ہیں۔

قرضادی تمام مذاہب کے نظریوں کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں شہد مال ہے اور اس کے ذریعہ تجارت کی جاتی ہے لہذا اس میں زکات واجب ہے۔ (عبدالرحمن جزیری، ابن رشد، محمد جواد مغنیہ، الفقہ علی المذاہب الخمسہ)

بَابُ: صَدَقَةِ الْفِطْرِ

یہ باب صدقہ فطر کے بیان میں ہے

1825 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْيَمَنِيُّ أَنَا أَبُو النَّبِيتِ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَقَدْ جَعَلَ النَّاسُ مِنْ ذَلِكَ مَلَكَيْنِ مِنْ جَنَّةٍ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں صدقہ فطر کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ادا کیا جائے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اب لوگوں نے گندم کے دو ہونٹوں کے مساوی قرار دیا ہے۔
شرح

عمرہ بھی رحمانہ فرماتے ہیں کہ صاع (کھانے) سے مراد یہ ہیں جو تین حلقی صاع کہتے ہیں کہ صاع سے گیسوں کے علاوہ دوسرے غے مراد ہیں لہذا اس صورت میں صاع پر اس کے بعد کا عطف خاص ہی العام کی قسم سے ہوگا۔ "قروط" ایک خاص قسم کے "نخ" کہتے تھے یہ نیز اس طرح بنا جاتا تھا کہ وہی کو پڑے میں بند کر لیا دیتے تھے وہی کا تمام پانی ٹپک ٹپک کر گر جاتا تھا وہ اس کا پانی، اندر حصہ "نخ" کی طرح پڑے میں رہ جاتا تھا وہی حصہ "قروط" کہلاتا تھا۔ خشک انور چونکہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں گیسوں کی بات ہے اس لئے اس میں سے صدقہ فطر کے طور پر نصف صاع یعنی ایک کلو ۲۳۳ گرام دینا چاہئے البتہ کہ جین خشک کھجوروں کو چونکہ جوئی، اتد بگھتے ہیں اس لئے ان حضرات کے نزدیک اس میں سے صدقہ فطر کے طور پر ایک صاع یعنی تین کلو ۳۶۶ گرام دینا چاہئے امام حسن رحمہ اللہ نے حضرت امام اعظم کا بھی ایک قول یہی نقل کیا ہے۔

دام سے مراد آدھا صاع ہے کیونکہ ایک مدغم کا وزن چودو چھٹکے کے قریب ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے تین سیر کے برابر ہوتا ہے لہذا صدقہ فطر کے طور پر گیسوں پونے دو سیر یعنی ایک کلو 333 گرام دینا چاہئے چونکہ گیسوں کا آٹا یا گیسوں کا ستو بھی گیسوں کے مثل ہے اس لئے یہ دونوں چیزیں بھی اسی مقدار میں دینی چاہئیں۔

1826 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَفَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرَ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ

1825 - خرید بخاری فی مصححہ رقم الحديث 1507 - خرید سنن ترمذی فی مصححہ رقم الحديث 2278

1826 - خرید بخاری فی مصححہ رقم الحديث 1504 - خرید سنن ترمذی فی مصححہ رقم الحديث 2275 - خرید بیہقی فی "سنن" رقم الحديث

1611 - خرید ترمذی فی "مجموع" رقم الحديث 676 - خرید سنن ترمذی فی "سنن" رقم الحديث 2501, 2502

• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے کھجور میں سے ایک صاع، تو میں سے ایک صاع کی صدقہ فطر کے طور پر ادا کی ہر مسلمان غلام اور آزاد مرد اور عورت نابالغ اور بالغ شخص کے لیے لازم قرار دی ہے۔

صدقہ فطر کے وجوب کی شرعی حیثیت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ہر غلام، آزاد، مرد، عورت اور چھوٹے بڑے پر زکوٰۃ فطر (صدقہ فطر) کے طور پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دیا ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر کے بارے میں یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو عید الفطر کی نماز کے لیے جانے سے پہلے دے دیا جائے۔

(بخاری و مسلم)

صدقہ فطر کے وجوب میں مذاہب اربعہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسلمان مرد و عورت پر خواہ غلام ہو یا آزاد یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر کے طور پر دے، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے نزدیک صدقہ فطر زکوٰۃ کی طرح کا ایک فرض ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب اور امام مالک کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔

(ابوداؤد)

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ کے ہاں سنت مؤکدہ ہے اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مسلک میں واجب ہے حدیث میں مذکور لفظ فرض حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کے نزدیک اپنے ظاہری معنی ہی پر محمول ہے، حضرت امام مالک فرض کے معنی بیان کرتے ہیں مقرر کیا حنفی حضرات فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر چونکہ دلیل قطعی کے ذریعے ثابت نہیں ہے اس لیے صدقہ فطر عمل کے لحاظ سے تو فرض ہی کے برابر ہے لیکن اعتقادی طور پر اسے فرض نہیں کہا جاسکتا جس کا مطلب یہ ہے کہ واجب ہے فرض نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی کے مسلک میں ہر اس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے جو اپنے لیے اور ان لوگوں کے لیے کہ جن کی طرف سے صدقہ فطر دینا اس کے ذمہ ایک دن کا سامان خوراک رکھتا ہو اور وہ بقدر صدقہ فطر اس کی ضرورت سے زائد بھی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ کے مسلک کے مطابق صدقہ فطر اسی شخص پر واجب ہوگا جو غنی ہو یعنی وہ اپنی ضرورت اصلیہ کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر اسباب وغیرہ کا مالک ہو یا اس کے بقدر سونا چاندی اپنی ملکیت میں رکھتا ہو اور قرض سے محفوظ ہو۔

صدقہ فطر کا وجوب عید الفطر کی فجر طلوع ہونے کے وقت ہوتا ہے لہذا جو شخص طلوع فجر سے پہلے مر جائے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اور اسی طرح جو شخص طلوع فجر کے بعد اسلام لائے اور مال پائے یا جو بچہ طلوع فجر کے بعد پیدا ہوا اس پر بھی صدقہ فطر واجب نہیں۔

ایک صاع ساڑھے تین سیر یعنی چودہ اوزان کے مطابق تین کلو گرام ہوتا ہے۔ جو غلام خدمت کے لیے ہو اس کی طرف سے اس کے مالک پر صدقہ فطر دینا واجب ہے ہاں جو غلام تجارت کے لیے ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے اسی طرح

جو غلام بھاگ جائے اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے ہاں جب وہ واپس آ جائے تو اس وقت دینا واجب ہوگا۔
اولاد اگر چھوٹی ہو اور مالدار نہ ہو تو اس کی طرف سے اس کے باپ پر صدقہ فطر دینا واجب ہے ہاں اگر چھوٹی اولاد مالدار ہو تو پھر اس کا صدقہ فطر اس کے باپ پر واجب نہیں ہے بلکہ اس کے مال میں دیا جائے گا۔

بڑی اولاد جس پر دیوانگی طاری ہو اس کا حکم بھی چھوٹی اولاد کی طرح ہے، اسی طرح بڑی اولاد کی طرف سے باپ پر اور بیوی کی طرف سے خاوند پر ان کا صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے ہاں اگر کوئی باپ اپنی ہوشیار اولاد کی طرف سے یا کوئی خاوند اپنی بیوی کی طرف سے ان کا صدقہ ان کی اجازت سے ازراہ احسان و مروت ادا کر دے تو جائز ہوگا۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث میں لفظ من المسلمین لفظ عبد اور اس کے بعد کے الفاظ کا حال واقع ہو رہا ہے لہذا کسی مسلمان پر اپنے کافر غلام کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا۔ مگر صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ غلام کافر کا صدقہ فطر بھی اس کے مسلمان مالک پر واجب ہوتا ہے، انہوں نے اس کے ثبوت میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے جسے ہدایہ یا مرقات میں دیکھا جاسکتا ہے، حنفیہ کے یہاں صاحب ہدایہ ہی کے قول کے مطابق فتویٰ ہے۔ (علم الفقہ)

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ہی ادا کر دینا مستحب ہے اگر کوئی شخص اس سے بھی پہلے خواہ ایک مہینے یا ایک مہینے سے بھی زیادہ پہلے دے دے تو جائز ہے۔ نماز عید کے بعد یا زیادہ تاخیر سے صدقہ فطر ساقط نہیں ہوتا بہر صورت دینا ضروری ہوتا ہے۔

فطرانے کے سبب لغو اعمال کی بخشش ہونے کا بیان

1827- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ سَيَّارِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الصَّدْفِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ فَمَنْ آذَاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ لَيْسَ زَكَاةً مَقْبُولَةً وَمَنْ آذَاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ

•• حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے صدقہ فطر کو روزہ رکھنے والے کے لغو اعمال اور بے حیائی کی باتوں سے پاک کرنے والے اور مسکین کی خوراک کے طور پر لازم قرار دیا ہے جو شخص عید کی نماز سے پہلے اسے ادا کر دیتا ہے تو یہ مقبول صدقہ ہوگا اور جو عید کی نماز کے بعد اسے ادا کرتا ہے تو یہ عام صدقے کی مانند ہوگا۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ صدقہ فطر کو اس لئے واجب کیا گیا ہے تاکہ تفصیلات و کوتاہی اور گناہوں کی وجہ سے روزوں میں جو خلل واقع ہو جائے وہ اس کی وجہ سے جاتا رہے نیز مساکین و غرباء عید کے دن لوگوں کے سامنے دس سوال دراز کرنے سے بچ جائیں اور وہ صدقہ لے کر عید کی مسرتوں اور خوشیوں میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ دارقطنی نے اس روایت کے آخر میں یہ

الفاظ بھی ذکر کئے ہیں کہ "جو شخص صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرے گا اس کا صدقہ مقبول صدقہ ہوگا اور جو شخص نماز عید کے بعد ادا کرے گا تو اس کا وہ صدقہ بس صدقوں میں سے ایک صدقہ ہوگا۔

1828- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مَخْبِرَةَ عَنْ أَبِي عَمَّارٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ قَبْلَ أَنْ تَنْزَلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا نَزَلَتِ الزَّكَاةُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا وَنَحْنُ نَفْعَلُهُ

•• حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ہمیں صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیا پھر جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے نہ تو ہمیں اس کا حکم دیا اور نہ ہی اس سے منع کیا اور نہ ہم ایسا کرتے ہیں:-

1829- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ الْفَرَّاءِ عَنْ عِيَّاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ إِذْ كَانَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ فَلَمْ نَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةُ لَكَانَ فِيمَا كَلَّمَهُ بِهِ النَّاسَ أَنْ قَالَ لَا أَرَى مُلْكَيْنِ مِنْ سَفَرَاءِ الشَّامِ إِلَّا تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ هَذَا فَآخَذَ النَّاسُ بِذَلِكَ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ لَا أَرَأَيْتَ أَنْ تُخْرِجَهُ كَمَا كُنْتَ تُخْرِجُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَدًا مَا عِشْتُ

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے تو ہم صدقہ فطر کے طور پر گندم کا ایک صاع، کھجور کا ایک صاع، جو کا ایک صاع، بنیر کا ایک صاع یا کشمش کا ایک صاع ادا کیا کرتے تھے اور یہی رواج باقی رہا یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ منورہ آئے تو انہوں نے اس بارے میں لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: میں یہ سمجھتا ہوں شام کی گندم کے دو "مد" اس کے ایک صاع کے برابر ہوتے ہیں: تو لوگوں نے ان کے قول کو اختیار کر لیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں تو صدقہ فطر اسی طرح ادا کرتا رہوں گا جس طرح میں نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ادا کیا کرتا تھا اور زندگی بھر ایسا ہی کروں گا۔

1830- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَعْدِ بْنِ عَمَّارٍ الْمُؤَدِّنَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ

1828: أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 2506

1829: أخرجه البخاري في "الصحاح" رقم الحديث: 1505 'ورقم الحديث: 1506 'ورقم الحديث: 1508 'ورقم الحديث: 1510 'أخرجه مسلم في "الصحاح"

رقم الحديث: 2280 'ورقم الحديث: 2281 'ورقم الحديث: 2282 'ورقم الحديث: 2283 'ورقم الحديث: 2284 'أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث:

1616 'ورقم الحديث: 1617 'ورقم الحديث: 1618 'أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 673 'أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 2510 'ورقم

الحديث: 2511 'ورقم الحديث: 2512 'ورقم الحديث: 2513 'ورقم الحديث: 2516 'ورقم الحديث: 2517

1830: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ مُؤَدِّنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ سَلْتٍ

•• حضرت عمر بن سعد رضی اللہ عنہ جو نبی کریم ﷺ کے مؤذن ہیں وہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے صدقہ فطر میں کھجور کا ایک صاع جو کا ایک صاع چھلکے کے بغیر جو کا ایک صاع ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

بَابُ: الْعُشْرِ وَالْخَرَاجِ

یہ باب عشر اور خراج کے بیان میں ہے

1831- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ جُنَيْدٍ الدَّامَغَانِيُّ حَدَّثَنَا عَنَابُ بْنُ زِيَادٍ الْمُرَوَّزِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُبِيرَةَ الْأَزْدِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ حَيَّانِ الْأَعْرَجِ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضَرَمِيِّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْبَحْرَيْنِ أَوْ إِلَى هَجَرَ فَكُنْتُ ابْنِي الْحَانِطَ يَكُونُ بَيْنَ الْإِخْوَةِ يُسَلِّمُ أَخْلَهُمْ فَأَخَذُ مِنْ الْمُسْلِمِ الْعُشْرَ وَمِنَ الْمُشْرِكِ الْخَرَاجَ

•• حضرت علماء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھے ”بحرین“ یا شاید ”حجر“ کی طرف بھیجا تو میں ایک باغ کے پاس آیا جو دو بھائیوں کی مشترکہ ملکیت تھا ان میں سے ایک مسلمان تھا تو میں نے مسلمان سے عشر وصول کیا اور مشرک سے خراج وصول کیا۔

عاشر و عشر کے بارے میں فقہی تصریحات کا بیان

۱. ہیں جسے بادشاہ اسلام نے راستہ پر اس لئے مقرر کیا ہو کہ جو تاجر لوگ مال لے کر گزریں ان سے صدقات وصول کرے اور وہ اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کے عوض میں تاجروں کو چوروں اور ڈاکوؤں سے بچائے اور امن دے پس اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کی حفاظت پر قادر ہو اس لئے بادشاہ ان سے جو مال لیتا ہے وہ ان اموال کی حفاظت کے لئے لیتا ہے۔

۲. عاشر کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ آزاد، مسلمان اور غیر ہاشمی ہو پس عاشر کا غلام اور کافر ہونا درست نہیں ہے، اور ہاشمی کے لئے اگر بادشاہ بیت المال سے کچھ مقرر کر دے یا ہاشمی تبرع کے طور پر اس خدمت کو انجام دے اور اس کا معاوضہ عشر و زکوٰۃ سے نہ لے تو اس کو مقرر کرنا جائز ہے۔

۳. مال دو قسم کا ہوتا ہے اول ظاہر اور وہ مویشی ہیں اور وہ مال ہے جس کو تاجر لے کر عاشر کے پاس سے گزرے دوم اموال باطن ہیں وہ سونا چاندی اور تجارت کا وہ مال ہے جو آبادی میں اپنی جگہوں میں ہو عاشر اموال ظاہر کا صدقہ لیتا اور ان اموال باطن کا صدقہ بھی لیتا ہے جو تاجر کو ساتھ ہوں۔

۴. صدقہ وصول کرنے کی ولایت کے لئے کچھ شرطیں ہیں اول یہ کہ بادشاہ اسلام کی طرف سے چوروں اور ڈاکوؤں سے

حفاظت پائی جائے، دوم یہ کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو، سوم مال کا ظاہر ہونا اور مالک کا موجود ہونا پس اگر مالک موجود ہے اور مال گھر میں ہے تو عاشر اس سے زکوٰۃ نہیں لے گا۔

۵. شرع میں عاشر کا مقرر کرنا جائز و درست ہے حدیث شریف میں جو عاشر کی مذمت آئی ہے وہ اس عاشر کے متعلق ہے جو لوگوں کے مال ظلم سے لیتا ہے۔

۶. اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کے مال کو سال پورا نہیں ہوا، یا یہ کہیکہ اس کے ذمہ قرضہ ہے یا یہ کہے کہ میں نے زکوٰۃ دیدی ہے، یا یہ کہے کہ میں نے دوسرے عاشر کو دیدی ہے اور جس کو وہ دینا بتاتا ہے وہ واقعی عاشر ہے، اگر وہ ان تمام صورتوں میں اپنے بیان پر حلف اٹھائے تو اس کا قول مان لیا جائے گا اور اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ دوسرے عاشر کی رسید دکھائے، اگر سائے جانوروں کے متعلق بیان کرے کہ ان کی زکوٰۃ اس نے اپنے شہر کے فقیروں کو دیدی ہے تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا بلکہ اس سے دوبارہ وصول کی جائے گی خواہ بادشاہ اسلام کو اس کی ادائیگی کا علم بھی ہو کیونکہ یہ اموال ظاہرہ میں سے ہے جس کی زکوٰۃ لینے کا حق بادشاہ ہی کو ہے اس کو خود تقسیم کر دینے کا اختیار نہیں ہے اگر صاحب مال یہ کہے کہ یہ مال تجارت کا نہیں ہو تو اس کا قول مانا جائے گا۔

۷. جن امور میں مسلمانوں کا قول مانا جاتا ہے ذی کفر کا قول بھی مانا جائیگا کیونکہ اس کے مال میں بھی وہ تمام شرطیں پائی جانی ضروری ہیں جو زکوٰۃ میں ہیں اور اس سے زکوٰۃ کا ہی دو چند لیا جاتا ہے لیکن ذی کفر اگر یہ کہے کہ میں نے فقرا کو دیدیا ہے تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا اس لئے کہ اہل ذمہ کے فقرا اس کا مصرف نہیں ہیں اور مسلمانوں میں صرف کرنے کا اس کو اختیار نہیں ہے۔

(۸) کافر حربی کا قول کسی بات میں نہیں مانا جائے گا اور اس سے عشر لیا جائے گا لیکن اگر وہ باندیوں کو ام ولد اور غلاموں کو اپنی اولاد بتائے تو اس کا قول مانا جائے گا کیونکہ نسب جس طرح دارالسلام میں ثابت ہوتا ہے دارالحرب میں بھی ثابت ہوتا ہے اور بیٹے کی ماں ہونا نسب کے تابع ہے اس صورت میں باندی اور غلام مال نہ رہیں گے۔

(۹) عاشر مسلمانوں سے مال کا چالیسواں حصہ لیگا اور ذی کافروں سے مسلمانوں کی نسبت دو گنا یعنی بیسواں حصہ لے گا اور حربی کافروں سے دسواں حصہ لیگا بشرطیکہ ان تینوں میں سے ہر ایک کا مال بقدر نصاب ہو اور کافر بھی مسلمانوں سے خراج لیتے ہیں ذی حربی کافروں سے جو کچھ لیا جائے گا وہ جزیہ کے مصارف میں صرف کیا جائے گا، اگر حربی کافر ہمارے تاجروں سے کم و بیش لیتے ہوں تو ان سے بھی اس قدر لیا جائے اور اگر وہ کچھ نہ لیتے ہوں تو ہم بھی کچھ نہ لیں گے، اگر مسلمانوں کا سارا مال لیتے ہوں تو ان کا بھی سارا مال لیا جائے گا لیکن اس قدر چھوڑ دیا جائے گا کہ جس سے وہ اپنے ملک میں واپس پہنچ جائیں، اور اگر وہ ان کا لینا یا نہ لینا معلوم نہ ہو تو ان سے عشر مذکور یعنی دسواں حصہ ہی لیا جائے گا۔

۱۰. اگر کوئی شخص باغیوں کے عاشر کے پاس سے گزرا اور اس نے عشر لے لیا پھر وہ شخص بادشاہ کے عاشر کے پاس سے گزرا تو اس سے دوبارہ عشر لیا جائے گا کیونکہ باغیوں کے عاشر کے پاس جانا اس کا قصور ہے لیکن بادشاہ کے باغی لوگ کسی شہر پر غالب ہو جائیں اور وہاں کے لوگوں سے چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ لیں یا مال والا شخص ان کے پاس سے گزرنے پر مجبور ہو اور وہ اس سے عشر وصول کر لیں تو اب اس شخص یا ان لوگوں پر کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ بادشاہ نے ان کی حفاظت نہیں کی اور بادشاہ جو مال

لیتا ہے ان کی حفاظت کی وجہ سے لیتا ہے پس قصور اس کا ہے نہ کہ مالوالوں کا اہل حرب کے غالب آنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے جو باغیوں کا بیان ہوا ہے۔

۱۱۔ امانت کے مال میں سے عشر نہیں لیا جائے گا اور اسی طرح مال مضاربیت میں بھی عشر نہیں لیا جائے گا، ماذون غلام کی کمائی میں بھی یہی حکم ہے کہ عشر نہیں لیا جائے گا لیکن ماذون غلام کا آقا اس کے ساتھ ہو تو اس سے عشر لیا جائے گا۔

۱۲۔ اگر کوئی شخص عاشر کے پاس سے ایسی چیز لے کر گزرا جو بہت جلد خراب ہو جاتی ہے مثلاً سبزیاں، دودھ، کھجوریں، تازہ پھل وغیرہ تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے عشر نہیں لیں گے اور صاحبین کے نزدیک عشر لیں گے، لیکن اگر عامل کے ساتھ فقراء ہوں یا اپنے عملہ کے لئے لے لیا تو امام صاحب کے نزدیک یہ بھی جائز ہے اور اگر مالک عشر میں قیمت دیدے تو بھی بالاتفاق لے لیتا جائز ہے۔ (کتب نقاحات)

بَابُ: الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا

یہ باب ہے کہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے

1832- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِيسِيُّ عَنْ إِدْرِيسَ الْأَوْدِيِّ عَنْ عُمَرُو بْنِ مُرَّةٍ عَنْ أَبِي الْبَغْتَرِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

”ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔“

1833- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ اللَّهُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَافٍ وَأَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا

•• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

بَابُ: الصَّدَقَةِ عَلَى ذِي قَرَابَةٍ

یہ باب قریبی رشتہ دار کو صدقہ دینے کے بیان میں ہے

1834- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عُمَرُو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ

1832: أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 1559 'أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 2485

1833: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1834: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1466 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2315 'ورقم الحديث: 2316 'أخرجه الترمذی فی "الجامع"

رقم الحديث: 635 'ورقم الحديث: 636

الْمُصْطَلِقِ ابْنِ أَخِي زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْجُزِي عَنِّي مِنَ الصَّدَقَةِ النَّفَقَةُ عَلَى زَوْجِي وَابْتِئَامٌ فِي حَجْرِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الصَّدَقَةِ وَأَجْرُ الْقَرَابَةِ

•• عمرو بن حارث جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں •• حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا: اگر میں اپنے شوہر پر یا اپنے زیر پرورش یتیم بچوں پر صدقے کا مال خرچ کرتی ہوں تو کیا یہ جائز ہوگا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایسی عورت کو دواجر ملیں گے ایک صدقہ کرنے کا اجر اور ایک رشتہ داری کے حقوق کا خیال رکھنے کا اجر۔

1834 م - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ أَخِي زَيْنَبَ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

•• یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

1835 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ لَقَالَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ عَبْدِ اللَّهِ أَبْجُزِيَنِي مِنَ الصَّدَقَةِ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَلَى زَوْجِي وَهُوَ لَفَقِيرٌ وَبَنِي لِي ابْتِئَامٌ وَأَنَا أَلْفِقُ عَلَيْهِمْ هَكَذَا وَهَكَذَا وَعَلَى كُلِّ حَالٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَكَانَتْ صَنَاعَ الْبَدَنِيِّ

•• سیدہ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کی ہدایت کی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ کہا: کیا میرے لیے یہ صدقہ کرنا جائز ہوگا؟ کہ اگر میں اپنے شوہر کو وہ چیز دے دوں کیونکہ وہ غریب آدمی ہے یا میں اپنے یتیم بچوں کو دے دوں جن پر میں اس طرح خرچ کرتی ہوں اور ہر حال میں خرچ کرتی ہوں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! راوی کہتے ہیں: وہ خاتون کسی کام کی کارگیر تھی۔

شرح

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو ہیبت و عظمت کا ایسا پیکر بنایا تھا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرعوب ہوتے، ڈرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہا تعظیم کرتے تھے اسی وجہ سے کسی کو بھی جرات نہیں ہوتی تھی کہ وہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ جائے اور ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عظمت و ہیبت (نعوذ باللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بد خلقی اور خشونت کی وجہ سے نہیں تھی۔ بلکہ یہ تو اللہ داد تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظمت و ہیبت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تعظیم کا سبب بنایا تھا۔

جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو منع کر دیا تھا کہ وہ ان کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ

بتائیں تو انہیں ان کی اس خواہش کا احترام کرنا چاہئے تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ان سے ان عورتوں کا نام پوچھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بناء پر ان کے لئے یہ ہی ضروری ہو گیا تھا کہ وہ ان کا نام بتادیں چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی۔ یہ حدیث کی وضاحت تھی اب اصل مسئلہ کی طرف آئیے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آیا کوئی عورت اپنے خاوند یا کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ کا مال دے سکتا ہے یا نہیں۔ لہذا اس بارے میں تو بالاتفاق تمام علماء کا یہ مسلک ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ کا مال نہ دے مگر اس کے برعکس صورت میں امام ابوحنیفہ تو یہ فرماتے ہیں کہ کوئی عورت اپنے خاوند کو اپنی زکوٰۃ کا مال نہ دے کیونکہ مرد کے منافع اور مال میں عادتاً اکثر دونوں ہی شریک ہوتے ہیں اس طرح کوئی عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ کا مال دے گی تو اس مال سے خود بھی فائدہ حاصل کرے گی جو جائز نہیں ہوگا۔

صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح مرد کا اپنی بیوی کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اسی طرح بیوی بھی اپنی زکوٰۃ کا مال اپنے خاوند کو دے سکتی ہے ائمہ کے اس اختلاف کی بنا پر کہا جائے گا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس مذکور صدقہ سے صدقہ نفل مراد ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اس سے صدقہ نفل بھی مراد ہو سکتا ہے اور صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ کو بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔

بَابُ: كَرَاهِيَةِ الْمَسْأَلَةِ

یہ باب سوال کرنے کے مانگنے کی کراہت کے بیان میں ہے

1836- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَزْدِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ غُرُوةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَخْبَلَهُ فَيَأْتِيَ الْجَبَلَ فَيُجِءَ بِحُزْمَةٍ حَطَبٍ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَهَا فَيَسْتَفْنِي بِشَمَنِهَا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ

•• حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کسی شخص کا رسی لے کر لکڑیوں کی گٹھڑی اپنی پشت پر رکھ کر اسے فروخت کرنا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں سے مانگنے سے محفوظ رکھے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ شخص لوگوں سے مانگے اور لوگوں کی مرضی ہے کہ وہ اسے دیں یا نہ دیں۔

1837- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ ابْنِ أَبِي ذُئْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَتَقَبَّلُ لِي بِوَاحِدَةٍ وَآتَقَبَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ قُلْتُ أَنَا قَالَ لَا تَسْأَلِ النَّاسَ شَيْئًا قَالَ لَكَ أَنْ ثَوْبَانُ يَقَعُ سَوَطُهُ وَهُوَ رَاكِبٌ فَلَا يَقُولُ لِأَحَدٍ نَآوِلْنِيهِ حَتَّى يَنْزِلَ فَيَأْخُذَهُ

•• حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

1836: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1471، ورم الحديث: 2075، ورم الحديث: 2373

1837: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 2589

”کون شخص ایسا ہے جو مجھے اس بات کی ضمانت دے اور میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا (راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: میں ہوں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم کسی سے کوئی چیز نہ مانگنا۔

(راوی کہتے ہیں: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا یہ عالم تھا کہ اگر ان کی لاشی گر جاتی اور وہ کسی جانور پر سوار ہوتے تھے تو کسی کو یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ مجھے پکڑا دو بلکہ خود سواری سے اتر کر اسے پکڑتے تھے۔

شرح

علماء لکھتے ہیں کہ جس شخص کے پاس ایک دن کے بقدر بھی غذا اور ستر چھپانے کے بقدر کپڑا ہو تو اسے کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرنا چاہئے کیونکہ بغیر ضرورت و حاجت مانگنا حرام ہے ہاں جس شخص کے پاس ایک دن کی بھی غذا اور ستر چھپانے کے بقدر بھی کپڑا نہ ہو تو اس کے لئے دست سوال دراز کرنا حلال ہے جو محتاج و فقیر ایک دن کی غذا کا مالک ہو اور وہ کمانے کی قدرت رکھتا ہو تو اس کے لئے زکوٰۃ لینا تو حلال ہے مگر لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرنا حرام ہے جس مسکین و محتاج کو ایک دن کی غذا بھی میسر نہ ہو اور وہ کمانے کی قدرت بھی نہ رکھتا ہو تو اس کے لئے سوال کرنا حلال ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بغیر ضرورت و احتیاج لوگوں سے مانگنا ممنوع ہے البتہ جو شخص کمانے کی قدرت رکھتا ہو اس کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں۔ چنانچہ زیادہ صحیح قول تو یہ ہے کہ ایسے شخص کہ جو کما کر اپنا گزارہ کر سکتا ہو لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرنا حرام ہے لیکن بعض حضرات مکروہ کہتے ہیں وہ بھی تین شرطوں کے ساتھ۔ اول یہ کہ دست سوال دراز کر کے اپنے آپ کو ذلیل نہ ہونے دے، دوم الحاح یعنی مانگنے میں مبالغہ سے کام نہ لے، سوم یہ کہ جس شخص کے آگے دست سوال دراز کر رہا ہے اسے تکلیف و ایذا نہ پہنچائے اگر ان تین شرطوں میں سے ایک بھی پوری نہ ہو تو پھر سوال کرنا بالاتفاق حرام ہوگا۔

ابن مبارک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جو سائل ”لوجہ اللہ“ کہہ کر سوال کرے تو مجھے اچھا نہیں لگتا کہ اسے کچھ دیا جائے کیونکہ دنیا اور دنیا کی چیزیں کمتر و حقیر ہیں، جب اس نے دنیا کی کسی چیز کے لئے لوجہ اللہ کہہ کر سوال کیا تو گویا اس نے اس چیز (یعنی دنیا) کی تعظیم و توقیر کی جسے اللہ تعالیٰ نے کمتر و حقیر قرار دیا ہے لہذا ایسے شخص کو ازراہ زبرد تنبیہ کچھ نہ دیا جائے اور اگر کوئی شخص یہ کہہ کر سوال کرے کہ بحق اللہ یا بحق محمد دو، تو اسے کچھ دینا واجب نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص اپنی کوئی غلط اور جھوٹی حاجت و ضرورت ظاہر کر کے کسی سے کوئی چیز لے تو وہ اس چیز کا مالک نہیں ہوتا (گویا وہ چیز اس کے حق میں ناجائز و حرام ہوتی ہے) اسی طرح کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ میں سید ہوں اور مجھے فلاں چیز کی یا اتنے روپیہ کی ضرورت ہے اور وہ شخص سائل کو سید سمجھ کر اس کا سوال پورا کر دے مگر حقیقت میں وہ سید نہ ہو تو وہ بھی اس مانگی ہوئی چیز کا مالک نہیں ہوتا جس کے نتیجے میں وہ چیز اس کے حق میں ناجائز و حرام ہوتی ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص کسی سائل کو نیک بخت صالح سمجھ کر کوئی چیز دے دے حالانکہ وہ سائل باطنی طور پر ایسا گنہگار ہے کہ اگر دینے والے کو اس کے گناہ کا پتہ چل جاتا تو اسے وہ چیز نہ دیتا تو اس صورت میں سائل اس چیز کا مالک نہیں ہوتا وہ چیز اس کے لئے حرام ہے اور اس چیز کو اس کے مالک کو واپس کر دینا اس پر واجب ہوگا اگر کوئی شخص کسی کو اس کی بدزبانی یا اس کی

پنل خوری کے مضراثرات سے بچنے کے لئے کوئی چیز دے تو وہ چیز اس کے حق میں حرام ہوگی۔
 اگر کوئی فقیر کسی شخص کے پاس مانگنے کے لئے آئے اور وہ اس کے ہاتھ پیر چومے تاکہ وہ اس کی وجہ سے اس کا سوال پورا کر دے تو یہ مکروہ ہے بلکہ اس شخص کو چاہئے کہ وہ فقیر کو ہاتھ پیر نہ چومنے دے۔ ان سائل اور فقیروں کو کچھ بھی نہ دینا چاہئے جو نفاق، دھول یا ہار موسیّم وغیرہ بجاتے ہوئے دروازوں پر مانگتے پھرتے ہیں اور مطرب یعنی ڈوم تو سب سے بدتر ہے۔

بَابُ: مَنْ سَأَلَ عَنْ ظَهْرِ غَنَى

یہ باب ہے کہ جو شخص خوشحال ہونے کے باوجود مانگے

1838- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكْثُرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرَ جَهَنَّمَ لَنُتَقِلَ مِنْهُ أَوْ لِيُكْثِرَ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص اپنے مال میں اضافے کے لیے لوگوں سے ان کا مال مانگتا ہے تو وہ جہنم کا انگارہ مانگتا ہے اب اس کی مرضی ہے وہ تھوڑا مانگے یا زیادہ مانگے۔“

شرح

اضافہ مال کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی احتیاج و ضرورت کی بناء پر نہیں بلکہ محض اس لئے لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرتا ہے تاکہ اس کا مال زیادہ ہو جائے۔ آگ کے انگارے سے مراد دوزخ کا انگارہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جو اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے نہیں بلکہ محض اضافہ مال کی خاطر کسی سے کچھ مانگتا ہے تو وہ اپنی اس ہوسناکی اور حرص و طمع کی وجہ سے دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ کم یا زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تنبیہ ارشاد فرمایا اس کی وضاحت یہ ہے کہ بلا ضرورت لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلا نا دنیاوی اور اخروی اعتبار سے بہر صورت نقصان دہ اور باعث ذلت و رسوائی ہے خواہ وہ کسی حقیر و کتر چیز کے لئے ہاتھ پھیلائے خواہ کسی قیمتی اور اعلیٰ چیز کے لئے دست سوال دراز کرے۔

1839- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنبَأَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيِّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”خوشحال شخص کے لیے اور طاقتور صحت مند شخص کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔“

بنان کی روٹی قبول کرنے نہ کرنے کے واقعہ کا بیان

ایک سبق آموز واقعہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام احمد رحمہ اللہ بازار گئے اور وہاں سے انہوں نے کچھ سامان خریدا جسے بنان جلال اٹھا کر احمد کے ساتھ ان کے گھر لائے جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں روٹیاں ٹھنڈی ہونے کے لئے کھلی ہوئی رکھی تھیں، حضرت امام نے اپنے صاحبزادے کو حکم دیا کہ ایک روٹی بنان کو دے دیں، صاحبزادے نے جب بنان کو روٹی دی تو انہوں نے انکار کر دیا بنان جب گھر سے باہر نکل گئے اور واپس چل دیے تو امام احمد نے صاحبزادے سے کہا کہ اب ان کے پاس جاؤ اور انہیں روٹی دے دو صاحبزادے نے باہر جا کر بنان کو روٹی دی تو انہوں نے فوراً قبول کر لیا۔

انہیں بڑا تعجب ہوا کہ پہلے تو روٹی لینے سے صاف انکار کر دیا اور اب فوراً قبول کر لیا آخر یہ ماجرا کیا ہے! انہوں نے حضرت امام احمد سے اس کا سبب پوچھا تو امام صاحب نے فرمایا کہ بنان جب گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے کھانے کی ایک عمدہ چیز دیکھی بتقاضائے طبیعت بشری انہیں اس کی خواہش ہوئی اور دل میں اس کی طمع پیدا ہو گئی اس لئے جب تم نے انہیں روٹی دی تو انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنی طمع و خواہش کے تابع بن جائیں انہوں نے روٹی لینے سے انکار کر دیا مگر جب وہ باہر چلے گئے اور روٹی سے قطع نظر کر کے اپنا راستہ پکڑا اور پھر تم نے جا کر وہ روٹی دی تو اب چونکہ وہ روٹی انہیں بغیر طمع و خواہش اور غیر متوقع طریق پر حاصل ہو رہی تھی اس لئے انہوں نے اسے اللہ کی نعمت سمجھ کر فوراً قبول کر لیا۔

مانگنے والے کی قیامت کے دن کی حالت کا بیان

1840- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَتْ مَسْأَلَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ خُذُوشًا أَوْ خُمُوشًا أَوْ كُذُوحًا فَيُنْفَخُ فِيهِ قَبْلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا يُغْنِيهِ قَالَ خُمْسُونَ دِرْهَمًا أَوْ لَيْسَتْهَا مِنَ الذَّهَبِ فَقَالَ رَجُلٌ لِسُفْيَانَ إِنَّ شُعْبَةَ لَا يُحَدِّثُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ سُفْيَانُ قَدْ حَدَّثَنَاهُ زُبَيْدٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ

•• حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

جو شخص کچھ مانگے حالانکہ اس کے پاس وہ چیز موجود ہو جس کی وجہ سے اسے مانگنے کی ضرورت نہ ہو تو قیامت کے دن اس کا یہ معاملہ اس حالت میں آئے گا کہ وہ اس کے چہرے پر ایک زخم کی طرح ہوگا (یہاں روایت کے لفظ میں راوی کو شک ہے) عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ اسے مانگنے کی ضرورت نہ ہونے کی حد کیا ہے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **50 درہم یا ان کی قیمت جتنا سونا۔**

(راوی بیان کرتے ہیں) ایک شخص نے سفیان نامی راوی سے دریافت کیا: شعبہ تو حکیم کے حوالے سے روایت نقل نہیں کرتے آپ نے ان کے حوالے سے یہ روایت کیوں نقل کی ہے؟ تو سفیان نے جواب دیا: یہ حدیث زبیر نامی راوی نے محمد بن عبدالرحمان کے حوالے سے ہمیں سنائی ہے (اور حکیم نے بھی اسی راوی کے حوالے سے یہ روایت ہمیں سنائی ہے)

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر تم سوال ہی کرو تو کم سے کم ایسے شخص سے تو کرو جس پر تمہارا حق بھی ہے اور وہ حاکم یا بادشاہ ہے کہ جس کے تصرف میں بیت المال اور خزانہ ہو تم ان سے اپنا حق مانگو، اگر تم مستحق ہو گے وہ تمہیں بیت المال سے دیں گے۔ عطاء سلطانی کو قبول کرنے کا مسئلہ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ آیا عطاء سلطانی بادشاہ و حاکم کا عطیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ اس بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ اگر بیت المال اور خزانے میں حرام مال زیادہ ہو تو اس میں سے کچھ مانگنا یا اس سے عطیہ سلطانی قبول کرنا حرام ہے اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو پھر حلال ہے۔

اگر کوئی واقعی مجبوری اور ضرورت ہو کہ کسی سے مانگے بغیر چارہ کار نہ ہو مثلاً کسی کا ضامن بن گیا ہو، طوفان و سیلاب کی وجہ سے کھیتی باڑی تباہ ہو گئی ہو یا کسی حادثے و مصیبت کی وجہ سے نوبت فاقوں تک پہنچ گئی تو ایسی صورتوں میں سوال کرنے کی اجازت ہے بلکہ اگر کوئی شخص حالت اضطراری کو پہنچ گیا ہو خواہ وہ اضطراری حالت کپڑے کی طرف سے ہو کہ ستر چھپانے کو کپڑا نہ ہو یا کھانے کی طرف سے ہو کہ شدت بھوک سے جان نکلی جاتی ہو تو پھر ایسی صورت میں کسی سے مانگ کر اپنی اضطراری حالت کو دور کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اس شخص کے لئے بھی سوال کرنا واجب ہوتا ہے جو حج کی استطاعت رکھتا تھا مگر حج نہیں کیا یہاں تک کہ مفلس ہو گیا تو اب اسے چاہئے کہ وہ لوگوں سے سفر خرچ مانگ کر حج کے لئے جائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمیشہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا رہے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں ہوگا کہ اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی نہ ہوگی۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، رقم الحدیث ۳۳۸)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بلا ضرورت محض پیسے کے طور پر بھیک مانگے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھرتے ہیں وہ قیامت کے روز میدان حشر میں ذلیل و رسوا کر کے لائے جائیں گے یا حقیقۃً ان کا یہ حال ہوگا کہ ان کی اس برائی اور غلط فعل کی سزا کے طور پر ان کے منہ پر گوشت نہیں ہوگا اس طرح وہ لوگ میدان حشر میں مخلوق اللہ کے درمیان یہ کہہ کر بے آبرو و رسوا کئے جائیں گے کہ یہ دنیا میں بھیک مانگتے پھرا کرتے تھے، آج انہیں اس کی یہ سزا مل رہی ہے۔

مانگنے کی بہ جائے محنت کرنے کی اہمیت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن انصار میں سے ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کسی چیز کا سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تمہارے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ صرف ایک موٹی

سی کملی ہے جس میں سے کچھ حصہ اوڑھتا ہوں اور کچھ حصہ بچھالیتا ہوں اس کے علاوہ ایک پیالہ بھی ہے جس میں پانی پیتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں چیزوں کو لے آؤ۔ وہ دونوں چیزیں لے کر حاضر ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزیں اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ ان چیزوں کو کون خریدتا ہے ایک شخص نے کہا کہ میں ان دونوں چیزوں کو ایک درہم میں خریدنے کے لئے تیار ہوں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان چیزوں کو ایک درہم سے زیادہ میں کون خریدنے والا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو باتیں بار فرمایا ایک شخص نے کہا کہ میں ان چیزوں کو دو درہم میں خریدتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دونوں چیزیں اس شخص کو دے دیں اور اس سے دو درہم لے کر انصاری کو دیئے اور اس سے فرمایا کہ اس میں سے ایک درہم کا کھانے کا سامان خرید کر اپنے گھر والوں کو دے دو اور دوسرے درہم کی کلباڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ وہ شخص کلباڑی خرید کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلباڑی میں اپنے دس مبارک سے ایک مضبوط لکڑی لگادی اور پھر اس سے فرمایا کہ اسے لے کر جاؤ لکڑیاں کاٹ کر جمع کرو۔

اور انہیں فروخت کرو، اب اس کے بعد میں تمہیں پندرہ دن تک یہاں نہ دیکھوں یعنی اب یہاں نہ رہو جا کر اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ اور محنت کرو چنانچہ وہ شخص چلا گیا اور لکڑیاں جمع کر کے فروخت کرنے لگا کچھ دنوں کے بعد جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا تو کہاں وہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنے آیا تھا درہم اب وہ دس درہم کا مانگتا تھا، اس نے ان درہموں میں سے کچھ کا کپڑا خریدا اور کچھ کا غلہ خریدا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حالت کی اس تبدیلی کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ صورتحال تمہارے لئے بہتر ہے بہ نسبت اس چیز کے کہ کل قیامت کے دن تم اس حالت میں آؤ کہ تمہارے سوال تمہارے منہ پر برے نشان یعنی زخم کی صورت میں ہو۔

اور یہ یاد رکھو کہ صرف تین طرح کے لوگوں کو سوال کرنا مناسب ہے ایک تو اس محتاج کے لئے کہ جس کو مفلسی نے زمین پر گرا دیا ہو دوسرے اس قرض دار کے لئے جو بھاری اور عدم ادائیگی کی صورت میں ذلیل کرنے والے قرض کے بوجھ سے دبا ہوا ہو تیسرے صاحب خون کے لئے جو درد پہنچائے یعنی اس شخص کے لئے جس پر دیت واجب ہو خواہ اس نے خود کسی ناحق خون کیا ہو اور اس کا خون بہا اس کے ذمہ ہو یا کسی دوسرے شخص نے کوئی خون کر دیا ہو اور اس کی دیت اس نے اپنے ذمہ لی ہو مگر اس کی ادائیگی کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کے لئے بھی جائز ہے کہ اس خون بہا کے بقدر کسی سے مانگ کر ادائیگی کر دے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اس روایت کو یوم القیامۃ تک نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: جلد دوم: رقم الحدیث 3419)

بَابُ: مَنْ تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ

یہ باب ہے کہ کس شخص کے لیے صدقہ (وصول کرنا) حلال ہے؟

1841- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ

1841: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 1635، و"ترمذی" رقم الحديث: 1636

ابن سعید بن الخضری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحل الصدقة لغنی الا لخمسة لعامل علیہا او لغازی فی سبیل اللہ او لغنی اشتراہا بمالہ او فقیر تصدق علیہ فافداہا لغنی او غارم

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”کسی خوشحال شخص کے لیے صدقہ وصول کرنا جائز نہیں ہے البتہ پانچ لوگوں کا حکم مختلف ہے وہ شخص جو اس کی وصولی کا نگران ہو وہ شخص جو اللہ کی راہ میں غازی ہو وہ خوشحال شخص جو اپنے مال کے ذریعے اسے خرید لے یا پھر کسی غریب کو یہ صدقے کے طور پر دیا گیا اور وہ کسی خوشحال شخص کو یہ تحفے کے طور پر دیدے یا مقروض شخص۔“

باب: فضل الصدقة

یہ باب صدقہ کرنے کی فضیلت کے بیان میں ہے

1842- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَصَدَّقَ أَحَدٌ بِصَدَقَةٍ مِنْ طَبِّ وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ إِلَّا أَخَذَهَا الرَّحْمَنُ بِيَمِينِهِ وَإِنْ كَانَتْ تَمْرَةً فَتَرَبُّوْهُ فِي كَفِّ الرَّحْمَنِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى حَتَّى تَكُونَ أَكْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ وَيُرْتَبِيهَا لَهُ كَمَا يُرْتَبِي أَحَدُكُمْ فَلَوْهُ أَوْ فَصِيلَةٌ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص پاکیزہ کمائی میں سے بھور جتنا صدقہ کرے دے اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس چیز کو اپنے دائیں ہاتھ میں رکھ لیتا ہے اور پھر اس کرنے والے کے لیے اس چیز کو بڑھاتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ سے بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جیسے کوئی شخص اپنے چمڑے کو پالتا ہے۔

شرح

کسب کے معنی ہیں جمع کرنا "کسب طیب" سے مراد وہ مال ہے جسے حلال ذریعوں سے جمع کیا جائے یعنی شرعی اصولوں کے تحت ہونے والی تجارت و صنعت و زراعت و ملازمت اور وراثت یا حصہ میں حاصل ہونے والا مال۔ "ولا يقبل الله الا الطيب" (اللہ تعالیٰ صرف حلال مال قبول کرتا ہے) میں اسی طرف اشارہ ہے کہ بارگاہ الوہیت میں صرف وہی صدقہ قبول ہوتا ہے جو حلال مال کا ہو، غیر حلال مال قبول نہیں ہوتا نیز اس سے یہ نکتہ بھی پیدا ہوا کہ حلال مال اچھی اور نیک جگہ ہی خرچ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جانے والا حلال مال بارگاہ الوہیت میں کمال قبول کو پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ حلال مال خرچ کرنے والے سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اسی مفہوم کو یہاں "دائیں سے لینے" سے اس لئے محاورہ اور عرفاً تعبیر کیا گیا ہے کہ پسندیدہ اور محبوب چیز دائیں ہاتھ ہی سے لی جاتی ہے۔ "پالتا" ہے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صدقے

1842: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1410 'ورقم الحديث: 7430' أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2339 'أخرجه الترمذی فی "المجامع"

رقم الحديث: 661 'أخرجه الترمذی فی "المستدرک" رقم الحديث: 2524

کے ثواب کو بڑھاتا جاتا ہے تاکہ وہ قیامت کے روز میزان عمل میں گراں ثابت ہو۔

1843- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَوِيْشَةَ عَنْ عِدِيٍّ ابْنِ حَالِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ نُرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ أَمَامَهُ فَيَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ وَيَنْظُرُ عَنْ أَيْمَنْ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَ وَبَيْنَهُ النَّارُ وَلَا يَرَى إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَ فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَّقِيَ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ

•• حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تم میں سے ہر ایک شخص کے ساتھ اس کا پروردگار عنقریب کلام کرے گا یوں کہ اس شخص کے اور پروردگار کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا وہ شخص اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے سامنے آگ نظر آئے گی وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اسے صرف وہی چیز نظر آئے گی جو اس نے آگے بھیجی تھی وہ اپنے بائیں طرف دیکھے گا تو اسے وہی چیز نظر آئے گی جو اس نے اپنے آگے دیکھی تھی (یعنی اس نے جو صدقہ کیا تھا وہی جہنم سے بچانے کے لیے وہاں موجود ہوگا)۔“

(نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں)

”تو تم میں ہر شخص جہاں تک ہو سکے آگ سے بچنے کی کوشش کرے اگر وہ نصف کھجور کے ذریعے ایسا کر سکتا ہو تو ایسا ہی کرے۔“

1844- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سَبْرٍ عَنْ الرَّبَابِ أُمِّ الرَّاحِ بِنْتِ صُلَيْعٍ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةُ عَلَى الْمُسْكِينِ صَدَقَةٌ وَعَلَى ذِي الْقَرَابَةِ اثْنَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ

•• حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”مسکین کو صدقہ کرنا صرف صدقہ کرنا ہے اور قرابی رشتے دار کو صدقہ کرنے میں دو پہلو ہیں صدقہ کرنا اور صلہ رحمی کرنا۔“

شرح

ایک سبق آموز حکایت حدیث بالا کی روشنی میں جو یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ حلال مال اچھی جگہ ہی خرچ ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک سبق آموز حکایت سنیے شیخ علی متقی عارف باللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک متقی و صالح شخص کسب معاش کرتے تھے اور ان کا معمول تھا کہ جو کچھ کماتے پہلے تو اس میں ایک تہائی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے پھر ایک تہائی اپنی ضروریات پر صرف کرتے اور ایک تہائی اپنی کسب معاش کے ذریعے میں لگا دیتے ایک دن ان کے پاس ایک دنیا دار شخص آیا اور کہنے لگا کہ شیخ! میں چاہتا ہوں کہ کچھ مال اللہ کی راہ میں خرچ کروں، لہذا آپ مجھے کسی مستحق کا پتہ دیجیے انہوں نے کہا پہلے تو حلال مال حاصل کرو اور پھر اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو، وہ مستحق شخص ہی کے پاس پہنچے گا۔

دنیا دار شخص نے اسے مبالغہ پر محمول کیا، شیخ نے کہا اچھا تم جاؤ تمہیں جو شخص بھی ایسا ملے جس کے تمہارے دل میں جذبہ رحم

پیدا ہوا سے صدقہ کا مال دے دینا، چنانچہ وہ شخص جب شیخ کے پاس سے اٹھ کر آیا تو اس نے ایک بوڑھے اندھے کو دیکھا جس کے لئے اس کے دل میں جذبہ ترحم پیدا ہوا اور یہ سمجھ کر کہ صدقہ کے مال کا اس بے چارے سے زیادہ کون مستحق ہو سکتا ہے؟ اپنے کمائے ہوئے مال میں سے اسے کچھ حصہ خیرات کر دیا۔

جب دوسرے دن وہ ضعیف و ناتواں شخص کے پاس سے گزرا تو اس نے سنا کہ وہ اپنے پاس کھڑے ہوئے ایک دوسرے شخص سے کل کا واقعہ بیان کر رہا تھا کہ کل میرے پاس سے ایک مالدار شخص گزرا اس نے مجھ پر ترس کھا کر اتنا مال مجھے دیا جسے میں نے فلاں بدکار شخص کے ساتھ شراب نوشی میں لٹا دیا۔ وہ دنیا دار یہ سنتے ہی شیخ کے پاس آیا اور ان سے پورا ماجرا بیان کیا، شیخ نے یہ واقعہ سن کر اپنی کمائی میں سے ایک درہم اسے دیا اور کہا کہ اسے رکھو اور یہاں سے نکلتے ہی سب سے پہلے تمہاری نظر جس پر پڑے اسے یہ درہم بطور خیرات دے دینا چنانچہ وہ شیخ کا دیا ہوا درہم لے کر گھر سے باہر نکلا تو اس کی نظر سب سے پہلے ایک اچھے شخص پر پڑی جو بظاہر کھانا پیتا معلوم ہو رہا تھا پہلے تو وہ دیتے ہوئے جھجکا مگر چونکہ شیخ کا حکم تھا اس لئے مجبوراً وہ درہم اس شخص کو دے دیا۔ اس شخص نے وہ درہم لے لیا اور اپنے پیچھے مڑ کر چل دیا، اس کے ساتھ ساتھ وہ مالدار بھی چلا اس نے دیکھا وہ شخص ایک کھنڈر میں داخل ہوا اور وہاں سے دوسری طرف نکل کر شہر راہ پکڑی، مالدار بھی اس کے پیچھے کھنڈر میں داخل ہوا وہاں اسے کوئی چیز نظر نہ آئی البتہ اس نے ایک مراہو اکبوتر دیکھا وہ پھر اس شخص کے پیچھے پیچھے ہو لیا، پھر اسے قسم دے کر پوچھا کہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور کس حال میں ہو؟

اس نے کہا کہ میں ایک غریب انسان ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں وہ بہت بھوکے تھے جب مجھ سے ان کی بھوک کی شدت نہ دیکھی گئی اور انتہائی اضطراب و پریشانی کے عالم میں میں ان کے لئے کچھ انتظام کرنے کی خاطر گھر سے نکل کھڑا ہوا تو میں سرگرداں پھر رہا تھا کہ مجھے یہ مراہو اکبوتر نظر آیا مرنے کی مانند کرتا؟ میں نے یہ کیوتر اٹھا لیا اور اسے لے کر اپنے گھر کی طرف چلا تا کہ اس کے ذریعے بھوک سے بلکتے بچوں کو کچھ تسکین دلاؤں مگر جب اللہ نے تمہارے ذریعے یہ درہم مجھے عنایت فرما دیا تو یہ کیوتر جہاں سے اٹھایا تھا وہیں پھینک دیا۔ اب اس مالدار کی آنکھ کھلی اور اسے معلوم ہوا کہ شیخ کا وہ قول مبالغہ پر محمول نہیں تھا بلکہ حقیقت یہی ہے کہ حلال مال اچھی جگہ اور حرام مال بری جگہ خرچ ہوتا ہے۔

کتاب النکاح

یہ کتاب نکاح کے بیان میں ہے

نکاح کے معنی و مفہوم کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: نکاح کے لغوی معنی ہیں جمع کرنا لیکن اس لفظ کا اطلاق مجامعت کرنے اور عقد کے معنی پر بھی ہوتا ہے کیونکہ مجامعت اور عقد دونوں ہی میں جمع ہونا اور ملنا پایا جاتا ہے لہذا اصول فقہ میں نکاح کے یہی معنی یعنی جمع ہونا بمعنی مجامعت کرنا مراد لینا چاہئے بشرطیکہ ایسا کوئی قرینہ نہ ہو جو اس معنی کے خلاف دلالت کرتا ہو۔

علماء فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس خاص عقد و معاہدہ کو کہتے ہیں جو مرد و عورت کے درمیان ہوتا ہے اور جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ نکاح کا لغوی معنی جمع کرنا اور ملنا ہے۔ جیسے عربی کی ضرب المثل ہے۔ انکعنا الفریسی فسئری۔ یعنی ہم نے مذکر نیل گائے اور مؤنث نیل گائے کا ملاپ کر دیا ہے اور اب ہم دیکھیں گے کہ ان کے ہاں کیا پیدا ہوتا ہے۔ یہ ضرب المثل ان لوگوں کے لئے بیان کی جاتی ہے جو کسی معاملے پر اکٹھے ہو جائیں اور انہیں یہ سمجھ نہ آ رہا ہو کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟

لفظ ”نکاح“، وطی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے کیونکہ اس میں ”ملانے“ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ البتہ مجازی طور پر یہ لفظ ”عقد“ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لفظ نکاح عقد کے معنی میں استعمال ہونے کی مثال قرآن میں یہ ہے:

”فَالْيَكُحُوهُنَّ بِأَذْنِ أَهْلِهِنَّ“ (النساء: ۲۵)

”یعنی تم ان خواتین کے گھر والوں کی اجازت سے ان کے ساتھ عقد نکاح کرو“۔ لفظ نکاح کے وطی کے معنی میں استعمال ہونے کی مثال قرآن میں یہ ہے: ”حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ“ (النساء: ۶)

”یہاں تک کہ وہ لوگ نکاح (کی عمر) تک پہنچ جائیں“۔ یہاں اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ نکاح سے مراد وطی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ”شرح اسیب جابی“ میں یہ بات تحریر ہے۔ لغت میں نکاح کا مطلب مطلق جمع (اکٹھے کرنا) ہے۔ جبکہ شریعت میں مخصوص شرائط کے ہمراہ کیا جانے والا عقد ”نکاح“ کہلاتا ہے۔

(البنائۃ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۳، حقانیہ لبنان)

فخر الاسلام فرماتے ہیں: نکاح شرعی عقد کو کہتے ہیں اور اس کے ذریعے وطی مراد لی جاتی ہے۔ زیادہ صحیح رائے یہ ہے: اس سے مراد حقیقت میں وطی ہوتی ہے کیونکہ وطی کرنے میں ضم کرنے کا مفہوم حقیقت کے اعتبار سے پایا جاتا ہے جبکہ مجازی طور پر اس سے

مراد عقد ہوگا۔ نکاح سے مراد حقیقت میں عقد نہیں لیا جاسکتا کیونکہ اس صورت میں لفظ نکاح کو وہی اور عقد دونوں معانی کے لیے مشترک ماننا پڑے گا اور یہ بات اصل کے خلاف ہے۔

تعریف نکاح میں مذاہب اربعہ

علامہ عبد الرحمن جزیری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: فقہاء احناف میں بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ایک شخص کو کسی کی ذات سے حصول نفع کا مالک بنادینا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے وہ خاص شخص صرف مخصوص عضو سے نفع حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے۔ بعض فقہاء احناف نے یہ لکھا ہے کہ کسی شخص کو ملکہ متعہ کا مالک بنادینا نکاح ہے۔ جبکہ بعض نے کہا ہے کہ نکاح صرف عضو خاص نہیں بلکہ جسم کے تمام اعضاء سے نفع حاصل کرنے کے لئے ہے۔

فقہاء شوافع میں بعض نے نکاح کی تعریف یوں کی ہے کہ نکاح ایک معاملہ ہے جس میں نکاح یا تزویج یا اس کے ہم معنی لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس سے مباشرت کی ملکیت حاصل ہو اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص لذت معلومہ سے نفع حاصل کرے۔

فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ نکاح ایک محض جنسی لذت کے لئے ایک معاملہ ہے جو حصول لذت سے پہلے گواہوں کی موجودگی میں کیا جاتا ہے۔ اور اس کام کی قیمت واجب الادا نہیں ہوتی۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ نکاح منفعت استمتاع کے لئے ایک معاملہ ہے جس میں انکاح یا تزویج کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور استمتاع سے مراد فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ مرد کا خود نفع حاصل کرنا ہے۔ (مذاہب اربعہ، ج ۳، ص ۴۲، اوقاف پنجاب)

قرآن کی روشنی میں نکاح کی اہمیت کا بیان

(۱) وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِمَّا مَثَلْتُمْ وَلَكُمْ رُبْعٌ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةٌ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا

(النساء ۳)

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو، دو اور تین، تین اور چار، چار پھر اگر ڈر ہو کہ دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ (کنز الایمان)

(۲) وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوا الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَلَا تَنْسُوا

الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (البقرہ ۲۳۵)

اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا مہر تھا اس کا آدھا واجب ہے

مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں۔ یا وہ زیادہ دے۔ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مرد تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بھلا نہ دو بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(۳) وَابْتَئِلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهَدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

حَسِيبًا (النساء: ۶)

اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہیں سپرد کر دو اور انہیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو وہ بختار ہے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھائے پھر جب تم ان کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کر لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو۔

احادیث کی روشنی میں نکاح کی اہمیت کا بیان

(۱) امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے اس کے دین اس کے مال اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے لہذا تم دیندار عورت کو نکاح کے لیے اختیار کرو۔ پھر فرمایا کہ تمہارے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ اس باب میں عوف بن مالک، عائشہ، عبد اللہ بن عمر، اور ابوسعید سے بھی روایت ہے کہ حدیث جابر حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۱۰۷۶، مرفوع)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شادی کے لئے عورت کی چار باتیں دیکھی جاتی ہیں، مال، نسب، خوبصورتی، دین، تجھے دیندار کو حاصل کرنا چاہئے (اگر تو نہ مانے) تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں گے۔ (صحیح بخاری، ج ۳، رقم الحدیث: ۸۲)

(۳) امام بخاری و مسلم اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جوانوں کے گروہ! تم میں سے جو شخص مجامعت کے لوازمات (یعنی بیوی بچوں کا نفقہ اور مہر ادا کرنے) کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ نکاح کر لے کیونکہ نکاح کرنا نظر کو بہت چھپاتا ہے اور شرم گاہ کو بہت محفوظ رکھتا ہے (یعنی نکاح کر لینے سے اجنبی عورت کی طرف نظر مائل نہیں ہوتی اور انسان حرام کاری سے بچتا ہے) اور جو شخص جماع کے لوازمات کی استطاعت نہ رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ رکھنا اس کے لئے خفی کرنے کا قاعدہ دے گا (یعنی جس طرح خفی ہو جانے سے جنسی ہیجان ختم ہو جاتا ہے اسی طرح روزہ رکھنے سے بھی جنسی ہیجان ختم ہو جاتا ہے) (بخاری و مسلم)

اس خطاب عام کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانوں کو نکاح کی ترغیب دلاتے ہوئے نکاح کے دو بڑے فائدے ظاہر فرمائے ہیں ایک تو یہ کہ انسان نکاح کرنے سے اجنبی عورتوں کی طرف نظر بازی سے بچتا ہے اور دوسری طرف حرام کام سے

منقول رہتا ہے۔

(۴) امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں، حیا کرنا، عطر لگانا، مسواک کرنا، اور نکاح کرنا۔ اس باب میں حضرت عثمان، ثوبان، ابن مسعود، عائشہ، عبد اللہ بن عمر، جابر، اور عکاف سے بھی روایت ہے حدیث ابی یوب حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۰۷۸، مرفوع)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین و اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کرو اگر ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بہت فساد ہوگا۔

(جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۰۸۴، مرفوع)

(۶) حضرت ابو حاتم مزی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کرو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فساد ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وہ مفلس ہی کیوں نہ ہو۔ فرمایا اگر اس کی دینداری اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو اسی سے نکاح کرو۔ یہی الفاظ تین مرتبہ فرمائے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۰۸۵، مرفوع)

اہل فقہ کے نزدیک نکاح کی اہمیت کا بیان

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔

علامہ حنفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: لیس لنا عبادة شرعت من عهد آدم عليه السلام الى

الآن ثم تستمر في الجنة الا النكاح والايمان (درمکار کتاب النکاح)

”کوئی عبادت ایسی نہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک مشروع ہو اور جنت میں بھی باقی رہے

سوائے نکاح اور ایمان کے“

نکاح کی شرعی حیثیت کا فقہی بیان:

علامہ علاء الدین حنفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو نہ عین (نامرد) ہو اور نہ نفقہ پر قدرت بھی ہو تو نکاح سنیف مؤکدہ ہے کہ نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنا گناہ ہے اور اگر حرام سے بچنا یا اتباع سنت و تمیل حکم یا اولاد حاصل ہونا مقصود ہے تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض لذت یا قضاے شہوت منظور ہو تو ثواب نہیں۔

شہوت کا غلبہ ہے کہ نکاح نہ کرے تو معاذ اللہ اندیشہ زنا ہے اور مہر و نفقہ کی قدرت رکھتا ہو تو نکاح واجب۔ یونہی جبکہ اجنبی عورت کی طرف نگاہ اٹھنے سے روک نہیں سکتا یا معاذ اللہ ہاتھ سے کام لینا پڑے گا۔ تو نکاح واجب ہے۔ یہ یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے میں زنا واقع ہو جائے گا تو فرض ہے کہ نکاح کرے۔ اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کریگا تو نان نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں

ان کو پورا نہ کر سکے گا تو مکروہ ہے اور ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام مگر نکاح بہر حال ہو جائے گا۔ نکاح اور اس کے حقوق ادا کرنے میں اور اولاد کی تربیت میں مشغول رہنا، نوافل میں مشغولی سے بہتر ہے۔ (در مختار، کتاب النکاح)

نکاح کی فقہی حیثیت کا بیان

1- حنفی مسلک کے مطابق نکاح کرنا اس صورت میں فرض ہوتا ہے جب کہ جنسی ہیجان اس درجہ غالب ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو اور بیوی کے مہر پر اور اس کے نفقہ پر قدرت حاصل نہ ہو اور یہ خوف نہ ہو کہ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بجائے اس کے ساتھ ظلم و زیادتی کا برتاؤ ہوگا۔

2- نکاح کرنا اس صورت میں واجب ہو جاتا ہے جب کہ جنسی ہیجان کا غلبہ ہو مگر اس درجہ کا غلبہ نہ ہو کہ زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو، نیز مہر و نفقہ کی ادائیگی کی قدرت رکھتا ہو اور بیوی پر ظلم کرنے کا خوف نہ ہو۔ اگر کسی شخص پر جنسی ہیجان کا غلبہ ہو مگر وہ مہر اور بیوی کے اخراجات کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر وہ نکاح نہ کرے تو اس پر گناہ نہیں ہوگا جب کہ مہر اور نفقہ پر قادر شخص جنسی ہیجان کی صورت میں نکاح نہ کرنے سے گناہ گار ہوتا ہے۔

3- اعتدال کی حالت میں نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے اعتدال کی حالت سے مراد یہ ہے کہ جنسی ہیجان کا غلبہ تو نہ ہو لیکن بیوی کے ساتھ مباشرت و مجامعت کی قدرت رکھتا ہو اور مہر و نفقہ کی ادائیگی پر بھی قادر ہو۔ لہذا اس صورت میں نکاح نہ کرنا الا گناہ گار ہوتا ہے جب کہ زنا سے بچنے اور افزائش نسل کی نیت کے ساتھ نکاح کرنا والا اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے۔

4- نکاح کرنا اس صورت میں مکروہ ہے جب کہ بیوی پر ظلم کرنے کا خوف ہو یعنی اگر کسی شخص کو اس بات کا خوف ہو کہ میرا مزاج چونکہ بہت برا اور سخت ہے اس لئے میں بیوی پر ظلم و زیادتی کروں گا تو ایسی صورت میں نکاح کرنا مکروہ ہے

5- نکاح کرنا اس صورت میں حرام ہے جبکہ بیوی پر ظلم کرنے کا یقین ہو یعنی اگر کسی شخص کو یہ یقین ہو کہ میں اپنے مزاج کی سختی و تندگی کی وجہ سے بیوی کے ساتھ اچھا سلوک قطعاً نہیں کر سکتا بلکہ اس پر میری طرف سے ظلم ہونا بالکل یقینی چیز ہے تو ایسی صورت میں نکاح کرنا اس کے لئے حرام ہوگا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شریعت نے نکاح کے بارے میں مختلف حالات کی رعایت رکھی ہے بعض صورتوں میں تو نکاح کرنا فرض ہو جاتا ہے بعض میں واجب اور بعض میں سنت مؤکدہ ہوتا ہے جب کہ بعض صورتوں میں نکاح کرنا مکروہ بھی ہوتا ہے اور بعض میں تو حرام ہو جاتا ہے لہذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اسی صورت کے مطابق عمل کرے جو اس کی حالت کے مطابق ہو۔

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: وہ شخص جو شادی کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور بغیر شادی کے رہنے سے اسے اپنے نفس اور دین میں ضرر و نقصان کا اندیشہ ہو اور اس نقصان سے شادی کے بغیر بچنا ممکن نہ ہو تو ایسے شخص پر شادی کے وجوب میں کوئی بھی اختلاف نہیں ہے۔

اور مرداوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "الانصاف" میں کہا ہے کہ: جسے حرام کام میں پڑنے کا خدشہ ہو اس کے حق میں نکاح کرنا واجب ہے اس میں ایک ہی قول ہے کوئی دوسرا قول نہیں، اور یہاں پر سنت سے مراد زنا ہے اور صحیح بھی یہی ہے، اور یہ بھی کہا

میا ہے کہ زنا سے ہلاکت میں پڑنے کو لعنت کہتے ہیں۔

دوم: اس سے مراد ہے کہ اسے اپنے آپ کو منظور غلط کام میں پڑنے کا خدشہ ہو، جب اسے یہ علم ہو یا اس کا گمان ہو کہ وہ اس میں پڑ جائے گا۔ (الانصاف، کتاب النکاح، احکام النکاح)

ملت ابراہیمی میں نکاح کا طریقہ

اسلام سے پہلے اولاد اسماعیل اور ملت ابراہیمی میں نکاح کی یہ صورت تھی کہ مرد و عورت دونوں کے بڑے جمع ہو کر اپنے اپنے خاندانی فضائل پر روشنی ڈالتے تھے اور اس کے بعد مرد اور عورت کے درمیان ایک ساتھ زندگی گزارنے کا معاملہ طے پا جاتا تھا اور مہر کی ایک رقم یا کچھ سامان مرد کے ذمہ واجب کر دیا جاتا تھا، جو وہ ادا کر دیا کرتا تھا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی اس قدیم رسم اور قدیم طریقہ کو قائم رکھا، کیوں کہ وہ طریقہ فطری طور پر معاملات کے طے ہونے کا مناسب طریقہ تھا، البتہ آپ نے خاندانی فضائل بیان کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ کی تعریف و ثنا کے ساتھ خطبہ دینے کا سلسلہ شروع کیا، موجودہ خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اسی تاریخی نکاح میں حضور علیہ السلام کی طرف سے بطور وکیل آپ کے چچا ابوطالب تھے اور حضرت خدیجہ کے وکیل ان کے چچا عمرو بن اسد تھے اور میں اونٹ بطور مہر مقرر ہوئے تھے۔

اولاد اسماعیل پر جب تین سو سالہ جاہلیت کا عہد مسلط ہوا تو اس دور میں معاشرہ کے اندر کچھ خرابیاں پیدا ہو گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرابیوں کی اصلاح کر دی، آپ نے ایک طرف نکاح کی اہمیت قائم کی اور دوسری طرف نکاح کو آسان سے آسان کر دیا، تاکہ غریب سے غریب آدمی بھی بے نکاح نہ رہے، نکاح کے ذریعہ مرد اور عورت کو جو کردار کی حفاظت حاصل ہوتی ہے اور نسل انسانی کے سلسلہ میں، جو پاکیزگی اور اعتماد پیدا ہوتا ہے، وہ پیدا ہو جائے۔

زمانہ جاہلیت میں رائج شادی کے مختلف طریقے

شادی جو خاندانی زندگی کے قیام و تسلسل کا ادارہ ہے، اہل عرب کے ہاں اصول و ضوابط سے آزاد تھا جس میں عورت کی عزت و معیت اور عفت و تکریم کا کوئی تصور کارفرمانہ تھا۔ اہل عرب میں شادی کے درج ذیل طریقے رائج تھے۔

(۱) زواج البعولۃ

یہ نکاح عرب میں بہت عام تھا۔ اس میں یہ تھا کہ مرد ایک یا بہت سی عورتوں کا مالک ہوتا۔ بعولت (خاوند ہونا) سے مراد مرد کا عورتیں جمع کرنا ہوتا تھا۔ اس میں عورت کی حیثیت عام مال و متاع جیسی ہوتی۔

زواج البدل

بدلے کی شادی، اس سے مراد دو بیویوں کا آپس میں تبادلہ تھا۔ یعنی دو مرد اپنی اپنی بیویوں کو ایک دوسرے سے بدل لیتے اور اس کا نہ عورت کو علم ہوتا، نہ اس کے قبول کرنے، مہر یا ایجاب کی ضرورت ہوتی۔ بس دوسرے کی بیوی پسند آنے پر ایک مختصر سی مجلس میں یہ سب کچھ طے پا جاتا۔

نکاح متعہ

یہ نکاح بغیر خطبہ، تقریب اور گواہوں کے ہوتا۔ عورت اور مرد آپس میں کسی ایک مدت مقررہ تک ایک خاص مہر پر متفق ہو جاتے اور مدت مقررہ پوری ہوتے ہی نکاح خود بخود ختم ہو جاتا تھا طلاق کی ضرورت بھی نہیں پڑتی تھی اور اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد ماں کی طرف منسوب ہوتی اسے باپ کا نام نہیں دیا جاتا تھا۔

نکاح الحذن

دوستی کی شادی، اس میں مرد کسی عورت کو اپنے گھر بغیر نکاح، خطبہ اور مہر کے رکھ لیتا اور اس سے ازدواجی تعلقات قائم کر لیتا اور بعد ازاں یہ تعلق باہمی رضامندی سے ختم ہو جاتا کسی قسم کی طلاق کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر اولاد پیدا ہو جاتی تو وہ ماں کی طرف منسوب ہوتی۔ یہ طریقہ آج کل مغربی معاشرے میں بھی رائج ہے۔

نکاح الضغینہ

جنگ کے بعد مال اور قیدی ہاتھ لگتے اور جاہلیت میں فاتح کے لیے مفتوح کی عورتیں، مال وغیرہ سب مباح تھا یہ عورتیں فاتح کی ملکیت ہو جاتیں اور وہ چاہتا تو انہیں بیچ دیتا چاہتا تو بونہی چھوڑ دیتا اور چاہتا تو ان سے مباشرت کرتا یا کسی دوسرے شخص کو تحفہ میں دے دیتا۔ یوں ایک آزاد عورت غلام بن کر بک جاتی۔ اس نکاح میں کسی خطبہ، مہر یا ایجاب و قبول کی ضرورت نہ تھی۔

نکاح شغار

وٹے سٹے کی شادی۔ یہ وہ نکاح تھا کہ ایک شخص اپنی زیر سرپرستی رہنے والی لڑکی کا نکاح کسی شخص سے اس شرط پر کر دیتا کہ وہ اپنی کسی بیٹی، بہن وغیرہ کا نکاح اس سے کرائے گا۔ اس میں مہر بھی مقرر کرنا ضروری نہ تھا اسلام نے اس کی بھی ممانعت فرمادی۔

نکاح الاستبضاع

فائدہ اٹھانے کے لیے عورت مہیا کرنے کا نکاح۔ مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو کسی دوسرے خوبصورت مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے بھیج دیتا اور خود اس سے الگ رہتا تا کہ اس کی نسل خوبصورت پیدا ہو اور جب اس کو حمل ظاہر ہو جاتا تو وہ عورت پھر اپنے شوہر کے پاس آ جاتی۔

اجتماعی نکاح

اجتماعی نکاح۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تقریباً دس آدمی ایک ہی عورت کے لیے جمع ہوتے اور ہر ایک اس سے مباشرت کرتا اور جب اس کے ہاں اولاد ہوتی تو وہ ان سب کو بلواتی اور وہ بغیر کسی پس و پیش کے آ جاتے پھر وہ جسے چاہتی (پسند کرتی یا اچھا سمجھتی) اسے کہتی کہ یہ بچہ تیرا ہے اور اس شخص کو اس سے انکار کرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔

نکاح البغایا

فاحشہ عورتوں سے تعلق، یہ بھی نکاح ربط سے ملتا جلتا ہے مگر اس میں دو فرق تھے، ایک تو یہ کہ اس میں دس سے زیادہ افراد بھی ہو سکتے تھے جبکہ نکاح ربط میں دس سے زیادہ نہ ہوتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان مردوں سے بچہ منسوب کرنا عورت کا نہیں بلکہ مرد کا کام ہوتا تھا۔

مذکورہ طریقہ ہائے زواج سے ثابت اور واضح ہوتا ہے کہ عورت کی زمانہ جاہلیت میں حیثیت مال و متاع کی طرح تھی اسے خرید اور بیچا جاتا تھا۔ (۱) فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب النکاح، ۹: ۱۸۵۱۸۲ (۲) بخاری، کتاب النکاح، ۵: ۱۹۷۸، رقم: ۴۸۳۴ (۳) ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، ۲: ۲۸۱، رقم: ۲۲۷۲ (۴) دارقطنی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۱۸ (۵) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۱۸ (۶) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۳: ۱۲۰ (۷) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۳: ۱۲۰ (اسلام میں خواتین کے حقوق)

نکاح کی اہمیت میں اخلاقی فوائد

نکاح یعنی شادی صرف دو افراد کا ایک سماجی بندھن، ایک شخصی ضرورت، ایک طبعی خواہش اور صرف ایک ذاتی معاملہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ معاشرہ انسانی کے وجود و بقاء کا ایک بنیادی ستون بھی ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ایک خاص اہمیت و فضیلت کا حامل بھی ہے۔ نکاح کی اہمیت اور اس کی بنیادی ضرورت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) تک کوئی ایسی شریعت نہیں گزری ہے جو نکاح سے خالی رہی ہو اسی لئے علماء لکھتے ہیں کہ ایسی کوئی عبادت نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک مشروع ہو اور جنت میں بھی باقی رہے سوائے نکاح اور ایمان کے چنانچہ ہر شریعت میں مرد و عورت کا اجتماع ایک خاص معاہدہ کے تحت مشروع رہا ہے اور بغیر اس معاہدہ کے مرد و عورت کا باہمی اجتماع کسی بھی شریعت و مذہب نے جائز قرار نہیں دیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہی ہیں اور اس کے شرائط و احکام میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں اسلام نے جو شرائط مقرر کی ہیں جو احکام نافذ کئے ہیں اور جو قواعد و ضوابط وضع کئے ہیں اس باب سے ان کی ابتداء ہو رہی ہے۔

نکاح کے فوائد و آفات کا بیان

نکاح کا جہاں سب سے بڑا عمومی فائدہ نسل انسانی کا بقاء اور باہم توالد و تناسل کا جاری رہنا ہے وہیں اس میں کچھ مخصوص فائدے اور بھی ہیں جن کو پانچ نمبروں میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱- نکاح کر لینے سے ہیجان کم ہو جاتا ہے یہ جنسی ہیجان انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک ہلاکت خیز مرحلہ ہوتا ہے جو اپنے سکون کی خاطر مذہب و اخلاق ہی کی نہیں شرافت و انسانیت کی بھی ساری پابندیاں توڑ ڈالنے سے گریز نہیں کرتا، مگر جب اس کو جائز ذرائع سے سکون مل جاتا ہے تو پھر یہ پابند اعتدال ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جائز ذریعہ صرف نکاح ہی ہو سکتا ہے۔

۲- نکاح کرنے سے اپنا گھر بستا ہے خانہ داری کا آرام ملتا ہے گھریلو زندگی میں سکون و اطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے اور

گھریلو زندگی کے اس اطمینان و سکون کے ذریعہ حیات انسانی کو فکر و عمل کے ہر موڑ پر سہارا ملتا ہے۔

۳- نکاح کے ذریعہ سے کنبہ بڑھتا ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو مضبوط و زیر دست محسوس کرتا ہے اور معاشرہ میں اپنے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے اپنا رعب داب قائم رکھتا ہے۔

۴- نکاح کرنے سے نفس مجاہدہ کا عادی ہوتا ہے کیونکہ گھربار اور اہل و عیال کی خبر گیری و نگہداشت اور ان کی پرورش و پرداخت کے سلسلہ میں جدوجہد کرنا پڑتی ہے اس مسلسل جدوجہد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بے عملی اور لا پرواہی کی زندگی سے دور رہتا ہے جو اس کے لئے دنیاوی طور پر بھی نفع بخش ہے اور اس کی وجہ سے وہ دینی زندگی یعنی عبادات و طاعات میں بھی چاق و چوبند رہتا ہے۔

۵- نکاح ہی کے ذریعہ صالح و نیک بخت اولاد پیدا ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی شخص کی زندگی کا سب سے گراں مایہ سرمایہ اس کی صالح اور نیک اولاد ہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ نہ صرف دنیا میں سکون و اطمینان اور عزت و نیک نامی کی دولت حاصل کرتا ہے بلکہ اخروی طور پر بھی فلاح و سعادت کا حصہ دار بنتا ہے۔

یہ تو نکاح کے فائدے تھے لیکن کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جو نکاح کی وجہ سے بعض لوگوں کے لئے نقصان و تکلیف کا باعث بن جاتی ہیں اور جنہیں نکاح کی آفات کہا جاتا ہے چنانچہ ان کو بھی چھ نمبروں میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱- طلب حلال سے عاجز ہونا یعنی نکاح کرنے کی وجہ سے چونکہ گھربار کی ضروریات لاحق ہو جاتی ہیں اور طرح طرح کے فکر و دامن گیر رہتے ہیں اس لئے عام طور پر طلب حلال میں وہ ذوق باقی نہیں رہتا جو ایک مجرد و تنہا زندگی میں رہتا ہے۔

۲- حرام امور میں زیادتی ہونا۔ یعنی جب بیوی کے آجانے اور بال بچوں کے ہو جانے کی وجہ سے ضروریات زندگی بڑھ جاتی ہیں تو بسا اوقات اپنی زندگی کا وجود معیار پر قرار رکھنے کے لئے حرام امور کے ارتکاب تک سے گریز نہیں کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ ذہن و عمل سے حلال و حرام کی تمیز بھی اٹھ جاتی ہے اور بلا جھجک حرام چیزوں کو اختیار کر لیا جاتا ہے۔

۳- عورتوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہونا۔ اسلام نے عورتوں کو جو بلند و بالا حقوق عطا کئے ہیں ان میں بیوی کے ساتھ اچھے سلوک اور حسن معاشرت کا ایک خاص درجہ ہے لیکن ایسے بہت کم لوگ ہیں جو بیوی کے حقوق کا لحاظ کرتے ہوں بلکہ بد قسمتی سے چونکہ بیوی کو زیر دست سمجھ لیا جاتا ہے اس لئے عورتوں کے حقوق کی پامالی اور ان کے ساتھ برے سلوک و برتاؤ بھی ایک ذاتی معاملہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، حالانکہ یہ چیز ایک انسانی اور معاشرتی بد اخلاقی ہی نہیں ہے بلکہ شرعی طور پر بھی بڑے گناہ کی حامل ہے اور اس سے دین و دنیا دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔

۴- عورتوں کی بد مزاجی پر صبر نہ کرنا عام طور پر شوہر چونکہ اپنے آپ کو بیوی سے برتر سمجھتا ہے اس لئے اگر بیوی کی طرف سے ذرا سی بھی بد مزاجی ہوئی تو ناقابل برداشت ہو جاتی ہے اور صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے فوراً چھوٹ جاتا ہے۔

۵- عورت کی ذات سے تکلیف اٹھانا بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنی بد مزاجی و بد اخلاقی کی وجہ سے اپنے شوہروں کے لئے تکلیف و پریشانی کا ایک مستقل سبب بن جاتی ہیں اس کی وجہ سے گھریلو ماحول غیر خوشگوار اور زندگی غیر مطمئن و اضطراب انگیز بن جاتی ہے۔

۱۔ بیوی بچوں کی وجہ سے حقوق اللہ کی ادائیگی سے باز رہنا یعنی ایسے لوگ کم ہی ہوتے ہیں جو اپنی گھریلو زندگی کے استحکام اور بیوی بچوں کے ساتھ حسن معاشرت کے ساتھ ساتھ اپنی دینی زندگی کو پوری طرح برقرار رکھتے ہوں جب کہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ بیوی بچوں اور گھریلو کے ہنگاموں اور مصروفیتوں میں پڑ کر دینی زندگی مضحل و بے عمل ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو عبادات و طاعات کا خیال رہتا ہے نہ حقوق اللہ کی ادائیگی پورے طور پر ہو پاتی ہے۔

نکاح کے ان فوائد و آفات کو سامنے رکھ کر اب یہ سمجھئے کہ اگر یہ دونوں مقابل ہوں یعنی فوائد و آفات برابر، برابر ہوں، تو جس چیز سے دین کی باتوں میں زیادتی ہوتی ہو اسے ترجیح دی جائے مثلاً ایک طرف تو نکاح کا یہ فائدہ ہو کہ اس کی وجہ سے جنسی ہیجان کم ہوتا ہے اور دوسری طرف نکاح کرنے سے یہ دینی نقصان سامنے ہو کہ عورت کی بد مزاجی پر صبر نہیں ہو سکے گا تو اس صورت میں نکاح کرنے ہی کو ترجیح دی جائے کیونکہ اگر نکاح نہیں کرے گا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ یہ چیز عورت کی بد مزاجی پر صبر نہ کرنے سے کہیں زیادہ دینی نقصان کا باعث ہے۔

نکاح کرنے کا مستحب طریقہ

۱۔ علانیہ ہونا۔ ۲۔ نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا، کوئی سا خطبہ ہو۔ ۳۔ مسجد میں ہونا۔ ۴۔ جمعہ کے دن۔ ۵۔ گواہان عادل کے سامنے۔
 ۱۔ عورت عمر، حسب، مال، عزت میں مرد سے کم ہو اور ۷ چال چلن اور اخلاق و تقویٰ و جمال میں بیش ہو (در مختار) حدیث میں ہے: "جو کسی عورت سے بوجہ اسکی عزت کے نکاح کرے، اللہ (عز و جل) اسکی ذلت میں زیادتی کریگا اور جو کسی عورت سے اس کے مال کے سبب نکاح کریگا، اللہ تعالیٰ اسکی محتاجی بڑھائے گا اور اس کے حسب کے سبب نکاح کریگا تو اس کے کمینہ پن میں زیادتی فرمائے گا اور جو اس لیے نکاح کرے کہ ادھر ادھر نگاہ نہ اٹھے اور پاکدامنی حاصل ہو یا صلہ رحم کرے تو اللہ عز و جل اس مرد کے لیے اس عورت میں برکت دے گا اور عورت کے لیے مرد میں۔ (رواہ الطبرانی عن انس رضی اللہ عنہ کذا فی اللع)
 علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

جس سے نکاح کرنا ہو اسے کسی معتبر عورت کو بھیج کر دکھوالے اور عادت و اطوار و سلیقہ وغیرہ کی خوب جانچ کر لے کہ آئندہ خرابیاں نہ پڑیں۔ کنواری عورت سے اور جس سے اولاد زیادہ ہونے کی امید ہو نکاح کرنا بہتر ہے۔ بن رسیدہ اور بد خلق اور زانیہ سے نکاح نہ کرنا بہتر۔

عورت کو چاہیے کہ مرد دیندار، خوش خلق، مال دار، نخی سے نکاح کرے، فاسق بدکار سے نہیں۔ اور یہ بھی نہ چاہیے کہ کوئی اپنی جوان لڑکی کا بوڑھے سے نکاح کر دے۔

یہ مستحبات نکاح بیان ہوئے، اگر اس کے خلاف نکاح ہو گا تب بھی ہو جائے گا۔ ایجاب و قبول یعنی مثلاً ایک کہے میں نے اپنے کو تیری زوجیت میں دیا۔ دوسرا کہے میں نے قبول کیا۔ یہ نکاح کے رکن ہیں۔ پہلے جو کہے وہ ایجاب ہے اور اس کے جواب میں دوسرے کے الفاظ کو قبول کہتے ہیں۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ عورت کی طرف سے ایجاب ہو اور مرد کی طرف سے قبول بلکہ اس کا الٹا بھی ہو سکتا ہے۔

جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہے خود مرد ہو یا عورت تو چاہئے کہ نکاح کا پیغام دینے سے پہلے ایک دوسرے کے حالات لی اور عادات و اطوار کی خوب اچھی طرح جستجو کر لی جائے کہ ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی ایسی چیز معلوم ہو جو طبیعت و مزاج کے خلاف ہو جسکی وجہ سے زوجین کے درمیان ناچاقی و کشیدگی کا باعث بن جائے۔

یہ مستحب ہے کہ عمر، عزت، حسب اور مال میں بیوی خاوند سے کم ہو اور اخلاق و عادات خوش سلیقگی و آداب حسن و جمال اور تقویٰ میں خاوند سے زیادہ ہو اور مرد کے لئے یہ بھی مسنون ہے کہ وہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس کو نکاح سے پہلے دیکھ لے بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ میں اگر اس کو پیغام دوں گا تو منظور ہو جائے گا۔ (درحار، کتاب النکاح)

مستحب ہے کہ نکاح کا اعلان کیا جائے گا اور نکاح کی مجلس اعلانیہ طور پر منعقد کی جائے جس میں دونوں طرف سے اعزاء و احباب نیز بعض علماء و صلحا بھی شریک ہوں۔ اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ نکاح پڑھانے والا نیک بخت و صالح ہو اور گواہ عادل و پرہیزگار ہوں۔

منگیتر کو دیکھنے کی اباحت کا بیان

امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے دیکھ لو۔ یہ تمہاری محبت کو قائم رکھنے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

اس باب میں محمد بن مسلمہ، جابر، انس، ابو حمید، ابو ہریرہ سے بھی روایت ہے یہ حدیث حسن ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کے مطابق فرمایا کہ جس عورت کو آدمی نکاح کا پیغام بھیجے اس کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کا کوئی ایسا عضو نہ دیکھے جس کو دیکھنا حرام ہو۔ امام احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد آخری اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے درمیان محبت کے ہمیشہ رہنے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹)

منگیتر کو دیکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ حضرت امام شافعی حضرت امام احمد اور اکثر علماء کے نزدیک اپنی منسوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھ لینا جائز ہے خواہ منسوبہ اس بات کی اجازت دے یا نہ دے۔ حضرت امام مالک کے ہاں اپنی منسوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھنا اسی صورت میں جائز ہے جب کہ اس کی اجازت حاصل ہو اس کی اجازت کے بغیر دیکھنا جائز نہیں ہے لیکن ایک روایت کے مطابق حضرت امام مالک کے ہاں منسوبہ کو دیکھنا علی الاطلاق ممنوع ہے۔

اس بارے میں فقہی مسئلہ یہ بھی ہے کہ بہتر اور مناسب یہی ہے کہ مرد اپنی منسوبہ کو دیکھنے کی بجائے کسی تجربہ کار اور معتد عورت کو بھیج دے تاکہ وہ اس کی منسوبہ کو دیکھ کر مطلوبہ معلومات فراہم کر دے۔

نکاح کرنے والے کی فضیلت میں احادیث

(۱) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا نکاح میری سنت ہے جو میری سنت پر عمل نہ کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق

نہیں اور نکاح کیا کرو اس لئے کہ تمہاری کثرت پر میں امتوں کے سامنے فخر کروں گا اور جس میں استطاعت ہو تو وہ نکاح کر لے اور جس میں استطاعت نہ ہو تو وہ روزے رکھے اس لئے کہ روزہ اس کی شہوت کو توڑ دے گا۔ (سنن ابن ماجہ ۲، رقم الحدیث ۲۰)

(۲) حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہاری شادی ہوگئی (یا نہیں) میں نے جواب دیا نہیں، تو انہوں نے فرمایا نکاح کر لو کیوں کہ اس امت کا بہترین شخص وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔

(صحیح بخاری ج ۳، رقم ۶۳)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس شخص کے پاس باندی ہو اور اس نے اسے (مسائل ضروریہ کی) اچھی تعلیم دی اور اسے اچھا ادب سکھایا، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اسے دو ہزار ثواب ملے گا، اور جو شخص اہل کتاب میں سے اپنے نبی پر اور مجھ پر ایمان لائے اس کو بھی دو ہزار ثواب ملے گا اور جو غلام اپنے مالک اور اپنے خدا کا حق ادا کرے تو اس کا دو گنا ثواب ہے، شععی نے سائل سے کہا جاؤ یہ حدیث مفت میں سفر وغیرہ کی تکلیف اٹھائے بغیر لے جاؤ، پہلے زمانے میں اس سے کمتر مضمون کی حدیث کے لئے مدینہ تک سفر کرتے تھے، ابو بکر کہتے ہیں کہ ابو حصین سے روایت ہے وہ ابو بردہ سے وہ اپنے والد سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ لوٹدی کو آزاد کر دیا اور پھر اسے مہر بھی دے دیا۔ (صحیح بخاری ج ۳، رقم ۷۵)

(۴) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا دو محبت کرنے والوں (میں محبت بڑھانے) کے لئے نکاح جیسی کوئی چیز نہ دیکھی گئی۔ (سنن ابن ماجہ ۲، رقم الحدیث ۳۰)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا دنیا نفع اٹھانے (اور استعمال کرنے) کی چیز ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر فضیلت والی کوئی چیز متاع دنیا میں نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ ۲، رقم الحدیث ۱۱)

(۶) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک عورت ملی ہے جو خوبصورت بھی ہے اور خاندانی بھی لیکن اس کے اولاد نہیں ہوتی تو کیا میں اس سے شادی کر سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں پھر وہ دوسری مرتبہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر منع فرما دیا پھر وہ تیسری مرتبہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی عورت سے نکاح کرو جو شوہر سے محبت کرنے والی ہو اور خوب بچے جننے والی ہو کیونکہ تمہاری کثرت کی بنا پر ہی میں سابقہ امتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲، رقم ۱۸۵)

(۷) حضرت ابویوب سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں، حیاء کرنا، عطر لگانا، مسواک کرنا، اور نکاح کرنا۔ اس باب میں حضرت عثمان، ثوبان، ابن مسعود، عائشہ، عبداللہ بن عمر، جابر، اور عکاف سے بھی روایت ہے حدیث ابی ایوب حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی، حدیث ۱۰۷۸)

(۸) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین اشخاص کو دو گنا ثواب ملتا ہے۔ پہلا وہ بندہ جس نے اللہ تعالیٰ اور اپنے آقا کا حق ادا کیا ہو۔ تو اس کو دو گنا ثواب ملتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جس کے

پاس حسین و جمیل باندی تھی۔ پھر اس نے اس کو اچھی طرح ادب سکھایا۔ پھر اس نے اس کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس کو بھی دو گنا ثواب ملتا ہے۔ تیسرا وہ شخص کہ اہل کتاب تھا۔ پھر اس نے قرآن کریم کو بھی کلام الہی تسلیم کیا اور اس پر ایمان لے آیا۔ تو ایسے شخص کو بھی دو گنا ثواب ملتا ہے۔

(الحجامع للترمذی، باب ما جاء فی فضل عتق الامۃ و تزویجہا۔ الحجامع الصحیح للبخاری، باب تعلیم الرجل امته و اہله، المسند لاحمد بن حنبل، الصحیح لابی عوانہ، شرح السنۃ للبخاری، المعجم الصغیر للطبرانی، التفسیر لابن کثیر، التفسیر للطبری، التفسیر للقرطبی، الترغیب والترہیب للمندری، الدر المنثور للسیوطی، کنز العمال للمتقی)

نکاح نہ کرنے والے کی وعید میں احادیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تین آدمی آپ کی عبادت کا حال پوچھنے آئے، جب ان سے بیان کیا گیا تو انہوں نے آپ کی عبادت بہت کم خیال کرتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کی برابری کس طرح کر سکتے ہیں، آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ سب معاف ہو گئے ہیں، ایک نے کہا میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، تیسرے نے کہا میں نکاح نہیں کروں گا اور عورت سے ہمیشہ الگ رہوں گا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم لوگوں نے یوں یوں کہا ہے؟ اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے تمہاری بہ نسبت بہت زیادہ ڈرنے والا اور خوف کھانے والا ہوں، پھر روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور ساتھ ساتھ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، یاد رکھو جو میری سنت سے روگردانی کرے گا، وہ میرے طریقے پر نہیں۔

(صحیح بخاری، رقم: ۳۷۶۸)

حضرت ابو نعیم روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص نکاح کی قدرت رکھنے کے باوجود نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن دارمی: جلد دوم، رقم الحدیث: 28 حدیث مرفوع)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرد زندگی گزارنے سے منع کیا ہے۔

(سنن دارمی: جلد دوم، رقم الحدیث: 32، حدیث مرفوع)

نکاح کے متعلق بعض مذاہب اور اہل مغرب کے افکار

آگے اجمالی طور پر ان مذاہب کے افکار کو پیش کیا جا رہا ہے جنہوں نے شادی کو غیر اہم بتایا ہے اور شادی سے انکار کیا ہے بعض مذاہب کے بعض لوگوں نے رہبانیت کے چکر میں پھنس کر شادی کو روحانی اور اخلاقی ترقی میں رکاوٹ مانا ہے تجرد رہنے اور سنیاں لینے (یعنی شادی نہ کرنے) کو اہم بتایا ہے اسی طرح روحانی و اخلاقی ترقی کے لئے انسانی خواہشات مٹانے اور فطری جذبات دبانے کو ضروری قرار دیا ہے۔ ان لوگوں کے نظریات و افکار نہ صرف فطرت انسانی کے خلاف ہیں بلکہ نظام قدرت کے بھی خلاف ہیں۔

رہبانیت کا تصور آپ کو عیسائیوں میں بھی نظر آئے گا اور ہندوؤں میں بھی۔ دنیا کے اور بھی مذاہب ہیں جیسے بدھ مت جین مت ان میں بھی یہ تصور مشترک ملے گا کہ نکاح اور گھر گریہستی کی زندگی روحانیت کے اعتبار سے گھٹیا درجہ کی زندگی ہے۔ اس اعتبار سے ان مذاہب میں اعلیٰ زندگی مجرد کی زندگی ہے۔ شادی بیاہ کے بندھن کو یہ مذاہب کے بعض لوگ روحانی ترقی کے لئے رکاوٹ قرار دیتے ہیں مرد ہو یا عورت دونوں کے لئے مجرد کی زندگی کو ان کے ہاں روحانیت کا اعلیٰ وارفع مقام دیا جاتا ہے نکاح کرنے والے ان مذاہب کے نزدیک ان کے معاشرہ میں دوسرے درجہ کے شہری (Citizens of Second) شمار ہوتے ہیں چونکہ شادی بیاہ میں پڑ کر انھوں نے اپنی حیثیت گرا دی ہے۔

چنانچہ جن لوگوں نے شادی کرنے کو غلط قرار دیا ہے اور عورت سے دور رہنے کا درس دیا ہے اور روحانی ترقی کے لئے ایسا کرنا ناگزیر بتایا ہے آخر کار وہی لوگ انسانی خواہشات اور فطری جذبات سے مغلوب ہو کر طرح طرح کی جنسی خرابیوں اور اخلاقی برائیوں کے مرتکب ہوئے ہیں حتیٰ کہ فطرت کے خلاف کاموں تک میں ملوث ہوئے ہیں اور برے نتائج اور تباہ کن حالات سے دوچار ہیں۔

اسی طرح عصر حاضر میں خصوصاً بعض اہل مغرب اور مغرب زدہ لوگوں نے بھی شادی کو غیر اہم بتایا ہے اور شادی سے انکار کر دیا ہے۔ ان کے بے ہودہ نظریات کے مطابق انسان ہر طرح کی آزادی کا حق رکھتا ہے اور اسے اپنے فطری جذبات کو جیسا چاہے ویسا پورا کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس معاملہ میں انسان کسی قسم کی روک ٹوک اسی طرح شادی جیسی کوئی پابندی اور بندھن کا قائل نہیں ہے۔ ان کے ہاں شادی کا تصور ہے بھی تو اس کا مقصد صرف جنسی خواہشات کا پورا کرنا رنگ رلیاں منانا، موج مستی کرنا اور سیر و تفریح کرنا پھر ایک مقررہ وقت اور مدت کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جانا ہے۔ مغربی ممالک کے لوگ خصوصاً اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے دنیا کے دیگر ممالک کے افراد عموماً مرد کے لئے عورت دوست اور عورت کے لئے مرد دوست (Boy friend or Girl friend) نظریے کے تحت بے حیائی بے شرمی کے شکار ہیں۔ عاشق و معشوق کی حیثیت سے بے حیاء و بے شرم بن کر زندگی گزارتے ہیں ایشیائی ممالک میں تو بعض بیوقوف اور کم عقل لوگ اخلاق سوز فلموں اور بے ہودہ ٹی وی پروگراموں کی بدولت عشق کی خاطر جان دینے اور جان لینے کی احمقانہ باتیں اور عقل کے خلاف حرکتیں بھی کرتے ہیں۔ اہل مغرب اور مغرب زدہ لوگوں نے شادی کو ایک کھیل تماشا بنا کر رکھ دیا ہے جس کی وجہ سے مغربی ممالک میں گھر گریہستی کا تصور ختم ہو گیا ہے۔ خاندان اور اقارب کا نام و نشان مٹ گیا ہے۔ ماں باپ اور بچوں کے درمیان کوئی تعلق قائم نہیں رہ گیا ہے۔ اس سنگین صورت حال سے خود مغربی ممالک کے سنجیدہ اور غیور لوگ بہت پریشان ہیں اور غور و فکر کر رہے ہیں کہ کس طرح ان تباہ کن حالات اور انسانیت سوز ماحول پر قابو پایا جائے اور سوسائٹی کو ان برائیوں اور خرابیوں سے محفوظ رکھا جائے۔

نکاح کے ذریعے خواتین پر اسلام کے احسانات

اسلام سے پہلے عورتوں کے حقوق پامال تھے نہ ان کی جان کی کوئی قیمت تھی، نہ عصمت و عفت ہی کی قدر تھی۔ بیویوں کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ اس لیے جب کوئی مرد چاہتا اور جس عورت کو چاہتا اور جس طرح چاہتا اپنے نکاح میں لے آتا اور ان کے ساتھ

وہی سلوک روا رکھتا جو جانوروں سے کیا جاتا ہے۔ حق مہر ایک بے معنی چیز تھی۔ بلکہ عورت کی ملکیت اور سارا ساز و سامان لا قانونی کے تحت شوہروں کی ملکیت قرار پاتا تھا بے حسی کا عالم یہ تھا کہ شوہر کے مرنے کے بعد سوتیلی ماؤں میں بھی وراثت کا قانون رائج تھا کہ مرنے والوں کے وارثوں میں ایک مال کی طرح اس کی تقسیم بھی عمل میں آتی تھی۔ دنیا میں سب سے پہلے حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کے حقوق قائم کیے اور عورت کی شخصیت کو ابھارا اور قرآن کریم کے الفاظ میں اعلان فرمایا کہ

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِم بِالْمَعْرُوفِ (البقرہ: ۲۲۸)

یعنی جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں ویسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔ اسلام سے قبل عورت کی تذلیل و تحقیر کی ایک وجہ اس کی مالی بے چارگی بھی تھی۔ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کی مالی حالت کو بھی مستحکم کیا اور اس کیلئے اصول وضع کیے۔

1 اسے وراثت میں حصہ دار بنایا اور اپنے باپ بھائی خاوند بیٹے وغیرہ کے مال متروکہ اور جائیداد منقولہ و غیر منقولہ میں عورت کے حصے مقرر فرمائے۔ 2 میکے سے ملنے والا سامان جہیز اس کی ملکیت قرار دیا۔ 3 اسے اپنی املاک و جائیداد پر مالکانہ حق دے کر اس میں تصرف کا حق دیا۔ 4 اپنے حق مہر پر اسے پورا پورا اختیار بخشا۔

اور اس طرح بنیادی حیثیت سے عورت کو مرد کے مساوی کر دیا اور ان مذاہب سے عورت کو پستی سے نکال کر بلندی عطا فرمائی اور صحیح معنی میں اسے مرد کا شریک کار اور رفیقہ حیات بنادیا۔

غرض چونکہ نکاح شریعت اسلامیہ میں مرد و عورت کے مابین ایک شرعی تعلق، دینی رابطہ اور مذہبی اختلاط ہے۔ اس لیے اسلام نے نکاح کے اصول و قواعد مقرر کیے، میاں بیوی کے حقوق متعین کیے تاکہ کوئی فریق کسی کے حقوق پا مال نہ کر سکے۔ مثلاً

(۱) ایجاب و قبول کو نکاح کا لازمی حصہ قرار دیا۔ (۲) کم از کم دو گواہوں کی موجودگی ضروری ٹھہرائی گئی۔ (۳) عورتوں کی دو قسمیں کی گئیں ایک وہ جن سے نکاح حلال ہے اور دوسری وہ جن سے نکاح حرام ہے۔ (۴) عورت عاقلہ بالغہ ہو تو اسے اپنے نکاح کا اختیار دیا گیا اور نابالغی کی حالت میں اس پر اس کے ولی کو اختیار بخشا گیا۔ 5 نکاح کو ہر صورت سے مکمل کرنے کیلئے کفو کا لحاظ کیا 6 مرد پر بنام حق مہر ایک معینہ رقم مقرر کی گئی اور اس پر عورت کو پورا پورا اختیار دیا۔ 7 شریعت نے وہ حدود مقرر کیں جس کے بعد شوہر کو عورت پر کوئی حق نہیں رہتا۔ عورتوں کو چھوڑنے کیلئے قوانین وضع کیے گئے جنہیں طلاق اور خلع کہا جاتا ہے۔ 8 عورت کا نان نفقہ شوہر پر لازم قرار دیا۔ 10 زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج کے برخلاف مرد کو ایک عورت سے نکاح کا حکم دیا، اور بوقت ضرورت، کچھ شرطوں سے مشروط، سخت پابندیوں کے ساتھ، ایک سے زیادہ کی اجازت دی۔

جوانی کی حد میں فقہی بیان

انسان بالغ ہونے کے بعد جوان کہلاتا ہے لیکن جوانی کی یہ حد کہاں تک ہے؟ اس میں اختلاف ہے چنانچہ امام شافعی کے نزدیک جوانی کی حد تیس برس کی عمر تک ہے جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ ایک انسان چالیس برس کی عمر تک جوان کہلانے کا مستحق رہتا ہے۔

تہجل اختیار کرنے میں فقہ شافعی و حنفی کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کو تہجل (یعنی نکاح ترک کرنے) سے منع کر دیا تھا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تہجل کی اجازت دے دیتے تو ہم بھی خفی ہو جاتے (بخاری و مسلم)

تہجل کے معنی ہیں عورتوں سے انقطاع اور ترک نکاح، نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قہجین کے ہاں تہجل ایک اچھا اور پسندیدہ فعل ہے کیونکہ ان کے نزدیک دینداری کی آخری حد یہ ہے کہ انسان عورتوں سے اجتناب کرے اور نکاح وغیرہ سے پرہیز کرے۔ لیکن جس طرح عیسائیت یا بعض دوسرے مذاہب میں نکاح کو ترک کر دینا اور لذائذ زندگی سے کنارہ کش ہو جانا عبادت اور نیکی و تقویٰ کی آخری حد سمجھا جاتا ہے اس طرح کی کوئی بات اسلام میں نہیں ہے بلکہ شریعت اسلامیہ نے نکاح کو انسانی زندگی کے لئے ایک ضرورت قرار دے کر اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ لذائذ زندگی سے مکمل کنارہ کشی اور خود ساختہ تکالیف برداشت کرنا عبادت نہیں ہے بلکہ رہبانیت ہے جسے اس دین فطرت میں کوئی مقام حاصل نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی اتنا ضرور کہتے ہیں کہ بغیر نکاح زندگی گزارنا افضل ہے لیکن امام شافعی کا یہ قول بھی نکاح کے بارے میں شریعت اسلامیہ کے بنیادی منشاء کے منافی نہیں ہے کیونکہ اول تو اس کا تعلق صرف انضلیت سے ہے اور دوسرے یہ کہ یہ انضلیت بھی نفس نکاح یعنی کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں نہیں ہے بلکہ صرف تغلی للعبادة (یعنی عبادت کے لئے مجبور ہونا) کے نکتہ نظر سے ہے۔

حضرت امام شافعی کا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ عبادت میں مشغول رہنا نکاح کی مشغولیت سے افضل ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری نے مرقات میں امام شافعی کی دلیلیں نقل کرنے کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ کی بہت سی دلیلیں نقل کی ہیں جن سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ تجربہ بغیر نکاح رہنے کے مقابلہ میں تاہم نکاح کرنا ہی افضل ہے۔

بہر کیف حضرت عثمان بن مظعون نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تہجل کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا کیونکہ اسلام مسلمانوں کے ہاں نکاح کے ذریعہ افزائش نسل کو پسند کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ دنیا میں زیادہ سے زیادہ خدا کے حقیقی نام لیوا موجود رہیں اور وہ ہمیشہ کفر و باطل کے خلاف جہاد کرتے رہیں۔ اسی سلسلہ میں حدیث کے راوی حضرت سعد بن ابی وقاص نے یہ کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو تہجل کی اجازت دے دیتے تو ہم سب اپنے آپ کو خفی کر ڈالتے تاکہ ہمیں عورتوں کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ ہمیں عورتوں سے متعلق کسی برائی میں مبتلا ہونے کا خوف رہتا۔

علامہ طیبی شافعی کہتے ہیں کہ اس موقع کے مناسب تو یہ تھا کہ حضرت سعد یہ کہتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو تہجل کی اجازت دے دیتے تو ہم بھی تہجل کرتے۔ مگر حضرت سعد نے یہ کہنے کی بجائے یہ کہا کہ ہم سب اپنے آپ کو خفی کر ڈالتے لہذا حضرت سعد نے یہ بات دراصل بطور مبالغہ کہی یعنی اپنی اس بات سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو اجازت دے دیتے تو ہم بھی تہجل میں اتنا مبالغہ اور اتنی سخت کوشش کرتے کہ آخر کار خفی کی مانند ہو جاتے۔ گویا اس جملہ سے

حضرت سعد کی مراد حقیقہً خُصی ہو جانا نہیں تھا کیونکہ یہ فعل یعنی اپنے آپ کو خُصی کر ڈالنا جائز نہیں ہے۔

اور علامہ نووی کہتے ہیں کہ حضرت سعد نے یہ بات اس وجہ سے کی کہ ان کا گمان یہ تھا کہ خُصی ہو جانا جائز ہے حالانکہ ان کا یہ گمان حقیقت و واقعہ کے خلاف تھا کیونکہ خُصی ہو جانا انسان کے لئے حرام ہے خواہ چھوٹی عمر کا ہو یا بڑی عمر کا اس موقع پر جانوروں کے بارے میں جان لینا چاہئے کہ ہر اس جانور کو خُصی کرنا حرام جو غیر ماکول یعنی کھایا نہ جاتا ہو اور جو جانور کھایا جاتا ہے اس کو خُصی کرنا چھوٹی عمر میں تو جائز ہے لیکن بڑی عمر میں حرام ہے۔ جانوروں کو خُصی کرنے کے بارے میں مذکورہ بالا تفصیل علامہ نووی شافعی نے لکھی ہے جب کہ فقہ حنفی کی کتابوں اور در مختار اور ہدایہ میں بڑی عمر اور چھوٹی عمر کی تفصیل کے بغیر صرف یہ لکھا ہے کہ جانوروں کو خُصی کرنا جائز ہے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي فَضْلِ النِّكَاحِ

یہ باب نکاح کی فضیلت میں ہے

1845- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنُ زُرَّارَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ بِمَنْبَى فَنَحَلَا بِهِ عُثْمَانَ فَجَلَسْتُ قَرِيبًا مِنْهُ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ هَلْ لَكَ أَنْ أُرَاجِلَكَ جَارِيَةً بِكَرٍّ أَتَذْكُرُكَ مِنْ نَفْسِكَ بَعْضَ مَا قَدْ مَضَى فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللَّهِ أَنَّهُ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ بِسُوءِ هَلِهِ أَشَارَ إِلَيَّ بِيَدِهِ فَبَجَنْتُ وَهُوَ يَقُولُ لَيْنُ قُلْتُ ذَلِكَ لَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَالَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغْضَى لِلْبَصْرِ وَأَخْصَنَ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ الصَّوْمُ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءَ

••• علقمہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں تھا۔ ان کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہیں لے کر الگ ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: ابو عبدالرحمن! کیا آپ پسند کریں گے کہ ہم آپ کی شادی کسی کنواری کے ساتھ کر دیں جو تمہیں گزرا ہوا زمانہ یا دولا دے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا کہ انہیں صرف یہی کہنا تھا تو انہوں نے مجھے اشارے کے ذریعے بلایا۔ اور بولے: اے علقمہ! علقمہ کہتے ہیں: جب میں ان کے پاس آیا تو وہ کہہ رہے تھے آپ نے یہ بات کہی ہے سو کہی ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص شادی کر سکتا ہو اسے شادی کر لینی چاہئے اور جو نہ کر سکتا ہو اسے روزے رکھنے چاہئے کیونکہ یہ شہوت کو ختم کر دیتے ہیں۔

شرح

اس خطاب عام کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانوں کو نکاح کی ترغیب دلاتے ہوئے نکاح کے دو بڑے فائدے

1845: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1905 'ورقم الحديث: 5065' أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3384 'ورقم الحديث: 3385' أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2046 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1081' أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 2239 'ورقم الحديث: 2240' 'ورقم الحديث: 2241' 'ورقم الحديث: 3207' 'ورقم الحديث: 3208' 'ورقم الحديث: 3211'

ظاہر فرماتے ہیں ایک تو یہ کہ انسان نکاح کرنے سے اجنبی عورتوں کی طرف نظر بازی سے بچتا ہے اور دوسری طرف حرام کاری سے محفوظ رہتا ہے۔ جوانی کی حد انسان بالغ ہونے کے بعد جوان کہلاتا ہے لیکن جوانی کی یہ حد کہاں تک ہے؟ اس میں اختلاف ہے چنانچہ امام شافعی کے نزدیک جوانی کی حد میں برس کی عمر تک ہے جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ ایک انسان چالیس برس کی عمر تک جوان کہلانے کا مستحق رہتا ہے۔

1846- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ حَدَّثَنَا إِدْمُ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مَيْمُونٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي وَتَزَوَّجُوا فَإِنِّي مُكَافِّرٌ بِكُمْ الْأَمَمَ وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وَجَاءَ

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

”نکاح میری سنت ہے جو میری سنت پر عمل نہیں کرتا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے تم لوگ شادی کرو کیونکہ میں تمہاری وجہ سے دوسری امتوں کے سامنے کثرت پر فخر کروں گا جو شخص صاحب حیثیت ہو وہ نکاح کرے اور جو شخص یہ گنجائش نہ پائے اس پر روزے رکھنا لازم ہے کیونکہ روزہ اس کی شہوت کو ختم کر دے گا۔“

شرح

حضرت معقل بن یسار کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو اپنے خاوند سے محبت کر نیوالی ہو اور زیادہ بچے جنمنے والی ہو کیونکہ دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

(ابوداؤد نسائی، مشکوٰۃ الصالح: جلد سوم، رقم الحدیث 313)

منکوحہ عورت میں مذکورہ بالا دو صفتوں کو ساتھ ساتھ اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کے ہاں بچے تو بہت پیدا ہوتے ہوں مگر وہ اپنے خاوند سے محبت کم کرتی ہو تو اس صورت میں خاوند کو اس کی طرف رغبت کم ہوگی اور اگر کوئی عورت خاوند سے محبت تو بہت کرے مگر اس کے یہاں بچے زیادہ نہ ہوں تو اس صورت میں مطلوب حاصل نہیں ہوگا اور مطلوب امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت سے جو ظاہر ہے کہ زیادہ بچے ہونے کی صورت میں ممکن ہے۔

اگر مسلمان عورتوں کے ہاں زیادہ بچے ہوں گے تو امت میں کثرت ہوگی جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ اور مطلوب ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نکاح سے پہلے یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ کون سی عورت اپنی آئندہ زندگی میں ان اوصاف کی حامل ثابت ہو سکتی ہے تو اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ کسی خاندان و کنبہ کا عام مشاہدہ اس کی کسی عورت کے لئے ان صفتوں کا معیار بن سکتا ہے چنانچہ ان اکثر لڑکیوں میں یہ صفتیں موجود ہو سکتی ہیں جن کے خاندان و قرابت داروں میں ان صفتوں کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے عام طور پر چونکہ اقرباء کے طبعی اوصاف ایک دوسرے میں سرایت کئے ہوتے ہیں اور عادت و مزاج میں کسی خاندان و کنبہ کا ہر فرد ایک دوسرے کے ساتھ یکسانیت رکھتا ہے اس لئے کسی خاندان کی لڑکی کے بارے میں اس کے خاندان کے

عام مشاہدہ کے پیش نظر ان اوصاف کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں ہے۔

بہر کیف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر سے بہت زیادہ محبت کرنیوالی اور بچے پیدا کرنیوالی عورت سے نکاح کرنا مستحب ہے نیز یہ کہ زیادہ بچے ہونا بہتر اور پسندیدہ ہے کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یعنی امت کی زیادتی و کثرت کا فخر حاصل ہوتا ہے ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہاں نکاح کرنے سے مراد یہ تعلیم دینا ہے کہ تمہاری جن بیویوں میں یہ اوصاف موجود ہوں ان کے ساتھ زوجیت کے تعلق کو ہمیشہ قائم رکھو اور اس بات کی کوشش کرو کہ آپس میں کبھی کوئی تفرقہ اور جدائی نہ ہو۔

1847- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ

مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَرِ الْمُتَعَاتِلِينَ مِثْلَ النِّكَاحِ
 ••• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی چیز ہم نے نہیں دیکھی۔“

شرح

مطلب یہ ہے کہ نکاح کے ذریعہ جس طرح خاوند اور بیوی کے درمیان بغیر کسی قراب کے بے پناہ محبت و الفت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح کا کوئی تعلق ایسا نہیں ہے جو دو شخصوں کے درمیان جو ایک دوسرے کے لئے بالکل اجنبی ہوں اس درجہ کی محبت و الفت پیدا کر دے۔

بَابُ: النَّهْيُ عَنِ التَّبْتُلِ

یہ باب مجرور رہنے کی ممانعت میں ہے

1848- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ سَعِيدِ بْنِ

الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ قَالَ لَقَدْ رَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَطْعُونٍ التَّبْتُلَ وَلَوْ آذَنَ لَهُ لَا خُتْمَنَا

••• حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی مجرور رہنے کی درخواست مسترد کر دی تھی اگر آپ انہیں اجازت دیتے تو ہم خنسی ہو جاتے۔

تبتل کے معانی اور فقہی مذاہب کا بیان

تبتل کے معنی ہیں عورتوں سے انقطاع اور ترک نکاح، نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبیحین کے ہاں تبتل ایک اچھا اور

1847: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1848: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5073 'ورقم الحديث: 5074 'ورقم الحديث: 3390 'ورقم الحديث: 3391 'ورقم الحديث:

3392 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1083 'أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3212

پسندیدہ فعل ہے کیونکہ ان کے نزدیک دینداری کی آخری حد یہ ہے کہ انسان عورتوں سے اجتناب کرے اور نکاح وغیرہ سے پرہیز کرے۔ لیکن جس طرح عیسائیت یا بعض دوسرے مذاہب میں نکاح کو ترک کر دینا اور لڈائڈ زندگی سے کنارہ کش ہو جانا عبادت اور نیکی و تقویٰ کی آخری حد سمجھا جاتا ہے اس طرح کی کوئی بات اسلام میں نہیں ہے بلکہ شریعت اسلامیہ نے نکاح کو انسانی زندگی کے لئے ایک ضرورت قرار دے کر اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ لڈائڈ زندگی سے مکمل کنارہ کشی اور خود ساختہ تکالیف برداشت کرنا عبادت نہیں ہے بلکہ رہبانیت ہے جسے اس دین فطرت میں کوئی مقام حاصل نہیں ہے۔ ہاں امام شافعی اتنا ضرور کہتے ہیں کہ بغیر نکاح زندگی گزارنا افضل ہے۔

لیکن امام شافعی کا یہ قول بھی نکاح کے بارے میں شریعت اسلامیہ کے بنیادی منشاء کے منافی نہیں ہے کیونکہ اول تو اس کا تعلق صرف فضیلت سے ہے اور دوسرے یہ کہ یہ فضیلت بھی نفس نکاح یعنی کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں نہیں ہے بلکہ صرف تخیل للعبادة (یعنی عبادت کے لئے مجبور رہنا) کے نکتہ نظر سے ہے گویا امام شافعی کا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ عبادت میں مشغول رہنا نکاح کی مشغولیت سے افضل ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری نے مرقات میں امام شافعی کی دلیلیں نقل کرنے کے بعد امام اعظم ابو حنیفہ کی بہت سی دلیلیں نقل کی ہیں جن سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ تجرد بغیر نکاح رہنے کے مقابلہ میں تامل نکاح کرنا ہی افضل ہے۔

بہر کیف حضرت عثمان بن مظعون نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تہل کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا کیونکہ اسلام مسلمانوں کے ہاں نکاح کے ذریعہ افزائش نسل کو پسند کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ دنیا میں زیادہ سے زیادہ اللہ کے حقیقی نام لیوا موجود رہیں اور وہ ہمیشہ کفر و باطل کے خلاف جہاد کرتے رہیں۔ اسی سلسلہ میں حدیث کے راوی حضرت سعد بن ابی وقاص نے یہ کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو تہل کی اجازت دیدیتے تو ہم سب اپنے آپ کو خسی کر ڈالتے تاکہ ہمیں عورتوں کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ ہمیں عورتوں سے متعلق کسی برائی میں مبتلا ہونے کا خوف رہتا۔ طبعی کہتے ہیں کہ اس موقع کے مناسب تو یہ تھا کہ حضرت سعد یہ کہتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو تہل کی اجازت دیدیتے تو ہم بھی تہل کرتے۔ مگر حضرت سعد نے یہ کہنے کی بجائے یہ کہا کہ ہم سب اپنے آپ کو خسی کر ڈالتے لہذا حضرت سعد نے یہ بات دراصل بطور مبالغہ کہی یعنی اپنی اس بات سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کو اجازت دے دیتے تو ہم بھی تہل میں اتنا مبالغہ اور اتنی سخت کوشش کرتے کہ آخر کار خسی کی مانند ہو جاتے۔ گویا اس جملہ سے حضرت سعد کی مراد حقیقتہً خسی ہو جانا نہیں تھا کیونکہ یہ فعل یعنی اپنے آپ کو خسی کر ڈالنا جائز نہیں ہے۔ اور علامہ نووی کہتے ہیں کہ حضرت سعد نے یہ بات اس وجہ سے کی کہ ان کا گمان یہ تھا کہ خسی ہو جانا جائز ہے حالانکہ ان کا یہ گمان حقیقت و واقعہ کے خلاف تھا کیونکہ خسی ہو جانا انسان کے لئے حرام ہے خواہ چھوٹی عمر کا ہو یا بڑی عمر کا اس موقع پر جانوروں کے بارے میں جان لینا چاہئے کہ ہر اس جانور کو خسی کرنا حرام جو غیر ماکول یعنی کھانا نہ جاتا ہو اور جو جانور کھایا جاتا ہے اس کو خسی کرنا چھوٹی عمر میں تو جائز ہے لیکن بڑی عمر میں حرام ہے۔ جانوروں کو خسی کرنے کے بارے میں مذکورہ بالا تفصیل علامہ نووی شافعی نے لکھی ہے جب کہ فقہ حنفی کی کتابوں اور مختار اور ہدایہ میں بڑی عمر اور چھوٹی عمر کی تفصیل کے بغیر صرف یہ لکھا ہے کہ جانوروں کو خسی کرنا جائز ہے۔

1849- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي حَسَمٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ التَّبَتُّلِ زَادَ زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ وَقَرَأَ قَتَادَةُ (وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً)

•• حضرت سمروہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھے مجرد رہنے سے منع کیا ہے۔
زید نامی راوی نے مزید یہ بات نقل کی ہے قتادہ نامی راوی نے (اس روایت کی تائید میں) یہ آیت تلاوت کی۔
”اور ہم نے تم سے پہلے بھی رسولوں کو مبعوث کیا اور ہم نے ان کی بیویاں اور اولاد بنائی۔“

بَابُ: حَقِّ الْمَرْأَةِ عَلَى الزَّوْجِ

یہ باب بیوی کا شوہر پر حق ہونے کے بیان میں ہے

1850- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي قُرْعَةَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَقُّ الْمَرْأَةِ عَلَى الزَّوْجِ قَالَ أَنْ يُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمَ وَأَنْ يَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَى وَلَا يَضْرِبَ الْوَجْهَ وَلَا يَقْبِضَ وَلَا يَهْجُرَ إِلَّا فِي الْبَيْتِ

•• حکیم بن معاویہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے یہ دریافت کیا: عورت کا شوہر پر کیا حق ہوتا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کہ جب وہ خود کھائے تو اس عورت کو بھی کھلائے جب وہ خود پہنے تو اسے بھی پہنے کے لیے دے اور اس کے چہرے پر نہ مارے اسے برا قرار نہ دے اور اس سے لافعلی اختیار نہ کرے البتہ گھر میں رہتے ہوئے الگ رہ سکتا ہے۔

1851- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ شَيْبِ بْنِ عُرْقَدَةَ الْبَارِقِيِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْأَخْوَصِ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ شَهِدَ حَاجَةَ الْوَدَاعِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَذَكَرَ وَوَعِظَ ثُمَّ قَالَ اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذَلِكَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبْرِحٍ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنْ لَكُمْ مِنْ نِسَائِكُمْ حَقٌّ وَلَيْسَ أَيْدِيكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوَظَّنُّ فُرْشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ وَلَا يَأْذَنُ فِي بَيْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ إِلَّا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ

•• سلیمان بن عمرو بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ

1849: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث 1082 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث 3214

1850: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 1242

1851: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث 1163

کے ساتھ شریک ہوئے تھے نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے وعظ و نصیحت کی پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خواتین کے ساتھ بھلائی کی تلقین قبول کرو! وہ تمہارے ہاں قیدی کی طرح پابند ہوتی ہیں تم انہیں پابند کرنے کے علاوہ اور کسی بھی چیز کے مالک نہیں ہو البتہ اگر وہ واضح برائی کا ارتکاب کریں تو حکم مختلف ہوگا اور اگر وہ ایسا کرتی ہیں تو تم ان کے بستر الگ کر دو اور ان کی پٹائی کرو لیکن ان پر نشان نہ لگے اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کر لیتی ہیں تو پھر تم ان کے خلاف کوئی راستہ نہ تلاش کرو تمہارے کچھ حقوق ہیں جن کی ادائیگی خواتین پر لازم ہے اور خواتین کے کچھ حقوق ہیں جن کی ادائیگی تم پر لازم ہے خواتین پر تمہیں یہ حق حاصل ہے کہ تم جسے ناپسند کرتے ہو اسے وہ تمہارے بچھونے پر نہ بیٹھنے دیں اور جسے تم ناپسند کرتے ہو اسے تمہارے گھر کے اندر نہ آنے دیں اور تم پر ان کا یہ حق ہے کہ تم ان کے ساتھ ان کے لباس اور ان کے کھانے پینے کے معاملے میں اچھا سلوک کرو۔

بَابُ: حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ

یہ باب شوہر کا بیوی پر حق ہونے کے بیان میں ہے

1852- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَخِي لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا أَمَرَ امْرَأَتَهُ أَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ أَحْمَرَ إِلَى جَبَلٍ أَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ إِلَى جَبَلٍ أَحْمَرَ لَكَانَ نَوَلُهَا أَنْ تَفْعَلَ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اگر میں نے کسی ایک کو کسی دوسرے کو سجدہ کرنے کا حکم دینا ہوتا تو میں عورت کو یہ ہدایت کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ ہدایت کرے کہ وہ سرخ پہاڑ کو سیاہ پہاڑ کی طرف (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) سیاہ پہاڑ کو سرخ پہاڑ کی طرف منتقل کر دے تو عورت کے لیے یہی ضروری ہے وہ ایسا کرے۔

1853- حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ بْنُ مَرْوَانَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ الْقَاسِمِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ لَمَّا قَدِمَ مُعَاذٌ مِنَ الشَّامِ سَجَدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا هَذَا يَا مُعَاذُ قَالَ أَتَيْتُ الشَّامَ لَمَّا قَدِمْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِأَسَاقِفَتِهِمْ وَبَطَارِقَتِهِمْ فَوَدِدْتُ فِي نَفْسِي أَنْ تَفْعَلَ ذَلِكَ بِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَفْعَلُوا فَإِنِّي لَوْ كُنْتُ امْرَأًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِغَيْرِ اللَّهِ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا تُؤَدِّي الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتَّى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا وَلَوْ سَأَلَهَا نَفْسُهَا وَهِيَ عَلَى قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعَهُ

•• حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ شام سے تشریف لائے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے سجدہ کیا نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: اے معاذ! یہ کیوں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں شام گیا تھا وہاں میں

1852: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1853: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

نے دیکھا کہ لوگ اپنے روساء اور امراء کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے یہ طے کیا کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ بھی ایسا ہی کریں گے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ اگر میں نے کسی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دینا ہوتا تو میں عورت کو یہ ہدایت کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے جب تک عورت اپنے شوہر کے حق کو ادا نہیں کرتی اس وقت تک وہ اپنے پروردگار کے حق کو بھی ادا نہیں کرتی اگر شوہر عورت کے قرب کا طلبگار ہو اور عورت اس وقت اونٹ کے پالان پر ہو تو وہ پھر بھی اسے منع نہ کرے۔

1854 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي نَصْرِ عَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَسَاوٍ الْجَمْعِيِّ عَنْ أُمِّهِ قَالَتْ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتْ الْجَنَّةَ

•• سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت فوت ہو جائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ عورت جنت میں داخل ہوتی ہے۔

بَابُ: أَفْضَلِ النِّسَاءِ

یہ باب ہے کہ سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والی خواتین

1855 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَلَيْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا شَيْءٌ أَفْضَلُ مِنَ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ

•• حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: بے شک دنیا لطف اندوز کرنے کا سامان ہے اور دنیا کے لطف دینے والے سامان میں کوئی بھی چیز نیک عورت سے افضل نہیں ہے۔

1856 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ مَرْثَدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ لَمَّا نَزَلَ فِي الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ مَا نَزَلَ قَالُوا لَأَيَّ الْمَالِ نَتَّخِذُ قَالَ عُمَرُ لَأَتَاكَ أَعْلَمُ لَكُمْ ذَلِكَ فَأَوْضَعَ عَلَى بَعِيرِهِ فَأَذْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا لِي أَتَرَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْمَالِ نَتَّخِذُ فَقَالَ لِيَتَّخِذْ أَحَدُكُمْ قَلْبًا شَاكِرًا وَلِسَانًا ذَاكِرًا وَزَوْجَةً مُؤْمِنَةً تُعِينُ أَحَدَكُمْ عَلَى أَمْرِ الْآخِرَةِ

•• حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب چاندی اور سونے کے بارے میں حکم نازل ہو گیا تو لوگوں نے کہا اب ہم

1854: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1161

1855: أخرجه مسلم فی "المصحيح" رقم الحديث: 3628 أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث: 3232

1856: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 3094

کون سا مال حاصل کریں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: میں اس بارے میں تمہارے لیے دریافت کرتا ہوں پھر انہوں نے اپنے اونٹ کو تیز کیا اور نبی کریم ﷺ تک پہنچے (راوی کہتے ہیں:) میں ان کے پیچھے تھا انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اب ہم کون سا مال اختیار کریں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو شکر گزار دل، ذکر کرنے والی زبان اور مؤمن بیوی حاصل کرنی چاہئے جو آخرت کے معاملے میں آدمی کی مدد کرے۔

1857- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْغَابِغَةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللَّهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِنْ نَكَرَ إِلَيْهَا مَرَّتَهُ وَإِنْ أَلَسَمَ عَلَيْهَا أَبْرَثَتْهُ وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ لِنَفْسِهَا وَمَالِهَا

•• حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی پرہیزگاری کے بعد بندہ مومن کو کوئی بھی ایسی چیز حاصل نہیں ہوتی جو نیک عورت سے زیادہ بہتر ہو اگر مرد اس عورت کو کوئی حکم دے تو وہ اس کی فرمانبرداری کرے اگر مرد اس عورت کی طرف دیکھے تو اسے خوشی ہو اگر وہ مرد عورت کو کوئی قسم دے تو وہ عورت اسے پورا کرے اور اگر مرد عورت کے پاس موجود نہ ہو تو وہ عورت اپنی جان اور مرد کے مال کے بارے میں اس مرد کی خیر خواہ ہو۔“

شرح

اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کو اور ممنوعات سے بچنے کو تقویٰ کہتے ہیں لہذا ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا نیک و صالح بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور ممنوعات سے اجتناب کے بعد اپنی دینی اور دنیاوی بھلائی کے لئے جو سب سے بہتر چیز پسند کرتا ہے وہ نیک بخت و خوب صورت بیوی ہے۔ وہ اس کی تعمیل کرتی ہے، کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو گناہ و معصیت کا باعث نہیں ہوتیں یعنی وہ اپنے شوہر کی انہیں باتوں اور انہی احکام کی تعمیل کرتی ہے جو شریعت کے خلاف اور اللہ کی ناراضگی کا باعث نہیں ہوتے، یہ قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ شریعت کا یہ حکم ہے کہ مخلوق یعنی کسی شخص کا کوئی بھی ایسا حکم تعمیل نہ کرنا چاہئے جو خالق یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق ہو۔

وہ اس کی قسم کو پورا کرتی ہے، کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش و مرضی پر اپنے شوہر کی خواہش و مرضی کو مقدم رکھتی ہے مثلاً جب اس کا شوہر اس کو کسی ایسے کام کے کرنے کی قسم دیتا ہے جو اس کی خواہش کے خلاف ہوتا ہے تو وہ اپنی خواہش کو چھوڑ کر وہ اپنے شوہر کی قسم و مرضی کے مطابق وہی کام کرتی ہے یا جب اس کا شوہر اس کو کسی ایسے کام کے نہ کرنے کی قسم دیتا ہے جو اس کی خواہش کے مطابق ہے تو وہ اپنی خواہش کی پرواہ کئے بغیر اپنے شوہر کی قسم و مرضی کی مطابق اس کام کو ترک کر دیتی ہے۔

بَابُ: تَزْوِیجِ ذَوَاتِ الدِّیْنِ

یہ باب دیندار عورت کے ساتھ شادی کرنے کے بیان میں ہے

1858- حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُنْكَحُ النِّسَاءُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ قَرِيبَتْ يَدَاكَ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: خواتین سے چار وجوہات میں سے کسی ایک وجہ سے شادی کی جاتی ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے، اس کے نسب کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے۔ اس کے دین کی وجہ سے، تم دین دار خاتون کو ترجیح دو! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

شرح

حسب و نسب والی سے مراد وہ عورت ہے جو نہ صرف اپنی ذات میں شرف و بلندی اور وجاہت رکھتی ہو بلکہ وہ جس خاندان و قبیلہ کی فرد ہو وہ خاندان و قبیلہ بھی عزت و وجاہت اور شرف و بلندی کا حامل ہو چنانچہ انسان کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی عورت سے بیاہ کرے جو باحیثیت و باعزت خاندان و قبیلہ کی فرد ہوتا کہ اس عورت کی وجہ سے اپنی اولاد کے نسب میں شرف و بلندی کا امتیاز حاصل ہو۔ بہر کیف حدیث کا حاصل یہ ہے کہ عام طور پر لوگ عورت سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں مذکورہ چار چیزوں کو بطور خاص ملحوظ رکھتے ہیں کہ کوئی شخص تو مالدار عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔

بعض لوگ اچھے حسب و نسب کی عورت کو بیوی بنانا پسند کرتے ہیں بہت سے لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ایک حسین و جمیل عورت ان کی رفیقہ حیات بنے اور کچھ نیک بندے دین دار عورت کو ترجیح دیتے ہیں لہذا دین و مذہب سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دین دار عورت ہی کو اپنے نکاح کے لئے پسند کرے کیونکہ اس میں دنیا کی بھی بھلائی ہے اور آخرت کی بھی سعادت ہے۔ اور خاک آلودہ ہوں تیرے دونوں ہاتھ ویسے تو یہ جملہ لفظی مفہوم کے اعتبار سے ذلت و خواری اور ہلاکت کی بددعا کے لئے کنایہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہاں اس جملہ سے یہ بددعا مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد دین دار عورت کو اپنا مطلوب قرار دینے کی ترغیب دلانا ہے۔

1859- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْمُحَارِبِيُّ وَجَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنِ الْإِسْرَاقِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ فَقَعْسَى

1858: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5090 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3620 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث:

2047 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 3230

1859: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حُسْنُهُنَّ أَنْ يُرَدِّبَهُنَّ وَلَا تَزَوَّجُوهُنَّ لَأَمْوَالِهِنَّ فَعَسَى أَمْوَالُهُنَّ أَنْ تُطْفِئَهُنَّ وَلَكِنْ تَزَوَّجُوهُنَّ عَلَى الدِّينِ وَالْأَمَةِ
عَرْمَاءَ سَوْدَاءَ ذَاتِ دِينٍ أَفْضَلُ

•• حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”خواتین کے ساتھ ان کی خوبصورتی کی وجہ سے شادی نہ کرو کیونکہ ہو سکتا ہے ان کا حسن ان کے لیے تکلیف کا باعث بن جائے ان خواتین کے ساتھ ان کے اموال کی وجہ سے بھی شادی نہ کرو کیونکہ ہو سکتا ہے ان کے اموال ان کے لیے سرکشی کا باعث بن جائیں تم دین کی وجہ سے خواتین کے ساتھ شادی کرو تاکہ ان کی ہوئی سیاہ فام دیدار کنیز زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔“

بَابُ: تَزْوِيجِ الْأَبْكَارِ

یہ باب کنواری لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کے بیان میں ہے

1860- حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَزَوَّجْتُ يَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَبْكَرًا أَوْ ثَيِّبًا قُلْتُ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا يَكْرًا تَلَاعِبَهَا قُلْتُ كُنَّ لِي أَخَوَاتٌ فَتَعَشِيتُ أَنْ تَدْخُلَ بَنِيَّ وَبَنَاتُهُنَّ قَالَ فَذَاكَ إِذَنْ

•• حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں، میں نے ایک خاتون کے ساتھ شادی کر لی میری ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کنواری کے ساتھ یا ثیبہ کے ساتھ میں نے جواب دیا: ثیبہ کے ساتھ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے کنواری کے ساتھ شادی کیوں نہیں کی؟ تاکہ وہ تمہارے ساتھ ہنسی مذاق کرتی۔ میں نے عرض کی: میری بہنیں ہیں مجھے یہ اندیشہ تھا کہ اگر کنواری لڑکی کے ساتھ شادی کی تو وہ میرے اور میری بہنوں کے درمیان رکاوٹ بن جائے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر ٹھیک ہے۔

1861- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَالِمِ بْنِ عُثْبَةَ بْنِ عُوَيْمٍ بْنِ سَاعِدَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْأَبْكَارِ فَإِنَّهُنَّ أَغْذَبُ أَفْوَاهًا وَأَنْتَقُ أَرْحَامًا وَأَرْضَى بِالْيَسِيرِ

•• عبدالرحمن بن سالم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

1860: أخرجه مسلم في "الصححة" رقم الحديث: 361 'أخرج النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3226

1861: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

”تم کنواری لڑکیوں کے ساتھ شادی کرو کیونکہ ان کے منہ میٹھے ہوتے ہیں ان کی بچے پیدا کرنے کی صلاحیت بہتر ہوتی ہے اور وہ تھوڑی چیز پر راضی ہو جاتی ہیں۔“

شرح

اس ارشاد گرامی کے ذریعہ کنواری عورتوں کی خصوصیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو بیوہ عورتوں میں نہیں پائی جاتیں مثلاً کنواری عورت زیادہ بچے پیدا کرنے کے قابل ہوتی ہے کیونکہ اس کے رحم میں حرارت زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس کا رحم مرد کا مادہ تولید بہت جلد قبول کر لیتا ہے لیکن یہ چیز محض ظاہری اسباب کے درجہ کی ہے جو حکم الہی کے بغیر کوئی اہمیت نہیں رکھتی، کنواری عورتوں کی ایک نفسیاتی خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ تھوڑے سے مال و اسباب پر بھی راضی و خوش رہتی ہیں ان کا شوہر انہیں جو کچھ دے دیتا ہے اسی کو برضا و رغبت قبول کر لیتی ہیں اور اس پر قانع رہتی ہیں کیونکہ وہ بیوہ عورت کی طرح پہلے سے کسی خاوند کا کچھ دیکھے ہوئے تو ہوتی نہیں کہ انہیں کی بیشی کا احساس ہو اور وہ اپنے شوہر سے زیادہ مال و اسباب کا مطالبہ کریں۔

بَابُ: تَزْوِیجِ الْحَرَائِرِ وَالْوُلُودِ

یہ باب ہے کہ آزاد اور بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے والی خواتین کے ساتھ شادی کرنا

1862- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سَلَامُ بْنُ سَوَّادٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنِ الضُّعَاكِ بْنِ مُزَاحِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَلَقَى اللَّهَ طَاهِرًا مُطَهَّرًا فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی حالت میں حاضر ہونا چاہے کہ وہ پاک ہو اور اس کی تطہیر ہو چکی ہو تو وہ آزاد عورتوں کے ساتھ شادی کرے۔“

شرح

حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک جہاد میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے چنانچہ جب ہم (جہاد سے) واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری نئی شادی ہوئی تھی (کہ میں جہاد میں چلا گیا اب اگر حکم ہو تو میں آگے چلا جاؤں تاکہ اپنے گھر جلد سے جلد پہنچ سکوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نکاح کیا ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا بیوی کنواری تھی یا بیوہ تھی؟ میں نے عرض کیا کہ بیوہ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو تم نے کنواری سے کیوں نکاح نہیں کیا؟ تاکہ تم اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ تمہارے ساتھ کھیلتی پھر جب ہم مدینہ پہنچ گئے اور ہم سب نے اپنے اپنے گھروں میں جانے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی شہر جاؤ ہم رات میں (یعنی شام کے

وقت) گھروں میں داخل ہوں گے تاکہ جس عورت کے بال پراگندہ ہوں وہ تکلفی چوٹی کر لے اور وہ عورت جس کا خاوند موجود نہیں تھا (بلکہ ہمارے ساتھ جہاد میں گیا تھا) اپنے زائد بال صاف کر لے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد سوم: حدیث نمبر ۳۱۱۰)

تم اس کے ساتھ کھیلتے اٹھ، سے آپ کی بے تکلفی اور کمال الفت و رغبت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ کنواری عورت سے نکاح کرنے میں آپس کی زندگی زیادہ الفت و رغبت کے ساتھ گزرتی ہے اور بے تکلفی اور چاہت زیادہ ہوتی ہے اس کے برخلاف بیوہ عورت جب کسی دوسرے کی زوجیت میں آتی ہے چونکہ اس کا دل پہلے خاوند کی یاد کی کک محسوس کرتا ہے دوسرے سے یہ کہ اگر رہن سہن اور میل ملاپ میں اس دوسرے خاوند کو اپنے پہلے خاوند کی طرح نہیں پاتی تو اس کی طبیعت اچاٹ ہو جاتی ہے ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اتنی زیادہ بے تکلف اور خوش مزاج ثابت نہیں ہوتی جتنی ایک کنواری عورت ہوتی ہے۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گھروں میں جانے میں جلدی نہ کرو بلکہ کچھ دیر توقف کرو تا کہ تمہاری بیویاں رات سے پہلے اپنا بناؤ سنگھار کر کے تمہاری جماعت کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیں اور جب تم رات میں ان کے پاس پہنچو تو تمہیں کسی قسم کا کوئی تکدر اور کوئی بے لطفی نہ ہو۔ اس موقع پر یہ غلجان پیدا ہو سکتا ہے کہ دوسری حدیثوں میں تو اپنے گھر واپس آنی والے مسافر کو رات کے وقت گھر میں داخل ہونے سے منع فرمایا گیا ہے جب کہ یہاں رات کے وقت گھروں میں داخل ہونے کو فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گھر لوٹنے والے مسافر کو رات کے وقت گھر میں داخل ہونے کی جو ممانعت ہے اس کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ بغیر اطلاع کے یکا یک گھر میں چلا جائے اور اگر گھر والوں کو پہلے سے اطلاع ہو جیسا کہ اس موقع پر ہوا تو اس صورت میں رات کے وقت اپنے گھر میں داخل ہونا ممنوع نہیں ہوگا۔

1863- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ عَنْ كَاتِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ

عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْكُحُوا فَيَأْتِيَنَّ مَكَاثِرَ بَيْنَكُمْ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تم نکاح کرو کیونکہ میں (قیامت کے دن) تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔“

بَابُ: النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا

یہ باب ہے کہ جب کسی خاتون کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ ہو تو اسے دیکھ لینا

1864- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ عَمِّهِ

سَهْلِ بْنِ أَبِي حَنْظَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ قَالَ خَطَبْتُ امْرَأَةً فَجَعَلْتُ اتَّخِبُ لَهَا حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهَا فِي نَخْلٍ لَهَا

فَقِيلَ لَهُ اتَّفَعَلْ هَذَا وَأَنْتَ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَلْقَى اللَّهُ فِي قَلْبِ امْرِئٍ خِطْبَةً امْرَأَةً فَلَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا

1863: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1864: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت سہل بن ابو حمزہؓ حضرت محمد بن مسلمہؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں: میں نے ایک خاتون کو شادی کا پیغام بھیجا میں نے اس سے چھپ کر اس کے باغ میں اسے دیکھ لیا ان سے کہا گیا: آپ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہو کر یہ کام کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ اس نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجنا ہے تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس عورت کو دیکھ لے۔“

شرح

اپنی منسوبہ کو نکاح کا پیغام بھیجنے سے پہلے ایک نظر دیکھ لینا مستحب ہے کیونکہ اگر وہ عورت پسند آگئی اور طبیعت کو بھاگئی تو اس نکاح کے بعد وہ اس عورت کی وجہ سے بدکاری سے بچار ہے گا جو نکاح کا اصل مقصود ہے اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ ایک موقع پر جو یہ فرمایا گیا ہے کہ کسی عورت سے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے نکاح نہ کیا جائے تو اس حکم کا یہ مقصد نہیں ہے کہ حسن و جمال کو ملحوظ ہی نہ رکھا جائے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی حسین و جمیل عورت سے نکاح کرنے میں کوئی دینی نقصان و فساد ہو تو اس دینی نقصان کو تا ہی سے بالکل صرف نظر کر کے اس سے محض اس بناء پر نکاح نہ کیا جائے کہ وہ حسن و جمال کی حامل ہے۔ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے منگنی کا ارادہ کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس عورت کو ایک نظر دیکھ لو کیونکہ دیکھ لینا بہت مناسب و بہتر ہے۔ (احمد ترمذی نسائی، داری)

یعنی اگر تم اپنی منسوبہ کو ایک نظر دیکھ لینے کے بعد اس سے نکاح کر دو گے تو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت، الفت بہت زیادہ ہوگی کیونکہ جب منسوبہ کو دیکھ لینے کے بعد نکاح ہوتا ہے تو عام طور پر کوئی پچھتاوا نہیں ہوتا اور نہ اپنے اس انتخاب پر کوئی شرمندگی و پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔

1865- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَذُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالُوا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَرَادَ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذْهَبَ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَخْرَجَنِي أَنْ يُؤَدَّمَ بَيْنَكُمَا ففَعَلَ فَتَزَوَّجَهَا فَذَكَرَ مِنْ مُوَافَقَتِهَا

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک خاتون کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا۔

”جاؤ اور اسے جا کر دیکھ لو کیونکہ یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے اس کی وجہ سے تم دونوں کے درمیان محبت پیدا ہو۔“

حضرت مغیرہؓ نے ایسا ہی کیا پھر انہوں نے اس خاتون کے ساتھ شادی کر لی (پھر راوی نے اس کی موافقت کا بھی تذکرہ

کیا)

1866- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي الرَّبِيعِ أَنَّنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُرَزِي عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ امْرَأَةً أَخْطَبْتُهَا فَقَالَ أَذْهَبَ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ يُؤَدِمَ بَيْنَكُمَا فَاتَيْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فَخَطَبْتُهَا إِلَى أَبَوَيْهَا وَأَخْبَرْتُهُمَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْهُمَا كَرِهًا ذَلِكَ قَالَ فَسَمِعْتُ ذَلِكَ الْمَرْأَةَ وَهِيَ فِي خِدْرِهَا فَقَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَكَ أَنْ تَنْظُرَ فَانْظُرْ وَإِلَّا فَانْشُدْكَ كَانَتْهَا أَعْظَمْتُ ذَلِكَ قَالَ فَتَنْظُرْتُ إِلَيْهَا لَنَزَوَّجْتُهَا فَذَكَرَ مِنْ مُوَافَقَتِهَا

•• حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے ایک خاتون کا تذکرہ کیا جسے میں نکاح کا پیغام بھیجنا چاہتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ اور جا کر اسے دیکھ لو! کیونکہ ایسا کرنے کے نتیجے میں تم دونوں کے درمیان محبت زیادہ ہوگی (حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) میں ایک انصاری خاتون کے پاس آیا میں نے اسے نکاح کا پیغام دے کر اس عورت کے والدین کی طرف بھیجا اور اس کے والدین کو نبی کریم ﷺ کے فرمان کے بارے میں بتایا ان دونوں کو یہ بات پسند نہیں آئی یہ بات اس عورت نے بھی سن لی وہ پردے میں بیٹھی ہوئی تھی وہ بولی اگر تو نبی کریم ﷺ نے تمہیں اس بات کا حکم دیا ہے تو تم دیکھ لو ورنہ میں تمہیں قسم دیتی ہوں (کہ تم ایسا نہ کرو) گویا اس عورت کے لیے بھی ایسا کرنا مشکل تھا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اس عورت کی طرف دیکھ لیا پھر میں نے اس کے ساتھ شادی بھی کر لی پھر راوی نے اس عورت کے ساتھ موافقت کا بھی ذکر کیا۔

منگیتر کو دیکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ حضرت امام شافعی حضرت امام احمد اور اکثر علماء کے نزدیک اپنی منسوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھ لینا جائز ہے خواہ منسوبہ اس بات کی اجازت دے یا نہ دے۔ حضرت امام مالک کے ہاں اپنی منسوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھنا اسی صورت میں جائز ہے جب کہ اس کی اجازت حاصل ہو اس کی اجازت کے بغیر دیکھنا جائز نہیں ہے لیکن ایک روایت کے مطابق حضرت امام مالک کے ہاں منسوبہ کو دیکھنا علی الاطلاق ممنوع ہے۔

اس بارے میں فقہی مسئلہ یہ بھی ہے کہ بہتر اور مناسب یہی ہے کہ مرد اپنی منسوبہ کو دیکھنے کی بجائے کسی تجربہ کار اور معتد عورت کو بھیج دے تاکہ وہ اس کی منسوبہ کو دیکھ کر مطلوبہ معلومات فراہم کر دے۔

بَابُ: لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ

یہ باب ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام نہ بھیجے

1867- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَسَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ

المُسَيَّب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خُطْبَةِ أَخِيهِ
 •• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح نہ پڑھے۔

1868- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خُطْبَةِ أَخِيهِ
 •• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”کوئی بھی شخص اپنے بھائی کے پیغام پر نکاح کا پیغام نہ بھیجے۔“

شرح

کسی شخص کی منسوبہ سے نکاح کا پیغام بھیجنے کی یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ ان دونوں کی شادی کا معاملہ تقریباً طے ہو چکا ہے یعنی لڑکی اور لڑکا دونوں راضی ہو گئے ہوں اور مہر متعین ہو چکا ہو، لہذا اس صورت میں اب کسی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں ہوگا کہ وہ اپنے نکاح کا پیغام بھیجے اگر کوئی دوسرا شخص اس ممانعت کے باوجود کسی کی منسوبہ کے پاس نکاح کا پیغام بھیج دے اور اس پہلے شخص کی اجازت کے بغیر نکاح بھی کر لے تو یہ نکاح تو صحیح ہو جائے گا لیکن یہ دوسرا شخص جس نے پہلے شخص کی منسوبہ سے نکاح کیا ہے (گناہگار ہوگا۔

1869- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي الْجَهْمِ بْنِ صَخِيرٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ تَقُولُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَلَلْتُ قَاذِيْنِي قَاذِنَتُهُ فَخَطَبَهَا مُعَاوِيَةُ وَأَبُو الْجَهْمِ بْنُ صَخِيرٍ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا مُعَاوِيَةُ فَرَجُلٌ تَرِبَ لَا مَالَ لَهُ وَأَمَّا أَبُو الْجَهْمِ فَرَجُلٌ ضَرَابٌ لِلنِّسَاءِ وَلَكِنْ أُسَامَةُ فَقَالَتْ بِيَدِهَا هَكَذَا أُسَامَةُ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَاعَةُ اللَّهِ وَطَاعَةُ رَسُولِهِ خَيْرٌ لَكَ قَالَتْ فَتَرَوُجُّهُ لَأَخْبَطُ بِهِ

•• سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے بتا دینا تو میں نے آپ ﷺ کو بتایا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو نکاح کا

1867: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث 2140 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث 3803 "ورقم الحديث 3444" أخرجه ابوداؤد فی "السنن"

رقم الحديث 2080 "ورقم الحديث 3438" أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث 1134 "ورقم الحديث 1190" "ورقم الحديث 1222" "ورقم الحديث 1304"

"أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث 3239 "أخرجه ابن ماجه فی "السنن" رقم الحديث 2172 "ورقم الحديث 2174" "ورقم الحديث 2175"

1868: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث 3441 "ورقم الحديث 3791"

1869: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث 3696 "ورقم الحديث 3697" "ورقم الحديث 3698" أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث 1135

"أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث 3418 "ورقم الحديث 3553" "أخرجه ابن ماجه فی "السنن" رقم الحديث 2035"

پیام بھویا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک معاویہ کا تعلق ہے تو وہ ایک کنگال شخص ہے جس کے پاس مال نہیں ہے جہاں تک ابو جہم کا تعلق ہے تو وہ ایک ایسا شخص ہے جو عورتوں کی چٹائی بہت کرتا ہے تاہم اسامہ (ٹھیک رہے گا) تو سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے ہاتھ کے ذریعے اس طرح اشارہ کرتے ہوئے کہا اسامہ؟ اسامہ (یعنی انہوں نے اس رشتے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا) تو نبی کریم ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا: اللہ کی فرمانبرداری اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کر لی تو اس حوالے سے مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

بَابُ: اسْتِمَارِ الْبُكَرِ وَالْثِّيبِ

یہ باب ہے کہ کنواری اور ثیبہ عورت سے اجازت لینا

1870- حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى السَّيِّدِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ الْهَاشِمِيِّ عَنْ نَالِعِ بْنِ جُبَيْرٍ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآيِمُ أَوْلَى بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبُكَرُ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا قَبْلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْبُكَرَ تَسْتَحْيِي أَنْ تَعْكَلَمَ قَالَ إِذْنُهَا مُكُونُهَا

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”ثیبہ عورت اپنے ولی کے مقابلے میں اپنی ذات کی زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے اس کی مرضی معلوم کی جائے گی۔“

مرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ کنواری لڑکی اس بارے میں بات کرتے ہوئے شرما جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔

شرح

ایم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو خواہ وہ باکرہ ہو (پہلے کبھی اس کی شادی نہ ہوئی ہو) خواہ میب ہو کہ پہلے اس کی شادی ہو چکی ہو اور پھر یا تو اس کا خاوند مر گیا ہو یا اس نے طلاق دیدی ہو) لیکن یہاں ایم سے مراد میب بالغہ ہے یعنی وہ عورت جو بالغہ ہو اور اس کا پہلا شوہر یا تو مر گیا ہو یا اس نے طلاق دے دی ہو۔

عورت سے اس کے نکاح کی اجازت حاصل کرنے کے سلسلے میں حدیث نے باکرہ کنواری اور میب بیوہ کا ذکر اس فرق کے ساتھ کیا ہے کہ میب کے بارے میں تو یہ فرمایا گیا کہ جب تک اس کا حکم حاصل نہ کر لیا جائے اور باکرہ کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے لہذا حکم اور اجازت کا یہ فرق اس لئے ظاہر کیا گیا ہے کہ میب یعنی بیوہ عورت اپنے نکاح کے سلسلہ میں زیادہ شرم و حیا نہیں کرتی بلکہ وہ خود کھلے الفاظ میں اپنے نکاح کا حکم کرتی ہے یا کم سے کم صریح اشارات

1870: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3461 'ورقم الحديث: 3462 'ورقم الحديث: 3463 'أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2098 'ورقم الحديث: 2099 'ورقم الحديث: 2100 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1108 'أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3260 'ورقم الحديث: 3261 'ورقم الحديث: 3262 'ورقم الحديث: 3263 'ورقم الحديث: 3264

کے ذریعہ اپنی خواہش کا از خود اظہار کر دیتی ہے اور اس بارے میں کوئی خاص جھجک نہیں ہوتی اس کے برخلاف ہاکرہ یعنی کنواری عورت چونکہ بہت زیادہ شرم و حیا کرتی ہے اس لئے وہ نہ تو کھلے الفاظ میں اپنے نکاح کا حکم کرتی ہے اور نہ صریح اشارات کے ذریعہ ہی اپنی خواہش کا اظہار کرتی ہے ہاں جب اس کے نکاح کی اجازت اس سے لی جائے تو وہ اپنی رضامندی و اجازت دیتی ہے بلکہ زیادہ تر تو یہ ہوتا ہے کہ طلب اجازت کے وقت وہ زبان سے اجازت دینا بھی شرم کے خلاف سمجھتی ہے اور اپنی خاموشی و سکوت کے ذریعہ ہی اپنی رضامندی کا اظہار کر دیتی ہے۔

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے حکم یا اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں ہوتا لیکن فقہاء کے یہاں اس بارے میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ تمام عورتوں کی چار قسمیں ہیں اول شیب بالغہ یعنی وہ بیوہ عورت جو بالغ ہو ایسی عورت کے بارے میں متفقہ طور پر تمام علماء کا قول یہ ہے کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے بشرطیکہ وہ عاقلہ ہو یعنی دیوانی نہ ہو اگر عاقلہ نہ ہوگی تو ولی کی اجازت سے اس کا نکاح ہو جائے گا۔ دوم ہاکرہ صغیرہ یعنی وہ کنواری لڑکی جو نابالغ ہو، اس کے بارے میں بھی تمام علماء کا متفقہ طور پر یہ قول ہے کہ اس کے نکاح کے لئے اس کی اجازت کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا ولی اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ سوم شیب صغیرہ یعنی وہ بیوہ جو بالغ نہ ہو اس کے بارے میں حنفی علماء کا تو یہ قول ہے کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر ہو سکتا ہے لیکن شافعی علماء کہتے ہیں کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔

چہارم ہاکرہ بالغہ یعنی وہ کنواری جو بالغ ہو، اس کے بارے میں حنفی علماء تو یہ کہتے ہیں کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں لیکن شافعی علماء کے نزدیک جائز ہے۔ گویا تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ حنفی علماء کے نزدیک ولایت کا مدار صغر پر ہے یعنی ان کے نزدیک ولی کو عورت کی اجازت کے بغیر نکاح کر دینے کا حق اسی صورت میں حاصل ہوگا جب کہ وہ کسن یعنی نابالغ ہو خواہ وہ ہاکرہ کنواری ہو یا شیب بیوہ ہو جب کہ شافعی علماء کے نزدیک ولایت کا مدار بکارت پر ہے یعنی ان کے نزدیک ولی کو عورت کی اجازت کے بغیر نکاح کر دینے کا حق اس صورت میں حاصل ہوگا جب کہ وہ ہاکرہ ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ ہو۔

لہذا یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک بالغہ پر محمول ہے خواہ وہ شیب ہو یا ہاکرہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی حدیث (ولا تلحظوا لکمر حتی تتعازن) (کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے) شوافع کے قول کے خلاف ایک واضح دلیل ہے۔ اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایم یعنی وہ عورت جو بیوہ بالغہ اور عاقلہ ہو اپنے نکاح کے معاملہ میں اپنے ولی سے زیادہ خود اختیار رکھتی ہے اور کنواری لڑکی جو بالغ ہو بھی اس کی حق دار ہے کہ اس کے نکاح کی اس سے اجازت حاصل کی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنی زبان سے اجازت دے بلکہ اس کی شرم و حیا کے پیش نظر اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت کے لئے کافی ہے) ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیب یعنی بیوہ عورت اپنے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ خود اختیار رکھتی ہے اور کنواری لڑکی سے بھی اس کے نکاح کی اجازت حاصل کی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیب اپنے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ خود اختیار رکھتی ہے اور کنواری لڑکی بھی اس کا باپ اس کے

نکاح کے بارے میں اجازت حاصل کرے اور اس کی اجازت اس کا چپ رہنا ہے۔ (مسلم)

اپنے ولی سے زیادہ خود اختیار رکھتی ہے کا مطلب یہ ہے کہ بیوہ عورت اپنے نکاح کی اجازت دینے یا نہ دینے کے معاملے میں بالکل خود مختار ہے اور یہ کہ جب تک وہ خود اپنی زبان سے اجازت نہ دے دے اس کا نکاح نہیں ہوگا بخلاف کنواری عورت کے کہ اس کے لئے زبان سے اجازت دینا ضروری نہیں ہے بلکہ وہ خاموشی کے ذریعہ بھی اپنی اجازت کا اظہار کر سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں ہائی تفصیل و تشریح وہی ہے جو اس سے پہلے ذکر کی گئی ہے۔ یہاں جو کئی روایتیں نقل کی گئی ہیں ان میں صرف تھوڑا سا اختلاف ہے مفہوم و معنی کے اعتبار سے تمام روایتیں تقریباً یکساں ہیں۔

1871- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ابِرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُنْكَحُ الثِّيبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا الْبُكَرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ وَآذِنَهَا الصُّمُوتُ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”ثیبہ عورت کی شادی اس وقت تک نہ کی جائے جب تک اس سے اجازت نہ لی جائے اور کنواری کی اس وقت تک نہ لی جائے جب تک اس کی مرضی معلوم نہ کی جائے اور اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔“

1872- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ عَنْ عَبْدِ بْنِ عَبْدِ الْكِنْدِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثِّيبُ تُعْرَبُ عَنْ نَفْسِهَا وَالْبُكَرُ رِضَاهَا صَمْتُهَا

•• عدی بن عدی کندی اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ثیبہ عورت بول کر اپنی رضا مندی کا اظہار کرے گی جبکہ کنواری کی رضا مندی اس کی خاموشی ہے۔

بَابُ: مَنْ زَوَّجَ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَاِرِهَةٌ

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی بیٹی کی شادی کر دے حالانکہ لڑکی اس (رشتے کو) ناپسند کرے

1873- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ وَمُجَمِّعَ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّينَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ يُدْعَى بِحَدَامَا أَنْكَحَ ابْنَةً لَهُ لَكْرِهَتْ نِكَاحَ أَبِيهَا فَآتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ لَهُ فَرَدَّ عَلَيْهَا نِكَاحَ أَبِيهَا فَكَفَحَتْ أَبَا لُبَابَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُنْدِرِ وَذَكَرَ يَحْيَى أَنَّهَا كَانَتْ ثَيْبًا

1871: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث 3459 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث 1107

1872: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

• حضرت عبدالرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ اور حضرت مجاہد بن یزید رضی اللہ عنہ یہ دونوں حضرات انصاری ہیں یہ بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والا ایک شخص خدام تھا اس نے اپنی بیٹی کی شادی کردی اس لڑکی کو اپنے باپ کا کیا ہوا نکاح پسند نہیں آیا تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا نبی کریم ﷺ نے اس کے والد کے کیے ہوئے نکاح کو کالعدم قرار دیا پھر اس خاتون نے حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کر لی۔

یہی نامی راوی نے یہ بات ذکر کی ہے وہ خاتون شیبہ تھی۔

1874- حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَتْ فَتَاةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أَبِي ذَوَّجَنِي ابْنَ أَخِيهِ لِيَرْفَعَ بِي خَیْبَتَهُ قَالَ فَجَعَلَ الْأَمْرَ إِلَيْهَا فَقَالَتْ قَدْ أَجَزْتُ مَا صَنَعَ أَبِي وَلَكِنْ أَرَدْتُ أَنْ تَعْلَمَ النِّسَاءُ أَنَّ لَيْسَ إِلَى الْآبَاءِ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

• ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں ایک لڑکی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: میرے والد نے اپنے بچے کے ساتھ میری شادی کردی ہے تاکہ میری وجہ سے اس کی حیثیت بہتر ہو جائے راوی کہتے ہیں: تو نبی کریم ﷺ نے اس لڑکی کو اس حوالے سے اختیار دیا وہ لڑکی بولی میرے والد نے جو کیا ہے میں اسے برقرار رکھتی ہوں تاہم میں یہ چاہتی تھی کہ خواتین کو یہ پتہ چل جائے کہ ماں باپ کو اس بارے میں کُل اختیار نہیں ہے۔

1875- حَدَّثَنَا أَبُو الشَّافِعِ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ أَدَّ الْعَسْكَرِيُّ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَرِيُّ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جَارِيَةً بَكَرًا آتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ لَهُ أَنَّ أَبَاهَا ذَوَّجَهَا وَهِيَ تَكَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک کنواری لڑکی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے آپ ﷺ کے سامنے یہ بات ذکر کی کہ اس کے والد نے اس کی شادی کردی ہے جسے وہ ناپسند کرتی ہے تو نبی کریم ﷺ نے اس لڑکی کو اختیار دیا تھا۔

1875م- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَبَانَا مُعَمَّرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّقِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَّانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

• یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

1874: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1873: أخرجه البخاری فی "المصحيح" رقم الحديث 5138، ورقم الحديث 5139، ورقم الحديث 6945، ورقم الحديث 6969، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث 2101، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث 3268

1874: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1875: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث 2096، ورقم الحديث 2097

بَابُ: نِكَاحِ الصِّغَارِ يُزَوِّجُهُنَّ الْآبَاءُ

یہ باب ہے کہ آباء کا اپنے کم سن بچوں کی شادی کر دینا

1876- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَنَزَلْنَا فِي بَيْتِي الْحَارِثِ بْنِ الْغَزَزِ فَوُعِكَتْ فَتَمَرَّقَ شَعْرِي حَتَّى وَفَى لَهَا جَمِيعَةً فَاتَّبَعَنِي أُمِّي أَمْ رُومَانٌ وَلَاتِي لَفِي أَرْجُو حَيَّةً وَمَعِيَ صَوَاحِبَاتٌ لِي لَصَرَخَتْ بِي فَاتَّبَعْتُهَا وَمَا أَذْرِي مَا تُرِيدُ فَأَخَذَتْ بِيَدِي فَأَوْقَفَتْنِي عَلَى بَابِ الدَّارِ وَلَاتِي لَا تَهْجُ حَتَّى سَكَنَ بَعْضُ نَفْسِي ثُمَّ أَخَذَتْ شَيْئًا مِنْ مَاءٍ فَمَسَحَتْ بِهِ عَلَيَّ وَجْهِي وَرَأْسِي ثُمَّ أَذْخَلَتْنِي الدَّارَ فَإِذَا نِسْوَةٌ بَنَاتُ الْأَنْصَارِ فِي بَيْتٍ لَقُلْنَ عَلَيَّ الْخَيْرَ وَالْبَرَكَاتِ وَعَلَيَّ خَيْرَ طَائِفٍ فَاسْلَمَتْنِي إِلَيْهِنَّ فَأَصْلَحْنَ مِنْ شَأْنِي فَلَمْ يَرْغَبْنِي إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعَى فَاسْلَمَتْنِي إِلَيْهِ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ

● سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی کریم ﷺ نے جب میرے ساتھ شادی کی اس وقت میری عمر 6 سال تھی پھر ہم لوگ مدینہ منورہ آ گئے۔ بنو حارث بن خزرج کے محلے میں ہم نے پڑاؤ کیا مجھے بخار ہو گیا میں شدید بیمار ہو گئی۔ میرے بال جھڑ گئے چھوٹی سی چٹیا باقی رہ گئی۔ میری والدہ سیدہ اُم رومان رضی اللہ عنہا میرے پاس آئیں، میں اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ جھولے میں کھیل رہی تھی۔ انہوں نے بلند آواز میں مجھے بلایا میں ان کے پاس آئی مجھے نہیں پتہ تھا کہ ان کا ارادہ کیا ہے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور دروازے پر مجھے لا کر کھڑا کر دیا میں ہانپ رہی تھی۔ جب میرا سانس تھوڑا درست ہوا تو انہوں نے تھوڑا سا پانی لے کر میرے چہرے اور سر کو صاف کیا۔ پھر وہ مجھے گھر کے اندر لے گئیں، وہاں کچھ انصاری خواتین گھر میں موجود تھیں۔ انہوں نے کہا: خیر و برکت کے ہمراہ آئیں نیک نصیب لے کر آئیں۔ پھر میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا، انہوں نے مجھے تیار کیا چاشت کے وقت نبی کریم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے میری والدہ نے مجھے ان کے حوالے کر دیا میری عمر اس وقت نو برس تھی۔

1877- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِانٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا إِسْرَاطِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سَبْعٍ وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ وَتَوَفَّى عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِي عَشْرَةَ سَنَةً

● حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سات سال تھی جب ان کی رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر نو سال تھی جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

چھوٹی بچی کی شادی کی اباحت میں قرآن و سنت و اجماع

عام علماء کرام اس کو جائز قرار دیتے ہیں، کہ شریعت میں شادی کے لیے بچی کی عمر کی تعیین نہیں کہ اس عمر سے قبل بچی کی شادی نہ کی جائے۔ اس کا ثبوت اللہ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اہل علم کے اجماع میں ہے۔

۱ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور تمہاری عورتوں میں سے وہ جو حیض سے ناامید ہو گئی ہوں، اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو)۔ (طلاق: ۴)

یہ آیت کریمہ اس مسئلہ پر واضح دلالت کرتی ہے جس میں ہم بحث کر رہے ہیں، اور اس آیت میں اس طلاق شدہ عورت کی عدت بیان ہوئی ہے جو ابھی بچی ہو اور اسے حیض آنا ہی شروع نہیں ہوا۔

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (اور وہ عورتیں جنہیں ابھی حیض نہیں آیا)۔ یعنی وہ چھوٹی عمر کی جنہیں ابھی حیض آیا ہی نہیں، تو ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ (تفسیر ابی داؤد، ج ۴، ص ۵۲)

اور ابن قیم کہتے ہیں۔ اس عورت کی عدت جسے حیض نہیں آتا اس عورت کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ چھوٹی عمر کی جسے ابھی حیض آیا ہی نہیں، اور دوسری وہ بڑی عمر کی عورت جو حیض سے ناامید ہو چکی ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان دونوں قسم کی عورتوں کی عدت بیان کرتے ہوئے فرمایا: (اور تمہاری عورتوں میں سے وہ جو حیض سے ناامید ہو گئی ہوں، اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو) یعنی ان کی عدت بھی اسی طرح ہے۔ (زاد العادنی حدی فی خیر العباد (۵/۵۵۵))

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی تو ان کی عمر ابھی چھ برس تھی، اور جب رخصتی ہوئی تو وہ نو برس کی تھیں، اور نو برس ہی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔"

(صحیح بخاری حدیث نمبر (۴۸۴۰) صحیح مسلم حدیث نمبر (۱۴۲۲))

علماء کے صحیح قول کے مطابق اس چھوٹی عمر کی لڑکی کی شادی اس کا باپ کرے گا باپ کے علاوہ کوئی اور ولی نہیں کر سکتا اور بالغ ہونے کے بعد یہ لڑکی اختیار کی مالک نہیں۔

عورت کی اجازت کے بغیر کوئی بھی عورت کی شادی نہیں کر سکتا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، اور اگر وہ اسے ناپسند کرے تو اسے نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا، لیکن چھوٹی عمر کی کنواری بچی کو، اس کی شادی اس کا والد کرے گا، اور اس کو اجازت کا حق نہیں۔ (مجموع الفتاویٰ (۳۲/۳۸))

باپ کے لئے عدم اجازت صغیرہ پر اجماع کا بیان

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ باپ اپنی چھوٹی عمر کی بچی کی شادی کر سکتا ہے اور اس میں اسے بچی سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی تو ان کی عمر ابھی چھ یا سات برس تھی، ان کا نکاح ان کے والد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔"

اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ چھوٹی بچی کا والد اس کی شادی کرے گا اس پر اتفاق ہے، بخلاف شاذ قول کے۔ کیونکہ

اسی پر اتفاق ہے۔ (فتح الباری (ج ۹، ص ۲۲۹)

چھوٹی بچی کی رخصتی اور اس سے دخول کرنا

عقد نکاح کرنے سے یہ چیز لازم نہیں آتی، کیونکہ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ بعض اوقات بڑی عمر کی عورت کا نکاح ہوتا ہے لیکن اس سے اس کا دخول لازم نہیں آتا، اور اس کا پوری وضاحت سے بیان اس طرح ہو سکتا ہے کہ:

بعض اوقات عقد نکاح کے بعد اور دخول یعنی رخصتی سے قبل ہی طلاق ہو جاتی ہے، تو اس صورت میں اس کے کچھ احکام بھی ہیں اور یہ اپنے عموم کے اعتبار سے چھوٹی عمر کی بچی کو بھی شامل ہے اگر مہر مقرر کیا گیا ہے تو اسے نصف مہر ادا کرنا ہوگا، اور اس کی کوئی عدت نہیں ہوگی۔

نصف مہر کے متعلق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور اگر تم انہیں چھونے سے پہلے ہی طلاق دے دو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کر دیا ہو تو مقرر کردہ مہر کا آدھا مہر دے دو، یہ اور بات ہے کہ وہ خود معاف کر دیں، یا وہ شخص جس کے ہاتھ میں نکاح کی گڑہ ہے وہ معاف کر دے) (البقرہ: 237) اور دوسری عورت یعنی جس پر عدت نہیں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: (اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو، چنانچہ تم کچھ نہ کچھ انہیں دے دو اور بھلے طریقہ سے انہیں رخصت کر دو) (احزاب: 48)

اس بنا پر جس چھوٹی بچی کا نکاح ہو جائے تو اسے خاوند کے سپرد اس وقت نہیں کیا جائے گا جب تک وہ رخصتی اور مباشرت کے قابل نہیں ہو جاتی، اور اس میں اس کے بالغ ہونے کی شرط نہیں؛ بلکہ مباشرت کو برداشت کرنے کی طاقت ہونی چاہیے، اور اگر رخصتی ہونے کے بعد طلاق ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہوگی جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں علماء کے یہ اقوال ہیں جو کہ چھوٹی بچی سے استمتاع یا اس سے دخول کا گمان کرنے والے کا رد ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "چھوٹی عمر کی لڑکی کی رخصتی اور اس سے دخول کا وقت یہ ہے کہ: اگر خاوند اور ولی کسی ایسی چیز پر متفق ہوئے ہوں جس میں چھوٹی بچی کو نقصان اور ضرر نہیں تو اس پر عمل کیا جائے گا، اور اگر ان میں اختلاف ہو تو امام احمد اور ابو عبید کہتے ہیں کہ: نو برس کی بچی کو اس پر مجبور کیا جائے گا، لیکن اس سے چھوٹی بچی کو نہیں۔

اور امام شافعی اور مالک اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ کہتے ہیں۔ اس کی حد جماع برداشت کرنے کی استطاعت ہے، اور یہ چیز عورتوں میں مختلف ہوتی ہے اس میں عمر کی قید نہیں لگائی جاسکتی، اور صحیح بھی یہی ہے، اور پھر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں عمر کی تحدید نہیں، اور نہ ہی اس میں منع کیا گیا ہے کہ اگر وہ اس عمر سے قبل استطاعت رکھتی ہو اس کی رخصتی نہیں کی جائے گی، اور نہ ہی اس کے لیے اجازت پائی جاتی ہے جو نو برس کی ہونے کے باوجود جماع کی استطاعت نہ رکھتی ہو، داؤدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت بہتر جوان ہوئی تھیں۔ (شرح مسلم (۹/۲۸۸)

صاحب رائے عورت کی ولایت میں مذاہب اربعہ

احناف کے جب عورت بڑی عمر کی ہو جائے اور صاحب رائے بن جائے تو اس کے باپ کی ولایت ختم ہو جاتی ہے، اس طرح وہ جہاں پسند کرے جہاں اس کو کوئی خوف و خطر نہ ہو رہ سکتی ہے، اور ثیبہ عورت (مطلقہ یا بیوہ) کو اپنے ساتھ اسی صورت میں رکھا جاسکتا ہے جب امن نہ ہو اور خطرہ محسوس ہو تو پھر والد یا دادا اسے اپنے ساتھ رکھے کوئی اور نہیں، ابتدا میں یہی لکھا ہے۔

اور مالکی کہتے ہیں: عورت کے بارے میں یہ ہے کہ اس کی پرورش اور دیکھ بھال جاری رہے گی، حتیٰ کہ شادی تک نفی ولایت ہوگی اور جب خاوند کے پاس چلی جائے تو یہ ولایت ختم ہوگی۔

اور شافعیہ کے ہاں یہ ہے کہ: جب بچہ بالغ ہو جائے تو اس کی ولایت ختم ہو جاتی ہے چاہے وہ لڑکی ہو یا لڑکا۔

اور حنابلہ کے ہاں یہ ہے کہ: اگر لڑکی ہو تو وہ علیحدہ نہیں رہ سکتی اور اس کے والد کو اسے منع کرنے کا حق حاصل ہے، کیونکہ ایسی حالت میں خدشہ ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص آجائے جو اسے غلط راہ پر لگائے اور خراب کر دے، اور اس طرح اس لڑکی اور اس کے خاندان پر عار بن جائے، اور اگر اس لڑکی کا والد نہ ہو تو اس کے ولی اور خاندان والوں کے لیے اسے منع کرنے کا حق حاصل ہے

(الموسوۃ الفقہیہ: (204-205)

اولاد کی مسئولیت و ذمہ داری ختم ہونے کے وقت میں مذاہب اربعہ کے اقوال یہی ہیں، اور علماء کرام کا تقریباً اس پر اتفاق ہی ہے کہ لڑکی پر اس کے گھر والوں کی ذمہ داری جاری رہتی ہے چاہے وہ بالغ بھی ہو جائے، اور کچھ نے اس کی شادی ہونے پر ذمہ داری ختم ہونے کا کہا ہے، کیونکہ شادی ہونے کے بعد اس کا خاوند ذمہ دار موجود ہے، اور کچھ نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ امن والی جگہ میں ہو جہاں اس کو کوئی خطرہ نہ ہو۔

بَابُ نِكَاحِ الصِّغَارِ يُزَوِّجُهُنَّ غَيْرُ الْآبَاءِ

یہ باب ہے کہ آباء کے علاوہ کسی دوسرے کا نابالغ بچوں کی شادی کرنا

1878- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ حِينَ هَلَكَ عُثْمَانُ بْنُ مَطْعُونٍ تَرَكَ ابْنَةً لَهُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَرَزَوْا جَنِيهَا خَالِي قَدَامَهُ وَهُوَ عَمُّهَا وَلَمْ يُشَاوِرْهَا وَذَلِكَ بَعْدَ مَا هَلَكَ أَبُوهَا فَكَرِهْتُ نِكَاحَهُ وَأَحْبَبْتُ الْجَارِيَةَ أَنَّ يُزَوِّجَهَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَرَزَوْا جَنِيهَا إِيَّاهُ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے ہمسندگان میں ایک بیٹی چھوڑی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میرے ماموں حضرت قدامہ رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کے ساتھ میری شادی کرنا چاہی، وہ اس

لڑکی کے چچا تھے انہوں نے لڑکی کے ساتھ اس بارے میں مشاورت نہیں کی اور انہوں نے یہ عمل اس بچی کے والد کے انتقال کے بعد کیا تو اس لڑکی کو یہ رشتہ پسند نہیں آیا اس کی یہ خواہش تھی کہ اس کی شادی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو تو اس (کے چچا) نے اس کی شادی انہی کے ساتھ کر دی۔

بَابُ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ

یہ باب ولی کے بغیر نکاح نہ ہونے کے بیان میں ہے

ولایت نکاح کے فقہی مفہوم کا بیان

علامہ ملا والدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کا قول دوسرے پر نافذ ہو دوسرا چاہے یا نہ چاہے۔ ولی کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے، بچہ اور مجنون ولی نہیں ہو سکتا۔ مسلمان کے ولی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے کہ کافر کو مسلمان پر کوئی اختیار نہیں، متقی ہونا شرط نہیں۔ قاضی بھی ولی ہو سکتا ہے۔ ولایت کے اسباب چار ہیں: قرابت، ملک، ولایت، امامت۔ (درعقار، کتاب النکاح ج ۱)

ولی کے معنی و مفہوم کا بیان

ولی لغوی طور پر کارساز منتظم کو کہتے ہیں یعنی وہ شخص جو کسی کام کا منتظم ہو لیکن یہاں ولی سے مراد وہ شخص ہے جو کسی عورت کے نکاح کا متولی و ذمہ دار ہوتا ہے، ہاں طور کہ اس عورت کے نکاح کا اختیار اسے حاصل ہوتا ہے۔ اس موقع پر یہ بتادینا ضروری ہے کہ ولایت یعنی کسی کے ولی ہونے کا حق کن کن لوگوں کو حاصل ہے چنانچہ جاننا چاہئے کہ نکاح کے سلسلہ میں ولایت کے اختیار اس کے ان رشتہ دار کو حاصل ہوتے ہیں جو عصبہ بنفسہ ہوں اگر کئی عصبات بنفسہ ہوں تو ان میں مقدم وہ ہوگا جو دراخت میں مقدم ہو گیا اس بارے میں عصبات کی وہ ترتیب رہے گی جو دراخت میں ہوتی ہے اگر عصبات بنفسہ میں کوئی نہ ہو تو ماں کو ولایت حاصل ہوگی پھر دادی کو (تنبیہ میں اس کے برعکس ترتیب مذکور ہے) پھر بیٹی کو پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پوتے کی بیٹی کو اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو پھر نانا کو ولایت حاصل ہوگی پھر حقیقی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو پھر ماں کی اولاد کو (خواہ مرد یا عورت ہوں) پھر اسی ترتیب کے مطابق ان کی اولاد کو اور اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہو تو حق ولایت مولی الموالیات کو حاصل ہوگا۔

اگر مولی الموالیات بھی نہ ہو تو پھر بادشاہ وقت ولی ہوگا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو اس کے بعد بادشاہ وقت کا کوئی نائب مثلاً قاضی بھی ولی ہو سکتا ہے بشرطیکہ بادشاہ کی طرف سے اس کو یہ اختیار دیا گیا ہو اس کے بعد قاضی کے نائبوں کو حق ولایت حاصل ہوگا بشرطیکہ اپنا نائب بنانے کی اجازت و اختیار قاضی کو حاصل ہو اگر قاضی کو یہ اجازت حاصل نہیں ہوگی تو پھر اس کا کوئی بھی نائب ولی نہیں ہو سکے گا۔ ولایت کا حق حاصل ہونے کے لئے آزاد ہونا عاقل ہونا بالغ ہونا اور مسلمان ہونا شرط ہے لہذا کوئی غلام کسی کا ولی نہیں ہو سکتا کوئی نابالغ کسی کا ولی نہیں ہو سکتا، کوئی دیوانہ کسی کا ولی نہیں ہو سکتا اور پاگل کسی کا ولی نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ولی ہو سکتا

ہے، اسی طرح کوئی مسلمان بھی کی کافر کا ولی نہیں ہو سکتا۔ یہ کہ عام سبب پایا جائے جیسے کوئی مسلمان کسی کافرہ لوٹری کا آقا ہو یا مسلمان بادشاہ یا بادشاہ کا نائب ہو تو اس صورت میں مسلمان کافر کا ولی ہو سکتا ہے۔

1879- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ لَمْ يَنْكِحْهَا الْوَلِيُّ لِنِكَاحِهَا بَاطِلٌ لِنِكَاحِهَا بَاطِلٌ فَإِنْ أَصَابَهَا فَلَهَا مَهْرُهَا بِمَا أَصَابَ مِنْهَا فَإِنْ اشْتَجَرُوا قَالَ السُّلْطَانُ زَلِيٌّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ

●● سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جس عورت کا نکاح اس کا ولی نہیں کروا تا تو اس عورت کا نکاح باطل ہوتا ہے اس عورت کا نکاح باطل ہوتا ہے اس عورت کا نکاح باطل ہوتا ہے۔ اگر اس عورت کے ساتھ اس کے شوہر نے صحبت کر لی ہو تو اس کے شوہر نے جو صحبت کی ہے اس کی وجہ سے اس عورت کو مہر ملے گا لیکن اگر اس کے سر پرستوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو جس کا کوئی ولی نہ ہو تو اس کا ولی حاکم وقت ہوتا ہے۔

1880- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَجَّاجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيِّ وَلِيٍّ حَدِيثٌ عَائِشَةَ وَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ

●● حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ الفاظ اضافی ہیں۔

"جس کا کوئی ولی نہ ہو سلطان اس کا ولی ہوتا ہے۔"

1881- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيِّ

●● حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔"

1882- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ الْحَسَنِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ الْعُقَيْلِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ ثَعْلَبِ بْنِ سَيْبِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةَ الْمَرْأَةَ وَلَا تُزَوِّجُ

1879: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث 2083 "درم الحديث 2084" أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث 1102

1881: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث 2085 "المجامع" رقم الحديث 1101

1882: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَإِنَّ الزَّايِيَةَ هِيَ الَّتِي تُزَوِّجُ نَفْسَهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”کوئی عورت کسی دوسرے کی شادی نہیں کروا سکتی کوئی عورت اپنی شادی خود نہیں کروا سکتی چونکہ زنا کرنے والی عورت اپنی شادی خود کرواتی ہے۔“

شرح

آزاد عاقل اور بالغ لڑکی کا نکاح اس کی رضا مندی کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے اگرچہ ولی نے اسے منعقد نہ کروایا ہو خواہ وہ لڑکی ہا کرہ ہو یا شیبہ ہو یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے اور ظاہر الروایت کے مطابق امام ابو یوسف بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ امام ابو یوسف سے یہ روایت بھی منقول ہے: نکاح صرف ولی کی موجودگی میں منعقد ہوگا۔ امام محمد کے نزدیک وہ منعقد ہو جائے گا (لیکن ولی کے اجازت دینے پر) موقوف ہوگا۔ امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں: خواتین کی عبارت کے ذریعے نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا کیونکہ نکاح سے مراد اس کے مخصوص مقاصد ہوتے ہیں اور یہ معاملہ ان خواتین کے سپرد کرنے کے نتیجے میں ان مقاصد میں خلل لازم آتا ہے۔ امام محمد یہ فرماتے ہیں: وہ خلل ولی کے اجازت دینے سے ختم ہو جاتا ہے۔ (ایسے نکاح کو) جائز قرار دینے کی وجہ یہ ہے: اس عورت نے خالص اپنے حق میں تصرف کیا ہے اور وہ اس کی اہل بھی ہے کیونکہ وہ عاقل ہے اور سمجھدار ہے یہی وجہ ہے: اسے اپنے مال میں بھی تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہے اور اسے شوہر منتخب کرنے کا بھی اختیار حاصل ہے۔ ولی کے ذریعے شادی کرنے کا مطالبہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ اسے بے شری کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔ پھر ظاہر الروایت میں یہ بھی منقول ہے: اس بارے میں کفو اور غیر کفو کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے تاہم غیر کفو کے بارے میں اعتراض کرنے کا حق ولی کو حاصل ہوگا۔

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف سے یہ روایت بھی منقول ہے: غیر کفو میں ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ کتنے ہی ایسے واقعات ہیں جو مشہور نہیں ہو پاتے (یا جو عدالت تک نہیں پہنچ پاتے)۔ یہ بھی روایت کیا گیا ہے: امام محمد نے ان دونوں حضرات کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

النعقاد نکاح کی ولایت میں فقہاء تابعین کے مذاہب

امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے، پھر اگر خاوند نے اس سے جماع کیا تو اس پر مہر واجب ہو جائے گا کیونکہ مرد نے اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھایا اگر ان کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے تو بادشاہ وقت اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی (وارث) نہ ہو۔ یہ حدیث حسن ہے۔

یحییٰ بن سعید انصاری، یحییٰ بن ایوب، سفیان ثوری اور کئی حفاظ حدیث ابن جریج سے اسی کے مثل روایت کرتے ہیں۔ ابو موسیٰ کی حدیث میں اختلاف ہے اسرائیل، شریک بن عبد اللہ، ابو عوانہ، زہیر بن معاویہ، اور قیس بن ربیع، ابواسحاق سے وہ ابو بردہ سے وہ

ابوموسیٰ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔

ابو بردہ سے وہ ابوموسیٰ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت کرتے ہیں اور اس میں ابواسحاق کا ذکر نہیں کرتے۔ یہ حدیث یونس بن ابواسحاق سے بھی ابو بردہ کے حوالے سے مرفوعاً مروی ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں۔ سفیان کے بعض ساتھی بھی سفیان سے وہ ابواسحاق سے وہ ابو بردہ سے اور وہ ابوموسیٰ سے روایت کرتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے میرے نزدیک ابواسحاق کی ابو بردہ سے اور ان کی ابوموسیٰ کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا زیادہ صحیح ہے۔

اس لیے کہ ان تمام راویوں کا جو ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں ابواسحاق سے حدیث سننا مختلف اوقات میں تھا اگرچہ سفیان اور شعبہ ان سب سے زیادہ اثبت اور احفظ ہیں۔ پس کئی راویوں کی روایت میرے نزدیک اصح و اشبه ہے اس لیے کہ ثوری اور شعبہ دونوں نے یہ حدیث اس ابواسحاق سے ایک ہی وقت میں سنی ہے۔

جس کی دلیل یہ ہے کہ محمود بن غیلان ابوداؤد سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے شعبہ نے کہا میں نے سفیان ثوری کو ابواسحاق سے یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ کیا آپ نے ابو بردہ سے یہ حدیث سنی ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں نے یہ حدیث ایک ہی وقت میں سنی جب کہ دوسرے راویوں نے مختلف اوقات میں سنی پھر اسرائیل ابواسحاق کی روایتوں کو اچھی طرح یاد رکھنے والے ہیں۔ محمد بن ثنی، عبدالرحمن بن مہری کے حوالے سے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا ثوری کی جو احادیث مجھ سے چھوٹ گئی ہیں وہ اسرائیل وہی پر بھروسہ کرنے کی وجہ سے چھوٹی ہیں کیونکہ انہیں اچھی طرح یاد رکھتے تھے پھر حضرت عائشہ کی حدیث کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ حسن ہے۔

اس حدیث کو ابن جریج سلیمان بن موسیٰ سے وہ زہری سے وہ عروہ سے وہ عائشہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں پھر حجاج بن ارطاة اور جعفر بن ربیعہ بھی زہری سے وہ عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ سے اسی کے مثل مرفوعاً روایت کرتے ہیں ہشام بھی اپنے والد سے وہ حضرت عائشہ اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں بعض محدثین زہری کی بحوالہ عائشہ، عروہ سے مروی حدیث میں کلام کرتے ہیں۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے ملاقات کی اور اسی حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے یہ حدیث روایت نہیں کی۔ لہذا اسی وجہ سے اس حدیث کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن معین کے بارے میں مذکور ہے کہ انہوں نے کہا کہ حدیث کے یہ الفاظ صرف اسماعیل بن ابراہیم ہی ابن جریج سے روایت کرتے ہیں۔

اور ان کا ابن جریج سے سماع قوی نہیں ہے ان کے نزدیک بھی یہ ضعیف ہیں۔ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے بعض صحابہ کرام کا عمل ہے جن میں عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، ابو ہریرہ شامل ہیں۔ بعض فقہاء تابعین سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ سعید بن مسیب، حسن بصری، شریح، ابراہیم نخعی، عمر بن عبدالعزیز، وغیرہم ان تابعین میں شامل ہیں سفیان ثوری، اوزاعی، مالک، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد، اور اسحاق کا یہی قول

ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۱۰۴)

اجازت ولی کے بغیر نکاح میں مذاہب اربعہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم، رقم الحدیث ۴۰۸)

حنفیہ کے نزدیک اس حدیث کا تعلق نابالغہ اور غیر عاقلہ سے ہے یعنی کسین لڑکی اور دیوانی کا نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا جب کہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد نے حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ نکاح اسی وقت صحیح ہوتا ہے جب کہ ولی عقد کرے اور عورتوں کی عبارت کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوتا عورت خواہ اصیلہ ہو یا وکیلہ ہو۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو نابالغہ اور غیر عاقلہ پر محمول نہ ماننے بلکہ رکھنے کی صورت میں (جمہور علماء نے نفی صحت پر اور امام ابوحنیفہ نے نفی کمال پر محمول کیا ہے۔

اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت نے اپنا نکاح اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کیا تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، پھر اگر شوہر نے اس کے ساتھ مجامعت کی تو وہ مہر کی حق دار ہوگی کیونکہ شوہر نے اس کی شرم گاہ سے فائدہ اٹھایا ہے اور اگر کسی عورت کے ولی باہم اختلاف کریں تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی بادشاہ ہے (احمد ترمذی)

اس کا نکاح باطل ہے، یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرما کر گویا ولی کی اجازت کے بغیر ہونے والے نکاح پر متنبہ کیا اور اس بات کی تاکید فرمائی کہ نکاح کے معاملہ میں ولی کی اجازت و مرضی کو بنیادی درجہ حاصل ہونا چاہئے، اس طرح یہ حدیث اور اسی مضمون کی دوسری حدیثیں ارشاد گرامی (الایم اسحق بنفہا من ولیہا) (ایم کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کا حکم حاصل نہ کر لیا جائے) کے معارض و برعکس ہیں اسلئے حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر کفو سے نکاح کرنے تو اس کا نکاح باطل ہے یا یہ کہ جو کسین لڑکی یا لونڈی اور یا مکاتبہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے گی تو اس کا نکاح باطل ہوگا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ یہ حدیث اور اس سے پہلے کی حدیث یہ دونوں فنی طور پر اس درجہ کی نہیں ہیں کہ انہیں کسی مسلک کے خلاف بطور دلیل اختیار کیا جاسکے کیونکہ ان دونوں حدیثوں کے صحیح ہونے میں محدثین نے کلام کیا ہے۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی عورت کے ولی آپس میں اختلاف و نزاع کرتے ہیں اور کسی فیصلہ پر متفق نہیں ہو پاتے تو ہر سب کا عدم ہو جاتے ہیں اور اس صورت میں ولایت کا حق بادشاہ وقت کو حاصل ہوتا ہے ورنہ تو یہ معلوم ہی ہے کہ ولی کی موجودگی میں بادشاہ کو ولایت کا حق حاصل نہیں ہوتا۔

بیوہ، بالغہ کے نکاح میں رضا مندی کا حکم شرعی

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایم (یعنی بیوہ بالغہ) کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی

اجازت حاصل نہ کر لی جائے اسی طرح کنواری عورت (یعنی کنوارے بالغہ) کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کنواری عورت کی اجازت کیسے حاصل ہوگی (کیونکہ کنواری عورت تو بہت خرم و حیا کرتی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہ وہ چپکی رہے یعنی کوئی کنواری عورت اپنے نکاح کی اجازت مانگے جانے پر اگر بسبب شرم و حیا زبان سے ہاں نہ کرے بلکہ خاموش رہے تو اس کی یہ خاموشی بھی اس کی اجازت سمجھی جائے گی۔ (بخاری و مسلم)

ایم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو خواہ وہ باکرہ ہو (پہلے کبھی اس کی شادی نہ ہوئی ہو) خواہ شیب ہو کہ پہلے اس کی شادی ہو چکی ہو اور پھر یا تو اس کا خاوند مر گیا ہو یا اس نے طلاق دے دی ہو) لیکن یہاں ایم سے مراد شیب بالغہ ہے یعنی وہ عورت جو بالغہ ہو اور اس کا پہلا شوہر یا تو مر گیا ہو یا اس نے طلاق دے دی ہو۔

عورت سے اس کے نکاح کی اجازت حاصل کرنے کے سلسلے میں حدیث نے باکرہ کنواری اور شیب بیوہ کا ذکر اس فرق کے ساتھ کیا ہے کہ شیب کے بارے میں تو یہ فرمایا گیا کہ جب تک اس کا حکم حاصل نہ کر لیا جائے اور باکرہ کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے لہذا حکم اور اجازت کا یہ فرق اس لئے ظاہر کیا گیا ہے کہ شیب یعنی بیوہ عورت اپنے نکاح کے سلسلہ میں زیادہ شرم و حیا نہیں کرتی بلکہ وہ خود کھلے الفاظ میں اپنے نکاح کا حکم کرتی ہے یا کم سے کم صریح اشارات کے ذریعہ اپنی خواہش کا از خود اظہار کر دیتی ہے اور اس بارے میں کوئی خاص جھجک نہیں ہوتی اس کے برخلاف باکرہ یعنی کنواری عورت چونکہ بہت زیادہ شرم و حیا کرتی ہے اس لئے وہ نہ تو کھلے الفاظ میں اپنے نکاح کا حکم کرتی ہے اور نہ صریح اشارات کے ذریعہ ہی اپنی خواہش کا اظہار کرتی ہے ہاں جب اس کے نکاح کی اجازت اس سے لی جائے تو وہ اپنی رضامندی و اجازت دیتی ہے بلکہ زیادہ تر تو یہ ہوتا ہے کہ طلب اجازت کے وقت وہ زبان سے اجازت دینا بھی شرم کے خلاف سمجھتی ہے اور اپنی خاموشی و سکوت کے ذریعہ ہی اپنی رضامندی کا اظہار کر دیتی ہے۔

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے حکم یا اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں ہوتا لیکن فقہاء کے یہاں اس بارے میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ تمام عورتوں کی چار قسمیں ہیں اول شیب بالغہ یعنی وہ بیوہ عورت جو بالغ ہو ایسی عورت کے بارے میں متفقہ طور پر تمام علماء کا قول یہ ہے کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے بشرطیکہ وہ عاقلہ ہو یعنی دیوانی نہ ہو اگر عاقلہ نہ ہوگی تو ولی کی اجازت سے اس کا نکاح ہو جائے گا۔

دوم باکرہ صغیرہ یعنی وہ کنواری لڑکی جو نابالغ ہو، اس کے بارے میں بھی تمام علماء کا متفقہ طور پر یہ قول ہے کہ اس کے نکاح کے لئے اس کی اجازت کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا ولی اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے۔

سوم شیب صغیرہ یعنی وہ بیوہ جو بالغ نہ ہو اس کے بارے میں حنفی علماء کا تو یہ قول ہے کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر ہو سکتا ہے لیکن شافعی علماء کہتے ہیں کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔

باکرہ بالغہ کی اجازت نکاح میں فقہ شافعی و حنفی کا بیان

چہارم باکرہ بالغہ یعنی وہ کنواری جو بالغ ہو، اس کے بارے میں حنفی علماء تو یہ کہتے ہیں کہ اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر

جائز نہیں لیکن شافعی علماء کے نزدیک جائز ہے۔

گویا تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ حنفی علماء کے نزدیک ولایت کا مدار صغر پر ہے یعنی ان کے نزدیک ولی کو عورت کی اجازت کے بغیر نکاح کر دینے کا حق اسی صورت میں حاصل ہوگا جب کہ وہ کسن یعنی نابالغ ہو خواہ وہ باکرہ کنواری ہو یا شیبہ بیوہ ہو جب کہ شافعی علماء کے نزدیک ولایت کا مدار بکارت پر ہے یعنی ان کے نزدیک ولی کو عورت کی اجازت کے بغیر نکاح کر دینے کا حق اس صورت میں حاصل ہوگا جب کہ وہ باکرہ ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ ہو۔ لہذا یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک بالغہ پر محمول ہے خواہ وہ شیبہ ہو یا باکرہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی حدیث (ولا تنکح البکر حتی تستاذن) (کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے) شوافع کے قول کے خلاف ایک واضح دلیل ہے۔

بَابُ: النَّهْيُ عَنِ الشِّغَارِ

یہ باب شغار کی ممانعت کے بیان میں ہے

1883- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ زَوْجِي ابْنَتِكَ أَوْ أُخْتُكَ عَلَى أَنْ أُرْزَوْجَكَ ابْنَتِي أَوْ أُخْتُي وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ

﴿﴾ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے شغار سے منع کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: شغار کا مطلب یہ ہے: کوئی شخص اپنی بیٹی کی شادی اس شرط پر دوسرے کے ساتھ کرے کہ دوسرا شخص بھی اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کر دے گا اور ان دونوں لڑکیوں کا کوئی مہر نہیں ہوگا۔

1884- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشِّغَارِ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے شغار سے منع کیا ہے۔

1885- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ أَبَانَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَبَانَا مَعْمَرٌ عَنْ قَابِطٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ

﴿﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”اسلام میں شغار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔“

1883: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 5112 أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3450 أخرجه ابوداود في "السنن" رقم الحديث:

2074 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1124 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3337

1884: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3454 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3338

1885: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

شرح

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع کیا ہے اور شغار یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے آدمی سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کر دے کہ اس دوسرے شخص کو اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کرنا ہوگا اور دونوں میں مہر کچھ نہ ہو (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں شغار جائز نہیں ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 362)

شغار دو آدمیوں کے درمیان ایک دوسرے کی بیٹی سے نکاح کرنے کی ایک خاص صورت کا نام ہے جیسے کہ زید بکر سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح زید سے کر دے گا۔ اور ان دونوں کے نکاح میں مہر کچھ بھی متعین نہ ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک دوسرے کی بیٹی کا تبادلہ ہی گویا مہر ہو اس طرح کا نکاح زمانہ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے مگر اسلام نے اس سے منع کر دیا ہے۔

اس بارے میں فقہی اختلاف یہ ہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں تو اس طرح کا نکاح سرے سے صحیح ہی نہیں ہوتا جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح سے نکاح کرے تو وہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل دینا لازم ہوگا لیکن حکم یہ ہے کہ اس طرح کے نکاح سے اجتناب کرنا چاہئے۔

نکاح شغار کے مہر میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر تمام اہل علم کا عمل ہے کہ نکاح شغار جائز نہیں شغار اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنی بہن یا بیٹی کو بغیر مہر مقرر کیے کسی کے نکاح میں اس شرط پر دیدے کہ وہ بھی اپنی بہن یا بیٹی اس کے نکاح میں دے۔ اس میں مہر مقرر نہیں ہوتا بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اگر اس پر مہر بھی مقرر کر دیا جائے تب بھی یہ حلال نہیں اور یہ نکاح باطل ہو جائے گا۔ امام شافعی، احمد، اور اسحاق کا یہ قول ہے۔ عطاء بن ابی رباح سے منقول ہے کہ ان کا نکاح برقرار رکھا جائے اور مہر مثل مقرر کر دیا جائے۔ اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی، ج ۱، رقم الحدیث ۱۱۲۶)

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع کیا ہے اور شغار یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے آدمی سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کر دے کہ اس دوسرے شخص کو اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کرنا ہوگا اور دونوں میں مہر کچھ نہ ہو (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں شغار جائز نہیں ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 362)

شغار دو آدمیوں کے درمیان ایک دوسرے کی بیٹی سے نکاح کرنے کی ایک خاص صورت کا نام ہے جیسے کہ زید بکر سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح زید سے کر دے گا۔ اور ان دونوں کے نکاح میں مہر کچھ بھی متعین نہ ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک دوسرے کی بیٹی کا تبادلہ ہی گویا مہر ہو اس طرح کا نکاح زمانہ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے مگر اسلام نے اس سے

منع کر دیا ہے۔

اس بارے میں فقہی اختلاف یہ ہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں تو اس طرح کا نکاح سرے سے صحیح ہی نہیں ہوتا جبکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح سے نکاح کرے تو وہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل دینا لازم ہوگا لیکن حکم یہ ہے کہ اس طرح کے نکاح سے اجتناب کرنا چاہئے۔

فقہ مالکی کے مطابق نکاح شغار کا حکم یہ ہے۔ اور جبے نکاح شغار یعنی وٹہ سٹہ کے نکاح کا نام دیا جاتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار یعنی وٹہ سٹہ کے نکاح سے منع فرمایا۔"

صحیح بخاری رقم الحدیث (5112) صحیح مسلم رقم الحدیث (1419)

اور "المردیہ" میں درج ہے: "یہ بتائیں کہ اگر کسی نے کہا: اپنی بیٹی کی میرے ساتھ ایک سو دینار میں شادی کر دو، اس شرط پر کہ میں اپنی بیٹی کی تیرے ساتھ سو دینار میں شادی کر دوں گا؟"

تو امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو نا پسند اور مکروہ جانا، اور اسے نکاح شغار یعنی وٹہ سٹہ کا ایک طریقہ خیال کیا۔ اور اس کی دلیل ابو داؤد وغیرہ کی درج ذیل حدیث بھی ہے جو عبدالرحمن بن ہریرہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ عباس بن عبد اللہ بن عباس سے عبدالرحمن بن حکم نے اپنی بیٹی کی شادی کی، اور انہوں نے عبدالرحمن بن حکم سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی، اور دونوں نے مہر بھی رکھا، تو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مروان بن حکم کو خط لکھا جس میں انہوں نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی اور جدائی کا حکم دیا، اور اپنے خط میں لکھا۔ یہ وہ شغار یعنی وٹہ سٹہ ہے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث (2076)، المردیہ (2/88))

بَابُ: صَدَاقِ النِّسَاءِ

یہ باب خواتین کے مہر کے بیان میں ہے

حق مہر کی تعریف کا بیان

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں: اصطلاح فقہ میں مہر اس مال کو کہتے ہیں جو عقد نکاح کے بعد عورت سے نفع حاصل کرنے کے بدلے دیا جاتا ہے۔ جبکہ بعض فقہاء نے کہا ہے مہر وہ ہے جو ملک بضع کے بدلے میں بیوی کو دیا جاتا ہے۔ البتہ اس کے مال ہونے میں مختلف حیثیت ہے۔

فقہاء شوافع نے لکھا ہے کہ مہر وہ مال ہے جو نکاح سے یا مباشرت سے یا خاوند سے حقوق زوجیت سے جبری طور پر محروم کئے جانے یا خلع کے سبب جھوٹی (گواہی) سے واجب ہو جاتا ہے۔ (مذاہب اربعہ، ج ۵، ص ۱۲۲، اوقاف پنجاب)

قرآن کے مطابق حکم مہر کا بیان

(۱) فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ

الْقَرِیْضَةُ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (النساء، ۲۳۰)

جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو، ان کے مہر مقرر شدہ انہیں دو اور قرار داد کے بعد تمہارے آپس میں جو رضا مندی ہو جائے، اس میں کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ (عزوجل) علم و حکمت والا ہے۔

(۲) وَاتُّوا النِّسَاءَ صَدَقْتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَيْبًا مَّرِيًّا (النساء، ۴۰)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ خوشی دل سے اس میں سے کچھ تمہیں دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا بچتا۔

(۳) (لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لِهِنَّ قَرِيْضَةٌ وَمَتَّعُوْهُنَّ عَلَى

الْمُؤَسَّعِ قَدْرُهُ وَعَلَى الْمُفْتِرِ قَدْرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (البقرہ، ۲۳۶)

تم پر کچھ مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو، جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا مہر نہ مقرر کیا ہو اور ان کو کچھ برتنے کو دو، مالدار پر اس کے لائق اور تنگ دست پر اس کے لائق حسب دستور برتنے کی چیز واجب ہے، بھلائی والوں پر۔

(۴) وَ اِنْ طَلَقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمْسُوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لِهِنَّ قَرِيْضَةً فَيُصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّا اَنْ يَّعْفُوْنَ

اَوْ يَغْفُوْا الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَاَنْ تَغْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ يَبْصُرُ

تَعْمَلُوْنَ بِصِيْرٍ (البقرہ، ۲۳۷)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدی اور ان کے لیے مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا مقرر کیا اس کا نصف واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں معاف کر دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گره ہے۔ اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے زیادہ نزدیک ہے اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، بیشک اللہ (عزوجل) تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

مہر اور اس کی مقدار کا بیان

مہر حقوق زوجیت حاصل ہونے کے اس معاوضہ کو کہتے ہیں جو عورت کو اس کے شوہر کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ مہر کے نہ دینے کی نیت نہ ہونا نکاح کے صحیح ہونے کی ایک شرط ہے یعنی اگر کوئی شخص نکاح کے وقت یہ نیت کر لے کہ مہر دیا جائے گا تو اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ نکاح کے وقت مہر کا ذکر کرنا نکاح صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے اگر مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور شوہر پر مہر مثل واجب ہوگا۔ مہر کی مقدار: نہ تو شریعت نے مہر کے لئے کسی خاص مقدار کو متعین کر کے اسے واجب قرار دیا ہے اور نہ اس کی زیادہ سے زیادہ کوئی حد مقرر کی گئی ہے بلکہ اسے شوہر کی حیثیت و استطاعت پر موقوف رکھا ہے کہ جو شخص جس قدر مہر دینے کی استطاعت رکھتا ہو اسی قدر مقرر کرے البتہ مہر کی کم سے کم ایک حد ضرور مقرر کی گئی ہے تاکہ کوئی شخص اس سے کم مہر نہ باندھے، چنانچہ حنفیہ کے مسلک میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (۶۲، ۳۰ گرام چاندی) ہے اگر کسی شخص نے اتنا مہر باندھا جو دس درہم یعنی (۶۲، ۳۰ گرام چاندی) کی قیمت سے کم ہو تو مہر صحیح نہیں ہوگا۔

حضرت امام مالک کے نزدیک کم سے کم مہر کی آخری حد چوتھائی دینار ہے اور حضرت امام شافعی و حضرت امام احمدیہ فرماتے ہیں کہ جو بھی چیز ثمن یعنی قیمت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اس کا مہر باندھنا جائز ہے۔ ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مہر: ام

المؤمنین حضرت ام حبیبہ کے علاوہ تمام ازواج مطہرات اور حضرت فاطمہ کے علاوہ تمام صاحبزادیوں کا مہر پانچ سو درہم چاندی کی مقدار ۵۷۵ ماشہ یعنی ایک کلو ۵۳۰ گرام ہوتی ہے۔ آجکل کے نرخ کے مطابق ایک کلو ۵۳۰ گرام چاندی کی قیمت تقریباً ۹۱۸ روپے ہوتی ہے۔ ام المؤمنین ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم یا چار سو دینار تھا، چار ہزار درہم بارہ ہزار چھ سو ماشہ یعنی بارہ کلو ۲۳۷ گرام چاندی کے بقدر ہوتے ہیں اور چاندی کے موجودہ نرخ کے مطابق اس کی قیمت سات ہزار تین سو اڑتالیس (۷۳۴۸) روپے ہوتی ہے۔ حضرت فاطمہ زہراء کا مہر چار سو مثقال نقرہ تھا، چار سو مثقال اٹھارہ سو ماشہ یعنی ایک کلو ۷۵۰ گرام چاندی کے بقدر ہوتے ہیں اور چاندی کے موجودہ نرخ کے مطابق اس کی قیمت ایک ہزار پچاس روپے ہوتی ہے۔ اس قدر چاندی کے ساتھ روپے کی یہ مطابقت آج کل کے دور میں درست نہیں ہے کیونکہ پاکستان میں روپے کی قیمت بہت زیادہ گر چکی ہے۔ ہاں ہر زمانے میں چاندی کی قیمت معلوم کر کے روپے کی تعیین کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

1886- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الْكِرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ صَدَاقُ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ صَدَاقُهُ فِي أَرْوَاحِهِ اثْنَتَى عَشْرَةَ أَوْقِيَةً وَنَشَأَ هَلْ تَذَرِينِي مَا النَّشُّ هُوَ نِصْفُ أَوْقِيَةٍ وَذَلِكَ خُمُسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ
 البوسلمہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی کریم ﷺ کی ازواج کا مہر کتنا تھا؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: نبی کریم ﷺ اپنی ازواج کو 12 اوقیہ اور "نش" ادائیگی کرتے تھے کیا تم جانتے ہو "نش" سے مراد کیا ہے؟ یہ نصف اوقیہ ہوتا ہے اور یہ رقم (مجموعی طور پر) 500 درہم بنتی ہے۔

بغیر طے کردہ حق مہر میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت علقمہ حضرت بن مسعود کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ ان سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کا کچھ مہر مقرر نہیں کیا اور پھر اس نے ابھی دخول نہیں کیا تھا یعنی نہ تو اپنی بیوی کے ساتھ جماع کیا تھا اور نہ خلوت سمجھ ہوئی تھی۔ کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابن مسعود نے ایک مہینہ تک اس مسئلہ پر غور و فکر کیا اور پھر اپنے اجتہاد کی بنیاد پر فرمایا کہ اس عورت کو وہ مہر ملے گا جو اس کے خاندان کی عورتوں کا ہے (یعنی اس شخص کی بیوہ کو مہر دیا جائے گا) نہ اس میں کوئی کمی ہوگی نہ زیادتی اور اس عورت پر شوہر کی وفات کی عدت بھی واجب ہوگی اور اس کو میراث بھی ملے گی۔ یہ سن کر حضرت معقل بن سنان ان شخص کو کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے خاندان کی ایک عورت بروع بنت واشق کے بارے میں یہی حکم دیا تھا جو اس وقت آپ نے بیان کیا ہے حضرت ابن مسعود یہ بات سکر بہت خوش ہوئے۔

(ترمذی ابوداؤد سنن ابی دارمی) مشکوٰۃ الصالح: جلد سوم: رقم الحدیث 409

حضرت ابن مسعود کو اللہ تعالیٰ نے علم و فضل و ہانت و ذکاوت اور دینی فہم و فراست کی دولت بڑی فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی تھی کسی بھی الجھے ہوئے مسئلے کو اپنی بے پناہ قوت اجتہاد کے ذریعہ اس طرح حل فرما دیتے تھے کہ وہ قرآن و حدیث کے بالکل مطابق

ہوتا انہوں نے اپنی قوت اجتہاد سے اس کا شرعی فیصلہ سنایا تو ایک صحابی حضرت معقل نے علی الاعلان یہ شہادت دی کہ حضرت ابن مسعود کا یہ فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے عین مطابق ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی قسم کے ایک معاملہ میں ایسا ہی فیصلہ صادر فرمایا تھا چنانچہ حضرت ابن مسعود نے اپنی اس بات پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار فرمایا کہ حق تعالیٰ نے میری رہبری فرمائی اور میرا یہ فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہوا۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں حضرت علی اور صحابہ کی ایک جماعت کا یہ مسلک تھا کہ اس صورت میں عورت عدم دخول کی وجہ سے مہر کی حق دار نہیں ہوتی ہاں اس پر عدت واجب ہوتی ہے اور اسے شوہر کی میراث بھی ملتی ہے اس بارے میں حضرت امام شافعی کے دو قول ہیں ایک تو حضرت علی کے موافق ہے اور دوسرا قول حضرت ابن مسعود کے مطابق ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد کا مسلک وہی ہے جو حضرت ابن مسعود نے بیان کی ہے۔

مہر مثل کسے کہتے ہیں؟ مہر مثل عورت کے اس مہر کو کہتے ہیں جو اس کے باپ کے خاندان کی ان عورتوں کا ہو جو ان باتوں میں اس کے مثل ہوں عمر، جمال، زمانہ، عقل، دینداری، بکارت و شہرت، علم و ادب اور اخلاق و عادات۔

1887 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ ح وَ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْظِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي الْعَجْفَاءِ السُّلَمِيِّ قَالَ قَالَ عُمرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا تَغَالُوا صَدَاقَ النِّسَاءِ فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرَمَةً فِي الدُّنْيَا أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ كَانَتْ أَوْلَاكُمْ وَأَحَقُّكُمْ بِهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَصْدَقَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ وَلَا أَصْدَقَتْ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِهِ أَكْثَرَ مِنْ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أُورَثَتْ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَثْقُلُ صَدَقَةُ امْرَأَتِهِ حَتَّى يَكُونَ لَهَا عِدَاوَةٌ فِي نَفْسِهِ وَيَقُولُ قَدْ كَلِفْتُ إِلَيْكَ عِلْقَ الْقُرْبَةِ أَوْ عِرْقَ الْقُرْبَةِ وَكُنْتُ رَجُلًا غَرِيبًا مَوْلَدًا مَا أَذْرِي مَا عِلْقُ الْقُرْبَةِ أَوْ عِرْقُ الْقُرْبَةِ

ابو عجماء سلمی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا خواتین کے مہر کے بارے میں تم زیادتی نہ کرو کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت کا باعث ہوتا یا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقویٰ عزت کا باعث ہوتا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے زیادہ مستحق اور حق دار تھے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ مہر ادا کرتے) حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے کسی ایک کو بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر نہیں دیا گیا بعض اوقات آدمی اپنی بیوی کا مہر زیادہ کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے دل میں اس عورت کے لیے نفرت آ جاتی ہے اور وہ یہ کہتا ہے تمہاری وجہ سے مجھے بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: روایت کے ایک لفظ کے بارے میں شک پایا جاتا ہے: میں ایک ایسا شخص ہوں جو روایتی عرب ہوں لیکن مجھے نہیں معلوم کہ روایت کے یہ الفاظ میں علق الرقبہ یا عرق القربہ سے مراد کیا ہے؟

شرح

مہر کے عدم ذکر کی صورت مثلی مہر کا فقہی بیان

حضرت عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بھی اسی طرح کا ایک معاملہ آیا لوگ مہینہ بھر تک اختلاف کرتے رہے (اور کسی فیصلہ پر نہیں پہنچے) یا یہ کہا کہ مہینہ بھر میں کئی مرتبہ اختلاف کیا (بہت غور و فکر کے بعد) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اس معاملہ میں میری یہ رائے ہے کہ اس عورت کا مہر ثابت ہے جیسا کہ اس کی قوم کی عورتوں کا ہوا کرتا ہے نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ نیز یہ عورت میراث کی بھی مستحق ہوگی اور عدت بھی گزارے گی اگر میری رائے درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر اس میں مجھ سے کوئی بھول چوک ہوگئی ہے تو وہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی خطا سے بری ہیں پھر قبیلہ اشجع کے کئی لوگ کھڑے ہوئے جن میں جراح اور ابوسفیان بھی تھے یہ سب لوگ بولے اے ابن مسعود ہم گواہ ہیں کہ بروہت واثق کے معاملہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا تھا جیسا کہ تم نے فیصلہ کیا۔ بروہت واثق کے شوہر کا نام ہلال بن مرہ الشجعی تھا۔ عبداللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سن کر بیحد خوش ہوئے کہ ان کا فیصلہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم، رقم الحدیث ۳۵۱)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا تو فلاں عورت سے نکاح کرنے پر راضی ہے؟ اس نے کہا ہاں میں راضی ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے پوچھا کہ کیا تو فلاں شخص سے نکاح کرنے پر راضی ہے؟ اس نے کہا ہاں میں راضی ہوں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا نکاح کر دیا۔ پھر اس شخص نے اپنی بیوی سے محبت کی لیکن اس کا مہر مقرر نہ کیا اور نہ اس کو کوئی چیز دی۔ وہ شخص جنگ حدیبیہ میں شریک تھا اور اس کا حصہ خیر میں نکلتا تھا جب وہ شخص مرنے لگا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نکاح فلاں عورت سے کیا تھا لیکن میں نے نہ اس کا مہر مقرر کیا اور نہ اس کو کوئی چیز دی اب میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس عورت کو اپنا وہ حصہ دیدیا ہے جو خیر سے ملنے والا ہے چنانچہ اس عورت نے اس کا وہ حصہ لے کر ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ شیخ عمر بن الخطاب نے آغاز حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین نکاح وہ ہے جو آسان ہو نیز اس کی روایت میں کہ رجل کی بجائے للرجل ہے پھر حسب سابق روایت بیان کی ابوداؤد کہتے ہیں کہ غالباً یہ روایت ملحق ہوگئی کیونکہ اصل بات اس کے علاوہ ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم، رقم الحدیث ۳۵۲)

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اور اگر اس نے نکاح میں مہر کا ذکر ہی نہ ہوا یا مہر کی نفی کر دی کہ بلا مہر نکاح کیا تو نکاح ہو جائے گا اور اگر خلوت صحیح ہوگئی یا دونوں سے کوئی مر گیا تو مہر مثل واجب ہے بشرطیکہ بعد عقد آپس میں کوئی مہر طے نہ پا گیا ہو اور اگر طے ہو چکا تو وہی طے شدہ ہے۔ یونہی اگر قاضی نے مقرر کر دیا تو جو مقرر کر دیا وہ ہے اور ان دونوں صورتوں میں مہر جس چیز سے مؤکد ہوتا ہے، مؤکد ہو جائے گا۔

اور مؤکد نہ ہوا بلکہ خلوت صحیح سے پہلے طلاق ہوگئی، تو ان دونوں صورتوں میں بھی ایک جوڑا کپڑا واجب ہے یعنی کرتہ، پاجامہ،

دو پنا جس کی قیمت نصف مہر مثل سے زیادہ نہ ہو اور زیادہ ہو تو مہر مثل کا نصف دیا جائے اگر شوہر مالدار ہو اور ایسا جوڑا بھی نہ ہو جو پانچ درہم سے کم قیمت کا ہو اگر شوہر محتاج ہو اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو جوڑا اعلیٰ درجہ کا ہو اور دونوں محتاج ہوں تو معمولی اور ایک مالدار ہو ایک محتاج تو درمیانی۔ (جوہرہ تیرہ، کتاب النکاح، باب مہر، ج ۲، ص ۱۷۱، حمانیہ لاہور)

دخول سے پہلے طلاق دینے میں سامان دینے کا بیان

اگر مرد عورت کو دخول سے پہلے طلاق دے دیتا ہے تو ایسی صورت میں عورت کو مال و متاع دے دیا جائے گا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”تم انہیں کچھ ساز و سامان دے دو صاحب حیثیت شخص پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہوگا۔“ پھر اس ساز و سامان کی ادائیگی واجب ہوگی تاکہ امر کے صیغے کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس میں امام مالک علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔ (ہدایہ اولین کتاب نکاح، لاہور)

قبل از دخول طلاق کی صورت میں عورتوں پر احسان کا بیان

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْبِعِ قَدَرَهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرَهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ (البقرہ، ۲۳۶)

تم پر کچھ مطالبہ نہیں۔ اگر تم عورتوں کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر کر لیا ہو اور ان کو کچھ برتنے کو دو۔ مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگ دست پر اس کے لائق حسب دستور کچھ برتنے کی چیز یہ واجب ہے بھلائی والوں پر۔ (کنز الایمان)

دخول سے قبل طلاق دینے پر مہر میں فقہی مذاہب

حافظ عماد الدین شافعی لکھتے ہیں: اے ایمان والو تم جب ایمان والی عورت سے نکاح کر لو پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہاری طرف سے کوئی عدت نہیں جو عدت وہ گزاریں تم انہیں کچھ مال اسباب دے دو اور حسن کردار سے چھوڑ دو، سعید بن مسیب کا قول ہے کہ سورۃ احزاب کی یہ آیت سورۃ بقرہ کی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے۔ حضرت سہل بن سعد اور ابواسید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیہ بنت شریل سے نکاح کیا جب وہ رخصت ہو کر آئیں اور آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو گویا اس نے براناٹا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابواسید سے فرمایا اسے دو رنگین کپڑے دے کر رخصت کرو، تیسرا قول یہ ہے کہ صرف اسی صورت میں بطور قاعدہ کے اسباب و متاع کا دینا ضروری ہے جبکہ عورت کی وداع نہ ہوئی ہو اور مہر بھی مقرر نہ ہو اور اگر دخول ہو گیا ہو تو مہر مثل یعنی خاندان کے دستور کے مطابق دینا پڑے گا اگر مقرر نہ ہو اور اگر مقرر ہو چکا ہو اور رخصت سے پہلے طلاق دے دے تو آدھا مہر دینا پڑے گا اور اگر رخصتی بھی ہو چکی ہے تو پورا مہر دینا پڑے گا اور یہی متعہ کا عوض ہوگا۔ ہاں اس مصیبت زدہ عورت کے لئے متعہ ہے جس سے نہ ملاپ ہو نہ مہر مقرر ہو اور طلاق مل گئی۔

حضرت ابن عمر اور مجاہد کا یہی قول ہے، گو بعض علماء اسی کو مستحب بتلاتے ہیں کہ ہر طلاق والی عورت کو کچھ نہ کچھ دے دینا چاہئے

ان کے سوا جو مہر مقرر کئے ہوئے نہ ہوں اور نہ خاوند بیوی کا میل ہوا ہو، یہی مطلب سورۃ احزاب کی اس آیت تخییر کا ہے جو اس سے پہلے اسی آیت کی تفسیر میں بیان ہو چکی ہے اور اسی لئے یہاں اس خاص صورت کے لئے فرمایا گیا ہے کہ امیر اپنی وسعت کے مطابق دیں اور غریب اپنی طاقت کے مطابق۔

حضرت شعی سے سوال ہوتا ہے کہ یہ اسباب نہ دینے والا کیا گرفتار کیا جائے گا؟ تو آپ فرماتے ہیں اپنی طاقت کے برابر دے دے، اللہ کی قسم اس بارے میں کسی کو گرفتار نہیں کیا گیا اگر یہ واجب ہوتا تو قاضی لوگ ضرور ایسے شخص کو قید کر لیتے۔
امام احمد کا مسلک ہے کہ ہر قسم کی مطلقہ کے لئے یہ حق ہے اور یہ ہر ایک کے لئے واجب ہے یہی قول حضرت علی رضی اللہ عنہ، حسن بصری، سعید بن جبیر، ابو قلابہ زہری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے، اُن کی دلیل یہ آیت ہے:

وَالْمُطَلَّاتُ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (البقرہ، 241:2)

اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچہ دیا جائے یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے۔

يَأْتِيهَا النَّبِيُّ قُلٌّ لَّا زَوْجَكَ إِن كُنْتُمْ تُرِذْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَرِزْقَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسْرُحْكُنَّ
سَرَاحًا جَمِيْلًا (الاحزاب، ۲۸)

اے غیب بتانے والے (نبی) اپنی بیبیوں سے فرمادے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔

جس عورت کے ساتھ بعد نکاح دخول یا خلوت صحیح ہوئی اس کو طلاق دی جائے تو کچھ سامان دینا مستحب ہے اور وہ سامان تین کپڑوں کا جوڑا ہوتا ہے، یہاں مال سے وہی مراد ہے۔ جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اس کو قبل دخول طلاق دی تو یہ جوڑا دینا واجب ہے۔ (غزائن العرقان، احزاب، ۲۸)

اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ طلاق کے بعد وہ جب تک عدت میں ہے، اگر اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ سے میراث ملے گی، جس طرح غیر مطلقہ بیوی کو ملتی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک اس نے شادی نہ کی ہو، عدت کے بعد بھی میراث میں حصہ ملے گا۔ یہی قول کئی صحابہ سے بھی مروی ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ چاہے اس کا طلاق دیتے وقت شوہر بیمار ہو یا نہ ہو، وہ اس لئے کہ شوہر کو ابھی اسے روکنے کا اور رجوع کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے اور وہ بھی اس کی مرضی سے، ولی اور گواہوں کی موجودگی کے بغیر اور بلا کسی نئے مہر کے۔

دخول سے پہلے طلاق دینے میں عدم رجوع پر اہل علم کا اتفاق

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اہل علم اس پر متفق ہیں کہ جس عورت سے دخول نہ کیا گیا ہو اسے ایک طلاق دینے سے ہی طلاق بائن ہو جاتی ہے، اور طلاق دینے والے کو اس سے رجوع کا حق حاصل نہیں؛ اس لیے کہ رجوع تو عدت میں کیا جاسکتا ہے اور دخول سے قبل کوئی عدت نہیں ہے۔

اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں دخول سے قبل طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں جسے وہ عدت شمار کریں الا حزاب (المثنیٰ 7/307)

اس بنا پر اگر آپ کا سابقہ خاوند آپ سے رجوع کرنا چاہے تو اس کے سامنے صرف یہی ایک حل ہے کہ وہ آپ کے ساتھ نئے مہر کے ساتھ نیا نکاح کر لے۔

مطلق خلوت ہونے کے بعد مہر دینے میں مذاہب اربعہ

جمہور کے ہاں یہی ہے کہ کامل مہر واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ جس نے بھی اپنی بیوی سے صحیح خلوت کر لی، یعنی وہ بغیر کسی بڑے یا چھوٹے یا امتیاز کرنے والے بچے کے بغیر صرف دونوں ہی خلوت کر لیں اور پھر عورت کو طلاق ہو جائے تو اسے پورا مہر دینا ہوگا۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجمل یہ کہ جب مرد اپنی بیوی سے صحیح عقد نکاح کے بعد خلوت کر لے تو اس کا مہر دینا ہوگا اور وہ عدت بھی پوری کر لینی چاہیے اس نے اس سے جماع نہ بھی کیا ہو، خلفاء راشدین سے یہی مروی ہے۔

امام احمد اور اثرم نے زرارة بن ابیوفی سے روایت کیا ہے کہ: خلفاء راشدین نے یہ فیصلہ کیا: جس نے دروازہ بند کر لیا یا پردہ گرا کر اندر چلا گیا تو اس پر پورا مہر واجب ہوگا، اور عدت بھی واجب ہوگی۔

اور اثرم نے اخف سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ: عمر اور علی اور سعید بن مسیب اور زید بن ثابت سب کے ہاں اس پر عدت ہوگی اور اسے پورا مہر دیا جائے گا، اور یہ معاملہ جات مشہور ہیں اور اس میں ان کے دور میں کسی نے بھی مخالفت نہیں کی تو اس طرح یہ اجماع ہوا۔ (المثنیٰ 7/181)

امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت ذکر کی جاتی ہے جو ایک قاعدہ اور اصول ہونی چاہیے وہ کہتے ہیں: کیونکہ اس نے عورت سے وہ کچھ حلال کر لیا جو کسی اور کے لیے حلال نہ تھا، اس لیے ان کا کہنا ہے: اگر مرد نے اس کو شہوت کے ساتھ چھوایا اس کا کوئی حصہ جو خاوند کے علاوہ کوئی اور نہیں دیکھتا مثلاً شرمگاہ تو وہ عورت پر مہر کی مستحق ہوگی، کیونکہ اس نے وہ کچھ حلال کر لیا جو اس کے علاوہ کسی اور کے لیے حلال نہیں تھا۔

اس بنا پر اگر تو آپ نے بیوی سے وہ کچھ فائدہ حاصل کر لیا ہے تو اس کے لیے پورا مہر واجب ہوگا، اور اس کو عدت بھی پوری کرنا ہوگی۔

دوم: مطلقہ عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ اگر بالغ اور عقلمند ہو تو اپنے مہر میں سے کچھ حصہ معاف کر دے؛ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ اور اسی طرح جس کے ہاتھ میں نکاح کی گروہ ہے وہ بھی اسی طرح معاف کر سکتا ہے، اس میں اختلاف ہے کہ کیا اس سے مراد خاوند ہے یا کہ عورت کا ولی؟

ابو حنیفہ اور احمد اور شافعی کے نئے قول میں اس سے خاوند مراد ہے، چنانچہ اسے حق حاصل ہے کہ وہ نصف مہر معاف کر دے اور اسے مطلقہ عورت کے لیے چھوڑ دے۔

اور امام مالک اور امام شافعی قدیم قول میں اس سے ولی مراد لیتے ہیں، چنانچہ اسے حق حاصل ہے کہ اپنی ولایت میں عورت کا

نصف مہر چھوڑ سکتا ہے۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اہل علم کا اختلاف ہے کہ نکاح کی گرہ کس کے ہاتھ میں ہے امام احمد کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد خاوند ہے، اور امام مالک اور علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "اور یہ کہ تم معاف کر دو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔" اور وہ معافی جو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے وہ خاوند اپنا حق معاف کر دے، رہا یہ کہ ولی عورت کا مال معاف کر دے یہ تقویٰ کے زیادہ قریب نہیں، اور اس لیے بھی کہ مہر تو بیوی کا مال ہے، اس لیے ولی نہ تو اسے ہبہ کرنے اور نہ ہی معاف کرنے کا مالک ہے جس طرح عورت کا دوسرا مال اور اس کے حقوق معاف نہیں کر سکتا، اور اسی طرح سارے ولی بھی۔ (المغنی ابن قدامہ ۱/۱۹۸)

1888- حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرِو الضَّرِيرُ وَهَذَا بَنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُثَيْدٍ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَامِرٍ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي فِزَارَةَ تَزَوَّجَ عَلَى نَعْلَيْنِ فَأَجَازَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِكَاحَهُ

عبداللہ بن عامر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: بنو خزاعہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے دو جوتوں (کی بطور ادائیگی) کی شرط پر شادی کر لی۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے نکاح کو درست قرار دیا۔

مہر کی مقدار میں مذاہب اربعہ

عامم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے ان کے والد کے حوالے سے سنا کہ قبیلہ بنو فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتیاں مہر مقرر کر کے نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم جوتیوں کے بدلے میں اپنی جان و مال دینے پر راضی ہو، اس نے عرض کیا ہاں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی۔ اس باب میں حضرت عمر، ابو ہریرہ، سہل بن سعد، ابوسعید، انس، عائشہ، جابر اور ابو حدرد اسلمی سے بھی روایت ہے عامر بن ربیعہ کی حدیث حسن صحیح ہے مہر کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں لہذا زوجین جس پر متفق ہو جائیں وہی مہر ہے۔ سفیان، ثوری، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ مہر چار دینار سے کم نہیں۔ بعض (فقہاء احناف) اہل کوفہ فرماتے ہیں کہ مہر دس درہم سے کم نہیں ہوتا۔ (جامع ترمذی، ج ۱، رقم الحدیث ۱۱۱۳)

نہ تو شریعت نے مہر کے لئے کسی خاص مقدار کو متعین کر کے اسے واجب قرار دیا ہے اور نہ اس کی زیادہ سے زیادہ کوئی حد مقرر کی گئی ہے بلکہ اسے شوہر کی حیثیت و استطاعت پر موقوف رکھا ہے کہ جو شخص جس قدر مہر دینے کی استطاعت رکھتا ہو اسی قدر مقرر کرے البتہ مہر کی کم سے کم ایک حد ضرور مقرر کی گئی ہے تاکہ کوئی شخص اس سے کم مہر نہ باندھے۔

چنانچہ حنفیہ کے مسلک میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (۶۲، ۳۵ گرام چاندی) ہے اگر کسی شخص نے اتنا مہر باندھا جو دس درہم یعنی (۶۲، ۳۵ گرام چاندی) کی قیمت سے کم ہو تو صحیح نہیں ہوگا۔

حضرت امام مالک کے نزدیک کم سے کم مہر کی آخری حد چوتھائی دینار ہے اور حضرت امام شافعی و حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ جو بھی چیز ثمن یعنی قیمت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اس کا مہر باندھنا جائز ہے۔

ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مہر:

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ کے علاوہ تمام ازواج مطہرات اور حضرت فاطمہ کے علاوہ تمام صاحبزادیوں کا مہر پانچ سو درہم چاندی کی مقدار ۱۵۷۵ ماشہ یعنی ایک کلو ۵۳۰ گرام ہوتی ہے۔ آجکل کے نرخ کے مطابق ایک کلو ۵۳۰ گرام چاندی کی قیمت تقریباً ۹۱۸ روپے ہوتی ہے۔ ام المؤمنین ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم یا چار سو دینار تھا، چار ہزار درہم بارے ہزار چھ سو ماشہ یعنی بارے کلو ۲۴۷۵ گرام چاندی کے بقدر ہوتے ہیں اور چاندی کے موجودہ نرخ کے مطابق اس کی قیمت سات ہزار تین سو اڑتالیس (۷۳۳۸) روپیہ ہوتی ہے۔

حضرت فاطمہ زہراء کا مہر چار سو مثقال نقرہ تھا، چار سو مثقال اٹھارہ سو ماشہ یعنی ایک کلو ۷۵۰ گرام چاندی کے بقدر ہوتے ہیں اور چاندی کے موجودہ نرخ کے مطابق اس کی قیمت ایک ہزار پچاس روپیہ ہوتی ہے۔ اس قدر چاندی کے ساتھ روپے کی یہ مطابقت آج کل کے دور میں درست نہیں ہے کیونکہ پاکستان میں روپے کی قیمت بہت زیادہ گر چکی ہے۔ ہاں ہر زمانے میں چاندی کی قیمت معلوم کر کے روپے کی تعیین کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مہر کی مقدار میں اولہ مذاہب اربعہ

حضرت اہل بن سعد کہتے ہیں کہ ایک دن ایک عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنے آپ کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے بہہ کر دیا یہ کہہ کر وہ عورت دیر تک کھڑی رہی یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہی تھے کہ ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس عورت کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوں تو اس سے میرا نکاح کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جسے تم اس عورت کو مہر میں دے سکو؟ انہوں نے عرض کیا کہ اس تہبند کے علاوہ جسے میں باندھے ہوئے ہوں میرے پاس کوئی اور چیز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ کوئی چیز ڈھونڈ لاؤ اگرچہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔ جب صحابی نے بہت تلاش کیا اور انہیں کوئی چیز نہیں ملی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہیں قرآن میں سے کچھ یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن میں سے جو کچھ تمہیں یاد ہے اس کے سبب میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا تم اس کو قرآن کی تعلیم دیا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یہ حکم تھا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کر دیتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہبہ کو قبول کر لیتے تھے تو وہ عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال ہو جاتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا کچھ مہر واجب نہیں ہوتا تھا۔ یہ اور کسی کے لئے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جائز تھا اور نہ اب جائز ہے بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا یعنی صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے جائز تھا چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔

اور اگر کوئی مؤمن عورت اپنے تئیں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہبہ کر دے یعنی مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے (اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ عورت حلال ہے لیکن اے محمد یہ اجازت صرف آپ ہی کو ہے سب مسلمانوں کو نہیں۔

اس بارے میں فقہی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام شافعی کے نزدیک بغیر مہر کے لفظ ہبہ کے ذریعہ نکاح کا جواز صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا یہ کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے۔

جب کہ حنفی مسلک یہ ہے کہ لفظ ہبہ کے ذریعہ نکاح کرنا تو سب کے لئے جائز ہے مگر اس صورت میں مہر کا واجب نہ ہونا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا لہذا اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی شخص کے لئے ہبہ کرے اور وہ شخص اس ہبہ کو قبول کر لے تو اس ہبہ کے ذریعہ دونوں کے درمیان نکاح صحیح ہو جائے گا اور اس شخص پر مہر مثل واجب ہوگا اگرچہ وہ عورت مہر کا کوئی ذکر نہ کرے یا مہر کی نفی ہی کیوں نہ کر دے لہذا حنفی مسلک کے مطابق مذکورہ بالا آیت کے الفاظ (غَالِصَةً لَّكَ) ۳۳۔ الاحزاب: ۵۰ کے معنی ہیں کہ اپنے آپ کو ہبہ کر دینے والی عورت کا مہر واجب ہوئے بغیر حلال ہونا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

(ولو غالتما من حدید) (اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہو) سے معلوم ہوا کہ از قسم مال کسی بھی چیز کا مہر باندھنا جائز ہے خواہ وہ چیز کتنی ہی کم تر کیوں نہ ہو بشرطیکہ مرد و عورت دونوں اس پر راضی ہوں۔

چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے اس بارے میں امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک کا جو مسلک ہے وہ ابتدائے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے حنفیہ کی دلیل حضرت جابر کی یہ روایت ہے جس کو دارقطنی نے نقل کیا ہے کہ حدیث (لا تنکحوا النساء الا الاکفاء) الخ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کا نکاح ان کے کفو ہی سے کیا جائے گا اور عورتوں کا نکاح ان کے ولی کریں اور دس درہم سے کم مہر کا اعتبار نہیں ہے۔

نیز حنفی مسلک کی تائید دارقطنی اور بیہقی ہی میں منقول حضرت علی کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ دس درہم سے کم کا مہر معتبر نہیں۔

حضرت سہیل کی اس روایت کو حنفیہ نے مہر متعل پر محمول کیا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے مقررہ مہر میں سے کچھ حصہ علی الفور عین جماع کرنے سے پہلے دے دیتے تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو بھی یہ حکم فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی بھی چیز خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو مل جائے تو لے آؤ تاکہ نکاح کے

بعد اس عورت کو مہر کے طور پر کچھ نہ کچھ دے سکو۔ اسی بناء پر بعض علماء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ نکاح کے بعد اپنی بیوی سے اس وقت تک جماع نہ کیا جائے جب تک اس کے مہر میں سے کچھ نہ کچھ اسے دے دیا جائے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت زہری اور حضرت قتادہ کا یہی مسلک تھا ان کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے نکاح کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت فاطمہ کے پاس اس وقت تک جانے سے ممانعت کر دی جب تک کہ وہ حضرت فاطمہ کو ان کے مہر میں سے کچھ نہ دے دیں حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس وقت تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم فاطمہ کو اپنی زرہ دے دو حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو اپنی زرہ دے دی اور اس کے بعد ان کے پاس گئے اور یہ معلوم ہے کہ حضرت فاطمہ کا مہر چار سو مثقال چاندی کا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اس مقررہ مہر سے ایک زرہ کی بقدر دینے کا حکم دیا تھا لہذا ان حضرات کے نزدیک مقررہ مہر میں سے علی الفور یعنی جماع سے قبل کچھ دے دینا واجب ہے جب کہ حنفیہ کے ہاں یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا، چنانچہ بعض ائمہ نے اسے جائز رکھا ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں یعنی تعلیم قرآن کو مہر قرار دے کے نکاح کر لینے کی صورت میں نکاح تو صحیح ہو جاتا ہے مگر خاوند پر مہر مثل واجب ہوتا ہے اور جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے تو ارشاد گرامی (بما معك) الخ میں حرف بابت کے لئے نہیں ہے بلکہ سیب کے اظہار کے لئے ہے یعنی اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ قرآن میں سے جو کچھ تمہیں یاد ہے اس کے سبب میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا گویا تمہیں قرآن کا یاد ہونا اس عورت کے ساتھ ہوا تھا تو قبولیت اسلام ان کے نکاح کا سبب تھا اسے مہر قرار نہیں دیا گیا تھا۔

تم اس کو قرآن کی تعلیم دیا کرو یہ حکم بطور وجوب نہیں تھا بلکہ بطریق استحباب تھا لہذا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا تھا۔

حریت کے مہر ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر مقرر کیا۔ اس باب میں حضرت صفیہ سے بھی روایت ہے حضرت انس کی حدیث حسن صحیح ہے، بعض صحابہ کرام اور دوسرے حضرت کا اس پر عمل ہے امام شافعی، احمد، اور اسحاق، کا یہی قول ہے بعض علماء کے نزدیک آزادی کو مہر مقرر کرنا مکروہ ہے ان کے نزدیک آزادی کے علاوہ مہر مقرر کرنا چاہیے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی، ج ۱، رقم الحدیث ۱۱۱۶)

مہر کی مقدار میں فقہی مذاہب ثلاثہ و اہل طواہر کا موقف

کم از کم مہر کے متعلق صحیح مسلم میں ایک روایت ملتی ہے جو ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے

کو آپ کے لیے مہر کرتی ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور اپنی نظریں اوپر کرنے کے بعد نیچے کر لیں جب عورت نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ صحابہ کرام میں سے ایک صحابی کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہیں تو میرے ساتھ اس کی شادی کر دیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے پاس کچھ ہے؟ اس صحابی نے جواب دیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی قسم میرے پاس کچھ نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اپنے گھر والوں کے پاس دیکھو ہو سکتا ہے کچھ ملے جائے، وہ صحابی گیا اور واپس آ کر کہنے لگا اللہ کی قسم مجھے کچھ بھی نہیں ملا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو اگر لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے وہ گیا اور واپس آ کر کہنے لگا اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی، لیکن میرے پاس یہ چادر ہے اس میں سے نصف اسے دیتا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: اس کا تم کیا کرو گے اگر اسے تم باندھ لو تو اس پر کچھ بھی نہیں ہوگا، وہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بات سن کر بیٹھ گیا اور جب زیادہ دیر بیٹھا رہا تو اٹھ کر چل دیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تو اسے واپس بلائے کا حکم دیا جب واپس آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: تجھے کتنا قرآن حفظ ہے؟ اس نے جواب دیا فلاں فلاں سورۃ حفظ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اسے زبانی پڑھ سکتے ہو؟ وہ کہنے لگا جی ہاں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: جاؤ میں نے جو تمہیں قرآن کریم حفظ ہے اس کے بدلہ میں اس کا مالک بنا دیا۔ صحیح مسلم المحدث (۱۱۲۵)

تو اس حدیث میں ہے کہ مہر کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی جس سے مال حاصل کیا جاسکتا ہو، لیکن اس میں خاوند اور بیوی کی رضامندی ضروری ہے کہ وہ جتنے مہر پر راضی ہو جائیں، اس لیے کہ مہر میں کم از کم لوہے کی انگوٹھی ہے۔

امام شافعی اور سلف اور بعد میں آنے والے جمہور علماء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے، ربیعہ، ابوالثرناد، ابن ابی ذئب، یحییٰ بن سعید، لیث بن سعد، اور امام ثوری، اوزاعی، مسلم بن خالد، ابن ابی لیلیٰ، اور داؤد، اور اہل حدیث فقہاء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ اجماعاً اور امام مالک کے اصحاب میں ابن وہب کا بھی یہی مسلک ہے۔

حجازیوں، بصریوں، کوفیوں، اور شامیوں وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ جس پر بھی خاوند اور بیوی راضی ہو جائیں چاہے وہ زیادہ وہ یا کم مہر مثلاً جو تالوہے کی انگوٹھی اور چھری وغیرہ۔

قرآن کی تعلیم کو مہر قرار دینے کا بیان

1889- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةً إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَنْ يَتَزَوَّجُهَا فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَقَالَ لَيْسَ مِنِّي قَالَ قَدْ زَوَّجْتُهَا عَلَى مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ

• حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کون اس کے ساتھ شادی کرے گا؟ ایک صاحب بولے میں نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اسے (مہر کے طور پر) کوئی چیز دو خواہ وہ لوہے کی بنی ہوئی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو انہوں نے عرض کی: میرے پاس وہ نہیں ہے نبی کریم ﷺ نے

فرمایا: ”پھر تمہیں جو قرآن آتا ہے میں اس (کی تعلیم بطور مہر) پر تمہاری شادی اس کے ساتھ کرتا ہوں۔“

شرح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یہ حکم تھا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کر دیتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہبہ کو قبول کر لیتے تھے تو وہ عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال ہو جاتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا کچھ مہر واجب نہیں ہوتا تھا۔ یہ اور کسی کے لئے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جائز تھا اور نہ اب جائز ہے بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا یعنی صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے جائز تھا چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ اور اگر کوئی مؤمن عورت اپنے تئیں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہبہ کر دے یعنی مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے (اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ عورت حلال ہے لیکن اے محمد یہ اجازت صرف آپ ہی کو ہے سب مسلمانوں کو نہیں۔ اس بارے میں فقہی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام شافعی کے نزدیک بغیر مہر کے لفظ ہبہ کے ذریعہ نکاح کا جواز صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا یہ کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے جب کہ حنفی مسلک یہ ہے کہ لفظ ہبہ کے ذریعہ نکاح کرنا تو سب کے لئے جائز ہے مگر اس صورت میں مہر کا واجب نہ ہونا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا لہذا اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی شخص کے لئے ہبہ کرے۔

اور وہ شخص اس ہبہ کو قبول کر لے تو اس ہبہ کے ذریعہ دونوں کے درمیان نکاح صحیح ہو جائے گا اور اس شخص پر مہر مثل واجب ہوگا اگرچہ وہ عورت مہر کا کوئی ذکر نہ کرے یا مہر کی نفی ہی کیوں نہ کر دے لہذا حنفی مسلک کے مطابق مذکورہ بالا آیت کے الفاظ (غابۃً عنک) ۳۰۔ الاحزاب: ۵۰ کے معنی ہیں کہ اپنے آپ کو ہبہ کر دینے والی عورت کا مہر واجب ہوئے بغیر حلال ہونا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ (ولو خاتما من حدید) (اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہو) سے معلوم ہوا کہ از قسم مال کسی بھی چیز کا مہر باندھنا جائز ہے خواہ وہ چیز کتنی ہی کم تر کیوں نہ ہو بشرطیکہ مرد و عورت دونوں اس پر راضی ہوں چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے اس بارے میں امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک کا جو مسلک ہے وہ ابتدائے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے حنفیہ کی دلیل حضرت جابر کی یہ روایت ہے جس کو دارقطنی نے نقل کیا ہے کہ حدیث (لا تنکوا النساء الا الاکفاء) الخ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کا نکاح ان کے کفو ہی سے کیا جائے گا اور عورتوں کا نکاح ان کے ولی کریں اور دس درہم سے کم مہر کا اعتبار نہیں ہے۔

نیز حنفی مسلک کی تائید دارقطنی اور بیہقی ہی میں منقول حضرت علی کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ دس درہم سے کم کا مہر معتبر نہیں (حضرت سہیل کی اس روایت کو حنفیہ نے مہر معجل پر محمول کیا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے مقررہ مہر میں سے کچھ حصہ علی الفور عین جماع کرنے سے پہلے دیدیتے تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو بھی یہ حکم فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی بھی چیز خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو مل جائے تو لے آؤ تاکہ نکاح کے بعد اس عورت کو مہر کے طور پر کچھ نہ کچھ دے سکو۔

اسی بناء پر بعض علماء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ نکاح کے بعد اپنی بیوی سے اس وقت تک جماع نہ کیا جائے جب تک اس کے مہر

میں سے کچھ نہ کچھ اسے دے دیا جائے چنانچہ حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت زہری اور حضرت قتادہ کا یہی مسلک تھا ان کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے نکاح کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت فاطمہ کے پاس اس وقت تک جانے سے ممانعت کر دی جب تک کہ وہ حضرت فاطمہ کو ان کے مہر میں سے کچھ نہ دیدیں حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس وقت تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم فاطمہ کو اپنی زرہ دیدو حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو اپنی زرہ دیدی اور اس کے بعد ان کے پاس گئے اور یہ معلوم ہے کہ حضرت فاطمہ کا مہر چار سو مثقال چاندی کا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اس مقررہ مہر سے ایک زرہ کی بقدر دینے کا حکم دیا تھا لہذا ان حضرات کے نزدیک مقررہ مہر میں سے علی الفور یعنی جماع سے قبل کچھ دیدینا واجب ہے۔

جب کہ جنفیہ کے ہاں یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا، چنانچہ بعض ائمہ نے اسے جائز رکھا ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں یعنی تعلیم قرآن کو مہر قرار دے کے نکاح کر لینے کی صورت میں نکاح تو صحیح ہو جاتا ہے مگر خاوند پر مہر مثل واجب ہوتا ہے اور جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے تو ارشاد گرامی (بما معک) الخ میں حرف بابت کے لئے نہیں ہے بلکہ سبب کے اظہار کے لئے ہے یعنی اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ قرآن میں سے جو کچھ تمہیں یاد ہے اس کے سبب میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا گویا تمہیں قرآن کا یاد ہونا اس عورت کے ساتھ ہوا تھا تو قبولیت اسلام ان کے نکاح کا سبب تھا اسے مہر قرار نہیں دیا گیا تھا۔ تم اس کو قرآن کی تعلیم دیا کرو یہ حکم بطور وجوب نہیں تھا بلکہ بطریق استحباب تھا لہذا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا تھا۔

1890 - حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرَّفَاعِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانَ حَدَّثَنَا الْأَعْرُ الْقَاشِي عَنْ عَطِيَّةِ الْعَوْفِي عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ عَائِشَةَ عَلَى مَتَاعِ بَيْتِ قَيْمَتِهِ خَمْسُونَ دِرْهَمًا

﴿﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گھر کا سامان مہر ہونے کی شرط پر شادی کی تھی جس کی قیمت پچاس درہم تھی۔

نکاح کو کسی شرط سے مشروط کرنے میں مذاہب اربعہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت کی جسمانی کمزوری اور انفعالی کیفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے ساتھ زیادتی بھی کی جاتی ہے، مثلاً ایک بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کر لیا جاتا ہے؛ لیکن شریعت میں عدل کے جو احکام دیے گئے ہیں، ان کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔

اشتراط فی النکاح سے مراد یہ ہے کہ ایسی شرطیں جن کا شریعت نے نکاح میں حکم بھی نہیں دیا ہے اور وہ شریعت کے احکام سے 1890: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

متصادم بھی نہیں ہیں؛ لیکن وہ کسی فریق کے مفاد میں ہوں تو ایسی شرطیں معتبر ہوں گی یا نہیں؟ جیسے عورت شرط لگائے کہ شوہر اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کرے گا یا اس کو میکے میں رکھے گا یا اس کو اس کے شہر سے باہر نہیں لے جائے گا تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ ایک گروہ کے نزدیک ایسی شرطیں معتبر نہیں ہیں۔ صحابہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ائمہ متبوعین میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر یہی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، بدایۃ المجتہد، شرح مہذب)

دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ ایسی شرطیں معتبر ہیں اور شوہر پر ان کا پورا کرنا واجب ہے، صحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ مصنف عبدالرزاق، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ شرح السنہ، بعد کے اہل علم میں مشہور قاضی، قاضی شریح، مصنف عبدالرزاق اور ائمہ متبوعین میں امام احمد ابن حنبل المغنی اور محدثین میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری، باب الشروط النکاح اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد، باب فی الرجل بشرط لہا دارا کا بھی یہی نقطہ نظر ہے، ان حضرات کی دلیل قرآن مجید کی آیت: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ**۔ (المائدہ)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: **أَحَقُّ مَا أَوْفِيْتُمْ مِنَ الشَّرْطِ أَنْ تُؤْفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ**۔

(بخاری)

اس لیے علماء و ارباب افتاء نے اس دوسرے نقطہ نظر کو موجودہ حالات کے پس منظر میں قبول کیا ہے۔ نکاح کے وقت اگر ایسی باتوں کی شرط لگائی جائے کہ شریعت نے نہ ان کو لازم قرار دیا ہے اور نہ ان سے منع کیا ہے تو ایسی شرطوں کو پورا کرنا واجب ہے۔ اسی سے قریب تر دوسرا مسئلہ نکاح میں شروط مہر مقرر کرنے کا ہے۔ مثلاً مہریوں طے پائے کہ اگر مرد نے اس منکوحہ کی موجودگی میں دوسرا نکاح کیا تو مہر بیس ہزار درہم ہوگا اور اگر دوسرا نکاح نہیں کیا تو دس ہزار درہم ہوگا۔

تو مالکیہ اور شوافع کے نزدیک ایسی شرطوں کا اعتبار نہیں؛ بلکہ ایسی صورت میں مہر مثل واجب ہوگا، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ دونوں شرطیں معتبر ہوں گی،

یہی نقطہ نظر حنفیہ میں صاحبین کا بھی ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مہر کی جو مقدار پہلے ذکر کی گئی، وہ معتبر ہوگی اور جو بعد میں ذکر کی گئی، اس کا اعتبار نہیں۔

اس مسئلے میں صاحبین کی رائے کو قبول کرنا بہتر ہوگا، اس سے عورتوں کے حقوق کے تحفظ اور طلاق کے واقعات کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔ جیسے یوں مہر مقرر ہو کہ اگر مرد نے اس عورت کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا یا اسے طلاق نہیں دی تو مہر دو ہزار ڈالر ہوگا اور اگر اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح کر لیا یا کبھی اس بیوی کو طلاق دے تو مہر دس ہزار ڈالر ہوگا۔ ایسی صورت میں شرط پوری نہ کرنے پر مرد کو مہر کی جو کثیر مقدار ادا کرنی پڑے گی، اس کا خوف کسی مناسب ضرورت کے بغیر دوسرے نکاح سے یا بلا سبب طلاق دینے سے اس کو باز رکھنے میں موثر ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے دائرے میں رہتے ہوئے بھی اس مسئلے کو حل کیا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ امام صاحب کے یہاں اگر دو الگ شرطوں کے ساتھ مہر کی دو مقدار متعین کی جائے تو پہلی شرط اور اس سے مربوط مہر معتبر ہوتا ہے اور اگر وہ شرط پائی

جائے تو دوسری شرط معتبر نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کی بجائے مہر مثل واجب ہوتا ہے۔ لہذا مثلاً یوں کہا جائے کہ اگر ہندہ کی موجودگی میں دوسرا نکاح کیا گیا تو مہر ایک لاکھ روپے ہوگا اور نکاح نہیں کیا گیا تو مہر پچیس ہزار روپے ہوگا تو اس صورت میں اگر ہندہ کی موجودگی میں مرد نے دوسری شادی کی تو ہندہ کو ایک لاکھ روپے ادا کرنے پڑیں گے اور اگر اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا تو مہر مثل واجب ہوگا، اس طرح یہ مقصد کہ بیوی کو ناگوار صورت حال پیش آنے پر زیادہ مہر مل جائے، حاصل ہو جائے گا۔

بَابُ: الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ وَلَا يَقْرَضُ لَهَا فِيمَوْتُ عَلَى ذَلِكَ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص شادی کر لے اور وہ عورت کا مہر مقرر نہ کرے

اسی حالت میں اس کا انتقال ہو جائے

1891- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَمَاتَ عَنْهَا وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَلَمْ يَقْرَضْ لَهَا قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَهَا الصَّدَاقُ وَلَهَا الْمِيرَاثُ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ فَقَالَ مَعْقِلُ بْنُ بَسَانَ الْأَشْجَعِيُّ شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى فِي بَرُوعَ بِنْتِ وَاشِقٍ بِمِثْلِ ذَلِكَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے ان سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو کسی عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے اور پھر فوت ہو جاتا ہے اس نے اس عورت کے ساتھ صحبت بھی نہیں کی اور اس کا مہر بھی مقرر نہیں کیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس عورت کو مہر بھی ملے گا اس عورت کو وراثت میں حصہ بھی ملے گا اور اس عورت پر عدت کی ادائیگی بھی لازم ہوگی تو حضرت معقل بن بسان اشجعی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ بات گواہی دے کر کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے بروع بنت واشق (نامی خاتون) کے بارے میں بھی یہی فیصلہ دیا تھا۔

1891م- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ مِثْلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

جو شخص دس درہم یا اس سے زیادہ مہر مقرر کرے تو شوہر پر طے شدہ مہر کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اگر اس نے اس عورت کے ساتھ دخول کر لیا ہو یا اسے چھوڑ کر فوت ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے: دخول کی وجہ سے ”مبدل“ کو سپرد کرنا متحقق ہو جاتا ہے اور مبدل کی سپردگی سے بدل کی سپردگی میں تاکید پیدا ہو جاتی ہے اور (شوہر کی) موت کی وجہ سے نکاح اپنی انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔

1891: أخرجه الإرداذی فی "السنن" رقم الحديث: 2114 'ورقم الحديث: 2115' أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1145 'أخرجه القسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3354 'ورقم الحديث: 3355 'ورقم الحديث: 3356 'ورقم الحديث: 3357 'ورقم الحديث: 3358 'ورقم الحديث: 3524

بیز کوئی بھی شے اپنی انتہاء تک پہنچ کر ثابت اور مؤکد ہو جاتی ہے اس لیے یہ نکاح اپنے تمام تراکام سمیت ثابت ہوگا۔
 اگر شوہر نے دخول اور خلوت سے پہلے عورت کو طلاق دے دی تو اس عورت کو طے شدہ مہر کا نصف حصہ ملے گا۔ اس کی دلیل
 اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”اور اگر تم ان کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے انہیں طلاق دے دیتے ہو“۔ اس بارے میں قیاس میں
 باہمی طور پر تعارض پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں ایک صورت یہ ہے: شوہر نے اپنی ذات کو حاصل ہونے والی ملکیت کو اپنے اختیار کے
 ساتھ فوت کر دیا ہے اور اس میں ایک پہلو یہ ہے: جس چیز کے بارے میں عقد کیا گیا تھا وہ اس کی طرف سالم لوٹ آئی ہے لہذا اس
 بارے میں نص کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور یہ بھی شرط بیان کی گئی ہے: یہ طلاق خلوت سے پہلے ہونی چاہئے چونکہ ہمارے
 نزدیک خلوت بھی دخول کی مانند ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

شرح

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَغْفُونَ أَوْ
 يَغْفُوا الْبَذَى بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَغْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَلَا تَنْسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا
 تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (البقرہ: ۲۳۷)

اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا ہوگا ہاں اگر عورتیں مہر بخش
 دیں یا مرد جن کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے (اپنا حق) چھوڑ دیں (اور پورا مہر دے دیں تو ان کو اختیار ہے) اور اگر تم مرد لوگ ہی اپنا
 حق چھوڑ دو تو یہ پرہیزگاری کی بات ہے اور آپس میں بھلائی کرنے کو فراموش نہ کرنا کچھ شک نہیں کہ خدا تمہارے سب کاموں کو دیکھ
 رہا ہے۔

اس آیت میں صاف دلالت ہے اس امر پر کہ پہلی آیت میں جن عورتوں کے لئے متعہ مقرر کیا گیا تھا وہ صرف وہی عورتیں
 ہیں جن کا ذکر اس آیت میں تھا کیونکہ اس آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ دخول سے پہلے جبکہ طلاق دے دی گئی ہو اور مہر مقرر ہو چکا ہو تو
 آدھا مہر دینا پڑے گا۔ اگر یہاں بھی اس کے سوا کوئی اور متعہ واجب ہوتا تو وہ ضرور ذکر کیا جاتا کیونکہ دونوں آیتوں کی دونوں
 صورتوں میں ایک کے بعد ایک بیان ہو رہی ہیں واللہ اعلم۔

دخول سے قبل طلاق کی صورت میں نصف مہر پر فقہاء کا اجماع

اس صورت میں جو یہاں بیان ہو رہی ہے آدھے مہر پر علماء کا اجماع ہے، لیکن تین کے نزدیک پورا مہر اس وقت واجب ہو
 جاتا ہے جبکہ خلوت ہو گئی یعنی میاں بیوی تنہائی کی حالت میں کسی مکان میں جمع ہو گئے، گوہم بستر کی نہ ہوئی ہو۔

امام شافعی کا بھی پہلا قول یہی ہے اور خلفائے راشدین کا فیصلہ بھی یہی ہے، لیکن امام شافعی کی روایت سے حضرت ابن عباس
 سے مروی ہے کہ اس صورت میں بھی صرف نصف مہر مقرر ہی دینا پڑے گا، امام شافعی فرماتے ہیں میں بھی یہی کہتا ہوں اور ظاہر
 الفاظ کتاب اللہ کے بھی یہی کہتے ہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس روایت کے ایک راوی لیث بن ابی سلیم اگرچہ سند پکڑے جانے کے قابل نہیں لیکن ابن ابی طلحہ

سے ابن عباس کی یہ روایت مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا فرمان یہی ہے، پھر فرماتا ہے کہ اگر عورتیں خود ایسی حالت میں اپنا آدھا مہر بھی خاوند کو معاف کر دیں تو یہ اور بات ہے اس صورت میں خاوند کو سب معاف ہو جائے گا۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ شیبہ عورت اگر اپنا حق چھوڑ دے تو اسے اختیار ہے۔ بہت سے مفسرین تابعین کا یہی قول ہے۔

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عورتوں کا معاف کرنا نہیں بلکہ مردوں کا معاف کرنا ہے۔ یعنی مرد اپنا آدھا حصہ چھوڑ دے اور پورا مہر دے دے لیکن یہ قول شاذ ہے کوئی اور اس قول کا قائل نہیں، پھر فرماتا ہے کہ وہ معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے اس سے مراد خاوند ہے۔

حضرت علی سے سوال ہوا کہ اس سے مراد کیا عورت کے اولیاء ہیں، فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد خاوند ہے۔ اور بھی بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے۔

امام شافعی کا جدید قول بھی یہی ہے۔ امام ابو حنیفہ وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے، اس لئے کہ حقیقتاً نکاح کو باقی رکھنا توڑ دینا وغیرہ یہ سب خاوند کے ہی اختیار میں ہے اور جس طرح ولی کو اس کی طرف سے جس کا ولی ہے، اس کے مال کا دے دینا جائز نہیں اسی طرح اس کے مہر کے معاف کر دینے کا بھی اختیار نہیں۔

دوسرا قول اس بارے میں یہ ہے کہ اس سے مراد عورت کے باپ بھائی اور وہ لوگ ہیں جن کی اجازت بغیر عورت نکاح نہیں کر سکتی۔ ابن عباس، علقمہ، حسن، عطاء، طاؤس، زہری، ربیعہ، زید بن اسلم، ایراجیم نخعی، عکرمہ، محمد بن سیرین سے بھی یہی مروی ہے کہ ان دونوں بزرگوں کا بھی ایک قول یہی ہے۔

امام مالک کا اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ولی نے ہی اس حق کا حقدار اسے کیا تھا تو اس میں تصرف کرنے کا بھی اسے اختیار ہے، گو اور مال میں ہیر پھیر کرنے کا اختیار نہ ہو، عکرمہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے معاف کر دینے کی رخصت عورت کو دی اور اگر وہ بخیلی اور تنگ دلی کرے تو اس کا ولی بھی معاف کر سکتا ہے۔ گو وہ عورت سمجھدار ہو۔

حضرت شریع بھی یہی فرماتے ہیں لیکن جب شععی نے انکار کیا تو آپ نے اس سے رجوع کر لیا اور فرمانے لگے کہ اس سے مراد خاوند ہی ہے بلکہ وہ اس بات پر مہلکہ کو تیار رہتے تھے۔ پھر فرماتا ہے تمہارا خون معاف کرنا ہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے، اس سے مراد عورتیں دونوں ہی ہیں یعنی دونوں میں سے اچھا دینی ہے جو اپنا حق چھوڑ دے، یعنی عورت یا تو اپنا آدھا حصہ بھی اپنے خاوند کو معاف کر دے یا خاوند ہی اسے بجائے آدھے کے پورا مہر دے دے۔ آپس کی فضیلت یعنی احسان کو نہ بھولو، اسے بیکار نہ چھوڑو بلکہ اسے کام میں لاؤ۔

ابن مردویہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک کاٹ کھانے والا زمانہ آئے گا، مومن بھی اپنے ہاتھوں کی چیز کو دانتوں سے پکڑ لے گا اور فضیلت و بزرگی کو بھول جائے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اپنے آپس کے فضل کو نہ بھولو، برے ہیں وہ لوگ جو ایک مسلمان کی نیکی اور تنگ دستی کے وقت اس سے سستے داموں اس کی چیز خریدتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع سے منع فرمادیا ہے۔ اگر تیرے پاس بھلائی ہو تو اپنے بھائی کو بھی وہ بھلائی پہنچا اس کی

ہلاکت میں حصہ نہ لے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اسے رنج و غم پہنچے نہ اسے بھلائیوں سے محروم رکھے، حضرت عون حدیثیں بیان کرتے جاتے ہیں روتے جاتے یہاں تک کہ داڑھی سے ٹپکتے رہتے اور فرماتے میں مالداروں کی صحبت میں بیٹھا اور دیکھا کہ ہر وقت دل ملول رہتا ہے کیونکہ جدھر نظر اٹھتی ہر ایک کو اپنے سے اچھے کپڑوں میں اچھی خوشبوؤں میں اور اچھی سواریوں میں دیکھتا ہوں مسکینوں کی محفل میں میں نے بڑی راحت پائی۔

رب العالمین یہی فرماتا ہے ایک دوسرے کی فضیلت فراموش نہ کرو، کسی کے پاس جب بھی کوئی سائل آئے اور اس کے پاس کچھ نہ ہو تو وہ اس کے لئے دعائے خیر ہی کر دے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے، اس پر تمہارے کام اور تمہارا حال بالکل روشن ہے اور عنقریب وہ ہر ایک عامل کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ، پیردہ)

بَابُ: خُطْبَةِ النِّكَاحِ

یہ باب نکاح کے خطبہ کے بیان میں ہے

1892- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّیْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ أُرْوَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَوَامِعَ الْخَيْرِ وَخَوَائِمَهُ أَوْ قَالَ لَوَائِحَ الْخَيْرِ فَعَلَّمَنَا خُطْبَةَ الصَّلَاةِ وَخُطْبَةَ الْحَاجَةِ خُطْبَةَ الصَّلَاةِ التَّحِيَّاتِ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتِ وَالطَّيَّاتِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

وَخُطْبَةُ الْحَاجَةِ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تَصِلُ خُطْبَتُكَ بِثَلَاثِ آيَاتٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ) (وَإِاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا) (اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا)

•• حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو بھلائی کو جمع کرنے والی باتیں اور جن پر بھلائی ختم ہو جاتی ہے ایسی باتیں عطا کی گئی تھیں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) بھلائی کو کھولنے والی باتیں عطا کی گئی تھیں، تو نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز کا خطبہ اور نکاح کا خطبہ سکھایا۔ نماز کا خطبہ یہ ہے۔

”تمام زبانی مالی جسمانی عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں اے نبی ﷺ آپ ﷺ پر سلام ہو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں

اور اس کی برکتیں نازل ہوں اور ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر بھی سلام ہو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔“

(جبکہ) نکاح کے خطبے کے الفاظ یہ ہیں۔

”ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں: اسی سے مدد طلب کرتے ہیں: اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں: اور ہم اپنی ذات کے شر اور اپنے اعمال کی برائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں: جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کر دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ رہنے دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔“

(بعد کے یہ الفاظ شاید راوی کے ہیں) پھر تم اپنے خطبے کے ساتھ اللہ کی کتاب کی یہ تین آیات شامل کر لو۔

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم لوگ مرتے وقت ضرور مسلمان ہی رہنا۔“

”اور تم اس اللہ سے ڈرو جس کے وسیلے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری کے حقوق کے بارے میں بھی ڈرو اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے۔“

”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو تو وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کر دے گا جو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے تو وہ دین و دنیا کی کامیابی حاصل کرتا ہے۔“

شرح

تشہد کے معنی ایمان کی گواہی کا اظہار کرنا اور زین العرب نے کہا ہے کہ یہاں تشہد سے مراد وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور دونوں کلمہ شہادت کا ذکر ہو۔ حاجت و ضرورت سے مراد نکاح وغیرہ ہے اور حاجت و ضرورت کے وقت پڑھے جانے والے تشہد سے مراد وہ خطبہ ہے جو نکاح وغیرہ کے وقت پڑھا جاتا ہے یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ حضرت امام شافعی کے نزدیک صرف نکاح ہی میں نہیں بلکہ تمام عقود کے وقت خطبہ پڑھنا مسنون ہے روایت میں جو دوسری آیت نقل کی گئی ہے۔ اس میں (یا ایہا الذین آمنوا) کے الفاظ بھی ہیں اور یہ آیت مشکوٰۃ کے تمام نسخوں میں اسی طرح نقل ہوئی ہے۔

حالانکہ قرآن کریم میں یہ آیت یوں نہیں ہے بلکہ دراصل سورت نساء کی پہلی آیت کا ٹکڑا ہے جو (یا ایہا الذین آمنوا) کے بغیر اس طرح ہے آیت (وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا، النساء: ۱) لہذا ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم کا جو مصحف حضرت ابن مسعود کے پاس تھا اس میں یہ آیت اسی طرح ہو۔ حسن حصین سے مفہوم ہوتا ہے کہ ابوداؤد نے مذکورہ خطبہ میں لفظ در سولہ کے بعد یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں آیت (ارسلہ بالحق بشیرا و نذیرا بین یدی الساعۃ من یطع

اللہ ورسولہ فقد رشد ومن عصهما فلا يضر الا نفسه ولا يضر الله شيئا) جو شخص عقد کرانے بیٹھے وہ پہلے یہ خطبہ پڑھے اور پھر اس کے بعد ایجاب و قبول میں ان باتوں کا لحاظ رکھے جو ضروری ہیں۔

1893- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ أَبُو بَشِيرٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَّا بَعْدُ

﴿ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے (خطبے میں پڑھا)

”ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں: اس سے مدد طلب کرتے ہیں: اور ہم اپنی ذات کے شر اور اپنے اعمال کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں: جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ رہنے دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ﷺ ہیں اما بعد!“

1894- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَحْبُحٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ خَلْفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا عُيَيْنَةُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ قُرَّةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ أَمْرِ ذِي بَالٍ لَا يَتَدَا فِيهِ بِالْحَمْدِ أَقْطَعُ

﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”ہر اہم کام جس کا آغاز حمد سے نہ کیا جائے وہ نامکمل ہوتا ہے۔“

بَابُ: إِعْلَانِ النِّكَاحِ

یہ باب نکاح کا اعلان کرنے کے بیان میں ہے

نکاح کے اعلان کا بیان

اعلان نکاح نکاح کا اعلان کرنا مستحب ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ نکاح کا اعلان کرو اگرچہ دف بجا کر ہی کیوں نہ اعلان کرنا پڑے، دف بجانے کے سلسلہ میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں چنانچہ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ دف بجانا تو حرام ہے یا مطلقاً مکروہ ہے اور بعض علماء نے اس کو مطلقاً مباح کہا ہے زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ بعض مواقع پر جیسے عید کے دن کسی معزز مسافر و مہمان

کے آنے کے وقت اور نکاح کے موقع پر دف بجانا مباح ہے ان کے علاوہ اور کسی بھی وقت اور کسی بھی موقع پر دف بجانا حرام ہے۔ خطبہ علماء نے اسے خ کے پیش کے ساتھ یعنی خطبہ بھی صحیح کہا ہے اور خ کے زیر کے ساتھ یعنی خطبہ کو بھی صحیح قرار دیا ہے دونوں میں فرق یہ ہے خطبہ سے مراد نکاح کا پیغام بھیجنا اور خطبہ اس خطبے کو کہتے ہیں جو نکاح میں پڑھایا جاتا ہے چنانچہ یہاں عنوان میں خطبہ سے مراد نکاح کا پیغام بھیجنا (کہ جسے منگنی کہتے ہیں) بھی ہو سکتا ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ یہاں خطبہ سے وہی مراد ہے جو نکاح کے وقت پڑھا جاتا ہے۔

حنفیہ کے نزدیک عقد نکاح کے وقت خطبہ پڑھنا مسنون ہے شوافع کے نزدیک بھی مسنون ہے لیکن ان کے ہاں عقد نکاح ہی نہیں بلکہ ہر عقد مثلاً بیع و شراء وغیرہ کے وقت بھی خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔ شادی بیاہ کی رسوم و بدعات شرط سے مراد وہ شرطیں ہیں جو نکاح میں ذکر کی جائیں خواہ وہ فاسد ہوں یا صحیح ہوں۔ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ نکاح جیسا پاکیزہ معاملہ بھی غیر مسلموں کی ناپاک رسموں اور ملکی رواجوں سے محفوظ نہیں رہا ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس ملک کی غیر شرعی رسمیں جس کثرت اور شدت کے ساتھ مسلمانوں کے شادی بیاہ کے معاملات میں داخل ہو گئی ہیں اس نے نکاح کے اسلامی اور مسنون طریقے کو بالکل ہی اوجھل کر دیا ہے اور اب تو جس قدر رسمیں رائج ہیں یا پہلے رائج تھیں ان سب کا احاطہ کرنا بھی ناممکن ہو گیا ہے۔

1895- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَالْخَلِيلُ بْنُ عَمْرٍو قَالَا حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْبَاسِ عَنْ رَبِيعَةَ ابْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَعْلَنُوا هَذَا النِّكَاحَ وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالْعُرْبَالِ

» سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں۔ ”نکاح کا اعلان کرو اور اس کے لیے دف بجاؤ۔“

1896- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بَلْجٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْجَرَامِ الذُّفُّ وَالصُّوْتُ فِي النِّكَاحِ

» محمد بن حاطب بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”حلال اور حرام نکاح میں بنیادی فرق دف بجانا اور آواز (بلند کرنا) ہے۔“

شرح

ام المؤمنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نکاح کا اعلان کیا کرو نکاح مسجد کے اندر کیا کرو اور نکاح کے وقت دف بجایا کرو ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 367)

اعلان سے مراد اگر گواہوں کی موجودگی ہو کہ نکاح گواہوں کے سامنے کیا جائے تو یہ حکم بطریق وجوب ہوگا اور اگر اعلان سے

1895: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1896: أخرجه الترمذی فی ”المجامع“ رقم الحدیث 1088 أخرجه النسائی فی ”السنن“ رقم الحدیث 3370

مراد تشہیر ہو کہ نکاح کی مجلس اعلانیہ طور پر منعقد کرو تو پھر یہ حکم بطریق استحباب ہوگا۔ مسجد میں نکاح کرنا مستحب ہے اسی طرح جمعہ کے دن نکاح کرنا مستحب ہے کیونکہ مسجد میں اور جمعہ کے دن نکاح کرنے سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ اور حضرت محمد بن حاطب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال اور حرام کے درمیان فرق نکاح میں آواز اور دف بجانا ہے۔

(احمد ترمذی نسائی ابن ماجہ)

آواز سے مراد تو گانا ہے یا لوگوں کے درمیان نکاح کا ذکر و اعلان کرنا ہے حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بغیر آواز اور دف کے نکاح ہوتا ہی نہیں کیونکہ نکاح دو گواہوں کے سامنے بھی ہو جاتا ہے بلکہ اس حدیث کا مقصد لوگوں کو اس بات کی ترغیب دلانا ہے کہ نکاح کی مجلس اعلانیہ طور پر منعقد کی جائے اور لوگوں میں اس کی تشہیر کی جائے اب رہی یہ بات کہ تشہیر کی حد کیا ہے؟ تو وہ یہ ہے کہ اگر ایک مکان میں نکاح ہو تو دوسرے مکان میں یا پڑوس میں اس کا علم ہو جائے اور یہ چیز دف بجانے یا آواز کے ذریعہ یعنی گوئی نظم و گیت پڑھنے گانے سے) حاصل ہوتی ہے تشہیر کا مطلب قطعاً نہیں ہے کہ محلوں اور شہروں میں شہنائی نوبت اور باجوں کے شور و شغب کے ذریعہ نکاح کا اعلان کیا جائے۔

بَابُ: الْغِنَاءِ وَالذَّفِّ

یہ باب گانا اور دف بجانے کے بیان میں ہے

1897- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الْحُسَيْنِ اسْمُهُ خَالِدُ الْمَدَنِيُّ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِينَةِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَالْجَوَارِي بِضُرْبٍ بِالذَّفِّ وَتَفْتِيْنٍ لَدَخَلْنَا عَلَى الرَّبِيعِ بْنِ مَعْرُوفٍ لَدَغَرْنَا ذَلِكَ لَهَا فَقَالَتْ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيحَةُ عُرَيْسِي وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تَفْتِيَتَانِ وَتَنْدُبَانِ الْإِنِّي الْيَوْمَ قُلُوبًا يَوْمَ بَدْرٍ وَتَقُولَانِ فِيمَا تَقُولَانِ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَيْدٍ فَقَالَ أَمَا هَذَا فَلَا تَقُولُوهُ مَا يَعْلَمُ مَا فِي غَيْدٍ إِلَّا اللَّهُ

ابو الحسین جن کا نام خالد جرجنی ہے وہ بیان کرتے ہیں: عاشورہ کے دن ہم لوگ مدینہ منورہ میں موجود تھے کچھ لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور کوئی نغمہ گارہی تھیں ہم سیدہ ربیع بنت معوذہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے ان کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا تو انہوں نے بتایا: جس دن میری شادی ہوئی تھی اس سے اگلے دن نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں اور گیت گارہی تھیں وہ ہمارے ان آباد اجداد کے بارے میں تھا جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ انہوں نے گیت گاتے ہوئے یہ بھی پڑھا:

”ہمارے درمیان ایک ایسے نبی ﷺ موجود ہیں جو یہ بات جانتے ہیں: کل کیا ہوگا۔“

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک اس بات کا تعلق ہے تو تم لوگ یہ نہ کہو کیونکہ کل کے بارے میں صرف اللہ تعالیٰ

1897: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث 4001, 5148 أخرجه أبو داود فی "السنن" رقم الحديث 4922 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث:

جانتا ہے۔

1898- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تَغْتَبَانِ بِمَا تَقَاوَلَتْ بِهِ الْأَنْصَارُ لِي يَوْمَ بُعَاثٍ قَالَتْ وَلَيْسَتْ بِمُغْتَبَتَيْنِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَبَعَزَ مَوْرُ الشَّيْطَانِ لِي بَيْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَلِكَ لِي يَوْمَ عِيدِ الْفِطْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے میرے پاس انصار سے تعلق رکھنے والے دو لڑکیاں تھیں جو گیت گارہی تھیں وہ گیت جنگ بعاث کے بارے میں تھا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں وہ دونوں باقاعدہ گانے والی نہیں تھیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا شیطانی آلات اللہ کے رسول کے گھر میں موجود ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا وہ عید کا دن تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو بکر! ہر قوم کا کوئی تہوار ہوتا ہے اور آج ہمارا تہوار ہے۔

1899- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِمْسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ ثُمَامَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِبَعْضِ الْمَدِينَةِ فَإِذَا هُوَ بِجَوَارٍ يَضْرِبْنَ بِذَقَائِهِنَّ وَيَتَغَنَّيْنَ وَيَقْلُنَّ نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ اللَّهُ إِنِّي لَا حَبْكُنَّ

﴿﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں کسی جگہ سے گزرے تو وہاں کچھ لڑکیاں دف بجا کر یہ گانا گارہی تھیں۔

”ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں اور حضرت محمد ﷺ کتنے اچھے پڑوسی ہیں۔“ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا ہے میں تم سے محبت کرتا ہوں۔“

شرح

حضرت عامر بن سعد تابعی کہتے ہیں کہ جب ایک شادی میں شرکت کے لئے پہنچا جہاں دو صحابی حضرت قرظہ بن کعب اور حضرت ابو مسعود انصاری بھی موجود تھے تو دیکھا کہ چند بچیاں گارہی ہیں میں نے کہا کہ اے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابیو! اور جنگ ہدر میں شریک رہنے والو! کیا تمہارے سامنے بھی یہ گانا ہو رہا ہے؟ یہ سن کر ان دونوں صحابیوں نے کہا کہ بیٹھ جاؤ! اگر تمہارا جی چاہے تو تم بھی ہمارے ساتھ سنو اور چاہے چلے جاؤ، کیونکہ شادی بیاہ کے موقع پر ہمیں گیت گانے سننے کی اجازت دی گئی ہے۔ (نسائی، معقلوۃ المصالح، جلد سوم، رقم الحدیث 371)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی گانے کی حرمت و کراہت ہی مشہور تھی عیدیں اور نکاح وغیرہ کی تخصیص بعض لوگوں

1898: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 952، أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 2058

1899: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کو تو معلوم تھی اور بعض لوگوں کو معلوم نہیں تھی، چنانچہ حضرت عامر بن سعد انہیں لوگوں میں سے تھے جنہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ عیدیں اور شادی بیاہ وغیرہ میں گانا جائز ہے۔

1900- حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ اَنْبَاَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ اَنْبَاَنَا الْاَجْلَحُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَنْكَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قُرَابَةِ لَهَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَبَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَهْدَيْتُمُ الْفَتَاةَ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اَرْسَلْتُمُ مَعَهَا مَنْ يُغْنِي قَالَتْ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ قَوْمٌ فِيْهِمْ غَزَلٌ فَلَوْ بَعَثْتُمُ مَعَهَا مَنْ يَقُولُ اَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصار سے تعلق رکھنے والی اپنی کسی قریبی عزیز خاتون کی شادی کروادی، نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم نے لڑکی کو کوئی تحفہ دیا ہے تو انہوں نے بتایا: جی ہاں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”تم نے اس کے ساتھ کسی (شادی کے گیت) گانے والی کو بھیجا ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: جی نہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”انصار ایسے لوگ ہیں جن میں (شادی کے گیت) گانے کا رواج ہے اگر تم اس کے ساتھ کسی ایسی عورت کو بھیجتی جو یہ گاتی، ہم تمہارے پاس آئے ہیں ہم تمہارے پاس آئے ہیں تو انہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا اور انہوں نے تمہیں خوش آمدید کہا۔“

شرح

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میرے پاس ایک انصاری لڑکی تھی جب میں نے اس کا نکاح کسی سے کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! کیا تم گانے کے لئے کسی سے نہیں کہہ رہی ہو؟ کیونکہ یہ انصار کی قوم گانے کو بہت پسند کرتی ہے؟ (اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے) (مشکوٰۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحديث 388)

یہ لڑکی جو حضرت عائشہ کے پاس رہا کرتی تھی اور جس کا نکاح انہوں نے کیا تھا تو ان کے قرابت داروں میں سے کسی کی تھی جیسا کہ آگے آنیوالی حدیث وضاحت کر رہی ہے یا پھر کوئی یتیمہ رہی ہوگی جسے انہوں نے اپنے یہاں رکھ کر پالا پوسا تھا۔ مشکوٰۃ کے اصل نسخہ میں لفظ رواہ کے بعد کوئی عبارت نہیں لکھی ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مؤلف مشکوٰۃ کو اس روایت کے اصل مآخذ کا علم نہیں ہو سکا تھا پھر بعد میں دوسرے علماء نے حاشیہ پر یہ عبارت ابن حبان فی صحیحہ (یعنی اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے) لکھ دی ہے اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے ایک لڑکی کا نکاح کیا جو انصاری تھی اور ان کے قرابت داروں میں سے تھی چنانچہ جب نکاح کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو پوچھا کہ کیا تم نے اس لڑکی کو کہ جس کا نکاح کیا گیا ہے۔ اس کے خاوند کے گھر بھیج دیا؟ گھر والوں نے کہا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے

اس کے ساتھ کسی گانے والے کو بھی بھیجا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار ایک ایسی قوم ہے جس میں گانے کا شوق ہے کاش! تم اس کے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیج دیتیں جو یہ گانا ہوا جاتا (اتیناکم فحیانا و حیاکم) (یعنی ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمہیں بھی سلامتی کے ساتھ رکھے۔ (ابن ماجہ) شادی بیاہ کے موقع پر طربیہ اشعار کے ذریعہ خوشی و مسرت کا اظہار ایک قدیم روایت ہے چنانچہ انصار میں بھی یہ روایت جاری تھی اور وہ اسے پسند بہت کرتے تھے اسی وجہ سے جب حضرت عائشہ نے اس انصار کی لڑکی کا نکاح کیا اور اس کے ساتھ کسی گائیوالے کو نہیں بھیجا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اگر اس لڑکی کے ساتھ کوئی گائیوالا بھی جاتا تو اس موقع پر اس کے طربیہ اشعار لڑکی کے سسرال والوں کے جذبات مسرت و خوشی میں یقیناً اضافہ کرتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طربیہ گیت کا ایک مصرعہ بھی پڑھ کر سنایا جو عرب میں شادی بیاہ کے موقع پر گایا جاتا تھا، چنانچہ وہ پورا شعر یوں ہے۔ (اتیناکم فحیانا و حیاکم ولا الحنطة السمراء لم تسمن عذراکم) ہم تمہارے پاس آئے خداوند تعالیٰ تمہیں بھی اور ہمیں بھی سلامتی کے ساتھ رکھے۔ اگر سرخ گیہوں نہ ہوتے تو تمہاری کنواریاں گداز بدن والی نہ ہوتیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ دوسرا مصرعہ ولا الحنطة کے بجائے یہ ہے (ولولا الحنطة السوداء ما کنا بواکم) اگر سیاہ کھجوریں نہ ہوتیں تو ہم تمہارے مکانوں میں نہ رہتے (بلکہ بھوک کے مارے کہیں نکل جاتے)۔

1901- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا الْفَرِّیَابِيُّ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ التَّمِیمِيِّ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَسَمِعَ صَوْتَ طَبْلِ فَأَدْخَلَ إِصْبَعَهُ فِي أُذُنِهِ ثُمَّ تَنَحَّى حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

• • • مجاہد بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا انہوں نے طبلے کی آواز سنی تو اپنی انگلیاں دونوں کالوں میں ڈال لیں پھر وہ ایک طرف ہٹ گئے یہاں تک کہ انہوں نے تین مرتبہ ایسا کیا پھر انہوں نے بتایا: نبی کریم ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

بَابُ: فِي الْمُخَنَشِينَ

یہ باب بھجروں کے احکام میں ہے

1902- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَمِعَ مَخَنَشًا وَهُوَ يَقُولُ لَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ إِنَّ

1901: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متفق ہیں۔

1902: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 4324، رقم الحديث: 5235، رقم الحديث: 5887، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث:

5654، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 4929، أخرجه ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحديث: 2613

بِفَتْحِ اللَّامِ الطَّائِفَ غَدًا دَلَّلْتُكَ عَلَى امْرَأَةٍ تُقْبَلُ بِأَرْبَعٍ وَتُذَبِّرُ بِسَعْمَانٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَخْرِجُوهُ مِنْ بَيْتِكُمْ

• سیدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی والدہ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے (وہاں اس وقت ایک ”خواجہ سرا“ بیٹھا ہوا تھا) نبی کریم ﷺ نے اسے عبد اللہ بن ابوامیہ سے یہ کہتے ہوئے سنا: اے عبد اللہ! اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں کل طائف کی فتح نصیب کی تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی کے بارے میں بتاؤں گا جو آتی ہے تو چار سلوٹیں ہوتی ہے اور جب جاتی ہے تو آٹھ سلوٹیں ہوتی ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انہیں اپنے گھروں سے نکال دو!

1903- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْمَرْأَةَ تَتَشَبَّهُ بِالرِّجَالِ وَالرَّجُلَ يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ
• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ایسی خاتون پر لعنت کی ہے جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہے اور ایسے مرد پر لعنت کی ہے جو خواتین کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے۔

1904- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَلَعَنَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ
• حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے خواتین کے ساتھ مشابہت رکھنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت رکھنے والی خواتین پر لعنت کی ہے۔

بَابُ: تَهْنِئَةِ النِّكَاحِ

یہ باب شادی کی مبارکباد دینے میں ہے

1905- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَا قَالَ بَارَكَ اللَّهُ لَكُمْ وَبَارَكَ عَلَيْكُمْ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ
• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ جب کسی کو مبارکباد دیتے تھے تو یہ کہتے تھے: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت نصیب کرے اور تم پر برکت نازل کرے اور تم دونوں کو بھلائی میں جمع کر دے۔

1906- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ عَقِيلِ بْنِ أَبِي
1903: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔
1904: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5885 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 4097 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 2785
1905: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2130 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1091

طَالِبَ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنْ بَنِي جُشَمَ فَقَالُوا بِالرَّفَاءِ وَالْيَسِينِ فَقَالَ لَا تَقُولُوا هَكَذَا وَلَكِنْ قُولُوا كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ

» حضرت عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے بنو جشم سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کے ساتھ شادی کی تو ان لوگوں نے کہا۔

”پھلو پھلو بال بچے ہوں“ تو حضرت عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ اس طرح نہ کہو بلکہ یوں کہو جس طرح نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

”اے اللہ! انہیں برکت نصیب کر اور ان پر برکت نازل کر۔“

بَابُ: الْوَلِيْمَةِ

یہ باب ولیمہ کے بیان میں ہے

ولیمہ کے معنی و مفہوم کا بیان

ولیمہ اس کھانے کو کہتے ہیں جو نکاح میں کھلایا جاتا ہے اور چونکہ ولیمہ مشتق ہے التیام سے جس کے معنی اجتماع کے ہیں اس لئے اس کھانے کو ولیمہ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ اجتماع زوجین کی تقریب میں کھلایا جاتا ہے۔ ولیمہ کی شرعی حیثیت اور اس کا وقت اکثر علماء کے قول کے مطابق ولیمہ مسنون ہے جب کہ بعض علماء اسے مستحب کہتے ہیں اور بعض حضرات کے نزدیک یہ واجب ہے اسی طرح ولیمہ کے وقت کے بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں۔

بعض علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ ولیمہ کا اصل وقت دخول یعنی شب زفاف کے بعد ہے بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ ولیمہ عقد نکاح کے وقت کھلانا چاہئے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عقد نکاح کے وقت بھی کھلانا چاہئے اور دخول کے بعد بھی۔ دودن سے زیادہ وقت تک ولیمہ کھانے کے بارے میں بھی علماء کے مختلف قول ہیں ایک طبقہ تو اسے مکروہ کہتا ہے یعنی علماء کے اس طبقہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ دودن تک کھلایا جاسکتا ہے اس سے زیادہ وقت تک کھلانا مکروہ ہے۔

حضرت امام مالک کے ہاں ایک ہفتہ تک کھلانا مستحب ہے لیکن اس سلسلہ میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس کا انحصار خاوند کی حیثیت و استطاعت پر ہے اگر وہ صرف ایک ہی وقت پر اکتفا کرے اور اگر کئی دن اور کئی وقت تک کھلانے کی استطاعت رکھتا ہے تو کئی دن اور کئی وقت تک کھلا سکتا ہے۔

ضیافت کی اقسام کا بیان

مجمع البحار میں لکھا ہے کہ ضیافت یعنی دعوت کی آٹھ قسمیں ہیں (ولیمہ) (خس) (اعذار) (کیرہ) (نقیعہ) (ضمیمہ) (عقیقہ) (مادہ) (چنانچہ ولیمہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو شادی بیاہ کے موقعہ پر کی جائے۔ خس اس دعوت کو کہتے ہیں کہ جو بچہ کی پیدائش کی خوشی میں کی جائے

عز اس دعوت کو کہتے ہیں جو ختنہ کی تقریب میں کی جائے و کیرہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو مکان بننے کی خوشی میں کی جائے نقیعہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو مسافر کے آنے کی تقریب میں کی جائے عقیقہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو بچہ کا نام رکھنے کی تقریب میں کی جائے اور مادہ ہر اس دعوت کو کہتے ہیں جو بلا کسی خاص تقریب کے کی جائے ضیافت کی یہ تمام قسمیں مستحب ہیں البتہ ولیمہ کے بارے میں بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دعوت واجب ہے۔

1907- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ الْوَصْفَةَ فَقَالَ مَا هَذَا أَوْ مَهْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ أَوْلِمَ وَلَوْ بِشَاةٍ

• • • حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زرد رنگ کا نشان دیکھا تو دریافت کیا: یہ کس وجہ سے ہے؟ انہوں نے بتایا: یا رسول اللہ! میں نے ایک انصاری خاتون کے ساتھ ایک گٹھلی سونے کے عوض میں شادی کر لی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دعا دی: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت نصیب کرے تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری (ذبح کر کے اسی دعوت کرو)۔

شرح

حضرت عبدالرحمن کے کپڑوں پر یا ان کے بدن پر زعفران کا نشان دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ کیا ہے؟ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زعفران کے لگنے کا سبب دریافت فرمایا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ مردوں کو خلوق استعمال کرنے سے منع فرماتے تھے (خلوق ایک خوشبو کا نام ہے جو زعفران وغیرہ سے بنتی ہے) اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ذریعہ ان کو تنبیہ فرمائی کہ جب مردوں کے لئے یہ ممنوع ہے تو تم نے کیوں لگائی چنانچہ عبدالرحمن نے جواب دیا کہ میں نے قصداً نہیں لگائی ہے بلکہ دلہن سے اختلاط کی وجہ سے بغیر میرے قصد اور بغیر علم کے لگ گئی ہے۔

قاضی کہتے ہیں کہ جس طرح نش میں درہم اور اوقیہ چالیس درہم کے برابر وزن کو کہتے ہیں اسی طرح نواف پانچ درہم کے برابر وزن کا نام ہے۔ لہذا ایک نواف سونے کے عوض کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس عورت کا مہر پانی درہم کے برابر یعنی پونے سولہ ماشہ سونا مقرر کیا ہے۔ بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ نواف سے نوافہ یعنی بھجور کی گٹھلی مراد ہے اور بظاہر یہی مراد زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے اس صورت میں حضرت عبدالرحمن کے کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے بھجور کی گٹھلی کے بقدر سونے کا مہر باندھا ہے۔

تم ولیمہ کرنا اگرچہ ایک بکری کا ہو اس طرح کی عبارت تکلیل کم سے کم مقدار بیان کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے اور یہاں تکثیر مراد ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ بیان کرنا تھا کہ اگرچہ زیادہ خرچ ہو تب بھی ولیمہ کرو اور تکثیر مراد لینے کی

1907: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5155 "ورقم الحديث: 6386" أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3475 "أخرجه الترمذی فی "المجامع"

رقم الحديث: 1094 "أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3372

وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں بکری کو ایک قلیل ترین مقدار کے اظہار کے لئے ذکر کرنا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی مالی اور اقتصادی حالت بہت کمزور تھی لوگ ستوا اور اسی قسم کی دوسری کم تر چیزوں کے ذریعہ ولیمہ کی سنت پوری کیا کرتے تھے پھر یہ کہ خود حضرت عبدالرحمن بن عوف کی مالی حیثیت اس وقت اتنی زیادہ نہیں تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے بکری جیسی چیز کو کم سے کم مقدار کی صورت میں بیان فرماتے۔

1908- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَمَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ فَلَنَّهُ ذَبَحَ شَاةً

•• حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اپنی کسی بھی زوجہ محترمہ کے ساتھ شادی کا اتنے اہتمام کے

ساتھ ولیمہ نہیں کیا جتنا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کا کیا تھا۔ آپ نے ایک بکری (قربان کر کے دعوت کی تھی)۔

شرح

اس سے پہلے حدیث کی تشریح میں جو یہ بتایا گیا تھا کہ بکری کا ذکر بیان نکلیں کے لئے ہے تو اس حدیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ایسا ولیمہ جس میں ایک بکری استعمال کی گئی ہو ایک بڑے اور کثیر خرچ ولیمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ شب زفاف گزارنے کے بعد ولیمہ کیا اور اس ولیمہ میں لوگوں کا پیٹ گوشت اور روٹی سے بھر دیا۔ (بخاری)

1909- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَلَنِيُّ وَغِيَاثُ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّحَبِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا

وَالِ بْنِ دَاوُدَ عَنِ ابْنِهِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَمَ عَلَى صَفِيَّةَ بِسَوِيْقٍ وَتَمْرٍ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے بعد ویسے میں ستو

اور کھجوریں کھائے تھے۔

1910- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَبُو عِيْنَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ جُدْعَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

قَالَ فَهَذَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيمَةً مَا فِيهَا لَحْمٌ وَلَا خُبْزٌ قَالَ ابْنُ مَاجَةَ لَمْ يُحَدِّثْ بِهِ إِلَّا ابْنُ عُيَيْنَةَ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کے ایک ولیمہ میں شرکت کی ہے جس میں

گوشت اور روٹی نہیں تھی۔

ابن ماجہ کہتے ہیں: یہ روایت صرف ابن عیینہ نے نقل کی ہے۔

1908: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 5168 "ترمذی" رقم الحدیث: 5171 "أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 3489 "أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3743

1909: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3744 "أخرجه الترمذی فی "المصباح" رقم الحدیث: 1081

1910: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متروک ہیں۔

1911- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ قَالَتَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُجَهِّزَ فَاطِمَةَ حَتَّى نُدْخِلَهَا عَلَى عَلِيٍّ فَعَمَدْنَا إِلَى الْبَيْتِ فَفَرَشْنَاهُ ثَرَابًا كَيْنًا مِنْ أَعْرَاضِ الْبَطْحَاءِ ثُمَّ حَشَوْنَا مِرْفَقَيْنِ لَيْفًا فَنَفَسْنَاهُ بِيَدَيْنَا ثُمَّ أَطْعَمْنَا تَمْرًا وَزَبِيبًا وَسَقَيْنَا مَاءً عَذْبًا وَعَمَدْنَا إِلَى عُودٍ فَعَرَضْنَاهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ لِيُلْقَى عَلَيْهِ الثُّوبُ وَيُعْلَقَ عَلَيْهِ السِّقَاءُ فَمَا رَأَيْنَا عُورًا أَحْسَنَ مِنْ عُورِ فَاطِمَةَ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی کہ ہم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز تیار کریں تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی شادی پر ان کی رخصتی ہو جائے تو ہم لوگ گھر کی طرف متوجہ ہوئے ہم نے سیلابی زمین کے پاس سے مٹی لا کر گھر کو لپ کیا، کھجور کی چھال کے ساتھ دو تکیے بنائے اور اپنے ہاتھوں کے ساتھ انہیں نرم کیا کھانے کے لیے ہم نے کھجور اور کشمش اور پینے کے لیے میٹھا پانی تیار کیا پھر ہم نے ایک لکڑی لی اور اسے گھر کے ایک طرف ٹھوک دیا تاکہ اس پر کپڑا بھی رکھا جاسکے اور مشکیزہ بھی لٹکایا جاسکے ہم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سے بہتر اور کوئی شادی نہیں دیکھی۔

1912- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَبَانَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِیْ أَبِی عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ دَعَا أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عُرْسِهِ فَكَانَتْ خَادِمَتُهُمُ الْعُرُوسُ قَالَتْ تَذَرِي مَا سَقَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ أَنْقَعْتُ تَمْرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ صَفَيْتُهُنَّ فَاسْقَيْتُهُنَّ إِيَّاهُ

•• حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کی۔ انہوں نے اپنی شادی کے موقع پر یہ دعوت کی تھی۔ ان کی اہلیہ نے مہمانوں کی خدمت کی، وہ نئی نویلی دلہن تھیں۔ اس خاتون نے دریافت کیا: تم جانتے ہو کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو پینے کے لیے کیا دیا تھا؟ میں نے گزشتہ رات کچھ کھجوریں بھلودیں تھیں صبح میں نے انہیں صاف کر کے وہ مشروب نبی کریم ﷺ کو پلایا۔

بَابُ: إِجَابَةِ الدَّاعِي

یہ باب دعوت قبول کرنے کے بیان میں ہے

ولیمہ کی دعوت میں غریبوں کو دعوت دینے کا بیان

1913- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي

1911: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1912: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5176، ورم الحديث: 6685، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5201

هُرَيْرَةَ قَالَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيَتْرَكَ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ لَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ

••• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے برا کھانا اس ولیمے کا کھانا ہوتا ہے جس میں امیروں کو بلایا جاتا ہے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور جو شخص دعوت کو ترک کرے گا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔

شرح

شر الطعام، یعنی برے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں اور بہت سے برے کھانے ہیں اس میں سے ایک یہ بھی ہے یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ بعض کھانے اس سے بھی برے ہوتے ہیں چنانچہ جہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ (شر الناس من اکل وحده) (یعنی برا شخص وہ ہے جس نے تنہا کھانا کھایا ہو) وہاں یہ بھی مراد ہے کہ جہاں اور بہت سے برے شخص ہیں ان میں سے ایک برا شخص وہ بھی ہے جو تنہا کھانا کھاتا ہے۔

اس حدیث کا مقصد مطلق ولیمہ کے کھانے کی برائی بیان کرنا نہیں ہے کیونکہ نہ صرف دعوت ولیمہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس دعوت کو قبول کرنے کی تاکید بھی فرمائی گئی ہے اور جو شخص دعوت ولیمہ کو قبول نہیں کرتا وہ گنہگار ہوتا ہے لہذا حدیث کی مراد یہ ہے کہ جو ولیمہ ایسا ہو کہ اس میں صرف مالداروں کو بلایا جائے اور غربا کو نہ پوچھا جائے تو وہ ایک برا ولیمہ ہے چنانچہ اس وقت کچھ لوگوں کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے ولیمہ میں صرف مالداروں کو بلاتے تھے اور انہیں اچھا اچھا کھانا کھلاتے اور پیارے غریبوں کی بات بھی نہ پوچھتے تھے لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اس ارشاد گرامی کے ذریعہ اس بری عادت سے منع فرمایا۔

دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اس طرح ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت قبول کرنے کا حکم دیا ہے لہذا جس نے دعوت قبول نہ کر کے اللہ کے رسول کے حکم کی نافرمانی کی اس نے گویا اللہ ہی کے حکم کی نافرمانی کی۔ جو حضرات دعوت کے قبول کرنے کو واجب کہتے ہیں انہوں نے اس حدیث کو اپنے قول کی دلیل قرار دیا ہے جب کہ جمہور علماء نے اس حدیث کو تاکید استحباب پر محمول کیا ہے۔

دعوت ولیمہ کو قبول کرنے کا بیان

1814- حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَلْبَانَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى وَلِيمَةٍ غُرْسٍ فَلْيُجِبْ

••• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کسی شخص کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرے۔

1913: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5177. أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3507. أخرجه الترمذی رقم الحديث: 3508. أخرجه الدارقطني رقم الحديث: 3742.

3509: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3742.

1914: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3497.

شرح

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو شادی کے کھانے پر بلایا جائے تو اسے جانا چاہئے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ دعوت قبول کرنی چاہئے خواہ وہ ولیمہ کی دعوت ہو یا اسی قسم کی کوئی اور دعوت۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد سوم: رقم الحدیث 438)

اسی قسم کی کوئی اور دعوت سے ختمہ و عقیقہ وغیرہ کی دعوت مراد ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان روایتوں میں ولیمہ سے مراد صرف وہی کھانا ہے جو شادی بیاہ کے موقع پر کھلایا جائے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ شادی بیاہ کے کھانے کی دعوت قبول کرنا واجب ہے اگر کوئی شخص بلا کسی عذر کے دعوت قبول نہ کرے تو وہ گنہگار ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: جس شخص نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی۔ اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے لیکن یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ قبول کرنے سے مراد دعوت میں جانا یعنی اگر کسی شخص کو شادی میں بلایا جائے تو اس کے لئے اس دعوت میں جانا بعض علماء کے نزدیک واجب ہے اور بعض علماء کے نزدیک مستحب ہے اب رہی یہ بات کہ کھانے میں شریک ہونے کی تو اس کے بارے میں متفقہ طور پر مسئلہ یہ ہے کہ اگر روزے سے نہ ہو تو کھانے میں شریک ہونا مستحب ہے شادی کے کھانے کی دعوت کے علاوہ دوسری دعوتوں کا قبول کرنا مستحب ہے۔

علامہ طیبی اور ابن ملک نے یہ بھی لکھا ہے کہ دعوت قبول کرنے کا وجوب یا استحباب بعض صورتوں میں ساقط ہو جاتا ہے یہ شبہ ہونا کہ دعوت میں جو کھانا کھلایا جائے گا وہ حلال مال کا نہیں ہوگا یا اس دعوت میں مالداروں کی تخصیص ہو یا اس دعوت میں کوئی ایسا شخص شریک ہو جس سے یا تو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو یا وہ اس قابل نہ ہو کہ اس کے ساتھ کہیں بیٹھا جائے ان صورتوں میں اگر کوئی شخص دعوت قبول نہ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی طرح اگر کسی شخص کو دعوت میں محض اس لئے بلایا جائے کہ اس کی خوشنودی مزاج حاصل ہو جائے اور اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے یا اس کی ذات و جاہ سے کوئی دنیاوی غرض پوری ہوئے تو ایسی دعوت کو قبول نہ کرنا ہی اولیٰ ہے یا ایسے ہی اگر کچھ لوگ کسی شخص کو اس مقصد کے لئے دعوت میں بلائیں کہ وہ ان لوگوں کے باطل ارادوں یا غیر شرعی کاموں میں مدد کرے یا کسی دعوت میں ممنوع چیزیں جیسے شراب وغیرہ موجود ہو یا وہاں ناچ گانے یا غیر شرعی تفریحات کی چیزیں ہوں یا جس جگہ دعوت ہو وہاں حریر وغیرہ کا فرش بچھا ہو تو ایسی دعوت میں شریک نہ ہونا چاہئے۔

یہ بات مد نظر رہنی چاہئے کہ آجکل کی مجالس مذکورہ بالا چیزوں سے خالی نہیں ہوتیں اگر سب چیزیں نہیں ہوتیں تو ان میں بعض چیزیں اکثر مجلسوں میں پائی جاتی ہیں اس لئے صوفیاء کا قول ہے کہ عزلت گوشہ نشینی (حلال ہوگئی ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ آجکل گوشہ نشینی واجب ہوگی ہے لہذا جو شخص احتیاط کے پیش نظر گوشہ نشینی اختیار کرنا چاہے اور کسی بھی مجلس یا دعوت میں شریک ہونا مناسب نہ سمجھتا ہو تو اس کے لئے گوشہ نشینی ہی بہتر ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو شادی بیاہ اسی رسم کی کسی اور تقریب کے (کھانے پر بلایا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ دعوت قبول کر لے یعنی دعوت میں چلا جائے پھر وہاں جا کر اس کی مرضی پر موقوف ہوگا کہ

چاہے تو کھائے چاہے تو نہ کھائے۔ (مسلم)

اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوا کہ دعوت قبول کرنے کا مطلب داعی کے یہاں جانا ہے اور یہ واجب یا سنت ہے ہاں دعوت کے کھانے میں شریک ہونا سنت ہے بشرطیکہ روزہ سے نہ ہو۔

ابن ملک فرماتے ہیں کہ ارشاد گرامی میں دعوت کو قبول کا جو حکم دیا گیا ہے وہ بطریق وجوب ہے لیکن اس کا تعلق اس شخص سے ہے جس کو کوئی عذر لاحق نہ ہوا اگر کوئی شخص معذور ہو مثلاً دعوت کی جگہ اتنی دور ہے کہ وہاں جانا تکلیف و مشقت برداشت کرنے کا مرادف ہے تو اس صورت میں اس دعوت کو قبول نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

1915 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حُسَيْنٍ أَبُو مَالِكٍ السَّخَعِيُّ عَنْ مَنصُورٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلِيْمَةُ أَوَّلَ يَوْمٍ حَقَّ وَالثَّانِي مَعْرُوفٌ وَالثَّالِثُ رِيَاءٌ وَسَمْعَةٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”پہلے دن ولیمہ کرنا حق ہے دوسرے دن معروف ہے تیسرے دن دکھاوا اور ریا کاری ہے۔“

بَابُ: الْإِقَامَةِ عَلَى الْبَكْرِ وَالثَّيْبِ

یہ باب ہے کہ کنواری یا ٹیبہ بیوی کے پاس ٹھہرنا

1916 - حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلثَّيْبِ ثَلَاثًا وَلِلْبَكْرِ مَبْعَا
حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
”ٹیبہ کے لیے 3 دن ہوں گے اور کنواری کے لیے 3 دن ہوں گے۔“

1917 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا بَحْثِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا وَقَالَ لَيْسَ بِكَ عَلَى أَهْلِكَ هَوَانٌ إِنْ شِئْتَ مَبْعُوثٌ لَكَ وَإِنْ سَبَعْتَ لَيْسَ بِكَ

1915: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1916: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث 5214 'ورقم الحديث 5215' أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث 3611 'ورقم الحديث:

3612' أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث 2124 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث 1139

1917: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث 3606 'ورقم الحديث 3607' 'ورقم الحديث 3608' 'ورقم الحديث 3609' 'ورقم الحديث 3610' أخرجه

ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث 2122

» سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے جب سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تو ان کے ہاں تین دن ٹھہرے آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے شوہر کے نزدیک کم حیثیت کی مالک نہیں ہو اگر تم چاہو تو میں ۱۰ دن تمہارے ساتھ رہتا ہوں لیکن اگر میں ۱۰ دن تمہارے ساتھ رہا تو اپنی دیگر بیویوں کے ساتھ بھی ۱۰ دن رہوں گا۔

کثیر ازواج کے درمیان باری تقسیم کرنے میں فقہی تصریحات

اگر کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے ساتھ شب باشی کے لئے نوبت باری مقرر کرنا واجب ہے یعنی ان بیویوں کے پاس باری باری سے جانا چاہئے۔ اس سلسلہ میں چند باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

۱- جب باری مقرر ہو جائے تو ایک بیوی کی باری میں دوسری بیوی کے ہاں شب باشی جائز نہیں ہے مثلاً جس رات میں پہلی بیوی کے ہاں جانا ہو اس رات میں دوسری بیوی کے ہاں نہ جائے۔

۲- ایک رات میں بیک وقت دو بیویوں کے ساتھ شب باشی جائز نہیں ہے اگر وہ دونوں بیویاں اس کی اجازت دے دیں اور وہ خود بھی اس کے لئے تیار ہوں تو جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات میں ایک سے زائد بیویوں سے جماع کیا ہے تو یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کے باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا یا یہ کہ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بیویوں کی اجازت حاصل تھی اس کے علاوہ حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ باری مقرر کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں تھا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اپنے کرم اور اپنی عنایت سے اپنی ہر زوجہ مطہرہ کے ہاں رہنے کی باری مقرر کر دی تھی۔

۳- سفر کی حالت میں بیویوں کو باری کا حق حاصل نہیں ہوتا اور نہ کسی بیوی کی باری کا لحاظ رکھنا ضروری ہے بلکہ اس کا انحصار خاوند کی مرضی پر ہے کہ وہ جس بیوی کو چاہے اپنے ساتھ سفر میں لے جائے اگرچہ بہتر اولیٰ یہی ہے کہ خاوند اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈال لے اور جس کا نام قرعہ میں نکلے اس کو سفر میں ساتھ رکھے۔

۴- مقیم کے حق میں اصلی باری کا تعلق رات سے ہے دن رات کا تابع ہے ہاں جو شخص رات میں اپنے کام کاج میں مشغول رہتا ہو مثلاً چوکیداری وغیرہ کرتا ہو اور اس کی وجہ سے وہ رات اپنے گھر میں بسر نہ کر سکتا ہو تو اس کے حق میں اصل باری کا تعلق دن سے ہوگا۔

درمختار میں یہ لکھا ہے کہ جس شخص کے ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اس پر ان بیویوں کے پاس رات میں رہنے اور ان کے کھلانے پلانے میں برابری کرنا واجب ہے ان کے ساتھ جماع کرنے یا جماع نہ کرنے اور پیار و محبت میں برابری کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

کسی عورت کا جماع سے متعلق اس کے شوہر پر حق ہوتا ہے اور وہ ایک بار جماع کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے جماع کرنے کے بارے میں شوہر خود مختار ہے کہ جب چاہے کرے لیکن کبھی کبھی جماع کر لینا اس پر دیا شدہ واجب ہے اور مدت ایلاء کے بقدر یعنی چار چار مہینہ تک جماع نہ کرنا خاوند کے لئے مناسب نہیں ہے ہاں اگر بیوی کی مرضی سے اتنے دنوں جماع نہ کرے تو پھر کوئی

مضان لگے نہیں ہے۔ ہر بیوی کے پاس ایک ایک رات اور ایک ایک دن رہنا چاہئے لیکن برابری کرنا رات ہی میں ضروری ہے چنانچہ اگر کوئی شخص ایک بیوی کے پاس مغرب کے فوراً بعد چلا گیا اور دوسری بیوی کے پاس عشاء کے بعد گیا تو اس کا یہ فعل برابری کے متافی ہوگا اور اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس نے باری کے حکم کو ترک کیا کسی بیوی سے اس کی باری کے علاوہ یعنی کسی دوسری بیوی کی باری میں) جماع نہ کرے اسی طرح کسی بیوی کے پاس اس کی باری کے علاوہ کسی رات میں نہ جائے ہاں اگر وہ بیوی بیمار ہو تو اس کی عیادت کے لئے جاسکتا ہے بلکہ اگر اس کا مرض شدید ہو تو اس کی باری کے علاوہ بھی اس کے پاس اس وقت تک رہنا جائز جب تک کہ وہ شفا یاب نہ ہو یا اس کا انتقال ہو جائے لیکن یہ اس صورت میں جائز ہے جب کہ اس کے پاس کوئی اور تیمارداری اور غم خواری کے لئے نہ ہو اور اگر خاوند اپنے گھر میں بیماری کی حالت میں ہو تو وہ اپنی ہر بیوی کو اس کی باری میں بلاتا رہے۔

بیویوں کے درمیان تقسیم میں انصاف

جب کسی شخص کی دو آزاد بیویاں ہوں تو تقسیم کے اعتبار سے ان میں برابری کرنا اس شخص پر لازم ہے خواہ وہ دونوں باکرہ ہوں یا دونوں ثیبہ ہوں یا ان دونوں میں سے ایک باکرہ ہو اور دوسری ثیبہ ہو اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے ”جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ تقسیم میں ان میں سے کسی ایک کی طرف داری کرے تو جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے درمیان تقسیم کے معاملے میں انصاف سے کام لیتے تھے اور آپ یہ دعا کرتے تھے: ”اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے اس کے بارے میں میں مالک ہوں تو اس چیز کے بارے میں مجھ سے مواخذہ نہ کرنا جس کا میں مالک نہیں ہوں۔“ (صاحب ہدایہ فرماتے ہیں) یعنی کسی ایک کے ساتھ زیادہ محبت ہو ہم نے جو روایت بیان کی ہے اس میں کوئی فصل نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

ازواج کے درمیان تقرر باری میں فقہ حنفی کے مطابق عدل کا بیان

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان باری مقرر فرماتے اور عدل سے کام لیتے (یعنی ان کے پاس رات رہنے کے سلسلہ میں برابری کا خیال رکھتے) اور پھر اس احتیاط و عدل کے باوجود یہ دعا مانگا کرتے کہ اے اللہ جس چیز کا میں مالک ہوں اس میں باری مقرر کر دی ہے لہذا جس کا تو مالک ہے میں مالک نہیں ہوں اس پر مجھے ملامت نہ کیجئے۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحدیث 436)

دعا کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیویوں کے پاس جانے کی باری مقرر کرنے اور ان کے تان نفقہ کا میں مالک ہوں لہذا ان چیزوں میں عدل و برابری کرنا میری ذمہ داری ہے جسے میں پورا کرتا ہوں اور کسی بھی بیوی کے ساتھ نا انصافی یا اس کی حق تلفی نہیں کرتا ہاں پیار و محبت کا معاملہ دل سے متعلق ہے جس پر میرا کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں اس میں برابری نہیں کر سکتا اس لئے اگر مجھے کسی بیوی سے زیادہ محبت اور کسی سے کم محبت ہو تو چونکہ میرے قصد و ارادہ کو دخل نہیں ہوگا لہذا اس پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اس پر یہ لازم ہے کہ وہ ان بیویوں کے پاس جائے ان کے ہاں شب گزارے اور ان کے نان و نفقہ میں پورا پورا عدل کرے اور ان چیزوں میں ان کے درمیان اس طرح برابری کرے کہ کسی بھی بیوی کو فرق و امتیاز کی شکایت نہ ہو ہاں پیار و محبت مباشرت و جماع اور جنسی لطف حاصل کرنے کے بارے میں عدل و برابری لازم نہیں ہوگی کیونکہ یہ چیزیں دل و طبیعت سے متعلق ہیں جس پر کسی انسان کا اختیار نہیں ہوتا۔

ازواج کے حقوق میں عدل و انصاف کا بیان

(وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا) (النساء، ۱۲۹)

تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو، اگرچہ حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ اور دوسری کو لٹکتی چھوڑ دو اور اگر نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بے شک اللہ (عز و جل) بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ گو تم چاہو کہ اپنی کئی ایک بیویوں کے درمیان ہر طرح بالکل پورا عدل و انصاف اور برابری کرو تو بھی تم کر نہیں سکتے۔ اس لئے کہ گواہ ایک ایک رات کی باری باندھ لو لیکن محبت چاہت شہوت جماع وغیرہ میں برابری کیسے کر سکتے ہو؟

ابن مالک فرماتے ہیں یہ بات حضرت عائشہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت چاہتے تھے، اسی لئے ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے درمیان صحیح طور پر مساوات رکھتے تھے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرماتے تھے الہی یہ وہ تقسیم ہے جو میرے بس میں تھی اب جو چیز میرے قبضہ سے باہر ہے یعنی دلی تعلق اس میں تو مجھے ملامت نہ کرنا (ابوداؤد) اس کی اسناد صحیح ہے۔

لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں دوسری سند سے یہ مرسل مروی ہے اور وہ زیادہ صحیح ہے۔ پھر فرمایا بالکل ہی ایک جانب جھک نہ جاؤ کہ دوسری کو لٹکا دو وہ نہ بے خاوند کی رہے نہ خاوند والی وہ تمہاری زوجیت میں ہو اور تم اس سے بیرخی برتو نہ تو اسے طلاق ہی دو کہ اپنا دوسرا نکاح کر لے نہ اس کے وہ حقوق ادا کرو جو ہر بیوی کے لئے اس کے میاں پر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کی دو بیویاں ہوں پھر وہ بالکل ہی ایک کی طرف جھک جائے تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس طرح آئے گا کہ اس کا آدھا جسم ساقط ہوگا۔ (احمد وغیرہ)

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوع طریق سے سوائے ہمام کی حدیث کے پہچانی نہیں جاتی۔ پھر فرماتا ہے اگر تم اپنے کاموں کی اصلاح کر لو اور جہاں تک تمہارے اختیار میں ہو عورتوں کے درمیان عدل و انصاف اور مساوات برتو ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو، اس کے باوجود اگر تم کسی وقت کسی ایک کی طرف کچھ مائل ہو گئے ہو اسے اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ پھر تیسری حالت بیان فرماتا ہے کہ اگر کوئی صورت بھی تباہ کی نہ و اور دونوں الگ ہو جائیں تو اللہ ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا، اسے اس سے اچھا شوہر اور اسے اس سے اچھی بیوی دے دے گا۔ اللہ کا فضل بہت وسیع ہے وہ بڑے احسانوں والا ہے اور ساتھ ہی وہ حکیم ہے تمام افعال ساری تقدیریں اور پوری شریعت حکمت سے سراسر بھرپور ہے۔

مقررہ باری میں دوسری بیوی کے پاس جانے کی اباحت کا بیان

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "بیوی کی باری کے وقت میں اس کی سوکن کے پاس جانے کا مسئلہ: اگر تو رات کے وقت ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں لیکن ضرورت کی حالت میں جائز ہوگا مثلاً بیوی موت و حیات کی کشمکش میں ہو اور خاوند اس کے پاس جانا چاہتا ہو، یا پھر بیوی نے اس کی وصیت کی ہو، یا اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو اگر وہ ایسا کرے اور وہاں دیر دیر ٹھہرے بغیر واپس آ جائے تو قضا نہیں، لیکن اگر وہ وہیں رہے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے تو دوسری بیوی کی باری میں اتنی دیر ہی رات کو اس بیوی کے پاس رہے گا۔"

اور اگر وہ بغیر کسی ضرورت کے جاتا ہے تو گنہگار ہوگا اور قضا میں حکم یہ ہے جیسا کہ اگر ضرورت کی بنا پر جاتا ہے تو تھوڑے سے وقت کی قضا کا کوئی فائدہ نہیں، لیکن اگر کسی دوسری بیوی کی باری میں دن کے وقت اور بیوی کے پاس جائے تو ضرورت کی بنا پر جائز ہے، مثلاً اخراجات دینے یا بیمار پرسی کرنے یا کسی کام کے متعلق دریافت کرنے، یا پھر زیادہ دیر ہوگئی ہو تو ملنے جاسکتا ہے۔

اس کی دلیل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث ہے وہ بیان کرتی ہیں: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری باری کے علاوہ دن میرے پاس آیا کرتے تھے اور جماع کے علاوہ سب کچھ حاصل کرتے اور جب وہ باری کے علاوہ دوسری باری کے پاس جائے تو اس سے جماع مت کرے، اور نہ ہی اس کے پاس زیادہ دیر رہے کیونکہ اس سے رہنا حاصل ہوتا ہے اور وہ اس کی مستحق نہیں کیونکہ باری کسی اور کی ہے، اور اگر وہ زیادہ دیر رہے تو قضا کر لیا۔" (المصنوع، ج ۷، ص ۱۳۳، بیروت)

نئی اور پرانی بیوی کے حقوق یکساں ہوں گے

اس بارے میں پرانی اور نئی بیویوں کی حیثیت برابر ہوگی، کیونکہ ہم نے جو روایت نقل کی ہے وہ مطلق ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: تقسیم نکاح کے حقوق سے تعلق رکھتی ہے اور اس بارے میں بیویوں کے درمیان کوئی تفاوت نہیں ہے۔ بیوی کے پاس آنے جانے کی مقدار کتنی ہوگی اس کا اختیار شوہر کو ہے، کیونکہ اصل لازم چیز ان کے درمیان برابری رکھنا ہے اس کا کوئی مخصوص طریقہ لازم نہیں ہے اور جو برابری لازم ہے وہ رات بسر کرنے کے اعتبار سے ہے۔ صحبت کرنے کے حوالے سے نہیں ہے، کیونکہ اس کا تعلق طبیعت کی آمادگی کا ساتھ ہوتا ہے۔ (بدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

نئی و پرانی زوجہ کی باری تقسیم میں فقہ شافعی و حنفی کا استدلال

حضرت ابو قتادہ تابعی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا یہ مسنون ہے کہ جب کوئی شخص شیبہ کی موجودگی میں کسی باکرہ سے نکاح کرے تو سات رات تک اس کے پاس رہے اور پھر اس میں اور پرانی بیویوں کے درمیان باری مقرر کر دے اور کسی شیبہ یعنی کسی بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین رات رہے اور پھر باری مقرر کر دے۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو یہ کہتا کہ حضرت انس نے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔

حضرت امام شافعی نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کے نکاح میں کئی عورتیں ہوں یا ایک عورت ہو اور پھر وہ ایک عورت سے نکاح کرے تو اگر وہ عورت باکرہ (کنواری) ہو تو اس کے پاس سات رات تک رہے اور اگر وہ شیبہ (یعنی بیوہ یا مطلقہ ہو) تو اس کے پاس تین رات تک رہے اور پھر نئی اور پرانی بیویوں کے درمیان باری مقرر کر دے کہ ہر ایک کے پاس برابر برابر ایک ایک رات جایا کرے لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اس سلسلہ میں باکرہ اور شیبہ یا نئی اور پرانی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ باری کے اعتبار سے سب برابر ہیں انہوں نے ان دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے جو اس باب کی دوسری فصل میں آئیں گی اور جن میں اس قسم کا فرق و امتیاز بیان نہیں کیا گیا ہے،

امام اعظم کے نزدیک اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی ایک یا ایک سے زائد بیویوں کی موجودگی میں کسی باکرہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات رات تک رہے اور پھر پہلی بیویوں میں سے بھی ہر ایک کے پاس سات سات رات تک رہے اور اگر شیبہ کے ساتھ نکاح کرے تو اس کے پاس تین رات تک رہے اور پھر پہلی بیویوں سے بھی ہر ایک کے پاس تین تین رات تک رہے۔

روایت کے آخر میں ابو قلابہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں چاہتا تو اس حدیث کو مرفوع کہتا یعنی یہ کہتا کہ اس حدیث کو حضرت انس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کیونکہ صحابہ کا یہ کہنا کہ یہ مسنون ہے مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو دوسرے دن صبح کو ان سے فرمایا کہ تمہارے خاندان والوں کے لئے تمہاری طرف سے اس میں کوئی ذلت نہیں کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات رات رہوں اور پھر دوسری تمام بیویوں کے پاس بھی سات سات رات تک رہوں اور اگر تم چاہو تو تمہارے پاس تین رات تک رہوں اور پھر اس کے بعد دورہ کروں (یعنی تمام بیویوں کے پاس بھی تین تین رات تک رہوں) حضرت ام سلمہ نے یہ سن کر کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تین راتیں رہے۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا کہ کنواری کے پاس سات رات تک رہنا چاہئے اور شیبہ کے پاس تین رات تک۔

(مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 435، مسلم)

اس میں کوئی ذلت نہیں ہے کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے پاس جو تین رات رہوں گا تو اس کی وجہ سے تمہارے خاندان و قبیلہ پر کسی حقارت یا ذلت کا داغ نہیں لگے گا کیونکہ تمہارے ساتھ میرا تین رات تک رہنا تمہاری صحبت و اختلاط سے بے رغبتی کے سبب سے نہیں ہے بلکہ شرعی حکم کی بناء پر ہے ان الفاظ کے ذریعہ گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذر کی تمہید بیان فرمائی ہے جس کی وجہ سے شادی کی ابتداء کے ایام میں حضرت ام سلمہ کے ہاں شب باشی کے لئے صرف تین راتوں پر اکتفاء کرنا پڑا اور وہ عذر یہ شرعی حکم ہے کہ اگر اپنی پہلی بیوی کی موجودگی میں کسی اور عورت سے نکاح کیا جائے۔ تو اس نئی بیوی کے ساتھ مسلسل سات دن تک شب باشی اس صورت میں جائز ہوگی جب کہ وہ باکرہ کنواری ہو لیکن اس کے بعد پہلی بیویوں میں سے بھی ہر ایک کے ہاں سات سات دن تک شب باشی ہونی چاہئے۔

حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ ام سلمہ سے شادی کی تو آپ ان کے ہاں تین دن رہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے میاں کے سامنے تمہاری حیثیت کم نہیں ہے۔ اگر تم چاہو میں تمہارے پاس سات دن تک رہ سکتا ہوں لیکن اگر میں تمہارے پاس سات دن رہوں تو دوسری بیویوں کے پاس بھی سات دن رہوں گا۔

(سنن دارمی: جلد دوم: رقم الحدیث ۴۱)

تاکہ باری کے اعتبار سے کسی کے ساتھ بے انصافی اور حق تلفی نہ ہو اور اگر وہ نئی بیوی شیبہ (کسی کی بیوہ یا مطلقہ) ہو تو پھر اسکے ساتھ تین دن تک شب باشی کی جائے لیکن اس کے بعد پہلی بیویوں میں سے بھی ہر ایک کے ساتھ تین دن تک شب باشی کی جائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کے سامنے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے یہاں بھی سات راتوں تک رہ سکتا ہوں لیکن یہ حق کنواری عورت کے لئے ہے اور تم شیبہ ہو اور پھر یہ کہ بعد میں مجھے دوری تمام بیویوں کے پاس بھی سات سات راتوں تک رہنا ہوگا اس لئے بہتر یہ ہے کہ شیبہ کے حق میں جو حکم ہے اسی کے مطابق میں تمہارے پاس تین دن تک شب باشی کروں اور پھر بعد میں ہر ایک بیوی کے ہاں تین دن تک شب باشی کر کے تمہارے سب کے درمیان باری مقرر کر دوں لہذا حضرت ام سلمہ نے منشاء شریعت اور مزاج نبوت کے مطابق اسی بات کو قبول کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تین رات تک رہیں۔ یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: شوہر پر صرف مساوات لازم ہے اس مساوات کے لئے کوئی مخصوص طریقہ لازم نہیں ہے بلکہ وہ اپنے مزاج اور سہولت کے مطابق کوئی بھی طریقہ اختیار کر سکتا ہے۔

ازواج کو سفر پر لے جانے میں تقسیم کا بیان

شیخ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ یعنی: جو دو بیویاں رکھنا پسند کرتا ہے وہ رکھے، اور جو تین پسند کرتا یا چار پسند کرتا ہے وہ رکھے لیکن چار سے زائد نہیں؛ کیونکہ آیت بطور اطمینان لائی گئی ہے یعنی اللہ کے احسان کے سیاق میں لائی گئی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے جو عدد بیان کیا ہے اس سے زائد رکھنا جائز نہیں اس پر اجماع ہے: اس لیے کہ ہو سکتا ہے مرد کی شہوت ایک بیوی سے پوری نہ ہو سکتی ہو، چنانچہ اس کے لیے ایک کے بعد دوسری حتیٰ کہ چار تک مباح کی گئی ہیں۔

کیونکہ چار میں ہر ایک کے لیے کفایت ہے لیکن نادرا کوئی ایسا ہوگا جسے چار کافی نہ ہوں، لیکن یہ چار بھی اس کے اس وقت مباح کی گئی ہیں جب اسے یہ خدشہ نہ ہو کہ وہ کسی پر ظلم کریگا بلکہ یقینی عدل و انصاف پایا جائے، اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا وثوق ہو۔

اور اگر اسے ان میں سے کسی چیز کا خدشہ ہو تو اسے ایک پر ہی گزار کرنا چاہیے، یا پھر لونڈی پر، کیونکہ لونڈی میں تقسیم واجب نہیں ہے۔ ذلک: یعنی ایک بیوی پر ہی اکتفا کرنا یا پھر لونڈی پر ادنیٰ الا تعولوا: اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ تم ظلم نہ کرو اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر بندے کو کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے جہاں اس سے ظلم و جور کے ارتکاب کا خدشہ ہو اور اسے اس بات کا خوف ہو کہ وہ اس معاملے کے حقوق پورے نہیں کر سکے گا خواہ یہ معاملہ مباحات کے زمرے میں کیوں نہ آتا ہو تو اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اس معاملے میں کوئی تعرض کرے، بلکہ اس سے بچاؤ اور عافیت کا التزام کرے، کیونکہ عافیت بہترین چیز ہے

جو بندے کی عطا کی گئی ہے۔ (تفسیر سعدی، ۱۶۳)

جو عورت بھی اپنے حساب پر خاوند کو کسی دوسری بیوی کی طرف مائل دیکھے، یا اس کے حق پر ظلم کرنا ہو دیکھے۔ تو اسے خاوند کو اچھے اور بہتر طریقہ سے نصیحت کرنی چاہیے اور اسے اللہ کی جانب سے واجب کردہ حقوق کی عدل و انصاف کے ساتھ ادائیگی یاد دلائے، اور بتائے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ظلم کرنا حرام کیا ہے، اور اسی طرح اسے اپنی بہن سوکن کو بھی نصیحت کرنی چاہیے کہ وہ بھی ظلم کو قبول مت کرے، اور جو اس کا حق نہیں وہ مت لے، امید ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسے عدل کرنے کی راہ دکھائے اور وہ ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرنا شروع کر دے۔

دوم: بیویوں کے مابین عدل میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر خاوند سفر پر جانا چاہتا ہے تو وہ اپنے ساتھ لے جانے کے لیے بیویوں کے مابین قرعہ اندازی کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہی رہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: "جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر جانا چاہتے تو اپنی بیویوں کے مابین قرعہ اندازی کرتے جس کا نام قرعہ اندازی میں نکل آتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے" (صحیح بخاری رقم الحدیث (2450) صحیح مسلم رقم الحدیث (1778)

امام نووی رحمہ اللہ اس کی شرح میں کہتے ہیں: "اس حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ جو کوئی بھی اپنی کسی ایک بیوی کو سفر میں ساتھ لے جانا چاہے تو وہ ان کے مابین قرعہ اندازی کرے، ہمارے ہاں یہ قرعہ اندازی واجب ہے۔ (شرح مسلم، ج ۵ ص ۲۰۱)

اور ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں: "خاوند کے لیے جائز نہیں کہ وہ قرعہ اندازی کیے بغیر کسی ایک بیوی کو اپنے ساتھ سفر پر لے جانے کے لیے خاص کر لے۔ (المعلیٰ 212/8)

اور جب وہ سفر سے واپس لوٹے تو قرعہ اندازی سے ساتھ جانے والی عورت کا سفر والا وقت شمار نہیں ہوگا۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اور جب خاوند سفر سے واپس پلٹے اور بیویوں میں تقسیم دوبارہ شروع کرے تو اپنے ساتھ سفر پر جانے والی بیوی کے ساتھ سفر میں رہنے والے ایام شمار نہیں کریگا، اور اس بیوی کا سفر کی مشقت اور تکلیف برداشت کرنا اور اس کے ساتھ رہنا اس کے حصے کے برابر ہوگا۔ تمہید (266/19)

بَابُ: مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهِ أَهْلُهُ

یہ باب ہے کہ جب آدمی کی بیوی اس کے گھر آئے تو آدمی کیا کہے؟

1918- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَصَالِحُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ يَحْيَى الْقَطَّانُ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَقَادَ أَحَدُكُمْ امْرَأَةً أَوْ خَادِمًا أَوْ دَابَّةً فَلْيَأْخُذْ بِنَاصِيَتِهَا وَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ مَا جَبَلَتْ عَلَيْهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلَتْ عَلَيْهِ

1918: أخرجه ابن ماجه في "السنن" رقم الحديث 2252

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کسی شخص کو بیوی ملے یا خادم ملے یا کوئی جانور ملے تو اسے چاہئے کہ اس کی پیشانی کو تھام کر یہ کہے۔

”اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر اور جس خیر پر اسے پیدا کیا گیا اس (خیر) کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر اور جس شر پر اس کو پیدا کیا گیا ہے اس (شر) سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“

1919- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى امْرَأَتَهُ قَالَ اللَّهُمَّ جَنِّبِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِي ثُمَّ كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَسْلُطِ اللَّهُ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ أَوْ لَمْ يَضُرَّهُ

﴿﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: انہیں نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کا پتہ چلا ہے: جو شخص اپنی بیوی کے پاس آتے وقت یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ شیطان کو اس پر تسلط نہیں دے گا (راوی کو شکر ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) شیطان اس کے بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

”اللہ کے نام کے ساتھ آغاز کرتا ہوں اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو اولاد تو ہمیں عطا کرے گا اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔“

بَابُ: التَّسْتَرِ عِنْدَ الْجَمَاعِ

یہ باب صحبت کرنے کے وقت پردہ کرنے کے بیان میں ہے

1920- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَأَبُو أُسَامَةَ قَالَا حَدَّثَنَا بِهِزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَنْدُرُ قَالَ اخْفِظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ قَالَ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا تُرِيَهَا أَحَدًا فَلَا تُرِيْنَهَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنْ كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا قَالَ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ

﴿﴾ بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہم اپنی شرمگاہوں سے کیا کر سکتے ہیں: اور کن چیزوں سے پرہیز کریں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اپنی بیوی اور اپنی کنیز کے علاوہ ہر ایک سے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو میں نے عرض کی: یا رسول

1919: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 141 'ورقم الحديث: 3271 'ورقم الحديث: 3283 'ورقم الحديث: 5165 'ورقم الحديث: 6388 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3519 'ورقم الحديث: 3520 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2161 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1092

1920: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 278 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 4017 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 2769 'ورقم الحديث: 2794

اللہ ﷺ ایسی صورت کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا خیال ہے کہ اگر کچھ لوگ اکٹھے ہوں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تم اپنی شرمگاہ کسی کو نہ دکھاؤ تو تم اسے ہرگز نہ دکھاؤ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم میں سے کوئی ایک شخص تنہا ہو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بات کا لوگوں سے زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔

1921- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ وَهْبٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ الْقَاسِمِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا الْأَخْوَصُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ وَرَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ وَعَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَدِيٍّ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ فَلْيَسْتَبِرْ وَلَا يَتَجَرَّدْ تَجَرُّدَ الْغَيْرَيْنِ

﴿ حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

”جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنے لگے تو اسے پردہ کر لینا چاہئے“ گدھے اور گدھی کی طرح بالکل برہنہ نہیں ہونا چاہئے۔“

1922- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنصُورٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ مَوْلَى لِعَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا نَظَرْتُ أَوْ مَا رَأَيْتُ فَرَجَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ أَبُو نَعِيمٍ عَنْ مَوْلَاةٍ لِعَائِشَةَ

﴿ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے کبھی نظر نہیں کی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میں نے نبی کریم ﷺ کی شرمگاہ کو کبھی نہیں دیکھا۔

ابو بکر نامی راوی کہتے ہیں: ابو نعیم نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیز کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ: النَّهْيُ عَنْ اتِّبَانِ النِّسَاءِ فِي أَذْبَارِهِنَّ

یہ باب خواتین کی پچھلی شرمگاہ میں صحبت کرنے کی ممانعت میں ہے

1923- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مُخَلَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى رَجُلٍ جَامَعَ امْرَأَتَهُ فِي ذُبُرِهَا

﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظر رحمت نہیں کرتا جو عورت کے ساتھ اس کی پچھلی شرمگاہ میں صحبت کرتا ہے۔“

1921: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1923: أخرجه ابوداؤد في "المسنن" رقم الحديث 2162

1924- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدَةَ أَنَّنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زَيْدٍ عَنْ حَبَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هَرَمٍ عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ثَلَاثَ مَرَاتٍ لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي آذَانِهِنَّ

• • حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”بے شک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیا نہیں کرتا۔“ یہ بات نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی (پھر فرمایا:) ”تم خواتین کے ساتھ ان کی کچھلی شرمگاہ میں صحبت نہ کرو۔“

1925- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ وَجَمِيلُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ كَانَتْ يَهُودٌ يَقُولُ كَانَتْ أُمِّي امْرَأَتَهُ فِي قُبُلِهَا مِنْ ذُبُرِهَا كَانَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ (نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ)

• • حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہودی یہ کہا کرتے تھے جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ پیچھے کی طرف سے اگلی شرمگاہ کی طرف صحبت کرتا ہے اس کا بچہ بھیگا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔
”تمہاری بیویاں تمہارے کھیت ہیں تم اپنے کھیت میں جس طرف سے چاہو آؤ۔“

شرح

یہودی یہ کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص عورت سے اس طرح جماع کرے کہ اس کے پیچھے کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر اس کے اگلے حصہ یعنی شرم گاہ میں اپنا عضو داخل کرے تو اس کی وجہ سے بھیگا بچہ پیدا ہوگا چنانچہ ان کے اس غلط خیال اور وہم کی تردید کے لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں کہ جس طرح تمہارے کھیتوں میں تمہارے لئے فصل پیدا ہوتی ہے اسی طرح تمہاری بیویوں کے ذریعے تمہاری اولاد پیدا ہوتی ہے اس لئے تم اپنی کھیتی میں آنے میں خود مختار ہو کہ جس طرح چاہو آؤ خواہ لیٹ کر خواہ بیٹھ کر خواہ کھڑے ہو کر خواہ پیچھے ہو کر اور خواہ آگے ہو کر جس طرح بھی تمہارا جی چاہے ان سے جماع کرو کسی صورت میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جماع بہر صورت عورت کے اگلے حصے یعنی شرمگاہ ہی میں کیا جائے۔

کیونکہ جس اعتبار سے عورت کو کھیتی کہا گیا ہے اس کا اطلاق عورت کی شرم گاہ ہی پر ہو سکتا ہے مقعد پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا بایں وجہ کہ مقعد اولاد پیدا ہونے کی جگہ نہیں ہے بلکہ پاخانہ کی جگہ ہے اس لئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ پیچھے کے حصہ میں بد فعلی یعنی اغلام کرنا صرف اسلام ہی نہیں بلکہ ہر دین میں حرام ہے۔

مباشرت سے متعلق بعض احکام کا بیان

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ، فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ، وَقَلِّمُوا أَنْفُسَكُمْ، وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ

1924: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1925: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3521 أخرجه الترمذي في "المعجم" رقم الحديث: 2979

مَلْفُؤُهُ، وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (البقرہ: ۲۲۳)

تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں، تو آؤ اپنی کھیتوں میں جس طرح چاہو۔ اور اپنے بھلے کام پہلے کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور اے محبوب بشارت دو ایمان والوں کو۔ (کنز الایمان)

(۱) امام دکیج، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابن ماجہ، ابن جریر، ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے سنن میں حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہودی کہتے تھے جب کوئی آدمی اپنی عورت کے پاس اس کے پیچھے (ہو کر) اس کے اگلے حصہ (یعنی فرج) میں آئے گا (یعنی اس طرح جماع کرے گا) پھر اس کا حمل ہو گیا تو بچہ بھیگا پیدا ہوگا تو (اس پر یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شتمم اگر وہی فرج میں ہو تو آگے کی طرف سے یا پیچھے کی طرف سے (جائز ہے)

(۲) سعید بن منصور، دارمی، ابن المہدی، ابن ابی حاتم نے حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا جو آدمی اپنی عورت سے پیچھے کی طرف سے فرج میں وطی کرتا ہے۔ تو اس کا بیٹا بھیگا پیدا ہوگا۔ تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے اتار لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شتمم تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا آگے کی طرف سے پیچھے کی طرف سے جب کہ وطی فرج میں ہو۔

فرج میں ہر طرح سے ہمبستری جائز ہے

(۳) ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، عبد بن حمید، ابن جریر نے مرۃ ہدائی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک یہودی ایک مسلمان سے ملا اور اس سے کہا تم اپنی عورتوں کے پاس ان کے پیٹھ کی طرف سے آتے ہو گریا انہوں نے اس کیفیت کو ناپسند کیا۔ یہ بات انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ذکر کی۔ تو (یہ آیت) نازل ہوئی۔ لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم (الآیہ)۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ اجازت دیدی کہ عورتوں سے ان کے فرج میں جماع کریں جیسے چاہیں اور جس طرح چاہیں۔ ان کے سامنے سے یا ان کے پیچھے سے۔

(۴) ابن ابی شیبہ نے مرہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ یہودی مسلمانوں سے مذاق کرتے تھے ان کی عورتوں کے ساتھ پیچھے کی طرف سے ہو کر فرج میں جماع کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم (الآیہ)

(۵) ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ انصار اپنی عورتوں کے ساتھ جماع کرتے تھے جبکہ وہ پہلوں کے بل لیٹی ہوئی تھیں اور قریش چت لٹا کر جماع کرتے تھے قریش کے ایک مرد نے انصار کی ایک عورت سے شادی کی تو اس نے اپنے طریقے سے جماع کرنے کا ارادہ کیا۔ تو عورت نے کہا میرے قریب نہ آ مگر جیسے وہ (یعنی انصاری لوگ) کرتے ہیں۔ یہ بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شتمم یعنی کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے بعد اس کے کہ (جماع) ایک ہی سوراخ (یعنی فرج) میں ہو۔

(۶) ابن جریر نے سعید بن ابی ہلال رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان کو عبد اللہ بن علی رحمہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ان کو یہ

بات پہنچی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب میں سے کچھ لوگ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی یہودی میں سے ان سے قریب (بیٹھ گیا) ان میں سے بعض نے یہ کہنا شروع کیا کہ میں اپنی عورت کے پاس اس حال میں آتا ہوں کہ وہ پہلو کے بل لیٹی ہوئی ہوتی ہے۔ اور دوسرے نے کہا اور میں اپنی عورت کے پاس آتا ہوں کہ وہ کھڑی ہوئی ہوتی ہے۔ اور تیسرے نے کہا میں اپنی عورت کے پاس آتا ہوں کہ وہ بیٹھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا تم جماع نہیں کرتے مگر جانوروں کی طرح مگر ہم ایک ہی طریقہ پر آتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم (الآیہ)

(۷) وکیع، ابن ابی شیبہ، دارمی نے حسن (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہودی پرواہ نہیں کرتے تھے جو کچھ مسلمان پر (کوئی حکم) سخت ہوتا تھا۔ وہ کہتے تھے اے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ نہ آؤ تم عورتوں کے ساتھ مگر ایک ہی طریقہ سے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شنتم تو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور ان کی ضرورت کے درمیان راستہ چھوڑ دیا (یعنی جس طرح چاہو جماع کرو)

یہودی قسم کی تکذیب کا بیان

(۸) عبد بن حمید نے حسن (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہودی حسد کرنے والی قوم تھی۔ انہوں نے کہا کہ اے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم۔ نہیں حلال ہے تمہارے لئے کہ تم اپنی عورتوں کے پاس آؤ مگر ایک ہی طریقہ کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جھٹلایا اور یہ آیت اتاری۔ لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شنتم تو اللہ تعالیٰ نے اجازت فرمادی اپنی بیوی سے جیسے چاہے لطف اندوز ہو۔ اگر مرد چاہے تو اپنی عورت کے پاس آئے اس کے آگے کی طرف۔ اگر وہ چاہے تو اس کے پیچھے کی طرف سے سوائے اس کے کہ راستہ ایک ہی ہو (یعنی فرج میں خواہش پوری کرے)

(۹) عبد بن حمید نے حسن (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا تم اپنی عورتوں کے پاس جانوروں کی طرح آتے ہو اونٹ کی طرح ان کو بٹھاتے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شنتم اور کچھ حرج نہیں کہ مرد اپنی عورت کو ڈھاک لے جس طرح چاہے اگر وہ اس کی فرج میں جماع کرے۔

(۱۰) عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ علیہ سے لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شنتم کے بارے میں روایت کیا کہ یہودی مسلمانوں کو ان کی عورتوں کے بارے میں ان کو عار دلاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی اور یہودی کو جھوٹا قرار دیا اور مسلمانوں کو اپنی عورتوں کے پاس آنے کی ہر طرح کی رخصت دی جائے۔

(۱۱) ابن عساکر نے محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان رحمہم اللہ سے روایت کیا کہ عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) نے ہم کو بیان فرمایا کہ عورتوں کے قبل (یعنی فرج میں) جماع کیا جاتا تھا (اس حال میں) کہ وہ الٹی ہوئی ہوتی تھیں۔ یہودیوں نے کہا کہ جو آدمی اپنی عورت کے پاس (اس حال میں) آیا کہ وہ الٹی ہوتی ہے تو اس کا لڑکا بھیگا پیدا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شنتم

(۱۲) عبد الرزاق، عبد بن حمید، بیہقی نے الشعب میں صفیہ بنت شیبہ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ جب

مہاجرین مدینہ منورہ میں آئے تو انہوں نے ارادہ کیا کہ اپنی عورتوں سے پیچھے کے راستہ سے ہو کر ان کے فروج میں جماع کریں تو ان عورتوں نے انکار کر دیا تو وہ عورتیں ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس آئیں اور اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے اس بارے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا لفظ آیت نسأؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شنتم عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تم اپنی کھیتی میں جیسے چاہو آؤ لیکن راستہ ایک ہو۔

(۱۳) ابن ابی شیبہ، دارمی، احمد، عبد بن حمید نے اور ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں عبد الرحمن بن سابط رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے حفصہ بنت عبد الرحمن سے پوچھا کہ میں آپ سے ایک چیز کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن میں آپ سے سوال کرنے میں شرماتا ہوں تو انہوں نے فرمایا میرے بھائی کے بیٹے پوچھ لے جو تو چاہے۔ تو پھر انہوں نے کہا کہ میں آپ سے عورتوں کے پیچھے کی جانب سے ہو کر فرج میں جماع کرنے کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے بیان فرمایا کہ انصار کے پیچھے کے راستہ سے جماع نہ کرتے تھے اور مہاجرین پیچھے کے راستہ سے جماع کر لیتے تھے۔ اور یہود کہتے تھے کہ جو آدمی پیچھے کے راستے سے فرج میں اپنی عورت سے جماع کرے گا تو اس کا بچہ بھینگا ہوگا۔ جب مہاجرین مدینہ منورہ میں آئے اور انصار کی عورتوں سے نکاح کیا تو انہوں نے ان سے پیچھے کے راستہ سے فرج میں جماع کرنا چاہا تو عورت نے شوہر کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگی ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گئی۔ یہاں تک کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھ لیں تو وہ عورت ام سلمہ کے پاس آئیں اور اس بارے میں سوال کیا ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا بیٹھ جا یہاں تک کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئیں۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے تو انصاری عورت سوال کرنے سے شرمانے لگی اور باہر نکل گئی تو پھر ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا میرے پاس اس کو بلاؤ وہ بلائی گئی تو آپ نے اس پر یہ آیت پڑھی لفظ آیت نسأؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم یعنی اور فرمایا راستہ ایک ہے (یعنی فرج میں جس طرح چاہیں جماع کر سکتے ہیں) راوی نے فرمایا کہ صمام سے مراد ایک ہی راستہ (یعنی فرج ہے)

(۱۴) امام مسند ابی حنیفہ نے حضرت حفصہ ام المؤمنین (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ ایک عورت ان کے پاس آئی اور کہنے لگی میرا شوہر مجھ سے پیچھے ہو کر آگے کی طرف جماع کرتے ہیں۔ اور میں اس کو ناپسند کرتی ہوں۔ یہ بات نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کچھ حرج نہیں اگر راستہ ایک ہو (یعنی فرج) میں جماع ہوتا ہے۔

(۱۵) امام احمد، ابن ابی حمید، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے) نسائی، ابویعلیٰ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی الخراطی نے مساوی الاخلاق میں بیہقی نے سنن میں اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آئے تو عرض کیا یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا کس چیز نے تجھے ہلاک کر دیا؟ عرض کیا، رات کو میں نے اپنی بیوی سے دبر کی طرف سے فرج میں جماع کیا اور اس کا میں نے ارادہ نہیں کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف یہ آیت وحی (کے ذریعہ) بھیجی۔ لفظ آیت نسأؤکم حرث لکم، فاتوا

حرثکم انی شتم یہ فرمایا کہ آگے سے یا پیچھے (جس طرح چاہو جماع کرو) مگر دبر سے اور حیض سے بچو۔

(۱۶) احمد نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت نساؤکم حرثکم انصار کے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ لوگ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آئے اور ان سے سوال کیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اپنی عورتوں سے جماع کرو جس حال میں چاہو اگر وہ فرج میں ہو۔

(۱۷) ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور الخرائطی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ حمیر (قبیلہ) کے لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے انہوں نے کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھا ایک آدمی نے آپ سے پوچھا کہ میں عورتوں سے محبت کرتا ہوں اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں اپنی عورت سے پیچھے کے راستہ (فرج) میں جماع کروں اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کی یہ آیت ان کے سوالوں کے جواب میں نازل فرمائی یعنی لفظ آیت نساؤکم حرثکم (آیہ) (پھر) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اپنی عورت سے جماع کرو آگے سے یا پیچھے اگر وہ فرج میں ہو۔

(۱۸) ابن راویہ۔ دارمی، ابوداؤد، ابن جریر، ابن الہمذر، طبرانی، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) بیہقی نے سنن میں مجاہد سے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ان کی مغفرت فرمائے نے خیال کیا کہ یہ وہ لوگ انصار کے قبیلہ میں سے ہیں اور یہ بت پرست ہیں اور ان کے ساتھ یہود کا قبیلہ ہے اور وہ (یہود) اہل کتاب ہیں ان کو علم کی وجہ سے فضیلت والا خیال کیا جاتا تھا اور لوگ اکثر ان کا کاموں کی افتاء کرتے تھے اور اہل کتاب کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ اپنی عورتوں کے پاس ایک طریقہ سے آتے اور یہ عورت کے لئے زیادہ پوشیدگی تھی۔ اور انصار کے قبیلہ نے ان سے اس طریقہ کو اپنالیا اور قریش کا یہ قبیلہ چت لٹا کر جماع کرتے اور ان سے لذت حاصل کرتے تھے جبکہ وہ سیدھی یا الٹی یا چت لیٹی ہوئی تھی۔

جب مہاجرین مدینہ منورہ میں آئے ان میں سے ایک آدمی نے انصار کی عورت سے نکاح کر دیا اور کہا کہ ہم تو ایک طریقہ پر آتے ہیں تو اسی طرح کرو ورنہ مجھ سے دور ہو جا۔ یہ بات (جب) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری لفظ آیت نساؤکم حرثکم، فاتوا حرثکم انی شتم تو فرمایا گیا الٹی ہوں یا سیدھی ہوں اگر وہ فرج میں ہو تو (جائز ہے) اور وہ (جماع) ہوتا ہے۔ دیر کے راستہ سے قبل میں طبرانی نے زیادہ کیا کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ اس کی دبر میں (جماع کرنا) تو ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے (اس بارے میں) وہم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے اور بیشک حدیث اسی طرح نقل کی ہے۔

(۱۹) عبد بن حمید، دارمی نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حیض کی حالت میں لوگ عورتوں سے پرہیز کرتے تھے ان کے پیچھے کے راستہ سے آتے تھے اس بارے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ (یہ آیت) اتاری لفظ آیت ویسلوہ عن الحیض قل حواذی الی قولہ من حیث امرکم اللہ یعنی فرج میں اور اس سے (آگے) نہ بڑھو۔

(۲۰) ابن جریر، ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اس درمیان کہ میں اور مجاہد رحمہ اللہ علیہ سعید بن

جیر رحمہ اللہ علیہ حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھے تھے اچانک ایک آدمی آیا کہنے لگا کیا آپ مجھے حیض کی آیت کے بارے میں مطمئن کر سکتے ہیں۔ فرمایا ہاں (پھر) اس نے یہ آیت تلاوت کی لفظ آیت ویسئو کم عورت لکم، فاتوا حرثکم انی شتمت فرمایا افسوس ہے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اللہ نے تم کو اس جگہ و طی کرنے کا حکم دیا جہاں سے خون آتا ہے تم کو ان کے پاس آنے کا حکم ہے۔ اس نے کہا اس آیت کا مطلب کیا ہے۔ لفظ آیت نساؤ کم عورت لکم، فاتوا حرثکم انی شتمت فرمایا افسوس ہے تجھ پر کیا و بر حرث میں سے ہے۔ اگر یہ سچ ہوتا جسے تو کہتا ہے تو حیض کا حکم منسوخ ہو جاتا ہے۔ جب فرج میں حیض آتا ہے تو دبر میں و طی کر لیا۔ لیکن انی شتمت کا مطلب یہ ہے کہ رات میں یا دن میں جس وقت چاہو۔

(۲۱) ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شتمت کا مطلب یہ ہے کہ پیٹ کی طرف سے پیٹھ کی طرف جیسے چاہو (جماع کر) مگر دبر اور حالت حیض میں نہ ہو۔

(۲۲) ابن ابی شیبہ نے ابو صالح رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شتمت سے مراد ہے کہ اگر تو چاہے تو اس کے پاس چت لیٹ کر۔ اور اگر تو چاہے تو اس کے پاس آ جا جبکہ وہ الٹی لیٹی ہو اگر تو چاہے تو گھٹنوں اور ہاتھوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہو۔

(۲۳) ابن ابی شیبہ نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شتمت سے مراد ہے کہ تو آئے عورت کے پاس اس کے آگے سے اس کے پیچھے سے جب تک و طی دبر میں نہ ہو۔

(۲۴) ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شتمت سے مراد ہے کہ اپنی عورتوں کے پاس ان کے آگے سے آؤ ہر طریقے پر۔

(۲۵) عبد بن حمید نے عکرمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور کہا میں اپنی عورت سے اس کے پیچھے سے جماع کرتا تھا اور میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول سنا لفظ آیت نساؤ کم عورت لکم فاتوا حرثکم انی شتمت اور میں نے یہ خیال کیا کہ میرے لئے ایسا کرنا حلال ہے۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اے کینے انی شتمت کا مطلب یہ ہے جیسے تم چاہو وہ کھڑی ہو بیٹھی ہو۔ چت لیٹی ہو یا الٹی لیٹی ہو۔ لیکن فرج میں ہو اس کے علاوہ کسی دوسرے (راستہ) کی طرف نہ بڑھو۔

(۲۶) ابن جریر نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ فاتوا حرثکم سے مراد ہے بچہ پیدا ہونے کی

جگہ۔

(۲۷) سعید بن منصور، بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ اپنی کھیتی میں آ۔ جہاں سے کچھ اگتا ہے۔

(۲۸) ابن جریر نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شتمت سے مراد ہے کہ تو اپنی عورت کے پاس آ جس طرح چاہے جب تک کہ تو اس پر دبر میں یا حیض (کی حالت) میں نہ آئے۔

• حضرت ابوساؤل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جو ۱۰ سالہ بنت حارث نے اپنے شوہر کی وفات کے 20 سے کم روز یا دن گزرنے کے بعد اپنے پیٹ میں موجود بچے کو جنم دیدیا جب وہ نفاس سے پاک ہوئی تو اس نے دوسری شادی کی تیاری کی اس پر اعتراض کیا گیا تو اس کا معاملہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ذکر کیا گیا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ ایسا کر سکتی ہے کیونکہ اس کی عدت پوری ہو چکی ہے۔

2028- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مُسْرُوقٍ وَعَمْرِو بْنِ عُتْبَةَ أَنَّهُمَا كَتَبَا إِلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ بِسَأَلَانِهَا عَنْ أَمْرِهَا فَكَتَبَتْ إِلَيْهِمَا أَنَّهَا وَضَعَتْ بَعْدَ وَقْفِ رُؤُوسِهَا بِخُمُسَةِ وَعِشْرِينَ فَتَهَيَّاتِ تَطْلُبُ الْخَيْرَ فَمَرَّ بِهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَلٍ فَقَالَ قَدْ أَسْرَعْتَ ائْتِدِي الْخَيْرَ الْآجِلَيْنِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرْ لِي قَالَ وَلَيْسَ ذَلِكَ فَاخْبَرْتُهُ فَقَالَ إِنْ وَجَدْتَ رُؤُوسًا صَالِحًا فَتَزَوَّجِي

• امام شعبی بیان کرتے ہیں: مسروق اور عمرو بن عتبہ نے سیدہ سبیحہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو خط لکھا اور ان سے ان کے معاملے کے بارے میں دریافت کیا: تو اس خاتون نے انہیں جوابی خط میں لکھا کہ انہوں نے اپنے شوہر کے انتقال کے 25 دن بعد بچے کو جنم دیدیا پھر وہ بھلائی کی طلب میں تیار ہوئیں تو ابوسنابل ان کے پاس سے گزرے اور بولے: تم نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ تم وہ والی عدت بسر کرو جو بعد میں مکمل ہوگی جو 4 ماہ دس دن ہے وہ خاتون کہتی ہیں میں جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے لیے دعائے مغفرت کیجئے نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: وہ کیوں؟ میں نے آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمہیں کوئی اچھا شوہر ملتا ہے تو تم شادی کرلو۔

2029- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمُسَوِّرِ ابْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ سُبَيْعَةَ أَنْ تَنْكِحَ إِذَا تَعَلَّكَ مِنْ يَفَاسِهَا

• حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے سیدہ سبیحہ رضی اللہ عنہا کو یہ ہدایت کی کہ جب وہ نفاس سے فارغ ہوں تو شادی کر لیں۔

2030- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مُسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ وَاللَّهِ لَمَنْ شَاءَ لَا عَنَاءَ لَا نَزَلَ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقَصْرَى بَعْدَ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

• حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

2028: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 3991، "ورقم الحديث: 5319" أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3706، "أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2306، "أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 3518، "ورقم الحديث: 3519" "ورقم الحديث: 3520"

2029: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5320، "أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 3506، "ورقم الحديث: 3507"

2030: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2307

(۲۹) ابن جریر نے سنن میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ لفظ آیت طالوا حرثکم الی شئکم میں حرث سے مراد فرج ہے۔ اور لما تم قہہ ما ہودہ بیت لیل و نالی اہلی ہو چکے تم چاہو لیکن فرج سے کسی دوسری طرف نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس قول لفظ آیت من حيث امرکم اللہ کا بھی مطلب ہے۔

دبر میں ہمسری حرام ہے

(۳۰) ابن جریر نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ وہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ تو اپنی بیوی سے اس کی دبر میں جماع کرے۔ اور فرماتے تھے حرث سیرا بیل یعنی فرج سے ہے جس سے نسل ہوتی ہے اور حیض آتا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ آیت لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، طالوا حرثکم الی شئکم نازل ہوئی (یعنی جس جانب سے تم چاہو آؤ۔

(۳۱) داری، الخراکلی نے مساوی الاخلاق میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ لفظ آیت نساؤکم حرثکم الی شئکم کہ آؤ اس کے پاس وہ بیٹھی ہو یا کھڑی ہو اس کے آگے سے اس کے پیچھے سے اور جس طرح چاہو بعد اس کے کہ ہو اس کی جگہ میں (یعنی فرج میں)

(۳۲) بیہقی نے سنن رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے اس آیت لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، طالوا حرثکم الی شئکم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس جگہ سے آؤ جہاں حیض (کا خون) آتا ہے اور بچہ (پیدا) ہوتا ہے

(۳۳) بیہقی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اس کے فرج میں آؤ جب وہ چپٹ لیٹی ہو یا الٹی لیٹی ہو۔

(۳۴) ابن ابی شیبہ نے خراکلی نے مساوی الاخلاق میں عمرہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اپنی بیوی کے پاس آؤ جس طرح چاہو کھڑے ہو کر یا پیٹھ کر اور ہر حالت میں لیکن اس کی دبر میں نہ ہو (فرج میں ہو)

(۳۵) سعید بن منصور، عبد بن حمید، داری اور بیہقی نے ابو الققاع حری رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور کہنے لگا میں اپنی عورت کے پاس جس طرح چاہوں آؤں فرمایا ہاں پھر اس نے کہا جہاں سے چاہوں آؤں؟ فرمایا ہاں پھر کہا جیسے میں چاہوں فرمایا ہاں (اس کی اس گفتگو کو) ایک آدمی نے سمجھ لیا اور اس نے کہا کہ یہ آدمی اپنی عورت کی مقعد میں آنے کا ارادہ کرتا ہے تو حضرت نے فرمایا نہیں عورت کی دبر تم پر حرام ہے۔

(۳۶) امام احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد اور نسائی نے بہز بن حکیم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ہم اپنی عورتیں کے کس حصہ میں آئیں اور کیا یہ چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا تمہاری کھیتیاں ہیں اپنی کھیتی کے پاس جب چاہو آؤ سوائے اس کے اس کے چہرہ کو نہ مارو اور نہ ان کو برا بھلا کہو اور ان سے علیحدگی اختیار نہ کرو مگر گھر میں اور کھلا اس کو جب تو کھائے اور پہنا اس کو جب تو پہنے اور یہ کیسے نہ ہو۔ کہ تم ایک دوسرے سے علیحدگی میں مل چکے ہو۔ مگر جو اس پر حلال ہو۔

ہبستری کے ایک اور طریقہ کا بیان

(۳۷) شافعی نے الام میں ابن شیبہ اور نسائی۔ ابن ماجہ، ابن احمد، بیہقی نے سنن میں خزیمہ بن ثابت (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک سائل نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عورتوں کی دبر میں دلی کرنے کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا حلال ہے یا فرمایا کچھ حرج نہیں جب پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے اس کو پھر بلایا اور فرمایا تو نے کیسے کہا اس کے پیچھے سے ہو کر اس کے اگلے حصے میں اس نے کہا ہاں لیکن اس کی دبر سے دبر میں جماع کرنا حلال نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرما تے۔ تم اپنی عورتوں کی دبر میں دلی نہ کرو۔

(۳۸) حسن بن عرفہ نے اپنے جزیع میں اور ابن عدی اور دارقطنی نے جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم حیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتے عورتوں کی دبر میں دلی حلال نہیں ہے۔

(۳۹) ابن عدی نے جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا عورتوں کی دبر میں دلی کرنے سے بچو۔

(۴۰) ابن ابی شیبہ، ترمذی (انہوں نے اس کو حسن کہا ہے) نسائی اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے مرد کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتے جو کسی مرد یا عورت کی دبر میں جماع کرتا ہے۔

(۴۱) ابوداؤد، الطیالسی، احمد، بیہقی نے سنن میں عمرو بن شعیب سے روایت کیا کہ اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اپنی عورت کے پاس اس کی دبر میں دلی کرتا ہے۔ تو یہ چھوٹی لواطت ہے۔

(۴۲) نسائی نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے حیا کرو جیسا کہ حق ہے اس سے حیا کرنے کا تم عورتوں سے ان کی دبر میں جماع نہ کرو۔

(۴۳) امام احمد، ابوداؤد، نسائی نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا وہ شخص ملعون ہے جو اپنی عورت سے اس کی دبر میں جماع کرتا ہے۔

(۴۴) ابن عدی نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس نے کسی مرد یا عورت کے دبر میں لواطت کی۔ تو اس نے کفر کیا۔

(۴۵) عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، نسائی، بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ عورتوں اور مردوں کی دبر میں جماع کرنا کفر ہے۔

(۴۶) وکیع اور البزار نے حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرما تے عورتوں کی دبر میں جماع نہ کرو۔

(۴۷) نسائی نے حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ سے شرم کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بات سے نہیں شرماتے۔ عورتوں کی دبر میں جماع نہ کرو۔

(۴۸) ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا عورتوں کی دبر میں جماع نہ کرو۔

(۴۹) وصیب اور ابن عدی نے عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا وہ شخص ملعون ہے جو عورتوں کے پاس ان کے پاخانے کی جگہوں میں آتا ہے۔

(۵۰) احمد نے یزید بن طلق (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتے تم اپنی عورتوں کی دبر میں دلی نہ کرو۔

(۵۱) ابن ابی شیبہ نے عطار رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بات سے منع فرمایا کہ تم عورتوں کی دبر میں دلی کرو۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حق بات (کہنے) سے نہیں شرماتے۔

(۵۲) ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور بیہقی نے علی بن طلق (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم عورتوں کی دبر میں دلی نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ حق بات (کہنے) سے نہیں شرماتے۔

(۵۳) عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جو آدمی اپنی عورت کی دبر میں جماع کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں فرمائے گا۔

(۵۴) عبدالرزاق، عبد بن حمید، نسائی، بیہقی نے الشعب میں طاؤس رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے اس شخص کی بارے میں پوچھا گیا جو اپنی عورت کے دبر میں دلی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ مجھ سے کفر کے بارے میں سوال کر رہا ہے۔ (گویا یہ کفر کا کام ہے)

(۵۵) عبدالرزاق اور بیہقی نے الشعب میں عکرمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے ایک آدمی کو ایسا کرنے پر سزا دی تھی۔

(۵۶) عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بیہقی نے حضرت ابودرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ان سے عورتوں کی دبر میں دلی کرنے کے بارے میں پوچھا گیا انہوں نے فرمایا یہ کام کافر کے سوا کوئی نہیں کرتا۔

(۵۷) عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ اس نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ جو اپنی بیوی کی دبر میں دلی کرتا ہے فرمایا یہ چھوٹی لواطت ہے۔

(۵۸) عبدالرزاق، عبد بن حمید، بیہقی نے زہری رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن المسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن

رحمہ اللہ علیہ سے سوال کیا تو ان دونوں نے اس کو ناپسند کیا اور اس سے منع فرمایا۔

(۵۹) عبد اللہ بن احمد بیہقی نے قتادہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آپ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنی عورت سے در میں وطی کرتا ہے۔ تو انہوں نے کہا مجھ سے عقبہ بن شافع نے بیان فرمایا کہ ابوہریراء (رضی اللہ عنہ) نے بیان فرمایا اس کام کو کافر کے سوا کوئی نہیں کرتا پھر فرمایا مجھ سے عمرو بن شعیب (رضی اللہ عنہ) نے اپنے باپ دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا یہ چھوٹی لواطت ہے۔

لواطت بیوی کے ساتھ بھی حرام ہے

(۶۰) بیہقی نے الشعب میں ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ کچھ چیزیں قیامت کے قریب اس امت کے آخر میں ہوں گے۔ ان میں ایک یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی یا اپنی باندی کی در میں لواطت کرے گا اور یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا اور اس پر اللہ اور اس کے رسول سخت ناراض ہوتے ہیں ایک یہ ہے کہ عورت عورت سے لواطت کرے گی اور یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔ ان لوگوں کی نماز ہی نہیں جب تک یہ اس کام پر قائم رہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف پکی توبہ کر لیں۔ زہر رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ میں ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا پکی توبہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے یہ بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھی گئی۔ آپ نے فرمایا وہ گناہ پرندامت ہے اور اپنی ندامت کے ساتھ اپنی برائی کو چھوڑے ہوئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے پھر اس گناہ کی طرف کبھی نہ لوٹے۔

(۶۱) عبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جو آدمی اپنی عورت کی در میں وطی کرتا ہے سو وہ عورت سے ایسا کام کرے گا جیسے مرد سے بد فعلی کرتا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی لفظ آیت ویسئلونک عن الحیض

الی قولہ: لفظ آیت فاتوہن من حیث امرکم اللہ یعنی ان کو چھوڑ دو حیض کی حالت میں فردج میں (جماع کرنے سے) پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شکم فرمایا (جماع کرو) اگر تو چاہے عورت کے کھڑے ہونے کی حالت میں بیٹھنے کی حالت میں سیدھے لیٹنے کی حالت میں الٹے لیٹنے کی حالت میں لیکن فرج میں ہو۔

(۶۲) عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ طاؤس رحمہ اللہ علیہ سے عورتوں کے در میں وطی کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ کفر ہے یہ عمل قوم لوط کا ہے جو اپنی عورتوں کی در میں وطی کرتے تھے اور مرد مردوں کے ساتھ لواطت کرتے تھے۔

(۶۳) ابو عبد اللہ الاثرم نے سنن میں اور ابو بشر ذوی نے لکنی میں حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا عورتوں کی در تم پر حرام ہے۔

(۶۴) ابن ابی شیبہ، دارمی، بیہقی نے سنن میں حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ عورتوں کی در تم پر حرام ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ روایت موقوف ہے اور صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا اس بات میں تمام مرفوعہ احادیث اور ان کی گنتی بیس کے قریب ہے سب کی سب ضعیف ہیں۔ اس میں سے کوئی بھی صحیح نہیں اور اس میں سے موقوف روایت صحیح ہے۔ حافظ

ابن عمر نے اس بارے میں فرمایا مگر کسی طریق سے بھی نہیں جیسے کہ بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی بات کی تصریح فرمائی۔ اور بزار اور نسائی اور سب نے اس کی تصریح فرمائی۔

(۶۵) نسائی، طبرانی، ابن مردویہ نے ابوالنضر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے نافع جو ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کے آزاد کردہ غلام تھے۔ سے فرمایا کہ تیرے متعلق یہ مشہور ہے کہ تم اکثر کہتے ہو کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے عورتوں کی دیر میں وطی کرنے کا فتویٰ دیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ لوگوں نے مجھ پر جھوٹ بولا۔ لیکن عنقریب میں تجھ سے بیان کروں گا کہ یہ معاملہ کس طرح ہوا۔ (واقعہ یوں ہوا) کہ ایک دن ابن عمر (رضی اللہ عنہ) قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور میں ان کے پاس تھا یہاں تک کہ جب اس آیت لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شتمم پر پہنچے تو فرمایا اے نافع! کیا تو اس آیت کے بارے میں جانتا ہے؟ میں نے کہا نہیں پھر فرمایا ہم قریش لوگ عورتوں کی دیر کی طرف سے قبل میں وطی کرتے تھے جب ہم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو ہم نے انصاری عورتوں سے نکاح کیا اور ہم نے ان سے اس طریقے پر جماع کرنے کا ارادہ کیا تو ان عورتوں نے اس طریقہ کو ناپسند کیا اور اس کا انکار کیا اور انصاری عورتوں نے یہودیوں کا طریقہ اختیار کیا ہوا تھا کہ پہلو کے بل ان سے وطی کی جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی۔ لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شتمم

(۶۶) دارمی نے سعید بن یسار ابوالحباب رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے عرض کیا۔ آپ باندیوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ خمیض کر لیں انہوں نے فرمایا خمیض کیا چیز ہے؟ تو اس نے دبر کا ذکر کیا (یعنی دیر میں جماع کرنا) تو انہوں نے فرمایا کہ مسلمان میں سے کوئی ایسا کام کر سکتا ہے؟

(۶۷) بیہقی نے سنن میں، عکرمہ نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ دیر میں جماع کرنے کو سخت عیب شمار کرتے تھے۔

(۶۸) الواحدی نے الکلی سے انہوں نے ابوصالح سے انہوں نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہ آیت مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی جب وہ مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے انصار اور یہود کے درمیان عورتوں کے آگے اور پیچھے کی طرف وطی کرنے کا ذکر کیا۔ جبکہ وطی فرج میں ہو یہود نے پیچھے کی طرف آنے کو معیوب کہا انہوں نے کہا یہ صرف آگے کی طرف سے ہی جائز ہے یہود نے کہا ہم اپنی کتاب میں پڑھتے ہیں کہ جو اپنی عورتوں کے ساتھ ایسی حالت میں وطی کرتے ہیں جبکہ وہ چپٹ لیٹی ہوئی ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ گندے ہیں۔ اور اس وجہ سے بھیگنا پن اور اعضاء کی خرابی ہے۔ اس بات کو مسلمانوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ذکر کیا اور ان سے عرض کیا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں اور اسلام لانے کے بعد بھی عورتوں کے پاس جس طرح چاہتے تھے آتے تھے۔ لیکن یہودی ہم پر عیب لگاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی بات کو جھوٹا قرار دیا اور (یہ آیت) نازل فرمائی۔ لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شتمم فرمایا کہ فرج اولاد (پیدا کرنے کی) کھیتی ہے۔ سو تم آؤ اپنی کھیتی کو جس طرح اس کے آگے سے اس کے پیچھے لیکن فرج میں ہو۔

اس آیت کے بارے میں دوسرے قول کا ذکر

(۱) اسحاق بن راہویہ نے اپنی سند اور تفسیر میں بخاری اور ابن جریر نے نافع رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک دن میں نے (یہ آیت) لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شتمتم (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کیا تو جانتا ہے کس بارے میں یہ آیت ہوئی۔ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا یہ آیت عورتوں سے ان کے پیچھے کی طرف سے جماع کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔

(۲) بخاری، ابن جریر نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ لفظ آیت فاتوا حرثکم انی شتمتم سے مراد ہے دبر میں (جماع کرو)

(۳) الخطیب نے روایتی مالک میں نصر بن عبد اللہ الازدی کے طریق سے انہوں نے طرف سے انہوں نے مالک سے انہوں نے نافع سے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شتمتم کے بارے میں روایت کیا کہ اگر چاہو تو اس کے آگے کے راستہ میں جماع کرو اور اگر چاہو تو اس کے پیچھے کے راستہ میں جماع کرو۔

(۴) حسن بن سفیان نے اپنی سند میں، طبرانی نے الادب میں، حاکم اور ابو نعیم نے مستخرج میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لفظ آیت نساؤکم حرث لکم (الآیہ) تو اس میں دبر میں جماع کرنے کی رخصت ہے۔

(۵) ابن جریر، طبرانی نے الاوسط میں، ابن مرددہ اور ابن التمار نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں ایک آدمی نے اپنی عورت سے اس کے دبر میں جماع کیا تو اس کام کو لوگوں نے ناپسند کیا اور کہنے لگے اس کے لنگوٹ کر دو۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت لفظ آیت نساؤکم حرث لکم نازل ہوئی۔

(۶) الخطیب نے رواۃ مالک میں، احمد بن الحکم العبدی کے طریق سے انہوں نے حضرت مالک سے انہوں نے نافع سے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ انصار میں سے ایک عورت نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئی تو اپنے خاوند کی شکایت کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت نساؤکم حرث لکم

(۷) نسائی، ابن جریر نے زہد بن اسلم نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے اپنی عورت سے اس کی دبر میں جماع کیا پھر اس کو بڑا دکھ ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شتمتم

(۸) دارقطنی نے غرائب مالک میں اور بشر الدیلوی کے طریق سے روایت کیا کہ نافع رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے فرمایا اے نافع مصحف (یعنی قرآن مجید میرے سامنے پڑھو)۔ انہوں نے قرآن پڑھا اور جب اس آیت لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شتمتم پر پہنچے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ یہ آیت کیوں نازل ہوئی۔ میں نے عرض کیا نہیں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ایک انصاری مرد کے بارے میں نازل ہوئی جس نے اپنی عورت

سے اس کی دبر میں جماع کیا تھا۔ تو اس کام کو لوگوں نے بہت برا خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی افلا آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شتم میں نے عرض کیا کیا دبر کی طرف سے قبل میں اس میں وطی کی تھی؟ فرمایا نہیں بلکہ صرف دبر میں۔

الرفاع نے تخریج دارقطنی کے فوائد میں فرمایا کہ ہم کو ابو احمد بن عبدوس نے خبر دی اور ہم کو علی بن الجعد نے خبر دی اور ہم کو ابو ذؤب نے خبر دی کہ نافع نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عورت سے اس کی دبر میں جماع کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شتم راوی نے کہا کہ میں نے ابن ابی ذؤب سے پوچھا کہ آپ اس قول کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا اس کے بعد میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔

(۹) طبرانی، ابن مردویہ، احمد بن اسامہ التحسین نے اپنے فوائد میں نافع رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے یہ سورتیں پڑھیں جب اس آیت سے گزرے لفظ آیت نساؤکم حرث لکم تو فرمایا کیا تو جانتا ہے یہ کیوں نازل ہوئی۔ میں نے عرض کیا نہیں تو فرمایا ان مردوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنی عورتوں سے ان کی دبر میں جماع کرتے ہیں۔

(۱۰) دارقطنی، دوح دونوں نے غرائب مالک میں ابوالمصعب اور اسحاق بن محمد الفردری کے طریق سے نافع رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے (مجھ سے) فرمایا اے نافع! کیا تو جانتا ہے یہ آیت کیوں نازل ہوئی۔ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ یہ آیت انصار کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی۔ جس نے اپنی عورت سے اس کی دبر میں جماع کیا تھا۔ پھر اپنے دل میں اس کام کو برا جانا اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ امام دارقطنی کہتے ہیں یہ حدیث امام مالک رحمہ اللہ علیہ سے ثابت ہے ابن عبد البر کہتے ہیں اس معنی کی ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت صحیح معروف اور مشہور ہے۔

(۱۱) ابن راہویہ، ابویعلیٰ، ابن جریر الطحاوی مشکل الآثار میں اور میں مردویہ، حسن سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے اپنی عورت سے اس کی دبر میں جماع کیا تو لوگوں نے اس کام کو ناپسند کیا تو اس پر یہ آیت اتاری گئی۔ لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرثکم انی شتم

(۱۲) نسائی، طحاوی، ابن جریر نے دارقطنی نے عبد الرحمن بن قاسم سے مالک بن انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ان سے پوچھا گیا اے ابوسعید اللہ (جو ان کی کنیت ہے) لوگ سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ العبد نے آج نے میرے باپ پر جھوٹ بولا۔ تو مالک نے فرمایا کہ میں یزید ابن رومان پر گواہی دیتا ہوں انہوں نے مجھے سالم بن عبد اللہ کی طرف سے خبر دی کہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے ایسے ہی فرمایا جیسے نافع نے فرمایا ان سے کہا گیا کہ حارث بن یعقوب رحمہ اللہ علیہ سے ابو الحباب سعید بن یسار سے روایت کیا کہ انہوں نے ابن عمر سے (یہ) سوال کیا کہ ہم لوٹیاں خریدتے ہیں کیا ہم اس سے حیض کر لیا کریں؟ ابن عمر نے پوچھا حیض کیا ہے؟ تو انہوں نے دبر میں وطی کا ذکر کیا۔ تو حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اف مؤمن کیا یہ کام کر سکتا ہے؟ یا یہ فرمایا کہ مسلمان (کیا یہ کام کر سکتا ہے) مالک نے فرمایا کہ میں ربیعہ یہ گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے

مجھے ابوالکھاب سے ابن عمر کی طرف سے ایسے ہی خبر دی جیسا کہ نافع نے فرمایا دارقطنی نے کہا یہ حدیث محفوظ ہے مالک کی طرف سے جو صحیح ہے۔

(۱۳) نسائی نے یزید بن رومان کے طریق سے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) مرد کا اپنی عورت کی دبر میں جماع کرنے کو کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

(۱۴) بیہقی نے سنن میں محمد بن علی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ علیہ کے پاس تھا ایک آدمی آیا اور کہا کہ عورت کی دبر میں جماع کرنے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں تو انہوں نے فرمایا یہ شیخ ہیں قریش میں سے ان سے سوال کیا یعنی عبد اللہ بن علی بن سائب سے تو انہوں نے فرمایا یہ غلیظ اور گندہ فعل ہے۔ اگر چہ حلال ہے۔

(۱۵) ابن جریر نے در اور دی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ زید بن اسلم رحمہ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ محمد بن المنکدر عورتوں سے ان کی دبر میں جماع کرنے سے منع کرتے تھے تو زید نے فرمایا میں محمد (ابن المنکدر) پر گواہی دیتا ہوں انہوں نے خود مجھے بتایا کہ وہ ایسا کرتے تھے۔

(۱۶) ابن جریر ابن ابی ملکیہ سے روایت کرتے ہیں ان سے عورت کی دبر میں وطی سے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے گزشتہ رات اپنی باندی کی دبر میں وطی کا ارادہ کیا تو اس نے منع کر دیا میں نے تیل کی مدد حاصل کی۔

(۱۷) الخطیب نے رواۃ مالک میں ابوسلیمان بن جر جانی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان سے باندیوں کے دبر میں جماع کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس کی دبر میں جماع کرنے کی وجہ سے ابھی ابھی میں نے اس فعل سے غسل کیا ہے۔

(۱۸) ابن جریر نے کتاب النکاح میں ابن وہب کے طریق سے مالک رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ یہ عمل مباح ہے۔

(۱۹) طحاوی نے اصغ بن الفرغ سے عبد اللہ بن قاسم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے دین میں کسی مقتدی شخص کو نہیں پایا جو عورت کی دبر میں وطی کے حلال ہونے میں شک کرتا ہو۔ پھر انہوں نے بطور دلیل کے یہ آیت پڑھی۔ لفظ آیت نساؤ کم حرث لکم پھر فرمایا کون سی چیز اس سے زیادہ واضح ہے۔

(۲۰) طحاوی حاکم نے مناقب الشافعی میں اور خطیب نے محمد بن عبد اللہ عبد الحکیم سے روایت کیا ہے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اس بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس کے حلال ہونے اور اس کے حرام ہونے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں اور قیاس یہ ہے کہ یہ حلال ہے۔

(۲۱) حاکم نے ابن عبد الحکیم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (ایک مرتبہ) شافعی رحمہ اللہ علیہ نے محمد بن حسن رحمہ اللہ علیہ سے اس بارے میں مناظرہ کیا تو اس پر ابن الحسن نے یہ دلیل پکڑی کہ (آیت میں) حرث صرف فرج میں ہے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا پھر تو فرج کے علاوہ پورا جسم حرام ہوگا۔ تو جواب دیتے ہوئے فرمایا آپ مجھے بتائیے اگر کوئی آدمی اپنی عورت سے اس کی پنڈلی کے درمیان یا اس کے پیٹ کی سلوٹ کے درمیان وطی کرے۔ کیا یہ بھی حرث ہوگی تو انہوں نے فرمایا نہیں امام شافعی

نے فرمایا یہ عمل حرام ہو گا امام محمد نے کہا نہیں پھر امام شافعی نے کہا آپ کس طرح دلیل پکڑتے ہیں جس کو آپ نہیں کہتے حاکم نے کہا شاید کہ امام شافعی کا پہلا قول ہو جو وہ فرمایا کرتے تھے لیکن دوسرے قول میں دبر میں وطی صراحتہ حرام ہے۔

اس آیت کے بارے میں تیسرے قول کا ذکر

(۱) وکیع بن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم طبرانی، حاکم ابن مردویہ، الضیاء نے الخیارہ میں
(۲) وکیع بن ابی شیبہ نے ابو ذراع رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت فاتوا حرکم انی شتمکم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا اگر تو چاہے تو عزل کرے اور اگر چاہے تو عزل نہ کر۔
(۳) ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے سعید بن المسیب رحمہ اللہ علیہ سے اس قول لفظ آیت نساؤکم حرث لکم، فاتوا حرکم انی شتمکم کے بارے میں روایت کیا کہ اگر تو چاہے تو عزل کر لے اور چاہے تو عزل نہ کر۔

(۴) عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا تھا یہ بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچی تو آپ نے ہم کو اس سے منع نہیں فرمایا۔
(۵) عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، مسلم، ابو داؤد، بیہقی نے حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا میری ایک باندی ہے میں اس سے جماع کرتا ہوں مگر میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ اس کو حمل ہو جائے آپ نے فرمایا اس سے عزل کر لے اگر تو چاہے۔ مگر جو اس کے لئے مقدر کیا گیا وہ عنقریب اس کے پاس آئے گا وہ آدمی چلا گیا اور تھوڑے دن ٹھہرنے کے بعد آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میری باندی حاملہ ہو گئی ہے آپ نے فرمایا میں نے تجھ کو بتا دیا تھا کہ عنقریب اس کے پاس آئے گا جو اس کے لئے مقدر کیا گیا۔

(۶) امام مالک، عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے ابو سعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم ایسا کرتے ہو؟ تم پر ایسا نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں بلاشبہ وہ تقدیر ہے جو روح قیامت تک پیدا ہونے والی ہے۔ وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

(۷) مسلم، بیہقی نے ابو سعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ہر پانی (یعنی منی) سے بچہ (پیدا) نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا پیدا کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو کوئی چیز اس کو روک نہیں سکتی۔

(۸) عبد الرزاق، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نسائی نے جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم عزل کیا کرتے تھے تو یہودیوں نے یہ گمان کیا کہ یہ چھوٹا زندہ درگور کرتا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا یہودیوں نے جھوٹ کہا جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں کسی (بچہ) کو پیدا کرنے کا۔ تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔

(۹) عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، ابو داؤد، بیہقی نے ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ایک باندی ہے اور میں اس سے عزل کر لیتا ہوں اور میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ وہ حاملہ ہو جائے۔ اور میں وہی ارادہ

رکت ہوں جو اور لوگ ارادہ رکھتے ہیں۔ اور یہودی یہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا چھوٹا زندہ درگور کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا یہودی جھوٹ کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اس کے پیدا کرنے کا ارادہ فرماتے تو کبھی اس کو نہ روک سکتا۔

عزل کرنا ضرورت کے وقت جائز ہے

(۱۰) ابیہر اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ یہودی اس کو چھوٹا زندہ درگور کرنا کہتے ہیں آپ نے فرمایا یہودیوں نے جھوٹ کہا۔

(۱۱) امام مالک، عبد الرزاق، بیہقی نے زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ان سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا وہ تیری بھیتی ہے اگر چاہے تو اس کو پانی پلا دے اگر چاہے تو اس کو پیاسا رکھے۔

(۱۲) عبد الرزاق اور بیہقی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ان سے عزل کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا آدم کے بیٹے کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اس جان کو قتل کر دے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنے کا فیصلہ فرمالیا ہو۔ (پھر فرمایا) وہ تیری بھیتی ہے اگر تو چاہے تو اس کو پیاسا رکھ اور اگر تو چاہے تو سیراب کر۔

(۱۳) ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آزاد عورت سے عزل کرنے کو منع فرمایا مگر اس کی اجازت سے (عزل کر سکتا ہے)۔

(۱۴) بیہقی نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ باندی سے عزل کیا جائے گا اور آزاد عورت سے مشورہ لیا جائے گا۔

(۱۵) عبد الرزاق، بیہقی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ آزاد عورت سے عزل کرنے میں اس سے مشورہ کیا جائے گا اور باندی سے مشورہ نہیں کیا جائے گا۔

(۱۶) احمد، داؤد، نسائی، بیہقی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دس کاموں کو ناپسند فرماتے تھے۔ سونے کی انگلی پہننے کو چادر کو نکلنے سے نیچے لٹکانے کو زرد رنگ کی خوشبو کو بڑھا پے کے بدلنے کو اور جھاڑ چھونک کرنے کو مگر معوذات کے ساتھ (کہ وہ جائز ہے) تعویذ گندوں میں گرہ لگانے کو۔ چوسر کھیلنے کو اور غیر محل میں عورت کا بناؤ سکنا اور آزاد عورت سے عزل کرنے کا اور بچہ کو بگاڑنا۔

اس آیت کے بارے میں چوتھے قول کا ذکر

(۱) عبد بن حمید نے ابن الحنفیہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت لقاتوا حرائکم انی شتمتم سے مراد ہے جب تم

چاہو۔

(۲) ابن ابی حاتم نے عکرمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت وقدموا لانفسکم اس سے بچہ مراد ہے۔

(۳) ابن جریر نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ لفظ آیت وقدموا لانفسکم سے مراد ہے جماع

کے وقت بسم اللہ پڑھنا۔

(۴) عبد الرزاق نے المصنف میں ابن ابی شیبہ۔ احمد، مسلم، ترمذی، ابو داؤد و نسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس (بیمار کے لئے) آئے تو یوں کہے: **بسم اللہ اللہم جنبنا الشیطن وجنب الشیطن ما رزقنا** ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (میں یہ کام کرتا ہوں) اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہم کو دے اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔

اگر ان کے درمیان بچہ (پیدا ہونے کا) فیصلہ کیا گیا تو شیطان اسے کبھی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

(۵) عبد الرزاق، العقیلی نے الفصحاء میں سلمان (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ہم کو میرے دوست ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم فرمایا کہ ہم سامان نہ بنائیں مگر جیسے مسافر کا سامان ہوتا ہے۔ اور قیدی نہ بنائیں مگر جن سے خود نکاح کریں یا ان کا کسی سے نکاح کر دیں اور ہم کو حکم دیا گیا جب ہم میں سے کوئی اپنے گھر والوں کے پاس جائے تو نماز پڑھے یا اپنی اہلیہ کو حکم کرے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور وہ دعا کرے اور اہلیہ کو حکم دے کہ وہ آمین کہے۔

(۶) عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے ابو داؤد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور ان سے کہا میں نے ایک کنواری لڑکی سے شادی کی ہے۔ اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھ سے لڑائی جھگڑا نہ کرے حضرت عبد اللہ نے فرمایا کہ محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جھگڑا شیطان کی طرف سے ہے وہ ناپسند کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے حلال فرما دیا ہے۔ جب وہ تیرے پاس آجائے تو اس کو اپنے پیچھے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم کر اور یوں دعا کر۔

اللہم بارک فی اہلی وبارک لہم فی وارزقنی منہم وارزقہم منی، اللہم اجمع بیننا ما جمعت وافرّق بیننا اذا فرقت الی خیر۔

ترجمہ: اے اللہ میرے اہل میں برکت عطا فرما اور میرے بارے میں ان کے لئے بھی برکت عطا فرما۔ اور مجھ کو ان سے رزق عطا فرما اور ان کو مجھ سے رزق عطا فرما اے اللہ ہمارے درمیان (ہمارے دلوں کو) جمع کر دے (یعنی ملا دے) جو آپ جمع فرمائیں اور ہمارے درمیان جدائی ڈال دے جب تو جدائی ڈالنے کی طرف۔

(۷) عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے ابو سعید مولیٰ اسد سے روایت کیا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کو دعوت دی ان میں ابو ذر اور ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) میں تھے۔ انہوں نے مجھ کو سکھایا اور فرمایا کہ جب تیرے پاس تیری بیوی آئے تو دو رکعت نماز پڑھ اور اس کو حکم کر کہ وہ تیرے پیچھے نماز پڑھے اور اس کی پیشانی کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کر اور اس کے شر سے پناہ مانگ پھر اپنے حقوق پورے کر۔

(۸) عبد الرزاق نے حسن (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہ بات بتائی کہ جب آدمی اپنی بیوی کے پاس آئے تو یوں

کے۔

بسم الله اللهم بارك لنا فيما رزقنا ولا تجعل للشيطان نصيبا فيما رزقنا

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (شروع کرتا ہوں) اے اللہ ہمارے لئے برکت عطا فرما جو تو ہم کو عطا فرمائے اور اس میں شیطان کے لئے کوئی حصہ نہ بنا جو تو ہم کو عطا فرمائے۔ (پھر) فرمایا اس بات کی امید رکھے کہ اگر اس کو حمل ہو گیا تو (ان شاء اللہ) نیک لڑکا ہوگا۔

(۹) ابو داؤد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دو موقعوں میں بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا جب اپنی بیوی کے پاس آتا ہے تو اللہ کا نام لے کر شروع کرے اور جب بیت الخلاء ہو تو (اللہ کا نام لے کر جائے)۔

(۱۰) ابن ابی شیبہ، الخرائطی نے مکارم اخلاق میں علقمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) جب اپنی بیوی سے جماع کرتے تھے اور انزال ہوتا تھا تو یوں فرماتے تھے۔ اللهم لا تجعل للشيطان فيما رزقنا نصيبا ترجمہ: اے اللہ جو تو ہم کو عطا فرمائے اس میں شیطان کے لئے حصہ نہ بنا۔

(۱۱) الخرائطی نے عطار رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت وقدموا لانفسكم سے مراد ہے کہ جماع کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا۔ (تفسیر درمنثور، سورہ بقرہ، لا ہور)

بَابُ: الْعَزْلِ

یہ باب عزل کے بیان میں ہے

1926- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ أَوْ تَفْعَلُونَ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ تَسْمِيَةِ قَضَى اللَّهُ لَهَا أَنْ تَكُونَ إِلَّا هِيَ كَانَتْ

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے عزل کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”کیا تم لوگ ایسا کرتے ہو اگر تم ایسا نہ کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ جس جان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ دیا ہے وہ پیدا ہوگی تو اس نے ضرور پیدا ہونا ہے۔“

1927- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا نَعَزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ

1926: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1927: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث 5208 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث 3544 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث 1137

• • • حضرت جابر فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے ساتھ عزال کے ساتھ عزال

1928 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ وَبَّاعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعْزَلَ عَنِ الْخُرْقَةِ إِلَّا بِإِذْنِهَا

• • • حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ عورت کے ساتھ عزال کیا جائے البتہ اگر اس کی اجازت کے ساتھ کیا جائے (تو جائز ہے)۔

شرح

حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزال کیا کرتے تھے اور قرآن کریم نازل ہوتا رہتا تھا یعنی نزول کا سلسلہ جاری تھا مگر اس بارے میں کوئی ممانعت نازل نہیں ہوئی۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم نے اپنی روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ ہمارے اس فعل کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع نہیں فرمایا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۱۱، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۵)

عزال کا مطلب یہ ہے کہ عورت سے اس طرح جماع کیا جائے کہ مرد جب منزل ہونے لگے تو وہ اپنا عضو مخصوص عورت کی شرم گاہ سے باہر نکال کر مادہ کا باہر ہی اخراج کر دے۔ اس طریقہ سے مادہ منویہ چونکہ اندر نہیں پہنچتا اس لئے عورت حاملہ ہونے سے بچ جاتی ہے۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ عزال جائز ہے اور بعض حضرات جن میں کچھ صحابہ بھی شامل ہیں اس کو ناجائز کہتے ہیں لیکن زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ عزال کرنا جائز ہے چنانچہ درمختار میں بھی یہی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی خاص مصلحت یا عذر کی بناء پر عزال کرنا چاہے تو اس کی اجازت ہے لیکن یہ ملحوظ رہے کہ اپنی لونڈی سے عزال کرنا تو اس کی اجازت کے بغیر بھی جائز ہے جب کہ اپنی آزاد منکوحہ سے اس کی اجازت کے بغیر بھی جائز ہوگا اسی طرح اگر کسی دوسرے کی لونڈی اپنے نکاح میں ہو تو اس کے مالک کی اجازت حاصل کرنے کے بعد اس سے عزال کرنا جائز ہوگا۔

حضرت امام شافعی کے بارے میں سید نے یہ لکھا ہے کہ ان کے نزدیک بھی اپنی آزاد منکوحہ سے اس کی اجازت کے بغیر عزال کرنا جائز ہے لیکن لونڈی خواہ اپنی منکوحہ ہو یا منکوحہ ہو اس کی اجازت کے بغیر بھی عزال کرنا جائز ہے۔ اور امام نووی نے جو شافعی المسلك ہیں (یہ لکھا ہے کہ ہمارے یعنی شوافع کے نزدیک عزال کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ انقطاع نسل کا سبب ہے۔

اور حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس لونڈی ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے اور میں اس سے جماع بھی کرتا ہوں لیکن میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ وہ حاملہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو عزال کر لیا کرو لیکن اس لونڈی کے ذریعہ جو چیز پیدا ہونی مقدر ہو چکی ہے وہ ضرور پیدا ہوگی۔ اس کے بعد کچھ

عمرہ تک دو شخص نہیں آیا اور پھر جب آیا تو کہنے لگا کہ میری لونڈی حاملہ ہو گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ میں نے تو تمہیں پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ اس کے ذریعہ جو چیز پیدا ہوئی مقدر ہو چکی ہے وہ ضرور پیدا ہوگی۔ (مسلم)

علامہ نووی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عزل کرنے کے باوجود اگر حمل ٹھہر جائے تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور علامہ ابن ہمام نے اس بارے میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے عورت کی اجازت کے بعد یا اس کی اجازت کے بغیر عزل کیا اور اس کے باوجود اس عورت کے حمل ٹھہر گیا تو آیا اس شخص کے لئے اس حمل سے انکار کرنا یعنی یہ کہنا کہ یہ حمل میرا نہیں ہے (جائز ہے یا نہیں؟)

اس مسئلہ میں تفصیل ہے، چنانچہ علماء کا قول ہے کہ اگر اس شخص نے عزل کرنے کے بعد دخول نہیں کیا تھا یا دخول کیا تھا مگر اس سے پہلے پیشاب نہیں کیا تھا تو پھر اس کے لئے اس حمل سے انکار کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس بات کا قوی احتمال ہو سکتا ہے کہ اس کے ذکر میں منی کا کوئی قطرہ باقی رہ گیا ہو اور وہ اب دخول کی صورت میں عورت کے رحم میں چلا گیا ہو اسی طرح حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا یہ مسلک ہے کہ اگر کسی شخص نے مثلاً جماع سے فارغ ہونے کے بعد پیشاب کرنے سے پہلے غسل جنابت کیا اور اس کے بعد جب اس نے پیشاب کیا تو منی کا کوئی قطرہ نکل آیا تو اس صورت میں اس پر واجب ہوگا کہ وہ اب پھر غسل کرے۔ اور حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنی المصطلق کی جنگ میں گئے تو عرب قوم میں سے کچھ لونڈی غلام ہمارے ساتھ آئے، ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی اور مجرد رہنا ہمارے لئے سخت مشکل ہو گیا اور ان لونڈیوں سے جو ہمارے ہاتھ لگی تھیں ہم نے عزل کرنا چاہا (تاکہ ان کے حمل نہ ٹھہر جائے) آخر ہم نے عزل کا ارادہ کر لیا مگر پھر ہم نے سوچا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ ہم نے آپ سے اس کے بارے میں دریافت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم عزل نہ کرو تو اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے اس لئے کہ قیامت تک جو جان پیدا ہونیوالی ہے وہ تو پیدا ہو کر رہے گی (بخاری، مسلم)

امام نووی کہتے ہیں کہ سبیا من العرب سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل عرب پر بھی رقبہ جاری ہوتا ہے جب کہ وہ مشرک ہوں (یعنی جس طرح غیر عرب مشرک و کافر جنگ میں پکڑ لئے جانے کے بعد غلام و لونڈی بنائے جاسکتے ہیں اسی طرح اگر وہ مشرک و کافر جن کا تعلق عرب نسل سے ہو کسی جنگ میں بطور قیدی ہاتھ لگیں تو وہ بھی مسلمانوں کے حق میں لونڈی غلام ہو جاتے ہیں کیونکہ یہاں جن لونڈی غلاموں کا ہاتھ لگنا ذکر کیا گیا ہے ان کا تعلق بنی المصطلق سے تھا جو قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ تھی اور قبیلہ خزاعہ والے اہل عرب میں سے تھے چنانچہ حضرت امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ (ما علیکم ان لا تفعلوا) میں حروف "الف" کے زبر کے ساتھ یعنی (ان) بھی صحیح ہے اور الف کے زیر کے ساتھ یعنی ان بھی صحیح ہے اس جملہ کے معنی نووی نے یہ بیان کئے ہیں کہ اگر تم عزل نہ کرو تو اس میں کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ جب یہ بات طے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نفس کو پیدا کرنا مقدر کر دیا ہے تو وہ ضرور پیدا ہو کر رہے گا اس لئے تم عزل کر دیا عزل نہ کرو پیدا ہونیوالی جان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا اگر اسے دنیا میں آنا ہے تو تم لا کھ عزل کر لو ضبط ولادت کے لا کھ طریق آزمالو وہ اس دنیا میں آ کر رہے گی اور اگر اس کا پیدا ہونا مقدر نہیں ہے تو پھر اگر عزل نہ کرو تو تمہارا کوئی

نکاح میں عیال کے لئے عیال کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اس اعتبار سے یہ حدیث عیال کے عدم جواز کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ (ان لا تکفلوا) میں حرف الاء، لاء سے اس صورت میں اس جملہ کے یہ معنی ہوں گے کہ عیال کرنے میں کوئی قیامت نہیں اس اعتبار سے یہ حدیث عیال کے جائز ہونے کی دلیل ہوگی۔ اور حضرت ابوسعید خدریؓ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عیال کرنے کے بارے میں پوچھا گیا کہ عیال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مٹی کے بر پانی سے بچہ بنتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو پیدا ہونے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ (مسلم)

بظہر اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ سوال اور جواب میں کوئی مطابقت نہیں ہے حالانکہ اگر حدیث کے حقیقی مفہوم پر نظر ہو تو یہ اشکال پیدا ہونے کا کوئی محل ہی نہیں رہ جاتا کیونکہ سوال کا مقصد یہ تھا کہ عیال کرنے کی اجازت مل جائے تاکہ عورت کے ہاں ولادت ہونے کا کوئی خوف نہ رہے، سوال کے اسی حقیقی مفہوم کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تم لوگ تو یہ سمجھتے ہو کہ مرد کی مٹی کا عورت کے رحم میں گرنا عورت کے ہاں ولادت ہونے کا سبب ہے اور عیال کر لینا ولادت نہ ہونے کا سبب ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مٹی کے بر پانی سے بچہ نہیں بنتا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مرد کی مٹی عورت کے رحم تک پہنچ جاتی ہے مگر اس سے بچہ نہیں بنتا اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ عیال کرتے ہیں مگر اس کے باوجود عورت حاملہ ہو جاتی ہے لہذا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا حاملہ ہونا مرد کے بار و تولید کے اندر کرنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ پر موقوف ہے، اسی طرح عورت کا حاملہ نہ ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ ہی پر موقوف ہے عیال پر موقوف نہیں ہے۔

ہاں یہ ثابت ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تولد و تناسل کا ایک نظام مقرر کر دیا ہے کہ مرد کے نطفہ سے بچہ کی تولید ہوتی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ عیال کرنے کی صورت میں بھی نطفہ کا کوئی حصہ بلا اختیار عورت کے رحم میں چلا جائے اور اس سے بچہ بن جائے بلکہ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اگر کسی بچہ کا پیدا ہونا تقدیر الہی میں ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت حاصل ہے کہ وہ اس بچہ کو بغیر نطفہ کے بھی پیدا کر دے۔ بظاہر یہ احادیث عیال کے جائز نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں لیکن ان کا حقیقی مفہوم و منشاء اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ عیال کرنا پسندیدہ نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے۔

اس مسئلہ میں حنفیہ اور دوسرے علماء کا جو فقہی مسلک ہے اس کا بیان حضرت جابر کی روایت کی تشریح میں گزر چکا ہے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں اپنی عورت سے عیال کرتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ میں اس کے شیر خوار بچہ کی وجہ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں مدت رضاعت میں وہ حاملہ نہ ہو جائے اور اس حالت میں بچہ کو دودھ پلانا نقصان پہنچ جائے گا (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ نقصان پہنچتا تو روم و فارس والوں کو ضرور نقصان پہنچتا) (مسلم)

تشریح: لوگوں کا خیال یہ تھا کہ مدت رضاعت میں جماع اور پھر حمل ٹھہرنے سے چر تک عورت کے دودھ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے اس دودھ کو پینے سے شیر خوار بچہ کو نقصان پہنچتا ہے اس کے علاوہ ایسی حالت میں رت کا دودھ بھی کم ہو جاتا ہے اس کا

یاصل یہ تھا کہ ای خوف کی بنا پر اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کی اجازت چاہی اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اس کا حاصل یہ تھا کہ اگر مدت رضاعت میں جماع کرنا اور حمل ٹھہر جانا شیر خوار بچہ کو نقصان دہ ہوتا تو یہ برواقہ و نوالوں کو ضرر نقصان پہنچاتا کیونکہ وہ اس کے عادی ہیں اور جب ان کی یہ عادت ان کے لئے نقصان دہ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ مدت رضاعت میں حمل ٹھہر جانا نقصان دہ نہیں ہے لہذا عزل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور حمل ٹھہر جانے کے خوف کی وجہ سے عزل نہ کرو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عزل کی کراہت و ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اور حضرت جدامہ بنت وہب کہتی ہیں کہ ایک دن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت لوگوں کی ایک جماعت وہاں موجود تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگوں کو غیلہ سے منع کروں لیکن پھر میں نے دیکھا کہ روم و فارس کے لوگ اپنی اولاد کی موجودگی میں غیلہ کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں ہوتا تو میں نے اس ارادہ کو ترک کر دیا (پھر لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کرنے کے بارے میں پوچھا کہ اس کا کیا حکم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عزل کرنا تو پوشیدہ طور پر زندہ گاڑ دینا ہے اور یہ ایک بری عادت ہے جو اس آیت کریمہ (وَإِذَا الْمَوْءُؤَةُ سُئِلَتْ، الْمَكُورِ: ۸) (اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی تھی) کے حکم میں داخل ہے۔ (مسلم تشریح: غیلہ کے معنی ہیں حمل کی حالت میں بچہ کو دودھ پلانا اور نہایہ میں لکھا ہے کہ غیلہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ایام رضاعت میں اپنی بیوی سے جماع کرے چنانچہ اہل عرب غیلہ یعنی ایام رضاعت میں اپنی بیوی سے جماع کرنے) احتراز کرتے تھے اور اس کی وجہ ان کا یہ گمان تھا کہ اس صورت میں شیر خوار بچہ کو نقصان پہنچتا ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ ارادہ فرمایا کہ لوگوں کو ایام رضاعت میں اپنی بیوی کے پاس جانے سے منع کر دیں لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ روم و فارس کے لوگ ایسا کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کا ارادہ ترک فرمادیا۔ واد کے معنی ہیں زندہ درگور کرنا، جیتا گاڑ دینا، زمانہ جاہلیت میں اہل عرب تنگدستی کے خوف اور عار کی وجہ سے اپنی بچیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان والدین سے سخت باز پرس کی جائے گی جو اپنے ہاتھوں اپنی بچیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل کو بھی واد خفی یعنی پوشیدہ زندہ گاڑ دینے سے تعبیر فرمایا۔ اس طرح یہ حدیث منسوخ ہے یا آپ نے یہ بات محض تہدید و تنبیہ کے طور پر فرمائی ہے یا پھر یہ کہ اس ارشاد کے ذریعہ گویا اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ عزل نہ کرنا ہی اولیٰ اور زیادہ بہتر ہے۔ ان حضرات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک مجلس منعقد تھی۔ حاضرین میں حضرت علی حضرت زبیر اور حضرت سعد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ کے علاوہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق بھی موجود تھے۔ عزل کے سلسلہ میں مباحثہ ہو رہا تھا صحابہ کی رائے تھی کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن ایک صحابی نے یہ کہا کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ عزل کرنا مودۃ (چھوٹی مودۃ) ہے یعنی جس طرح اپنی اولاد کو زندہ گاڑ دینا مودۃ کبریٰ ہے اسی طرح عزل کرنا مودۃ صغریٰ ہے حضرت علی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس سلسلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ جب تک بچہ میں

جان نہ پڑے مؤدۃ کے ملبوم کا اطلاق نہیں ہوگا یعنی اگر جان پڑ جائے کے بعد استقاط حمل کرایا جائے یا زندہ پیدا ہونے کے بعد اسے جیتا جاگتا گاڑ دیا جائے تو اس کو مؤدۃ کہا جائے گا۔

حضرت علی کا یہ جواب سن کر حضرت عمر نے فرمایا علی! اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے تم نے سچ کہا ہے چنانچہ فقہی مسئلہ یہ ہے کہ جب تک بچہ میں جان نہ پڑے استقاط حمل جائز ہے اور قرار حمل کے بعد ایک سو بیس دن میں حمل کے اندر جان پڑتی ہے گویا قرار حمل کے بعد ایک سو بیس دن کے اندر اندر تو استقاط حمل جائز ہے اس کے بعد جائز نہیں ہے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد گرامی عزل کے حرام ہونے پر دلالت نہیں کرتا البتہ اس کے مکروہ ہونے پر ضرور دلالت کرتا ہے بایں معنی کہ عزل کرنا واد حقیقی یعنی واقعہ زندہ درگور کر دینے کے حکم میں داخل نہیں ہے کیونکہ واد حقیق کا مطلب ہوتا ہے ایک جان کو ہلاک کر دینا جب کہ عزل میں یہ صورت نہیں ہوتی البتہ عزل کرنا واد حقیقی کے مشابہ یقیناً ہے اسی واسطے اس کو پوشیدہ زندہ گاڑ دینا فرمایا گیا ہے جو اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ عزل کے ذریعہ چونکہ اپنے مادہ تولید نطفہ کو ضائع کیا جاتا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مادہ تولید اللہ تعالیٰ نے بچہ پیدا ہونے کے لئے مہیا کیا ہے اس لئے یہ فعل یعنی عزل کرنا اپنے بچہ کو ہلاک کرنے یا اس کو زندہ درگور کر دینے کے مشابہ ہے۔

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کے بارے میں یہ صحیح روایت منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ عزل مؤدۃ صغریٰ ہے۔ نیز حضرت ابو امامہ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ جب ان سے عزل کا حکم پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے کسی مسلمان کو عزل کرتے نہیں دیکھا سنا اس سے معلوم ہوا کہ عزل کرنا پسندیدہ نہیں ہے (اسی طرح حضرت ابن عمر سے یہ منقول ہے کہ حضرت عمر فاروق نے بعض لوگوں کو عزل کرنے پر مارا ہے اور حضرت عثمان غنی کے بارے میں یہ منقول ہے کہ وہ عزل کرنے سے منع کرتے تھے۔ ان تمام روایات سے عزل کی ممانعت ثابت ہوتی ہے لیکن علماء لکھتے ہیں کہ یہ ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہے۔

بَابُ: لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَلَا عَلَى خَالَتِهَا

یہ باب ہے کہ کسی عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ پر نکاح نہ کیا جائے۔

1929- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَيْبٍ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَلَا عَلَى خَالَتِهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”کسی عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی پر یا اس کی خالہ پر نکاح نہ کیا جائے“ (یعنی کسی ایسی عورت کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے جس کی پھوپھی یا خالہ پہلے سے آدمی کے نکاح میں ہو)

شرح

پھوپھی اور خالہ سے عمومیت مراد ہے یعنی خواہ حقیقی پھوپھی اور خالہ ہوں جیسے اس عورت کے باپ اور ماں کی بہن یا مجازی

ہوں جیسے اس عورت کے دادا اور پڑدادا یا اس سے اوپر کے درجہ کی بہن اور نانی و پڑنانی یا اس سے اوپر کی درجہ کی بہن۔ حدیث میں پھر بھی پہنچی اور خالہ بھانجی کی تخصیص محض اتفاق ہے کہ کسی شخص نے ان دونوں ہی کے بارے میں پوچھا ہوگا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انہی دو کا تذکرہ فرمایا ورنہ ان دونوں کے علاوہ اور بھی کچھ عورتیں ایسی ہیں جن کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا حرام ہے۔

1930- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُثْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَّارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ نِكَاحَيْنِ أَنْ يَجْمَعَ الرَّجُلُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَبَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا

• • • حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو دو طرح کے نکاح سے منع کرتے ہوئے سنا ہے: "ایک یہ کہ عورت اور اس کی پھوپھی کو یا عورت اور اس کی خالہ کو نکاح میں جمع کر لیا جائے۔"

1931- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُبَلِّسِ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّهْشَلِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَلَا عَلَى خَالَتِهَا

• • • ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کا نکاح پر کیا جائے۔

بَابُ: الرَّجُلُ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَتَزَوِّجُ فَيُطَلِّقُهَا

قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا أَوْ يَرْجِعَ إِلَى الْأَوَّلِ

یہ باب ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا ہے پھر وہ عورت دوسری شادی کر لیتی ہے دوسرا شوہر اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دیتا ہے تو کیا وہ پہلے شوہر کے پاس واپس جاسکتی ہے؟

1932- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَبِتَّ طَلَاقِي فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ الزَّيْبِرِ وَإِنَّ مَا مَعَهُ مِثْلُ هَذِهِ الثَّوْبِ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

1930: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1931: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1932: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث 3639 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث 3512 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث 1118

لَقَالَ أَمْرٌ يُدِينُ أَنْ نَرْجِعِي إِلَيْهِ وَفَاعِلَةٌ لَا حَتَّى تَذُوقِي غَسِيلَهُ وَتَذُوقِي غَسِيلَكَ

• • • سیدہ عائشہ صدیقہ عجمیہ بیان کرتی ہیں: رفاہہ قرعہ کی اہلیہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی میں پہلے رفاہہ کی بیوی تھی پھر اس نے مجھے طلاق دیدی اس نے مجھے طلاق بدوئی پھر میں نے عبدالرحمن بن زبیر کے ساتھ شادی کر لی اس کا ساتھ کپڑے کے کنارے کی مانند ہے تو نبی کریم ﷺ مسکرا دیئے آپ ﷺ نے دریافت کیا کیا تم رفاہہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہو؟ ایسا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک تم اس (عبدالرحمن بن زبیر) کا شہد نہیں چکھ جتی اور وہ تمہارا شہد نہیں چکھ لیتا ہے۔

شرح

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک تمہارا دوسرا شوہر تمہارے سات جہاٹ نہ کرے اور پھر اس کی طلاق کے بعد تم عدت کے دن پورے نہ کر لو تم اپنے سابق خاوند یعنی رفاہہ سے نکاح نہیں کر سکتیں چنانچہ یہ حدیث مشہور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حلالہ یعنی سابق خاوند کے واسطے حلال ہونے کے لئے کسی دوسرے مرد سے محض نکاح کرنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ مجامعت بھی ضروری ہے البتہ مجامعت میں صرف دخول کافی ہے انزال شرط نہیں۔

1933 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُلْفَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ قَالَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ رَزِيْنٍ يُحَدِّثُ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ تَكُونُ لَهُ الْمَرْأَةُ فَيُطَلِّقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا رَجُلٌ فَيُطَلِّقُهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا أَتَرْجِعُ إِلَى الْأَوَّلِ قَالَ لَا حَتَّى يَذُوقَ الْعُسَيْلَةَ

• • • حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: ایسا شخص جس کی بیوی ہو اور وہ اسے طلاق دیدے پھر کوئی دوسرا شخص اس عورت کے ساتھ شادی کرے اور وہ اس عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دے تو کیا وہ عورت پہلے شوہر کے پاس واپس جاسکتی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا جب تک وہ مرد (اس عورت کا) شہد نہیں چکھ لیتا۔

طلاق ثلاثہ کے وقوع میں مذاہب اربعہ

ایک مجلس میں تین دفعہ دی گئی طلاق گوشت کے خلاف ہے، طلاق بدعت ہے؛ لیکن اس کے واقع ہو جانے میں ائمہ اربعہ کا اختلاف نہیں، حضرت امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقد اختلف العلماء فيمن قال لامرأته انت طالق ثلاثا فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث - (نووی شرح مسلم)

علامہ نووی شافعی کہتے ہیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور قدیم و جدید تمام علماء کے نزدیک تین طلاقیں

واقع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح امام ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائے گی۔

سیدنا حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی یہی نظریہ ہے اور بعد کے تابعین اور ائمہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (المطبی ج ۳ ص ۲۸۲ دوسرا)

بیک وقت تین طلاق دینا حرام ہیں

حضرت محمود ابن لبید کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے بارے میں بتایا گیا جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا اللہ عزوجل کی کتاب کے ساتھ کھیلا جاتا ہے (یعنی حکم خداوندی کے ساتھ استہزاء کیا جاتا ہے) درآنحالیکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں یہ سن کر مجلس نبوی میں موجود صحابہ میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں؟ (نسائی)

اللہ عزوجل کی کتاب سے قرآن کریم کی یہ آیت (الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ فَإِمَّا سَأَكَ بِمَعْرُوفٍ ۚ) (البقرہ: ۲۲۱) مراد ہے۔

اس آیت میں یہاں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں نہ دینی چاہئیں بلکہ متفرق طور پر دینی چاہئیں وہیں (وَلَا تَجْعَلُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ) (البقرہ: ۲۲۱) کے ذریعہ یہ تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو لہو لعب کی طرح بے وقعت مت سمجھو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ متفرق طور پر طلاق دینے کی بجائے ایک ساتھ تینوں طلاقیں دینا حق تعالیٰ کے حکم و منشاء کی خلاف ورزی ہے اور یہ خلاف ورزی گویا حق تعالیٰ کے احکام کے ساتھ استہزاء ہے۔ کیونکہ جس شخص نے حق تعالیٰ کے حکم کے خلاف کیا اس نے درحقیقت اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ اس کی نظر میں حکم خداوندی کی کوئی وقعت نہیں ہے کہ اس پر عمل نہ کرنا اور کرنا دونوں برابر ہیں۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک تین طلاق ایک ساتھ دینا بدعت و حرام ہے۔ اور اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے اس فعل پر غضبناک ہوتے تھے جو گناہ و معصیت کا باعث ہوتا تھا حضرت امام شافعی کے نزدیک تین طلاق ایک ساتھ دینا حرام نہیں ہے بلکہ خلاف اولیٰ ہے۔

علماء لکھتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک ساتھ نہ دینے میں فائدہ یہ ہے کہ ایک طلاق کے بعد شاید اللہ تعالیٰ خاوند کے دل کو اس کی بیوی کی طرف مائل کر دے اور اس کے فیصلہ میں کوئی ایسی خوشگوار تبدیلی آ جائے کہ وہ رجوع کر لے اور ان دونوں کے درمیان مستقل جدائی کی نوبت نہ آئے۔

علماء کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ انت طالق طلاقا (یعنی تجھ پر تین طلاق ہیں) تو آیا اس کی بیوی پر ایک طلاق پڑے گی یا تین طلاق واقع ہوں گی چنانچہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حضرت امام شافعی، حضرت امام ابو حنیفہ حضرت امام احمد اور جمہور علماء یہ فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں پڑیں گی جب کہ طائوس اور بعض اہل ظاہریہ کہتے ہیں کہ ایک طلاق پڑ گئی۔

ایک صحابی کا یہ کہنا کہ میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں؟ اس بناء پر تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کتاب اللہ کے

ساتھ استہزاء کرنے والا کہا تھا جو کفر ہے اور اگر کوئی مسلمان کفر کی حد میں داخل ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے حالانکہ ان سماجی نے یہ نہیں جانا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو الفاظ ارشاد فرمائے ہیں وہ زجر و توبیخ پر مبنی ہیں ان کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔

ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کا بیان

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان سے حضرت عویمر عجلان نے بیان کیا کہ میں حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی اہلیہ کے پاس کسی اجنبی آدمی کو دیکھے اور وہ شخص اس اجنبی شخص کو قتل کر دے تو اس قتل کرنے کے عوض کیا اس شخص کو بھی قتل کر دیں گے اگر وہ شخص ایسا نہ کرے؟ یعنی اس عورت کے شوہر کے واسطے کیا شرعی حکم ہے؟ تم یہ مسئلہ اے عاصم میری جانب سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو چنانچہ پھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ سوال ناگوار محسوس ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کو برا خیال فرمایا اور سائل کے اس سوال کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معیوب خیال فرمایا حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواری محسوس کر کے گراں محسوس ہوا اس وجہ سے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو اس سوال سے افسوس ہوا اور ان کو اس سوال سے شرمندگی محسوس ہوئی اور خیال ہوا کہ میں نے خواہ مخواہ یہ مسئلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا بہر حال جس وقت حضرت عاصم رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس گھر تشریف لائے جب حضرت عویمر کہنے لگے کہ تم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ حضرت عویمر سے حضرت عاصم نے کہا کہ تم نے مجھ کو اس طرح کے سوال کرنے کا خواہ مخواہ مشورہ دیا (یعنی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ نہیں دریافت کرنا چاہیے تھا) اس پر حضرت عویمر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں اس مسئلہ کو بغیر دریافت کیے نہیں رہوں گا۔ یہ کہہ کر حضرت عویمر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل دیے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے کو دیکھے اور اگر یہ شخص اس کو قتل کر دے تو کیا اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا؟ آیا اس کے ساتھ (یعنی قاتل کے ساتھ) کس قسم کا معاملہ ہوگا؟ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے واسطے حکم خداوندی نازل ہو چکا ہے تم جاؤ اور اس عورت کو لے کر آؤ۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے لعان کیا یعنی حضرت عویمر اور ان کی اہلیہ محترمہ نے اور ہم لوگ بھی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک موجود تھے۔ جس وقت حضرت عویمر لعان سے فارغ ہو گئے تو فرمانے لگے کہ اگر اب میں اس خاتون کو مکان میں رکھوں تو میں جھوٹا اور غلط گو قرار پایا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اسی وقت تین طلاقیں دے ڈالیں اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انتظار بھی نہ فرمایا۔ (سنن نسائی: جلد دوم: رقم الحدیث 1340)

بیک وقت تین طلاقیں دینے کی ممانعت و انعقاد

سہ بارہ طلاق کا طریقہ یقیناً قرآن و حدیث کے خلاف اور گناہ و معصیت ہے، غور و فکر کے بغیر غصہ کی حالت میں طلاق دینے

کی آمد سے پہلے ہی سے یہ طلاق میں شمار ہوتا ہے۔ ہاں اس لئے۔ ہاں طلاق کا طریقہ یہ تھا کہ تیار نہیں کرنا چاہیے اور مسلم معاشرے میں مرد طلاق کو اس سے واقف کرانا چاہیے تاکہ۔ ہاں طلاق کا لفظ شری طریقیہ تیار نہ لیا جائے اور مصیبت کی یہ راہ سدور ہو جائے اس لئے ہاں اگر کوئی شخص تین طلاق دے تو تین واقع ہو جائیں گی۔ عہد نبوی میں ایک صاحب نے تین طلاق دی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نافذ قرار دیا۔

سنن ابوداؤد شریف کتاب الطلاق باب فی الامان من 308 میں حدیث پاک ہے: حسن مہول بن سعد فی ہذا العصر قال لعلہا ثلاث تطلیقات عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فالغدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے (حضرت حویر مجملانی رضی اللہ عنہ کے) واقعہ کے بارے میں روایت ہے انہوں نے فرمایا (حویر مجملانی رضی اللہ عنہ) نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تین طلاق کو نافذ قرار دیا۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاق کو کالعدم نہیں قرار دیا جاسکتا، جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ اربعہ اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ تین طلاق دینے سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں۔

یہ مسئلہ احادیث مبارکہ سے ثابت اور صحابہ و تابعین، فقہاء و محدثین سے منقول ہونے کے بعد اس کے مقابل کسی کی رائے کو قبول نہیں کیا جاسکتا مقام غور ہے کہ غصہ کی حالت میں اگر کوئی شخص کسی دنیوی قانون کی خلاف ورزی کرے تو اس کو قابل سزا قرار دیا جاتا ہے اور وہی شخص اسلامی قانون کی خلاف ورزی کرے تو غصہ کی حالت کا عذر پیش کر کے رائے زنی کی جاتی ہے، اہل اسلام قرآن وحدیث میں بتائے گئے اصول و احکام کے پابند ہیں، لہذا تین طلاق کے سلسلہ میں دی گئی یہ رائے کہ غصہ کی حالت میں اور بیوی کو اطلاع نہ پہنچنے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، ناقابل قبول ہے۔

رد المحتار ج 2 کتاب الطلاق ص 455 میں ہے وذهب جمہور الصحابة والتابعین ومن بعدہم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلاث وعن هذا قلنا لو حکم حاکم بانہا واحدة لم یفد حکمہ لانہ لا یسوغ الاجتهاد لہ فہو خلاف لا اختلاف۔

طلاق ثلاثہ کے نفاذ کا ثبوت

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ میں خالد کی لڑکی ہوں اور فلاں کی اہلیہ ہوں اور اس نے مجھ کو طلاق کہلوائی ہے اور میں اس کے لوگوں سے خرچہ اور رہائش کے واسطے مکان مانگ رہی ہوں۔ وہ انکار کرتے ہیں۔ شوہر کی جانب کے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کے شوہر نے اس کو تین طلاقیں دے کر بھیجا ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کا نان نفقہ اور رہائش کے واسطے جگہ اس خاتون کو ملتی ہے کہ جس خاتون سے مرد طلاق سے رجوع کرے اور تین طلاق دینے کے بعد طلاق سے رجوع نہیں ہو سکتا۔ اس

وجہ سے ایسی عورت کا نان نفقہ بھی نہ ملے گا۔ (سنن نسائی: جلد دوم، رقم الحدیث: ۱۲۸۱)

ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع میں اسلاف امت مسلمہ کا اختلاف

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ابن عباس، ابو ہریرہ، ابن عمر، عبداللہ بن عمرو، ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں اور عورت اس پر حرام ہو جائے گی حتیٰ کہ کسی دوسرے مرد سے شادی کرے اور پھر بیوہ ہو یا طلاق پاسے اور اس میں مدخولہ یا غیر مدخولہ کا کوئی فرق نہیں۔ اور یہی قول ہے بعد کے اکثر اہل علم کا تابعین اور ائمہ میں سے بھی ہے۔

اور عطاء، طاؤس سعید بن جبیر، ابوالشعثا اور عمرو بن دینار کا کہنا ہے کہ غیر مدخولہ کی اکٹھی تین طلاقیں ایک ہوں گی۔ اور طاؤس ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہ کی ابتدائی خلافت میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں، اور سعید بن جبیر، عمرو بن دینار، مجاہد، اور مالک بن الحارث ابن عباس سے طاؤس کی روایت کے خلاف روایت کرتے ہیں، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی طاؤس کی روایت کے خلاف ہے۔ (مغنی، ج ۷، ص ۳۷۰، بیروت)

بہ یک وقت تین طلاقوں کے عدم وقوع میں غیر مقلدین کے عجیب استدلالات

غیر مقلدین نے تین کو ایک ثابت کرنے کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دیئے ہیں اور اس قسم کے استدلال شروع کیے ہیں جو بعض اوقات عقل و ادراک سے بالکل دور اور انسانی سوچ سے کوسوں دور ہیں۔ اول تو غیر مقلدین رائے اور قیاس کی سخت مخالفت کرتے ہیں مگر جب خود کسی مسئلہ میں رائے یا قیاس سے کام لیتے ہیں تو پھر تمام عقلی حدود سے بھی گزر جاتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہمہ وقت قرآن و حدیث ہوتا ہے۔ اور کسی قسم کے فقہی اصول کو خاطر میں نہیں لاتے لیکن جب کسی مسئلہ میں پھنس جاتے ہیں یا فقہاء کی مخالفت کی ٹھان لیتے ہیں تو پھر رائے، قیاس، ظن، گمان اور ہر طرح غیر فقہی اصول بھی اپنانے سے گریز نہیں کرتے۔

طلاق ثلاثہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تعزیری فیصلہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ناپسندیدہ عمل ہے: اسلام کے اصول عدل و اصلاح پر مبنی ہیں اسی بناء پر بوقت مجبوری اسلام نے طلاق کو جائز رکھا ہے۔ یعنی اگر میاں بیوی کے درمیان نباہ کی صورت نہیں رہتی تو پھر طلاق کے ذریعہ وہ ایک دورے سے خلاصی کر سکیں گے باوجود اس کے کہ یہ فعل اللہ کو پسند نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند چیز طلاق ہے۔

(المسند رک للہاکم، ج ۲، ص ۱۹۶)

اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور حافظ ذہبی نے تلخیص میں اس کو صحیح مسلم کی شرط پر مانا ہے۔ اس ناپسندیدگی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طلاق آخری حربہ ہے اس سے قبل جہاں تک اصلاح کا امکان ہو تو اس کی کوشش کی جائے۔

بیک وقت زیادہ طلاق دینا منع ہے

اسی لئے شریعت نے بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے۔ محمود بن ابیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کی خبر دی گئی کہ اس نے بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ اللہ کی کتاب سے کھیل ہو رہا ہے حالانکہ میں تم میں موجود ہوں یہاں تک کہ یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کو قتل نہ کر دوں؟ (سنن نسائی، ج 2، ص 81)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں بیک وقت تین طلاقیں کو بدعت کہا گیا ہے اور اس طرح طلاق دینے والے کو عاصی اور گنہگار بتلایا گیا ہے۔ (ہدایہ، ج 2، باب طلاق النہ، ص 355)

امام ابو بکر صامی رازی حنفی نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس مسئلہ کی بابت چند آثار نقل کر کے فرماتے ہیں: ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے تین طلاقیں اکٹھی دینے کی منع ثابت ہے۔ اور کسی ایک صحابی سے اسکے خلاف منقول نہیں لہذا اجماع ہوا۔

(احکام القرآن، ج 1، ص 382)

(طلاق سنت) بلکہ شریعت نے طریقہ یہ بتلایا ہے کہ کم از کم ایک مہینہ کے بعد دوسری طلاق ہو۔ چنانچہ امام نسائی نے سنن میں اس کے لیے ایک باب مقرر کیا ہے کہ "باب طلاق النہ" اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (وہ فرماتے ہیں) مسنون طریقہ طلاق کہ یہ ہے کہ طہر کی حالت میں بغیر ہم بستری کے ایک طلاق دے پھر ایک ماہ واری کے بعد طہر آئے تو دوسری طلاق دے اسی طرح تیسرے طہر میں پھر (تیسری) طلاق دے اسکے بعد عدت گزارے۔ اور امام اعظمی فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعی سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

(سنن نسائی، ج 2، باب طلاق النہ، ص 80)

اور علامہ ابو بکر صامی رازی حنفی فرماتے ہیں: "ہمارے علماء (حنفی) نے کہا ایک طلاق کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب حیض سے پاک ہو تو بغیر جماع (ہم بستری) کرنے کے ایک طلاق دیدے اور اگر تین دینا چاہتا ہے تو ہر ایک طلاق ہر ایک طہر میں قبل الجماع (ہم بستری سے پہلے) دیدے یہی قول امام سفیان ثوری کا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ بواسطہ ابراہیم نخعی ہم کو خبر پہنچی ہے کہ صحابہ کرام کو یہ بات پسند تھی کہ بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں نہ دی جائیں اور تین طلاقیں الگ الگ ہر ایک طہر میں دی جائیں۔

(احکام القرآن للجصاص، ج 1، ص 389)

ایک وقت کی تین طلاق کا ایک ہونا فطرت سلیمہ کے موافق ہے: یہی فیصلہ عقل سلیم اور فطرت انسانیہ کے موافق ہے کیونکہ تین ماہ کا وقفہ اس لیے دیا جاتا ہے کہ کسی طرح دونوں میاں بیوی پشیمیاں ہو کر دوبارہ اپنا گھر آباد کریں۔ اور جب ثابت ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور گناہ ہے بلکہ اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل اور مذاق ہے، تو پھر اس قسم کی طلاق کیسے واقع ہو سکتی ہے اس کو واقع کہنا گویا کہ ایک ناجائز فعل کی اجازت دینا ہے۔

ایک وقت کی تین طلاق کا ایک ہونا اور (موتان) کی وضاحت: (طلاق دو مرتبہ ہے اس کے بعد پھر نیکی کے ساتھ لوٹنا کے رکھنا

یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔) (البقرہ: ۲۲۹)

یہ آیت کریمہ بھی واضح کرتی ہے کہ بیک وقت ایک ہی طلاق ہوگی، نہ دو، نہ تین کیونکہ "مرتتان" کا اطلاق "مرۃ بعد مرۃ" کے بعد دیگرے پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ: (مسعد بہم مرتین) (البقرہ: ۲۲۱) یعنی عنقریب انکو ہم دو مرتبہ عذاب کریں گے۔ جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ دونوں عذابوں کے درمیان وقفہ ہوگا ورنہ بیک وقت ایک ہی عذاب کہلائے گا نہ کہ اسے دو مرتبہ کہا جائے گا۔ اس طرح (مرتتان) کا مطلب ہے کہ دونوں طلاقوں میں وقفہ ہو۔ اسی طرح تیسری (طلاق) بھی وقفہ کے بعد ہو جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا۔

مندرجہ بالا استدلال میں غیر مقلدین نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فقہی استدلال کو تعزیری کہہ کر ٹھکرا دیا اور خود اپنے اجتہادی نقطہ نظر اور تین کو ایک بنا کر ایک ایسی رائے قائم کی جس کی کوئی بنیاد نہ ہو اسے شریعت بنا کر لوگوں پر ٹھونس دیا ہے۔ ہم غیر مقلدین سے یہ پوچھنے میں بہ جانب حق ہیں کہ انہیں اس قسم کے استدلال کوئی وحی سے معلوم ہوئے ہیں۔ کہیں مرزے قادیانی کی طرح ان پر الہامی وحی یا قادیانی دجال کی طرح کوئی خفیہ چالی وحی تو نہیں آنے لگی کہ جس سے استدلال کرتے کرتے لوگوں پر کوئی نئی شریعت زبردستی نافذ کرنے میں مصروف ہوئے ہیں۔

طلاق ثلاثہ کے وقوع میں مذاہب اسلاف و مذاہب اربعہ

واضح رہے کہ از روئے قرآن و حدیث و جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رضی اللہ عنہم و تبع تابعین رضی اللہ عنہم، ائمہ مجتہدین بالخصوص چاروں ائمہ کرام امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک علیہ الرحمہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم ان تمام حضرات کے نزدیک ایک ساتھ تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان (بقرہ)

اور اگلی آیت میں ہے: فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (بقرہ) یعنی دو طلاق دینے تک تو مرد کو رجوع کا اختیار ہے، لیکن جب تیسری طلاق بھی دیدی تو اب مرد کے لئے رجوع کا حق باقی نہیں رہتا، عورت اپنے شوہر پر حرمت مغلطہ کے ساتھ حرام ہو جاتی ہے۔

چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ترجم البخاری علی هذه الآية باب من اجاز الطلاق الثلاث بقوله تعالى الطلاق مرتان، فامساک بمعروف او تسریح باحسان، وهذا اشارة الى ان هذه التعدید انما هو فسخة لهم فمن ضیق علی نفسه لزمه قال علمائنا: واتفق ائمة الفتوی علی لزوم ایقاع الطلاق الثلاث فی کلمة واحدة وهو قول جمہور السلف المشہور عن الحجاج بن ارطاة وجمہور السلف والائمة انه لازم واقع ثلاثا ولا فرق بین ان یوقع ثلاثا مجتمعۃ فی کلمة او متفرقة فی کلمات (الجامع لاحکام القرآن)

ترجمہ: اگر کسی نے طلاق کر دیا ہے

فقد انقضت حکمہ لہذا نہ ہوا، لہذا طلاق عروسی کا مساندہ معرووفہ او تسویح باحسان الایہ
میں اٹھیں و طلاق ثلاث معاً مع کونہ منہا عنہا
کی حد تک ہی ہے

عن عائشة ان رجلاً طلق امرأته ثلاثاً فتزوجت فطلق فسنل البیاحل للاول قال
لا حتی بذوق عسلتها کما ذاق الاول (بخاری شریف)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدیں پھر اس نے اس سے
نکاح کر لیا، اس کے صحبت کے بغیر طلاق دیدی، آپ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ پہلے خاوند کے لئے یہ عورت حلال ہوئی؟
آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب تک دوسرا شوہر صحبت نہ کر لے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں طلاق امرائہ ثلاثاً کا جملہ اس کا مقتضی ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی اور دفعہ دی گئیں۔ اسی طرح حافظ ابن حجر
مستدلی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تین طلاقیں اکٹھی واقع ہو جانے پر استدلال ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

وهی بايقاع الثلاث اعم من ان تكون مجمعة او متفرقة (فتح الباری، اداره بحوث العلمیہ)
حدیث میں ہے:

عن مجاهد قال كنت عند ابن عباس فجاءه رجل فقال انه طلق امرأته ثلاثاً قال فسكت حتى
هست انه رآدها اليه ثم قال ينطلق احدكم فيركب الحموقه ثم يقول: يا ابن عباس يا ابن عباس
وان الله تعالى قال ومن يتق الله يجعل له مخرجاً، وانك لم تتق الله فلا جد لك مخرجاً، عصيت
ربك وبانت منك امراتك . (سنن ابی داؤد، حقاہ)

ترجمہ: مجاہد سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا
اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں (کیا حکم ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش
ہو گئے (مجاہد کہتے ہیں) مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی بیوی کو واپس لوٹانے والے ہیں پھر ابن عباس
رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان پر حماقت سوار ہوتی ہے، پھر میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے یا ابن عباس
یا ابن عباس رضی اللہ عنہما جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے راستہ نکالتا ہے اور تو اللہ تعالیٰ
سے ڈرتا نہیں (اور بیک وقت تین طلاقیں دیدی) اس لئے قرآن کے مطابق تمہارے لئے کوئی راستہ نہیں پاتا تو نے خدا کی نافرمانی
کی ہے اور تمہاری بیوی تم پر حرام ہو گئی ہے اور تم سے جدا ہو گئی ہے۔ اور ابو داؤد اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

روى هذا الحديث حميد الاعرج وغيره عن مجاهد عن ابن عباس رضي الله عندهم قالوا في

الطلاق العلمت انه اعازها قال وبانت منك (اسی داؤد، حقاہیہ)

یعنی ان حضرات نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے یہ تمام رواۃ مختلفہ طور پر نقل فرما رہے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا اور فتویٰ دیا کہ عورت جدا ہو گئی۔ اسی طرح نسائی شریف کی حدیث میں ہے۔

عن محمود بن لبید قال اخبر رسول الله عن رجل طلق امراته ثلاث تطلقات جميعاً فقام

غضباً ثم قال ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهر كم حتى قال رجل وقال يا رسول الله الا اقتله

(سنن نسائی، کتاب طلاق، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ: محمود بن لبید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیدیں ہیں۔ آپ علیہ السلام نے غضبناک ہو کر تحریر فرمائی کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے، حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، آنحضرت اکایہ غصہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اسے قتل نہ کر دوں۔ حدیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں مجتمعاً واقع ہو جاتی ہیں۔ اگر واقع نہ ہوتیں تو آنحضرت اغضبناک نہ ہوتے اور فرمادیتے کہ کوئی حرج نہیں رجوع کرلو۔

اسی طرح مؤطا امام مالک علیہ الرحمہ میں ہے۔

عن مالك بلغه ان رجلاً قال لابن عباس رضي الله عنهما اني طلق امرأتي مائة تطلقه

ما ذاتري علي؟ فقال له ابن عباس طلق منك ثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها

آيات الله هزوا

ترجمہ: ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں ہیں، اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے تو عورت تجھ سے جدا ہو گئی اور بقیہ ستانوے طلاقوں سے تو نے اللہ کی آیات کا تمسخر کیا ہے۔ اور طحاوی شریف میں ہے۔

عن مالك بن حارث قال رجل الى ابن عباس رضي الله عنهما فقال ان عمي طلق امراته ثلاثاً فقال: ان عمك

عصى الله فالحمد لله واطاع الشيطان فلم يجعل له مخرجاً فقلت كيف تری فی رجل يجعلها له

فقال من يخادع الله يخادعه (باب الرجل يطلق امراته ثلاثاً معاً)

مالک بن حارث فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا میرے چچا اپنی عورت کو دفعہ تین طلاقیں دے بیٹھے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تیرے چچا نے خدا کی نافرمانی کی اور شیطان کی اطاعت کی اور آپ نے اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکالی۔ مالک بن حارث فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا: آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو اس عورت کو اس شوہر کے لئے حلال کرے؟ آپ نے فرمایا: جو اللہ سے چالبازی کرے گا اللہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرے گا۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

عن انس قال کان عمر اذا اتى برجل قد طلق امراته ثلاثاً فی مجلس او جمعه ضرباً ولفوق بينهما ولله ایضا عن معمر عن الزهري فی رجل طلق امراته ثلاثاً جميعاً قال ان من فعل فقد عصی ربه ومانت منه امراته .

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دی ہوتیں تو آپ اس کو سزا دیتے ہیں اور دونوں میں تفریق کر دیتے ہیں۔ تو قرآنی آیات و تفاسیر و احادیث سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقط تین طلاقیں دینے سے تین ہی شمار ہوتی ہیں۔

باقی غیر مقلدین کا مسئلہ فتویٰ از روئے قرآن و حدیث اور جمہور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور چاروں ائمہ کے متفقہ مسلک کے خلاف ہے، جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اور جس حدیث کو بطور استدلال پیش کیا ہے، اس حدیث سے تین طلاقوں کو ایک شمار کرنے کا استدلال کرنا تمام فقہاء کے نزدیک باطل ہے۔ مذکورہ حدیث حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے اس حدیث سے استدلال کرنا اس لئے درست نہیں ہے کہ اس حدیث کو ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت غیر مدخولہ کے متعلق ہے، عام نہیں ہے۔ واضح رہے کہ عورتیں دو قسم کی ہیں۔ غیر مدخولہ (جس کے ساتھ بہستری نہ ہوئی ہو)

مدخولہ (جس کے ساتھ محبت ہو چکی ہو) غیر مدخولہ عورت کو اگر الگ الگ لفظوں میں اس طرح طلاق دی جائے۔ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے تو پہلے ہی لفظ سے وہ بائنہ ہو جاتی ہے یعنی نکاح سے نکل جاتی ہے اور ایسی عورت پر عدت بھی لازم نہیں ہوتی، جب یہ عورت پہلے ہی لفظ سے بائنہ ہوگی اور اس پر عدت بھی نہیں تو اس کے بعد وہ طلاق کا محل نہ رہی، اس بناء پر دوسری اور تیسری طلاق لغو ہوتی ہے، اسی اعتبار سے حدیث میں کہا گیا ہے کہ اگر تین طلاقیں دی جائیں تو ایک شمار ہوتی ہیں۔ حضور اکرم حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے ابتدائی سالوں میں غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا یہی طریقہ تھا۔ مگر بعد میں لوگوں نے جلد بازی شروع کر دی اور ایسی غیر مدخولہ کو ایک ساتھ ایک لفظ میں تین طلاق دینے لگے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ اب تین طلاق ہی ہوں گی۔ کہ (انت طالق ثلاثاً) کہہ کر طلاق دی ہے اور یہ لفظ نکاح قائم ہونے کی حالت میں بولا ہے۔ (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۳۰۶)

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کے ابتدائی زمانہ میں جب انت طالق، انت طالق، انت طالق کہا جاتا تو عموماً لوگوں کی دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید کی نیت ہوتی، استہناف کی نیت نہیں ہوتی تھی اور اس زمانہ میں لوگوں میں دین اور تقویٰ اور خوف آخرت اور خوف خدا غالب تھا دنیا کی خاطر دروغ بیانی کا خطرہ تک دل میں نہ آتا تھا۔ آخرت میں جو ابدی اور آخرت کے عذاب کا اتنا استحضار رہتا کہ مجرم بذات خود حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقرار کرتا اور اپنے اوپر شرعی حد جاری کرنے کی درخواست کرتا، اس بناء پر ان کی بات پر اعتماد کر کے ایک طلاق کا حکم کیا جاتا، اسی اعتبار سے حدیث میں کہا گیا ہے کہ اس زمانے میں تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں مگر جیسے جیسے عہد نبوی سے بعد ہوتا گیا اور بکثرت عجمی لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے، ان میں تقویٰ و خوف آخرت کا معیار کم ہونے لگا اور پہلے جیسی سچائی، امانت داری اور دیانت داری نہ رہی، دنیا اور عورت کی

خاطر دروغ بیانی ہونے لگی، جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے ایک سرکاری خط آیا کہ یہاں ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ جملہ کہا ہے جسے حضرت علی غارہ (تیری رسی تیری گردن پر ہے) حضرت عمر بن خطاب نے اپنے عامل کو لکھا کہ ان مردان یوانی بکۃ فی الموسم ہن و کہو کہ حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں مجھ سے ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کے زمانہ میں کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ اس آدمی (عراقی) نے آپ سے ملاقات کی اور سلام کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کون ہو، اس نے کہا: میں وہی ہوں جس کو آپ نے حج کے زمانہ میں طلب کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھے رب کعبہ کی قسم حج بتا جسے حضرت علی غارہ سے تیری کیا نیت تھی، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے اگر اس مبارک جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ قسم لی ہوتی تو میں صحیح نہ بتاتا، حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس جملے سے فراق کا یعنی عورت کو اپنے نکاح سے الگ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت تیرے ارادے کے مطابق تجھ سے علیحدہ ہوگئی۔

(موطأ امام مالک علیہ الرحمہ ماجاء فی الخلیۃ والبریۃ والنباء ذلک بعوالہ لغاری رحمہ)

یہ عراقی ایک عورت کے لئے جھوٹی قسم کھانے کے لئے اور دروغ بیانی کے لئے تیار تھا مگر کعبہ اللہ اور حرم شریف کی عظمت و تقدس کا خیال رکھتے ہوئے کذب بیانی سے احتراز کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عوام کی جب یہ حالت دیکھی، نیز آپ کی نظر اس حدیث پر تھی۔

اکرموا اصحابی فانہم خیارکم، ثم الذین یلونہم، ثم الذین یلونہم، ثم یتظہر الکذب حتی ان الرجل یحلف ولا یتحلف ویشہد ولا یتشہد الخ۔ (مکتوۃ الصالح، باب مناقب الصحابہ)

یعنی عہد نبوت سے جیسے جیسے دوری ہوتی چلی جائے گئی، دینداری کم ہوتی رہے گی اور کذب ظاہر ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موجودہ اور آئندہ حالات کو پیش نظر رکھ کر صحابہ سے مشورہ کیا کہ جب ابھی یہ حالت ہے تو آئندہ کیا حالت ہوگی اور لوگ عورت کو الگ کر دینے کی نیت سے تین طلاق دیں گے اور پھر غلط بیانی کر کے کہیں گے کہ ہم نے ایک طلاق کی نیت کی تھی۔ آپ نے اس چور دروازے کو بند کرنے کے لئے فیصلہ کیا کہ لوگوں نے ایسی چیز میں جلد بازی شروع کر دی جس میں انہیں دیر کرنی چاہیے تھی، اب جو شخص تین مرتبہ طلاق دے گا، ہم اسے تین ہی قرار دیں گے۔ صحابہ کرام نے اس فیصلہ سے اتفاق کیا اور کسی ایک نے بھی حضرت عمر کی مخالفت نہ کی، چنانچہ طحاوی شریف میں ہے۔

فما خطب عمر بذلک الناس جمیعاً وفیہم اصحاب رسول اللہ اور رضی اللہ عنہم الذین قد علموا

ما تقدم من ذلک فی زمن رسول اللہ اقلہ ینکرہ علیہ منہم ولم یدفعہ دافع (طحاوی، ج ۲، ص ۳۲۰)

محقق احناف علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

ولم ینقل عن احد منہم انه خالف عمر حین امضی الثلاث وہی یکفی فی الاجماع

یعنی کسی ایک صحابی سے بھی یہ مقول نہیں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی موجودگی میں تین طلاق کا فیصلہ کیا، ان میں سے کسی ایک نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف کیا ہو اور اس قدر بات اجماع کے لئے کافی ہے۔ امام نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فاختلف العلماء فی جوابہ وتاویلہ فالاصح ان معناه انه كان في اول الامر اذا قال لها انت طالق، انت طالق، انت طالق، ولم ينو تأكيداً ولا استينافاً يحكم بوقوع طلاق لقلّة ارادتهم الاستيناف بذلك فحمل على الغالب الذي هو ارادة التاكيد فلما كان في زمن عمرو كثر استعمال الناس بهذه الصيغة وغلب منهم ارادة الاستيناف بها جعلت الاطلاق على الثلاث عملاً بالغالب السابق الى الفهم (نورى شرح مسلم ج ۱، ص ۸۰، مبدی کتب خانہ کراچی)

یعنی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بالکل صحیح تاویل اور اس کی صحیح مراد یہ ہے کہ شروع زمانہ میں جب کوئی انت طالق، انت طالق، انت طالق کہہ کر طلاق دیتا تو عموماً اس زمانہ میں دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید کی نیت ہوتی تھی، استیناف کی نیت نہ ہوتی تھی، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس جملہ کا استعمال بکثرت شروع کیا اور عموماً ان کی نیت طلاق کی دوسرے اور تیسرے لفظ سے استیناف ہی کی ہوتی تھی، اس لئے اس جملہ کا جب کوئی استعمال کرتا تو عرف کی بناء پر تین طلاقوں کا حکم کیا جاتا۔

یہ ہے حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مطلب محدثین کی نظر میں اور یہی تشریح اور مقصد صحیح ہے۔ جو مطلب غیر مقلدین بیان کرتے ہیں، وہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ راوی حدیث حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خود تین طلاقوں کے نفاذ کا فتویٰ دیا ہے، جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔

علامہ ابن قیم نے بھی باوجود اس تشدد و تصلب کے جو ان کو اس مسئلہ میں تھا، حضرت ابن عباس کے اس فتویٰ ایک مجلس میں تین طلاقیں تین ہیں اور اس کے بعد رجعت جائز نہیں سے انکار نہیں کیا، بلکہ اس فتویٰ کے ثابت ہونے کا صاف اقرار کیا ہے۔ چنانچہ اغاثۃ اللہ فیہان میں فرماتے ہیں۔

فقد صح بلا شك ابن مسعود و علی ابن عباس الالزام بالثلاث ان وقعها جملة، اور چونکہ یہ مسئلہ حلال و حرام کے متعلق ہے، اگر واقعی تین کو ایک سمجھا جاتا تو اس کے راوی صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کیوں ہیں، ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام سے اس کے بارے میں کوئی روایت نہیں ہے، جبکہ ان سے بڑے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق اس کے برخلاف فیصلہ فرماتے ہیں اور یہ صحابہ کرام کے سامنے کی بات ہے اور ایک صحابی نے بھی اس حکم کے خلاف نہیں کیا جس سے اس مسئلہ پر ان کا اجماع معلوم ہوتا ہے۔ الغرض تین طلاقیں شرعاً واقع ہو چکی ہیں، بیوی شوہر پر حرمت مغالطہ سے حرام ہو گئی ہے، گمراہ لوگوں سے فتویٰ لے کر حرام کو حلال بنانے کی کوشش کرنا بدترین گناہ ہے، لہذا دونوں میں علیحدگی ضروری ہے، بصورت دیگر اگر ایک ساتھ رہے تو حرام کے اندر مبتلا ہوں گے چنانچہ حدیث میں ہے۔

من اعلام الساعة وان يكثر اولاد الزنا قبل لابن مسعود وهم مسلمون ا قال نعم: ياتى على الناس زمان يطلق الرجل المرأة طلقها فيقيم على فراشها منها زان ما اقاما .

(المصنف الكبير للسيوطي ج ۲، ص ۲۰۹، رقم ۱۱۱۹)

اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ زنا کی اولاد کی کثرت ہو جائے گی، پوچھا گیا حضرت ابن مسعود سے کیا وہ مسلمان ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! وہ مسلمان ہوں گے، ایک زمانہ آئے گا لوگوں پر کہ مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا، لیکن پھر بھی اس کے ساتھ اس کے بستر پر رہے گا جب تک دونوں اس طرح رہیں گے زنا کار ہوں گے۔

قال: ياتى على الناس زمان يطلق الرجل المرأة ثم يجهدا طلاقها ثم يقيم على فراشها فيهما زان ما اقاما (المجم الاوسط للطبرانی ج ۵، ص ۳۳۲، بیروت)

فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ مرد اپنی بیوی کو طلاق دے گا پھر طلاق دینے سے انکار کرے گا پھر اس سے ہم بستری کرتا رہے گا پس جب تک وہ دونوں اس طرح رہیں گے زنا کار ہوں گے۔

بَابُ: الْمُحِلِّ وَالْمُحَلَّلِ لَهُ

یہ باب ہے کہ حلالہ کرنے والا اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہو (ان کا حکم)

1934- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَنْ زَمْعَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ وَهْرَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ ﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے ان پر لعنت کی ہے۔

1935- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ الْبُخْتَرِيِّ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ وَمُجَالِدٍ عَنِ الشَّغْبِيِّ عَنِ الْحَارِثِ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ ﴿﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حلالہ کرنے والے شخص پر اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہو اس پر لعنت کی ہے۔

1936- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ صَالِحٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ قَالَ لِي أَبُو مُضْعَبٍ مِشْرَحُ بْنُ هَاعَانَ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هُوَ الْمُحِلُّ لَعَنَ اللَّهُ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ

1934: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1935: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث 2076، ورم الحديث 2077، أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث 1119

1936: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”کیا میں تمہیں عاریت کے طور پر لیے ہوئے زر کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! جی ہاں! نبی کریم نے فرمایا: وہ (یعنی اس سے مراد) حلالہ کرنے والا شخص ہے اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہو ان پر لعنت کی ہے۔“

حلالہ کی شرط پر شادی کرنا مکروہ ہے

اور اگر دوسرا شوہر صرف حلال کرنے کی شرط کے ساتھ نکاح کرتا ہے تو یہ مکروہ ہوگا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ”حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔“ اس حدیث کا مصداق یہی صورت ہے۔ اگر دوسرا شوہر اس عورت کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد اسے طلاق دیدے تو وہ پہلے کے لئے حلال ہو جائے گا کیونکہ صحیح نکاح کے ہمراہ دخول پایا گیا ہے اس کی دلیل یہ ہے: فاسد شرائط کے ساتھ نکاح فاسد نہیں ہوتا۔ امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اس کے نتیجے میں نکاح فاسد ہو جائے گا کیونکہ حلالے کی شرط پر نکاح کرنا وقتی نکاح ہوگا جو مشعہ ہے اور ایسی عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی کیونکہ دوسرا نکاح فاسد تھا۔ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حلالے کی شرط پر نکاح درست تو ہو جائے گا لیکن عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ ہے: شریعت نے جس چیز کو پہلے شوہر کے لئے التواء میں رکھا تھا۔ دوسرے شوہر نے اس میں عجلت اور جلد بازی کا مظاہرہ کیا تو اس کی سزا کے طور پر اسے مقصد کے حصول سے روک دیا جائے گا جیسا کہ کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کر دے (تو وراثت کے حق سے محروم ہو جاتا ہے)۔ (ہدایہ اولین، کتاب طلاق، لاہور)

نکاح حلالہ کے فقہی مفہوم کا بیان

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ایک دن رفاعہ قرظی کی عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں رفاعہ کے نکاح میں تھی مگر انہوں نے مجھے طلاق دیدی اور طلاقیں بھی تین دیں چنانچہ میں نے رفاعہ کے بعد عبدالرحمن ابن زبیر سے نکاح کر لیا لیکن عبدالرحمن کپڑے کے پھند کی مانند رکھتے ہیں (یعنی اس عورت نے ازراہ شرم و حیا عبدالرحمن کی نامردی کو کنایہ ان الفاظ کے ذریعہ بیان کیا کہ وہ عورت کے قابل نہیں ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا تم پھر رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو اس نے عرض کیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس وقت تک رفاعہ سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ عبدالرحمن تمہارا مزہ نہ چکھ لے اور تم اس کا مزہ نہ چکھ لو۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث 494)

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک تمہارا دوسرا شوہر تمہارے ساتھ جماع نہ کرے اور پھر اس کی طلاق کے بعد تم عدت کے دن پورے نہ کر لو تم اپنے سابق خاوند یعنی رفاعہ سے نکاح نہیں کر سکتیں چنانچہ یہ حدیث مشہور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حلالہ یعنی سابق خاوند کے واسطے حلال ہونے کے لیے کسی دوسرے مرد سے محض نکاح کرنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ مجامعت بھی ضروری ہے البتہ مجامعت میں صرف دخول کافی ہے انزال شرط نہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محلل اور محللہ پر لعنت فرمائی ہے (دارمی) ابن ماجہ نے اس روایت کو حضرت علی حضرت ابن عباس اور حضرت عقبہ ابن عامر سے نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح جلد سوم رقم اللہ ۴۵۵) فرض کیجئے کہ دو شخص ہیں ایک کا نام زید ہے اور دوسرے کا نام بکر ہے زید نے اپنی بیوی خالدہ کو تین طلاقیں دیدیں اور اس کی عدت کے دن پورے ہو گئے ہیں اب زید پھر چاہتا ہے کہ وہ خالدہ کو دوبارہ اپنی زوجیت میں لائے۔ لہذا دوسرا شخص یعنی بکر خالدہ سے اس شرط یا ارادہ کے ساتھ نکاح کرتا ہے کہ جماع کے بعد خالدہ کو طلاق دیدی جائے گی تاکہ خالدہ کا پہلا شوہر زید کہ جس نے اس کو تین طلاقیں دی تھیں اس سے دوبارہ نکاح کر سکے اور خالدہ کا پہلا شوہر محلل نہ یعنی جس کے لئے حلالہ کیا گیا) کہلائے گا۔

حدیث میں انہی دونوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے حلالہ کرنیوالے پر لعنت فرمانے کی دلیل یہ ہے کہ اس نے زبان سے تحلیس کی شرط کا اظہار و اقرار کرنے کے بعد اور محض جدائی اختیار کرنے کے قصد سے اس عورت سے نکاح کیا جب کہ نکاح اس لئے شروع ہوا ہے کہ اس کے ذریعہ مرد و عورت ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے رفیق حیات و مسافر ہیں، لہذا اس صورت میں نہ صرف یہ کہ نکاح کے اصل مقصد و منشاء پر زبرد پڑتی ہے بلکہ عورت کی حرمت و عزت بھی بحدوح ہوتی ہے اسی لئے ایک حدیث میں اس کو مستعار بکری سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اور محلل نہ یعنی پہلے خاوند پر لعنت فرمانے کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت حال اور اس نکاح کا اصل باعث وہی بنا ہے لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس صورت میں عقد باطل ہوتا ہے بلکہ حدیث کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ عقد صحیح ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث میں اس نکاح کرنیوالے کو محلل کہا گیا ہے اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ کوئی شخص محلل اسی صورت میں ہوتا ہے جب کہ عقد صحیح ہو عقد فاسد سے محلل نہیں ہوتا لہذا ثابت ہوا کہ اس ارشاد گرامی میں لعنت کا حقیقی مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ یہاں مراد محلل اور محللہ کی خاست طبع کو ظاہر کرنا ہے اور یہ واضح کرنا ہے کہ یہ ایک قبیح فعل ہے جس کو کوئی سلیم الطبع انسان پسند نہیں کر سکتا۔

حلالہ کے مکروہ تحریمی ہونے کا بیان

ہدایہ اور فقہ کی دیگر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حلالہ کو زبان سے مشروط کیا گیا ہو یعنی محلل اس عورت سے کہ جس کو اس کا خاوند تین طلاقیں دے چکا ہے یہ کہے کہ میں تم سے اس لئے نکاح کرتا ہوں کہ تمہیں اس خاوند کے لئے کہ جس نے تمہیں طلاق دی ہے حلال کر دوں یعنی میں تم سے صرف اس لئے نکاح کرتا ہوں کہ میں جماع کے بعد تمہیں طلاق دیدوں تاکہ تمہارے پہلے خاوند کے لئے تم سے دوبارہ نکاح کرنا حلال ہو جائے یا وہ عورت محلل سے یوں کہے کہ میں تم سے اس لئے نکاح کرتی ہوں کہ میں اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جاؤں تو اس صورت میں حلالہ مکروہ تحریمی ہوگا۔ ہاں اگر زبان سے یہ نہ کہا جائے مگر نیت میں یہ بات ہو تو پھر محلل نہ قابل مواخذہ ہوگا اور نہ لعنت کا مورد ہوگا کیونکہ اس صورت میں یہی کہا جائے گا کہ اس کا مقصد دراصل اصلاح احوال ہے۔

علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس عورت نے کہ جس کو تین طلاقیں دی جا چکی ہیں غیر کفو سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح

کر لیا اور پھر اس نے اس کے ساتھ جماع بھی کر لیا تو اس صورت میں وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہوگی چنانچہ فتویٰ اسی قول پر ہے۔ (فتح القدیر، کتاب طلاق، باب طلاق)

صاحبین کے نزدیک نکاح حلالہ کے فساد کا بیان

امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: حلالہ کی نیت سے نکاح پڑھوایا گیا ہو تو یہ نکاح فاسد ہوگا کیونکہ اس کی مثال موقت نکاح کی سی ہوگی اور موقت نکاح فاسد ہوتا ہے لہذا اس نکاح کو بھی فاسد قرار دیا جائے گا تو جب یہ نکاح فاسد قرار دیدیا جائے گا تو اس کے نتیجے میں جو صحبت کی گئی ہے وہ عورت کو پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں کرے گی صحبت کے لئے یہ بات شرط ہے: وہ صحیح نکاح کے نتیجے میں کی گئی ہو جبکہ یہ صورت یہاں نہیں پائی گئی ہے۔

اس بارے میں امام محمد علیہ الرحمہ سے یہ روایت ہے: حلالہ کی شرط پر نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ فاسد شرائط کے نتیجے میں نکاح باطل نہیں ہوتا لیکن اس کے نتیجے میں وہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔ کیونکہ نکاح کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ اسے تا عمر برقرار رکھا جائے لیکن پہلے سے ہی یہ بات طے کر لی گئی ہے کہ نکاح کو فوراً ختم کر دیا جائے گو یا وہ شخص شریعت کے حکم کی خلاف ورزی کر رہا ہے لہذا اس شخص کو اس عمل کے نتیجے سے محروم کر دیا جائے گا جیسے کوئی شخص وراثت حاصل کرنے کے لئے اپنے مورث کو قتل کر دیتا ہے تو اس کو وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

احناف کی فقہی اصطلاحات پر شائع شدہ کتاب القاموس الفقہی مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی میں محلّٰل کی تعریف یہ لکھی ہے کہ: محلّٰل سے مراد حلالہ کرنے والا وہ شخص ہے جو مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ اس لئے نکاح کرے تاکہ وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے اور حدیث شریف میں وارد ہے حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے ان دونوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

یہی معنی لغت کی مشہور کتب القاموس المحيط ۱۳۷۱ اور المعجم الوسیط ص ۱۹۲ پر بھی موجود ہے۔ حلالہ کی تشریح احناف کے مشہور امام اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے شاگرد محمد بن حسن الشیبانی کی زبانی ملاحظہ کیجئے۔ محمد بن حسن شیبانی اپنی کتاب الامار رقم ۸۷۸ پر محلّٰل اور محلّٰل لہی توضیح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: محلّٰل (حلالہ کرنے والا) اور محلّٰل لہ (جس کے لئے حلالہ کیا جائے) کا بیان یہ ہے کہ ایک مرد اپنی عورت کو تین طلاقیں دے۔ پھر چاہے کہ اس کا کسی دوسرے مرد سے نکاح کر دے تاکہ وہ اس کو اس کے لئے حلال کر دے۔

حلالہ سے متعلق اختلاف کا بیان اور غیر مقلدین کی وہم پرستی

اختلاف کی صورت میں یہ ہے کہ اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ دوسرا خاوند اسے طلاق دے دے گا تو کیا یہ نکاح ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ شرط بے کار ہوگی یا نکاح ہی نہیں ہوگا۔ اب اگر یہ نکاح صحیح قرار پائے تو طلاق کے بعد عورت کا پہلے خاوند سے نکاح جائز ہوگا اور اگر یہ نکاح صحیح قرار نہیں پاتا تو عورت پہلے خاوند کے لئے بدستور حرام رہے گی۔ سیدنا امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہوگا کیونکہ فاسد شرائط سے نکاح کے انعقاد میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

یہ مہارت من و عنہم نے نقل کر دی ہے۔ اب اس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیے۔ مولوی صدیقی بذراستی نے اس مہارت کا بیان کیا ہے۔
ہات تسلیم کی ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک عالت (عورت کو حلال کر دینے) کی شرط یہ نکاح کی ہوتی ہے ہات فقہ حنفی کی
معتبر کتب کثر اللہ توفیق من مع اللہ پر اور دیگر کتب فقہ میں موجود ہے۔ یہ تو آپ نے پیچھے پڑھ لیا کہ نبی الہم صلی اللہ علیہ وسلم
کے فرمان کے مطابق حلالہ کرنے والا اور کر دینے والا ملعون ہیں اور حلالہ کرنے والا اُدھار سانڈ کی مانند ہے۔ یہ احادیث اس پر
دلالت کرتی ہیں کہ نکاح حلالہ صحیح نہیں بلکہ نکاح فاسد ہے۔ صاحب سبل السلام راقم ہیں:

مذکورہ حدیث حلالہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ لعنت کا اطلاق فعل حرام کے مرتکب پر ہی ہوتا ہے اور ہر حرام چیز
پر شریعت میں نہی وارد ہے اور نہی فساد کا تقاضا ہے۔

لہذا جب حلالہ حرام اور منہی عنہ ہے، اس لئے یہ نکاح فاسد قرار پاتا ہے۔ یہی مفہوم دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ
نکاح حلالہ نکاح فاسد ہے، زنا اور بدکاری ہے، نکاح صحیح نہیں ہے۔

سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم سے "ایک آدمی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا
جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس (طلاق دینے والے آدمی) کے بھائی نے اس کے مشورے کے بغیر اس سے
اس لئے نکاح کر لیا تا کہ وہ اس عورت کو اپنے بھائی کے لئے حلال کر دے۔ کیا یہ پہلے کے لئے حلال ہو سکتی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی
اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحیح نکاح کے بغیر یہ حلال نہیں ہو سکتی ہم اس طریقے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بدکاری (زنا)
شمار کرتے تھے۔" (متدرک حاکم، مطہر، قدیم، برہنہ، النسخ، ص ۱۰۷ باب منایع النکاح، رحمہ اللہ) امام حاکم نے فرمایا۔ یہ حدیث بخاری و
مسلم کی شرط پر ہے اور امام ذہبی نے تلخیص مستدرک میں امام حاکم کی موافقت کی ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ کی قسم میرے پاس حلالہ کرنے والا اور کر دینے والا لایا گیا تو میں دونوں کو
سنگسار کر دوں گا۔" (مصنف عبدالرزاق، سنن سعید بن منصور، برہنہ)

فتوے سے بھی ہوتی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے حلالہ کی غرض سے نکاح کیا تھا تو انہوں نے ان دونوں
کے درمیان جدائی کر دی اور فرمایا یہ عورت حلالہ کے ذریعے پہلے خاوند کی طرف نہیں لوٹ سکتی بلکہ ایسے نکاح کے ذریعے لوٹ سکتی
ہے جو رغبت کے ساتھ ہو اور دھوکہ دہی کے علاوہ ہو۔ (برہنہ)

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ کہ حلالہ کرنے والا مرد و عورت اگرچہ بیس سال اکٹھے رہیں، وہ
زنا ہی کرتے رہیں گے۔ (سنن ابن قدامہ، کتاب طلاق)

اس قسم کی روایات سے غیر مقلدین نے وہم پرستی کا ایک طوفان کھڑا کیا ہوا ہے کہ حلالہ فقہاء نے جائز قرار دیا ہے حالانکہ میں
قباحتیں ہیں۔ اور وہ ناجائز ہے۔

حلالہ کے منکرین کے توہمات کا بیان

فرقہ ظاہریہ غیر مقلدین نام نہاد اسلام کے داعی حلالہ کی مذمت اور انکار تو بڑے شور سے کرتے ہیں۔ جبکہ یہی غیر مقلدین

مذہب کے شرعی مآخذ کا انکار نہیں کر سکتے ورنہ قرآن و حدیث کا انکار لازم آئے گا۔ اصل میں حلالہ سے متعلق بیان کردہ وعید اور ایک معذوری کی صورت حال کو سمجھنے کی بہ جائے جہلاء غیر مقلدین نے سیدھا انکار کر دیا۔ جبکہ یہ لوگ اتنا بھی علم نہیں رکھتے کہ کسی بھی حلال و جائز حکم کا جب محل یا مقصد بدل جائے تو وہ بھی نیکی گناہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایک مسلمان بچہ بھی جانتا ہے کہ جب کوئی شخص نماز رضائے حق کی بہ جائے ریاکاری کے لئے پڑھے تو وہی نیکی جہنم کا ایندھن بن جاتی ہے۔ لیکن افسوس! فرقہ غیر مقلدین سنتے کی عقل سے دور ہیں کہ حلالہ کا مطلق طور پر انکار کر دیا اور کسی قسم کی شرعی نصوص کو خاطر میں نہ لائے۔ اللہ تعالیٰ ہم اہل اسلام کو اس قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

قارئین ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ ہم نے علالے کی جائز و ناجائز دونوں صورتوں کو بیان کر دیا ہے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب اور جہورائے فقہاء امت کا مذہب ہے۔

بَابُ: يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ

یہ باب ہے کہ رضاعت سے وہی حرمت ثابت ہوتی جو نسب سے ثابت ہوتی ہے

رضاعت کے معنی و مفہوم کا بیان

لفظ رضاعت اور اس کے دیگر مشتقات قرآن حکیم میں دس مقامات پر آئے ہیں۔ المعجم الوسیط میں رضاعت کا معنی کچھ یوں بیان ہوا ہے۔ أَرْضَعْتُ الْأَمَّ: كَانَ لَهَا وَلَدٌ تُرَضِعُهُ

ماں کا بچہ کو دودھ پلانا رضاعت کہلاتا ہے۔ فقہی اصطلاح میں بچہ کا پیدائش کے بعد پہلے دو سال میں ماں کے سینہ سے دودھ چوسنا رضاعت کہلاتا ہے۔ پیدائش کے بعد بچہ کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اپنی زندگی کی حفاظت اور افزائش کے لیے ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی غذا استعمال کرے اس لیے وضع حمل کے بعد عورت کے پستانوں میں قدرتی طور پر دودھ جاری ہو جاتا ہے اور بچہ کے لیے اس کے دل میں پیدا ہونے والی محبت و شفقت اسے بچہ کو دودھ پلانے پر اکساتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت پر واجب کیا ہے کہ وہ بچہ کو پورے دو سال دودھ پلائے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ مدت ہر طرح سے بچہ کی صحت کے لیے ضروری ہے۔

جدید میڈیکل ریسرچ سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ بچہ کے جسمانی و نفسیاتی تقاضوں کے پیش نظر دو سال کی مدت رضاعت ضروری ہے۔ یہ اسلام کی آفاقی اور ابدی تعلیمات کا فیضان ہے کہ اہل اسلام کو زندگی کے وہ رہنما اصول ابتداء ہی میں عطا کر دیے گئے جن کی تائید و تصدیق صدیوں بعد کی سائنسی تحقیقات کر رہی ہیں۔

قرآن کے مطابق رضاعت کا بیان

(۱) وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ

أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ
وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ -

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہنا دستور کے مطابق بچے کے باپ پر لازم ہے، کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے، (اور) نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے، اور وارثوں پر بھی یہی حکم عائد ہوگا، پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے (دو برس سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں، اور پھر اگر تم، اپنی اولاد کو (دایہ سے) دودھ پلوانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ جو تم دستور کے مطابق دیتے ہو انہیں ادا کر دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔ (القرآن، البقرة، 2: 233)

(۲) وَأَخَوُتُكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ . (النساء، ۲۳) اور تمہاری رضاعی بہنیں (تم پر حرام ہیں)

1937- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حَجَّاجٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ
••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "رضاعت سے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو نسب سے ثابت ہوتی ہے۔"

1938- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ وَابُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدَ عَلَى بِنْتِ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرِّضَاعَةِ وَإِنَّهُ يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ

••• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی شادی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے ساتھ کروانے کے بارے میں سوچا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے اور رضاعت سے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو نسب کے ذریعے ثابت ہوتی ہے۔

دودھ رضاعت کے تعین میں فقہی مذاہب اربعہ

آئمہ کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ کتنی مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ تعداد معین نہیں دودھ پیتے ہی حرمت ثابت ہوگئی۔

1937: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں۔

1938: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 3645 'ورقم الحديث: 5100 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3568 'ورقم الحديث:

3569 'أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3305 'ورقم الحديث: 3306

امام مالک بھی فرماتے ہیں، ابن عمر سعید بن مسیب مردہ بن زہیر اور زہری کا قول بھی یہی ہے، دلیل یہ ہے کہ رضاعت یہاں عام ہے بعض کہتے ہیں تین مرتبہ جب پے تو حرمت ثابت ہوگئی، جیسے کہ صحیح مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ کا چوستا یا دو مرتبہ کا پل لینا حرام نہیں کرتا یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے،

امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابو عبیدہ، ابو ثور بھی یہی فرماتے ہیں، حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت ام الفضل، حضرت ابن زہیر، سلیمان بن یسار، سعید بن جبیر رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے بعض کہتے ہیں پانچ مرتبہ کے دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے اس سے کم نہیں، اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ پہلے قرآن میں دس مرتبہ کی دودھ پلائی پر حرمت کا حکم اتر ا تھا پھر وہ منسوخ ہو کر پانچ رہ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے تک وہ قرآن میں پڑھا جاتا رہا دوسری دلیل سہلہ بنت سہیل کی روایت ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حضرت سالم کو جو حضرت ابو حذیفہ کے مولیٰ تھے پانچ مرتبہ دودھ پلا دیں، حضرت عائشہ اسی حدیث کے مطابق جس عورت کے گھر کسی کا آنا جانا نہ کھتیں اسے یہی حکم دیتیں۔

امام شافعی اور ان کے اصحاب کا فرمان بھی یہی ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پینا معتبر ہے یہ بھی یاد رہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ رضاعت دودھ چھٹنے سے پہلے یعنی دو سال کے اندر اندر کی عمر میں ہو۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 257)

عبداللہ بن مسلمہ، مالک، عبداللہ بن ابی بکر، بن محمد بن عمرو بن حزم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پہلے قرآن پاک میں یہ حکم نازل ہوا تھا کہ دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوگی مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور پانچ مرتبہ دودھ پینا حرمت کے لیے ضروری ٹھہرا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور یہ آیت قرآن میں پڑھی جاتی تھی پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس رضاعت کا اثر رضائی ماں کے خاوند تک بھی پہنچے گا یا نہیں؟ تو جمہور کا اور آئمہ اربعہ کا فرمان تو یہ ہے کہ پہنچے گا اور بعض سلف کا قول ہے کہ صرف دودھ پلانے والی تک ہی رہے گا اور رضائی باپ تک نہیں پہنچے گا اس کی تفصیل کی جگہ احکام کی بڑے بڑی کتابیں ہیں نہ کہ تفسیر (صحیح قول جمہور کا ہے۔

1939 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انكِحْ أُخْتِي عَزْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّحِجِينَ ذَلِكَ قَالَتْ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَخْبَتْ مَنْ خَسِرَ كُنِي فِي خَيْرٍ أَخْبَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لِي قَالَتْ فَإِنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ فَقَالَ بِنْتُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهَا لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيعَتِي لِي حَجَرِي مَا حَلَلْتُ لِي إِنَّهَا لَابْنَةُ أُخْتِي مِنَ الرِّضَاعَةِ أَرْضَعْتَنِي وَأَبَاهَا ثَوْبَةُ فَلَا

1939: أخرجه البخاري في "المصحيح" رقم الحديث: 5101، رقم الحديث: 5102، رقم الحديث: 5107، رقم الحديث: 5123، رقم الحديث: 5372، أخرجه مسلم في "المصحيح" رقم الحديث: 5371، رقم الحديث: 5372، رقم الحديث: 5373، أخرجه الترمذي في "المسنن" رقم الحديث: 3284، رقم الحديث: 3285، رقم الحديث: 3286، رقم الحديث: 3287.

تَعْرِضُنَّ عَلَيَّ اخَوَاتُكُنَّ وَلَا بَنَاتُكُنَّ

سیدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا: انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ میری بہن عروہ کے ساتھ شادی کر لیں۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! کیونکہ میں آپ کی اکلوتی بیوی نہیں ہوں۔ اس لئے میں یہ چاہتی ہوں کہ اس بھلائی میں میری بہن بھی شریک ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ میرے لئے حلال نہیں ہے۔ میں نے عرض کی: ہم تو یہ بات چیت کر رہی ہیں کہ آپ درہ بنت ابوسلمہ کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: ام سلمہ کی بیٹی کے ساتھ؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ میری سوتیلی بیٹی نہ ہوتی تو بھی میرے لیے حلال نہیں تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور اس کے والد کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ تم میرے سامنے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے رشتے پیش نہ کیا کرو۔

1839م - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَعْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

حرمت رضاعت کے بعض احکام و مسائل کا بیان

حرمت کا سبب دودھ کا رشتہ: یعنی وہ عورتیں جو رضاعت دودھ پلانے کی وجہ سے حرام ہیں چنانچہ تمام وہ رشتے جو نسبی اور سرالی ہونے کی وجہ سے حرام ہیں رضاعت کی وجہ سے بھی حرام رہیں گے اگر کسی عورت نے کسی بچہ کو اس کی شیر خواری کی عمر میں دودھ پلایا ہے تو ان دونوں میں ماں اور اولاد کا تعلق پیدا ہو جائے گا لہذا دودھ پلانے والی عورت کا شوہر دودھ والے بچہ کا رضاعی باپ ہوگا جس کی وجہ سے رضاعی ماں اور باپ کے تمام وہ رشتے دار اس بچہ کے لئے حرام ہوں گے جو حقیقی ماں اور باپ کی رشتہ داری کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔ شیر خواری کی عمر میں مطلقاً دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے خواہ زیادہ دودھ پیا ہو خواہ کم پیا ہو اور کم کی آخری حد یہ ہے کہ دودھ کا پیٹ میں مطلقاً پہنچ جانا یعنی کے ساتھ معلوم ہو جائے۔

شیر خواری کی عمر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے قول کے مطابق تو تیس مہینہ تک ہے اور صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق دو برس تک ہے۔ اگر کسی بچہ نے شیر خواری کی عمر میں دودھ پینا بند کر دیا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اس نے شیر خواری ہی کی عمر میں دودھ پیا تو یہ رضاعت کے حکم میں داخل ہوگا کیونکہ دودھ پلانا شیر خواری ہی کی مدت میں واقع ہوا ہے۔ شیر خواری کی مدت رضاعت گزر جانے کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دودھ پلانے کی اجرت کے استحقاق کے سلسلے میں شیر خواری کی مدت دو برس ہی تسلیم کی گئی ہے چنانچہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور اس مطلقہ نے اس کے بچہ کو دو برس کی عمر کے بعد دودھ پلانے کی اجرت کا مطالبہ بچہ کے باپ یعنی اپنے سابق شوہر سے کیا تو اس کا مطالبہ تسلیم نہیں ہوگا اور بچہ کے باپ کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ اپنی مطلقہ کو دو برس کے بعد کے عرصہ کے دودھ پلانے کی اجرت دے ہاں اس کی مطلقہ نے دو برس کے عرصہ میں جو دودھ پلایا ہے اس کی

اجرت دینے پر اسے مجبور کیا جائے گا۔

حرم رضاعت جس طرح رضاعی ماں یعنی دودھ پلانے والی کی رشتہ داروں میں ثابت ہوتی ہے اسی طرح رضاعی باپ کے رشتہ داروں میں بھی ثابت ہوتی ہے اور رضاعی باپ سے مراد دودھ پلانے والی کا وہ خاوند ہے جس کے جماع کی وجہ سے دودھ اترتا ہے۔ رضیع، یعنی دودھ پینے والے پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان رضاعی ماں باپ کے اصول یعنی ان کے باپ دادا وغیرہ اور ان کے فرد یعنی ان کی اولاد خواہ وہ نسبی ہوں یا رضاعی سب حرام ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے دودھ پینے سے پہلے اس کی رضاعی ماں کے ہاں جو اولاد ہو چکی ہوگی یا اس کے دودھ پینے کے بعد جو اولاد ہوگی اور وہ اولاد خواہ اس کے رضاعی باپ سے ہو خواہ اس کی رضاعی ماں کے کسی دوسرے شوہر سے ہو یا اس کی رضاعی بہن اور بھائی بہن کی اولاد اس کے بھتیجے، بھتیجی اور بھانجے بھانجی ہوں گے، اسی طرح رضاعی باپ کا بھائی اس کا چچا ہوگا رضاعی باپ کی بہن اس کی پھوپھی ہوگی رضاعی ماں کا بھائی اس کا ماموں ہوگا۔

رضاعی ماں کی بہن اس کی خالہ ہوگی اور رضاعی ماں کا دادا اور اس کی دادی و نانی ہوگی۔ جس طرح رضاعت میں نسبی رشتوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اسی طرح رضاعت میں حرمت مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ رضاعی باپ کی بیوی اور رضیع دودھ پینے والے پر حرام ہیں اور رضیع کی بیوی اس کے رضاعی باپ پر حرام ہے اسی دوسرے رشتوں کو بھی قیاس کیا جاتا ہے لیکن دو صورتیں مستثنیٰ ہیں اول تو یہ کہ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اپنے نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح کر لے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے لیکن رضاعت یعنی دودھ کے رشتہ میں یہ جائز ہے کیونکہ کسی شخص کے نسبی بیٹے کی بہن اگر اس کے نطفہ سے ہے تو وہ اس کی حقیقی بیٹی ہوگی۔

اور اگر اس کے نطفہ سے نہیں ہے تو پھر یہ یعنی اس کی سوتیلی بیٹی ہوگی جب کہ دودھ کے رشتہ میں یہ دونوں باتیں مفقود ہوتی ہیں چنانچہ اگر نسبی رشتہ میں بھی ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی بات نہیں پائی جائے گی تو نکاح درست ہوگا مثلاً کسی ایسی لونڈی کے بچہ پیدا ہوا جو دو آدمیوں کی مشترک مملوکہ ہے اور وہ دونوں شریک اس بچہ پر اپنا اپنا دعویٰ کرتے ہیں یہاں تک کہ اس بچہ کا نسب ان دونوں سے ثابت ہو گیا ہے، ادھر ان دونوں کے ہاں اپنی اپنی عورت سے ایک ایک بیٹی ہے تو اب ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ دوسرے شریک کی بیٹی سے اپنا نکاح کر لے کیونکہ اس صورت میں دونوں باتوں میں اسے ایک بات بھی نہیں پائی گئی باوجودیکہ ان میں سے جس نے بھی دوسرے کی بیٹی سے نکاح کیا ہے اس نے گویا اپنے نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح کیا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے نسبی بھائی کی ماں سے نکاح کرے اور دودھ کے رشتہ میں یہ جائز ہے کیونکہ نسبی رشتہ میں یا تو یہ صورت ہوگی کہ وہ دونوں اخائی یعنی سسرالی صرف ماں شریک (بھائی ہوں گے اسی طرح دونوں کی ماں ایک ہی ہوگی یا یہ صورت ہوگی کہ وہ دونوں سوتیلے صرف باپ شریک بھائی ہوں گے اسی طرح بھائی کی ماں اپنے باپ کی بیوی ہوگی جب کہ دودھ کے رشتہ میں یہ دونوں باتیں مفقود ہوتی ہیں۔ دودھ شریک بھائی کی بہن سے یعنی جس نے اس کی ماں کا دودھ پیا ہے اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے جس طرح کہ نسبی رشتہ میں جائز ہے مثلاً زید کا ایک سوتیلہ بھائی ہے جس کا نام بکر

ہے اور بکر کی ایک اخیانی بہن ہے یعنی دونوں کی ماں تو ایک ہے مگر باپ الگ الگ ہیں تو بکر کی اس اخیانی بہن سے نکاح کرنا زہ کے لئے جائز ہوگا جو بکر کا سوتیلہ بھائی ہے۔

دودھ شریک بھائی کی ماں یعنی جس نے اس کی ماں کا دودھ پیا۔ ہے اس کی ماں (محرمات میں سے نہیں ہے اسی طرح رضاعی چچا رضاعی ماموں رضاعی پھوپھی اور رضاعی خالہ کی ماں بھی محرمات میں سے نہیں۔ اپنی رضاعی پوتی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اسی طرح اپنے رضاعی بیٹے کی دادی اور نانی سے بھی نکاح کرنا جائز ہے۔ رضاعی بیٹے کی پھوپھی اس کی بہن کی ماں اس کی بھانجی اور اس کی پھوپھی کی بیٹی سے بھی نکاح کرنا جائز ہے، اسی طرح عورت کو اپنی رضاعی بہن کے باپ اپنے رضاعی بیٹے کے بھائی اپنے رضاعی پوتے کے باپ اور اپنے رضاعی بیٹے کے دادا اور ماموں سے نکاح کرنا جائز ہے جب کہ نسبی رشتہ میں یہ سب محرمات میں سے ہیں جن سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا۔

کسی شخص نے اپنی بیوی کو جس کے دودھ اتر اہوا تھا طلاق دیدی پھر اس مطلقہ نے عدت کے دن گزار کر ایک دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور اس دوسرے خاوند نے اس سے جماع کیا تو اس بارے میں علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب اس دوسرے خاوند کے نطفہ سے اس کے بچہ پیدا ہوگا تو اس عورت کے دودھ کا سبب بھی دوسرا خاوند قرار پائے گا اس کے دودھ سے پہلے خاوند کا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا ہاں اگر دوسرے خاوند سے حاملہ نہیں ہوگی تو اس دودھ کا سبب پہلا ہی خاوند سمجھا جائے گا۔ لیکن اگر یہ صورت ہو کہ دوسرے شوہر سے حاملہ تو ہوئی مگر ابھی بچہ پیدا نہیں ہوا ہے تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جب تک اس دوسرے شوہر کا بچہ پیدا نہ ہو جائے دودھ پہلے شوہر ہی کا کہلائے گا۔

ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا لیکن اس سے کبھی بھی کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا پھر (بغیر کسی ولادت کے) اس کے دودھ اتر آیا اور وہ دودھ اس نے کسی دوسرے کے بچے کو پلایا تو وہ دودھ اسی عورت کا کہلائے گا اس کے خاوند کا اس دودھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اس صورت میں اس دودھ پینے والے بچہ اور اس شخص کی اس اولاد کے درمیان جو دوسری بیوی سے ہو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا جس کے نتیجہ میں اس کے ہاں ولادت ہوئی اور پھر اس عورت نے کسی دوسری لڑکی کو دودھ پلایا تو اس زنا کر نیوالے اس کے باپ دادا اور اس کی اولاد کو اس دودھ پینے والی لڑکی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا ہاں زنا کر نیوالے کا چچا اور اس کا ماموں نکاح کر سکتا ہے جس طرح کہ زنا کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہوئی والی لڑکی سے زنا کر نیوالے کا چچا اور ماموں نکاح کر سکتا ہے۔

کسی شخص نے شبہ میں جتلا ہو کر یعنی کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر ایک عورت سے جماع کیا جس سے وہ حاملہ ہو گئی اور پھر اس نے کسی بچہ کو دودھ پلایا تو یہ بچہ اس جماع کر نیوالے کا رضاعی بیٹا ہوگا اس پر یہ قیاس کیا جانا چاہئے کہ جن صورتوں میں بچہ کا نسب جماع کر نیوالے سے ثابت ہوتا ہے انہی صورتوں میں رشتہ رضاعت بھی اس سے ثابت ہوگا اور جن صورتوں میں بچہ کا نسب جماع کرنے والے سے ثابت نہیں ہوتا اس صورت میں رشتہ رضاعت دودھ پلانیوالی عورت سے ثابت ہوگا۔ کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ عورت نے اپنے بچہ کو دودھ پلایا اور بعد میں دودھ خشک ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد دودھ پھر

تر آیا اور اس کے لئے دوسرے ٹکے کی ضرورت پڑی تو اس ٹکے کے لئے اس شخص کی اس دودھ سے نکاح کرنا جائز ہوگا جو اس دودھ پر بیوی حرامت کے علاوہ کسی دوسرے بیوی کے لئے ہے۔

کسی نکاح ٹکے کے دودھ تر آیا اور اس نے دودھ کی بیوی کو پلایا تو یہ اس بیوی کی رضاعتی ماں ہوگی اور رضاعت کے تمام احکام اس کے تحت میں حرامت ہوں گے لہذا اگر کسی شخص نے اس نکاح ٹکے سے نکاح کیا اور جماع سے پہلے اسے طلاق دیدی تو یہ شخص کے لئے اس دودھ پینے والی ٹکی سے نکاح کرنا جائز ہوگا کیونکہ اس صورت میں بیوی کی بیوی کا بھی حکم ہے اور اگر جماع کے بعد طلاق ہو تو اس ٹکی سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔ اگر کسی لڑکی کے دودھ تر آیا جس کی عمر نو برس سے کم تھی اور پھر اس نے دودھ ایک ٹکے کو پلایا تو اس سے دونوں کے درمیان حرامت رضاعت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ حرامت رضاعت اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے جب کہ دودھ نو برس سے زائد عمر میں اترے۔ اسی طرح اگر کسی نکاح ٹکی کی چھاتیوں میں دودھ جمع کا پانی تر آیا تو اس کے پلانے سے بھی حرامت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

کسی عورت نے ایک بچہ کے منہ میں اپنی چھاتی داخل کر دی لیکن بچہ کا اس کی چھاتی سے دودھ چوسنا معلوم نہیں ہوا تو اس صورت میں شک کی وجہ سے حرامت رضاعت کا حکم نافذ نہیں کیا جائے گا البتہ احتیاطاً کافحہ ضابطہ ہے کہ حرامت ثابت ہو جائے۔ کسی عورت کی چھاتی سے دودھ جمع کی بنے والی پتی چہ بچہ کے منہ میں پہنچ گئی تو حرامت رضاعت ثابت ہو جائے گی اور یہی کہا جائے گا کہ یہ دودھ حرامت کے تحت میں کارنگ متغیر ہو گیا ہے۔

اگر کسی مرد کی چھاتیوں میں دودھ تر آیا اور اس نے کسی بچہ کو پلایا تو اس سے حرامت رضاعت ثابت نہیں ہوگی اور حرامت ثابت ہونے کے لئے زندقہ اور مرد و عورت کے دودھ کا یکساں حکم ہے۔ اور اگر دو بچوں نے کسی ایک چار پائے جانور کا دودھ پیا تو اس سے حرامت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ رضاعت کا حکم دارالاسلام اور دارالحرب دونوں جگہ یکساں ہے لہذا اگر کسی کافر عورت نے دارالحرب میں کسی کافر بچہ کو دودھ پلایا اور پھر وہ دودھ پلانیوالی اس کے قرابت دار اور دودھ پینے والا بچہ مسلمان ہو گئے یا وہ دارالحرب میں اسلام ہی کی حالت میں تھے اور پھر دارالحرب سے دارالاسلام میں آ گئے تو پھر رضاعت کے تمام احکام نافذ ہوں گے۔ جس طرح عورت کی چھاتی سے دودھ پینے سے حرامت رضاعت ثابت ہوتی ہے اسی طرح بچہ کے منہ میں دودھ ڈال دینے یا ناک میں نہچنے دینے سے بھی حرامت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے البتہ کان میں پکانے عضو مخصوص کے سوراخ میں ڈالنے حقنہ کے ذریعہ استعمال کرنے اور مقعد میں اور دماغ اور پیٹ کے زخم میں ڈالنے سے حرامت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اگرچہ دودھ ان زخموں کے ذریعہ دماغ اور پیٹ میں پہنچ جائے۔

لیکن حضرت امام محمد کے نزدیک حقنہ کے ذریعہ استعمال کرنے سے حرامت ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر غذا کی کسی چیز میں دودھ مل گیا اور اسے آگ پر پکا کر کھانا بنالیا گیا جس کی وجہ سے دودھ کی حقیقت بدل گئی تو اس کو کھانے سے حرامت ثابت نہیں ہوتی خواہ دودھ غالب ہو یا مغلوب ہو اور اگر دودھ ملی ہوئی چیز آگ پر پکائی نہیں گئی تو اس صورت میں بھی اس کو کھانے سے حرامت ثابت نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ اس چیز میں دودھ غالب نہ ہو اور اگر دودھ غالب ہوگا تو بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک حرامت ثابت

نہیں ہوگی کیونکہ جب پہنے والی چیز جمی ہوئی چیز میں مخلوط ہوگئی تو پہنے والی چیز اس جمی ہوئی چیز کے تابع ہوگئی اور شریکات کی قسم سے خارج ہوگئی یعنی پینے کے قابل نہیں رہی اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ جس چیز میں دودھ مخلوط ہو گیا اگر وہ غالب نہ ہو اور اب بھی وہ دودھ پہنے کے قابل ہو تو اس کے پینے سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ (لکھنؤیہ عربیہ اسلامیہ)

بَابُ: لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ

یہ باب ہے کہ ایک گھونٹ یا دو گھونٹ حرمت ثابت نہیں کرتے ہیں

1940- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي السَّحْلِبِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الرُّضْعَةُ وَلَا الرُّضْعَتَانِ أَوْ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ

••• سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ایک مرتبہ دودھ پینے یا دو مرتبہ دودھ پینے، ایک مرتبہ چوسنے یا دو مرتبہ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

1941- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ خِدَاشٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْبٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں ایک مرتبہ چوسنے یا دو مرتبہ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

1942- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ فِيمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْقُرْآنِ لَمْ يَقْطَعْ لَا يُحَرِّمُ إِلَّا عَشْرَ رَضَعَاتٍ أَوْ خُمْسَ مَعْلُومَاتٍ

••• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو نازل کیا تھا اس میں یہ حکم بھی تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔
”حرمت صرف دس مرتبہ کی رضاعت یا پانچ متعین مرتبہ سے ثابت ہوتی ہے۔“

پانچ مرتبہ دودھ پلانے کی رضاعت میں تخصیص و تعین

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس نے

1940: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث 3576 'ورقم الحديث 3577' 'ورقم الحديث 3578' 'ورقم الحديث 3579' 'ورقم الحديث 3580' 'ورقم الحديث 3581' 'أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث 3308

1941: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث 3575 'أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث 2063' 'أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث 1150' 'أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث 3310

1942: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

سالم کو بیٹا بنا لیا تھا اور ان سے اپنے بھائی کی بیٹی ہندو بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح کر دیا تھا اور وہ یعنی سالمی ایک انصاری عورت کے آزاد کردہ غلام تھے (یہ بیٹا لینا ایسا ہی تھا) جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا اور زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ رائج تھا کہ جو شخص کسی کو بیٹا بنا تا لوگ بچے کو اسی کی طرف منسوب کرتے۔ اور (مرنے کے بعد حقیقی بیٹے کی طرح) اس کو اس کا وارث قرار دیتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ آیت نازل فرمائی (أَذْخُوهُمْ لَأَنبَايِهِمْ)۔ اور اگر تم ان کے باپوں سے ناواقف ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور آزاد کردہ غلام اس حکم کے نزول کے بعد لوگ لے پالکوں یعنی منہ بولے بیٹے کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارنے لگے اور جس کا باپ معلوم نہ ہو سکا اس کو مولیٰ اور دینی بھائی قرار دیا تو ابو حذیفہ کی بیوی سہلہ بنت سہیل بن عمرو القرظی ثم العامری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور مرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو سالم کو اپنے حقیقی بیٹے کی طرح ہی سمجھتے تھے اور وہ میرے اور ابو حذیفہ کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا تھا (جس طرح اپنے بچے رہتے ہیں) اور وہ مجھ کو گھریلو اور تنہائی کے لباس میں دیکھتا تھا اور اب اللہ نے منہ بولے بیٹوں کے بارے میں جو حکم فرمایا ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہیں پس فرمائیے اب ہمارے لیے کیا حکم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کو دودھ پلا دے پس انہوں نے پانچ مرتبہ دودھ پلا دیا اس کے بعد وہ اس دودھ پینے کی وجہ سے وہ ان کا رضاعی بیٹا سمجھا جانے لگا۔

اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بھتیجیوں بھانجیوں کو اس کو پانچ مرتبہ دودھ پلانے کا حکم فرمائیں جس کو وہ دیکھنا چاہتیں یا یہ چاہتیں کہ وہ ان کے پاس آیا جایا کرے اگرچہ وہ بڑا ہوتا اور اسکے بعد وہ ان کے پاس آتا جاتا لیکن حضرت ام سلمہ اور باقی دیگر ازواج مطہرات اس بات سے انکار کرتیں کہ کوئی ان کے پاس ایسی رضاعت کی بنا پر آیا جایا کرے جب تک کہ بچپن کی رضاعت نہ ہوتی (اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا استدلال میں اس واقعہ کو پیش کرتیں تو) وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتیں بخدا ہم نہیں جانتیں ممکن ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رخصت صرف سالم کو دی ہو باقی دوسرے لوگوں کو نہیں۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 298)

مدت رضاعت میں فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: یہاں اللہ تعالیٰ بچوں والیوں کو اشاد فرماتا ہے کہ پوری پوری مدت دودھ پلانے کی دو سال ہے۔ اس کے بعد دودھ پلانے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس سے دودھ بھائی پنا ثابت نہیں ہوتا اور نہ حرمت ہوتی ہے۔

اکثر ائمہ کرام کا یہی مذہب ہے۔ ترمذی میں باب ہے کہ رضاعت جو حرمت ثابت کرتی ہے وہ وہی ہے جو دو سال پہلے کی ہو۔ پھر حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہی رضاعت حرام کرتی ہے جو آنتوں کو پر کر دے اور دودھ چھوٹنے سے پہلے ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور اکثر اہل علم صحابہ وغیرہ کا اسی پر عمل ہے کہ دو سال سے پہلے کی رضاعت تو معتبر ہے، اس کے بعد کی نہیں۔ اس حدیث کے

راوی شرط بخاری و مسلم پر ہیں۔ حدیث میں فی اللہ کی کا جو لفظ ہے اس کے معنی بھی محل رضاعت کے یعنی دو سال سے پہلے کے ہیں، یہی لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھی فرمایا تھا جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تھا کہ وہ دودھ پلائی کی مدت میں انتقال کر گئے ہیں اور انہیں دودھ پانے والی جنت میں مقرر ہے۔ حضرت ابراہیم کی عمر اس وقت ایک سال اور دس مہینے کی تھی۔

دارقطنی میں بھی ایک حدیث دو سال کی مدت کے بعد کی رضاعت کے معبر نہ ہونے کی ہے۔ ابن عباس بھی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی چیز نہیں۔ ابوداؤد و طیالسی کی روایت میں ہے کہ دودھ چھوٹ جانے کے بعد رضاعت نہیں اور بلوغت کے بعد یتیمی کا حکم نہیں۔ خود قرآن کریم میں اور جگہ ہے آیت (وفصالہ فی عامین) الخ، دودھ چھٹنے کی مدت دو سال میں ہے۔ اور جگہ ہے آیت (وحملة وفصالہ ثلثون شهرا) یعنی حمل اور دودھ (دونوں کی مدت) تین ماہ ہیں۔ یہ قول کہ دو سال کے بعد دودھ پلانے اور پینے سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، ان تمام حضرات کا ہے۔

حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت ام سلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرت سعید بن المسیب، حضرت عطاء اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔

امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق، امام ثوری، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ گو ایک روایت میں امام مالک سے دو سال دو ماہ بھی مروی ہیں اور ایک روایت میں دو سال تین ماہ بھی مروی ہیں۔

امام ابو حنیفہ ڈھائی سال کی مدت بتلاتے ہیں۔ زفر کہتے ہیں جب تک دودھ نہیں چھٹا تو تین سالوں تک کی مدت ہے، امام اوزاعی سے بھی یہ روایت ہے۔ اگر کسی بچہ کا دو سال سے پہلے دودھ چھڑوا لیا جائے پھر اس کے بعد کسی عورت کا دودھ وہ پئے تو بھی حرمت ثابت نہ ہوگی اس لئے کہ اب قائم مقام خوراک کے ہو گیا۔

امام اوزاعی سے ایک روایت بھی ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی سے مروی ہے کہ دودھ چھڑوا لینے کے بعد رضاعت نہیں۔ اس قول کے دونوں مطلب ہو سکتے ہیں یعنی یا تو یہ کہ دو سال کے بعد یا یہ کہ جب بھی اس سے پہلے دودھ چھٹ گیا۔ اس کے بعد جیسے امام مالک کا فرمان ہے، واللہ اعلم، ہاں صحیح بخاری، صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ اس کے بعد کہ، بلکہ بڑے آدمی کی رضاعت کو حرمت میں مؤثر جانتی ہیں۔

عطاء اور لیث کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عائشہ جس شخص کا کسی کے گھر زیادہ آنا جانا جانتی تو وہاں حکم دیتیں کہ وہ عورتیں اسے اپنا دودھ پلائیں اور اس حدیث سے دلیل پکڑتی تھیں کہ حضرت سالم کو جو حضرت ابو حنیفہ کے مولیٰ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ وہ ان کی بیوی صاحبہ کا دودھ پی لیں، حالانکہ وہ بڑی عمر کے تھے اور اس رضاعت کی وجہ سے پھر وہ برابر آتے جاتے رہتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات اس کا انکار کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ یہ واقعہ خاص ان ہی کے لئے تھا ہر شخص کے لئے یہ حکم نہیں۔

یہی مذہب جمہور کا ہے یعنی چالیس اماموں، ساتوں فقیہوں، کل کے کل بڑے صحابہ کرام اور تمام ائمہات المؤمنین کا سوائے

حضرت عائشہ کے اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھ لیا کرو کہ تمہارے بھائی کون ہیں، رضاعت اس وقت ہے جب دودھ بھوک مٹا سکتا ہو۔ (تغیر ابن کثیر، البقرہ: ۲۳۳)

بَابُ: رِضَاعِ الْكَبِيرِ

یہ باب بڑی عمر کے شخص کو دودھ پلانے کے بیان میں ہے

1943- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ سَهْلَةَ بِنْتُ سَهْلٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَرَى فِي وَجْهِ أَبِي حَذِيفَةَ الْكَرَاهِيَةِ مِنْ دُخُولِ سَالِمٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِيهِ قَالَتْ كَيْفَ أَرْضِعُهُ وَهُوَ رَجُلٌ كَبِيرٌ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّهُ رَجُلٌ كَبِيرٌ فَفَعَلْتُ فَآتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا رَأَيْتُ فِي وَجْهِ أَبِي حَذِيفَةَ شَيْئًا أَكْرَهُهُ بَعْدُ وَكَانَ شَهِدًا بَذَرًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سہلہ بنت سہیل نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ سالم کے میرے پاس آنے کی وجہ سے مجھے (اپنے شوہر) حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار محسوس ہوئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اسے دودھ پلا دو اس خاتون نے دریافت کیا: میں اسے کیسے دودھ پلا سکتی ہوں؟ وہ تو بڑی عمر کا آدمی ہے تو نبی کریم ﷺ مسکرا دیئے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے پتہ ہے وہ بڑی عمر کا آدمی ہے پھر اس خاتون نے ایسا ہی کیا پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی اس کے بعد مجھے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر کوئی ناپسندیدگی کے آثار نظر نہیں آئے۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک ہو چکے تھے۔

1944- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ وَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ نَزَلَتْ آيَةُ الرَّجْمِ وَرِضَاعَةُ الْكَبِيرِ عَشْرًا وَلَقَدْ كَانَ فِي صَحِيفَةٍ تَحْتَ سَرِيرِي فَلَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا غُلَامًا بِمَوْتِهِ دَخَلَ دَاجِنٌ فَآكَلَهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سنگسار کرنے سے متعلق اور دس مرتبہ بڑی عمر کے آدمی کو دودھ پلانے کے متعلق آیت نازل ہوئی تھی اور یہ اس صحیفے میں موجود تھی جو میرے پلنگ کے نیچے تھا جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا اور آپ ﷺ کے وصال کی وجہ سے ہماری توجہ نہ رہی تو ایک بکری گھر میں داخل ہوئی اور اس نے اسے کھا لیا۔

1943: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 2585 أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث: 3320

1944: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 3582 أخرجه ابوداؤد فی "المسنن" رقم الحديث: 2062 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1150 م

أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث: 3307

بَابُ: لَا رَضَاعَ بَعْدَ فِصَالٍ

یہ باب ہے کہ دودھ چھڑانے کے بعد رضاعت کا اعتبار نہیں ہوگا

1945- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعَثَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَقَالَ مَنْ هَذَا قَالَتْ هَذَا أَخِي قَالَ انْظُرُوا مَنْ تَدْخِلْنَ عَلَيْكُنَّ فَإِنَّ الرِّضَاعَةَ مِنَ الْمَجَاعَةِ

• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے میرے پاس ایک شخص موجود تھا، نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: عائشہ یہ کون ہے، میں نے عرض کی: یہ میرا رضاعی بھائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رضاعی بھائیوں کی تحقیق کر لیا کرو کیونکہ رضاعت بھوک سے ثابت ہوتی ہے۔

1946- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ عُروَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رَضَاعَ إِلَّا مَا فَتَقَ الْأَمْعَاءَ

• حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ”رضاعت صرف وہی معتبر ہوتی ہے جو انتڑیوں کو کھول دے (یعنی نشوونما کا باعث بنے)۔“

حلق میں دودھ ڈالنے ثبوت رضاعت میں فقہی مذاہب

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور ناک کے ذریعہ دودھ پلانا اور پستان کو منہ لگائے بغیر بچے کے حلق میں دودھ ڈال دینا بھی رضاعت کی طرح ہی ہے۔

السوطی: ناک کے ذریعہ خوراک دینا، اور الوجور: حلق میں دودھ ڈالنے کو کہتے ہیں۔ اور ان دونوں طریقوں سے حرمت ثابت ہونے کی روایت میں اختلاف ہے: دونوں روایتوں میں صحیح ترین یہی ہے کہ اس سے بھی اسی طرح حرمت ثابت ہو جاتی ہے جس طرح رضاعت سے ثابت ہوتی ہے۔

شععی اور ثوری اور اصحاب الرائے کا یہی قول ہے، اور حلق میں ڈالنے کے متعلق امام مالک بھی یہی کہتے ہیں۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، ابو بکر نے یہی اختیار کیا ہے، اور داؤد کا یہی مسلک ہے، اور عطاء خراسانی ناک کے ذریعہ دودھ کی خوراک لینے کے متعلق کہتے ہیں یہ رضاعت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے رضاعت سے حرمت ثابت کی ہے۔

1945: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث 3647. "ورقم الحديث 5102" أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث 3591. "أخرجه ابوداؤد فی "السنن"

رقم الحديث 2058. "أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث 3312

1946: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اس کی حرمت کی دلیل عہد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "رضاعت وہی ہے جس سے ہڈی پیدا ہو اور گوشت بنے" اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

اور اس لیے بھی کہ یہ اس طریقہ سے بھی دودھ وہی پہنچتا ہے جہاں رضاعت کے لیے پہنچتا ہے، اور اس طرح خوراک لینے سے بھی گوشت بنتا اور ہڈی بنتی ہے جس طرح پستان سے رضاعت میں پیدا ہوتی ہے، اس لیے اسے حرمت میں بھی برابر ہونی چاہیے۔ (المطی (۸/۱۳۸))

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جب دودھ ایک ہی بار برتن میں نکال لیا جائے یا پھر کئی بار نکالا جائے اور پھر اسے پانچ اوقات میں بچے کو پلایا جائے تو یہ پانچ رضاعت ہوں گی، اور اگر ایک ہی وقت میں پلادیا جائے تو یہ ایک شمار ہوگی، کیونکہ بچے کے پینے کا اعتبار ہوگا، اور اسی سے حرمت ثابت ہوگی، اس لیے اس کا متفرق اور اجتماع کے فرق کا اعتبار کریں۔ (الکافی (۵/۵۵))

بڑے کے لئے عدم رضاعت میں جمہور فقہاء و علماء کا اجماع

جمہور علماء و فقہاء کے قول کے مطابق بڑے آدمی کو دودھ پلانے سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ معتبر رضاعت دو برس کی عمر تک ہوتی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہی رضاعت حرمت پیدا کرتی ہے جس سے انتڑیاں بھریں اور دودھ چھڑانے کی عمر میں سے قبل ہو۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث (۱۰۷۲) اور سنن ابن ماجہ رقم الحدیث (۱۹۳۶)) حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: "فی الشدی" کا معنی رضاعت کی مدت ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور اکثر اہل علم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کا اسی پر عمل ہے، کہ رضاعت وہی حرمت ثابت کرتی ہے جو دودھ چھڑانے کی عمر دو برس سے قبل ہو، اور مکمل دو برس کے بعد رضاعت کچھ حرام نہیں کرتی۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میرے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا: عائشہ یہ کون ہے؟ تو میں نے عرض کیا: یہ میرا رضاعی بھائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عائشہ دیکھو کہ تمہارے بھائی کون ہیں، کیونکہ رضاعت بھوک سے ہوتی ہے"

(صحیح بخاری رقم الحدیث (۲۴۵۳) صحیح مسلم رقم الحدیث (۱۴۵۵))

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں: "معنی یہ ہے کہ تم ذرا غور کرو کہ ایسا ہوا ہے آیا یہ رضاعت صحیح ہے اور اس میں رضاعت کی شروط پائی جاتی ہیں، کہ یہ رضاعت مدت میں ہو اور اس کی مقدار بھی پوری ہو کیونکہ جس رضاعت سے حکم ثابت ہوتا ہے وہی رضاعت ہے جس میں شرطیں مکمل ہوں۔

المطلب رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اس کا معنی یہ ہے کہ: عورتیں دیکھیں کہ اس اخوت یعنی بھائی ہونے کا سبب کیا ہے، کیونکہ رضاعت کی حرمت تو منفرسی میں ہوتی ہے حتیٰ کہ رضاعت بھوک کو منادے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: "رضاعت تو بھوک سے ہوتی ہے" اس میں علت بیان ہوئی ہے کہ جو غور و فکر اور تدبر کا

باعث ہے، کیونکہ رضاعت نسب ثابت کرتی ہے اور دودھ پینے والے بچے کو محرم بناتی ہے اور یہ قول: "الجمادۃ" یعنی جس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور محرم کے ساتھ ظہور طہال کرتی ہے وہ اس حالت میں ہے کہ جب بچے کی بھوک دودھ سے ممتلئ ہوتی ہو۔

کیونکہ کاسدہ کزور ہونے کی بنا اس کے لیے صرف دودھ ہی کافی ہوتا ہے، اور اس دودھ سے اس کا جسم نشوونما پاتا ہے تو اس طرح وہ دودھ پلانے والی عورت کا ایک جزء بن جاتا ہے، اس طرح وہ حرمت میں اس کی اولاد کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔
گویا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: "معتبر رضاعت وہ ہے جو بھوک مٹائے، یا بھوک سے خوراک پوری کرتی ہو۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آثار ملتے ہیں کہ بڑے شخص کی رضاعت مؤثر نہیں ہوتی ان میں درج ذیل روایات شامل ہیں:
۱ ابو علیہ الوداعی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا اور عرض کی: میرے ساتھ میری بیوی تھی تو اس کا دودھ پستان میں رک گیا میں اسے نکالنے کے لیے منہ سے چوستا اور باہر پھینک دیتا، میں ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: وہ تم پر حرام ہو گئی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اور ہم بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے: آپ نے اسے کیا فتویٰ دیا ہے؟ تو انہوں نے جو فتویٰ دیا تھا وہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آدمی کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے: کیا آپ اس کو دودھ پینے والا بچہ سمجھتے ہیں؟
بلکہ رضاعت تو وہ ہے جس سے گوشت بنے اور خون پیدا ہو (یعنی جسم نشوونما پائے) تو ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: جب تمہارے اندر یہ عالم موجود ہیں تو پھر مجھ سے کوئی سوال مت دریافت کیا کرو "اسے عبدالرزاق نے مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث (13856) (4037) میں روایت کیا ہے۔

اور سنن ابوداؤد میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ الفاظ مروی ہیں: "رضاعت وہ ہے جو ہڈی مضبوط کرے اور گوشت بنائے تو ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب تم میں یہ عالم موجود ہوں تو مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔" (سنن ابوداؤد رقم الحدیث (2050)
2 امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں نافع سے روایت کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: "رضاعت وہی ہے جس نے بچپن میں رضاعت کی اور بڑے کی رضاعت نہیں ہے۔" (موطا امام مالک (2/202)

3 موطا میں ہی عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: ایک شخص عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور میں بھی دارالقضاء کے پاس ان کے ساتھ تھا، وہ شخص بڑے آدمی کی رضاعت کے متعلق دریافت کرنے لگا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: "ایک شخص عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی: میری ایک لونڈی ہے اور میں اس سے وطء کرتا ہوں تو میری بیوی نے اسے دودھ پلا دیا، اور میں جب اس لونڈی کے پاس گیا تو وہ کہنے لگی مجھ سے دور رہو، اللہ کی قسم مجھے اس نے دودھ پلا دیا ہے۔

تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اپنی بیوی کو مارو، اور اپنی لونڈی کے پاس جاؤ، کیونکہ رضاعت تو بچے کی ہوتی ہے "اس کی سند صحیح

ہے۔

اسی لیے ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "رضاعت کی بنا پر حرمت میں شرط یہ ہے کہ یہ رضاعت دو برس کی عمر میں ہو، اکثر اہل علم کا قول یہی ہے، اور عمر علی ابن عمر اور ابن مسعود ابن عباس اور ابو ہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی ازواج مطہرات سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

شععی اور ابن شبرمہ اور اوزاعی، شافعی اور اسحاق، ابو یوسف اور محمد اور ابو ثور بھی یہی کہتے ہیں، اور امام مالک سے بھی ایک روایت یہی ہے، اور امام مالک سے مروی ہے کہ اگر ایک ماہ زائد ہو جائے تو جائز ہے، اور ایک روایت میں دو ماہ کا بھی ذکر ہے۔

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اڑھائی برس کی عمر میں رضاعت سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے۔ اس کا حمل اور دودھ چھڑانے کی عمر اڑھائی سال ہے۔ یہاں پیٹ کا حمل مراد نہیں؛ کیونکہ یہ دو برس ہوں گے بلکہ حمل فصال مراد ہے۔

اور زفر کہتے ہیں رضاعت کی مدت تین برس ہے۔ اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رائے میں بڑے شخص کی رضاعت بھی حرمت کا باعث ہے، اور عطاء اور لیث اور داؤد سے بھی یہی مروی ہے۔ (المغنی ابن قدامہ ۱۴۲/۸)

اس میں ایک اور بھی قول ہے کہ: بڑی عمر میں رضاعت اثر انداز ہوگی، عائشہ حفصہ رضی اللہ عنہما اور علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے، طبرانی نے اسے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور قاسم بن محمد و عروہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور عطاء لیث بن سعد اور ابن حزم کا یہی قول ہے، اور داؤد ظاہری کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اور مالکی حضرات میں سے ابن المواز اس کی طرف مائل ہیں۔ (فتح الباری ۱۴۸/۹)

بڑی عمر میں رضاعت مؤثر ہونے کے قائلین نے مسلم شریف کی درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا غلام سالم ان کے ساتھ ان کے گھر میں رہتا تھا، تو سہلہ بنت سہیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سالم جو ان ہو چکا ہے، اور جس طرح مرد سمجھتا ہے سالم بھی وہی کچھ سمجھنے لگا ہے، اور وہ ہمارے پاس آتا جاتا ہے، میرے خیال میں ابو حذیفہ اس کے آنے سے ناراض ہوتے ہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے دودھ پلا دو تم اس پر حرام ہو جاؤ گی، اور ابو حذیفہ کے دل میں جو کچھ ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا، تو اس نے دوبارہ آکر بتایا کہ اس نے اسے دودھ پلایا تو ابو حذیفہ کے چہرے سے ناراضگی ختم ہو گئی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۴۵۳)

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: "وہ کہنے لگے: اسے تو داڑھی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دودھ پلا دو ابو حذیفہ کی ناراضگی ختم ہو جائے گی" حذیفہ رضی اللہ عنہ نے منہ بولا بیٹا بنانے کی حرمت نازل ہونے سے قبل سالم کو منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا۔ حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ سالم نے دودھ کس طرح پیا اور اسے دودھ کس طرح پلایا گیا، امام نووی رحمہ اللہ مسلم کی شرح میں رقمطراز ہیں: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: "تم اسے دودھ پلا دو" قاضی کہتے ہیں: لگتا ہے کہ اس نے دودھ نکال کر سالم کو پلایا تھا، اور سالم نے سہلہ کے پستان کو نہیں چھویا اور نہ ہی اس کی جسم کو۔ قاضی کا یہ قول بہتر اور اچھا معلوم ہوتا ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ ضرورت و حاجت کی بنا پر اسے چھونے کی بھی اجازت مل گئی ہو جس طرح بڑی عمر کا ہونے کے باوجود رضاعت کی

اجازت ملی۔

حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسی حدیث کو لیا اور وہ اسے سالم کے لیے خاص نہیں سمجھتیں، لیکن باقی ازواج مطہرات اس کا انکار کرتی ہیں۔

مسلم شریف میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری بیویوں نے اس رضاعت والے شخص کو اپنے پاس آنے سے انکار کر دیا، اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہنے۔ اللہ کی قسم ہمارے خیال میں تو یہ سالم کے لیے خاص رخصت تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالم کو دی تھی، لہذا اس رضاعت سے ہمارے پاس کوئی نہیں آ سکتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۴۵۴)

ابوداؤد رحمہ اللہ نے ام المومنین عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس نے سالم کو اپنا منہ بیٹا بنایا ہوا تھا اور اپنے بھائی کی بیٹی یعنی بختی بنیہ بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے شادی کی اور یہ ایک انصاری عورت کا غلام تھا، جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا، دور جاہلیت میں اگر کوئی شخص منہ بولا بیٹا بناتا تو لوگ اسے اس کی ولدیت دیتے اور اسے اس کی طرف منسوب کر دیتے اور اس کی وراثت کا بھی حقدار ٹھہرتا، حتیٰ کہ اللہ عز و جل نے اس کے متعلق حکم نازل کر دیا۔ لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ اللہ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے، پھر اگر تمہیں ان کے (حقیقی) باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ (احزاب، ۵)

تو انہیں ان کے حقیقی باپوں کی طرف لوٹا دو، اور جس کے باپ کا علم نہیں تو وہ اس کا دینی بھائی اور دوست ہے، چنانچہ سہلہ بن سہیل بن عمرو قریشی عامری جو کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا:

اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ہم سالم کو اپنا بیٹا سمجھتے رہے ہیں، اور وہ میرے اور ابو حذیفہ کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہے، اور مجھے ایک ہی کپڑے میں دیکھتا ہے، اور اللہ عز و جل نے ان کے متعلق وہ حکم اتارا ہے جو آپ کو بھی علم ہے، لہذا اس کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: اے دودھ پلاؤ تو سہلہ نے اسے پانچ رضاعت دودھ پلا دیا اور اس طرح وہ اس کا رضائی بیٹا بن گیا، اسی بنا پر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی بھانجیوں اور بھتیجیوں کو حکم دیا کرتی تھی کہ جنہیں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیکھنا چاہتی اور اسے اپنے پاس آنے کی اجازت دینا چاہتیں تو وہ انہیں دودھ پلا دیں چاہے وہ بڑی عمر کا ہی ہوتا، اسے پانچ رضاعت دودھ پلا تیں اور پھر وہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جاتا تھا، لیکن ام سلمہ اور باقی سب ازواج مطہرات نے اس رضاعت سے اپنے پاس آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا، حتیٰ کہ وہ بچپن میں دودھ پے تو پھر اجازت دیتی، اور وہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہا کرتی تھیں: ہمیں نہیں معلوم ہو سکتا ہے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے صرف سالم کے لیے خصوصی اجازت تھی (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۲۸۶۱) یہ حدیث صحیح ہے۔

سالم کے واقعہ والی حدیث کا جمہور یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ سالم کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ باقی ازواج مطہرات کا قول

ہے، یا پھر یہ منسوخ ہے۔ بعض فقہاء نے ان دونوں اقوال کو جمع کرتے ہوئے کہا ہے کہ: بڑی عمر میں رضاعت اثر انداز اور معتبر نہیں ہوتی، لیکن جب اس کی ضرورت و حاجت ہو تو پھر اثر انداز ہوگی۔

اصولاً رحمہ اللہ "سبل السلام" میں لکھتے ہیں: "سبلہ اور اس کے معارض دوسری حدیث میں سب سے بہتر اور احسن جمع وہی ہے جو ابن تیمیہ کی کلام ہے ان کا کہنا ہے بچپن کی رضاعت ہی معتبر شمار ہوگی لیکن اگر اس کی ضرورت و حاجت ہو مثلاً بڑے شخص کو کسی عورت کے پاس آنے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو اور عورت کا اس سے پردہ کرنا مشکل اور مشقت کا باعث ہو جیسا کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کے ساتھ سالم کا مسئلہ تھا، تو اس طرح کے بڑے شخص کو ضرورت و حاجت کی بنا پر دودھ پلایا جائے تو رضاعت مؤثر ہوگی، لیکن اس کے بغیر بچپن میں رضاعت ضروری ہے۔

کیونکہ دونوں حدیثوں کے مابین جمع بہتر ہے، اور ظاہری طور پر خاص ہونے اور نہ ہی منسوخ ہونے کی وجہ سے بغیر کسی مخالفت کے اس حدیث پر عمل کرنا بہتر ہے۔ (سبل السلام 2/313)

اور ابن قیم رحمہ اللہ بھی اسی جمع کی طرف گئے ہیں وہ کہتے ہیں: اسے منسوخ کہنے اور کسی معین شخص کے ساتھ مخصوص قرار دینے سے یہ بہتر ہے، اور دونوں اعتبار سے سب احادیث پر عمل کرنے کے زیادہ قریب ہے، اور شرعی قواعد و اصول بھی اس کے شاہد ہیں، اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ذوالعاد 5/383)

1947- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ وَغَقِيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ عَنْ أُمِّهِ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّهُنَّ خَالَفْنَ عَائِشَةَ وَأَبَيْنَّ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ أَحَدٌ بِمِثْلِ رِضَاعَةِ سَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُدَيْفَةَ وَقُلْنَ وَمَا يُدْرِيْنَا لَعَلَّ ذَلِكَ كَانَتْ رُخْصَةً لِسَالِمٍ وَخُدَّةً

••• سیدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج نے اس حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی تھی اور انہوں نے اس بات سے انکار کر دیا تھا کہ جس طرح حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم کو دودھ پلا کر اجازت دی گئی تھی اس طرح سے کوئی شخص ان کے ہاں آسکے ان ازواج مطہرات نے یہ کہا تھا، ہمیں کیا پتہ ہو سکتا ہے یہ اجازت صرف سالم کے لیے ہو۔

بَابُ: لَبْنِ الْفَحْلِ

یہ باب لبن الفحل کے حکم میں ہے

1948- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَانِي عَمِّي مِنَ الرِّضَاعَةِ الْفَلْحُ بْنُ أَبِي قَعِيْسٍ يَسْتَاذِنُ عَلَيَّ بَعْدَ مَا ضَرَبَ الْحِجَابُ فَأَبَيْتُ أَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّى

دَعَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ عَلَيْكَ فَأَذِنِي لَهُ فَقُلْتُ إِنَّمَا أَرْضَعْنِي الْمَرْأَةَ وَلَمْ يُرْضَعْنِي الرَّجُلُ قَالَ تَرَبَّثْتَ يَدَاكَ أَوْ يَمِينِكَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے رضاعی چچا ابن ابوقیس نے میرے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی یہ تجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کی بات ہے تو میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارا چچا ہے تم اسے اجازت دو میں نے عرض کی: مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے کسی مرد نے دودھ نہیں پلایا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) تمہارا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو۔

1949- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ عَيْمَى مِنَ الرِّضَاعَةِ بَسْتَاذِنْ عَلَى قَابِئْتِ أَنْ أَذِنَ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَلِجْ عَلَيْكَ عَلَيْكَ فَقُلْتُ إِنَّمَا أَرْضَعْنِي الْمَرْأَةَ وَلَمْ يُرْضَعْنِي الرَّجُلُ قَالَ إِنَّهُ عَلَيْكَ فَلْيَلِجْ عَلَيْكَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے رضاعی چچا نے میرے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی تو میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا چچا تمہارے گھر میں آ سکتا ہے۔ میں نے عرض کی: مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے مجھے دودھ نہیں پلایا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارا (رضاعی) چچا ہے تو وہ تمہارے گھر میں آ سکتا ہے۔

شرح

”لبن الفحل“ کے ساتھ حرمت متعلق ہوتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے: کسی عورت نے کسی بچی کو دودھ پلایا ہو تو یہ بچی اس عورت کے شوہر کے لئے حرام ہوگی اور اس مرد کے آباؤ اجداد کے لئے اور بیٹوں کے لئے بھی حرام ہوگی اور وہ شوہر جس کی وجہ سے عورت کے دودھ اتر رہا ہے اس دودھ جتنی بچی کا رضاعی باپ بن جائے گا۔ امام شافعی کے ایک قول کے مطابق لبن الفحل حرام نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے: حرمت بعضیت کے شبہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور دودھ عورت کے جسم کا حصہ ہے مرد کا حصہ نہیں ہے۔ ہماری دلیل وہ روایت ہے جسے ہم روایت کر چکے ہیں۔ نسب میں حرمت دونوں طرف سے ہوتی ہے تو اسی طرح رضاعت میں بھی ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ ارشاد فرمایا تھا: افلح تمہارے ہاں اندر آ سکتا ہے کیونکہ وہ تمہارا رضاعی چچا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: مرد عورت کے دودھ اترنے کا سبب ہوتا ہے تو حرمت کے معاملے میں احتیاط کے پیش نظر حرمت کو اس کی طرف بھی منسوب کیا جائے گا۔ (بدایہ الدین، کتاب نکاح، ج ۱، ص ۱۱۸)

حرمت کے لبن الفحل سے متعلق ہونے میں فقہ شافعی و حنفی کا اختلاف

یہاں مصنف نے یہ بات بیان کی ہے لبن الفحل سے حرمت متعلق ہوتی ہے۔ مصنف نے اس کی وضاحت یہ کی ہے:

جس عورت نے بچے کو دودھ پلایا اس دودھ کے اترنے کا سبب جو شخص ہے وہ لبن الفحل ہے۔

آگے مصنف نے بہ مثال بیان کی ہے: اگر کسی عورت نے بچی کو دودھ پلایا تو وہ بچی اس عورت کے شوہر کے لئے اور اس شوہر کے آباؤ اجداد کے لئے اس شوہر کے بیٹوں کو حرام ہو جائے گی اور وہ شوہر جو اس عورت کے دودھ اترنے کا سبب ہے وہ اس دودھ پینے والی بچی کا باپ شمار ہوگا۔ امام شافعی سے یہ روایت منقول ہے: ان کے نزدیک حرمت کا تعلق لبن الفحل سے نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے اس کی حرمت جزء ہونے کا شبہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور دودھ عورت کا جزء ہے۔ مرد کا جزء نہیں۔ احناف نے اپنے موقف کی تائید میں دو روایت نقل کی ہے جو پہلے گزر چکی ہے اور دوسری دلیل یہ نقل کی ہے: نسب میں بھی حرمت دونوں طرف یعنی میاں بیوی دونوں کی طرف سے ثابت ہوتی ہے تو رضاعت میں بھی میاں بیوی میں دونوں طرف سے ثابت ہونی چاہئے۔ احناف نے اپنے موقف کی تائید میں اس حدیث کو پیش کیا ہے جس کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا: تمہارے ہاں گھر آ سکتا ہے کیونکہ وہ تمہارا رضاعی چچا ہے یعنی اس سے پردے کی ضرورت نہیں ہے جس طرح مجھے چچا سے پردے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مصنف نے یہ دلیل بیان کی ہے: مرد عورت کے دودھ اترنے کا سبب ہے اس لئے احتیاط کے پیش نظر حرمت کی نسبت اس کی طرف بھی کی جائے گی۔

بَابُ: الرَّجُلِ يُسَلِّمُ وَعِنْدَهُ أُخْتَانِ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرے اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں

1950- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قُرُوءَةَ عَنْ أَبِي وَهَبٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ أَبِي حَبِيبٍ الرَّعِنِيِّ عَنِ النَّبَلِيِّ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي أُخْتَانِ تَزَوَّجْتُهُمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ إِذَا رَجَعْتَ فَطَلِّقْ إِحْدَاهُمَا

حضرت دیلمی نے بیان کرتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میری دو بیویاں مکی بہنیں تھیں جن کے ساتھ میں نے زمانہ جاہلیت میں شادی کی تھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم واپس جاؤ تو دونوں میں سے ایک کو طلاق دیدینا۔
شرح

حضرت امام شافعی حضرت امام مالک کا مسلک تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس حال میں اسلام قبول کرے کہ اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں اور وہ دونوں بھی اس کے ساتھ اسلام قبول کر لیں تو اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو اپنے نکاح میں برقرار رکھے خواہ وہ پہلی منکوحہ ہو یا دوسری منکوحہ ہو لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر اس شخص نے ان دو بہنوں سے ایک ساتھ عقد کیا تھا تو اس صورت میں اس کے لئے ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی اپنے نکاح میں برقرار رکھنا جائز نہیں ہوگا ہاں اگر اس نے ان دونوں سے آگے چھپے عقد کیا تھا تو ان میں سے ایک اس کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز ہوگا جس سے اس

نے پہلا نکاح کیا تھا جس سے بعد میں نکاح کیا تھا اس کو کسی صورت میں بھی اپنے نکاح میں برقرار رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

1851 - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهَيْعَةَ عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجَنَشَانِيِّ حَدَّثَنَا أَنَّهُ سَمِعَ الضَّحَّاكَ بْنَ قَبْرٍ وَذَكَرَ الدَّهْلَمِيُّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْلَمْتُ وَتَحَيَّيْتُ اخْتَانًا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي طَلِّقْ أَيْتَهُمَا شِئْتَ

••• ضحاک بن قریز دیلمی اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے میری دو بیویاں سگی بہنیں ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان دونوں میں سے جسے چاہو طلاق دیدو۔

شرح

دو بہنوں کو نکاح میں یا ملک یمین میں صحبت کرنے میں جمع نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”اور یہ کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو“۔ اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ”جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے نطفے کو دو بہنوں کے رحم میں جمع نہ کرے“۔ (ماہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت کا بیان

ابن قریز دیلمی سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں آپ نے فرمایا ان دونوں میں سے جس کو چاہو اپنے لیے منتخب کر لو، یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1134)

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت پر سلف و خلف کا اجماع

صحابہ تابعین ائمہ اور سلف و خلف کے علماء کرام کا اجماع ہے کہ دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور جو شخص مسلمان ہو اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں تو اسے اختیار دیا جائے گا کہ ایک کو رکھ لے اور دوسری کو طلاق دے دے اور یہ اسے کرنا ہی پڑے گا حضرت قریز فرماتے ہیں میں جب مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں دو عورتیں تھیں جو آپس میں بہنیں تھیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ان میں سے ایک کو طلاق دے دو۔ (مشاعر)

ابن ماجہ ابوداؤد اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے ترمذی میں بھی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے جسے چاہو ایک کو رکھ لو اور ایک کو طلاق دے دو، امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں، ابن ماجہ میں ابو خراش کا ایسا واقعہ بھی مذکور ہے ممکن ہے کہ ضحاک بن قریز کی کنیت ابو خراش ہو اور یہ واقعہ ایک ہی ہو اور اس کے خلاف بھی ممکن ہے

حضرت دیلمی نے رسول مقبول صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں آپ نے فرمایا ان سے جسے چاہو ایک کو طلاق دے دو (ابن مردویہ) پس دیلمی سے مراد ضحاک بن قریز ہیں رضی اللہ عنہ یہ یمن کے ان سرداروں

میں سے تھے جنہوں نے اسود بنی حنتی ملعون کو قتل کیا چنانچہ دو لونڈیوں کو جو آپس میں لگی بہنیں ہوں ایک ساتھ جمع کرنا ان سے وطی کرنا بھی حرام ہے، اس کی دلیل اس آیت کا عموم ہے جو بیویوں اور اور لونڈیوں پر مشتمل ہے

حضرت ابن مسعود سے اس کا سوال ہوا تو آپ نے مکروہ بتایا سائل نے کہا قرآن میں جو ہے آیت (الا مملکت اہمناکم) یعنی وہ جو جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں اس پر حضرت ابن مسعود نے فرمایا تیرا اونٹ بھی تو تیرے داہنے ہاتھ کی ملکیت میں ہے، جمہور کا قول بھی یہی مشہور ہے اور آئمہ اربعہ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں گو بعض سلف نے اس مسئلہ میں توقف فرمایا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ایک آیت اسے حلال کرتی ہے دوسری حرام میں تو اس سے منع کرتا سائل وہاں سے نکلا تو راستے میں ایک صحابی سے ملاقات ہوئی اس نے ان سے بھی یہی سوال کیا انہوں نے فرمایا اگر مجھے کچھ اختیار ہوتا تو میں ایسا کرنے والے کو عبرت ناک سزا دیتا،

حضرت امام مالک فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ فرمانے والے غالباً علی کا نام اس لئے نہیں لیا کہ وہ عبد الملک بن مروان کا مصاحب تھا اور ان لوگوں پر آپ کا نام بھاری پڑتا تھا حضرت الیاس بن عامر کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالب سے سوال کیا کہ میری ملکیت میں دو لونڈیاں ہیں دونوں آپس میں لگی بہنیں ہیں ایک سے میں نے تعلقات قائم کر رکھے ہیں اور میرے ہاں اس سے اولاد بھی ہوئی ہے اب میرا جی چاہتا ہے کہ اس کی بہن سے جو میری لونڈی ہے اپنے تعلقات قائم کروں تو فرمائیے شریعت کا اس میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا پہلی لونڈی کو آزاد کر کے پھر اس کی بہن سے یہ تعلقات قائم کر سکتے ہو، اس نے کہا اور لوگ تو کہتے ہیں کہ میں اس کا نکاح کرادوں پھر اس کی بہن سے مل سکتا ہوں،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا دیکھو اس صورت میں بھی خرابی ہے وہ یہ کہ اگر اس کا خاوند اسے طلاق دے دے یا انتقال کر جائے تو وہ پھر لوٹ کر تمہاری طرف آجائے گی، اسے تو آزاد کر دینے میں ہی سلامتی ہے، پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا سنو آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے احکام حلت و حرمت کے لحاظ سے یکساں ہیں ہاں البتہ تعداد میں فرق ہے یعنی آزاد عورتیں چار سے زیادہ جمع نہیں کر سکتے اور لونڈیوں میں کوئی تعداد کی قید نہیں اور دودھ پلائی کے رشتہ سے بھی اس رشتہ کی وہ تمام عورتیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسل اور نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔

نکاح میں ممانعت جمع سے متعلق قاعدہ فقہیہ

توقف اول الکلام علی اخرہ فلا جرم یقترونان (نور الانوار)

کلام کا اول حصہ آخری حصہ پر موقوف ہوتا ہے لہذا دونوں حصے اول و آخر زمانے میں مقترن ہو گئے۔

اس کا ثبوت یہ ہے۔

ولا یجمع بین الاختین۔ (النساء)

اگر کسی شخص کے دو حقیقی بہنوں کو اس کے نکاح میں جمع کر دیا اور نکاح پڑھا دیا تو اس پر نکاح کرنے والے نے کہا

اجزات نکاح هذه وهذه " میں نے اس اور اس کے نکاح کی اجازت دی۔ تو دونوں سے نکاح باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ پہلی بہن کے نکاح کا اقرار کلام کے آخری حصہ پر موقوف تھا اور آخری حصہ میں اس کی دوسری بہن کا نکاح کا اقرار ہے جبکہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے لہذا ایک زمانہ میں دو حقیقی بہنوں سے اقرار نکاح کی وجہ سے دونوں سے نکاح باطل ہو گیا۔ پہلی بہن سے نکاح کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نکاح تو کلام کے آخری حصہ پر موقوف تھا اور آخری حصے کا اقرار شرعاً باطل تھا وہ تو موقوف علیہ ہونے کی وجہ سے باطل ہو گیا۔ اور دوسری بہن کا نکاح بھی پہلے اقرار کو ثابت کرنے کے لئے تھا جبکہ اس اقرار کو اس طرح ثابت کرنا شرعاً باطل تھا لہذا دونوں کا نکاح باطل ہو گیا۔ اور یہ قاعدہ بھی ثابت ہو گیا۔ (نور الانوار)

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے متعلق چند فقہی مسائل

اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تو نکاح باطل ہوگا اور ان دونوں کو ان کے شوہر سے جدا کر دیا جائے گا اور پھر یہ جدائی اگر دخول یعنی جماع سے پہلے ہوگی تو ان دونوں کو مہر کے طور پر کچھ نہیں دلویا جائے گا اور اگر جدائی دخول کے بعد ہوگی تو مہر مثل اور مہر متعین میں سے جس کی مقدار کم ہوگی وہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو دیا جائے گا۔ اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے مختلف عقد میں یعنی یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو جو نکاح بعد میں ہوگا وہ فاسد ہو جائے گا اور شوہر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس سے علیحدگی اختیار کرے اگر وہ خود سے علیحدگی اختیار نہ کرے اور قاضی کو اس کا علم ہو جائے تو قاضی علیحدگی کر دے۔ اور پھر یہ علیحدگی اگر دخول جماع سے پہلے واقع ہوگئی تو علیحدگی کے احکام (یعنی مہر وعدت وغیرہ) میں سے کوئی حکم نافذ نہیں ہوگا اور اگر دخول کے بعد علیحدگی واقع ہوگئی تو مہر مثل اور مہر متعین میں سے جس کی مقدار کم ہوگی وہ مہر مل جائے گا اور اس پر عدت واجب ہوگی اور اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔ (فتاویٰ ہند یہ کتاب النکاح، میرات)

اور اس شخص کو اپنی بیوی یعنی پہلی منکوحہ سے اس وقت تک علیحدہ رہنا ہوگا جب تک کہ اس کی بہن کی عدت پوری نہ ہو جائے اور اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے دو عقدوں میں یعنی یکے بعد دیگرے نکاح کر لیا مگر یہ معلوم نہیں کہ کس بہن سے پہلے اور کس بہن سے بعد میں نکاح کیا تھا تو ایسی صورت میں شوہر کو قسم دیا جائے گا کہ وہ بیان کرے اگر وہ بیان کر دے کہ فلاں بہن سے پہلے اور فلاں بہن سے بعد میں نکاح کیا تھا تو اس بیان کے مطابق منل کیا جائے (یعنی پہلی کا نکاح باقی اور دوسری کا نکاح باطل قرار دیا جائے اور اگر شوہر بھی بیان نہ کر سکے تو پھر قاضی ان دونوں ہی سے شوہر کی علیحدگی کر دے، علیحدگی کے بعد ان دونوں کو نصف مہر ملے گا بشرطیکہ دونوں کا مہر برابر ہو اور عقد کے وقت متعین ہوا ہو اور یہ علیحدگی بھی جماع سے پہلے واقع ہوئی ہو اور اگر دونوں کا مہر برابر نہ ہو تو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے مہر کا چوتھائی حصہ ملے گا اور اگر عقد کے وقت مہر متعین نہ ہوا تو آدھے مہر کی بجائے ایک جوڑا کپڑا دونوں کو دیا جائے گا۔ اور اگر یہ علیحدگی جماع کے بعد ہوئی ہو تو ہر ایک کو اس کا مہر پورا ملے گا۔

اور ابو جعفر ہندوانی فرماتے ہیں کہ مسئلہ مذکورہ کا یہ حکم اس وقت ہوگا جب کہ ان دونوں میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے کہ پہلے مجھ سے نکاح ہوا تھا اور گواہ کی ایک کے بھی پاس نہ ہوں تو دونوں کو نصف مہر دلایا جائے گا لیکن اگر دونوں یہ کہیں کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ ہم میں سے کس کا نکاح پہلے ہوا ہے تو ان کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جائے گا جب تک کہ دونوں کسی ایک بات پر متفق

ہو کر صلح نہ کر لیں اور دونوں کے صلح کی صورت یہ ہوگی کہ وہ دونوں قاضی کے پاس جا کر یہ کہیں کہ ہم دونوں کا مہر ہمارے خاوند پر واجب ہے اور ہمارے اس مطالبہ میں کوئی تیسرا دعویٰ دار شریک نہیں ہے (یعنی ہمارے خاوند پر مہر کی جو رقم واجب ہے اس میں ہم دونوں کے علاوہ اور کسی تیسری عورت کا کوئی حق نہیں ہے) لہذا ہم دونوں اس بات پر صلح و اتفاق کرتی ہیں کہ نصف مہر لے لیں اس کے بعد قاضی فیصلہ کر دے گا اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنا نکاح پہلے ہونے پر گواہ پیش کئے تو مرد پر نصف مہر واجب ہوگا جو دونوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا اس حکم میں تمام علماء کا اتفاق ہے نیز دو بہنوں کے سلسلہ میں جو ادنام بیان کئے گئے ہیں وہ ایسی تمام عورتوں میں بھی جاری ہوں گے جن کا جمع کرنا (یعنی جن کو یک وقت اپنے نکاح میں رکھنا) حرام ہے اور اگر یہ شخص یعنی جس نے دو بہنوں سے ایک عقد میں نکاح کر لیا تھا اور یہ نکاح باطل ہونے کی وجہ سے ان دونوں بہنوں اور اس کے درمیان علیحدگی (کرا دی تھی) ان دونوں بہنوں کے علیحدہ ہو جانے کے بعد پھر ان دونوں میں سے کسی ایک سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ علیحدگی جماع سے پہلے ہوئی ہو اور اگر یہ علیحدگی جماع کے بعد ہوئی تھی تو اس صورت میں دونوں بہنوں کی عدت گزر جانے سے پہلے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا اور اگر ایک عدت میں ہے اور دوسری کی عدت پوری ہوگئی ہے تو اس بہن سے نکاح کرنا جائز ہوگا جو عدت میں ہے دوسری سے اس وقت تک نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا جب تک اس بہن کی عدت پوری نہ ہو جائے جو عدت میں ہے۔ اور اگر علیحدگی سے پہلے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ جماع ہو گیا تھا تو اس بہن سے نکاح کرنا جائز ہوگا جس سے جماع ہو چکا تھا اور اگر اس بہن سے نکاح کرنا چاہے جس سے جماع نہیں ہوا تھا تو اس سے اس وقت تک نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا جب تک اس بہن کی عدت پوری نہ ہو جائے جس سے جماع ہوا تھا، ہاں اگر اس بہن کی عدت پوری ہو جائے جس سے جماع ہوا تھا تو پھر ان دونوں میں سے جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ کتاب النکاح، ج ۲، ص ۱۰۷)

نکاح میں دو بہنیں باندیاں جمع کرنا مثل آزاد بہنوں کے ہے

جس طرح بیک وقت دو بہنوں کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے اسی طرح بیک وقت دو باندی بہنوں سے جنسی لطف حاصل کرنا یعنی مساس و جماع کرنا بھی جائز نہیں ہے (یعنی اگر کسی شخص کی ملکیت میں بیک وقت دو بہنیں بطور باندی ہوں تو وہ ان دونوں سے جنسی تلذذ حاصل نہ کرے بلکہ ان میں سے کسی ایک ہی سے مساس و جماع وغیرہ کرے) کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے جنسی لطف لینے کے بعد دوسری بہن حرام ہو جائے گی اس دوسری بہن سے اسی وقت جنسی لطف حاصل کر سکتا ہے جب کہ پہلی بہن کو اپنے اوپر حرام کر لے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور اس نے جماع کر لیا پھر اس کے بعد اس کی بہن کو خرید لیا تو صرف پہلی ہی سے جماع کر سکتا ہے دوسری سے جماع اس وقت تک حرام ہوگا جب تک کہ پہلی کو اپنے لئے حرام نہ کر لے اور حرام کرنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یا تو کسی سے اس کا نکاح کر دے یا اپنی ملکیت سے نکال دے یا آزاد کر دے یا کسی کو بیہ کر دے یا فروخت کر دے یا صدقہ کر دے اور یا مکاتب بنادے۔

اس سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ بعض حصہ کو آزاد کرنا کل حصہ کو آزاد کرنے کے مترادف ہے (مثلاً کسی نے اپنی باندی سے کہا کہ میں نے تیرا آدھا حصہ یا تیرا چوتھائی حصہ آزاد کیا تو یہ کل کو آزاد کرنے کے مترادف ہوگا اور اس سے جماع کرنا

ناجائز ہوگا) اسی طرح اس کے بعض حصہ کو اپنی ملکیت سے نکالنا کل کو اپنی ملکیت سے نکالنے کے مرادف ہوگا۔ اگر صرف یہ کہہ دیا جائے کہ پہلی مجھ پر حرام ہے تو اس کو کہہ دینے کی وجہ سے دوسری سے جماع کرنا جائز نہیں ہوگا جیسا کہ ایک کے حیض و نفاس اور احرام و روزہ کی وجہ سے دوسری حلال نہیں ہو جاتی یعنی جس طرح اگر ایک بہن حیض وغیرہ کی حالت میں حرام ہو جاتی ہے تو محض اس کی وجہ سے اس کی دوسری بہن حلال نہیں ہو جاتی اسی طرح فقط اتنا کہہ دینا کہ پہلی میرے لئے حرام ہے دوسری کو حلال کر دینے کے لئے کافی نہیں ہے) (فتاویٰ ہندیہ کتاب النکاح، ہدوت)

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت میں فقہی جزئیات

اگر کسی شخص نے ان دونوں بہنوں سے جماع کر لیا جو بطور باندی اس کی ملکیت میں تھیں تو اس کے بعد ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ جماع نہیں کر سکتا تا وقتیکہ مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق دوسری کو اپنے لئے حرام نہ کر لے۔

اگر کسی شخص نے ان دونوں باندی بہنوں میں سے کہ جو بیک وقت اس کی ملکیت میں تھیں کسی ایک کو فروخت کر دیا لیکن وہ کسی عیب کی وجہ سے لوٹ کر آگئی یا اس کو بہہ کر دیا تھا لیکن اپنے بہہ کو ختم کر کے اسے واپس لے لیا یا اس کا نکاح کر دیا تھا مگر اس کے شوہر نے اس کو طلاق دیدی اور اس کی عدت بھی پوری ہو گئی تو ان صورتوں میں وہ شخص ان میں سے کسی ایک سے بھی جماع نہ کرے تا وقتیکہ دوسری بہن کو اپنے لئے حرام نہ کر لے۔

کسی شخص نے ایک باندی سے نکاح کر لیا اور اس کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے اس کی بہن کو خرید لیا تو اس کے لئے خریدی ہوئی باندی سے جنسی لطف حاصل کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ فراش یعنی زوجیت کا استحقاق نفس نکاح سے ثابت ہو جاتا ہے اس لئے اگر وہ خریدی ہوئی باندی سے جماع کرے گا تو یہی کہا جائے گا کہ اس نے فراش یعنی زوجیت کا استحقاق) میں دو بہنوں کو جمع کیا اور یہ حرام ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ کتاب النکاح، ہدوت)

اگر ایک شخص نے اپنی باندی سے جماع کر لیا اور اس کے بعد اس کی بہن سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہوگا اور جب نکاح صحیح ہو گیا تو اب وہ باندی سے جماع نہ کرے گا اگرچہ ابھی تک منکوحہ سے جماع نہ کیا ہو اور اس منکوحہ سے اس وقت تک جماع نہ کرے جب تک کہ اپنی باندی یعنی منکوحہ کی بہن کو مذکورہ بالا طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے اپنے لئے حرام نہ کر لے اور اگر اس نے اپنی باندی کی بہن سے ایسی صورت میں نکاح کیا کہ اس باندی سے جماع نہیں ہوا ہے تو پھر منکوحہ سے جماع کر سکتا ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنی باندی سے جماع کے بعد اس کی بہن سے نکاح کیا مگر وہ نکاح کسی وجہ سے فاسد ہو گیا تو محض نکاح سے وہ باندی حرام نہ ہوگی ہاں اگر نکاح کے بعد وہ منکوحہ سے جماع کر لے تو باندی سے جماع کرنا حرام ہو جائے گا۔

اگر دو بہنوں نے کسی شخص سے یہ کہا کہ ہم نے اتنے مہر کے عوض تمہارے ساتھ اپنا نکاح کیا اور یہ الفاظ دونوں کی زبان سے ایک ساتھ ادا ہوئے اور اس شخص نے ان میں سے ایک کا نکاح قبول کر لیا تو یہ نکاح جائز ہو جائے گا اور اگر پہلے خود اس شخص نے ان دونوں بہنوں سے یہ کہا کہ میں نے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ہزار روپیہ کے عوض اپنا نکاح کیا اور ان میں سے ایک نے قبول کر لیا اور دوسری نے انکار کر دیا تو دونوں کا نکاح باطل ہوگا۔

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی یا ایک طلاق بائن یا تین طلاق یں دیں یا نکاح فاسد ہو جانے کی وجہ سے نکاح نسخ ہو گیا یا شبہ ہو کر کسی عورت سے جماع کر لیا غرضیکہ ان میں سے کسی بھی صورت کے پیدا ہونے کی وجہ سے وہ عورت کہ عدت کے دن گزار رہی ہو تو اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے وہ شخص نکاح نہیں کر سکتا اور جس طرح اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں اسی طرح اس کی کسی بھی ایسی رشتہ والی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں جو اس کے لئے ذوات الارحام میں سے ہو اور دونوں کا بیک وقت کسی ایک کے نکاح میں رہنا حرام ہو (مثلاً اس کے زمانہ عدت میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا جائز نہیں) اور اسی طرح اس کے زمانہ عدت میں اس کے علاوہ مزید چار عورتوں سے نکاح کرنا بھی حلال نہیں۔

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی یا ایک طلاق بائن یا تین طلاق یں دیں یا نکاح فاسد ہو جانے کی وجہ سے نکاح نسخ ہو گیا یا شبہ ہو کر کسی عورت سے جماع کر لیا غرضیکہ ان میں سے کسی بھی صورت کے پیدا ہونے کی وجہ سے وہ عورت کہ عدت کے دن گزار رہی ہو تو اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے وہ شخص نکاح نہیں کر سکتا اور جس طرح اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں اسی طرح اس کی کسی بھی ایسی رشتہ والی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں جو اس کے لئے ذوات الارحام میں سے ہو اور دونوں کا بیک وقت کسی ایک کے نکاح میں رہنا حرام ہو (مثلاً اس کے زمانہ عدت میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا جائز نہیں) اور اسی طرح اس کے زمانہ عدت میں اس کے علاوہ مزید چار عورتوں سے نکاح کرنا بھی حلال نہیں۔

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی یا ایک طلاق بائن یا تین طلاق یں دیں یا نکاح فاسد ہو جانے کی وجہ سے نکاح نسخ ہو گیا یا شبہ ہو کر کسی عورت سے جماع کر لیا غرضیکہ ان میں سے کسی بھی صورت کے پیدا ہونے کی وجہ سے وہ عورت کہ عدت کے دن گزار رہی ہو تو اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے وہ شخص نکاح نہیں کر سکتا اور جس طرح اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں اسی طرح اس کی کسی بھی ایسی رشتہ والی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں جو اس کے لئے ذوات الارحام میں سے ہو اور دونوں کا بیک وقت کسی ایک کے نکاح میں رہنا حرام ہو (مثلاً اس کے زمانہ عدت میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا جائز نہیں) اور اسی طرح اس کے زمانہ عدت میں اس کے علاوہ مزید چار عورتوں سے نکاح کرنا بھی حلال نہیں۔

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی یا ایک طلاق بائن یا تین طلاق یں دیں یا نکاح فاسد ہو جانے کی وجہ سے نکاح نسخ ہو گیا یا شبہ ہو کر کسی عورت سے جماع کر لیا غرضیکہ ان میں سے کسی بھی صورت کے پیدا ہونے کی وجہ سے وہ عورت کہ عدت کے دن گزار رہی ہو تو اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے وہ شخص نکاح نہیں کر سکتا اور جس طرح اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں اسی طرح اس کی کسی بھی ایسی رشتہ والی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں جو اس کے لئے ذوات الارحام میں سے ہو اور دونوں کا بیک وقت کسی ایک کے نکاح میں رہنا حرام ہو (مثلاً اس کے زمانہ عدت میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا جائز نہیں) اور اسی طرح اس کے زمانہ عدت میں اس کے علاوہ مزید چار عورتوں سے نکاح کرنا بھی حلال نہیں۔

مطلقہ کی عدت کی مدت میں شوہر کے قول کا اعتبار

اگر کسی شوہر نے کہا کہ میری مطلقہ بیوی نے بتایا کہ اس کی عدت کے دن پورے ہو گئے ہیں (لہذا میں اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہوں) تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ طلاق دیئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے؟ اگر طلاق دیئے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے جس میں عدت پوری ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں تو شوہر کا قول معتبر نہیں ہوگا اس طرح اس کی مطلقہ بیوی کا یہ کہنا کہ میری عدت پوری ہو گئی ہے قابل اعتبار نہ ہوگا ہاں اگر وہ کوئی ایسی صورت بیان کرے جس میں عدت پوری ہونے کا احتمال ہو جیسے وہ یہ بیان کرے کہ طلاق کے دوسرے دن میرا حمل جس کے اعضاء پورے تھے ساقط ہو گیا ہے تو اس صورت میں اس کا قول معتبر ہوگا۔ اور طلاق کو اتنا عرصہ گزر چکا ہو کہ اس میں عدت پوری ہونے کا امکان ہو تو اگر عورت اپنے شوہر کے قول کی تصدیق کر دے یا اس مجلس میں موجود نہ ہو تو شوہر کا قول معتبر ہوگا اور اس کے لئے بیک وقت چار دوسری عورتوں سے یا سابقہ بیوی کی بہن سے نکاح کرنا جائز

ہوگا بلکہ نقلی علماء تو یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں اگر بیوی شوہر کو جھٹلا دے تو بھی شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

کسی شخص کی بیوی مرتد ہو کر دارالحرب بھی جائے تو شوہر کے لئے اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے جیسا کہ اس کے مرجع جانے کی صورت میں اس کی بہن سے نکاح کرتا جائز ہے پھر اگر وہ مرتدہ عورت مسلمان ہو کر دارالحرب سے لوٹے اور اس کا شوہر اس کی بہن سے نکاح کر چکا ہو تو اس کی بہن کا نکاح فاسد نہیں ہوگا اور اگر وہ بہن کے ساتھ نکاح ہونے سے پہلے لوٹے تو حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو اس صورت میں بھی وہ شخص اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص اس صورت میں اس کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا۔

اگر دو بہنوں سے علیحدہ علیحدہ نکاح کیا تو دوسری کا نکاح فاسد ہے اور اس پر مزاہقت لازم ہے، اور اگر قاضی کو یہ معلوم ہو تو وہ دونوں میں تفریق کر دے، اگر دوسری کو دخول سے قبل علیحدہ کر دیا تو نکاح کا کوئی حکم نہ ثابت ہوگا۔ اور اگر اس کو دخول کے بعد جدا کیا تو پھر اس کو مہر دینا ہوگا مہر مثل اور مقررہ ہے جو کم ہو وہ واجب ہوگا اور اس پر عدت ہوگی اور نسب ثابت ہو سکے گا، اور پہلی سے اس وقت تک علیحدگی اختیار کرے۔ جب تک دوسری بہن کی عدت نہ نہر جائے، محیط سرخسی میں یونہی ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ کتاب النکاح، بیروت)

بَابُ: الرَّجُلِ يُسْلِمُ وَعِنْدَهُ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعِ نِسْوَةٍ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرے اور اس کے ہاں چار سے زیادہ بیویاں ہوں

1952- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ حُمَيْصَةَ بِنْتِ الشَّامِرِ قَالَتْ قَالَ الْقَيْسُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ أَسْلَمْتُ وَعِنْدِي ثَمَانِ نِسْوَةٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ ذَلِكَ لَكَ فَقَالَ اخْتَرِي مِنْهُنَّ أَرْبَعًا

•• حضرت قیس بن حارث بنی ثعلبہ بیان کرتے ہیں: میں نے اسلام قبول کیا میری آٹھ بیویاں تھیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان میں سے چار کو اختیار کر لو۔

1953- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَسْلَمَ عَيْلَانُ بْنُ سَلَمَةَ وَتَحْتَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذِي مِنْهُنَّ أَرْبَعًا

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عیلا بن سلمہ نے اسلام قبول کیا تو ان کی دس بیویاں تھیں نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا تم ان میں سے 4 کو رکھ لو۔

شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفر کی حالت میں جو شادی کی جاتی ہے وہ معتبر ہوتی ہے چنانچہ اگر کافر میاں بیوی اسلام لے آئیں تو انہیں تجدید نکاح کا حکم نہیں دیا جائے گا بشرطیکہ ان کے نکاح میں ایسے رشتوں والی عورتیں نہ ہوں جنہیں بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا شریعت اسلامی نے ممنوع قرار دیا ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چار سے زیادہ عورتوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ حضرت نوفل بن معاویہ کہتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں چنانچہ میں نے اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک کو علیحدہ کر دو اور چار کو باقی رکھو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سن کر) میں اپنی سب سے پہلی بیوی کو علیحدہ کر دیا جو بائیس تھی اور ساٹھ سال سے میرے ساتھ تھی۔ (شرح السنہ، مشکوٰۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحدیث 309)

بَابُ: الشَّرْطِ فِي النِّكَاحِ

یہ باب نکاح میں شرط عائد کرنے کے بیان میں ہے

1854- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ أَحَقَّ الشَّرْطُ أَنْ يُؤْفَى بِهِ مَا اسْتَحَلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ

﴿﴾ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: پوری کی جانے کی سب سے زیادہ حقدار وہ شرط ہے جس کے ذریعے تم شرمگاہوں کو حلال کرتے ہو۔

1855- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ مِنْ صَدَاقٍ أَوْ حَبَاءٍ أَوْ هِبَةٍ قَبْلَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ فَهُوَ لَهَا وَمَا كَانَ بَعْدَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ فَهُوَ لِمَنْ أُعْطِيَ أَوْ حَبِيٍّ وَآحَقُّ مَا يُكْرِمُ الرَّجُلُ بِهِ ابْنَتَهُ أَوْ أُخْتَهُ

﴿﴾ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ نکاح کی عصمت سے پہلے جو چیز مہر عطیے یا ہبہ کے طور پر دی جائے تو وہ عورت کو ملے گی اور جو نکاح کی عصمت کے بعد دیا جائے گا تو یہ اس کی ملکیت ہوگا جسے وہ دیا گیا ہے یا عطیہ کے طور پر دیا گیا ہے اور جس چیز کی وجہ سے آدمی کی عزت افزائی ہوتی ہے اس میں سب سے زیادہ حقدار آدمی کی بیٹی یا اس کی بہن ہے۔

1954: اخرج البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 2721، رقم الحدیث: 5151، اخرج مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 3457، اخرج ابوداؤد فی "السنن"

رقم الحدیث: 2139، اخرج الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1127، اخرج الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 3281، رقم الحدیث: 3282

1955: اخرج ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2129، اخرج الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 3353

بَابُ: الرَّجُلِ يُعْتِقُ أَمَتَهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا

باب: آدمی کا اپنی کنیز کو آزاد کر کے اس کے ساتھ شادی کر لینا

1956- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَكَاثَرَ لَهُ جَارِيَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ أَدَبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِنَّمَا رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنِسْبِهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِنَّمَا عَبْدٌ مَّمْلُوكٌ آذَى حَقَّ اللَّهِ عَلَيْهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ فَلَهُ أَجْرَانِ قَالَ صَالِحُ قَالَ الشَّعْبِيُّ قَدْ أَغْطَيْتُكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ إِنْ كَانَ الرَّائِبُ لِكِرْكَبٍ فِيمَا ذُوْنَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ

•• حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جس شخص کی کوئی کنیز ہو اور وہ اس کی تربیت کرے اور اچھی تربیت کرے اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے پھر اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ شادی کر لے تو اس شخص کو دو گنا اجر ملے گا اہل کتاب سے تعلق رکھنے والا جو شخص اپنے نبی پر ایمان لائے اور پھر حضرت محمد ﷺ پر بھی ایمان لائے اسے دو گنا اجر ملے گا جو غلام اپنے ذمے لازم اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرتا ہے اور اپنے آقا کے حق کو ادا کرتا ہے اسے دو گنا اجر ملے گا۔“

صالح نامی راوی کہتے ہیں: بعضی نے یہ بات بیان کی ہے میں نے کسی معاوضے کے بغیر یہ حدیث تمہیں دیدی ہے حالانکہ اس سے کم مضمون والی روایت کے لیے لوگ سوار ہو کر مدینہ منورہ جایا کرتے تھے۔

1957- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَارَتْ صَفِيَّةُ لِدُخِيَّةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ فَتْرٍ وَجْهًا وَجَعَلَ عَتَقَهَا صَدَاقَهَا قَالَ حَمَّادٌ فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ لِثَابِتٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَنْتَ مَسَّالَتْ أَنْسًا مَا أَهْرَهَا قَالَ أَهْرَهَا نَفْسَهَا

•• حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں تھیں پھر اس کے بعد وہ نبی کریم ﷺ کے حصے میں آگئیں نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ شادی کر لی آپ ﷺ نے ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔

حماد نامی راوی کہتے ہیں: عبدالعزیز نامی راوی نے ثابت نامی راوی سے کہا اے ابو محمد! کیا آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں کیا مہر دیا تھا انہوں نے جواب دیا نبی کریم ﷺ نے ان کی ذات کو ان کا مہر قرار دیا تھا۔

1958- حَدَّثَنَا حَبِيشُ بْنُ مُبَشِّرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ

1956: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 97، رقم الحديث: 2547، رقم الحديث: 3011، رقم الحديث: 3446، رقم الحديث: 5083، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 385، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1116، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3344، 1957: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 947، رقم الحديث: 5086، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3483، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2996، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3342

عَابِدَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْلَى صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِنَقَهَا مَذَالَهَا وَتَزَوَّجَهَا

• • • سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے نبی کریم ﷺ نے سیدہ صفیہؓ کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دے کر ان کے ساتھ شادی کر لی۔

بَابُ: تَزْوِيجِ الْعَبْدِ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ

یہ باب آقا کی اجازت کے بغیر غلام کی شادی کے بیان میں ہے

1959- حَدَّثَنَا أَبُو زَهْرٍ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ كَانَ عَاهِرًا

• • • حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جب کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لے تو وہ بدکار ہوتا ہے۔“

1960- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَصَالِحُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَسَانَ مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا مَنْذَلٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهُ فَهُوَ زَانٍ

• • • حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لے تو وہ (غلام) زانی ہوتا ہے۔“

شرح

غلام یا کنیز کا نکاح ان کے آقا کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں: غلام کے لئے ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ جب وہ طلاق دینے کا حق رکھتا ہے تو نکاح کرنے کا بھی حق رکھے گا۔ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ”جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لے وہ زانی ہوگا۔“ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: ان دونوں (یعنی غلام اور کنیز) کے نکاح کو نافذ قرار دینا ان دونوں کے حق میں عیب ہے کیونکہ نکاح ان دونوں میں عیب شمار ہوتا ہے لہذا وہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اس کے مالک نہیں ہو سکتے۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

نکاح کے اختیار میں غلام سے متعلق فقہی احکام

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر

نکاح کرے تو وہ زانی ہے۔

اس باب میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے حدیث جابر حسن ہے بعض راوی یہ حدیث عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے اور وہ ابن عمر سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں، صحیح یہی ہے کہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں صحابہ کرام اور تابعین کا اسی پر عمل ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح جائز نہیں۔ امام احمد، اسحاق، اور دوسرے حضرات کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث ۱۱۱۱)

مطلب یہ ہے کہ مملوک کا نکاح مالک کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہوتا لہذا اگر کوئی مملوک اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے گا اور اس نکاح کے بعد منکوحہ سے مجامعت کرے گا تو یہ فعل حرام ہوگا اور وہ زنا کار کہلائے گا چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے کہ غلام کا نکاح اس کے آقا کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوتا اور نکاح کے بعد اگر آقا اجازت دے دے تب بھی وہ عقد صحیح نہیں ہوتا جبکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ آقا کی اجازت کے بغیر نکاح تو ہو جاتا ہے مگر اس کا نافع ہونا یعنی صحیح ہونا آقا کی اجازت پر موقوف رہتا ہے کہ جب آقا اجازت دے دے گا تو صحیح ہو جائے گا جیسا کہ فضولی کے نکاح کا حکم ہے۔

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: لونڈی غلام نے اگر خود نکاح کر لیا یا ان کا نکاح کسی اور نے کر دیا تو یہ نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے جائز کر دے گا نافع ہو جائے گا، رد کر دے گا باطل ہو جائے گا، پھر اگر وہ بھی ہو چکی اور مولیٰ نے رد کر دیا تو جب تک آزاد نہ ہو لونڈی اپنا مہر طلب نہیں کر سکتی، نہ غلام سے مطالبہ ہو سکتا ہے اور اگر وہ بھی نہ ہوئی جب تو مہر واجب ہی نہ ہوا۔ یہاں مولیٰ سے مراد وہ ہے جسے اس کے نکاح کی ولایت حاصل ہو، مثلاً مالک نابالغ ہو تو اس کا باپ یا دادا یا قاضی یا وصی اور لونڈی، غلام سے مراد عام ہیں، مدت، مکاتب، مازون، ام ولد یا وہ جس کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا سب کو شامل ہے۔

(در مختار، کتاب النکاح)

غلام کے حق نکاح و طلاق میں فقہ مالکی کا موقف

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے، "جس نے اپنے غلام کو شادی کرنے کی اجازت دے دی، تو اب طلاق کا معاملہ غلام کے ہاتھ ہی میں ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کو طلاق کے معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔"

(موطاء مالک، کتاب الطلاق، حدیث ۱۶۷۶)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے آقا نے میری شادی اپنی ایک لونڈی سے کر دی تھی اور اب ہمیں علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا، "اے لوگو! یہ کیا ہو گیا ہے کہ تم میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کی شادی اپنی ایک لونڈی سے کر دی ہے اور اب وہ چاہتا ہے کہ ان میں علیحدگی کر دے۔ طلاق تو اسی کا حق ہے جو شوہر ہے۔"

(ابن ماجہ، کتاب الطلاق، حدیث ۲۰۸۱)

نکاح و طلاق کے باہمی عدم قیاس کا بیان

یہاں مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: آقا کی اجازت کے بغیر غلام اور کنیز کا نکاح جائز نہیں ہوتا یعنی اسے نافذ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس بارے میں امام مالک کی رائے مختلف ہے کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہیں غلام کا نکاح نافذ ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے: غلام خود طلاق دینے کا مالک ہوتا ہے تو لازمی طور پر اسے نکاح کا بھی مالک ہونا چاہئے۔ مصنف نے اس کے جواب میں اپنے موقف کی تائید میں سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے: ”جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لے وہ زانی شمار ہوگا۔“ یہ نقلی دلیل نقل کرنے کے بعد مصنف نے اس بات کی عقلی دلیل یہ بیان کی ہے: اگر ان دونوں کے نکاح کو نافذ قرار دیا جائے تو یہ بات ان دونوں یعنی غلام اور کنیز کے حق میں عیب شمار ہوگی کیونکہ عام طور پر لوگ غلام یا کنیز خریدتے وقت ایسا غلام یا کنیز خریدنا پسند کرتے ہیں جو غیر شادی شدہ ہو۔ امام مالک نے نکاح کے حق کو طلاق دینے کے حق پر قیاس کیا تھا تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے: طلاق غلام یا کنیز کے حق میں عیب کو زائل کرنے کا نام ہے اور نکاح ان کے حق میں عیب کو ثابت کرنے کا نام ہے اس لیے ان دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث ۵۹۸)

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کے بارے میں فرمایا کہ اس کی روٹی کپڑا اس کے آقا کے ذمہ ہے اور یہ کہ اس سے صرف اتنا کام لیا جائے جو اس کی طاقت و ہمت کے مطابق ہو۔

اس حدیث میں غلام کے بارے میں دو ہدایتیں ہیں ایک تو یہ کہ غلام کا نفقہ چونکہ اس کے مالک پر واجب ہے اس لئے مالک کو چاہئے کہ وہ اپنے غلام کو اس کی حاجت کے بقدر اور اپنے شہر کے عام دستور کے مطابق اس کو روٹی کپڑا دے یعنی اس کے شہر میں عام طور پر غلام کو جس مقدار میں اور جس معیار کاروٹی اور کپڑا دیا جاتا ہے اسی کے مطابق وہ بھی دے، دوسری ہدایت یہ ہے کہ اپنے غلام کو کوئی ایسا کام کرنے کا حکم نہ دیا جائے جس پر وہ مدد و امت نہ کر سکتا ہو اور جو اس کی ہمت و طاقت سے باہر ہو یا جس کی وجہ سے اس کے جسم میں کوئی ظاہری نقصان پہنچ سکتا ہو۔

گویا اس ہدایت کے ذریعہ یہ احساس دلایا گیا ہے کہ انسان اپنے غلام کے بارے میں یہ حقیقت ذہن میں رکھے کہ جس طرح مالک حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ان کی طاقت و ہمت سے زیادہ کی عمل و فعل کا بار نہیں ڈالا ہے اور ان کو انہی احکام کا پابند کیا ہے جو ان کے توانائے فکر و عمل کے مطابق ہیں اسی طرح بندوں کو بھی جو مالک مجازی ہیں یہی چاہئے کہ وہ اپنے مملوک یعنی غلام پر کہ جو انہی کی طرح انسان ہیں ان کی طاقت و ہمت سے باہر کسی کام کا بار نہ ڈالیں۔

حضرت ابن عباس سے یہ حدیث مرفوع منقول ہے کہ غلام کے تین چیزیں ضروری ہیں (۱) جب غلام نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو جلد بازی کا حکم نہ دے (۲) جب وہ کھانا کھا رہا ہو تو اس کو اپنے کسی کام کے لئے نہ اٹھائے (۳) اس کو اتنا کھانا دے جس سے اس کا پیٹ اچھی طرح بھر جائے۔

نکاح کے اختیار میں مولیٰ کی نیت کا اعتبار

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ جب غلام نے مولیٰ سے نکاح کی اجازت لی اور نکاح فاسد کیا تو اجازت ختم ہوگئی

شرح منہاج ماہد (جلد سوم)

یعنی پھر نکاح صحیح کرنا چاہیے تو دوبارہ اجازت لینی ہوگی اور نکاح فاسد میں دلی کر لی ہے تو مہر غلام پر واجب یعنی غلام مہر میں لکھا جاسکتا ہے اور اگر اجازت دینے میں موٹی نے نکاح صحیح کی نیت کی تھی تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اور نکاح فاسد کی اجازت دی تو یہی نکاح صحیح کی بھی اجازت ہے، بخلاف وکیل کہ اس نے اگر پہلی صورت میں نکاح فاسد کر دیا، تو ابھی وکالت ختم نہ ہوئی دوبارہ صحیح نکاح کر سکتا ہے اور اگر اسے نکاح فاسد کا وکیل بنایا ہے تو نکاح صحیح کا وکیل نہیں۔ غلام کو نکاح کی اجازت دی تھی، اس نے ایک عقد میں دو عورتوں سے نکاح کیا تو کسی کا نہ ہوا۔ ہاں اگر اجازت ایسے لفظوں سے دی جن سے عموم سمجھا جاتا ہے تو ہو جائے گا۔ کسی نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے مکاتب سے کر دیا پھر مر گیا تو نکاح فاسد نہ ہوگا۔ ہاں اگر مکاتب بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز آیا تو اب فاسد ہو جائے گا کہ لڑکی اسکی مالکہ ہوگئی۔ (درمیان کتاب النکاح)

باندی کے آزاد ہونے پر فسخ نکاح میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عروۃ ام المؤمنین حضرت عائشہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یعنی (حضرت عائشہ) سے بریرہ کے بارے میں فرمایا کہ اسے خرید لو اور پھر اس کو آزاد کر دو اور بریرہ کا خاوند چونکہ غلام تھا اس لئے آنحضرت نے اسے اختیار دے دیا تھا اور بریرہ نے اس اختیار کے مطابق اپنے آپ کو اپنے خاوند سے علیحدہ کر لیا تھا۔ اور اگر اس کا خاوند آزاد ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے یہ اختیار نہ دیتے (بخاری و مسلم)

اللہ علیہ وسلم اسے یہ اختیار نہ دیتے (بخاری و مسلم)
 یہ بطور لونڈی ایک یہودی کی ملکیت میں تھیں پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا چنانچہ بریرہ کی
 خریداری کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ پہلے اس کے مالکوں سے خرید لو اور پھر اس کو آزاد
 کر دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت عائشہ نے اسے خرید لیا اور پھر آزاد کر دیا، بریرہ کا خاوند چونکہ غلام تھا اس لیے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو یہ اختیار دے دیا تھا کہ آزاد ہونے کے بعد اگر چاہو تو تم اپنے خاوند کے نکاح میں حسب
 سابق رہو اور اگر اس کے نکاح میں رہنا نہ چاہو تو اس سے علیحدہ ہو جاؤ، اس اختیار کے پیش نظر بریرہ نے علیحدگی کو اختیار کیا اور اپنے
 خاوند سے قطع تعلق کر لیا۔ حدیث کا آخری جملہ (ولو كان حراً) الخ اور اگر اس کا خاوند آزاد ہوتا الخ بظاہر حضرت عروہ کا اپنا قول
 معلوم ہوتا ہے۔

اور ائمہ ثلاثہ یعنی حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے کہ لونڈی کو آزاد ہونے کے بعد اپنے نکاح کو باقی یا فسخ کرنے کا اختیار اسی صورت میں ہوتا ہے جب کہ اس کا خاوند غلام ہوتا کہ وہ آزاد ہو جانے کے بعد ایک غلام کے نکاح میں رہنے کو عار محسوس نہ کرے، اگر اس کا خاوند غلام نہ ہو تو پھر اسے یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اسے بہر صورت یہ اختیار حاصل ہوتا ہے، خواہ اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد ہو۔ دونوں طرف کے علماء کی دلیلیں فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور اگر میاں بیوی دونوں ایک ساتھ آزاد ہوں تو تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس صورت میں بیوی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا اسی طرح اگر شوہر آزاد ہو جائے تو اسے اپنا نکاح باقی رکھنے یا فسخ کر دینے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ خواہ اس کی بیوی آزاد ہو یا لونڈی ہو۔

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ بریرہ کا شوہر آزاد تھا اور آپ نے بریرہ کو اختیار دیا حدیث عائشہ حسن صحیح ہے۔ ہشام بن عروہ بھی اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہ سے اسی طرح نقل کرتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر غلام تھا عمرہ ابن عباس کے حوالے سے کہتے ہیں کہ انہوں نے بریرہ کے شوہر کو دیکھا وہ غلام تھا اور اسے مغیث کہتے تھے۔ ابن عمر سے بھی اسی طرح منقول ہے بعض اہل علم کے نزدیک اسی حدیث پر عمل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر بائدی کو آزاد کیا جائے اور وہ کسی آزاد شخص کے نکاح میں ہو تو اسے اختیار نہیں لیکن اگر غلام کے نکاح میں ہو تو اسے اختیار ہے۔

امام شافعی، احمد، اسحاق، کا بھی یہی قول ہے کئی راوی اعمش سے وہ ابراہیم سے وہ اسود سے اور وہ حضرت عائشہ سے بھی نقل کرتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر آزاد تھا اور آپ نے اسے اختیار دیا تھا ابو عوانہ یہ حدیث اعمش سے وہ ابراہیم سے وہ اسود سے اور وہ حضرت عائشہ سے بریرہ کا قصہ نقل کرتے ہیں اسود کہتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر آزاد تھا بعض علماء تابعین اور ان کے بعد کے علماء کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث 1162)

بَابُ: النَّهْيُ عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ

یہ باب نکاح متعہ کی ممانعت میں ہے

نکاح متعہ کے منسوخ ہونے کا بیان

1961- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدٍ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْإِنْسِيَّةِ

••• حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر خواتین کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا۔

1962- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَهْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْعُزْبَةَ قَدْ اشْتَكَتْ عَلَيْنَا قَالَ فَاسْتَمْتِعُوا مِنْ هَذِهِ النِّسَاءِ فَاتَيْنَاهُنَّ فَأَبَيْنَ أَنْ يَنْكِحُنَا إِلَّا أَنْ نَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُنَّ

1961: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 4216 'ورقم الحدیث: 5115 'ورقم الحدیث: 5523 'ورقم الحدیث: 6961 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 3417 'ورقم الحدیث: 3419 'ورقم الحدیث: 3420 'ورقم الحدیث: 3421 'ورقم الحدیث: 1794 'أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 3365 'ورقم الحدیث: 3366 'ورقم الحدیث: 3367 'ورقم الحدیث: 4345 'ورقم الحدیث: 4346 '1962: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 3405 'ورقم الحدیث: 3406 'ورقم الحدیث: 3407 'ورقم الحدیث: 3408 'ورقم الحدیث: 3410 'ورقم الحدیث: 3412 'ورقم الحدیث: 3413 'ورقم الحدیث: 3414 'ورقم الحدیث: 3415 'ورقم الحدیث: 3416 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2072 'ورقم الحدیث: 2073 'أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 3368

أَجَلًا فَلَذَكِّرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَالَ اجْعَلُوا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُنَّ أَجَلًا فَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبْنُ عَمٍّ لِي مَعَهُ
بُرْدٌ وَمَعِيَ بُرْدٌ وَبُرْدَةٌ أَخُوكَ مِنْ بُرْدِي وَأَنَا أَشْبُ مِنْهُ فَاتَّبَعْتُهَا امْرَأَةً فَقَالَتْ بُرْدٌ كَبُرَ لِي فَتَزَوَّجْتُهَا لَمْ أَكُنْ
عِنْدَهَا يَلِكُ اللَّيْلَةُ ثُمَّ غَدَوْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالبَابِ وَهُوَ يَقُولُ أَيُّهَا النَّاسُ
إِنِّي لَفِي كُنْتُ أَذْنُكُمْ لَكُمْ فِي الْإِسْتِمَاعِ إِلَّا وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ
فَلْيُغْلِ سَبِيلَهَا وَلَا تَأْخُذُوا بِمَا اتَّخَذُوهُنَّ شَيْئًا

•• ربيع بن سبرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے
لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ بیویوں کے بغیر رہنا ہمارے لیے بہت مشکل ہو رہا ہے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان
خواتین سے لطف اندوز ہو جاؤ (راوی کہتے ہیں:) جب ہم خواتین کے پاس آئے تو انہوں نے ہمارے ساتھ نکاح کرنے سے
انکار کر دیا اور یہ شرط رکھی کہ اگر ہم ان کے درمیان کوئی مخصوص مدت متعین کریں (تو وہ ہم سے نکاح کریں) انہوں نے اس بات کا
تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے اور ان کے درمیان کوئی مدت متعین کر لو۔

(راوی کہتے ہیں:) میں اور میرا چچا زاد نکلے اس کے پاس بھی ایک چادر تھی اور میرے پاس بھی ایک چادر تھی اس کی چادر میری
چادر سے زیادہ خوبصورت تھی لیکن میں اس کے مقابلے میں زیادہ جوان تھا ہم ایک خاتون کے پاس آئے تو اس نے کہا ایک چادر
دوسری چادر جیسی ہوتی ہے (یعنی اس نے میرا رشتہ قبول کر لیا) میں نے اس سے شادی کی میں اس کے ہاں رات رہا۔ اگلے دن میں آیا
تو نبی کریم ﷺ اس وقت حجر اسود اور خانہ کعبہ کے درمیان کھڑے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے ﷺ۔

”اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دی تھی یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک
کے لیے اسے حرام کر دیا ہے۔ اگر کسی کے ساتھ اس طرح کی کوئی عورت ہو تو وہ اسے چھوڑ دے اور تم نے جو اسے
ادا نیگی کی ہے اس میں سے کچھ بھی اس سے واپس نہ لو۔“

1963- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَلَفٍ الْعَسْكَلَانِيُّ حَدَّثَنَا الْفَرُّبَايَاسِيُّ عَنْ ابْنِ أَبِي حَزِيمٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ خُطْبَ النَّاسِ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ لَنَا
فِي الْمُسْتَعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ حَرَّمَهَا وَاللَّهِ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا يَتَمَتَّعُ وَهُوَ مُحْصَنٌ إِلَّا رَجَمَتْهُ بِالْحِجَارَةِ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنِي بَارِئَةٌ
بَشَهِدُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَخْلَاهَا بَعْدَ إِذْ حَرَّمَهَا

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں کو خطبہ
دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: نبی کریم ﷺ نے تین دن تک ہمیں متعہ کرنے کی اجازت دی تھی پھر آپ ﷺ نے اسے حرام قرار دے
دیا تھا اللہ کی قسم! جس شخص کے بارے میں ہمیں یہ پتہ چلا کہ اس نے متعہ کیا ہے اور وہ شادی شدہ شخص ہو تو میں اسے پتھروں کے
ذریعے سنگسار کر دوں گا البتہ اگر وہ میرے پاس چار ایسے گواہ لے کر آئے جو اس بات کی گواہی دیں کہ نبی کریم ﷺ نے اسے حرام

قراردار ہونے کے بعد طلاق قرار دے دیا تھا تو پھر معاملہ مختلف ہے۔

نکاح متعہ کی حرمت کے دلائل کا بیان

حضرت علی کریم اللہ وجہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ حصہ کرنے سے منع فرمایا ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے گدھوں کا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا ہے گھروں میں رہنے والے گدھوں سے مراد وہ گدھے ہیں جو لوگوں کے پاس رہتے ہیں اور بار برداری وغیرہ کے کام آتے ہیں جنگلی گدھا کہ جس کو گور خر کہتے ہیں حلال ہے اس کا گوشت کھایا جاسکتا ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد سوم، رقم الحدیث ۳۵۸)

کسی متعین مدت کے لیے ایک متعین رقم کے عوض نکاح کرنے کو متعہ کہتے ہیں جیسے کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ یہ کہہ کر نکاح کرے کہ فلاں مدت مثلاً دو سال تک اتنے روپے مثلاً ایک ہزار روپے کے عوض تم سے فائدہ اٹھاؤں گا نکاح کا یہ خاص طریقہ یعنی متعہ اسلام کے ابتدائے زمانہ میں تو جائز تھا مگر بعد میں حرام قرار دیا گیا۔

علماء لکھتے ہیں کہ متعہ کے سلسلے میں تحقیقی بات یہ ہے کہ متعہ دو مرتبہ تو حلال قرار دیا گیا اور دو مرتبہ حرام ہوا، چنانچہ پہلی مرتبہ تو جنگ خیبر سے پہلے کسی جہاد میں جب صحابہ تجرد کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خفی کرانے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں متعہ کرنے کی اجازت دے دی۔ پھر جنگ خیبر کے دن جو بھوکا واقعہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لئے متعہ کو حرام قرار دیا چنانچہ جواز متعہ کا نسخ ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت ابن عمر نے اپنی روایت میں یہ ذکر کیا ہے کہ جس طرح حالت اضطرار میں بھوکے کو مردار کھانے کی اجازت ہے اسی طرح اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اس شخص کے لئے جو بسبب تجرد جنسی ہجان کی وجہ سے حالت اضطرار کو پہنچ گیا ہو یہ اجازت تھی کہ وہ متعہ کر لے مگر جب بعد میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ حرام قرار دیا گیا تو پھر صحابہ نے اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کیا کہ متعہ کے طور پر جو بھی نکاح ہوا اسے باطل قرار دیا جائے۔

اس لئے ہر دور میں تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع و اتفاق رہا ہے کہ متعہ حرام ہے کیا صحابہ کیا فقہاء اور کیا محدثین سبھی کے نزدیک اس کا حرام ہونا ایک متفقہ مسئلہ ہے صحابہ میں صرف ابن عباس پہلے اضطرار کی حالت میں متعہ کو مباح سمجھتے تھے مگر جب حضرت علی المرتضیٰ نے ان کو سخت تہدید کی اور متعہ کی قطعی وابدی حرمت سے ان کو واقف کیا تو حضرت ابن عباس نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور وہ بھی اس کی حرمت کے قائل ہو گئے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس کا اپنے اباحت کے قول سے رجوع کرنا حدیث و فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

ہدایہ فقہ حنفی کی ایک مشہور ترین اور اونچے درجہ کی کتاب ہے، اس کے مصنف اپنے عمل و فضل اور فقہی بصیرت و نکتہ رسی کے اعتبار سے فقہاء کی جماعت میں سب سے بلند مرتبہ حیثیت کے حامل ہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ متعہ کے سلسلہ میں انہوں نے حضرت امام مالک کی طرف قول جواز کی جو نسبت کی ہے وہ ان کی سخت علمی چوک ہے نہ معلوم انہوں نے یہ بات کہاں سے لکھ دی کہ امام مالک متعہ کے جائز ہونے کے قائل تھے۔ امام مالک بھی متعہ کو اسی طرح حرام کہتے ہیں جس طرح تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق

ہے۔ چنانچہ نہ صرف ابن ہمام نے ہدایہ میں مذکورہ امام مالک کی طرف قول جواز کی نسبت کو غلط کہا ہے بلکہ ہدایہ کے بعد فقہ کی جنس بڑی کتابیں تالیف ہوئیں تقریباً سب ہی میں ہدایہ کی اس غلطی کو بیان کرنا لازم سمجھا گیا ہے۔

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے متعہ کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 388)

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ متعہ حرام ہے، لیکن نہ معلوم شیعوں کیوں اب بھی اسے جائز کہتے ہیں۔ بڑی عجیب بات یہ ہے کہ شیعوں کی کتابوں میں تو انہی کی صحیح احادیث میں ائمہ سے متعہ کی حرمت منقول ہے مگر شیعوں کا عمل یہ ہے کہ وہ نہ صرف متعہ کے حلال ہونے پر اصرار کرتے ہیں بلکہ اس کے فضائل بھی بیان کرتے ہیں اور پھر مزید ستم ظریفی یہ ہے کہ شیعہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ متعہ کو دراصل حضرت عمرؓ نے حرام کیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے حضرت عمرؓ کو حرام کرنے کا کیا اختیار تھا ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ انہوں نے جس طرح دوسرے اسلامی احکام کی تبلیغ میں بڑی شدت کے ساتھ حصہ لیا ہے اسی طرح انہوں نے متعہ کی حرمت کے اعلان میں بھی بڑی شد و مد کے ساتھ کوشش کی ہے۔ چنانچہ ان کا آخری اعلان یہ تھا کہ اگر میں نے سنا کہ کسی نے متعہ کیا ہے تو میں اس کو زنا کی سزا دوں گا ان کے اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ اس وقت کی متعہ کی حرمت سے ناواقف تھے وہ بھی واقف ہو گئے لہذا حضرت عمرؓ نے تو صرف اتنا کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی تبلیغ کر دی اب اگر شیعہ یہ کہیں کہ متعہ کو حضرت عمرؓ نے حرام کیا ہے تو اس کی ایک مضحکہ خیز الزام سے زیادہ کوئی اور اہمیت نہیں ہوگی۔

حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اوطاس کے تین یوم کے لئے متعہ کی اجازت دی تھی پھر اس سے ہمیشہ کے لئے منع کر دیا (مسلم)۔ (مکتوبہ المسامح: جلد سوم: رقم الحدیث 388)

اوطاس ایک وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ کے قریب طائف جانپوالے راستہ میں واقع ہے اور جس کے گرد و پیش قبیلہ ہوازن کی شاخیں آباد تھیں اس کو وادی حنین بھی کہتے ہیں جب رمضان المبارک ۸ھ میں مکہ فتح ہو گیا اور اسلام کی طاقت نے گویا پورے عرب کے باطل عناصر کو حق کے سامنے سرنگوں کر دیا تو اوطاس میں بسنے والے ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں کو بڑی خیرت آئی اور انہوں نے پوری حشر سامانیوں کے ساتھ ایک مرتبہ اسلام کے مقابلہ کی ٹھانی چنانچہ شوال ۸ھ میں ان قبیلوں کے لوگوں کے ساتھ اوطاس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں وہ جنگ ہوئی جسے غزوہ حنین کہا جاتا ہے اور غزوہ اوطاس اور غزوہ ہوازن کے نام سے بھی اس کو یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو سر بلند کیا اور اسلامی لشکر کو فتح عطاء فرمائی اس غزوہ میں غنیمت کے طور پر مسلمانوں کو بہت زیادہ مال و اسباب ہاتھ لگا چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور تقریباً چالیس ہزار روپیہ کی مالیت کی چاندی پر مسلمانوں نے قبضہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارا

میں قیمت و جر اوطاس میں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

بہر حال حد کی تکمیل و تحریم دوسری مرتبہ ہی جنگ اوطاس کے موقع پر ہوئی ہے اور یہ جنگ چونکہ فتح مکہ کے فوراً بعد ہوئی ہے اس لئے اس موقع پر حد کی بنیادی تکمیل و تحریم کی نسبت کو فتح مکہ کے دن کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ گویا اس سے پہلے کی حدیث کی تشریح میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ مت کی تکمیل و تحریم دوسری مرتبہ فتح مکہ کے دن ہوئی ہے تو وہاں فتح مکہ کے دن سے مراد فتح مکہ کے سال ہے، لہذا اب بات یوں ہوگی کہ دوسری مرتبہ حد کی تکمیل و تحریم فتح مکہ کے سال یعنی ۸ھ میں جنگ اوطاس کے موقع پر ہوئی ہے۔

جواز متعہ کی تفسیح کا بیان

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ ایک غزوہ کے موقع پر ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک جہاد تھے اور اس وقت ہمارے ساتھ ہماری عورتیں یعنی بیویاں اور لونڈیاں نہیں تھیں چنانچہ جب عورتوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ہم جنسی ہیجان سے پریشان ہوئے تو (ہم نے کہا کہ کیا ہم خاصی نہ ہو جائیں تاکہ جنسی ہیجان اور شیطان کے وسوسوں سے ہمیں نجات مل جائے) لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے تو منع فرمادیا البتہ ہمیں متعہ کرنے کی اجازت دیدی چنانچہ ہم میں سے بعض لوگ کپڑے کے معاوضہ پر ایک معینہ مدت کے لئے عورت سے نکاح (متعہ) کر لیتے تھے۔ اس کے بعد ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ) (۸۷- المائدہ: ۸۷) (اے ایمان والو! جن پاک چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے ان کو حرام نہ سمجھو)۔ (بخاری مسلم) مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث ۳۷۸۱

یہ حدیث متعہ کی اجازت پر دلالت کرتی ہے چنانچہ ابتداء اسلام میں متعہ کی اجازت تھی مگر بعد میں یہ اجازت منسوخ ہوگئی اور اب متعہ کرنا حرام ہے جیسا کہ آگے آنیوالی حدیث سے بھی معلوم ہوگا اور پہلے بھی وہ احادیث گزر چکی ہیں جن سے حد کی اجازت کا منسوخ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔

حضرت ابن مسعود کا مذکورہ بالا آیت پڑھنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت ابن مسعود بھی حضرت ابن عباس کی طرح حد کی مباح ہونے کے قائل تھے، لیکن حضرت ابن عباس کے بارے میں تو یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور وہ بھی متعہ کے حرام ہونے کے قائل ہو گئے تھے جیسا کہ آگے آنیوالی حدیث سے معلوم ہوگا اب رہی حضرت ابن مسعود کی بات تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بھی اس کے بعد اس سے رجوع کر لیا ہو اور وہ بھی متعہ کے حرام ہونے کے قائل ہو گئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں جواز متعہ کے منسوخ ہونے کا صریح حکم معلوم ہی نہ ہوا ہو اور اس وجہ سے وہ آخر تک جواز متعہ کے قائل رہے ہوں۔

اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ متعہ کا جواز صرف ابتداء اسلام میں تھا اور اس وقت متعہ کی ایک صورت یہ ہوتی تھی

کہ) جب کوئی مرد کسی شہر میں جاتا اور وہاں لوگوں سے اس کی کوئی شناسائی نہ ہوتی کہ جن کے ہاں وہ اپنے قیام و طعام کا بندوبست کرتا تو وہاں کسی عورت سے اتنی مدت کے لیے نکاح کر لیتا جتنی مدت اس کو ٹھہرنا ہوتا چنانچہ وہ عورت اس کے سامان کی دیکھ بھال کرتی اور اس کا کھانا پکاتی یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی (الا علیٰ ازواجہم او ممالککم ایمنانہم) (حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ان دونوں یعنی بیوی اور لونڈی کی شرمگاہ کے علاوہ ہر شرمگاہ حرام ہے۔

(ترمذی)

آیت کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی شرمگاہوں کو اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ دوسری عورتوں سے محفوظ رکھتے ہیں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے لیکن جو لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں پر قناعت نہیں کرتے یا جو لوگ نکاح کے ذریعہ اپنی شرعی طور پر اپنی جنسی خواہش کی تسکین کا سامان نہیں کرتے بلکہ غیر عورتوں کی طرف مائل ہوتے ہیں وہ دراصل حلال سے گزر کر حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں جن کے لیے سخت ملامت ہے۔

علامہ طیبی کہتے ہیں کہ اس ارشاد سے حضرت ابن عباس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ پرہیزگار بندوں کی تعریف بیان کی ہے کہ وہ عورتوں سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں البتہ اپنی بیویوں اور اپنی لونڈیوں سے اجتناب نہیں کرتے بلکہ ان کے ذریعہ اپنے جنسی جذبات کو تسکین پہنچاتے ہیں اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ متعہ کی صورت میں جو اس عورت پر تسلط حاصل ہوتا ہے وہ نہ تو بیوی ہوتی ہے اور نہ مملوکہ لونڈی ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ بیوی ہوتی تو اس کے اور اسکے مرد کے درمیان میراث کا سلسلہ ضرور ہوتا اور یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ متعہ کی عورت کے ساتھ میراث کا کوئی سلسلہ قائم نہیں ہوتا چونکہ وہ عورت محض چند روز یعنی ایک متعین مدت کے لیے اجرت پر اپنے نفس کو اس مرد کے حوالہ کرتی ہے۔ اس لئے وہ مملوکہ بھی نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص متعہ کے طور پر کسی عورت سے جنسی تسکین حاصل کرتا ہے تو وہ ان لوگوں کے زمرہ میں نہیں ہے جن کی توصیف مذکورہ آیت بیان کر رہی ہے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ جو شخص کسی عورت سے متعہ کرتا ہے تو وہ عورت اس کی بیوی نہیں بنتی اور جب وہ بیوی نہیں بنتی تو پھر لامحالہ یہ واجب ہوگا کہ وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہو۔

اہل تشیع کے نزدیک متعہ جائز ہے چنانچہ بڑی مضحکہ خیز بات ہے کہ وہ حضرت ابن عباس کے قول پر تو عمل کرتے ہوئے متعہ کو جائز کہتے ہیں۔ باوجودیکہ جو ان متعہ کے بارے میں حضرت ابن عباس کا اپنے قول سے رجوع کرنا ثابت ہو چکا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مسلک و عقیدہ کو ترک کرتے ہیں اور ان کے خلاف عمل کرتے ہیں جب کہ صحیح مسلم میں یہ روایت موجود ہے کہ جب حضرت علی نے یہ سنا کہ حضرت ابن عباس متعہ کو جائز کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عباس ایسا نہ کہو کیونکہ میں نے خود سنا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ اور پالتو گدھے کا گوشت کھانے سے منع

فرمادیا تھا۔

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرمت متعہ کے بارے میں احادیث

(۱) حضرت ربیع بن سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو میں نے تمہیں عورتوں سے نکاح متعہ کی اجازت دی تھی اور تحقیق اللہ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے پس جس کے پاس ان میں سے کوئی عورت ہو تو اسے آزاد کر دے اور ان سے جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے نہ لے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: رقم الحدیث ۵۲۵)

(۲) حضرت عبد الملک بن ربیع بن سبرہ الجہنی اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فتح مکہ کے سال مکہ میں داخلہ کے وقت نکاح متعہ کی اجازت دی پھر ہم مکہ سے نکلے ہی نہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمادیا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: رقم الحدیث ۵۳۱)

(۳) حضرت ابی ربیع بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو فتح مکہ کے سال عورتوں سے نکاح متعہ کی اجازت دی راوی کہتے ہیں پس میں اور میرا ایک ساتھی بنی سلیم سے نکلے یہاں تک کہ ہم نے بنی عامر کی ایک عورت کو پایا جو کہ نوجوان اور لمبی گردن والی معلوم ہوتی تھی ہم نے اسے نکاح متعہ کا پیغام دیا اور اس کے سامنے ہم نے اپنی اپنی دو چادریں پیش کیں پس اس نے مجھے دیکھنا شروع کیا کیونکہ میں اپنے ساتھی سے زیادہ خوبصورت تھا اور میرے ساتھی کی چادر کو دیکھا جو کہ میری چادر سے زیادہ عمدہ تھی تھوڑی دیر تک اس نے سوچا پھر مجھے میرے ساتھی سے پسند کر لیا پس وہ میرے ساتھ تین دن تک رہی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مسلمانوں کو ان کے چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: رقم الحدیث ۵۳۲)

(۴) حضرت ربیع بن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: رقم الحدیث ۵۳۳)

(۵) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں قیام کیا تو فرمایا کہ لوگوں کے دلوں کو اللہ نے اندھا کر دیا ہے جیسا کہ وہ بینائی سے نابینا ہیں کہ وہ متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں اتنے میں ایک آدمی نے انہیں پکارا اور کہا کہ تم کم علم اور نادان ہو میری عمر کی قسم امام المتقین یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ کیا جاتا تھا تو ان سے (ابن عباس رضی اللہ عنہ سے) ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا تم اپنے آپ پر تجربہ کر لو اللہ کی قسم اگر آپ نے ایسا عمل کیا تو میں تجھے پتھروں سے سنگسار کر دوں گا ابن شہاب نے کہا مجھے خالد بن مہاجر بن سیف اللہ نے خبر دی کہ وہ ایک آدمی کے پس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے اس سے آکر متعہ کے بارے میں فتویٰ طلب کیا تو اس نے اسے اس کی اجازت دے دی تو اس سے ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا ٹھہر جا انہوں نے کہا کیا بات ہے حالانکہ امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کیا گیا ابن ابی عمرہ نے فرمایا کہ یہ رخصت ابتدائے اسلام میں مضطر آدمی کے لئے تھی مردار اور خون اور خنزیر کے گوشت کی طرح پھر اللہ نے دین کو مضبوط کر دیا اور متعہ سے منع

کر دیا ابن شہاب نے کہا مجھے ربیع بن سبرہ الجہنی نے خبر دی ہے اس کے باپ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ کیا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ سے منع فرمادیا ابن شہاب نے کہا کہ میں نے ربیع بن سبرہ کی یہ حدیث عمر بن عبد العزیز سے بیان کرتے سنا اس حال میں کہ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: رقم الحدیث ۵۳۸)

(۶) حضرت ربیع بن سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے ممانعت فرمائی اور فرمایا آگاہ رہو یہ آج کے دن سے قیامت کے دن تک حرام ہے اور جس نے کوئی چیز دی ہو تو اسے واپس نہ لے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: رقم الحدیث ۵۳۷)

(۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابوطالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے نکاح متعہ کرنے سے گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: رقم الحدیث ۵۳۸ متفق علیہ ۱۱)

(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو عورتوں کے متعہ میں نرمی کرتے ہوئے سنا تو فرمایا ٹھہر جاؤ اے ابن عباس رضی اللہ عنہ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے غزوہ خیبر کے دن منع فرمایا اور پالتو گدھوں کے گوشت سے بھی۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: رقم الحدیث ۵۴۱ متفق علیہ ۱۱)

(۹) حسن بن محمد بن علی اور اس کے بھائی عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جنگ میں نکاح متعہ اور گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: رقم الحدیث ۵۵۵ متفق علیہ ۱۱)

(۱۰) حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس تھے متعہ کا (متعینہ مدت کے لیے نکاح) ذکر چل نکلا تو ایک شخص نے کہا جس کا نام ربیع بن سبرہ تھا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کرنے کی ممانعت فرمادی تھی۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث ۵۵۷)

(۱۱) حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے متعہ کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث ۵۵۸)

(۱۲) حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ سے اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: رقم الحدیث ۲۱۸ حدیث متواتر)

(۱۳) عبد العزیز بن عمر، ربیع بن حضرت سبرہ فرماتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع میں گئے لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے دوری ہمارے لئے سخت گراں ہو رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ان عورتوں سے نکاح کر کے فائدہ اٹھاؤ ہم ان عورتوں کے پاس گئے تو انہوں نے باہمی مدت مقرر کئے گئے نکاح سے انکار کر دیا۔ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر باہمی مدت مقرر کر لو تو میں اور میرا ایک چچا زاد بھائی نکلے میرے پاس بھی ایک چادر تھی اور اس کے پاس بھی لیکن اس کی چادر میری چادر سے عمدہ تھی البتہ میں اس کی بہ نسبت زیادہ جوان تھا۔ اس عورت نے

کہا چادر تو چادر کی طرح ہے سو میں نے اس سے شادی کر لی میں اس رات اس کے پاس ٹھہرا۔ صبح آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکن اور باب کے درمیان کھڑے ہوئے فرما رہے تھے اے لوگو! میں نے تمہیں متعہ کی اجازت دی تھی غور سے سنو اللہ نے قیامت تک کے لئے متعہ حرام فرما دیا اسلئے جس کے پاس کوئی متعہ والی عورت ہو اس کا راستہ چھوڑ دے اور جو تم نے انہیں دیا اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: رقم الحدیث 1118)

(۱۴) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب خلیفہ بنے تو لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا! بلاشبہ رسول نے تین مرتبہ ہمیں متعہ کی اجازت دی پھر اسے حرام قرار دیدیا۔ اللہ کی قسم جس کے متعلق معلوم ہوا کہ متعہ کرتا ہے اور وہ محسن ہوا تو میں اس کو سنگسار کروں گا۔ اٹا یہ کہ میرے پاس چار گواہ لائے جو گواہی بھی دیں کہ اللہ کے رسول نے اسے حرام کرنے کے بعد پھر اسے حلال بتایا۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: رقم الحدیث 120)

(۱۵) حسن اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے جب خیبر فتح ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کر دیا۔ (سنن دارمی: جلد دوم: رقم الحدیث 58)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا

مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع ہے کہ نکاح متعہ باطل ہوتا ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ روایت منقول ہے کہ وہ اس کو جائز قرار دیتے تھے تو اس کا جواب مصنف نے یہ دیا ہے: ان کا رجوع، یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا رجوع، ان حضرات کے قول کی طرف، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کی طرف رجوع کرنا مستند طور پر ثابت ہے لہذا جب ان کا بھی رجوع ثابت ہو گیا تو اب اجماع پختہ ہو جائے گا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے نتیجے میں اس کو باطل قرار دیا جائے گا۔ (ہایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

بَابُ: الْمُحْرِمِ يَتَزَوَّجُ

یہ باب احرام والے شخص کی شادی کے بیان میں ہے

1864- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو فَرَاةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَسَمِ حَدَّثَنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ قَالَ وَكَانَتْ خَالَتِي وَخَالَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ

• سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے جب ان کے ساتھ شادی کی تھی اس وقت آپ ﷺ احرام میں نہیں تھے۔ راوی کہتے ہیں: سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا میری اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں۔

1965- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے جب نکاح کیا تھا اس وقت آپ ﷺ احرام میں تھے۔

1966- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ لَبِيدِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحْرِمُ لَا يَنْكِحُ وَلَا يَنْكُحُ وَلَا يَنْعَطُبُ

• ابان بن عثمان اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: احرام والا شخص نہ نکاح کر سکتا ہے نہ نکاح کروا سکتا ہے نہ نکاح کا پیغام بھیج سکتا ہے۔

قاعدہ فقہیہ اور حالت احرام کے نکاح کا بیان

جب نفی ایسی چیز کی جنس سے ہو جسے اسکی دلیل سے پچھانا جائے یا ایسی چیز سے ہو جس کا حال مشتبہ ہو لیکن یہ معلوم ہو کہ راوی نے دلیل معرفت پر اعتماد کیا ہے تو نفی اثبات کی طرح ہوگی ورنہ نہیں۔ (الحامی)

اس کا ثبوت یہ ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: محرم اپنا نکاح کر سکتا ہے نہ کسی اور کا، نہ نکاح کا پیغام دے سکتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حالت احرام میں نکاح نہ کیا جائے، تو یہاں ایسی نفی بیان ہوئی ہے جس کی دوسری دلیل سے حال مشتبہ ہے لہذا یہ نفی اثبات کی طرح ہوگی اور وہ دوسری روایت یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس روایت سے پہلی نفی دالی روایت کا حال مشتبہ جبکہ ایک تیسری روایت میں ایک یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت

1965: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5114 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3437 "ورقم الحديث: 3438" أخرجه الترمذی فی "المجامع"

رقم الحديث: 844 أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 2837 "ورقم الحديث: 2838" "ورقم الحديث: 3272"

1966: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3432 "ورقم الحديث: 3433" "ورقم الحديث: 3434" "ورقم الحديث: 3435" "ورقم الحديث: 3436" أخرجه

ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 1841 "ورقم الحديث: 1842" أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 840 أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث:

2842 "ورقم الحديث: 2843" "ورقم الحديث: 2844" "ورقم الحديث: 3275" "ورقم الحديث: 3276"

میسونہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا، حضرت میسونہ میری اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں (صحیح مسلم ج ۱، کتاب النکاح، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بَابُ: الْأَكْفَاءُ

یہ باب کفو کے احکام کے بیان میں ہے

1967- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابُورَ الرَّقِّي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْصَارِيُّ أَخُو فُلَيْحٍ عَنْ مُحَمَّدِ

بْنِ عَجْلَانَ عَنِ ابْنِ وَثِيمَةَ النَّصْرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهُ وَدِينَهُ فَرَوْجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ لِسِتَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جن کے اخلاق اور دین کے حوالے سے تم راضی ہو تو ان کی شادی کرو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ پیدا ہوگا اور فساد پھیل جائے گا۔“

1968- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُمَرَ الْجَعْفَرِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ

عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَيَّرُوا لِنُطْفِئُكُمْ وَأَنْكِحُوا الْأَكْفَاءَ وَأَنْكِحُوا إِلَيْهِمْ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں اپنے نطفے کے لیے بہترین رشتہ تلاش کرو اور کفو میں

شادی کرو اور انہی کی طرف پیغام نکاح بھجواؤ۔

نکاح میں کفو کے اعتبار کا بیان

نکاح میں کفو کا اعتبار کیا جائے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”خواتین کی شادی صرف ان کے سر پرست

کریں اور ان کی شادی صرف ان کے ہم پلہ لوگوں سے کی جائے۔“ اس کی دلیل یہ ہے۔ عام طور پر مصالح ہم پلہ لوگوں کے درمیان

ٹھیک رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے: یہ کسی بڑے خاندان کی عورت کسی کمتر حیثیت رکھنے والے شخص کے پہلو میں لیٹنے (یعنی اس

کی بیوی بننے) ہے انکار کر سکتی ہے تو اس لئے کفو کا اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن عورت کے ہم پلہ ہونے کا حکم اس کے برخلاف ہے اس

کی وجہ یہ ہے: شوہر نے اسے اپنا فراش بنایا ہے تو فراش کا کمتر ہونا اسے غضبناک نہیں کرے گا۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

نکاح کے کفو میں اتفاق مذاہب اربعہ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے نطفوں کے لئے (اچھی عورتوں کا) انتخاب کرو اور کفو

عورتوں سے نکاح کرو اور کفو مردوں کے نکاح میں دو۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم، رقم الحدیث 125)

1967: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 1084

1968: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں۔

نفس مسئلہ کفایت تو عقل اور نقل دونوں سے ثابت ہے، تفصیلات سے قطع نظر بجائے خود نکاح میں اس کے معتبر ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

عورتوں کی شادیاں نہ کرو مگر ان لوگوں کے ساتھ جو کفو ہوں۔ یا علی ثلاث لا توخرھا۔ الصلوۃ اذا ات، والجنارۃ اذا حضرت، والا یسم اذا وجدت کفا (ترمذی، حاکم) اے علی (رضی اللہ عنہ) ! تین کام ہیں جن کو ٹالنا نہ چاہئے ایک نماز، جب کہ اس کا وقت آجائے، دوسرے جنازہ جب کہ تیار ہو جائے، تیسرے بن بیاتی عورت کا نکاح جب کہ اس کے لیے کفول جائے۔ تنخیروا لنطفکم و انکحوا الا کفاء

اپنی نسل پیدا کرنے کے لیے اچھی عورتیں تلاش کرو اور اپنی عورتوں کے نکاح ایسے لوگوں سے کرو جو ان کے کفو ہوں۔ (یہ حدیث حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا)، انس (رضی اللہ عنہ)، عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) سے متعدد طریقوں سے مروی ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ نے کتاب النکاح میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا یہ قول بھی نقل کیا ہے: لا منعن فزوج ذوات الاحساب الا من الا کفاء

میں شریف گھرانوں کی عورتوں کے نکاح کفو کے سوا کہیں اور نہ کرنے دوں گا۔ یہ تو ہے اس مسئلے کی نقلی دلیل۔ رہی عقلی دلیل تو عقل کا صریح تقاضا یہ ہے کہ کسی لڑکی کو کسی شخص کے نکاح میں دیتے وقت یہ دیکھا جائے کہ وہ شخص اس کے جوڑ کا ہے یا نہیں؟ اگر جوڑ کا نہ ہو تو یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ ان دونوں کا نباہ ہو سکے گا۔

(۱) کفو (برابری) میں اعتبار کس کا ہوگا؟ کفو (برابری) کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہے یعنی مرد عورت کے کفو میں ہونا چاہئے، عورت اگر مرد کے کفو میں نہ ہو تو کوئی حرج نہیں اور ابتدائے نکاح میں کفو کا اعتبار ہوگا بعد میں کفو ختم ہو جائے تو کچھ حرج نہیں جیسے کوئی شخص نکاح کے وقت پرہیز گار تھا بعد میں بدکار ہو گیا تو یہ نکاح فسخ نہ ہوگا۔

فلا بد من اعتبار الکفاءة من جانب الرجل، لا من جانب المرأة؛ لأن الزوج لا يتأثر بعدم الکفاءة عادة۔ (المذہب الاسلامی وادلہ رأی جمہور الفقہاء منہم المذہب الاربعہ)

(۲) کفایت کے لیے دین اور دیانت کے علاوہ کسی اور چیز میں زیادہ شدت نہیں برتی جائے گی اس لیے کہ اسلام میں حسب و نسب حسن و جمال، مال و دولت اور پیشہ و غیرہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے یہ ساری چیزیں عارضی ہیں اور اصل چیز دین اور تقویٰ ہے (ان تمام چیزوں میں کفو از دواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے پیش نظر رکھا گیا ہے لیکن ضروری قرار نہیں دیا گیا۔

کفایت میں چھ چیزوں کے اعتبار کا بیان

کفایت میں چھ چیزوں کا اعتبار ہے: نسب، اسلام، ۳ حرفہ، ۴ حریت، ۵ دیانت، ۶ مال۔

قریش میں جتنے خاندان ہیں وہ سب باہم کفو ہیں، یہاں تک کہ قرشی غیر ہاشمی ہاشمی کا کفو ہے اور کوئی غیر قرشی قریش کا کفو نہیں۔ قریش کے علاوہ عرب کی تمام قومیں ایک دوسرے کی کفو ہیں، انصار و مہاجرین سب اس میں برابر ہیں، عجمی النسل عربی کا کفو نہیں مگر عالم دین کہ اس کی شرافت نسب کی شرافت پر فوقیت رکھتی ہے۔

جو خود مسلمان ہوا یعنی اس کے باپ، دادا مسلمان نہ تھے وہ اس کا کفو نہیں جس کا باپ مسلمان ہو اور جس کا صرف باپ مسلمان ہو اس کا کفو نہیں جس کا دادا بھی مسلمان ہو اور باپ دادا دو پشت سے اسلام ہو تو اب دوسری طرف اگرچہ زیادہ پشتوں سے اسلام ہو کفو ہیں مگر باپ دادا کے اسلام کا اعتبار غیر عرب میں ہے، عربی کے لیے خود مسلمان ہو یا باپ، دادا سے اسلام چلا آتا ہو سب برابر ہیں۔ (غائبہ، درمکار)

عدم کفایت کے باوجود نکاح

نکاح میں ایک اہم مسئلہ کفایت کا ہے۔ کفایت کا تعلق بنیادی طور پر عرف سے ہے۔ عرف میں بعض چیزوں کو سماجی اعتبار سے اونچ نیچ کا سبب مان لیا جاتا ہے۔ اگر اولیا، زیر ولایت لڑکی کا رشتہ نیچے سمجھے جانے والے لڑکے سے کر دیں تو یہ لڑکی کے لیے باعث عار ہوتا ہے اور اگر نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہ ہو تو اس کو مطالبہ تفریق کا حق حاصل ہے، اسی طرح اگر خود لڑکی اپنا رشتہ اپنے سے نیچی سطح کے لڑکے سے کر لے تو یہ بات اس کے اولیا کے لیے بھی باعث عار سمجھی جاتی ہے؛ لیکن عرف چوں کہ ایک تغیر پذیر چیز ہے اس لیے کفایت کے معیارات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی رشتے کے انتخاب کے لیے کسی اور معیار کو ترجیح دیتی ہے۔ مثلاً: ایک لڑکا خاندان کے اعتبار سے کم تر سمجھا جاتا ہو؛ لیکن اس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہو اور معاشی اعتبار سے بھی وہ بہتر پوزیشن میں ہو تو بعض لڑکیاں تعلیمی اور معاشی معیار کو خاندان پر ترجیح دیتی ہیں، پس اگر لڑکی خود ایسا رشتہ کر لے جو غیر کفو میں ہو تو نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

اس سلسلے میں حنفیہ کے یہاں دو قول ہیں، ایک یہ کہ نکاح منعقد ہو جائے گا؛ لیکن ولی کو اس پر اعتراض کرنے اور قاضی سے رجوع کر کے نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا۔ یہ ظاہر روایت ہے اور عام طور پر فتویٰ ظاہر روایت پر دیا جاتا ہے۔ لیکن متاخرین احناف کی رائے یہ ہے کہ ایسا نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا اور بعد کے فقہاء نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ جیسے جیسے لڑکیوں میں تعلیم کی شرح بڑھ رہی ہے، وہ نکاح میں اپنے حق اختیار کو استعمال کرنا چاہتی ہیں اور تعلیم، معاشی معیار اور مزاج کی ہم آہنگی کو وہ دوسری باتوں پر ترجیح دیتی ہیں۔ اس لیے بعض اوقات اولیا کے معیار کے لحاظ سے غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہیں، اولیا کو اگرچہ یہ رشتہ عدم کفایت کی وجہ سے پسند نہیں ہوتا؛ لیکن جب نکاح ہو جاتا ہے تو وہ اس پر خاموش ہو جانے میں ہی اپنی عزت کا تحفظ محسوس کرتے ہیں۔ اب اگر متاخرین کے فتویٰ کو لیا جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوا اور ان کی زندگی معصیت کی زندگی قرار پاتی ہے۔

لہذا اگرچہ لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے رشتوں کے انتخاب میں اولیا کی رائے کو اہمیت دینی چاہیے؛ لیکن اگر عاقلہ بالغہ خاتون نے غیر کفو میں ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح کر لیا تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہو جائے گا؛ البتہ اولیا کو قاضی کے یہاں مرافعہ کا حق حاصل ہوگا۔ اگر اولیا اس نکاح پر خاموش ہو جائیں تو نکاح نافذ رہے گا۔

غیر کفو میں نکاح کرنے والی عورت کا بیان

اگر کوئی عورت غیر کفو میں شادی کر لیتی ہے تو اس کے اولیا کو یہ حق حاصل ہوگا وہ میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کروادیں

تا کہ اپنی ذات کو لاحق ہونے والے عار کو دور کر سکیں۔ (بدایہ النکاح کتاب نکاح ملاح)

غیر کفو میں ہونے والے نکاح میں فقہ حنفی کی اختلافی روایات

اگر عاقلہ بالغہ ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کر لے تو اس کے جواز اور عدم جواز یعنی ایسے نکاح کے انعقاد اور عدم انعقاد کے بارے میں ائمہ احناف سے دو قسم کی روایات منقول ہیں۔

(۱) احناف کی ظاہر الروایۃ کے مطابق اس صورت میں (چونکہ دونوں عاقل و بالغ ہیں اور بنیادی طور پر شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے نکاح کیا ہے) نکاح منعقد ہو جائے گا۔ البتہ ولی کو اعتراض کا حق ہوگا اور وہ چاہے تو عدالت کے ذریعے اس نکاح کو ختم کر سکتا ہے۔

(۲) احناف کی غیر ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ ایسا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا اس پر احکام نکاح لاگو نہ ہوں گے اور نہ ان نکاح کرنے والوں میں سے کسی پر حقوق غائد ہوں گے ان دونوں کو اپنی مرضی سے دوسری جگہ رشتہ کرنے کی اجازت ہوگی متاخرین فقہاء میں سے اکثر نے غیر ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دیا ہے جبکہ بعض دوسرے فقہاء نے ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دیا ہے احناف سے دونوں قسم کے فتاویٰ منقول ہیں۔

اس مسئلہ پر اختلاف علت کے اختلاف کی وجہ سے ہے یعنی ظاہر الروایۃ کے مطابق فتویٰ کی علت اور ہے اور غیر ظاہر الروایۃ کے مطابق فتویٰ کی علت اور ہے۔

ظاہر الروایۃ کے مطابق فتویٰ کی علت یہ ہے کہ: دونوں عاقل و بالغ ہیں دوسرے یہ کہ ان کو بحیثیت انسان اپنے مال اور اپنی ذات میں ولایت کا اختیار حاصل ہے اور انہوں نے انعقاد نکاح کی بنیادی شرائط (ایجاب و قبول) کو گواہوں کے سامنے استعمال کیا ہے لہذا نکاح تو منعقد ہو جائے گا البتہ عورت نے شرعی اور عرفی لحاظ سے دو بڑی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔

(۱) اس نے نکاح کے لئے غیر شرعی طریقہ استعمال کیا ہے یعنی ولی کے توسط اور سرپرستی میں نکاح نہیں کیا جو کہ غیر مہذبانہ اور غیر معروف طریقہ ہے۔

(۲) دوسری غلطی یہ کہ غیر کفو میں اس نے نکاح کیا ہے جس سے خاندانی رو سے ولی کی بے عزتی اور بے حرمتی ہوئی ہے۔ لہذا اس تلافی کے واسطے ولی کو حق ہوگا کہ اس نکاح کے بارہ میں سوچے اور غور کرے۔

اگر وہ غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ چونکہ یہ نکاح غیر شرعی طریقہ سے ہوا ہے اور اس میں ایک گونہ ہماری بے عزتی بھی ہوئی ہے اس لئے یہ نکاح نہیں ہونا چاہئے تو ولی بذریعہ عدالت لڑکے کے غیر کفو ہونے کو گواہوں سے ثابت کر کے نکاح فسخ کر سکتا ہے۔ جن حضرات نے غیر ظاہر الروایۃ کے مطابق فتویٰ دیا ہے ان کو نصوص اور روایات سے عاقلہ بالغہ عورت کو نکاح کا اختیار معلوم ہوتا ہے انہوں نے ان سب نصوص و روایات کو تسلیم کرتے ہوئے زمانے کے بعض حالات کی بناء پر سد الباب عدم انعقاد نکاح کا فتویٰ دیا ہے اور وہ حالات یہ ہیں کہ بہت سے ولی ایسے ہیں جو عدالت اور اس کے طریقہ کار سے ناواقف ہیں لہذا اگر فسخ نکاح کے معاملہ کو ضروری قرار دیا جائے تو اس سے بہت بڑی دشواری اور پریشانی ہوگی فیصلہ بھی صحیح نہیں ہوگا حالات متغیرہ

کی بناء پر وہ عدم انعقاد نکاح پر فتویٰ دیتے ہیں تاکہ عورتوں کی جانب سے غیر کفو میں نکاح کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ ان دونوں روایات پر مشائخ احناف کے فتاویٰ موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اذا زوجت المرأة نفسها غير كفو، كان للاولياء من العصبة حق الفسخ ولا يكون الفسخ لعدم الكفاءة الا عند القاضي لانه مجتهد فيه وكل واحد من الخصمين يتمسك بنوع دليل ويقول عالم فلا تنقطع المحسومة الا بفصل من له ولاية عليهما كالفسخ بخيار البلوغ والرد بالعيب بعد القبول

(فتاویٰ قاضی خان علی ہاشم البندیہ)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ثم المرأة اذا زوجت نفسها من غير كفو صح النكاح في ظاهر الرواية عن ابي حنيفة وهو قول ابي يوسف آخره وقول محمد آخره ايضا حتى ان قبل التفريق يثبت فيه حكم الطلاق والظهار والايلاء والتوارث وغير ذلك ولكن للاولياء حق الاعتراض. وروى الحسن عن ابي حنيفة ان النكاح لا ينعقد وبه اخذ كثير من مشائخنا رحمهم الله كذا في المحيط والمختار في زماننا للفتوى رواية الحسن. وقال الشيخ الامام شمس الائمة السرخسي.

رواية الحسن اقرب الى الاحتياط كذا في فتاوى قاضی خان في فصل شرائط النكاح. وفي البرازية ذكر برهان الائمة: ان الفتوى في جواز النكاح بكرا كانت او ثيبا على قول الامام اعظم وهذا اذا كان لها ولي فان لم يكن صح النكاح اتفاقا كذا في النهر الفائق ولا يكون التفريق بذلك الا عند القاضي اما بدون فسخ القاضي فلا يفسخ النكاح بينهما وتكون هذه فرقة بغير طل (فتاویٰ عالمگیری)

مگر جن حالات میں مشائخ نے غیر ظاہر الروایۃ کے مطابق فتویٰ دیا ہے وہ موجودہ زمانے سے مختلف تھے اب تو عدالت کے طریقہ کار سے نہ صرف لڑکی کے اولیاء واقف ہیں بلکہ خود لڑکیاں عدالت میں جا کر نکاح کر لیتی ہیں لہذا غیر کفو میں نکاح ہونے کی صورت میں اولیاء اگر اس نکاح پر راضی نہ ہوں تو انہیں بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرانے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی بلکہ نہایت آسانی سے لڑکے کے غیر کفو ہونے کو ثابت کر کے نکاح فسخ کر سکتے ہیں اس لئے فتویٰ ظاہر الروایۃ کے مطابق دیا جاتا ہے۔ اسی طرح متاخرین فقہائے احناف میں سے بھی بعض نے ظاہر الروایۃ کے مطابق فتویٰ دیا ہے

(۱) عاقلہ وبالغہ کا تصرف عقد نکاح نصوص قرآنی کے مطابق ہے لہذا نکاح کو نافذ اور منعقد قرار نہ دینے میں نصوص کی مخالفت

ہوتی ہے۔

(۲) احناف کے متون اربعہ میں اسی ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا گیا ہے باقی یہ بات کہ فسخ نکاح کے لئے عدالت جانا ولی کے

لئے ایک مستقل ضرر ہے تو نکاح کو باطل قرار دینے میں اس سے زیادہ ضرر ہے مثلاً: غیر کفو میں جو عاقلہ وبالغہ عورتیں بدوں اجازت ولی نکاح کرتی ہیں اکثر و بیشتر ان کے اپنے شوہروں سے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اگر نکاح کو باطل قرار دیا جائے تو اس

کے نتیجے میں ان کے تعلقات کو ناجائز اور زنا کہنا پڑے گا جس میں زیادہ ضرر ہے اسی وجہ سے صاحب بدائع نے لکھا ہے۔

فی انفاذ النکاح وان کان ضرراً للالیاء ولی عدم الانفاذ اکبر ضرراً
کن امور میں کفو اور برابری کو دیکھا جائے گا تو جانا چاہیے کہ شریعت میں جس طرح کفو برابری میں حسب و نسب کا اعتبار کیا گیا ہے اسی طرح دیانت میں بھی کفو کا اعتبار کیا جائے گا یعنی دیندار عورت کا کفو دیندار مرد ہے فاسق و فاجر آدمی اس کا کفو نہیں ہے غرض یہ کہ عورت اور اس کے خاندان میں جس قدر دیانت اور دینداری ہوگی مرد اور اس کے خاندان میں بھی اس قدر دینداری کو غرض یہ کہ عورت اور اس کے خاندان میں جس قدر دیانت اور دینداری ہوگی مرد اور اس کے خاندان میں بھی اس قدر دینداری کو دیکھا جائے گا تا کہ دونوں میں ہم آہنگی اور موافقت پیدا ہو ورنہ اختلاف پیدا ہوگا عدم موافقت کی وجہ سے رشتہ برقرار نہیں رہ سکے گا ظاہر ہے کہ عورت جب دیندار ہوگی تو وہ ہر عمل دین کی بنیاد پر کرنا چاہے گی شوہر اگر دیندار نہ ہو فاسق و فاجر ہو تو وہ ہر عمل میں لا پرواہی کا مظاہرہ کرے گا جس سے اختلاف پیدا ہونا ظاہر ہے اس لئے شریعت نے کہا کہ نکاح سے پہلے مرد کی دینداری کو دیکھا جائے گا۔

اعلم انه قال فی البحر: وقع لی تردد فیما اذا کانت صالحة دون ابیها او کان ابوہا صالحاً دونہا هل یكون الفاسق کفو الیها اولاً: فظاهرہا کلام الشارحین ان العبرة لصلاح ابیها وحدها فانہم قالوا لا یكون الفاسق کفو بنت الصالحین واعتبر فی المجمع صلاحها فقال: فلا یكون الفاسق کفو لنا للصالحة. ولی الخانیہ: لا یكون الفاسق کفو لنا للصالحة بنت الصالحین فاعتبر صلاح الكل ولم ارہ صریحاً.
(فتاویٰ شامی کتاب النکاح باب الکفاۃ)

ولی الہندیہ: کتاب النکاح. الکفاۃ تعتبر فی اشیاء (ومنها الدیانۃ) تعتبر الکفاۃ فی الدیانۃ وهو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف والصحیح کذا فی الہندیۃ فلا یكون الفاسق کفو لنا للصالحة کذا فی المجمع سواء کان معلن الفسق او لم یکن کذا فی المحيط. پھر کفائت فی الدیانۃ زیادۃ دین و نقصان دین کا بھی شرع نے اعتبار کیا ہے عورت اگر قدیم زمانے سے مسلمان ہے تو نو مسلم مرد اس کا کفو نہیں ہے عورت اگر ولی سے اجازت لئے بغیر نو مسلم سے نکاح کرتی ہے تو غیر ظاہر الرولیۃ کے مطابق یہ نکاح نافذ نہ ہوگا جب کہ ظاہر الرولیۃ کے مطابق نکاح ہو جائے گا مگر ولی کو یہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا لہذا اس صورت میں اگر کسی فاسق و فاجر شخص نے کسی نیک و صالحہ لڑکی سے اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا البتہ ولی کو بذریعہ عدالت یہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوگا۔

کفائت کے اعتبار میں فقہی اجماع کا بیان

کافر مسلمان کا کفو نہیں ہو سکتا بعضوں نے کفائت میں صرف دین کا اتحاد کافی سمجھا ہے اور کسی بات کی ضرورت نہیں مثلاً سید، شیخ، مغل، پٹھان جو مسلمان ہو وہ سب ایک دوسرے کے کفو ہیں لیکن جمہور علماء کے نزدیک (اسلام کے بعد) کفائت میں نسب اور خاندان کا بھی لحاظ ہونا چاہئے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں دوسرے عرب ان کے کفو نہیں ہیں۔ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک اگر ولی راضی ہوں تو غیر کفو میں بھی نکاح صحیح ہے مگر ایک ولی بھی اگر ناراض ہو تو نکاح فسخ کرا

سیدہ کا غیر سید سے نکاح کا فقہی مسئلہ

علامہ علاؤ الدین کا سانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ینسقد نکاح الحرہ العاقلۃ البالغۃ برضاہا وان لم یعقد علیہا ولی۔ ہر آزاد عقل مند بالغ لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر بھی نکاح کرے تو نکاح ہو جاتا ہے۔ احناف اور دیگر ائمہ نے کفو کا اعتبار کیا ہے۔ انہوں نے بھی کبھی کہیں یہ نہیں فرمایا کہ غیر کفو میں نکاح نہیں ہوتا بلکہ یہ فرمایا کہ بالغ لڑکی غیر کفو میں نکاح کرے اور باپ یا دادا سے اجازت نہ لے تو ان حضرات کو اعتراض کا حق ہے اور وہ قاضی کے پاس تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر سکتے ہیں اگر نکاح ہی نہیں ہوتا تو اعتراض کس کا۔ (بدائع النکاح، ۲/ ۳۱۱)

باپ اور دادا کی اجازت سے تو غیر کفو میں نکاح ناجائز ہونا کسی کے قول سے ثابت نہیں ہے، سب کے نزدیک جائز ہے۔ قرآن مجید میں جن رشتوں کو حرام قرار دیا گیا ہے اس میں سیدہ کا غیر سید سے نکاح نہ ہونے کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی حدیث پاک میں ہے۔ فتاویٰ رضویہ گیارہویں جلد میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ فتویٰ موجود ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں، براہ کرم جواب سے مع دلائل نقلی کے مشرف و ممتاز فرمائیں (۱) ایک عورت ہے جو سب سے سیدہ ہے اس سے کسی شخص نے جو سب سے سیدہ نہیں ہے نکاح کیا تو اس کو لوگ کافر کہتے ہیں تو کیا شخص مذکورہ کافر ہو یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ (۲) عورت بالغہ جو سب سے سیدہ ہے باکرہ ہو یا ثیبہ یا مطلقہ کسی شخص سے جو سب سے سیدہ نہیں ہے نکاح کرے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ (۳) مرد غیر سید نے سیدہ عورت سے نکاح کیا اور اگر وہ نکاح جائز ہوا تو جو اولاد کہ اس سے پیدا ہوگی وہ سب سے سیدہ کہلائے گی یا نہیں؟ جینا تو جروا۔

امام احمد رضا حنفی بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

الجواب (۱) حاشا للہ اسے کفر سے کیا علاقہ، کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہئے کہ بلا وجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں، امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کہ بطن پاک حضرت جنول زہرا رضی اللہ عنہا سے تھیں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں اور ان سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے اور امیر المومنین سب سادات سے نہیں۔ (۲) سیدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی ہو جائے گا اگرچہ سیدہ نہ ہو مثلاً شیخ صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی، اور اگر غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا جیسے کسی شیخ انصاری یا مغل، پنہان سے مگر جبکہ وہ معزز عالم دین ہو، (۳) جب باپ سید نہ ہو اولاد سید نہیں ہو سکتی اگرچہ ماں سیدانی ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں: اگر کسی نے اپنا نسب چھپایا اور دوسرا نسب بتا دیا بعد کو معلوم ہوا تو اگر اتنا کم درجہ ہے کہ کفو نہیں تو عورت اور اس کے اولاد کو حق فتح حاصل ہے اور اگر اتنا کم نہیں کہ کفو نہ ہو تو اولاد کو حق نہیں ہے عورت کو ہے اور اگر اس کا نسب اس سے بڑھ کر ہے جو بتایا تو کسی کو نہیں۔ عورت نے شوہر کو دھوکا دیا اور اپنا نسب دوسرا بتایا تو شوہر کو حق فتح نہیں، چاہے رکھے یا طلاق دیدے۔ اگر غیر کفو سے عورت نے خود یا اس کے ولی نے نکاح کر دیا مگر اس کا غیر کفو ہونا معلوم نہ تھا اور کفو ہونا اس نے ظاہر بھی نہ کیا

تھا تو نسخ کا اختیار نہیں۔ پہلی صورت میں عورت کو نہیں، دوسری میں کسی کو نہیں۔ عورت معجولۃ النسب سے کسی غیر شافعی نے نکاح کیا، بعد میں کسی قرشی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری لڑکی ہے اور قاضی نے اس کی بیٹی ہونے کا علم دے دیا تو اس کا علم نکاح کر کے کا اختیار ہے۔ (ماہگیری، کتاب النکاح)

امام حاکم شہید کی کافی میں ہے کہ قریش ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں، اور عرب ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں مگر قریش کے لئے کفو نہیں اسلام میں اگر کسی کے دو باپ یعنی باپ دادا، یا تین باپ آزادی میں ہو تو زمرے ہوں وہ ایک دوسرے کے کفو ہوں گے لیکن عربوں کے کفو نہیں ہوں گے۔ (فتاویٰ شامی)

امام احمد رضا خفی بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلہ سے ہو سکتا ہے خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا قاروقی یا مثنائی یا اموی، رہے غیر قریش جیسے انصاری یا ثعلبی یا پھلان ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو اس سے مطلقاً نکاح ہو سکتا ہے ورنہ اگر سیدانی یا بالغہ ہے اور اس غیر قریشی کے ساتھ اس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے، اور اگر باپ دادا اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کر چکے ہیں تو اب ان کے لئے بھی نہ ہو سکے گا اور اگر بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں تو وہ اپنی خوشی سے اس غیر قریشی سے اپنا نکاح کر سکتی ہے، اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ دادا پر دادا ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اس نے پیش از نکاح اس شخص کو غیر قرشی جان کر صراحتاً اس نکاح کی اجازت دے دی جب بھی جائز ہوگا، ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہوگا۔ ان تمام مسائل کی تفصیل در مختار رد المحتار وغیرہما کتب معتمدہ مذہب اور فقیر کے فتاویٰ میں متعدد جگہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح)

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں:

ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نسب کا علم حاصل کرنا کہ صلہ رحمی کر سکو صلہ رحمی سے لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے تمہارے مال اور تمہاری زندگی میں اللہ برکت دے گا۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے پھر فرمایا حسب نسب اللہ کے ہاں نہیں چلتا وہاں تو فضیلت، تقویٰ اور پرہیزگاری سے ملتی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو لوگوں نے کہا ہم یہ عام بات نہیں پوچھتے فرمایا پھر سب سے زیادہ بزرگ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو خود نبی تھے نبی زادے تھے دادا بھی نبی تھے پردادا تو غلیل اللہ تھے انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ فرمایا پھر عرب کے بارے میں پوچھتے ہو؟ سنو! ان کے جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں ممتاز تھے وہی اب اسلام میں بھی پسندیدہ ہیں جب کہ وہ علم دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔

صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا خیال رکھ کہ تو کسی سرخ و سیاہ پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہاں تقویٰ میں بڑھ جا تو فضیلت ہے۔ طبرانی میں ہے مسلمان سب آپس میں بھائی ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ۔ مسند بزار میں ہے تم

سب اور آدم ہوا اور نوح حضرت آدم کی سے پیدا کئے گئے ہیں تو گواہ اپنے باپ دادا کے نام پر فخر کرنے سے باز آؤ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریت کے تودوں اور آبی پرندوں سے بھی زیادہ جگہ ہو جاؤ گے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن اپنی اونٹنی قصور پر سوار ہو کر طواف کیا اور ارکان کو آپ اپنی چھتری سے چھو لیتے تھے۔ پھر چونکہ مسجد میں اس کے بھانے و جگہ نہ تھی تو لوگوں نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ اتارا اور اونٹنی بطن مسیل میں لے جا کر بٹھایا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر لوگوں کو خطبہ سنایا جس میں اللہ تعالیٰ کی پوری حمد و ثناء بیان کر کے فرمایا لوگو اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اسباب اور جاہلیت کے باپ داداوں پر فخر کرنے کی رسم اب دور کر دی ہے۔

پس انسان دو ہی قسم کے ہیں یا تو نیک پر سیزگار جو اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں یا بدکار غیر متقی جو اللہ کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہیں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ مسند احمد میں ہے کہ تمہارے نسب نامے دراصل کوئی کام دینے والے نہیں تم سب بالکل برابر کے حضرت آدم کے لڑکے ہو کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہاں فضیلت دین و تقویٰ سے ہے انسان کو یہی برائی کافی ہے کہ وہ بدگو، بخیل، اور فحش کلام ہو۔ ابن جریر کی اس روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حسب نسب کو قیامت کے دن نہ پوچھے گا تم سب میں سے زیادہ بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو تم سب سے زیادہ پر سیزگار ہوں۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور علیہ السلام منبر پر تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ مہمان نواز سب سے زیادہ پر سیزگار سب سے زیادہ اچھی بات کا حکم دینے والا سب سے زیادہ بری بات سے روکنے والا سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے۔

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی کوئی چیز یا کوئی شخص کبھی بھلا نہیں لگتا تھا مگر تقویٰ والے انسان کے اللہ تمہیں جانتا ہے اور تمہارے کاموں سے بھی خبردار ہے ہدایت کے لائق جو ہیں انہیں راہ راست دکھاتا ہے اور جو اس لائق نہیں وہ پیراہ ہو رہے ہیں۔ رحم اور عذاب اس کی مشیت پر موقوف ہیں فضیلت اس کے ہاتھ ہے جسے چاہے جس پر چاہے بزرگی عطا فرمائے یہ تمام امور اس کے علم اور اس کی خبر پر مبنی ہیں۔ اس آیت کریمہ اور ان احادیث شریفہ سے استدلال کر کے علماء نے فرمایا ہے کہ نکاح میں قومیت اور حسب نسب کی شرط نہیں سوائے دین کے اور کوئی شرط معتبر نہیں۔ دوسروں نے کہا ہے کہ ہم نسبی اور قومیت بھی شرط ہے اور ان کے دلائل ان کے سوا اور ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور ہم بھی انہیں کتاب الاحکام میں ذکر کر چکے ہیں فالحمد للہ۔

طبرانی میں حضرت عبدالرحمن سے مروی ہے کہ انہوں نے بنو ہاشم میں سے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ نسبت اور تمام لوگوں کے بہت زیادہ قریب ہوں پس فرمایا تیرے سوا میں بھی بہت زیادہ قریب ہوں ان سے بہ نسبت تیرے جو تجھے آپ سے نسبت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، بیروت)

کفایت مال و خوشحالی کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مال میں کفایت کے یہ معنی ہیں کہ مرد کے پاس اتنا مال ہو کہ مہر مغل اور نفقہ دینے پر

کفو سے متعلق فقہی جزئیات کا بیان

علامہ ابن عابدین منلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں: آپ نے مظلوم کر لیا کہ سبب وہ اہل عرف کا حقیر جاننا ہے تو اسی بات پر مدار ہو گا اس لئے اگر کوئی امیر حاکم یا اس کا نائب اور مالدار اور بنجیدہ ہو اور لوگوں میں رعب والا ہو تو کوئی شک نہیں ایسے شخص سے عورت حار محسوس نہیں کرتی جیسا کہ وہ دباغ اور جولا ہے وغیرہ سے عار محسوس کرتی ہے اگرچہ حاکم اور اس کا نائب ظلم کے طور پر لوگوں کے ہاتھ کھاتے ہوں کیونکہ یہاں مدار دنیاوی حقارت و رفعت ہے۔ (درمہد باب الکفۃ (اراحیاء التراث العربیہ ص ۳۲۲، ۳۲۳))

کفو سے متعلق فقہی جزئیات کا بیان

شیخ نظام الدین منلی لکھتے ہیں: غلام، حرہ کا کفو نہیں، نہ وہ جو آزاد کیا گیا حرہ اصلہ کا کفو ہے اور جس کا باپ آزاد کیا گیا، وہ اس کا کفو نہیں جس کا دادا آزاد کیا گیا اور جس کا دادا آزاد کیا گیا وہ اس کا کفو ہے جس کی آزادی کئی پشت سے ہے۔ جس لونڈی کے آزاد کرنے والے اشراف ہوں، اس کا کفو وہ نہیں جس کے آزاد کرنے والے غیر اشراف ہوں۔ فاسق شخص متقی کی لڑکی کا کفو نہیں اگرچہ وہ لڑکی خود متقی نہ ہو۔ اور ظاہر کہ فسق اعتقادی فسق عملی سے بدرجہا بدتر، لہذا سنی عورت کا کفو وہ بد مذہب نہیں ہو سکتا جس کی بد مذہبی حد کفر کو نہ پہنچی ہو اور جو بد مذہب ایسے ہیں کہ ان کی بد مذہبی کفر کو پہنچی ہو، ان سے تو نکاح ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمان ہی نہیں، کفو ہونا تو بڑی بات ہے جیسے روافض و وہابیہ زمانہ کہ ان کے عقائد و اقوال کا بیان حصہ اول میں ہو چکا ہے۔ (مالم گیری شرف، کتاب النکاح)

ایک شخص نے اپنی بیٹی نابالغہ کا کسی لڑکے سے اس گمان پر کیا کہ لڑکا صالح ہے شرابی وغیرہ نہیں ہے تو بعد میں اسے شراب کا عادی پایا اور بیٹی بالغ ہو چکی ہو اور کہہ چکی ہو کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں۔ اس صورت میں اگر باپ کا نکاح کے وقت شرابی ہوتا معروف نہ ہو اور اس کا غالب خاندان صالحین لوگ ہوں تو نکاح باطل ہوگا، یعنی باطل ہو سکتا ہے اور یہ مسئلہ متفقہ ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے البتہ امام اور صاحبین کا اختلاف اس صورت میں ہے جب نکاح کے وقت باپ کو لڑکے کا غیر کفو ہونا معلوم ہو تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے کیونکہ باپ کامل شفیق ہے اور مکمل صاحب

ارائے ہے لہذا اس نے استہائے سوچ و بچار کیا ہوگا کہ یہ غیر کفو کفو والوں سے بہتر ہے، محیط میں ایسے ہی ہے۔

(لہذا ہندو باب الخامس فی الکلاء نورانی کتب خانہ پشاور)

ظاہر ہے کہ لیس اعتقادی (بدوینی و بد مذہبی) لیس عملی یعنی بد چلنی سے بدرجہا بدتر ہے لہذا سنی عورت کا کفو وہ بد مذہب نہیں ہو سکتا جس کی بد مذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو اور جو بد مذہب ایسے ہیں کہ ان کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچی ہو ان سے تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ مسلمان ہی نہیں کفو ہوتا تو بڑی بات ہے۔ جیسے روافض، وہابیہ زمانہ کہ ان کے عقائد و اقوال نے انہیں اسلامی برادری میں رہنے کے قابل ہی نہ رکھا۔

قرآن کریم نے اس بات میں دو ٹوک فیصلہ یہ دیا کہ: **وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُوْمِنُوا** (البقرہ ۲۲۱) اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بے شک مسلمان لوٹنے سے اچھی ہے۔ اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو اور اپنی عورتوں کو مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو۔ وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے، اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کیلئے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

مشرکین کے ساتھ شادی بیاہ کی ممانعت کی علت و حکمت یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو خواہ مرذہوں یا عورت، ان اعمال اور ان عقائد کی طرف، اس طریق زندگی کی طرف بلاتے اور اس یو دو باش کی طرف آمادہ کرتے ہیں جو جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اور یہ علت جس طرح غیر مسلموں، کافروں، مشرکوں، میں پائی جاتی ہیں اسی طرح ان مرتدین میں بھی درجہ اتم پائی جاتی ہے۔ جو کلمہ پڑھ کر، ضروریات دینیہ میں سے کسی ضرورت دینی کا انکار کرتے ہیں تو ان کے اعمال و عقائد بعینہ کافروں، مشرکوں کے اعمال و عقائد ہیں۔

کفو نکاح کے عرفی فوائد و اسباب

نوع انسانی کی جتنی قومیں یا نسلیں دنیا میں پائی جاتی ہیں، وہ دراصل ایک ابتدائی نسل کی شاخیں ہیں جو ایک ماں اور ایک باپ سے شروع ہوئی تھیں۔ اس کے باوجود نوع انسانی کا قوموں، قبیلوں اور کنہوں میں تقسیم ہو جانا ایک فطری امر تھا۔ ظاہر ہے کہ پورے روئے زمین پر سارے انسانوں کا ایک خاندان تو نہیں ہو سکتا تھا، نسل بڑھنے کے ساتھ بے شمار خاندانوں اور پھر خاندانوں سے قبیلوں اور کنہوں کا وجود میں آنا لازمی امر تھا۔ اسی طرح زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہونے کے بعد رنگ، خد و خال، زبان، اور طرز رہائش کے اعتبار سے لامحالہ انہیں ایک دوسرے سے مختلف ہونا ہی تھا اور ایک خطے کے رہنے والوں کو باہم قریب تر اور دور دراز کے خطوں کے رہنے والوں کو ان سے دور تر رہنا ہی تھا تا کہ جو ایک دوسرے کے قریب ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق کار اور معاون و مددگار ہوں اور ایک خاندان، ایک برادری، ایک قبیلے اور ایک قوم کے لوگ مل کر مشترک معاشرہ قائم رکھیں تا کہ ایک دوسرے کے ساتھی ایک دوسرے کے بھی خواہ اور ہمدرد بن کر رہیں۔ شادی بیاہ میں بھی اس حقیقت کو معتبر مانا گیا اور قبیلوں اور کنہوں میں باہمی رواداری کی بقا کی خاطر مرد و عورت میں نکاح کے وقت اس کا لحاظ رکھا گیا۔ شریعت کی زبان میں اسی کو کفو کہتے ہیں۔ نکاح کو ہر پہلو

سے مکمل کرنے کیلئے شریعت نے کفو کا بھی لحاظ کیا ہے۔

کفویت میں یہی روح کارفرما ہے کہ عائلی زندگی کی بنیاد ایسے امور پر رکھی جائے جس سے خاندان اور گھرانہ آباد اور شاد کام رہے۔ ان میل اور بے جوڑ شادیاں، عموماً تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ثابت کرتی ہے۔ پھر ایسی شادیاں، عورتوں کے اصل زیور حیا و شرم سے انہیں بنگا بھی کر دیتی ہیں اور یہ عورت کی جیتے جی موت ہے۔

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ عورت مرد کے درمیان نکاح کا تعلق محض ایک شہوانی اور جنسی خواہشات کی تکمیل کا تعلق نہیں بلکہ وہ ایک گہرا تمدنی اخلاقی اور قلبی تعلق ہے انتہائی الفت و رفق کا تعلق ہے اور قرآن حکیم گواہ ہے کہ زنا شوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ نکو اہی نحو اہی باہم انس و محبت اور الفت و رافت پیدا کرتا ہے اور حدیث شائد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی۔ (ابن ماجہ و حاکم) تو جہاں اس امر کا امکان ہے کہ کافروں، مرتدوں اور بد دینوں سے شادی بیاہ کے مراسم ایک دوسرے کو طرز زندگی اور عقائد و اعمال پر اثر ڈالیں گے، وہیں اس امر کا بھی امکان ہے کہ ان تعلقات سے ان کے خاندان اور نسل بھی متاثر ہو اور غالب امکان اس امر کا ہے کہ ایسے تعلقات زنا شوئی سے، عقائد و اعمال کی ایک ایسی بھون مرکب اس گھر اور اس خاندان میں پرورش پائے گی جسے غیر مسلم خواہ کتنا ہی پسند کریں مگر اسلام کسی طرح پسند کرنے کو تیار نہیں۔

جو شخص صحیح معنوں میں صاحب ایمان ہو، وہ محض اپنے جذبات کی تسکین کیلئے بھی یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا کہ اس کے گھر اور اس کے خاندان میں کفر و ارتداد اور بے دینی و بد مذہبی پروان چڑھے اور اگر بالفرض ایک فرد مومن کسی بنیاد پر اس میں مبتلا ہو جائے تب بھی اس کے ایمان کا تقاضا یہی ہونا چاہیے کہ وہ اپنے خاندان اپنی نسل اور اپنے دین و اخلاق، اور عقائد و اعمال پر اپنے شخصی جذبات کو قربان کر دے۔ ایسے بے جوڑ، جوڑے عقائد و اعمال اور دین و اخلاق کی تباہی اور خاندان و نسل کی بربادی کا موجب بھی ہوتے ہیں اور وبالِ آخرت اور رسوائی و رسیاہی کا باعث بھی ہے۔

بَابُ: الْقِسْمَةِ بَيْنَ النِّسَاءِ

یہ باب بیویوں میں باری تقسیم کرنے کے بیان میں ہے

1969- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَسْمِ عَنْ تَشِيرِ بْنِ نَهْلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ يَمِيلُ مَعَ أَحَدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَاحِدٌ شَقِيهٌ سَاقِطٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو چھوڑ کر دوسری کی طرف زیادہ مائل ہو تو جب وہ قیامت کے

دن آئے گا تو اس کے دو پہلوؤں میں سے ایک پہلو لٹکا ہوا ہوگا۔“

1970- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَافَرَ أَلْفَرَ بَيْنَ نِسَائِهِ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ جب سفر پر جاتے تھے تو اپنی ازوج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے۔

1971- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّ حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهِ فَيَقُولُ اللَّهُمَّ هَذَا فِعْلِي فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تُلْمِنِي فِيهِمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ اپنی خواتین کے درمیان وقت کی تقسیم کرتے تھے اور ان کے ساتھ انصاف سے کام لیتے تھے پھر آپ ﷺ یہ فرماتے تھے۔

”اے اللہ میرا یہ فعل اس چیز کے بارے میں ہے جس کا میں مالک ہوں تو مجھے اس چیز کے بارے میں ملامت نہ کرنا جس کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں۔“

بَابُ: الْمَرْأَةِ تَهَبُ يَوْمَهَا لِصَاحِبَتِهَا

یہ باب ہے کہ کسی خاتون کا اپنے مخصوص دن کو اپنی سوکن کے لیے ہبہ کر دینا

1972- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنَّ ابْنَ عَبَّادٍ الْقُرَظِيَّ عَنْ مَعْمَرٍ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا كَبِرَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَ سَوْدَةَ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عمر رسیدہ ہو گئیں تو انہوں نے اپنا مخصوص دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تو نبی کریم ﷺ تقسیم کرتے وقت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا دن بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیا کرتے تھے۔

شرح

اگر بیویوں میں سے کوئی ایک اپنے مخصوص حصے کو اپنی سوکن کے لئے ترک کرنے پر راضی ہو جائے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: سیدہ سودہ بنت زمعہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ ان سے رجوع کر لیں اور وہ اپنی باری کا مخصوص دن سیدہ عائشہ کو دے دیتی ہیں۔ تاہم بیوی کو اس بات کا اختیار ہے: وہ اس بارے میں اپنے موقف سے رجوع کر

1970: أخرجه ابن ماجه في "السنن" رقم الحديث: 2347

1971: أخرجه ابوداود في "السنن" رقم الحديث: 3133، أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 1140

1972: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 3615

لئے کیونکہ اس نے اپنے ایک ایسے حق کو ساقط کیا ہے جو واجب نہیں ہے قبضہ اور ساقط نہیں ہوگا باری اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔
(ہدایہ یوسین، کتاب صحت و بھروسہ)

اپنی باری ہبہ کرنے پر سلف و خلف کا اجماع

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر روانہ ہونے لگتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے ان میں سے جس کی کا نام نکل آتا آپ اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔

(سنن دہری: جلد دوم: رقم الحديث ۱۱۱۱)

حضرت سودہ بنت زمعہ جب بہت بڑی عمر کی ہو جاتی ہیں اور انہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرما لیا۔ ابوداؤد میں ہے کہ اسی پر یہ آیت اتری۔ ابن عباس فرماتے ہیں میاں بیوی جس بات پر رضامند ہو جائیں وہ جائز ہے۔ آپ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی بیویاں تھیں جن میں سے آپ نے آٹھ کو باریاں تقسیم کر رکھی تھیں۔ بخاری مسلم میں ہے کہ حضرت سودہ کا دن بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کو دیتے تھے۔ حضرت عروہ کا قول ہے کہ حضرت سودہ کو بڑی عمر میں جب یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑ دینا چاہتے ہیں تو خیال کیا کہ آپ کو صدیقہ سے پوری محبت ہے اگر میں اپنی باری انہیں دیدوں تو کیا عجب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں اور میں آپ کی بیویوں میں ہی آخر دم تک رہ جاؤں۔

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ حضور رات گزارنے میں اپنی تمام بیویوں کو برابر کے درجے پر رکھا کرتے تھے عموماً ہر روز سب بیویوں کے ہاں آتے بیٹھتے بولتے چالتے مگر ہاتھ نہ بڑھاتے پھر آخر میں جن بیوی صاحبہ کی باری ہوتی ان کے ہاں جاتے اور رات وہیں گزارتے۔ پھر حضرت سودہ کا واقعہ بیان فرماتے جو اوپر گزار (ابوداؤد)

معجم ابوالعباس کی ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور نے حضرت سودہ کو طلاق کی خبر بھجوائی یہ حضرت عائشہ کے ہاں جا بیٹھیں جب آپ تشریف لائے تو کہنے لگیں آپ کو اس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے جس نے آپ پر اپنا کلام نازل فرمایا اور اپنی مخلوق میں سے آپ کو برگزیدہ اور اپنا پسندیدہ بنایا آپ مجھ سے رجوع کر لیجئے میری عمر بڑی ہو گئی ہے مجھے مرد کی خاص خواہش نہیں رہی لیکن یہ چاہت ہے کہ قیامت کے دن آپ کی بیویوں میں اٹھائی جاؤں چنانچہ آپ نے یہ منظور فرمایا اور رجوع کر لیا پھر یہ کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی باری کا دن اور رات آپ کی محبوب حضرت عائشہ کو ہبہ کرتی ہوں۔ بخاری شریف میں آتا ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ایک بڑھیا عورت جو اپنے خاوند کو دیکھتی ہے کہ وہ اس سے محبت نہیں کر سکتا بلکہ اسے الگ کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ میں اپنے حق چھوڑتی ہوں تو مجھے جدا نہ کر تو آیت دونوں کی رخصت دیتی ہے۔ یہی صورت اس وقت بھی ہے کہ جب کسی کو دو بیویاں ہوں اور ایک سے اس کی بوجہ اس کے بڑھاپے یا بد صورتی کے محبت نہ ہو اور وہ اسے جدا کرنا چاہتا اور یہ بوجہ اپنے لگاؤ یا بعض اور مصالح کے الگ ہونا پسند نہ کرتی تو اسے حق ہے کہ اپنے بعض یا سب حقوق سے الگ ہو جائے اور خاوند اس کی بات کو منظور کر کے اسے جدا نہ کرے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر سے ایک سوال (جسے اس کی بیہودگی کی وجہ سے) آپ نے ناپسند

فرمایا اور اسے کوڑا مار دیا پھر ایک اور نے اسی آیت کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ باتیں پوچھنے کی ہیں اس سے ایسی صورت مراد ہے کہ مثلاً ایک شخص کی بیوی ہے لیکن وہ بڑھیا ہو گئی ہے اولاد نہیں ہوتی اس نے اولاد کی خاطر کسی جوان عورت سے اور نکاح کیا پھر یہ دونوں جس چیز پر آپس میں اتفاق کر لیں جائز ہے۔

حضرت علی سے جب اس آیت کی نسبت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ عورت ہے جو بوجہ اپنے بڑھاپے کے یا بد صورتی کے یا بد خلقی کے یا گندگی کے اپنے خاوند کی نظروں میں گر جائے اور اس کی چاہت یہ ہو کہ خاوند مجھے نہ چھوڑے تو یہ اپنا پورا یا اچھا مہر معاف کر دے یا اپنی باری معاف کر دے وغیرہ تو اس طرح صلح کر سکتے ہیں۔

سلف اور ائمہ سے برابری اس کی یہی تفسیر مروی ہے بلکہ تقریباً اس پر اتفاق ہے میرے خیال سے تو اس کا کوئی مخالف نہیں واللہ اعلم۔ محمد بن مسلم کی صاحبزادی حضرت رافع بن خدیج کے گھر میں تھیں بوجہ بڑھاپے کے یا کسی اور امر کے یہ انہیں چاہتے نہ تھے یہاں تک کہ طلاق دینے کا ارادہ کر لیا اس پر انہوں نے کہا آپ مجھے طلاق تو نہ دیجئے اور جو آپ چاہیں فیصلہ کریں مجھے منظور ہے۔ اس پر یہ آیت اتری۔

ان دونوں آیتوں میں ذکر ہے اس عورت کا جس سے اس کا خاوند بگڑا ہوا ہو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی سے کہہ دے کہ اگر وہ چاہے تو اسے طلاق دے دے اور اگر وہ چاہے تو اس بات کو پسند کر کے اس کے گھر میں رہے کہ وہ مال کی تقسیم میں اور باری کی تقسیم میں اس پر دوسری بیوی کو ترجیح دے گا اب اسے اختیار ہے اگر یہ دوسری شق کو منظور کر لے تو شرعاً خاوند کو جائز ہے کہ اسے باری نہ دے اور جو مہر وغیرہ اس نے چھوڑا ہے اسے اپنی ملکیت سمجھے۔

حضرت رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ جب سن رسید ہو گئیں تو انہوں نے ایک نو جوان لڑکی سے نکاح کیا اور پھر اسے زیادہ چاہنے لگے اور اسے پہلی بیوی پر مقدم رکھنے لگے آخر اس سے تنگ آ کر طلاق طلب کی آپ نے دے دی پھر عدت ختم ہونے کے قریب لوٹالی، لیکن پھر وہی حال ہوا کہ جوان بیوی کو زیادہ چاہنے لگے اور اس کی طرف جھک گئے اس نے پھر طلاق مانگی آپ نے دوبارہ طلاق دے دی پھر لوٹا لیا لیکن پھر وہی نقشہ پیش آیا پھر اس نے قسم دی کہ مجھے طلاق دے دو تو آپ نے فرمایا دیکھو اب یہ تیسری آخری طلاق ہے اگر تم چاہو تو میں دے دوں اور اگر چاہو تو اسی طرح رہنا منظور کرو اس نے سوچ کر جواب دیا کہ اچھا مجھے اسے طلاق منظور ہے چنانچہ وہ اپنے حقوق سے دست بردار ہو گئیں اور اسی طرح رہنے پہنچ گئیں۔ اس جملے کا کہ صلح خیر ہے ایک معنی تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ خاوند کا اپنی بیوی کو یہ اختیار دینا کہ اگر تو چاہے تو اسی طرح رہ کر دوسری بیوی کے برابر تیرے حقوق نہ ہوں اور اگر تو چاہے تو طلاق لے لے، یہ بہتر ہے اس سے کہ یونہی دوسری کو اس پر ترجیح دے ہوئے رہے۔

لیکن اس سے اچھا مطلب یہ ہے کہ بیوی اپنا کچھ چھوڑ دے اور خاوند اسے طلاق نہ دے اور آپس میں مل کر رہیں یہ طلاق دینے اور لینے سے بہتر ہے، جیسے کہ خود نبی اللہ علیہ صلوٰۃ اللہ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں رکھا اور انہوں نے اپنا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو بہہ کر دیا۔ آپ کے اس فعل میں بھی آپ کی امت کے لئے بہترین نمونہ ہے کہ ناموافقت کی صورت میں بھی طلاق کی نوبت نہ آئے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ و اکبر کے نزدیک صلح افتراق سے بہتر ہے اس لئے یہاں فرمادیا

کہ صلح خیر ہے۔ بلکہ ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے تمام طلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسند چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ پھر فرمایا تمہارا احسان اور تقویٰ کرنا یعنی عورت کی طرف کی ناراضگی سے درگزر کرنا اور اسے باوجود ناپسندیدگی کے اس کا پورا حق دینا باری میں لین دین میں برابری کرنا یہ بہترین فعل ہے جسے اللہ بخوبی جانتا ہے اور جس پر وہ بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ گو تم چاہو کہ اپنی کئی ایک بیویوں کے درمیان ہر طرح بالکل پورا عدل و انصاف اور برابری کر دو تو بھی تم کر نہیں سکتے۔ اس لئے کہ گویا ایک ایک رات کی باری باندہ ہو لیکن محبت چاہت شہوت جماع وغیرہ میں برابری کیسے کر سکتے ہو؟

ابن مالک فرماتے ہیں یہ بات حضرت عائشہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت چاہتے تھے، اسی لئے ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے درمیان صحیح طور پر مساوات رکھتے تھے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے دیا کرتے ہوئے فرماتے تھے اے اللہ! یہ وہ تقسیم ہے جو میرے بس میں تھی اب جو چیز میرے قبضہ سے باہر ہے یعنی دلی تعلق اس میں تو مجھے ملامت نہ کرنا (ابوداؤد)

اس کی اسناد صحیح ہے لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں دوسری سند سے یہ مرسل مروی ہے اور وہ زیادہ صحیح ہے۔ پھر فرمایا بالکل ہی ایک جانب جھک نہ جاؤ کہ دوسری کو لڑکا دو وہ نہ بے خاندگی رہے نہ خاندہ والی وہ تمہاری زوجیت میں ہو اور تم اس سے بیرونی برتو نہ تو اسے طلاق ہی دو کہ اپنا دوسرا نکاح کر لے نہ اس کے وہ حقوق ادا کرو جو ہر بیوی کے لئے اس کے میاں پر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کی دو بیویاں ہوں پھر وہ بالکل ہی ایک کی طرف جھک جائے تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس طرح آئے گا کہ اس کا آدھا جسم ساقط ہوگا۔ (احمد وغیرہ)

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوع طریق سے سوائے ہمام کی حدیث کے پہچانی نہیں جاتی۔ پھر فرماتا ہے اگر تم اپنے کاموں کی اصلاح کر لو اور جہاں تک تمہارے اختیار میں ہو عورتوں کے درمیان عدل و انصاف اور مساوات برتو ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو، اس کے باوجود اگر تم کسی وقت کسی ایک کی طرف کچھ مائل ہو گئے ہو اسے اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ پھر تیسری حالت بیان فرماتا ہے کہ اگر کوئی صورت بھی نباہ کی نہ دو اور دونوں الگ ہو جائیں تو اللہ ایک کو دوسرے سے بیہیز کر دے گا، اسے اس سے اچھا شوہر اور اسے اس سے اچھی بیوی دے دے گا۔ اللہ کا فضل بہت وسیع ہے وہ بڑے احسانوں والا ہے اور ساتھ ہی وہ حکیم ہے تمام افعال ساری تقدیریں اور پوری شریعت حکمت سے سراسر بھرپور ہے۔

1973- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ سُمَيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلَى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُجَيْبٍ لَبِي شَيْءٍ فَقَالَتْ صَفِيَّةُ يَا عَائِشَةُ هَلْ لَكَ أَنْ تُرْضِيَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِّي وَلَكَ يَوْمِي قَالَتْ نَعَمْ فَأَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا مَضْبُوعًا بِزَعْفَرَانٍ فَرَشَتْهُ بِالْمَاءِ لِيَفْوَحَ رِيحُهُ ثُمَّ قَعَدَتْ إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ إِلَيْكَ عَنِّي إِنَّهُ لَيْسَ يَوْمُكَ فَقَالَتْ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

1973: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں۔

لَا خَيْرَ لَهُ بِالْأَمْرِ فَرَضِيَ عَنْهَا

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ کو سیدہ صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا کی کوئی بات اچھی نہیں لگی تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کیا! آپ نبی کریم ﷺ کو مجھ سے راضی کر سکتی ہیں میرے حصے کا دن آپ کو مل جائے گا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: جی ہاں! پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ چادر لی جسے زعفران کے ساتھ رنگا گیا تھا انہوں نے اس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا تاکہ اس کی خوشبو ہبک اٹھے پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پہلو میں آکر بیٹھیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اے عائشہ رضی اللہ عنہا! پرے رہو کیونکہ آج تمہارا مخصوص دن نہیں ہے۔“

انہوں نے عرض کی: یہ اللہ تعالیٰ کا وہ فضل ہے جسے وہ چاہے عطا کر دیتا ہے پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو اس بارے میں بتایا: نبی کریم ﷺ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو گئے۔

1974- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (وَالصُّلْحُ خَيْرٌ) لِي رَجُلٍ كَانَتْ تَحْتَهُ امْرَأَةٌ قَدْ طَالَتْ صُحْبَتُهَا وَوَلَدَتْ مِنْهُ أَوْلَادًا فَأَرَادَ أَنْ يَنْتَبِذَ بِهَا فَرَأَتْهُ عَلَى أَنْ يُقِيمَ عِنْدَهُ وَلَا يَقْسِمَ لَهَا

•• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں یہ آیت نازل ہوئی۔

”اور صلح کرنا زیادہ بہتر ہے۔“

یہ آیت ایک ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو اپنی بیوی کے ساتھ بڑے عرصے سے رہ رہا تھا اس عورت نے اس کی اولاد کو جنم دیا تھا پھر اس شخص نے اس عورت کو طلاق دے کر دوسری شادی کرنے کا ارادہ کیا تو اس عورت نے اس مرد کو اس بات پر راضی کیا کہ وہ اس کی بیوی رہے گی تاہم شوہر اس کے لیے باری مقرر نہیں کرے گا۔

بَابُ: الشَّفَاعَةِ فِي التَّزْوِيجِ

یہ باب شادی میں سفارش کرنے کے بیان میں ہے

1975- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ بَحْنٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ بَزِيدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ أَبِي رُحْمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَفْضَلِ الشَّفَاعَةِ أَنْ يُشَفَّعَ بَيْنَ اثْنَيْنِ

فی النکاح

•• حضرت ابو رہم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”سب سے بہترین سفارش یہ ہے شادی کے لیے دو آدمیوں کے درمیان سفارش کی جائے۔“

1976- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ فَرْيَحٍ عَنِ الْبُهَيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ عَرَّ

1974: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1975: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

أَسَامَةُ بَعَثَ الْبَابِ فَشَجَّ لِي وَجْهَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمِطِي عَنْهُ الْأَذَى فَتَقَدَّرَتْهُ لَجَعَلْ
يَمُصُّ عَنْهُ الدَّمَ وَيَمُجُّهُ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ أَسَامَةُ جَارِيَةً لَحَلَّيْتُه وَكَسَوْتُهُ حَتَّى أَنْفَقَهُ

• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اسامہ دروازے کی دلیز پر گرے تو ان کے چہرے پر زخم آگیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس سے تکلیف دہ چیز (یعنی خون) کو صاف کر دو تو مجھے یہ بہت برا لگا تو نبی کریم ﷺ خود ان کا خون پونچھنے لگے اور ان کے چہرے سے اسے صاف کرنے لگے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسے زیور پہناتا اسے لباس پہناتا تاکہ لوگوں کو اس کے ساتھ شادی میں دلچسپی ہوتی۔“

بَابُ: حُسْنِ مُعَاشَرَةِ النِّسَاءِ

یہ باب خواتین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے بیان میں ہے

1977- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ وَمُعَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيَى بْنِ قُوتَبَانَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ قُوتَبَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيهِ وَأَلَا خَيْرُكُمْ لَأَهْلِي

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں زیادہ بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کے حق میں تم سب سے زیادہ بہتر ہوں۔“

1978- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَيْبَةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ

• حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تم میں زیادہ بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں زیادہ بہتر ہوں۔“

1979- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَقْتُهُ

• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے میرے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا تو میں آپ ﷺ سے آگے نکل گئی۔

1976: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1977: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1978: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1979: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1980 - حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرِ عَبْدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا حَبَانُ بْنُ هَلَالٍ حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ
 أُمِّ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُوَ عَرُوسٌ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُتَيْبٍ
 جِئْتُ نِسَاءَ الْأَنْصَارِ فَأُخْبِرْنَ عَنْهَا قَالَتْ فَتَكْرُثُ وَتَنْقُبُ فَتَنْظُرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ
 عَيْنِي فَعَرَفَنِي قَالَتْ فَانْتَفَتَ فَاسْرَعْتُ الْمَشَى فَأَذْرَكَنِي فَاحْتَضَنَنِي فَقَالَ كَيْفَ رَأَيْتِ قَالَتْ قُلْتُ أُرْسِلُ
 يَهُودِيَّةً وَسَطَ يَهُودِيَّاتٍ

• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے سیدہ صفیہ بنت
 حبی رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تو کچھ انصاری خواتین آئیں اور انہوں نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بتایا تو میں نے اپنی ہیبت
 تبدیل کی چہرے پر نقاب لیا اور میں بھی چلی گئی نبی کریم ﷺ نے میری آنکھوں کو دیکھ کر مجھے پہچان لیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں
 میں وہاں سے واپس آگئی اور تیز چلتی ہوئی آئی نبی کریم ﷺ بھی تشریف لے آئے آپ ﷺ نے مجھے پکڑ کر بازوؤں کے حصار
 میں لیا اور ارشاد فرمایا:

”تم نے اسے کیسا پایا؟“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا: آپ ﷺ (مجھے) چھوڑ دیجئے یہودی عورت یہودی
 عورتوں کے درمیان تھی۔

1981 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ زَكْرِيَّا عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي
 عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا عَلِمْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بَغِيرِ إِذْنٍ وَهِيَ غَضَبِي ثُمَّ قَالَتْ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ أَحْسَبُكَ إِذَا قُلْتُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ ذُرِّيَّتُهَا ثُمَّ أَقْبَلْتُ عَلَى فَأَعْرَضْتُ عَنْهَا حَتَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ ذُوْنكَ فَانْتَصِرْتُ فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهَا حَتَّى رَأَيْتُهَا وَقَدْ يَسَّرَ رِيقُهَا فِي فِيهَا مَا تَرُدُّ عَلَى شَيْئًا فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَلُ وَجْهَهُ

• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں مجھے پتہ نہیں چلا یہاں تک کہ زینب رضی اللہ عنہا اجازت لیے بغیر ہی میرے ہاں آئیں وہ
 اس وقت غصے میں تھیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا آپ ﷺ کے لیے اتنا ہی کافی ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اپنے
 بازو لپیٹ لے؟ (یعنی آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر زیادہ توجہ دیتے ہیں) پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئیں لیکن میں نے ان سے اعراض کیا
 یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم خود جواب دو میں نے انہیں جواب دینا شروع کیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ ان کا لعاب
 ان کے منہ میں خشک ہو گیا ہے وہ مجھے کوئی جواب نہیں دے سکیں تو میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ چمک اٹھا۔

1982 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَبِيبٍ الْقَاضِي قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ

1980: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1981: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1982: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ وَأَنَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يُسْرِبُ إِلَيَّ صَوَائِحِبِي يَلْعَبُونَنِي

•• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نبی کریم ﷺ کے ہاں گڑیا کے ساتھ کھیل لیا کرتی تھی آپ ﷺ مجھے میری سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے بھیج دیا کرتے تھے۔

بَابُ: ضَرْبِ النِّسَاءِ

یہ باب خواتین (بیوی) کو مارنے کے بیان میں ہے

1983- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَاءَ فَوَعظَهُمْ فِيهِنَّ ثُمَّ قَالَ إِيَّاهُنَّ يَجْلِدُ أَحَدُكُمْ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْأَمَةِ وَلَعَلَّهُ أَنْ يُضَاجِعَهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ

•• حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے خواتین کا تذکرہ کیا آپ ﷺ نے لوگوں کو خواتین کے بارے میں وعظ و نصیحت کی پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا وجہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو یوں مارتا ہے جیسے کنیز کو مارتا جاتا ہے حالانکہ اس دن کے آخری حصے میں اس نے اسی عورت کے ساتھ لیٹنا ہوتا ہے۔

1984- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَادِمًا لَهُ وَلَا امْرَأَةً وَلَا ضَرَبَ بِيَدِهِ شَيْئًا

•• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے اپنے کسی خادم یا اپنی کسی زوجہ محترمہ کو کبھی نہیں مارا آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کے ذریعے کسی چیز کو نہیں مارا۔

1985- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ إِيَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَضْرِبَنَّ امْرَأَةً لِقَاءَ عَمْرٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ ذُكِرَ النِّسَاءُ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ فَأَمْرٌ بِضَرْبِهِنَّ فَضَرْبُ بَنٍ لَطَافٌ بِإِلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَائِفٌ نِسَاءً كَثِيرٌ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ لَقَدْ طَافَ اللَّيْلَةَ بِإِلِ مُحَمَّدٍ مَبْعُورَ امْرَأَةٍ كُلِّ امْرَأَةٍ تَشْتَكِي زَوْجَهَا فَلَا تَجِدُونَ أَوْلَئِكَ خِيَارَكُمْ

•• حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

1983: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 4942، و"المعجم" رقم الحديث: 6042، و"مجموع" رقم الحديث: 5204، أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 7120، أخرجه الترمذي في "المعجم" رقم الحديث: 3343،

1984: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 6005،

1985: أخرجه ابوداود في "السنن" رقم الحديث: 2146،

”اللہ تعالیٰ کی کنیزوں کو ہرگز نہ مارتا۔“

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! خواتین اپنے شوہروں کے حوالے سے بے باک ہو گئی ہیں تو آپ ﷺ ان کی پٹائی کی اجازت دیجئے پھر ان خواتین کی پٹائی شروع ہو گئی تو نبی کریم ﷺ کے ہاں ایسی بہت سی خواتین اس طرح کی شکایات لے کر آئیں اگلے دن صبح ہی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”گزشتہ رات محمد ﷺ کے ہاں 70 خواتین آئی تھیں ان میں سے ہر ایک خاتون نے اپنے شوہر کی شکایت کی تھی تم ایسے مردوں کو اپنے میں بہترین نہیں پاؤ گے (یعنی ایسے لوگ اچھے نہیں ہوتے ہیں جو اپنی بیویوں کو مارتے ہیں)۔“

1986 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَالْحَسَنُ بْنُ مُذْرِكٍ الطَّحَّانُ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَّانَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَوْدِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُسْلِيِّ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ صِفْتُ عُمَرَ لَكِلَّةٍ فَلَمَّا كَانَ فِيْ جَنُوفِ اللَّيْلِ قَامَ إِلَى امْرَأَتِهِ يَضْرِبُهَا فَحَجَزَتْ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ لِيْ يَا أَشْعَثُ احْفَظْ عَنِّي شَيْئًا سَمِعْتُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسَالُ الرَّجُلُ فِيمَ يَضْرِبُ امْرَأَتَهُ وَلَا تَسْمُ إِلَّا عَلَى وَثَرٍ وَنَيْسَبُ الثَّالِثَةِ

• حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک رات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان کے طور پر ٹھہرا نصف رات کے وقت وہ اٹھے اور انہوں نے اپنی بیوی کی پٹائی شروع کر دی میں ان دونوں کے درمیان رکاوٹ بن گیا جب وہ اپنے بستر پر لیٹے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا۔

”اے ابواشعث! تم مجھ سے سن کر ایک بات یاد کر لو جو میں نے نبی کریم ﷺ کی زبانی سنی ہے (نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے) آدمی اپنی بیوی کی جو پٹائی کرتا ہے اس حوالے سے اس سے باز پرس نہیں ہوگی اور تم وراثہ کے بغیر نہیں سونا۔“

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا) تیسری بات میں بھول گیا ہوں۔

1986 م - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ خَالِدٍ بَنِي خَدَّاشٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَّانَةَ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ

• یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابُ: الْوَاصِلَةِ وَالْوَاشِمَةِ

یہ باب ہے کہ مصنوعی بال لگانے والے اور جسم گودنے والی خواتین کا حکم

1987 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ لَعْنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں:

”آپ ﷺ نے مصنوعی بال لگوانے والی مصنوعی بال لگانے والی جسم گودنے والی اور گودانے والی عورتوں پر لعنت کی

ہے۔“

1988- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ

قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةً إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ ابْنَتِي عُرَيْسَ وَقَدْ أَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ فَتَمَرَّقُ

شَعْرُهَا فَاصِلٌ لَهَا لِيَهِيَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعْنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ

•• سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے مرض کی: میری بیٹی کی

کچھ عرصہ پہلے شادی ہوئی ہے اسے چچک کی بیماری لاحق ہوئی جس کی وجہ سے اس کے بال گر گئے ہیں تو کیا میں اسے مصنوعی بال

لگا دوں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی عورت پر لعنت کی ہے۔“

شرح

بالوں کا جوڑ لگائے یا لگوائے“ سے مراد یہ ہے کہ بالوں کے حسن و درازی کے لئے کوئی عورت کسی دوسری عورت کے بالوں کا

چوٹا لے کر اپنی چوٹی میں شامل کرے یا اپنے بالوں کا چوٹا لے کر کسی دوسری عورت کی چوٹی میں شامل کر دے۔ امام نووی فرماتے ہیں

کہ ”احادیث سے یہ بات صراحت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے کہ بلا کسی استثناء و قید کے بالوں کا جوڑ لگانا حرام ہے“ چنانچہ ظاہر و مختار

مسئلہ بھی یہی ہے لیکن ہمارے (شافعی) علماء نے اس مسئلہ میں یہ تفصیل بیان کی ہے کہ انسان کے بالوں کا جوڑ لگانا تو بلا اختلاف

حرام ہے کیونکہ انسان کو جو بزرگی و شرف حاصل ہے، اس کی بناء پر اس کے بالوں اور اس کے دیگر اجزاء جسم سے فائدہ اٹھانا حرام

ہے اور اگر انسان کے علاوہ کسی جانور کے پاک بال ہوں تو ان کی چوٹی میں شامل کرنے کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر عورت کا

خاوند یا مالک نہ ہو (یعنی جو عورت آزاد ہو اور مطلقہ یا بیوہ یا کنواری ہو) تو اس کے لئے اپنی چوٹی میں ان بالوں کو شامل کرنا بھی حرام

ہے اور اگر عورت خاوند یا مالک والی ہو تو اس کے حق میں تین صورتیں ہیں جن میں سے سب سے زیادہ صحیح صورت یہ ہے کہ وہ خاوند یا

مالک کی اجازت کے بعد ان بالوں کو اپنی چوٹی میں شامل کرے تو جائز ہے۔

مالک، طبری اور اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ عورت کے لئے اپنی چوٹی میں کوئی بھی چیز شامل کرنا ممنوع ہے خواہ وہ بال ہوں، خواہ

کالے صوف (اون) ہوں، خواہ دھجیاں ہوں اور خواہ ان کے علاوہ کوئی اور چیز ہو، ان حضرات نے اس مسئلہ میں احادیث سے

1987: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

1988: أخرجه البخاری فی ”الصحيح“ رقم الحديث: 5936، و رقم الحديث: 5941، أخرجه مسلم فی ”الصحيح“ رقم الحديث: 5530، أخرجه الترمذی فی ”السنن“

رقم الحديث: 5109، و رقم الحديث: 5265

استدلال کیا ہے، جبکہ فقہ لیث کا قول یہ ہے کہ مذکورہ ممانعت کا تعلق صرف بالوں سے ہے، لہذا چوٹی میں بالوں کے علاوہ دوسری چیزیں جیسے صوف وغیرہ شامل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ نیز بالوں کو ایسی ڈوری وغیرہ سے باندھنا کہ جو بالوں کی مشابہت نہ رکھے بلا کراہت جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں یہ لکھا ہے کہ سر کے بالوں میں (یعنی چوٹی میں) انسان کے بال شامل کرنا حرام ہے لیکن صوف یعنی اونی کو شامل کرنا جائز ہے۔ ”گودنے“ کا مطلب یہ ہے کہ جسم کے کسی حصہ کی جلد پر سوئیاں یا اسی طرح کی کوئی چیز چھوئی جائے یہاں تک کہ خون بہنے لگے پھر اس میں سرمہ یا نیل بھردیا جائے۔ یہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم ہے اور آج کل بعض غیر مسلم قوموں میں اس کا رواج ہے، شریعت اسلامی نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ چیز گودنے والے اور گدوانے والے دونوں کے لئے حرام ہے اور جسم کے جس حصہ پر گودا جاتا ہے وہ حصہ نجس ہو جاتا ہے، لہذا اگر کسی مسلمان نے ناگہی سے گدوالیا ہے اور کسی علاج و معالجہ کے ذریعہ اس کا ازالہ ممکن ہو تو اس کا نشان مٹا دینا واجب ہے اور اگر کسی حرج و تنگی کے بغیر اس کا ازالہ ممکن نہ ہو، نیز اس بات کا خوف ہو کہ اس کو زائل کرنے کی صورت میں جسم کا وہ حصہ تلف یا بیکار ہو جائے گا یا پوری طرح کام نہیں کرے گا یا اس ظاہری عضو میں بہت بڑا عیب پیدا ہو جائے گا تو اس صورت میں اس کا ازالہ واجب نہیں، تاہم اللہ سے معافی مانگنا اور توبہ و استغفار کرنا چاہئے تاکہ اس پر سے گناہ کا بار ہٹ جائے اور اگر مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز کا خوف نہ ہو تو پھر اس کا ازالہ ہی لازم ہوگا اور اس میں تاخیر کرنے سے گنہگار ہوگا۔

مصنوعی بال لگوانے کی ممانعت میں فقہی مذاہب

علامہ مکی بن شرف نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ احادیث کے صراحت کے سبب ہمارے فقہاء شوافع نے یہ اتفاق بالوں کو جوڑنا حرام بتایا ہے۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک اور امام طبری اور جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ بالوں کے ساتھ کسی چیز کو بھی پیوند کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ان فقہاء کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اپنے بالوں کے ساتھ کسی چیز کو پیوند کرنے سے منع کیا ہے۔ (شرح مسلم ج ۲، ص ۴۰۲، کراچی)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بالوں کے ساتھ کسی شخص کے بالوں کو ملانا حرام ہے خواہ وہ عورت کے بال ہوں یا کسی دوسرے کے بال ہوں۔ (درمکار، کتاب بیوع)

1989 - حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ حَفْصُ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَأَشْمَاتِ وَالْمُسْتَوِشِمَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغِيرَاتِ لِيَخْلُقَ اللَّهُ فَبَلَغَ ذَلِكَ امْرَأَةً مِنْ

1989: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5931، ورقم الحديث: 5932، ورقم الحديث: 5933، ورقم الحديث: 5934، ورقم الحديث:

5938: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5538، ورقم الحديث: 5539، ورقم الحديث: 5540، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 4169، أخرجه

الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 2782، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 5227،

يَسِيءُ أَمْسِدُ بِقَالَ لَهَا أُمُّ يَغْلُوبَ فَبَجَّاتُ إِلَيْهِ فَقَالَتْ بَلَّغْنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ كُفَيْتَ وَكُفَيْتَ قَالَ وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ
لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَتْ إِنِّي لَا أَفْرَأُ مَا بَيْنَ لَوْحَيْهِ فَمَا وَجَدْتُهُ قَالَ إِنْ
كُفَيْتَ قَرَأْتَهُ لَقَدْ وَجَدْتَهُ أَمَا قَرَأْتِ (وَمَا النَّاسُ إِلَّا كَمَا أَلْفَعُوا) قَالَتْ بَلَى قَالَ لِيَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَهَى عَنْهُ قَالَتْ فَايْتَنِي لَا ظُنُّ أَهْلَكَ يَفْعَلُونَ قَالَ أَذْهَبِي لَنَاظِرِي فَبَدَّهَتْ
فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرِ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولِينَ مَا جَامَعَتُنَا

•• حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے (جسم کو) گودنے والی گدوانے والی اور پیشانی کے بال نوچنے والی اور خوبصورتی کے حصول کے لیے دانت میں خلال پیدا کرنے والی وہ خواتین جو اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرتی ہیں، ان پر لعنت کی ہے۔

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ نقل کردہ روایت) بنو اسد سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون تک پہنچی جسے ”اُمّ یعقوب“ کہا جاتا تھا وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی آپ کے حوالے سے یہ بات پتہ چلی ہے کہ آپ نے یہ بات کہی ہے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں اس شخص پر لعنت کیوں نہ کروں؟ جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور یہ حکم اللہ کی کتاب میں بھی موجود ہے وہ خاتون بولی میں نے تو پورا قرآن پڑھا مجھے تو اس میں یہ حکم نہیں ملا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے واقعی اسے پڑھا ہوتا تو تمہیں اس میں یہ حکم مل جاتا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی ہے؟ ”رسول تمہیں جو دے اسے حاصل کر لو اور وہ تمہیں جس سے منع کرے اس سے باز آ جاؤ۔“

وہ بولی جی ہاں تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔
وہ خاتون بولی میرا یہ خیال ہے کہ آپ کی بیویاں بھی یہ عمل کرتی ہیں تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ اور تم خود جا کر جائزہ لے لو! وہ عورت گئی اس نے جا کر جائزہ لیا تو اسے اپنے مطلب کی کوئی چیز نظر نہیں آئی اس نے بتایا: مجھے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے: تم نے جو کہا ہے اگر وہ بیویاں ایسا کرتیں تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں۔

شرح

عورتوں کو اپنے چہرے کے بال چنونا مکروہ ہے لیکن اگر کسی عورت کو چہرے پر داڑھی یا مونچھ نکل آئے تو اس کو صاف کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ حدیث میں صرف چنوانے والی کا ذکر ہے۔ چننے والی کا ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ جس کو نامصہ کہتے ہیں۔

اہل عرب کے نزدیک عورتوں کے دانتوں میں ایک دوسرے دانت کے درمیان کشادگی و فرق کا ہونا پسندیدہ سمجھا جاتا تھا اور عام طور پر چھوٹی عمر کی عورتوں کے دانت اسی طرح کے ہوتے ہیں، چنانچہ عرب میں یہ دستور تھا کہ عورتیں جب بوڑھی ہو جاتی تھیں اور ان کے دانت بڑھ جاتے تھے جس کی وجہ سے ان کے دانتوں کے درمیان یہ کشادگی باقی نہیں رہتی تھی، تو وہ باقاعدہ اپنے دانتوں پر سونا اور ریتی وغیرہ چلا کر کے دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرتی تھیں اور اس کی بنیاد ان کا یہ جذبہ ہوتا تھا کہ جوان و کمسن نظر آئیں اور حسن و دلکشی ظاہر ہو، چنانچہ اسلامی شریعت نے اس طریقہ کو بھی ممنوع قرار دیا۔ لفظ المغیرات تمام مذکورہ عورتوں کی صفت

یہ حدیث کہ عورت کو بڑے اچھے انداز میں بات سمجھائی اور قرآن و حدیث کے حوالوں سے مسئلہ کو ثابت کیا تو اس کو اطمینان ہو گیا کیونکہ اس کو حدیث کے بارے میں کوئی شبہ تھا ہی نہیں محض اس حکم قرآن میں بالفاظ صریح نہ ہونے کی وجہ سے اس کے ذہن میں اشکال پیدا ہوا تھا اور وہ بھی رفع ہو گیا روایت کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن امور کی ممانعت بیان فرمائیں ان سے باز رہا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بھی اور دوسری احادیث کے ذریعہ بھی مذکورہ بالا چیزوں سے منع فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان چیزوں کی ممانعت گویا قرآن میں مذکور ہے۔

علامہ طبری کہتے ہیں کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ مذکورہ عورتوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعنت فرمانا ایسا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کو ملعون قرار دیا ہو لہذا اس پر عمل کیا جانا واجب ہے۔

بَابُ: مَتَى يُسْتَحَبُّ الْبِنَاءُ بِالنِّسَاءِ

یہ باب ہے کہ خواتین کی رخصتی کس وقت مستحب ہے؟

1990- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

1990: أخرجه مسلم في "المصحيح" رقم الحديث: 3468 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1093 أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3236 أخرجه

تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيْ خَوَالٍ وَنِسَى بَنِي لِيْ خَوَالٍ قَالَتْ بَشَاهِ كَانَتْ أَخْطَلُ مِنْهُ مِثْلِيْ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَعِجِبُ أَنْ تُدْخِلَ بِسَائِهَا لِيْ خَوَالٍ

• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ نے شوال کے مہینے میں میرے ساتھ شادی کی شوال کے مہینے میں میری رخصتی ہوئی آپ ﷺ کی ہارگاہ میں مجھے جو مرتبہ حاصل تھا وہ آپ ﷺ کی کون سی زوجہ محترمہ کو حاصل تھا؟
(راوی بیان کرتے ہیں:) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو مستحب قرار دیتی تھیں کہ خواتین کی رخصتی شوال کے مہینے میں ہو۔

1991- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اسْوَدُ بْنُ غَابِرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ لِيْ خَوَالٍ وَجَمَعَهَا إِلَيْهِ لِيْ خَوَالٍ

• عبد الملک بن حارث اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے شوال کے مہینے میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تھی اور شوال کے مہینے میں ہی ان کی رخصتی ہوئی تھی۔

بَابُ: الرَّجُلُ يَدْخُلُ بِأَهْلِهِ قَبْلَ أَنْ يُعْطِيَهَا شَيْئًا

یہ باب ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کو کوئی چیز (یعنی مہر) دینے سے پہلے اس کے ہاں جانا

1992- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ جَمِيلٍ حَدَّثَنَا شَرِيكَ عَنْ مَنْصُورٍ طَنَّهُ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ عَوْثِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا أَنْ تَدْخُلَ عَلَى رَجُلٍ أَمْرًا قَبْلَ أَنْ يُعْطِيَهَا شَيْئًا

• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ وہ فلاں خاتون کو اس کے شوہر کے پاس بھجوادیں حالانکہ اس مرد نے اس عورت کو کوئی چیز عطا نہیں کی تھی (یعنی اس عورت کا مہر ادا نہیں کیا تھا)۔

بَابُ: مَا يَكُونُ فِيهِ الْيَمْنُ وَالشُّؤْمُ

یہ باب ہے کہ کن چیزوں میں برکت یا نحوست ہوتی ہے؟

1993- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ الْكَلْبِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَبْرِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَمِّهِ مَخْمَرِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا شُؤْمَ وَقَدْ يَكُونُ الْيَمْنُ فِي ثَلَاثَةٍ فِي الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالْأَرَارِ

1991: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1992: اخرجا ابوداؤدنی "السنن" رقم الحدیث: 2128

1993: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

• حضرت عمر بن معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”کوئی نحوست نہیں ہوتی البتہ برکت تین چیزوں میں ہوتی ہے عورت گھوڑے اور گھر میں۔“

شرح

شوم ضد ہے ”یمین“ کی جس کے معنی ہیں بے برکتی اور اسی کو نحوست کہتے ہیں، لہذا حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی تو تفصیل کے ساتھ سمجھ لیجئے کہ نحوست سے کیا مراد ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ گھر کی نحوست سے گھر کی تنگی اور بری ہمسائیگی مراد ہے یعنی جو گھر تنگ و تاریک ہو اور اس کا پڑوس برا ہو تو وہ گھر تکلیف دہ پریشانی کا باعث ہو جاتا ہے عورت کی نحوست سے مہر کی زیادتی اور اس کی بد مزاجی و زبان درازی اور بانجھ پن مراد ہے یعنی جس عورت کا مہر زیادہ مقرر کیا گیا ہو وہ بد مزاجی و تند خو زبان دراز ہو اور یہ کہ بانجھ ہو تو ایسی عورت راحت و سکون کی بجائے اذیت و کوفت کا ذریعہ بن جاتی ہے اسی طرح گھوڑے کی نحوست سے اس کا شوخ ہونا متصادم ہونا اور اس پر وار ہو کر جہاد نہ کیا جانا مراد ہے یعنی جو گھوڑا ایسا ہو کہ اپنی خوشی کی وجہ سے پریشان کرتا ہو، سست رفتار ہو اور مٹھا ہو اور اس پر سوار ہو کر جہاد کرنے کی بھی نوبت نہ آئی ہو تو وہ گھوڑا اپنے مالک کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

کچھ علماء یہ کہتے ہیں کہ ان تین چیزوں میں نحوست کے اظہار کرنے کا مقصد دراصل یہ بتانا ہے کہ اگر بالفرض کسی چیز میں نحوس کا ہونا اپنی کوئی حقیقت رکھتا تو ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی گویا اس تشریح سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کسی چیز میں نحوست کا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا چنانچہ یہ کہنا کہ فلاں چیز نحوس ہے یا فلاں چیز میں نحوست ہے صرف ایک واہمہ کے درجہ کی چیز ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اگر واقعہ نحوست کسی چیز میں ہوا کرتی تو ان تین چیزوں میں ضرور ہوتی کیونکہ یہ تین چیزیں نحوست کے قابل ہو سکتی تھیں۔

چنانچہ یہ ارشاد ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی چیز تقدیر کے دائرہ سے باہر ہوتی تو وہ نظر بد تھی یعنی کائنات کی ہر جنبش و حرکت اور یہاں کا ذرہ ذرہ پابند تقدیر ہے اس عالم میں صرف وہی ظہور میں آتا ہے جو پہلے سے مقدر ہو چکا ہو کوئی چیز تقدیر سے باہر نہیں ہے اور اگر بغرض محال کوئی چیز مقدرات کے دائرہ سے باہر ہوتی تو وہ نظر بد ہے (کہ جسے عام طور پر نظر لگنا کہتے ہیں) لہذا جس طرح اس ارشاد کا مقصد یہ ظاہر کرنا نہیں ہے کہ نظر بد تقدیر کے دائرہ کار سے باہر ہے اسی طرح مذکورہ بالا تینوں چیزوں کے ساتھ نحوس کا ذکر کرنے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی ہے۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کے ذریعہ دراصل امت کے لوگوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر کسی کے پاس ایسا مکان ہو جس میں رہنا وہ ناپسند کرتا ہو یا کسی کی ایسی بیوی ہو جس کے ساتھ صحبت و مباشرت اسے ناگوار ہو یا کسی کے پاس ایسا گھوڑا ہو جو اسے اچھا معلوم نہ ہوتا ہو تو ان صورتوں میں یہ چیزیں چھوڑ دینی چاہئیں یعنی مکان والا اس مکان سے منتقل ہو جائے بیوی والا اس کو طلاق دیدے اور گھوڑے والا اس گھوڑے کو بیچ دے۔ حدیث کی ان توضیحات کی روشنی میں یہ بات صاف ہو گئی کہ یہ ارشاد گرامی طیرۃ منہی عنہا (بدشگونئی لینے کی ممانعت کے منافی نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عام طور پر لوگ جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ

یہ مکان منکوس ہے یا فلاں عورت یا فلاں گھوڑا سبز قدم ہے تو یہ بات یہاں مراد نہیں ہے۔

1994 - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ كَانَ فِی الْقَرْمِ وَالْمَرَاةِ وَالْمَسْكَنِ بِغْنَى الشُّومِ

• حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”اگر وہ ہونی ہوتی تو گھوڑے عورت یا گھر میں ہوتی۔“

(راوی کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کی مراد) نحوست تھی۔

1995 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشُّومُ فِي ثَلَاثٍ فِي الْقَرْمِ وَالْمَرَاةِ وَالذَّارِ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَحَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ أَنَّ جَدَّهُ زَيْنَبَ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَعُدُّ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةَ وَتَزِيدُ مَعَهُنَّ السَّيْفَ

• سالم اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”نحوست تین چیزوں میں ہو سکتی ہے گھوڑے عورت اور گھر میں۔“

زہری بیان کرتے ہیں: ابو عبیدہ نے اپنی دادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے وہ ان تین چیزوں کے ساتھ ایک چوتھی چیز کا بھی اضافہ کرتی تھیں: تلوار۔

شرح

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ ہمارے کوئی چیز ہے نہ ایک سے دوسرے کو بیماری کا لگنا کوئی حقیقت رکھتا ہے اور نہ شگون بد میں کوئی حقیقت ہے، اگر کسی چیز میں شگون بد ہوتا تو گھر میں گھوڑے اور عورت میں ہوتا ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح: جلد چہارم: رقم الحدیث: 5110)

طیرہ یعنی بد شگونی اور نحوست کے سلسلے میں مختلف احادیث منقول ہیں، جن احادیث سے طیرہ کے اثرات کی نفی اور اس کا اعتبار کرنے یا اس پر اعتقاد رکھنے کی نفی و ممانعت ثابت ہوتی ہے وہ زیادہ ہیں، بعض احادیث سے طیرہ کے اثرات کی نفی اور اس کا اعتبار کرنے یا اس پر اعتقاد رکھنے کی نفی و ممانعت ثابت ہوتی ہے وہ زیادہ ہیں، بعض احادیث سے عورت، گھوڑے اور گھر میں طیرہ کا ثبوت یقینی الفاظ کے ذریعہ مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ انما الشوم فی ثلث الفرس والمرأة والدار یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ تین چیزوں میں نحوست ہے، گھر، گھوڑے اور عورت میں ایک روایت میں وہ تین چیزیں زمین، خادم اور گھوڑا بیان کی گئی ہیں۔

بعض احادیث سے ان تین چیزوں میں طیرہ کا ثبوت الفاظ شرط کے ساتھ مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر نقل کی گئی حدیث یا اسی طرح دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ اگر بد شکونی اور نحوست کوئی چیز ہوتی تو ان چیزوں میں پائی جاتی، بعض احادیث سے دوسری تمام چیزوں کی طرح ان تین چیزوں میں بھی نحوست کے پائے جانے کا انکار مفہوم ہوتا ہے، جیسا کہ ابن ابی ملیکہ کی روایت ہے جس کو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور بعض احادیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ان چیزوں میں نحوست کے پائے جانے کا اعتقاد زمانہ جاہلیت کے بے سرو پا اعتقادات و خیالات سے ہے۔ غرض کہ اس بارے میں مختلف مفہوم کی روایتیں منقول ہیں لہذا ان سب کے درمیان وجہ مطابقت اور ان سب کا حاصل مقصد یہ ہے کہ تطیر یعنی شکون بد لینا اور کسی چیز کو منحوس سمجھنا بالکل بے اصل بات ہے اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ کچھ چیزوں میں نحوست ہوتی ہے تو جو چیزیں ایسی ہیں جو اپنی بعض حیثیتوں اور مآل کار کے اعتبار سے اس قابل ہیں کہ ان میں نحوست کا ہونا گمان کیا جاسکتا ہے اور ان کو نحوست کا موقع و محل قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ بات ایسی ہی ہے جیسا کہ اس روایت میں فرمایا گیا ہے۔ لو کان شیء سابق القدر لسبقه العین یعنی اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جانے والی ہو تو وہ نظر بد ہوتی۔

قاضی نے بھی اسی طرح کی بات کہی ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں پہلے تو طیرہ کا انکار کرنا اور اس کے بعد یہ شرطیہ جملہ (کہ اگر کسی چیز میں شکون بد ہوتا تو گھر میں گھوڑے میں ایک عورت میں ہوتا) لانا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ تطیر یعنی بد شکونی کی نحوست کا انکار اس مفہوم میں ہے اگر نحوست کا کوئی وجود ثبوت ہوتا تو ان تین چیزوں میں ہوتا کیونکہ یہی تین چیزیں نحوست کا موقع و محل ہو سکتی ہیں، لیکن جب ان چیزوں میں بھی نحوست کا کوئی وجود نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نحوست سرے سے کوئی وجود نہیں رکھتی۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر ان چیزوں میں "نحوست" کا کوئی وجود مفہوم ہوتا ہے تو اس معنی میں کہ اگر عورت زبان دراز، بے حیاء اور بدکار ہو یا اس کی کوکھ سے بچہ جنم نہ لیتا ہو یا اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہو اور یا مکروہ صورت و بد شکل ہو تو اس اعتبار سے اس کو منحوس کہا جاتا ہے گھر میں نحوست کا ہونا اس معنی میں ہے کہ وہ گھر تنگ و تاریک ہو اس کا پڑوس برے ہمسایوں پر مشتمل ہو اور اس کی آب و ہوا نا موافق ہو۔

اسی طرح گھوڑے میں نحوست کا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ گھوڑا سرکش و شریر ہو، کھانے میں تو تیز ہو لیکن چلنے میں مٹھا ہو، خصوصیات کے اعتبار سے کم تر ہو لیکن قیمت کے اعتبار سے گراں ہو اور مالک کی ضرورت و مصالح کو پورا نہ کرتا ہو، گھوڑے ہی پر خادم کو قیاس کیا جاسکتا ہے، بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ نحوست سے شرعی و طبعی کراہت و ناپسندیدگی مراد ہے اس اعتبار سے شوم و تطیر کی نفی تو عموم و حقیقت پر محمول ہوگی یعنی حقیقت تو یہی ہے کہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جس میں نحوست کا کوئی وجود ہو لیکن جن احادیث سے بعض چیزوں میں نحوست کا ہونا مفہوم ہوتا ہے ان میں نحوست سے مراد ان چیزوں کا طبعی طور پر یا کسی شرعی قباحت کی بنا پر ناپسندیدہ ہونا ہے۔

بَابُ: الْغَيْرَةِ

یہ باب غیرت کے بیان میں ہے

1996- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ قَسْبَانَ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَهْمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللَّهُ وَمِنْهَا مَا يَكْرَهُ اللَّهُ قَالُوا مَا يُحِبُّ لَآلِغَيْرَةٍ فِي الرِّبَةِ وَأَمَّا مَا يَكْرَهُ لَآلِغَيْرَةٍ فَبِغْيٍ

• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "غیرت کی ایک قسم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور ایک قسم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے وہ غیرت وہ ہے جو تہمت کی جگہ پر (یعنی جہاں فساد کی نشانی ظاہر ہو) لگائی جائے اور جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے وہ غیرت وہ ہے جو تہمت کی جگہ پر نہ ہو۔"

1997- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا غُرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ قَطُّ مَا غُرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَمَا رَأَيْتُ مِنْ ذِكْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَبُّهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ يَغْنِي مِنْ ذَهَبٍ قَالَهُ ابْنُ مَاجَةَ

• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں مجھے کسی بھی خاتون پر اتار شک نہیں آتا تھا جتنا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر شک آتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو بکثرت ان کا ذکر کرتے ہوئے دیکھا تھا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں موتی سے بنے ہوئے گمر کی بشارت دے دیں۔

امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: روایت کے متن میں استعمال ہونے والے لفظ "قصب" سے مراد سونا ہے۔

1998- حَدَّثَنَا عِمْسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمُسَوَّرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ إِنَّ بَيْنِي وَهَاشِمَ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتِأْذُنُ لِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلَيَّ بَنِي أَبِي طَالِبٍ فَلَا آذَنْ لَهُمْ ثُمَّ لَا آذَنْ لَهُمْ ثُمَّ لَا آذَنْ لَهُمْ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ عَلَيَّ بَنِي أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيُنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَإِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِثْلِي يَزِينُنِي مَا رَأَيْتُهَا وَيُؤْذِنُنِي مَا آذَاهَا

• حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو سنا آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہشام بن مغیرہ کے بچوں نے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی علی بن ابوطالب سے کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں

1996: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1997: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

1998: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 3714، رقم الحديث: 3767، رقم الحديث: 5230، رقم الحديث: 5278، أخرجه مسلم فی "الصحيح"

رقم الحديث: 6257، رقم الحديث: 6258، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2071، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 3867

انہیں اجازت نہیں دوں گا، میں انہیں اجازت نہیں دوں گا، اگر وہ ابن ابی طالب کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہیں تو ابن ابی طالب پہلی میری بیٹی کو طلاق دیں پھر اس عورت سے شادی کریں۔ میری بیٹی میری جان کا ٹکڑا ہے۔ جو چیز اسے ناپسند ہو وہ مجھے بھی ناپسند ہوگی اور جو چیز اس کے لیے تکلیف دہ ہو وہ چیز میرے لیے بھی تکلیف دہ ہوگی۔

1999 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَّثَانَا شُعْبَةُ عَنْ الزُّهْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ أَنَّ الْعِيسَى بْنَ مَرْثَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ مَكَتَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ وَجَنَّدَهُ فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِذَلِكَ فَاطِمَةُ آتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ قَوْمَكَ يَتَخَذُونَ أُمَّكَ لَا تَفْضُبُ لِبَنَاتِكَ وَهَذَا عَلِيٌّ نَاكِحًا ابْنَةَ أَبِي جَهْلٍ قَالَ الْعِيسَى لَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَتْهُ جَهَنَّمَ تَشْهَدُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي لَأَكْثَرُ أَهْلَ الْعَاصِ ابْنِ الرَّبِيعِ فَحَدَّثَنِي فَصَدَّقَنِي وَإِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ بَعْضَةُ مَيْمَنِي وَأَنَا أَكْثَرُهَا أَنْ تَفْتِنُوهَا وَإِنَّهَا وَاللَّهِ لَا تَجْمَعُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللَّهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ أَبَدًا قَالَ فَنَزَلَ عَلِيٌّ عَنِ الْعِصْمَةِ

• زہری بیان کرتے ہیں امام زین العابدین نے مجھے یہ بات بتائی کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی کے لئے شادی کا پیغام بھیجا جب اس بات کا پتہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چلا تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بولیں: آپ کی قوم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ اپنی بیٹیوں کے معاملے میں غضبناک نہیں ہوتے، یہ علی ابو جہل کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہیں۔ (حضرت مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں) نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے میں نے آپ کو تشہد پڑھتے ہوئے سنا، پھر آپ نے فرمایا: میں نے اپنی (ایک بیٹی کی شادی) ابو العاص بن ربیع کے ساتھ کی اس نے میرے ساتھ جو بات کی اسے سچ ثابت کیا اور فاطمہ میری جان کا ٹکڑا ہے۔ مجھے یہ بات ناپسند ہے اسے کوئی تکلیف ہو اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ کی صاحبزادی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں آسکتی ہو سکتی ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ پیغام ترک کر دیا۔

بَابُ: الَّتِي وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب ہے کہ اس خاتون کا بیان جس نے اپنا آپ نبی کریم ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا تھا

2000 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ أَمَا تَسْتَحْيِ الْمَرْأَةُ أَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ (تُرْجَى مِنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُزَوَّيْ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ) قَالَتْ فَقُلْتُ إِنَّ رَبَّكَ لَيْسَارٌ فِي هَوَاكَ

• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے ان خواتین پر بڑی حیرت ہوتی تھی جو خود کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں

1999: أخرجا البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 926، رقم الحديث: 3110، رقم الحديث: 3714، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 6259، رقم

الحديث: 6260، أخرجه أبو داود فی "السنن" رقم الحديث: 2069، رقم الحديث: 2070

2000: أخرجا البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5113، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3617

بہہ کر دیتی تھی (تاکہ آپ مہر کے بغیر ان سے نکاح کر لیں) میں یہ کہا کرتی تھی: کیا کوئی عورت بھی اپنے آپ کو بہہ کر سکتی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

”اور تم ان خواتین میں سے جسے چاہو پیچھے کر دو اور جنہیں تم نے الگ کیا ہے اگر تم ان میں سے کسی ایک کو چاہو تو تمہیں کوئی گناہ نہیں ہے۔“

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا: میں یہ سمجھتی ہوں آپ کا پروردگار آپ کی خواہش بڑی جلدی پوری کرتا ہے۔
2001- حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْحُومُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَعِنْدَهُ ابْنَةُ لَهُ فَقَالَ أَنَسٌ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَضَتْ نَفْسَهَا عَلَيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لَكَ فِي حَاجَةٍ فَقَالَتْ ابْنَتُهُ مَا أَقْلَ حَيَاتِنَا قَالَ هِيَ خَيْرٌ مِنْكَ وَرَغِبْتُ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَضَتْ نَفْسَهَا عَلَيْهِ

ثابت بیان کرتے ہیں: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا اس وقت ان کی صاحبزادی بھی ان کے پاس موجود تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا: ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے اپنے آپ کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھ سے شادی کرنا چاہیں گے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بولی: اس عورت میں شرم کتنی کم تھی؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ تم سے زیادہ بہتر تھی، کیونکہ اس نے نبی کریم ﷺ کی طرف رغبت کی تھی اور اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا تھا۔

بَابُ: الرَّجُلُ يَشْكُ فِي وَلَدِهِ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص اپنی اولاد کے بارے میں شک ظاہر کرے

2002- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي فِزَارَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا آلَوانِهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقٍ قَالَ إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا قَالَ فَأَنَّى آتَاهَا ذَلِكَ قَالَ عَسَى عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ وَهَذَا لَعَلَّ عِرْقًا نَزَعَهُ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الصَّبَّاحِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو فزارہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ میری بیوی نے ایک سیاہ قام بچے کو جنم دیا ہے نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارا رے

2001: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5120، "ورقم الحديث: 6123، أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث: 3649، "ورقم الحديث: 3250

2002: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3745، أخرجه ابوداؤد فی "المسنن" رقم الحديث: 2260، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث:

2128، أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث: 3478

پاس اونٹ ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: ان کے رنگ کون سے ہیں؟ اس نے جواب دیا: سرخ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا ان میں کوئی خاکستری بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ان میں خاکستری بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: وہ کہاں سے آگیا؟ وہ شخص بولا شاید کسی رگ نے اسے کھینچ لیا ہو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو شاید اس کو بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔

روایت کے یہ الفاظ ابن مباح نامی راوی کے ہیں۔

2003 - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ كَلَيْبٍ اللَّيْثِيُّ أَبُو غَسَّانَ عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنِ اسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ عَلَيَّ فِرَاشِي غُلَامًا أَسْوَدَ وَأَنَا أَهْلُ بَيْتٍ لَّمْ يَكُنْ فِيْنَا أَسْوَدٌ قَطُّ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا أَلْوَانُهَا قَالَ خُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا أَسْوَدٌ قَالَ لَا قَالَ فِيهَا أَوْزُقٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَتَى تَكَاكَ ذَلِكَ قَالَ عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزْعُهُ عِرْقِي قَالَ فَلَعَلَّ ابْنَكَ هَذَا نَزْعُهُ عِرْقِي

• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: دیہات کارہنے والا ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میری بیوی نے میرے بستر پر ایک سیاہ فام لڑکے کو جنم دیا ہے جبکہ ہمارا خاندان ایسا ہے جس میں کوئی سیاہ فام نہیں ہے نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں اس نے عرض کی: جی ہاں نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: ان کا رنگ کیا ہے اس نے عرض کی: سرخ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا ان میں کوئی سیاہ بھی ہے اس نے عرض کی: جی نہیں نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا ان میں کوئی خاکستری بھی ہے اس نے عرض کی: جی ہاں نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: وہ کہاں سے آگیا ہے اس نے عرض کی: ہو سکتا ہے کسی رگ نے اسے کھینچ لیا ہو تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہو سکتا ہے تمہارے اس بیٹے کو بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو“۔

بَابُ: الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْغَايِرِ الْحَجَرِ

یہ باب ہے کہ بچہ فراش والے کو ملے گا اور زانی کو محرومی ملے گی

2004 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ عَبْدَ بَنَ زَمْعَةَ وَسَعْدًا اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ أُمِّ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْصَانِي أَخِي إِذَا قَدِمْتُ مَكَّةَ أَنْ أَنْظُرَ إِلَى ابْنِ أُمِّ زَمْعَةَ فَأَقْبِضَهُ وَقَالَ عَبْدُ بَنَ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ أُمِّ زَمْعَةَ أَخِي وَلَدَ عَلَيَّ فِرَاشٍ أَبِي فَرَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَهَهُ بَعْتَبَةَ فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بَنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ

2003: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2004: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2421 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3599 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث:

2273 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 3487

وَاحْتَجِبِي عَنْهُ يَا مَرْوَةَ

• حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت عبد بن زعمہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما مقدمہ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو زمعد کی کنیر کے بارے میں تھا حضرت سعد نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ میرے بھائی نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ جب میں مکہ آؤں تو زمعد کی کنیر کے بیٹے کو ڈھونڈ کر اسے اپنے قبضہ میں لوں تو عبد بن زعمہ بولے: یہ میرا بھائی ہے میرے والد کی کنیر کا بیٹا ہے جو میرے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے تو نبی کریم ﷺ نے عقبہ (یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بھائی) کے ساتھ اس لڑکے کی مشابہت ملاحظہ فرمائی، لیکن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عبد بن زعمہ! یہ تمہیں ملے کیونکہ بچہ فراش والے کا ہوتا ہے (پھر آپ ﷺ نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا) اے سودہ! تم اس سے پردہ کرو۔

2005- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالْوَلَدِ لِلْفَرَّاشِ

• حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا ہے بچہ فراش والے کو ملے گا۔

2006- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَلَدُ لِلْفَرَّاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ

• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بچہ فراش والے کا ہوگا اور زنا کرنے والے کو محرومی ملے گی۔

2007- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا شَرَحْبِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوَلَدُ لِلْفَرَّاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ

• حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”بچہ فراش والے کو ملے گا اور زنا کرنے والے کو محرومی ملے گی۔“

شرح

امام ترمذی نے یہ مزید نقل کیا ہے کہ بچہ صاحب فراش کے لئے ہے اور زنا کرنے والے کے لئے پتھر ہے، نیز ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور حضرت ابن عباس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وارث کے لئے وصیت نہیں ہے مگر جب کہ وارث چاہیں۔

اور دارقطنی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہوتی مگر

2005: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2006: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 3601 أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 1157 أخرجه التيسانی في "السنن" رقم الحديث: 3482

2007: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جب کہ وارث ہاں۔ تشریح: اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیدیا ہے (انح) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ورثاء کے لئے حصے متعین و مقرر فرمادئے ہیں خواہ وہ کسی وارث کے حق میں یہ وصیت کر بھی جائے کہ اسے دوسرے وارثوں سے اتنا زیادہ حصہ دیا جائے تو شرعی طور پر اس کا کچھ اعتبار نہیں ہاں اگر تمام ورثاء عاقل و بالغ ہوں اور وہ برضاء و رغبت کسی وارث کو وصیت کی وصیت کے مطابق اس کے حصے سے زیادہ دیدیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں آیت میراث نازل ہونے سے پہلے اپنے اقرباء کے حق میں وصیت کر جانا واجب تھا مگر جب آیت میراث نازل ہوئی اور تمام ورثاء کے حصے متعین و مقرر ہو گئے تو وصیت کا واجب ہونا منسوخ ہو گیا۔ فراش ویسے تو عورت کو کہتے ہیں لیکن یہاں (الولد للفراش) میں فراش سے مراد صاحب فراش یعنی عورت کا مالک ہے۔

حدیث گرامی کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے اور اس کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہو جائے تو اس بچہ کا نسب زنا کرنے والے سے قائم نہیں ہوتا بلکہ وہ صاحب فراش کی طرف منسوب ہوتا ہے خواہ وہ صاحب فراش زنا کرانے والی عورت کا خاوند ہو یا لونڈی ہونے کی صورت میں) اس کا آقا ہو اور زیادہ شخص جس نے شبہ میں مبتلا ہو کر اس عورت سے صحبت کر لی تھی۔ اور زنا کرنے والے کے لئے پھر ہے یہ جملہ زنا کرنیوالے کی عروہ کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جیسا کہ ہماری عام بول چال میں کسی ایسے شخص کے بارے میں کہ جسے کچھ نہیں ملتا کہہ دیا کرتے ہیں کہ اسے خاک پتھر ملے گا، لہذا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونیوالے بچہ کا نسب چونکہ زنا کرنیوالے سے قائم نہیں ہوتا اس لئے ولد الزنا کی میراث میں سے اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ یا پھر یہ کہ یہاں پتھر سے مراد سنگسار کرنا ہے کہ اس زنا کرنیوالے کو اگر وہ شادی شدہ تھا سنگسار کر دیا جائے گا۔

ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے کا مطلب یہ ہے کہ اس بدکاری میں مبتلا ہونیوالوں کا حساب و کتاب اللہ پر ہے کہ وہ ہر ایک کو ان کے کثرت کے مطابق بدلہ دے گا۔ ویسے یہ جملہ ایک دوسرے معنی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور وہ یہ کہ جہاں تک دنیا کا تعلق ہے تو یہاں ہم زنا کرنیوالوں کو سزا دیتے ہیں بایں طور کہ ان پر حد جاری کرتے ہیں اب رہا وہاں یعنی آخرت کا معاملہ تو یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء پر موقوف ہے چاہے تو مؤاخذہ کرے اور چاہے تو اپنے بے پایاں رحم و کرم کے صدقہ میں انہیں بخش دے۔ مذکورہ بالا عبارت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص زنا کرے یا کسی اور گناہ میں مبتلا ہو اور اس پر کوئی حد قائم نہ ہو یعنی دنیا میں اسے کوئی سزا نہ دی جائے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے وہ چاہے تو اسے بخش دے اور چاہے اسے عذاب میں مبتلا کرے۔

بَابُ: الزَّوْجَيْنِ يُسْلِمُ أَحَدُهُمَا قَبْلَ الْآخَرِ

یہ باب ہے کہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کا دوسرے سے پہلے اسلام قبول کر لینا

2008- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ جُمَيْعٍ حَدَّثَنَا سِمَاكٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً

جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْلَمَتْ فَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ قَالَ فَجَاءَ زَوْجُهَا الْأَوَّلُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَسْلَمْتُ مَعَهَا وَعَلِمْتُ بِإِسْلَامِي قَالَ فَانْتَزَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَوْجِهَا
الْآخِرِ وَرَدَّهَا إِلَى زَوْجِهَا الْأَوَّلِ

• • • حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے اسلام قبول کر لیا ایک صاحب نے ان کے ساتھ شادی کر لی راوی بیان کرتے ہیں: پھر اس خاتون کا پہلا شوہر آیا اور بولا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے بھی اس عورت کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا اے میرے اسلام کا پہلے تھا راوی کہتے ہیں: تو نبی کریم ﷺ نے اس عورت کی اس کے دوسرے شوہر سے علیحدگی کرادی اور اسے اس کے پہلے شوہر کو واپس کر دیا۔

2009- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ وَيَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ ابْنَتَهُ عَلَى أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ بَعْدَ مَسْتَتِنٍ يَنْكَاحُهَا الْأَوَّلِ

• • • حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو (ان کے شوہر پر) حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کو دو سال گزرنے کے بعد ان کے پہلے نکاح کی بنیاد پر واپس کر دیا تھا۔

2010- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ يَنْكَاحُ جَدِيدٍ

• • • عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کو نئے نکاح کے ذریعے واپس کیا تھا۔

شرح

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک عورت نے اسلام قبول کیا اور پھر اس نے ایک شخص سے نکاح کر لیا اس کے بعد اس کا پہلا شوہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اسلام قبول کر چکا ہوں اور میری اس بیوی کو میرے اسلام قبول کر لینے کا علم تھا (لیکن اس کے باوجود اس نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا) چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دوسرے خاوند سے علیحدہ کر کے پہلے خاوند کے حوالے کر دیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اس پہلے خاوند نے یہ کہا کہ وہ عورت یعنی میری بیوی جس نے اب دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے میرے ساتھ ہی مسلمان ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اس عورت کو اسی پہلے شوہر کے حوالہ کر دیا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحدیث: 381)

شرح السنۃ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ آنحضرت نے ان جیسی بہت سی عورتوں کو ان کے پہلے نکاح کے مطابق ان کے شوہروں کے حوالہ کر دیا تھا، جن کے شوہر دین اور ملک کے فرق کے بعد ان کے ساتھ اسلام کی صف میں شامل ہو گئے تھے (یعنی غیر

مسلم میاں بیوی میں سے کسی ایک کے اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے اور ایک کے دارالاسلام میں اور دوسرے کے دارالحرب میں رہنے کی وجہ سے گویا دونوں کے درمیان مذہبی اور ملکی بعد و اختلاف واقع ہو جاتا تھا مگر جب وہ دوسرا بھی اسلام قبول کر لیتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سابقہ نکاح کو باقی رکھتے ہوئے بیوی کو شوہر کے حوالہ کر دیتے تھے۔ گویا قبولیت اسلام کے بعد تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی تھی) چنانچہ ان عورتوں میں ایک عورت ولید بن مغیرہ کی بیٹی بھی تھی جو صفوان بن امیہ کی بیوی تھی یہ عورت اپنے شوہر سے پہلے فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گئی۔

اور اس کے شوہر نے اسلام سے گریز کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شوہر صفوان بن امیہ کے پاس اس کے چچا کے بیٹے وہب بن عمیر کو اپنی مبارک چادر دے کر بھیجا اور اس کو امان عطا کیا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہب کو بطور علامت اپنی چادر دے کر بھیجا کہ وہ صفوان کو یہ چادر دکھا کر مطلع کریں کہ قتل و تشدد سے تمہیں امان دی گئی ہے تم بلا خوف آ سکتے ہو) پھر جب صفوان آگئے تو ان کی سیر کے لئے چار مہینے مقرر کئے گئے (یعنی انہیں اجازت دی گئی کہ وہ پورے امن و امان کے ساتھ چار مہینے تک مسلمانوں کے درمیان گھومیں پھر میں تا کہ وہ مسلمانوں کی عادات و اطوار کا اچھی طرح مشاہدہ کر لیں چنانچہ وہ چند دنوں تک مسلمانوں کے درمیان گھومتے پھرتے رہے) یہاں تک کہ صفوان بھی اپنی بیوی کے مسلمان ہونے کے دو مہینے بعد مسلمان ہو گئے۔ اور ولید کی بیٹی جو ان کے نکاح میں تھی ان کی بیوی برقرار رہی۔

اسی طرح ان عورتوں میں ایک عورت ام حکیم تھیں جو حارث بن ہشام کی بیٹی اور ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کی بیوی تھیں انہوں نے بھی فتح مکہ کے دن مکہ میں اسلام قبول کیا اور ان کے خاوند عکرمہ نے اسلام سے گریز کیا اور یمن چلے گئے چنانچہ کچھ دنوں کے بعد ام حکیم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنے خاوند کو راہ راست پر لانے کے لئے (یمن پہنچیں اور انہوں نے اپنے خاوند عکرمہ کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی تا نکہ وہ مسلمان ہو گئے اور ان دونوں کا نکاح باقی رہا۔ اس روایت کو امام مالک نے ابن شہاب سے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔ (شرح السنہ)

اگر غیر مسلم میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا مسلمان نہ ہو تو ان دونوں کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟ اس بارے میں مظہر کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمدیہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اگر وہ دوسرا کہ جس نے پہلے کے ساتھ اسلام قبول نہیں کیا تھا خواہ وہ بیوی ہو یا خاوند ہو) عدت کے ایام گزرنے سے پہلے اسلام قبول کر لے تو ان کا نکاح باقی رہے گا خواہ ان دونوں کا سابقہ مذہب یکساں رہا ہو مثلاً دونوں عیسائی یا یہودی اور یا بت پرست رہے ہوں خواہ دونوں کا سابقہ مذہب یکساں نہ رہا ہو مثلاً ایک کا مذہب بت پرستی رہا ہو اور دوسرا عیسائی یا یہودی رہا ہو اسی طرح خواہ وہ دونوں ہی دارالاسلام میں رہنے والے ہوں یا دارالحرب میں اور خواہ ان میں ایک تو دارالاسلام میں رہتا ہو اور دوسرا دارالحرب میں۔

اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ان دونوں کے درمیان تفریق ان تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ ہی سے ہو سکتی ہے اول یہ کہ عدت کے دن پورے ہو جائیں دوم یہ کہ ان دونوں میں سے جس نے اسلام قبول کر لیا ہے وہ اسلام قبول نہ کر نیوالے کو اسلام کی دعوت دے اور وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے۔

سوم یہ کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دارالاسلام سے منتقل ہو کر دارالحرب چلا جائے یا دارالحرب چھوڑ کر دارالاسلام آجائے۔ نیز امام اعظم کے نزدیک ان دونوں میں سے کسی ایک کا اسلام قبول کرنا خواہ عجمیت سے پہلے واقع ہوا ہو یا بعد میں دونوں صورتوں کا یکساں حکم ہے۔

بَابُ الْغَيْلِ

یہ باب دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ محبت کرنے میں ہے

2011- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ تَوَافِلٍ الْقُرَشِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جَدَامَةَ بِنْتِ وَهَبٍ الْأَسَدِيَّةِ أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَدْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْهِيَ عَنِ الْغِيَالِ فَإِذَا فَارِسُ وَالرُّومُ يُهْلُونَ فَلَا يَقْتُلُونَ أَوْلَادَهُمْ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ وَسُئِلَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ هُوَ الْوَادُ الْخَفِيُّ

● سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیدہ جدامہ بنت وہب الاسدیہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے پہلے میں نے دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ محبت کرنے سے منع کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ اہل فارس اور اہل روم اپنی خواتین کے ساتھ محبت کر لیتے ہیں: اس کا ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ وہ خاتون یہ بھی بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ سے عزل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ زندہ بچے کو درگور کرنے کا خفیہ طریقہ ہے۔

2012- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُهَاجِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ الْمُهَاجِرَ بْنَ أَبِي مُسْلِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ بْنِ السَّكَنِ وَكَانَتْ مَوْلَاتِهَا أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الْغَيْلَ لَيَذْرُكُ الْقَارِسَ عَلَى ظَهْرِ قَرِيبِهِ حَتَّى يَصْرَعَهُ

● سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”اپنی اولاد کو پوشیدہ طور پر قتل نہ کرو اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے دودھ پلانے کے دوران محبت کرنے کا اثر شہ سوار کو گھوڑے کی پشت پر پہنچتا ہے یہاں تک کہ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔“

شرح

حمل کی حالت میں دودھ پلانے یا مدت رضاعت میں جماع کرنے کو غیلہ کہتے ہیں لہذا حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ غیلہ کی وجہ سے بچہ کے مزاج میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے قوی ضعیف ہو جاتے ہیں اور اس خرابی و ضعف کا اثر اس کے بالغ ہونے کے

2011: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3549، رقم الحديث: 3550، أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3882، أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم

الحديث: 2076، رقم الحديث: 2077، أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 3326،

2012: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3881،

بعد تک رہتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ادھی بڑا اور بڑے کے لئے وہ دھبہ یا ان کا ریلوے جاتا ہے اور ان کے علاوہ کسی اور
گزر رو پڑ جاتا ہے اور گھوڑے سے گر پڑتا ہے اور سوچتی اس کے ان میں ایسی ہے جیسا کہ اس کے علاوہ سے پہلے ان کی اس کو کیا ہوگا
میلہ نہ کر داتا کہ میلہ کی وجہ سے اپنے بچے کے قتل اور ہالے کا نام صرف وہی اس وقت یہ چاہتا ہے کہ اس سے ایک سے
معلوم ہو کہ بچہ یہ میلہ کا اثر پڑتا ہے جبکہ اس سے پہلے گزرے والی لاکھ احادیث سے یہ معلوم ہوا تھا کہ میلہ جو چاہا اور ان کی

ہوتا؟

مَعْدَانٌ عَنْ كَلْبٍ عَنْ مَرْثَدَةَ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُؤَدِّي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا إِلَّا
قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْخُورِ الْعَيْنِ لَا تُؤَدِّيهِ قَاتِلُكَ اللَّهُ لِأَنَّمَا هُوَ عِنْدَكَ ذَبِيحٌ أَوْ ذَبْحٌ أَنْ يُقَارِ قَلْبُ إِلَهِنَا

•• حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جب بھی کوئی عورت اپنے شوہر کو کوئی تکلیف دیتی ہے تو اس مرد کی ”خوری عین“ سے تعلق رکھنے والی بیوی کہتی ہے تم اسے تکلیف نہ پہنچاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں برباد کرے یہ تمہارے پاس مہمان ہے اور عنقریب تم سے الگ ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔“

بَابُ: لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ

یہ باب ہے کہ حرام فعل حلال چیز کو حرام نہیں کرتا

2015- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعْلَى بْنُ مَنصُورٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُرَوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ

نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ
•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حرام کسی حلال کو حرام نہیں کرتا۔

کتاب الطلاق

یہ کتاب طلاق کے بیان میں ہے

طلاق کی لغوی تعریف

یہ مصدر ہے: طَلَّقَ المرأة و طَلَّقَ طلاقاً فہی طالق سے یعنی چھوڑنا، ترک کرنا اور الگ کر دینا۔ کہا جاتا ہے: طلق البلاد یعنی اس نے شہر چھوڑ دیا، اور اطلق الامیر یعنی قیدی کو رہا کر دیا۔ اسی طرح یہ چند دیگر معانی پر بھی دلالت کرتا ہے: اس کا اطلاق پاک، صاف اور حلال پر بھی ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے: هو لك طلق یعنی وہ تیرے لیے حلال ہے۔ اسی طرح بعد اور دوری پر بھی بولا جاتا ہے، کہا جاتا ہے: طلق فلان فلاں شخص دور ہوا۔

اسے خروج اور نکلنے کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ أنت طلق من هذا الأمر (اللسان: ۲۶۹۶۳، مجمل اللہ: ۳۳۰۳) یعنی تو اس معاملے سے خارج ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مذکورہ معانی پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو مقصود لفظ طلاق اور ان میں ہم یک گونہ ربط پاتے ہیں۔ جب شوہر بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کو چھوڑ رہا ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے لیے اسے حلال کر رہا ہوتا ہے۔ اس سے دوری اختیار کر رہا ہوتا ہے تو اس عقد سے بھی نکل رہا ہوتا ہے جو ان دونوں کو جمع کیے ہوئے تھا، چنانچہ لفظ طلاق میں یہ تمام معانی جمع ہو جاتے ہیں۔ (فتح الباری: ۲۵۸۹)

طلاق کی شرعی تعریف

طلاق کی شرعی تعریف کے سلسلہ میں فقہائے کرام کی طرف سے متعدد عبارات دیکھنے میں آئی ہیں۔ ان میں سے جامع و مانع تعریف اس طرح ہوگی۔

حل قيد النکاح (وبعضه) فی الحال أو المال بلفظ مخصوص۔ (الدر المختار: ۲۱۳۲)

علامہ ابن قاسم لکھتے ہیں: کہ حال یا مستقبل میں کسی مخصوص لفظ کے ساتھ نکاح کی گرہ کھولنا۔ یہ تعریف الدر المختار کی ہے جس پر اہل علم کا اتفاق موجود ہے۔ میں نے اس میں (وبعضه) کا اضافہ اس لیے کیا ہے کہ اس میں طلاق رجعی بھی داخل ہو جائے۔

(الروض المربع لابن قاسم: ۲۸۲۶)

قرآن کے مطابق مشروعیت طلاق کا بیان

(۱) الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ فَاِمْسَاكَ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْعٍ يٰ اَحْسَنُ۔ (البقرہ: ۲۲۰)

طلاق (جس کے بعد رجعت ہو سکے) دوبار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

(۲) بَيَانُ طَلْقِهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (البقرہ ۲۲۸)

پھر اگر تیسری طلاق دی تو اس کے بعد وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ پھر اگر دوسرے شوہر نے طلاق دے دی تو اُن دونوں پر گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں نکاح کر لیں۔ اگر یہ گمان ہو کہ اللہ (عزوجل) کے حدود کو قائم رکھیں گے اور یہ اللہ (عزوجل) کی حدیں ہیں، اُن لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو سمجھدار ہیں۔

(۳) وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلِّغُنَّ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لَتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُورًا وَادْكُرُوا بِنِعْمَتِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (البقرہ ۲۲۹)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور اُن کی میعاد پوری ہونے لگے تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا خوبی کے ساتھ چھوڑ دو اور انہیں ضرر دینے کے لیے نہ روکو کہ حد سے گزر جاؤ اور جو ایسا کریگا اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ (عزوجل) کی آیتوں کو ہٹانہ بناؤ اور اللہ (عزوجل) کی نعمت جو تم پر ہے اُسے یاد کرو اور وہ جو اُس نے کتاب و حکمت تم پر اتاری تمہیں نصیحت دینے کو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) ہر شے کو جانتا ہے۔

(۴) وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلِّغُنَّ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (البقرہ ۲۳۰)

اور جب عورتوں کو طلاق دو اور اُن کی میعاد پوری ہو جائے تو اُسے عورتوں کے والیوں! انہیں شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ آپس میں موافق شرع رضا مند ہو جائیں۔ یہ اُس کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ (عزوجل) اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمہارے لیے زیادہ سُخّر اور پاکیزہ ہے اور اللہ (عزوجل) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(۵) فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يَفْقَهَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ (البقرہ ۲۳۱)

اگر تم کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے تو دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ عورت بدلہ دے کر علیحدگی اختیار کرے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب شوہر اور بیوی اللہ تعالیٰ کے احکام و حدود کو قائم نہ رکھ سکیں اور نکاح کے مقاصد فوت ہونے کا پختہ قرینہ موجود ہو تو پھر ایسی صورت میں شوہر کے لئے مباح ہے کہ وہ اسلام کے بیان کردہ طریقے کے مطابق طلاق دے اور اسی طرح عورت کے لئے بھی مباح ہے کہ اپنے شوہر سے خلع کر سکتی ہے تاکہ حدود اللہ جیسے بڑے احکام کے تحفظ کے لئے کمتر نقصان کا ارتکاب کر لیا جائے۔ کیونکہ وہ دونوں کسی دوسری جگہ اپنے اپنے نکاح بعد میں کر سکتے ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑ

دیا تو دنیا میں اس کا کوئی قائم مقام نہیں ہے کہ جس سے اس قانون کے ٹوٹنے کا اثر نہ کیا جائے۔ نیز کہ جس منقطع ہو چکی اور قوائدین اسلام کو اہل کی حیثیت حاصل ہے۔

احادیث کے مطابق مشروعیت طلاق کا بیان

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سچا آدمی! کوئی چیز اللہ (عزوجل) نے ظلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ و روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی شے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ پسندیدہ و پیدا نہ کی۔ (سنن الدارقطنی: ۱۰۰، کتاب طلاق، ص ۳۹۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ پسندیدہ طلاق ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۲۰۰۰، کتاب الطلاق، باب مکرر اطلاق، ص ۱۰۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور اپنے لشکر کو بھیجتا ہے اور سب سے زیادہ مرتبہ والا اُس کے نزدیک وہ ہے جس کا قندہ بڑا ہوتا ہے۔ اُن میں ایک آکر کہتا ہے میں نے یہ کیا، یہ کیا۔ ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے میں نے مرد اور عورت میں جدائی ڈال دی۔ اسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے، ہاں تو ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۳۲۸۳)

إنما الطلاق لمن أخذ بالساق (سنن ابن ماجہ: ۲۸۸۱) طلاق کا اختیار اسی کو ہے جو چنڈی تھامتا ہے۔

مشروعیت طلاق پر اجماع کا بیان

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی اور پھر ان سے رجوع کیا۔ (سنن نسائی: ۳۵۶۰، سنن ابی داؤد: ۲۲۸۳) طلاق کی مشروعیت پر بیسیوں احادیث و آثار موجود ہیں۔

جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو صدر اول سے لے کر موجودہ زمانہ تک طلاق کے جواز پر اجماع چلا آ رہا ہے اور کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ (المنی لابن قدامہ: ۳۳۱۰)

طلاق دینے کا فقہی حکم

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طلاق دینا جائز ہے البتہ بغیر عذر شرعی ممنوع ہے۔ اور وجہ شرعی ہو تو مباح ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں مستحب مثلاً عورت اس کو یا اوروں کو ایذا دیتی یا نماز نہیں پڑھتی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی عورت کو طلاق دے دوں اور اُس کا مہر میرے ذمہ باقی ہو، اس حالت کے ساتھ دربار خدا میں میری پیشی ہو تو یہ اُس سے بہتر ہے کہ اُس کے ساتھ زندگی بسر کروں۔ اور بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے مثلاً شوہر نامرد یا بھڑا ہے یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کر دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں اور اس کے ازالہ کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچاتا ہے۔ (در مختار، کتاب طلاق، ج ۳، ص ۴۱۴، ہدوت)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: لغت میں طلاق کے معنی بندھن کھول دینا اور چھوڑ دینا ہے اور اصطلاح شرع میں طلاق کہتے ہیں اس پابندی کو اٹھا دینا جو نکاح کی وجہ سے خاوند اور جوہر پر ہوتی ہے۔ حافظ نے کہا: کبھی طلاق حرام ہوتی ہے جیسے خلاف سنت طلاق دی جائے (مثلاً حالت حیض میں یا تین طلاق ایک ہی مرتبہ دے دے یا اس طہر میں جس میں دلی کر چکا ہو) کبھی مکروہ جب بلا سبب محض شہوت رانی اور نئی عورت کی ہوس میں ہو، کبھی واجب ہوتی ہے جب شوہر اور زوجہ میں مخالفت ہو اور کسی طرح میل نہ ہو سکے اور دونوں طرف کے بیچ طلاق ہی ہو جانی مناسب سمجھیں۔ کبھی طلاق مستحب ہوتی ہے جب عورت نیک چلن نہ ہو، کبھی جائز مگر علماء نے کہا ہے کہ جائز کسی صورت میں نہیں کہ مگر اس وقت جب نفس اس عورت کی طرف خواہش نہ کرے اور اس کا خرچ اٹھانا ہے فائدہ پسند نہ کرے۔ (فتح الباری، بحرف)

اس صورت میں بھی طلاق مکروہ ہوگی۔ خاوند کو لازم ہے کہ جب اس نے ایک عقیقہ پاک دامن عورت سے جماع کیا تو اب اس کو نبا ہے اور اگر صرف یہ امر کہ اس عورت کو دل نہیں چاہتا طلاق کے جواز کی علت قرار دی جائے تو پھر عورت کو بھی طلاق کا اختیار ہونا چاہئے۔ جب وہ خاوند کو پسند نہ کرے حالانکہ ہماری شریعت میں عورت کو طلاق کا اختیار بالکل نہیں دیا گیا ہے (ہاں خلع کی صورت ہے جس میں عورت اپنے آپ کو مرد سے جدا کر سکتی ہے جس کے لیے شریعت نے کچھ ضوابط رکھے ہیں جن کو اپنے مقام پر لکھا جائے گا) نکاح کے بعد اگر زوجین میں خدانخواستہ عدم موافقت پیدا ہو تو اس صورت میں حتی الامکان صلح صفائی کرائی جائے جب کوئی بھی راستہ نہ بن سکے تو طلاق دی جائے۔

طلاق کی ممانعت میں احادیث

حضرت محارب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جن امور کو مباح کیا ہے ان میں سب سے ناپسندیدہ عمل طلاق کا ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 413)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 414)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی عورت کو اس کے شوہر سے یا غلام کو اس کے آقا سے برگشتہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 411)

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حلال کئے گئے کاموں میں سے اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ ناپسند (چیز) طلاق ہے۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: رقم الحدیث 175)

مسائل طلاق پر عدم التفات سے معاشرتی نقصانات

جس طرح اسلامی شریعت نے نکاح کے معاملے اور معاہدے کو ایک عبادت کی حیثیت دے کر عام معاملات و معاہدات کی سطح سے بلند رکھا ہے اور بہت سی پابندیاں اس پر لگائی ہیں اسی طرح اس معاملہ کا ختم کرنا بھی عام لین دین کے معاملات کی طرح آزاد نہیں رکھا کہ جب جس کا دل چاہا اس معاملہ کو ختم کر دیا اور کسی دوسرے سے نکاح کا معاملہ کر لے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کو ختم

کرنے کا ایک خاص حکیمانہ قانون بنایا ہے جس کو طلاق کہتے ہیں۔۔۔

آج کل جو طلاق کے حوالے سے ہمارے معاشرے میں بے چینی اختلافات اور انتشار پایا جاتا ہے اس کا حقیقی سبب صرف یہی ہے کہ لوگوں نے اسلام کے نظام طلاق کو اس کے صحیح مفہوم میں سمجھا ہی نہیں اور سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اپنی جہالت کی بنا پر اپنے لئے مسائل کو خود پیدا کرتے ہیں اور بدنام اسلام اور علماء کو کرتے ہیں۔۔۔

آج کل کے عام مسلمانوں کو علماء کی یاد محض مردے کو غسل دلوانے، نماز جنازہ پڑھوانے، باپ کے مرنے کے بعد میراث سے حصہ ڈھونڈنے کے وقت ہی آتی ہے یا پھر نکاح کے وقت ادب سے مولوی کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ طلاق دینے کے بعد مولوی کے پاؤں پکڑ کر بیٹھنے پر تو آمادہ ہوتے ہیں۔ لیکن طلاق دینے سے قبل مولوی صاحب سے طلاق دینے کا طریقہ پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ اور خود ہی سمجھنے کی زحمت برداشت کرتے ہیں۔ نتیجہ بھی یہی نکلتا ہے کہ طلاق مغلطہ دے کر در در کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ جہالت کے ہاتھوں مجبور ہو کر عزت و ناموس کا جنازہ بھی دھوم سے نکلواتے ہیں اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے لعنت کے مستحق قرار بھی پاتے ہیں۔

نکاح کے حوالے سے اسلامی تعلیمات یا یوں کہیے کہ منشاء خداوندی یہ ہے نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لئے ہو، اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی کبھی نوبت ہی نہ آئے۔ کیونکہ نکاح کو ختم کرنے کا اثر صرف میاں بیوی پر ہی نہیں پڑتا، بلکہ ان کی نسل اور اولاد کی تباہی و بربادی اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک پہنچ جاتا ہے۔ اور پورا معاشرہ اس سے بری طرح متاثر ہوتا ہے۔

اسی لئے شریعت اسلامیہ جو اسباب اور وجوہ اس نکاح کو توڑنے کا سبب بن سکتے تھے ان تمام اسباب کو راہ سے ہٹانے کا پورا انتظام کیا ہے۔ میاں بیوی کے ہر معاملے اور ہر حال کے لئے جو ہدایتیں قرآن و سنت میں مذکور ہیں ان سب کا حاصل یہی ہے کہ یہ رشتہ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے۔ ٹوٹنے نہ پائے، میاں بیوی میں نا موافقت کی صورت میں اول افہام و تفہیم سے کام لیا جائے۔ مسئلہ حل نہ ہو تو زبردستی کی جائے۔ اور پھر بھی اگر معاملہ حل نہ ہو سکے تو خاندان ہی کے چند افراد کو ثالث بنا کر معاملہ طے کرنے کی تعلیم دی ہے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا (النساء: ۳۵)

اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو۔ تو ایک حاکم مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک حاکم عورت والوں کی طرف سے۔ یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

اس آیت میں خاندان ہی کے افراد کو ثالث بنانے کا فرمان کس قدر حکیمانہ ہے کہ اگر میاں بیوی کے اختلاف کا یہ معاملہ خاندان سے باہر گیا تو بات بڑھ جانے اور دلوں میں زیادہ بعد پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔

لیکن بسا اوقات ایسی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ اصلاح احوال کی تمام تر کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں اور تعلق نکاح کے مطلوبہ

(۴) ایک یا دو طلاق مرتب الفاظ میں دی ہے تو نکاح نہیں ٹوٹا، عدت ختم ہونے سے قبل مرد رجوع کر سکتا ہے۔

(۵) لیکن یہ رجوع کا اختیار بھی اللہ تعالیٰ نے مرد کو صرف دو طلاق تک محدود رکھا ہے۔ اس کے بعد تیسری طلاق اگر دے دی تو مرد کو رجوع کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ حکیمانہ قانون اللہ تعالیٰ نے عورت کی حفاظت کے لئے بنا رکھا ہے تاکہ کوئی ظالم اور بے قدر شخص ہمیشہ طلاق دیتا اور رجوع کرتا ہی نہ رہے۔ اور اس کی نظر میں بیوی یا عورت کی کوئی قدر و منزلت ہی نہ ہو۔

طلاق کی شرعی حیثیت کا بیان

فقہاء کا کہنا ہے کہ طلاق پر پانچ احکامات لاگو ہوتے ہیں۔ کبھی واجب ہوتی ہے: یہ اس وقت جب شوہر مباشرت (محببت) کے قابل نہ ہو، یا بیوی پر خرچ نہیں کر سکتا، تو اسکی دینداری کا تقاضا ہے اس کو طلاق دیدے، (اگر یہ بیوی کی خواہش ہو تو)، تاکہ اس کو روکنے کے نتیجہ میں اسکے اخلاق میں بگاڑ نہ آجائے، یا کوہ نقصان نہ ہو، نیز ناجاتی کی اصلاح کے لئے جمع ثالثوں کی طلاق، جب دونوں میں ہوئے جھگڑوں کی اصلاح کی کوششیں ناکام ہو جائیں، اور دونوں ثالث، دونوں میں علاحدگی ہی مناسب سمجھیں۔

کبھی مستحب ہوتی ہے: یہ اس صورت میں جب بیوی، شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں تاویل برتے، مثلاً بغیر کسی شرعی سبب کے اپنے آپ کو شوہر سے دور رکھے، اور اس پر مصر رہے، نیز اس صورت میں بھی طلاق مستحب ہے، جب بیوی خود، نا اتفاقی کی بنا پر اسکا مطالبہ کرے، اور اس پر مصر رہے۔

کبھی جائز ہوتی ہے: یہ اس صورت میں جب بیوی کی بد اخلاقی، اور اسکے برے سلوک سے بچنے، اسکی واقعی ضرورت پیش آئے، یا شوہر بیوی سے اتنی سخت نفرت کرنا محکمہ اس کو کنٹرول نہیں کر سکتا، یا یہ اندیشہ لاحق ہو جائے کہ بیوی کی حق تلفی ہوگی، یا اس پر ظلم ہوگا، (اس صورت میں طلاق جائز ہوگی)۔

انہی تینوں احکام کی طرف دفعہ نے ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے، "یہ ایسی شادی سے، جسکا شرعی مقصد پورا نہیں ہو رہا ہو، ایسے وقت میں چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے رکھی گئی ہے، جبکہ خاوند و بیوی کے درمیان اختلافات زور پکڑ جائیں، اور یہ یقین ہو جائے کہ شادی کا برقرار رہنا محال ہے۔"

موجودہ دفعہ میں مذکور لفظ "شرع" (مشرع کی گئی ہے یا رکھی گئی ہے)، میں، واجب، مستحب، اور جائز بھی آ جاتے ہیں۔ طلاق کبھی مکروہ ہوتی ہے، یہ عام فقہاء کا مذہب ہے، یہ اس صورت میں، جب طلاق کی کوئی ضرورت ہی نہ ہو، بعض لوگوں کا تو کہنا محکمہ کہیں بیوی کے لئے بنا کسی سبب کے جو تکلیف و نقصان ہے، اس بنا پر یہ طلاق حرام ہے۔

طلاق کبھی حرام ہوتی ہے: یہ اس صورت میں، جب شوہر کو یقین ہو کہ یا تو بیوی سے بے انتہا قلبی تعلق کی بنا پر، یا اسکے علاوہ کسی اور خاتون سے شادی پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہو نہکا یقین ہو، نیز حالت حیض میں یا اس پاکی کی حالت میں، جس میں صحبت کی ہو، طلاق دینا حرام ہے، اس کو بدعی طلاق کہتے ہیں، اسکا تفصیلی بیان آگے آئے گا۔

مسئلہ طلاق میں اصلاح عوام کی ضرورت

لیکن بد قسمتی سے بہت سے لوگ بیک وقت تین طلاقیں دے بیٹھتے ہیں پھر علمائے کرام سے مسئلہ پوچھتے ہیں تو علمائے حق اہل

سنت و جماعت یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ اب وہ بغیر حلالہ کے تمہارے نکاح میں نہیں آسکتی کیونکہ شریعت نے بغیر حلالہ کے شوہر اول سے اسکا نکاح منع کر دیا ہے۔ تو جاہل و بے وقوف لوگ سر پکڑ کو بلبلا اٹھتے ہیں کہ دیکھو ایک شخص کا گھر برباد ہو رہا ہے اور اس کے پانچ سات بچے ہیں جو معصوم ہیں وہ بیچارے تو بھوک سے مرجائیں گے۔ خاندان کے اندر کئی دشمنیاں جنم لیں گی اور علمائے کرام پر اس طرح کے جملے کستے ہیں کہ جیسے ان کے درمیان اور علمائے کرام کے درمیان حق و باطل کا معرکہ شروع ہو چکا ہے۔

لیکن افسوس! اس بات پر کہ لوگ ساری ساری عمر بسر کر جاتے ہیں مگر نکاح، طلاق اور دیگر شرعی احکام کو سمجھنے کی طرف ذرا توجہ نہیں دیتے۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے اگر غلطی انکی اپنی ہو اور الزام شریعت پر، یہ کتنی بڑی غلط فہمی ہے۔ اور اللہ کا کیا ہوا حرام تو کسی بھی صورت میں حلال نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ ساری دنیا کے روشن خیال اور عقل کل کا دعویٰ کرنے والے لوگ ساری عمر اپنا سر پکڑ کر بیٹھیں تب بھی وہ اللہ کے حرام کیے ہوئے کو حلال نہیں کر سکتے۔ لہذا برائے مہربانی اپنی غلطیوں کی وجہ سے اسلام کے احکام کو بدلنے سے باز رہیں۔

اسی طرح وہ نام نہاد علماء جو عوامی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے تین طلاقیں کو ایک طلاق کہہ دیتے ہیں اور پھر اس پر فتاویٰ جات کی بھرپور اشاعت بھی کر بیٹھتے ہیں انہیں بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تین، تین ہوتا ہے اور ایک، ایک ہوتا ہے۔ کیا اگر کسی نے کہا کہ اس کے تین خدا ہیں تو کیا تم اسکی توحید کو قبول کر لو گے۔ اگر ایسی توحید قابل قبول نہیں تو پھر وحدہ لا شریک کے احکام کو بھی حق کے ساتھ بیان کرو، نہ کہ عوامی خواہشات کی پیروی۔۔۔؟

یاد رہے احکام شرع میں حلت و حرمت کا حکم شرعی نصوص کے ذریعے ثابت کرنا یہ کوئی عام لوگوں کا منصب نہیں ہے کہ وہ جس طرح چاہیں استدلال کرتے ہوئے احکام کی تشریح کریں۔ یہ مجتہدانہ صلاحیت و بصیرت اہل علم لوگوں یعنی فقہائے اسلاف کا کام تھا اور وہ پوری دیانتداری کے ساتھ یہ کام کر گزرے ہیں اور اب ہمیں ان کی اتباع و تقلید کا حکم ہے۔

بَابُ: حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ

یہ باب عنوان کے بغیر ہے

2016- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنُ زُرَّارَةَ وَمَسْرُوقُ بْنُ الْمَرْزُبَانِ قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى

بْنُ زَكْرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحِ بْنِ حَتَّى عَنْ مَلَمَةَ بْنِ كُثَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَّقَ حَفْصَةَ ثُمَّ رَاجَعَهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حفصہ کو طلاق دیدی تھی پھر آپ ﷺ نے اس سے رجوع کر لیا۔

2017- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَشَارٍ حَدَّثَنَا مُوَمَّلٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى

2016: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث 2283 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث 3562

2017: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ الْقَوَامِ يَلْعَنُونَ بِحُدُودِ اللَّهِ يَقُولُ أَخَذَهُمْ قَدْ طَلَّقْتُكَ قَدْ رَاجَعْتُكَ قَدْ طَلَّقْتُكَ

• حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کے ساتھ کھیلتے ہیں ان میں سے ایک شخص (اپنی بیوی سے) یہ کہتا ہے میں نے تمہیں طلاق دی میں نے تم سے رجوع کیا میں نے تمہیں طلاق دی۔“

2018- حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْحِمَصِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْوَلِيدِ الْوَصَافِيِّ عَنْ

مُعَارِبِ بْنِ دِيَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقِ

• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔“

بَابُ: طَلَاقِ السُّنَّةِ

یہ باب طلاق کے سنت طریقے کے بیان میں ہے

2019- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

طَلَّقْتُ امْرَأَتِي وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَرَّةٌ فَلْيُراجِعَهَا حَتَّى تَطْهَرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهَرَ ثُمَّ إِنْ شَاءَ طَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يُجَامِعَهَا وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا فَإِنَّهَا الْبَعْدَةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ

• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی وہ اس وقت حیض کی حالت میں تھی میں نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس سے کہو کہ وہ اس عورت سے رجوع کر لے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر اسے حیض آئے پھر پاک ہو جائے پھر اگر وہ چاہے تو اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دیدے اور اگر چاہے تو اسے اپنے ساتھ رکھے یہ وہ عدت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

2020- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ عَنْ

عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ طَلَاقُ السُّنَّةِ أَنْ يُطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِنْ غَيْرِ جَمَاعٍ

• حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: طلاق دینے کا سنت طریقہ یہ ہے ”آدمی طہر کی حالت میں صحبت کیے بغیر عورت کو طلاق دے۔“

2018: أخرجه إمامنا في "السنن" رقم الحديث: 2177 'ورقم الحديث: 2178

2019: أخرجه مسلم في "المصنوع" رقم الحديث: 3640 'ورقم الحديث: 3558

2020: أخرجه إمامنا في "السنن" رقم الحديث: 3394 'ورقم الحديث: 3395

2021- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا خُفْصُ بْنُ هَبَاتٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لِي طَلَاقُ السَّنَةِ يُطَلِّقُهَا عِنْدَ كُلِّ طَهْرٍ تَطْلِيقَةً فَإِذَا طَهَّرْتَ الثَّلَاثَةَ طَلَّقَهَا وَعَلَيْهَا بَعْدَ ذَلِكَ حَيْضَةٌ

•• حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سنت طلاق کے بارے میں یہ فرماتے ہیں: آدمی ہر طہر کے وقت اسے ایک طلاق دے جب وہ تیسرے طہر میں آئے گی تو وہ اسے طلاق دے گا اس کے بعد اس عورت پر ایک حیض بسر کرنا لازم ہوگا۔

2022- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْظِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ أَبِي غَلَابٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَقَالَ تَعْرِفُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا قُلْتُ أَيْعْتَدُ بِطَلِّكَ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحَقَّقَ

•• ابو غلاب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا: جو اپنی بیوی کو اس کے حیض کے دوران طلاق دیدیتا ہے انہوں نے فرمایا: تم عبداللہ بن عمر کو جانتے ہو کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تھی اور اس کی بیوی اس وقت حیض کی حالت میں تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ اس سے رجوع کر لیں۔

ابو غلاب کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: کیا اس طلاق کو شمار کیا گیا تھا؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے وہ عاجز تھا یا احمق تھا۔

طلاق کی اقسام کا بیان

طلاق کی تین اقسام ہیں۔ (۱) حسن؛ (۲) احسن؛ (۳) بدعت۔ احسن طلاق یہ ہے: آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق دے ایسے طہر میں جس میں اس نے اس عورت کے ساتھ محبت نہ کی ہو اور پھر اس عورت کو چھوڑ دے یہاں تک کہ اس عورت کی عدت گزر جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس بات کو مستحب سمجھتے تھے: وہ ایک سے زیادہ طلاق نہ دیں یہاں تک کہ عدت گزر جائے اور یہ بات ان کے نزدیک اس چیز سے زیادہ فضیلت رکھتی تھی کہ آدمی ہر طہر میں ایک طلاق دے کر تین طلاقیں دیدے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: اس صورت میں آدمی ندامت سے دور رہتا ہے اور اس کا ضرر بھی کم ہوتا ہے۔ تاہم اس کے مکروہ ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (ہدایہ کتاب طلاق، لاہور)

2022: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5252، ورقم الحديث: 5258، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3646، ورقم الحديث: 3647، ورقم الحديث: 3648، ورقم الحديث: 3649، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2183، ورقم الحديث: 2184، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1175، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3399، ورقم الحديث: 3400، ورقم الحديث: 3577

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طلاق سنت اس طریقہ سے ہے کہ انسان بغیر جماع کیے عورت کو پاکی کی حالت میں طلاق دے دے پھر جس وقت اس کو حیض آجائے اور وہ عورت پاک ہو جائے تو اس وقت اس کو دوسری طلاق دے دے پھر جس وقت اس کو حیض آجائے اور وہ پاک ہو جائے جب اس کو اور ایک طلاق دے پھر اس کے بعد عورت ایک حیض عدت گزارے۔ حضرت انعمش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابراہیم سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی اسی طریقہ سے بیان فرمایا۔ (سنن نسائی: جلد دوم: رقم الحدیث 1132)

حضرت یونس بن جبیر سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیویوں کو ایام حیض میں طلاق دیتا ہے فرمایا تم عبداللہ بن عمر کو جانتے ہو؟ انہوں نے بھی اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی جس پر حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا، حضرت عمر نے پوچھا کیا وہ طلاق بھی گنی جائے گی؟ فرمایا خاموش رہو، اگر وہ عاجز ہو اور پاگل ہو جائیں تو کیا ان کی طلاق نہیں گنی جائے گی۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1183)

طلاق سنت میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت سالم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایام حیض میں طلاق دی جس پر حضرت عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا انہیں رجوع کرنے کا حکم دو۔ پھر حاملہ ہونے یا حیض سے پاک ہونے کی صورت میں طلاق دیں حضرت یونس بن جبیر کی ابن عمر اور سالم کی اپنے والد سے مروی حدیث دونوں حسن صحیح ہیں یہ دوسری حدیث حضرت ابن عمر سے کئی سندوں سے مروی ہے اس پر علماء صحابہ اور دیگر علماء کا عمل ہے۔ کہ طلاق سنت یہی ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ایک طہر میں ایک طلاق دینا بھی سنت ہے امام شافعی، احمد کا بھی یہی قول ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ طلاق سنت اسی صورت میں ہوگی کہ ایک ہی طلاق دے ثوری اسحاق کا یہی قول ہے حاملہ عورت کو جس وقت چاہے طلاق دے امام شافعی، احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے بعض علماء کے نزدیک اسے ہر ماہ میں ایک طلاق دی جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1184)

وقت و محل کے اعتبار سے اقسام طلاق کا بیان

طلاق کی قسمیں: یہ بات جانتی چاہئے کہ وقت و محل کے اعتبار سے نفس طلاق کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) احسن (۲) حسن، حسن کو سنی بھی کہتے ہیں (۳) بدی

طلاق احسن کی صورت یہ ہے کہ ایک طلاق رجعی ایسے طہر یا کی کی حالت میں دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو اور پھر اس کو اسی حالت میں چھوڑے یعنی پھر نہ تو اس کو اور طلاق دے اور نہ اس سے جماع کرے (یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے طلاق کی یہ پہلی قسم سب سے بہتر ہے۔

طلاق حسن کی صورت یہ ہے کہ ایک طلاق حسن رجعی ایسے طہر یا کی کی حالت میں دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو بشرطیکہ عورت مدخول بہا ہو اور اگر عورت غیر مدخول بہا ہو تو اس کے لئے ایک طلاق حسن ہے نیز اس کو حیض کی حالت میں بھی طلاق دی جا سکتی ہے اور آکر صغیرہ اور حاملہ عورتوں کے لئے طلاق حسن یہ ہے کہ ان کو تین مہینہ تک ہر مہینہ میں ایک طلاق دی جائے نیز ان عورتوں کو جماع کے بعد بھی طلاق دینا جائز ہے طلاق کی یہ دوسری قسم بھی بہتر ہے۔

طلاق بدعی: کی صورت یہ ہے کہ مدخول بہا کو ایک ہی طہر میں یا ایک ہی دفعہ میں تین طلاقیں دیدے یا ایسی دو طلاقیں دے جس میں رجعت کی گنجائش نہ ہو یا اس کو اس طہر میں طلاق دے جس میں جماع کر چکا ہو اس طرح اگر کسی شخص نے حیض کی حالت میں طلاق دی تو یہ بھی طلاق بدعی کے حکم میں ہے اور اگر وہ عورت کہ جس کو حیض کی حالت میں طلاق دی ہے مدخول بہا ہو تو صحیح تر روایت کے مطابق اس سے رجوع کرنا واجب ہے جب کہ بعض علماء نے رجوع کرنے کو مستحب کہا ہے، پھر جب وہ پاک ہو جائے اور اس کے بعد دوسرا حیض آئے اور پھر اس سے بھی پاک ہو جائے تب اگر طلاق دینا ضروری ہو تو اس دوسرے طہر میں طلاق دی جائے طلاق کی یہ تیسری قسم شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے گو طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

طلاق کی اقسام میں مذاہب اربعہ

احناف طلاق کی تین قسمیں قرار دیتے ہیں: احسن، ح۔ ضن اور بدعی۔ احسن طلاق یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایسے طہر میں جس کے اندر اس نے جماعت نہ کی ہو، صرف ایک صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دے۔ حسن یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک ایک طلاق دے۔ اس صورت میں تین طہروں میں تین طلاق دینا بھی سنت کے خلاف نہیں ہے، اگرچہ بہتر یہی ہے کہ ایک ہی طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ اور طلاق بدعت یہ ہے کہ آدمی بیک وقت تین طلاق دے دے، یا ایک ہی طہر کے اندر الگ الگ اوقات میں تین طلاق دے، یا حیض کی حالت میں طلاق دے، یا ایسے طہر میں طلاق دے جس میں وہ مباشرت کر چکا ہو۔ ان میں سے جو فعل بھی وہ کرے گا گناہگار ہوگا۔ یہ تو ہے حکم ایسی مدخولہ عورت کا جسے حیض آتا ہو۔ رہی غیر مدخولہ عورت تو اسے سنت کے مطابق طہر اور حیض دونوں حالتوں میں طلاق دی جا سکتی ہے۔ اور اگر عورت ایسی مدخولہ ہو جسے حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا ابھی آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، تو اسے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جا سکتی ہے، کیونکہ اس کے حاملہ ہونے کا امکان نہیں ہے۔ اور عورت حاملہ ہو تو مباشرت کے بعد اسے بھی طلاق دی جا سکتی ہے، کیونکہ اس کا حاملہ ہونا پہلے ہی معلوم ہے۔ لیکن ان تینوں قسم کی عورتوں کو سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک مہینہ بعد طلاق دی جائے، اور احسن یہ ہے کہ صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ (ہدایہ فتح القدر، احکام القرآن للجصاص، عمدة القاری)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ سنی، بدعی مکروہ، اور بدعی حرام۔ سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ مدخولہ عورت کو جسے حیض آتا ہو، طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ بدعی مکروہ یہ ہے کہ ایسے طہر کی حالت میں طلاق دی جائے جس میں آدمی مباشرت کر چکا ہو، یا مباشرت کیے بغیر ایک طہر میں ایک سے زیادہ طلاقیں دی جائیں، یا عدت کے اندر الگ الگ طہروں میں تین طلاقیں دی جائیں، یا بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی

جائیں۔ اور ہدیٰ حرام یہ ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دی جائے۔ (ماہد السوئی علی الشرح الکبیر۔ احکام القرآن لابن اعرابی)
 امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا معتبر مذہب یہ ہے جس پر جمہور متاہلہ کا اتفاق ہے: مدخولہ عورت جس کو حیض آتا ہو اسے سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر اسے طلاق دی جائے، پھر اسے چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔ لیکن اگر اسے تین طہروں میں تین الگ الگ طلاقیں دی جائیں، یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دے دی جائیں، یا بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی جائیں، یا حیض کی حالت میں طلاق دی جائے، یا ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں مباشرت کی گئی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہو، تو یہ سب طلاق بدعت اور حرام ہیں۔ لیکن اگر عورت غیر مدخولہ ہو، یا ایسی مدخولہ ہو جسے حیض آتا نہ ہو گیا ہو، یا ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، یا حاملہ ہو، تو اس کے معاملہ میں نہ وقت کے لحاظ سے سنت و بدعت کا کوئی فرق ہے نہ تعداد کے لحاظ سے۔ (الانصاف فی معرفۃ اربع من الخلاف علی مذہب احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طلاق کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا فرق کے لحاظ سے ہے نہ کہ تعداد سے یعنی مدخولہ عورت جس کو حیض آتا ہو اسے حیض کی حالت میں طلاق دینا یا جو حاملہ ہو سکتی ہو اسے ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت کی جا چکی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہو بدعت اور حرام ہے۔ رہی طلاقیں کی تعداد، تو خواہ بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں، یا ایک ہی طہر میں دی جائیں، یا الگ الگ طہروں میں دی جائیں، بہر حال یہ سنت کے خلاف نہیں ہے۔ اور غیر مدخولہ عورت جسے حیض آتا نہ ہو گیا ہو، یا حیض آیا ہی نہ ہو، یا جس کا حاملہ ہونا ظاہر ہو، اس کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا کوئی فرق نہیں ہے۔

(مفتی الحاج)

ہر قسم کی طلاق کے وقوع میں اتفاق مذاہب اربعہ

کسی طلاق کے بدعت، مکروہ، حرام، یا گناہ ہونے کا مطلب ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ وہ واقع ہی نہ ہو۔ چاروں مذاہب میں طلاق، خواہ حیض کی حالت میں دی گئی ہو، یا بیک وقت تین طلاقیں دے دی گئی، یا ایسے طہر میں طلاق دی گئی ہو جس میں مباشرت کی جا چکی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہو، یا کسی اور ایسے طریقے سے دی گئی ہو جسے کسی امام نے بدعت قرار دیا ہے، بہر حال واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ آدمی گناہ گار ہوتا ہے۔ لیکن بعض دوسرے مجتہدین نے اس مسئلے میں ائمہ اربعہ سے اختلاف کیا ہے۔

حضرت سعید بن مسیب اور بعض دوسرے تابعین کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کے خلاف حیض کی حالت میں طلاق دے دے اس کی طلاق سرے سے واقع ہی نہیں ہوتی۔ یہی رائے امامیہ کی ہے۔ اور اس رائے کی بنیاد یہ ہے کہ ایسا کرنا چونکہ ممنوع اور بدعت محرمہ ہے اس لئے یہ غیر مؤثر ہے۔ حالانکہ اوپر جو احادیث ہم نقل کر آئے ہیں ان میں یہ بیان ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے جب بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو حضور نے انہیں رجوع کا حکم دیا۔ اگر یہ طلاق واقع ہی نہیں ہوئی تھی تو رجوع کا حکم دینے کے کیا معنی؟ اور یہ بھی بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ نے ایک سے زیادہ طلاق دینے والے کو اگرچہ گناہ گار قرار دیا ہے، مگر اس کی طالق کو غیر مؤثر قرار نہیں دیا۔

طلاق دینے کے طریقہ حسن کا بیان

اور طلاق حسن سے مراد سنت طلاق ہے اور وہ یہ ہے: آدمی مدخول بہا (بیوی) کو تین طہروں میں تین طلاقیں دے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ بدعت ہے اور صرف ایک ہی طلاق دینا مباح ہے اس کی وجہ یہ ہے: طلاق میں اصل چیز ممنوعیت ہے اور اس کو چھٹکارے کے حصول کے لئے مباح قرار دیا گیا ہے اور وہ چیز ایک طلاق کے ذریعے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ”سنت یہ ہے: تم طہر آنے دو اور پھر ہر ایک طہر میں ایک طلاق دو“۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: حکم کا مدار ضرورت کی بنیاد پر ہوتا ہے اور وہ (دلیل) ایسے زمانے میں طلاق کا اقدام کرنا ہے جس میں دوبارہ نئے سرے سے رغبت پیدا ہو چکی ہو اور یہ چیز ”طہر“ کے زمانے میں ہوتی ہے ایسا ”طہر“ جس میں صحبت نہ کی گئی ہو اس لیے ضرورت کی دلیل کی طرف دیکھتے ہوئے دوبارہ حاجت ہونے کی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ پھر یہ بات بھی بیان کی گئی ہے: زیادہ بہتر یہ ہے: آدمی طلاق دینے کو طہر کے آخری حصے تک مؤخر کرے تاکہ عدت کو طول دینے سے بچ سکے تاکہ ہم زیادہ مناسب یہ ہے: جیسے ہی عورت پاک ہو مرد اسے طلاق دیدے کیونکہ وہ اگر اس کو مؤخر کرے گا تو ہو سکتا ہے اس عورت کے ساتھ صحبت کر لے۔ چونکہ وہ طلاق دینے کا ارادہ تو کر چکا ہے تو اس صورت میں وہ صحبت کرنے کے بعد طلاق واقع کرنے میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

مسنون طریقے سے طلاق دینے میں احادیث

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے زمانہ رسالت میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدی تو حضرت عمر بن الخطاب نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چاہیے کہ وہ اس سے رجوع کرے پھر اس کو اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے پھر پاک ہو اس کے بعد اگر چاہے تو اس کو رکھ لے یا چاہے تو جماع کیے بغیر اس کو طلاق دیدے پس یہ ہے وہ عدت جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں عورتوں کو طلاق دی جائے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 415)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہو کہ رجوع کرے پھر جب پاک ہو جائے یا حاملہ ہو جائے تو طلاق دیدے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 417)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی حضرت عمر نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آگئے اور فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ وہ اس سے رجوع کر لے پھر اس کو اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے پھر اس کو دوسرا حیض آئے اور وہ پھر حیض سے پاک ہو اس کے بعد اگر چاہے تو طلاق دیدے پاکی کی حالت میں جماع کیے بغیر اور یہ طلاق کی عدت کے مناسب ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

حضرت یونس بن جابر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ تم اپنی بیوی کو کتنی طلاقیں دی تھیں؟ انہوں نے کہا ایک۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 4184)

طلاق بدعت کا بیان

اور بدعت طلاق یہ ہے: شوہر ایک ہی کلمے کے ذریعے تین طلاقیں دیدے یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دیدے جب وہ ایسا کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور وہ شخص گنہگار ہوگا۔ امام شافعی فرماتے ہیں: کسی بھی طریقے کے ساتھ طلاق دینا مباح ہے کیونکہ یہ ایک ایسا تصرف ہے جو مشروع ہے تاکہ اس کے ذریعے حکم مستفاد ہو سکے لہذا مشروعیت ممانعت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی جبکہ حیض کی حالت میں طلاق دینے کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ وہاں عورت کی عدت کو طول دینا حرام ہے طلاق دینا منع نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: طلاق میں اصل چیز ممانعت ہے کیونکہ اس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے جس کے ذریعے بہت سے دینی اور دنیاوی مصالح متعلق ہوتے ہیں اور علیحدگی کی ضرورت کے پیش نظر اسے مباح قرار دیا گیا ہے جبکہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور مختلف طہروں میں متفرق طور پر دینے کی ضرورت بھی ثابت ہوگی اس کی حاجت کی دلیل کو سامنے رکھتے ہوئے اور کیونکہ بذات خود اس کی ضرورت موجود ہے اس لیے اس پر دلیل کو متصور کرنا بھی ممکن ہوگا۔ اپنی ذات کے اعتبار سے یہ مشروع اس حیثیت سے ہے کہ اس کے ذریعے رقیۃ زائل ہو جاتی ہے اور یہ بات ممانعت کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس میں ”غیر“ کا مفہوم پایا جا رہا ہے اور وہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اسی طرح ایک طہر میں دو طلاقیں دینا بھی بدعت ہے جس کی دلیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ایک بابت طلاق کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔

امام محمد نے کتاب المہبوط میں یہ بات بیان کی ہے: ایسا شخص سنت کی خلاف ورزی کرے گا کیونکہ علیحدگی اختیار کرنے میں کسی اضافی صفت کو ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور وہی صفت ”بینونہ“ ہے۔ زیادات کی روایات میں یہ بات ہے: ایسا مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں فوراً چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (ہایہ کتاب طلاق، لاہور)

طلاق بدعت کی تعریف

عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم طلاق کے ساتھ کسرہ صفت لگا کر عربی اسم بدعت لگانے سے مرکب تو صلی بنا۔ اردو زبان میں بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ 1867ء کو ”نور الہدایہ“ میں تحریراً مستعمل ملتا ہے۔

(فقہ) اس طلاق کی تین صورتیں ہیں (1) حالت حیض میں طلاق دی ہو، (2) ایسے طہر میں طلاق دی ہو جس میں مباشرت ہو چکی ہو (3) تین طلاقیں بیک وقت دے دی ہوں۔ امام مالک علیہ الرحمہ اور بہت سے فقہانے تیسری طلاق کو جائز ہی نہیں رکھا وہ اس کو طلاق بدعت کہتے ہیں۔

حالت حیض کی وقوع طلاق میں مذاہب اربعہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

رجوع کا حکم دیا تھا اس لئے فقہاء کے درمیان یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ یہ حکم کس معنی میں ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبلہ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ایسے شخص کو رجوع کا حکم تو دیا جائے گا مگر رجوع پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (امداد فقہی، ص ۱۰۰، رد المحتار، ج ۱، ص ۱۰۰)

ہدایہ میں حنفیہ کا مذہب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس صورت میں رجوع کرنا نہ صرف مستحب بلکہ واجب ہے۔ فقہی اختلاف میں شافعیہ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ جس نے حیض میں طلاق دی ہو اور تین نہ دے ڈالی ہوں اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ رجوع کرے، اور اس کے بعد والے طہر میں طلاق نہ دے بلکہ اس کے گزرنے کے بعد جب دوسری مرتبہ عورت حیض سے فارغ ہو تب طلاق دینا چاہئے تو دے، تاکہ حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع محض کھیل کے طور پر نہ ہو۔

الانصاف میں حنبلیہ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ اس حالت میں طلاق دینے والے کے لئے رجوع کرنا مستحب ہے۔ لیکن امام مالک علیہ الرحمہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا جرم قابل دست اندازی پولیس ہے۔ عورت خواہ مطالبہ کرے یا نہ کرے، بہر حال حاکم کا یہ فرض ہے کہ جب کسی شخص کا یہ فعل اس کے علم میں آئے تو وہ اسے رجوع پر مجبور کرے اور عدت کے آخری وقت تک اس پر دباؤ ڈال رہے۔ اگر وہ انکار کرے تو اسے قید کر دے۔ پھر بھی انکار کرے تو اسے مارے۔ اس پر نہ مانے تو حاکم خود فیصلہ کر دے کہ "میں نے تیری بیوی تجھ پر واپس کر دی" اور حاکم کا یہ فیصلہ رجوع ہوگا جس کے بعد مرد کے لئے اس عورت سے مباشرت کرنا جائز ہوگا، خواہ اس کی نیت رجوع کی ہو یا نہ ہو، کیونکہ حاکم کی نیت کی قائم مقام ہے۔ (حاشیہ الدسوقی)

مالکیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس شخص نے طوعاً و کرہاً حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لیا ہو وہ اگر طلاق ہی دینا چاہے تو اس کے لئے مستحب طریقہ یہ ہے کہ جس حیض میں اس نے طلاق دی ہے اس کے بعد والے طہر میں اسے طلاق نہ دے بلکہ جب دوبارہ حیض آنے کے بعد وہ ظاہر ہو اس وقت طلاق دے۔ طلاق سے متصل والے طہر میں طلاق نہ دینے کا حکم دراصل اس لئے دیا گیا ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کا رجوع صرف زبانی کلامی نہ ہو بلکہ اسے طہر کے زمانے میں عورت سے مباشرت کرنی چاہیے پھر جس طہر میں مباشرت کی جا چکی ہو اس میں طلاق دینا چونکہ ممنوع ہے، لہذا طلاق دینے کا صحیح وقت اس کے طہر والا ہی ہے۔ (حاشیہ الدسوقی)

بَابُ: الْحَامِلِ كَيْفَ تُطَلَّقُ

یہ باب ہے کہ حاملہ عورت کو کیسے طلاق دی جائے

2023- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَلَا تَكْرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

2023: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 3644. أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2181. أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث:

1176. أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 3397.

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَالَ مَرَّةً فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُطْلِقْهَا وَهِيَ طَاهِرَةٌ أَوْ حَامِلٌ

• • • حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی وہ عورت اس وقت حیض کی حالت میں تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اس سے کہو کہ وہ اس عورت سے رجوع کرے پھر اسے اس وقت طلاق دے جب وہ عورت طہر کی حالت میں ہو یا حاملہ ہو۔

حاملہ عورت کو طلاق دینے کا بیان

حاملہ عورت کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد اسے طلاق دینا جائز ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں عدت مشتبہ نہیں ہوتی اور حمل کا زمانہ صحبت میں دلچسپی کا زمانہ ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں مزید بچے کی پیدائش کا امکان نہیں ہوتا یا اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے: اس عورت سے اس مرد کا بچہ پیدا ہونا ہے لہذا صحبت کرنے کے نتیجے میں دلچسپی کم نہیں ہوگی۔ مرد ایسی عورت کو سنت کے مطابق تین طلاقیں دے گا اور ہر دو طلاقیں کے درمیان ایک ماہ کا وقفہ رکھے گا۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ایسی عورت کو سنت کے مطابق طلاق ایک ہی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے: طلاق میں اصل چیز ممانعت ہے اور شریعت میں تفریق کا حکم عدت میں فصل کے اعتبار سے دیا ہے جبکہ حاملہ عورت کے حق میں مہینہ اس فصل سے تعلق نہیں رکھتا تو اس کی مثال ایسی عورت کی طرح ہوگی جس کا طہر طویل ہو گیا ہو۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے: حاجت کی بنیاد پر طلاق کو مباح قرار دیا گیا ہے اور مہینہ اس کی دلیل ہے جس طرح حیض سے مایوس یا کمسن عورت کے حق میں یہ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: یہ رغبت میں تجدد کا زمانہ ہوتا ہے اس چیز کے حساب سے جو چیز فطرت سلیمہ میں پائی جاتی ہے اس لیے یہ بات نشان اور دلیل بننے کی صلاحیت رکھتی ہے جبکہ جس عورت کا طہر طویل ہو چکا ہو اس کا حکم مختلف ہے کیونکہ اس کے حق میں اصل نشان طہر ہے اور وہ کسی بھی وقت میں اس میں پائے جانے کی امید ہو سکتی ہے لیکن حمل کے ساتھ اس کی امید نہیں ہو سکتی۔ (ہدایہ کتاب طلاق، لاہور)

حاملہ کو طلاق دینے کی اباحت کا بیان

حضرت ابن عمر نے طلاق دی اپنی عورت کو حالت حیض میں۔ حضرت عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رجوع کرے پھر طلاق دے جب وہ حیض سے پاک ہو یا حاملہ ہو جائے۔

(سنن ابن ماجہ: جلد دوم: رقم الحدیث ۱۸۰)

حالت حمل میں ہونے والی طلاق کو طلاق سنی کہا جاتا ہے۔ اس طلاق میں عدت کے اندر رجوع کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت صحیح مسلم میں ہے جس میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ سیدنا ابن عمر نے الت حیض میں طلاق دی تو سیدنا عمر کو رسول اللہ نے فرمایا کہ اسے حکم دیں کہ وہ رجوع کرے پھر حالت طہر یا حمل میں طلاق دے۔ معلوم ہوا کہ حالت حمل میں دی ہوئی طلاق کا وقوع ہو جاتا ہے

عدت میں طلاق دینے کے عمومی حکم کا بیان

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلَّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا

تُسْعِرُ بَعْضُهُنَّ مِنْ بَوَاتِلِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِغَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ وَبِذَلِكَ خُلُوذُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ
خُلُوذَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَذَرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُخْدِثَ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا. (طلاق، ۱)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔ اور اپنے رب اللہ سے ڈرو۔ عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ لکھیں۔ مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھائیں اس نے اپنی جان پر قلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں یہ حکم بیان ہوا کہ انہیں ان کی عدت میں طلاق دو یہ حکم بطور عام ہے لہذا خواہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہوا اس کی طلاق دینا صحیح ہے۔

حکم کا مدار دلیل ہونے کا قاعدہ فقہیہ

(وَالْحُكْمُ يُدَارُ عَلَى دَلِيلِهَا) (عناہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص ۱۷۵، بیروت)

حکم کا مدار اس کی دلیل پر ہے۔

حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینے کا بیان

حاملہ عورت کے ساتھ صحبت کرنے کے فوراً بعد اسے طلاق دینا جائز ہے چونکہ اس عمل کے نتیجے میں اس عورت کی عدت مشتبہ نہیں ہوتی ہے، کیونکہ اس کی عدت تو اسی وقت ختم ہوگی جب وہ بچے کو جنم دے گی۔

اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ عورت کے حمل کا زمانہ صحبت میں دلچسپی کا زمانہ ہے، کیونکہ مرد کے اس کے ساتھ صحبت کرنے سے مزید کوئی اور حمل ٹھہرنے کا امکان نہیں ہوتا۔ یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: حاملہ عورت کو طلاق دینے کا سنت طریقہ یہ ہے: اسے ایک ایک ماہ کے بعد تین طلاقیں دی جائیں تاہم یہ طریقہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ یہ فرماتے ہیں: ایسی عورت کے لئے سنت یہی ہوگا اسے ایک ہی طلاق دی جائے چونکہ اپنی اصل کے اعتبار سے طلاق ممنوع ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ کے اس بیان پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے: اگر طلاق اپنے اصل کے اعتبار سے ممنوع ہے تو پھر آپ اس عورت کو ایک سے زیادہ طلاق دینے کے قائل کیوں ہیں جو حاملہ نہیں ہوتی؟ اس کا جواب ہے: اس عورت کے حق میں ایک مہینہ فصل کی حیثیت نہیں رکھتا اور اس کی مثال اس عورت کی طرح ہو جاتی ہے جس کا طہر طویل ہو چکا ہو۔ یعنی کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے اسے طویل عرصے تک حیض نہ آئے تو ایسی عورت کے حق میں ایک مہینہ عدت میں فصل کے قائم مقام نہیں ہوتا۔

شیخین: یہ فرماتے ہیں: طلاق کو ضرورت کے پیش نظر مباح قرار دیا گیا ہے اور ایک مہینہ اس ضرورت کے لئے دلیل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی مثال اسی طرح ہوگی جیسے کسی عورت کو زیادہ عمر ہو جانے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو یا کم عمری کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے: انسانوں کی عام فطرت کے مطابق یہی عرصہ یعنی ایک مہینہ دوبارہ دلچسپی پیدا ہونے کی نشانی اور دلیل بن سکتا ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے حاملہ عورت کو اس عورت پر قیاس کیا تھا جس کا طہر طویل ہو جاتا ہے۔ اس کے بارے میں مصنف فرماتے ہیں۔ طویل طہر والی عورت کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ اس کے حق میں نشانی اور دلیل طہر ہے جو ہر زمانے میں موجود ہو سکتا ہے جبکہ حمل کی حالت میں کیونکہ عورت کو حیض نہیں آتا اس لئے اسے نئے سرے سے طہر آنے کا امکان بھی نہیں ہوگا۔

بَابُ: مَنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ

یہ باب ہے کہ جو شخص ایک ہی محفل میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے

2024- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اسْحَقَ بْنِ أَبِي قُرُوءَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَامِرِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قُلْتُ لِفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ حَدِيثِي عَنْ طَلَّاقِكَ قَالَتْ طَلَّقْنِي زَوْجِي ثَلَاثًا وَهُوَ خَارِجٌ إِلَى الْيَمَنِ فَأَجَارَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عامر شعبی بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے گزارش کی آپ مجھے اپنی طلاق کے بارے میں واقعہ سنائیں تو انہوں نے بتایا: میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دی تھیں وہ شخص اس وقت یمن گیا ہوا تھا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں واقع قرار دیا۔

شرح

یہاں پر ہم طلاق ثلاثہ کے وقوع اور اس کے احکام سے متعلق شیخ حسن الکوثری کے مقالہ طلاق ثلاثہ سے بعض اہم موضوعات کو افادیت کے پیش نظر قارئین کو پیش کر رہے ہیں۔

وقوع طلاق سے حق نکاح کے زوال و عدم زوال میں فقہی بحث و نظر

شیخ حسن الکوثری مصری لکھتے ہیں کہ عقد میں عام قاعدہ یہ ہے کہ عقد سے وہ تمام حقوق فریقین پر لازم ہو جاتے ہیں جن کا عقد کے ذریعہ ہر ایک نے التزام کیا ہو اور طلاق خواہ رجعی ہو یا غیر رجعی، وہ عقد نکاح کو زائل کر دیتی ہے، ابن السمعی کہتے ہیں کہ: حق یہ ہے کہ قیاس اس بات کو مقتضی تھا کہ طلاق جب واقع ہو تو نکاح زائل ہو جائے، جیسا کہ عقد میں زقیۃ زائل ہو جاتی ہے، مگر چونکہ شرع نے نکاح میں رجوع کا حق رکھا ہے اور عقد میں نہیں رکھا، اس بنا پر ان دونوں کے درمیان فرق ہو گیا۔

اس قاعدے سے دو باتیں ثابت کرنا چاہتا ہے، ایک یہ کہ اگر شارع کی جانب سے اذن نہ ہوتا تو مرد کا ایک طرفہ طلاق دینا صحیح نہ ہوتا، چونکہ مرد کو طلاق دینے کا اختیار اذن شارع پر موقوف ہے لہذا اس کی طلاق کا صحیح ہونا بھی اذن شارع کے ساتھ مقید ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص شارع کی اجازت کے خلاف طلاق دے تو اس کی طلاق باطل ہوگی، کیونکہ وہ تقاضائے عقد کی بنا پر ایک طرفہ

2024: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3689، ورقم الحديث: 3691، ورقم الحديث: 3692، ورقم الحديث: 3693، ورقم الحديث: 3694، ورقم الحديث: 3695، أخرجه ابوداود في "السنن" رقم الحديث: 2291، أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1180، أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3403، ورقم الحديث: 3404، ورقم الحديث: 3555، ورقم الحديث: 3551، أخرجه ابن ماجه في "السنن" رقم الحديث: 2036

طلاق کا اختیار نہیں رکھتا۔

دوسری بات وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جب طلاق رجعی سے نکاح زائل ہو گیا تو عورت دوسری اور تیسری طلاق کا محل نہ رہی خواہ وہ ابھی تک عدت کے اندر ہو۔

اس نظریے کی بنیاد انہی دو باتوں پر قائم ہے، لیکن جو شخص کتاب و سنت سے تمسک کا مدعی ہو، اس کا انصوم کی موجودگی میں محض تخیل اور اٹکل چھو قیاس آرائی پر اپنے نظریے کی بنیاد رکھنا کتنی عجیب بات ہے؟ اور اگر مومکف کا مقصود خالی فلسفہ آرائی ہے اور وہ بزرگم خود تھوڑی دیر کے لئے اہل دلیل کی صف میں شامل ہونے کا خواہش مند ہے تب بھی اس کے علم سے یہ بات تو اوچھل نہیں رہنی چاہئے کہ مسلمان محض طبعیت عقد کی بنا پر تو کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہوتا، بلکہ اس لئے مالک ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تصرفات کا اختیار دیا ہے، نیز اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے تھا کہ عورت نکاح کے وقت مرد کے اس حق کو جانتی تھی کہ وہ جب چاہے طلاق دے سکتا ہے، اور اس نے نکاح میں یہ شرط بھی نہیں رکھی کہ اس کا شوہر اگر فلاں فلاں کام کرے گا تو اسے اپنے نفس کا خیار ہوگا، بلکہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود اس نے نکاح قبول کر لیا، تو گویا اس نے شوہر کے حق طلاق کا بھی التزام کر لیا۔ اب اگر اسے طلاق دی جا رہی ہے تو اس کے التزام پر وہی جاری ہے، لہذا اس پر کوئی ایسی چیز لازم نہیں کی جا رہی جس کا اس نے التزام نہیں کیا۔ اب غور فرمائیے کہ مومکف رسالہ کے اس نظریے کی کیا قیمت رہ جاتی ہے؟ اور جب یہ نظریہ خود گرتی ہوئی دیوار پر قائم ہے تو اس پر مومکف جن مسائل کا ہوائی قلعہ تعمیر کرنا چاہتا ہے وہ کب تعمیر ہو سکتا ہے؟

یہی حال اس کے اس دعویٰ کا ہے کہ: رجعی طلاق سے نکاح زائل ہو جاتا ہے یہ قطعاً باطل دلیل ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مخالف اور ائمہ و دین کے علم و تقہ سے خارج ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيُعَوِّلُهُنَّ أَحَقُّ بِرِدْقِهِنَّ فِي ذَلِكَ أَوْرَانِ كَ الشُّوْهِرِ حَقِّ رَكْعَتَيْنِ هُنَّ لَوْنَانِ كَالْعَدَّتِ كَالْعَدَّتِ كَالْعَدَّتِ

دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے عدت کے دوران مردوں کو ان کے شوہر ٹھہرایا ہے، اور انہیں اپنی بیویوں کو سابقہ حالت کی طرف لوٹانے کا حق دیا ہے، مگر اس خود ساختہ مجتہد کا کہنا ہے کہ ان کے درمیان زوجیت کا تعلق باقی نہیں رہا۔ اور اگر وہ لفظ رد سے تمسک کا ارادہ کرے گا تو اچانک اسے ایسے رد کا سامنا کرنا ہوگا جس سے وہ محسوس کرے گا کہ وہ ڈوبتے ہوئے، تنکے کا سہارا لینا چاہتا ہے۔ نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ فَإِنْ سَاكَ بِمَعْرُوفٍ طَلَاقٌ دَوْرَتِهِ هُوَ، پھر یا تو روک لینا ہے معروف طریقے سے۔

پس روک رکھنے کے معنی یہی ہیں کہ جو چیز قائم اور موجود ہے اسے باقی رکھا جائے، یہ نہیں کہ جو چیز زائل ہو چکی ہے اسے دوبارہ حاصل کیا جائے، ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی کے بعد انقضائے عدت تک نکاح باقی رہتا ہے۔ اسی طرح جو احادیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طلاق دینے کے قصے میں مروی ہیں، وہ بھی ہمارے مدعا کی دلیل ہیں، خصوصاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مسند احمد میں، جس کے الفاظ یہ ہیں: لیرواجعها فانها امراته۔ وہ اس سے رجوع کر لے کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔

اگر یہ روایت صحیح ہے، جیسا کہ مؤلف رسالہ کا دعویٰ ہے، تو یہ حدیث اس مسئلے میں نہیں صریح ہے کہ طلاق رجعی واقع ہونے کے بعد بھی وہ عورت اس کی بیوی ہے۔

اور مطلقہ رجعیہ سے زجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اسے ازدواجی تعلق کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیا جائے، جبکہ رجعی طلاق کے بعد عورت کی حیثیت یہ ہوگئی تھی کہ اگر اس سے زجوع نہ کیا جاتا تو انقضائے عدت کے بعد وہ بائنا ہو جاتی۔

صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ کی طرح مراجعت (طلاق سے زجوع) کا لفظ اپنے ایک خاص شرعی معنی رکھتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے آج تک مراد لئے جاتے رہے ہیں، جو شخص اس لفظ کے لغوی معنی کو لے کر غلط بحث کرنا چاہتا ہے اس کی بات سراسر مہمل اور نامعقول ہے۔ جب مرد، عورت سے کوئی سی بات کرے تو عربی لغت میں اس کو بھی راہمہا بولتے ہیں، گویا مراجعت کا اطلاق مطلق بات چیت پر ہوتا ہے، لیکن مطلقہ رجعیہ سے اس کے شوہر کے زجوع کرنے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں ازدواجی تعلقات کی طرف دوبارہ لوٹنے کے سوا اور کوئی معنی مراد نہیں لئے جاسکتے، لہذا اس میں کج بحثی کی کوئی گنجائش نہیں۔

علاوہ ازیں اگر مؤلف کے بقول رجعی طلاق کے بعد عقد باقی نہیں رہتا تو تجدید عقد کے بغیر دوبارہ ازدواجی تعلقات استوار کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ تعلقات ناجائز اور غیر شرعی ہوں (حالانکہ قرآن و حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے)، پھر کون نہیں جانتا کہ عدت ختم ہونے تک نفقہ و سکنی شوہر کے ذمہ واجب ہے، اور اگر اس دوران زوجین میں سے کوئی مر جائے تو دوسرا اس کا وارث ہوگا، اور یہ کہ عورت چاہے نہ چاہے عدت کے اندر مرد کو زجوع کرنے کا حق ہے، یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ طلاق رجعی کے بعد بھی میاں بیوی کے درمیان عقد نکاح باقی رہتا ہے۔

رہا ابن سمعانی کا وہ قول جو مؤلف رسالہ نے نقل کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کتاب و سنت اور اجماع امت، قیاس سے مانع نہ ہوتے تو قیاس کہتا تھا کہ نکاح باقی نہ رہے، آخر ایسا شخص کون ہے جو نصوص قطعیہ کے خلاف قیاس پر عمل کرنے کا قائل ہو، پھر جبکہ اسے مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان دلیل فرق کا اقرار بھی ہو؟

پس اس مختصر سے بیان سے مؤلف رسالہ کے خود ساختہ اصول کی بنیاد منہدم ہو جاتی ہے اور اس پر جو اس نے ہوائی قلعے تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تھا، وہ بھی دھڑام سے زمین پر گر جاتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیے کہ ان قطعی دلائل کے سامنے اس کے بر خود غلط اٹکل بچہ دلیات کی کیا قیمت ہے؟

طلاق مسنون اور غیر مسنون کی بحث

آیات و احادیث یہ نہیں بتاتیں کہ ایک طلاق مسنونہ ہوتی ہے اور ایک غیر مسنونہ، وہ تو یہ بتاتی ہیں کہ طلاق کی اجازت شارع نے مخصوص اوصاف اور خاص شرائط کے تحت دی ہے۔ پس جس شخص نے ان اوصاف و شرائط سے ہٹ کر طلاق دی تو اس نے اجازت کی حد سے تجاوز کیا، اور ایک ایسا کام کیا جس کا وہ مالک نہیں تھا، کیونکہ شارع کی طرف سے اس کی اجازت نہیں تھی، اس لئے وہ لغو ہوگی، پس ہم طلاق کو اسی وقت موخر کہہ سکتے ہیں جبکہ ان شرائط و اوصاف کے مطابق دی جائے۔

جس شخص کو کتب حدیث کی ورق گردانی کا اتفاق ہوا ہو اس کا ایسے دعوے کرنا عجیب سی بات ہے، حالانکہ امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں ذکر کیا ہے کہ طلاق سنت کیا ہے؟ اسی طرح امام بخاری نے الصحيح میں اور دیگر اصحاب مساجد و سنن نے اور ہرگز وہ کے فقہائے امت نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، حتیٰ کہ ابن حزم نے بھی اگلی میں اس کو ذکر کیا ہے، اور اس کے دلائل بہت زیادہ ہیں، ان میں سے ایک وہ روایت ہے جو شعیب بن رزق اور عطا خراسانی نے حسن بصری سے نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو اس کے آیام ماہواری میں طلاق دے دی تھی، بعد ازاں انہوں نے دو طہروں میں دو مزید طلاقیں دینے کا ارادہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: ابن عمر! تجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم نہیں دیا، تو نے سنت سے تجاوز کیا ہے، سنت یہ ہے کہ تو طہر کا انتظار کرے، پھر ہر طہر پر طلاق دے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں اس سے رُجوع کر لوں، چنانچہ میں نے رُجوع کر لیا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب وہ پاک ہو جائے تب تمہارا جی چاہے تو طلاق دے دینا، اور جی چاہے تو روک رکھنا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیے کہ اگر میں نے اسے تین طلاق دے دی ہوں تو میرے لئے اس سے رُجوع کرنا حلال ہوتا؟ فرمایا: نہیں! بلکہ وہ تجھ سے بابتہ ہو جاتی، اور گناہ بھی ہوتا۔

یہ طہرانی کی روایت ہے، اور انہوں نے اس کی سند حسب ذیل نقل کی ہے۔

حدثنا علي بن سعيد الرزائي، حدثنا يحيى بن عثمان بن سعيد بن كثير الحمصي، حدثنا أبي، ثنا

شعيب بن رزيق قال: حدثنا الحسن الخ -

اور دارقطنی نے بطریق معلى بن منصور اس کو روایت کیا ہے، محدث عبدالحق نے اسے معلى کی دلیل سے معقول ٹھہرانا چاہا، مگر یہ صحیح نہیں، کیونکہ ایک جماعت نے اس سے روایت لی ہے، اور ابن معین اور یعقوب بن شیبہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔

اور بیہقی نے بطریق شعيب عن عطا الخراسانی اس کی تخریج کی ہے، اور خراسانی کے سوا اس میں اور کوئی علت ذکر نہیں کی۔ حالانکہ یہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کا راوی ہے، اور اس پر جو جرح کی گئی ہے کہ اسے اپنی بعض روایات میں وہم ہو جاتا ہے، یہ جرح متابع موجود ہونے کی دلیل سے زائل ہو جاتی ہے، کیونکہ طہرانی کی روایت میں شعيب اس کا متابع موجود ہے۔

اور ابو بکر رازی نے یہ حدیث: ابن قانع عن محمد بن شاذان عن معلى کی سند سے روایت کی ہے، اور ابن قانع سے ابو بکر رازی کا سماع اس کے اختلاط سے قطعاً پہلے تھا۔

اور شعيب اس روایت کو کبھی عطا خراسانی کے واسطے سے حسن بصری سے روایت کرتا ہے اور کبھی بغیر واسطے کے، کیونکہ اس کی ملاقات ان دونوں سے ہوئی ہے، اور اس نے دونوں سے احادیث کا سماع کیا ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس نے عطا خراسانی کے واسطے سے یہ حدیث سنی ہوگی، بعد ازاں بلا واسطہ حسن سے اس لئے وہ کبھی عطا سے روایت کرتا ہے اور کبھی حسن سے، ایسی صورت بہت سے راویوں کو پیش آتی ہے جیسا کہ حافظ ابوسعید العلانی نے جامع التجمیل لاحکام المرآیل میں ذکر کیا ہے۔

رہا شوکانی کا شعيب بن رزق کی تصنیف کے درپے ہونا، تو یہ ابن حزم کی تہلیل کی بنا پر ہے، اور وہ منہ زور ہے اور رجال سے

ہے خبر، جیسا کہ حافظ قطب اللہ بن علی کی کتاب الملاح المعلى فی الکلام علی بعض احادیث المعلى سے ظاہر ہے۔ اور شعیب کو دار قطنی اور ابن حبان نے متحد قرار دیا ہے۔ اور رزق دمشقی (جیسا کہ بعض روایات میں واقع ہے) صحیح کے رجال میں سے ہے۔ اور علی بن سعید رازی کو ایک جماعت نے، جن میں ذہبی بھی شامل ہیں، نہ عظمت الفاظ میں ذکر کیا ہے، اور ذہبی نے حسن بھری کے حضرت ابن عمر سے سماع کی تصریح بھی کی ہے، حافظ ابو زرعد سے دریافت کیا گیا کہ: حسن کی ملاقات ابن عمر سے ہوئی ہے؟ فرمایا: ہاں!

حاصل یہ کہ حدیث درجہ احتجاج سے ساقط نہیں، خواہ اس کے گربشا طین شذوذ کا کتنا ہی گھبراہو، اور اس باب کے دلائل باقی کتب حدیث سے قطع نظر صحاح ستہ میں بھی بہت کافی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص سنت کے خلاف طلاق دے اس کی طلاق مخالف حکم کے باوجود واقع ہو جائے گی، کیونکہ نئی طاری، شرعیت اصلیت کے متافی نہیں، جیسا کہ علم اصول میں اس کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، مثلاً کوئی شخص منصوبہ زمین میں نماز پڑھے یا اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت کرے (اگرچہ وہ گناہگار ہوگا لیکن نماز اور بیع صحیح ہی کہلائے گی)۔

طلاق نام ہے کہ ملک نکاح کو زائل کرنے اور عورت کی آزادی پر سے پابندی اٹھا دینے کا (جو نکاح کی دلیل سے اس پر عائد تھی)۔ ابتدا میں عورت کی آزادی کو (بذریعہ نکاح) مستید کرنا صحت دینے کی ضرورت تھی، مصلحت کی بنا پر اس کی رضا پر موقوف رکھا گیا، لیکن مرد کو یہ حق دیا گیا کہ جب وہ دیکھے یہ مصالح، مفاسد میں تبدیل ہو رہے ہیں تو عورت پر سے پابندی اٹھا دے تاکہ عورت اپنی سابقہ حالت کی طرف لوٹ جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طلاق کتاب و سنت کی زد سے شروع الاصل ہے، البتہ شریعت مرد کو حکم دیتی ہے کہ وہ تین طلاقوں کا حق تین ایسے طہروں میں استعمال کرے جن میں میاں بیوی کے درمیان کجائی نہ ہوئی ہو، اور مصلحت اس میں یہ ہے کہ یہ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں مرد کو عورت سے رغبت ہوتی ہے، اس وقت طلاق دینا اس امر کی دلیل ہوگی کہ میاں بیوی کے درمیان ذہنی رابطہ واقعتاً ٹوٹ چکا ہے، اور ایسی حالت میں طلاق کی واقعی ضرورت موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ مرد تین طہروں میں حرق طور پر طلاق دے گا تو اسے سوچنے سمجھنے کا موقع مل سکے گا اور طلاق سے اسے پشیمانی نہیں ہوگی۔ علاوہ ازیں حیض کی حالت میں طلاق دینے میں عورت کی عذت خواہ مخواہ طول پکڑے گی (کیونکہ یہ حیض، جس میں طلاق دی گئی ہے، عذت میں شمار نہیں ہوگا، بلکہ اس کے بعد جب آیام ماہواری شروع ہوں گے اس وقت سے عذت کا شمار شروع ہوگا)، لیکن یہ ساری چیزیں عارضی ہیں جو طلاق کی اصل مشروعیت میں خلل انداز نہیں ہو سکتیں، لہذا اگر کسی نے بحالت حیض تین طلاق دے دیں یا ایسے طہر میں طلاق دے دی جس میں میاں بیوی کجیا ہو چکے تھے تب بھی طلاق بہر حال واقع ہو جائے گی، اگرچہ بے دشمنی طلاق دینے پر وہ گناہگار بھی ہوگا، مگر اس عارض کی دلیل سے جو گناہ ہوا وہ طلاق کے موخر ہونے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ اس کی مثال میں طہار کو پیش کیا جاسکتا ہے، وہ اگرچہ نامعقول بات اور جھوٹ ہے (مَنْ كَرَّ أَقْبَلَ الْقَوْلَ وَ زُورًا) مگر اس کے باوجود اس کی یہ صفت اس کے اثر کے مرتب ہونے سے مانع نہیں۔ اور مسئلہ زیر بحث میں کتاب و سنت کی نص موجود ہونے کے بعد ہمیں قیاس سے کام لینے کی ضرورت نہیں، اس لئے ہم نے طہار کو قیاس کے طور پر نہیں بلکہ نظیر کے طور پر پیش کیا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: تو نے سنت سے تجاوز کیا اس سے مراد یہ ہے کہ تو نے وہ طریقہ اختیار نہیں کیا جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے۔ یہاں سنت سے وہ کام مراد نہیں جس پر ثواب دیا جائے، کیونکہ طلاق کوئی کارِ ثواب نہیں، اسی طرح طلاق بدعت میں بدعت سے مراد وہ چیز نہیں جو صدرِ اول کے بعد خلافِ سنت ایجاد کی گئی ہو، بلکہ اس سے مراد وہ طلاق ہے جو ماہِ مور بہ طریقے کے خلاف ہو، کیونکہ حیض کے دوران طلاق دینے اور تین طلاقیں بیک بار دینے کے واقعات عہدِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں بھی پیش آئے تھے، جیسا کہ ہم آئندہ تین طلاق کی بحث میں نصوصِ احادیث سے اس کے دلائل ذکر کریں گے۔ اور جن لوگوں نے اس میں نزاع کیا ہے، ان کا نزاع صرف گناہ میں ہے، وقوعِ طلاق میں نہیں، اور تین طلاق بیک بار واقع ہونا اور حیض کی حالت میں طلاق کا واقع ہونا دونوں کی ایک ہی حیثیت ہے، جو شخص اس میں یا اس میں نزاع کرتا ہے اس کے ہاتھ میں کوئی دلیل کیا، شبہ دلیل بھی نہیں، جیسا کہ ہمارے ان دلائل سے واضح ہوگا جو ہم آئندہ دو بحثوں میں پیش کریں گے۔

اور امام طحاوی نے نماز سے خروج کی جو مثال پیش کی ہے، اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ عقد میں دخول اور اس سے خروج کے درمیان جو دلیل و فرق ہے وہ فقہ کے طالب علم کے ذہن نشین کرا سکیں، ورنہ ان کا مقصد طلاق کو نماز پر قیاس کرنا نہیں، اور نہ کتاب و سنت کے نصوص کی موجودگی میں انہیں قیاس کی حاجت ہے، اس لئے مولف رسالہ کا یہ فقرہ بالکل بے معنی ہے کہ: اعتراض صحیح ہے اور جواب باطل ہے، کیونکہ یہ عقود کا عبادات پر قیاس ہے، حالانکہ عقد میں دوسرے کا حق متعلق ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر بالفرض امام طحاوی نے قیاس ہی کیا ہو تو آخر قیاس سے مانع کیا ہے؟ کیونکہ اس میں نکاح سے غیر ماہِ مور بہ طریقے پر خروج کو نماز سے غیر ماہِ مور بہ طریقے سے خروج پر قیاس کیا گیا ہے، اور طلاق خالص مرد کا حق ہے، عورت کا حق صرف مہر وغیرہ میں ہے، اس لئے صحتِ قیاس میں مولف کے مصنوعی خیال کے سوا کوئی موثر دلیل و فرق نہیں ہے۔

الطلاق مرتان کے سبب نزول میں حاکم اور ترمذی کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: میرے نزدیک دونوں سندیں صحیح ہیں یہ فقرہ اس بات کی دلیل ہے کہ مولف صرف فقہ ہی میں نہیں بلکہ چشمِ بد دور! حدیث میں بھی مرتبہ اجتہاد پر فائز ہو چکے ہیں، جبکہ متاخرین میں حافظ ابن حجر جیسے حضرات کا بھی اس مرتبہ تک پہنچنا محلِ نظر ہے۔ میاں! تم ہو کون؟ کہ تم میرے نزدیک کے دعوے کرو؟ آیت کے سبب نزول کی بحث ہمارے موضوع سے غیر متعلق ہے، ورنہ ہم دکھاتے کہ میرے نزدیک صحیح ہے کیسے ہوتی ہے

طلاق سنت اور طلاق بدعت کا نتائجی فرق

طلاق سنت اور طلاق بدعت کے نتائج کا فرق یہ ہے کہ ایک طلاق یا دو طلاق دینے کی صورت میں اگر عدت گزر بھی جائے تو مطلقہ عورت اور اس کے سابق شوہر کے درمیان باہمی رضا مندی سے پھر نکاح ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر آدمی تین طلاق دے چکا ہو تو نہ عدت کے اندر رجوع ممکن ہے اور نہ عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح کیا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ کہ اس عورت کا نکاح کسی اور شخص سے ہو، وہ نکاح صحیح نوعیت کا ہو، دوسرا شوہر اس عورت سے مباشرت بھی کر چکا ہو، پھر یا تو وہ اسے طلاق دے دے یا مرجائے۔

اس کے بعد اگر عورت اور اس کا سابق شوہر رضامندی کے ساتھ از سر نو نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ احادیث کی اکثر کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پھر اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، اور اس دوسرے شوہر کے ساتھ اس کی خلوت بھی ہوئی مگر مباشرت نہیں ہوئی، پھر اس نے اسے طلاق دے دی، اب کیا اس عورت کا اپنے سابق شوہر سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: لا، حتی یزوق الآخر من عسلتها ما ذاق الاول۔ نہیں، جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے اسی طرح لطف اندوز نہ ہو چکا ہو جس طرح پہلا شوہر ہوا تھا۔ رہ سازشی نکاح، جس میں پہلے سے یہ طے شدہ ہو کہ عورت کو سابق شوہر کے لیے حلال کرنے کی خاطر ایک آدمی اس سے نکاح کرے گا اور مباشرت کرنے کے بعد اسے طلاق دیدے گا، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے تحلیل تو ہو جائے گی، مگر یہ فعل مجرہ تحریمی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المحلل و المحلل لہ، اللہ نے تحلیل کرنے والے اور تحلیل کرانے والے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے (ترمذی، نسائی)۔ حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا الا اخبرکم بالتیس المستعار؟ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کدیل کا سائڈ کون ہوتا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ فرمایا حوالہ المحلل، لعن اللہ المحلل و المحلل لہ۔ وہ تحلیل کرنے والا ہے۔ خدا کی لعنت ہے تحلیل کرنے والے پر بھی اور اس شخص پر بھی جس کے لیے تحلیل کی جائے (ابن ماجہ۔ دارقطنی)

تین طلاقیں دینے کے بعد عورت سے شادی کرنا کب حلال ہوگا؟

﴿وَإِنْ كَانَ الطَّلَاقُ ثَلَاثًا فِي الْحُرَّةِ أَوْ فِي ثَمَنٍ فِي الْأَمَةِ لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ يَكَاثًا صَحِيحًا وَيَذْخُلَ بِهَا ثُمَّ يُطَلِّقَهَا أَوْ يَمُوتَ عَنْهَا﴾ وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ فَاَلْمُرَادُ الطَّلَاقُ الثَّلَاثَةُ.

ترجمہ

اور جب کوئی شخص آزاد عورت کو تین طلاقیں دیدے یا کنیز کو دو طلاقیں دیدے تو وہ عورت اس وقت تک اس شخص کے لئے حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ صحیح نکاح نہ کر لے اور وہ دوسرا شخص اس عورت کے ساتھ صحبت نہ کر لے اور پھر اسے طلاق نہ دیدے یا انتقال نہ کر جائے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”پس اگر وہ اسے (تیسری) طلاق دیدے تو وہ عورت اس مرد کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک اس کے علاوہ دوسرے شخص کے ساتھ شادی نہ کر لے۔“ اس سے مراد تیسری طلاق ہے۔

شرح

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ

يَتَرَاجَعَا اِنْ طَلَّا اَنْ يَكُنِيَا حُدُودَ اللّٰهِ وَبِكَ حُدُودُ اللّٰهِ يَتَّبِعُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

(البقرہ: ۲۲۸)

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں جاہیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانش مندوں کے لئے۔

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے چکنے کے بعد تیسری بھی دے دے تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ دوسرے سے باقاعدہ نکاح ہو، ہم بستری ہو، پھر وہ مر جائے یا طلاق دے دے۔ پس اگر نکاح کے مثلاً لوانڈی بنا کر وٹھی بھی کر لے تو بھی اگلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح گونکاح باقاعدہ ہو لیکن اس دوسرے خاوند نے جماعت نہ کی ہو تو بھی پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں۔

اکثر فقہاء میں مشہور ہے کہ حضرت سعید بن مسیب مجرم (صرف) و عقد کو حلال کہتے ہیں گو میل نہ ہوا ہو، لیکن یہ بات ان سے ثابت نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص ایک عورت سے نکاح کرتا ہے اور دخول سے پہلے ہی طلاق دے دیتا ہے، وہ دوسرا نکاح کرتی ہے وہ بھی دخول سے پہلے ہی طلاق دے دیتا ہے، تو کیا اگلے خاوند کو اب اس سے نکاح کرنا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں، جب تک کہ یہ اس سے اور وہ اس سے لطف اندوز نہ ہو لیں۔ (مسند احمد ابن ماجہ وغیرہ)

اس روایت کے راوی حضرت ابن عمر سے خود امام بن مسیب ہیں، پس کیسے ممکن ہے کہ وہ روایت بھی کریں اور پھر مخالفت بھی کریں اور پھر وہ بھی بلا دلیل۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عورت رخصت ہو کر جاتی ہے، ایک مکان میں میاں بیوی جاتے ہیں، پردہ ڈال دیا جاتا ہے لیکن آپس میں صحبت نہیں ہوتی، جب بھی یہی حکم ہے۔ خود آپ کے زمانہ میں ایسا واقعہ ہوا، آپ سے پوچھا گیا مگر آپ نے پہلے خاوند کی اجازت نہ دی (بخاری مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی صاحب تمیمہ بنت وہب کو جب انہوں نے آخری تیسری طلاق دے دی تو ان کا نکاح حضرت عبدالرحمن بن زبیر سے ہوا لیکن یہ شکایت لے کر دربار رسالت مآب میں آئیں اور کہا وہ عورت کے مطلب کے نہیں، مجھے اجازت ہو کہ میں اگلے خاوند کے گھر چلی جاؤں۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمہاری کسی اور خاوند سے جماعت نہ ہو، ان احادیث کی بہت سی سندیں ہیں اور مختلف الفاظ سے مروی ہیں۔

یہ یاد رہے کہ مقصود دوسرے خاوند سے یہ ہے کہ خود اسے رغبت ہو اور ہمیشہ بیوی بنا کر رکھنے کا خواہش مند ہو، کیونکہ نکاح سے مقصود یہی ہے، یہ نہیں کہ اگلے خاوند کے لئے محض حلال ہو جائے اور بس، بلکہ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی شرط ہے کہ یہ جماعت بھی مباح اور جائز طریق پر ہو مثلاً عورت روزے سے نہ ہو، احرام کی حالت میں نہ ہو، اعتکاف کی حالت میں نہ ہو، حیض یا نفاس کی حالت میں نہ ہو، اسی طرح خاوند بھی روزے سے نہ ہو، محرم یا مستحکم نہ ہو، اگر طرفین میں سے کسی کی یہ حالت ہو اور پھر چاہے وٹھی بھی ہو جائے پھر بھی پہلے شوہر پر حلال نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر دوسرا خاوند می ہو تو بھی اگلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی

کیونکہ امام صاحب کے نزدیک کفار کے آپس کے نکاح باطل ہیں۔ امام حسن بصری تو یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ انزال بھی ہو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب تک کہ وہ تیرا اور تو اس کا مرد نہ چکے، اور اگر یہی حدیث ان کے پیش نظر ہو جائے تو چاہئے کہ عورت کی طرف سے یہ بھی یہ شرط معتبر ہو لیکن حدیث کے لفظ "عیلہ" سے مٹی مراد نہیں، یہ یاد رہے، کیونکہ مسند احمد اور نسائی میں حدیث ہے کہ "عیلہ" سے مراد جماع ہے۔ اگر دوسرے خاوند کا ارادہ اس سے نکاح سے یہ ہے کہ یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے تو ایسے لوگوں کی مذمت بلکہ ملعون ہونے کی تصریح احادیث میں آچکی ہے، مسند احمد میں ہے گودنے والی، گدوانے والی، بال ملانے والی، ملوانے والی عورتیں ملعون، حلال کرنے والی اور جس کے لئے حلال کیا جاتا ہے ان پر بھی اللہ کی پھٹکار ہے۔ سود خور اور سود کھلانے والے بھی لعنتی ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں صحابہ کا عمل اسی پر ہے۔ عمر، عثمان اور ابن عمر کا یہی مذہب تابعین فقہاء بھی یہی کہتے ہیں، علی ابن مسعود اور ابن عباس کا بھی یہی فرمان ہے اور روایت میں ہے کہ بیاج کی گواہی دینے والوں اور اس کے لکھنے پر بھی لعنت ہے۔ زکوٰۃ کے نہ دینے والوں اور لینے میں زیادتی کرنے والوں پر بھی لعنت ہے، ہجرت کے بعد لوٹ کر اعرابی بننے والے پر بھی پھٹکار ہے نوحہ کرنا بھی ممنوع ہے، ایک حدیث میں ہے میں تمہیں یہ بتاؤں کہ ادھار لیا ہوا ساڑ کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ فرمایا جو "حلالہ کرے" یعنی طلاق والی عورت سے اس لئے نکاح کرے کہ وہ اگلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے، اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جو اپنے لئے اسی دلیل سے وہ بھی ملعون ہے۔ (ابن ماجہ)

ایک روایت میں ہے کہ ایسے نکاح کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ نکاح ہی نہیں جس میں مقصود اور ہو اور ظاہر اور ہو، جس میں اللہ کی کتاب کے ساتھ مذاق اور ہنسی ہو، نکاح صرف وہی ہے جو رغبت کے ساتھ ہو، مستدرک حاکم میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دی، اس کے بعد اس کے بھائی نے بغیر اپنے بھائی کے کہے از خود اس سے اس ارادے سے نکاح کر لیا کہ یہ میرے بھائی کے لئے حلال ہو جائے، تو آیا نہ نکاح صحیح ہو گیا۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں، ہم تو اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زنا شمار کرتے تھے۔ نکاح وہی ہے جس میں رغبت ہو، اس حدیث کے پچھے جملے نے گواہ سے موقوف سے حکم میں مرفوع کر دیا، بلکہ ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق نے ایسے نکاح میں تفریق کر دی، اسی طرح حضرت علی اور حضرت ابن عباس وغیرہ بہت سے صحابہ کرام سے بھی یہی مروی ہے۔ پھر فرمان ہے کہ اگر دوسرا خاوند نکاح اور وطی کے بعد طلاق دے تو پہلے خاوند پر پھر اسی عورت سے نکاح کر لینے میں کوئی گناہ نہیں جبکہ یہ اچھی طرح گزراوقات کر لیں اور یہ بھی جان لیں کہ وہ دوسرا نکاح صرف دھوکہ اور مکر و فریب کا نہ تھا بلکہ حقیقت تھی۔ یہ ہیں احکام شرعی جنہیں علم والوں کے لئے اللہ نے واضح کر دیا، آئمہ کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو یا ایک طلاق دے دی، پھر چھوڑے رہا یہاں تک کہ وہ عدت سے نکل گئی، پھر اس نے دوسرے سے گھر بسالیا، اس سے ہم بستری بھی ہوئی، پھر اس نے بھی طلاق دے دی اور اس کی عدت ختم ہو چکی، پھر اگلے خاوند نے اس سے نکاح کر لی تو اسے تین میں سے جو طلاقیں یعنی ایک یا دو جو باقی ہیں صرف انہی کا اختیار رہے گا یا پہلے کی طرح طلاقیں گنتی سے ساقط ہو جائیں گی اور اسے از سر نو تینوں

طلاق کا حق حاصل ہو جائے گا، پہلا مذہب تو ہے امام مالک علیہ الرحمہ امام شافعی اور امام احمد کا اور صحابہ کی ایک جماعت کا، دوسرا مذہب ہے امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب اس طرح تیسری طلاق ہو، گنتی میں نہیں آئی تو پہلی دوسری کیا آئے گی،

طلاق ثلاثہ سے ازالہ نکاح و وقوع طلاق میں فقہی بحث و نظر

شیخ حسن الکوثری لکھتے ہیں: کہ اس حدیث کی (یعنی حضرت ابن عمر کے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دینے کی) روایات اور اس کے الفاظ کتب حدیث میں بہت سے ہیں، اور ان میں اس نکتے پر شدید اختلاف و اضطراب ہے کہ ابن عمر نے حیض میں جو طلاق دی تھی اسے شمار کیا گیا یا نہیں؟ بلکہ اس حدیث کے الفاظ بھی مضطرب ہیں لہذا ابوالثریری کی اس روایت کو ترجیح دی جائے گی، جس میں ابن عمر کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ: آپ نے میری بیوی واپس لوٹادی، اور اس کو کچھ نہیں سمجھا (فردھا علی ولم یروھا طبناً)۔ یہ روایت اس لئے راجح ہے کہ یہ ظاہر قرآن اور قولہ صحیحہ کے موافق ہے، اور اس روایت کی تائید ابوالثریری کی دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جسے وہ حضرت جابر سے سماعاً بایں الفاظ نقل کرتے ہیں ابن عمر سے کہو وہ اس سے رجوع کر لے کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔

یہ سند صحیح ہے اور ابن لہیعہ ثقہ ہے اور حششی کی روایت محمد بن بشار سے یہ ہے: لا یعتد بذلك (اس کا اعتبار نہ کرے) اور یہ سند بہت ہی صحیح ہے، اور ابن وہب کی روایت میں جو آتا ہے کہ: دمی واحدة (اور یہ ایک طلاق شمار ہوگی) اس سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ ضمیر اس طلاق کی طرف راجع ہے جو ابن عمر نے حیض کے دوران دی تھی، حتیٰ کہ ابن حزم اور ابن قیم کو بھی اس دلیل سے گلو خلاصی کی صورت اس کے سوا نظر نہ آئی کہ وہ اس کے مدرج ہونے کا دعویٰ کریں۔ حالانکہ صحیح اور واضح بات یہ ہے کہ یہ ضمیر اس طلاق کی طرف راجع ہے جو ابن عمر کو بعد میں دینی تھی، لہذا یہ فقرہ حیض کے دوران کی طلاق کے باطل ہونے پر دلیل ہے، اور ابوالثریری کی روایت کا مؤید ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر کو ان کی مطلقۃ فی الخیض سے رجوع کرنے کا جو حکم فرمایا تھا اس میں مراجعت سے مراد لفظ کے معنی لغوی ہیں، اور مطلقہ رجعیہ سے رجوع کرنے میں اس کا استعمال ایک نئی اصطلاح ہے، جو عصر نبوت کے بعد ایجاد ہوئی۔

مؤلف نے صنف: پر صاف صاف لکھا ہے کہ: حیض میں دی گئی طلاق صحیح نہیں، اور اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا مؤلف کا یہ قول روافض اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی پیروی ہے، اور یہ ان صحیح احادیث سے تلاعب ہے جو صحیحین وغیرہ میں موجود ہیں اور جن کی صحت، ثقہ حفاظ کی شہادت سے ثابت ہے، یہ قول محض نفس پرستی پر مبنی ہے اور اہل نقد کی نظر میں ایک منکر (روایت) کو اس سے بدترین منکر کے ساتھ تقویت دینے کی کوشش ہے۔ اور پھر ایسی احادیث میں اضطراب کا دعویٰ کرنا جن کو تمام ارباب صحاح نے لیا ہے پر لے درجے کی بے حیائی ہے، اور ایسے مدعی کی عقل میں فتور اور اضطراب کی دلیل ہے۔ امام بخاری نے صحیح میں حائضہ کو دی گئی طلاق کے صحیح ہونے پر باب باندھا ہے: باب اذا طلقت الحائض یعتد بذلك الطلاق یعنی: جب حائضہ کو طلاق دی جائے

تو اس طلاق کو صحیح شمار کیا جائے گا امام بظاہر اس مسئلے میں کسی کے اختلاف کی طرف اشارہ تک نہیں کرتے، اور اس باب کے تحت ابن عمر کے اپنی بیوی کا طلاق دینے کی حدیث درج کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ ہیں: **عمرہ فلیراجعہا یعنی اس سے کہہ کہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔** امام مسلم بھی اس طلاق کے شمار کئے جانے کی تصریح کرتے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں: **وحيث لمسا التطليقة التي مطلقها یعنی: ابن عمر نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کی حالت میں جو طلاق دی تھی اسے شمار کیا گیا۔ اسی طرح۔** اب احمد میں حضرت حسن کی حدیث جو خود حضرت ابن عمر سے مروی ہے، اور جس کا ذکر مع سند کے پہلے آچکا ہے، وہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ اس طلاق کو صحیح اور مؤثر قرار دیا گیا۔

صحیحین وغیرہ میں جو احادیث اس سلسلے میں مروی ہیں ان میں جو رجوع کرنے کا لفظ آیا ہے، جو شخص اس پر سرسری نظر بھی ڈالے اسے ایک لمحے کے لئے بھی اس بات میں شک نہیں ہوگا کہ یہ لفظ طلاق وغیرہ کی طرح عہد نبوی میں ایک خاص اصطلاحی مفہوم رکھتا تھا، اور یہ کہ یہ اصطلاح دو ریخت کے بعد قطعاً ایجاد نہیں ہوئی۔ احادیث طلاق میں ارتجاع، رجعت اور مراجعت کے جتنے الفاظ وارد ہیں ان کے شرعی معنی مراد ہیں، یعنی طلاق رجعی دینے کے بعد دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم کرنا، بلکہ فقہائے امت کی عبارتوں میں اس قبیل کے جتنے الفاظ وارد ہیں وہ لفظاً معنی انہی الفاظ کے مطابق ہیں جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اس باب کی احادیث میں رجوع کے لغوی معنی مراد لینا یکسر غلط ہے، ابن قیمؒ بھی اس دھوئی کی جرأت نہیں کر سکے کہ یہاں رجوع کے شرعی معنی مراد نہیں، کیونکہ ان کے سامنے وہ احادیث موجود تھیں جن میں شرعی معنی کے سوا اور کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے، انہوں نے اپنی ذات کو اس سے بالاتر سمجھا کہ وہ ایک ایسی مہمل بات کہہ ڈالیں جو حاملین حدیث کے نزدیک بھی ساقط الاعتبار ہو، چہ جائیکہ فقہاء اس پر کان نہ دھریں۔

شوکانی چونکہ زلیخ میں سب سے آگے ہے، اور یہ بات کم ہی سمجھ پاتا ہے کہ فلاں بات کہنے سے اس کی ذلت و رسوائی ہوگی، اس لئے اس نے اپنے رسالہ طلاق میں یہ راستہ اختیار کرنے میں کوئی باک نہیں سمجھا کہ یہاں رجوع کے معنی، شرعی مراد نہیں ہیں، اور مؤلف رسالہ کو (شوکانی کی تقلید میں) یہ دھوئی کرتے ہوئے یہ خیال نہیں رہا کہ اس سے اس کی دلیل کا بھی مطالبہ کیا جاسکتا ہے، اور یہ بھی دریافت کیا جاسکتا ہے کہ زمانہ نبوت کے بعد کس زمانے میں یہ نئی اصطلاح ایجاد ہوئی جس کا وہ مدعی ہے؟ مؤلف رسالہ، ابن حزم کی طرح بے دلیل دعوے ہانکنے میں جری ہے، اس نے ان صحیح احادیث کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا جن میں طلاق بحالیہ حیض کو واقع شدہ شمار کیا گیا ہے، اور یہ احادیث ناقابل تردید فیصلہ کرتی ہیں کہ یہاں مراجعت سے قطعاً معنی شرعی مراد ہیں۔

پس ان احادیث میں مطلقہ بحالیہ حیض سے رجوع کرنے کا جو حکم وارد ہوا ہے، تنہا وہی یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ حیض کی حالت میں جو طلاق دی جائے وہ بلا شک و شبہ واقع ہو جاتی ہے، پھر جبکہ صحیح احادیث میں یہ بھی وارد ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ اس حالت میں دی گئی طلاق کو صحیح شمار کیا گیا، تو اب بتائیے کہ اس مسئلے میں شک و تردد کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اور آیت کریمہ میں تراجم کا جو لفظ آیا ہے یہ اس صورت سے متعلق ہے جبکہ سابق میاں بیوی کے درمیان عقد جدید کی ضرورت ہو، اور یہ صورت ہماری بحث سے خارج ہے۔

اور جس شخص نے ان احادیث کا، جو ابن عمر کے واقعہ طلاق میں وارد ہوئی ہیں، احاطہ کیا ہو، بلکہ احادیث کی وہ تہذیبی سی تعداد، جو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کی ہے، بالخصوص دارقطنی کی حدیث شعبہ اور حدیث سعید بن عبدالرحمن الجمحی، جس کے پیش نظر ہو، اسے یہ یقین کئے بغیر چارہ نہیں ہوگا کہ ان احادیث میں مراجعت سے صرف معنی و شرعی مراد ہیں، یعنی طلاق رجعی کے بعد معاشرت زوجیت کی طرف لوٹنا۔ اور الفاظ سے ان کی حقیقت شرعیہ ہی مراد ہوتی ہے، لہذا یہ کہ وہاں کوئی صارف موجود ہو، اور یہاں کوئی مانع موجود نہیں۔ ابن قیم کو چونکہ یہ احادیث مستحضر تھیں اس لئے وہ اس پر راضی نہیں ہوئے کہ محض ہٹ دھرمی سے معنی و شرعی کے مراد ہونے سے انکار کر دیں، کیونکہ یہاں انکار کی مجال ہی نہیں۔ اس کے بجائے انہوں نے چاہا کہ شریعت میں مراجعت کے تین معنی ثابت کر دیں: نکاح، جائزہ بہ کو واپس کر دینا، طلاق کے بعد معاشرت زوجیت کی طرف لوٹنا، تاکہ وہ یہ کہہ سکیں کہ یہ لفظ مشترک ہے، اور مشترک میں احتمال ہوتا ہے، اور احتمال کی صورت میں استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن انہیں یہ خیال نہیں رہا کہ یہاں مراجعت کی نسبت میاں بیوی کی طرف کی گئی ہے، مرد کی طرف بحیثیت زوج و جوع کتبدہ کے، اور عورت کی طرف بحیثیت زوج و جوع کردہ شدہ کے، اس سے مراجعت کے معنی خود بخود متعین ہو جاتے ہیں، یعنی طلاق کے بعد معاشرت زوجیت کی طرف عود کرنا، لہذا یہاں اشتراک ثابت کر کے استدلال پر اعتراض کرنا صحیح نہیں، علاوہ ازیں وہ یہ بھی بھول گئے کہ ہماری بحث لفظ مراجعت میں ہے جو ان احادیث میں وارد ہوا ہے، نہ تو لفظ تراجع میں ہے جو قرآن کریم میں بہ معنی نکاح کے آیا ہے، اور نہ لفظ ارجاع میں ہے، جو جائزہ بہ کے واپس کرنے کی حدیث میں آیا ہے۔

ابن قیم کے بعد شوکانی آئے، اور موصوف نے اپنے رسالے میں جو طلاق بدی کے موضوع پر ہے، یہ مسلک اختیار کیا کہ ان احادیث میں مراجعت کے معنی و شرعی مراد ہونا مستمم نہیں، بایں خیال کہ معنی و لغوی، معنی و شرعی سے عام ہیں۔ شوکانی کے اس موقف کو اختیار کرنے کی دلیل یہ ہے کہ ان کو فضول کث جفتی میں جس کا موصوف نے عجیوں کی کتابوں سے استفادہ کیا ایک خاص ملکہ اور رسوخ حاصل ہے۔ کیونکہ شوکانی نے عجی کتابیں پڑھی تھیں، ابن قیم نے نہیں، مگر شوکانی سے یہ بات اوچھل رہی کہ باتفاق اہل علم کتاب و سنت میں الفاظ کی حقیقت شرعیہ مراد ہوا کرتی ہے، اور لفظ مراجعت کی حقیقت شرعیہ کو تسلیم کر لینے کے بعد اس کے مراد ہونے کو تسلیم نہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد وہ تحریف و تحریف میں اور آگے بڑھے اور محض ہٹ دھرمی کی بنا پر نکل الاوطار میں لفظ مراجعت کے معنی و شرعی سے ہی انکار کر ڈالا۔ ان کا خیال تھا کہ جو احادیث کہ معنی و شرعی میں نص ہیں، اور جن کو شوکانی نے ابن حجر کی فتح الباری سے نقل کیا ہے، اگر ان کو غلط سلسلہ نقل کر کے ان کے معنی بگاڑ دیئے جائیں تو کثرت و علم کے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کافی ہے، اور ایسا کوئی آئے گا جو ان کی خیانت فی الحقل کا پردہ چاک کرے، ذرا شوکانی سے پوچھو کہ اس نے فتح الباری سے ابن حجر کا یہ قول کیوں نقل نہیں کیا۔

اور دارقطنی میں بروایت شعبہ عن انس بن سیرین عن ابن عمر اس قصے میں یہ الفاظ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ طلاق شمار ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس حدیث کے شعبہ تک تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور دارقطنی میں بروایت سعید بن عبدالرحمن الجمحی (ابن معین وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے) عن عبید اللہ بن عمر عن نافع

عن ابن عمر یہ واقعہ منقول ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر سے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو اہلۃ (قطعی طلاق، یعنی تین) طلاق دے دی، جبکہ وہ حیض کی حالت میں تھی، ابن عمر نے فرمایا کہ: تو نے اپنے زہ کی نافرمانی کی، اور تیری بیوی تھہرتے الگ ہو گئی، وہ شخص بھلا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ابن عمر کو اپنی بیوی سے رجوع کرنے کا حکم دیا تھا، فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر کو اس طلاق کے ساتھ رجوع کرنے کا حکم دیا تھا جو اس کے لئے ابھی باقی تھی، اور تو نے تو کچھ باقی ہی نہیں چھوڑا جس کے ذریعہ تو اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا (یعنی ابن عمر نے تو ایک رجعی طلاق دی تھی، اور دو طلاقیں ابھی باقی تھیں، اس لئے وہ رجوع کر سکتے تھے، مگر تو نے تین دے ڈالیں، تو کیسے رجوع کر سکتا ہے؟)۔ اور اس سیاق میں رد ہے اس شخص پر جو ابن عمر کے قصے میں رجعت کو معنی لغوی پر محمول کرتا ہے۔

اور یہ ساری بحث تو اس وقت ہے جبکہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ لفظ رجعت کے ایک ایسے معنی لغوی بھی ہیں جو احادیث ابن عمر میں مراد لئے جاسکتے ہیں، لیکن جس شخص نے کتب لغت کا مطالعہ کیا ہو اس پر واضح ہوگا کہ لفظ مراجعت کے لغوی معنی ہر اس صورت میں متحقق ہیں، جبکہ مرد، عورت سے کسی معاملے میں بات چیت کرے، اور یہ عام معنی ان احادیث میں قطعاً مراد نہیں لئے جاسکتے، الا یہ کہ شوکانی اس لفظ کو کوئی جدید معنی پہنا دیں، جو کتاب و سنت، اجماع فقہائے ملت اور لغت کے علی الرغم شوکانی کی من گھڑت دلیل کے موافق ہوں۔

اس تقریر سے واضح ہوا کہ قصہ ابن عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: اس سے کہو کہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے از خود معنی شرعی پر نص ہے، اس کے لئے دارقطنی کی تخریج کردہ روایات کی بھی حاجت نہیں۔

رہا ابن حزم کا المسحلیٰ میں یہ کہنا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر کو اپنی بیوی سے رجوع کا جو حکم فرمایا تھا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس طلاق کو شمار کیا گیا۔ ہم جواب میں یہ کہتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد تمہارے زعم کی دلیل نہیں، کیونکہ ابن عمر نے جب اسے حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو بلاشبہ اس سے اجتناب بھی کیا ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صرف یہ حکم دیا تھا کہ اپنی علیحدگی کو ترک کر دیں اور اس کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں۔

اس کی پہلی حالت سے ابن حزم کی مراد اگر طلاق سے پہلے کی حالت ہے، تب تو ابن حزم کی طرف سے یہ اقرار ہے کہ یہ جملہ طلاق کے واقع ہونے کی دلیل ہے، اور اگر پہلی حالت سے مراد اجتناب سے پہلے کی حالت ہے، تو یہ لفظ کے نہ لغوی معنی ہیں، نہ شرعی۔ البتہ ممکن ہے کہ یہ معنی مجازی ہوں، جو طلاق و تہیید کی مناسبت سے معنی شرعی سے اخذ کئے گئے ہیں، لیکن معنی مجازی مراد لینے کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جبکہ کوئی قرینہ ایسا موجود ہو جو معنی حقیقی سے مراد لینے سے مانع ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہاں وہ کون سا قرینہ ہے جو حقیقت شرعیہ سے مانع ہے؟ اس بیان کے بعد مولف رسالہ کی بات کو جس وادی میں چاہو پھینک دو۔

اور ابو داؤد میں ابوالزبیر کی روایت کا یہ لفظ مجمل ہے کہ: فردھا علی ولم یوھا شیئاً، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مجھ پر لوٹا دیا اور اس کو کچھ نہیں سمجھا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ واپس لوٹانے کے لفظ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ طلاق بینونت میں قطعاً موخر نہیں تھی، رد اور امساک کے الفاظ اس رجوع میں استعمال ہوتے ہیں جو طلاق رجعی کے بعد

اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اس لفظ سے طلاق کا واقع ہونا کسی درجے میں مفہوم ہوتا ہے تو سنئے! امام ابو داؤد اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: تمام احادیث اس کے خلاف ہیں۔ یعنی تمام احادیث بتاتی ہیں کہ ابن عمر پر ایک طلاق شام کی گئی۔ امام بخاری نے اس کو صراحۃً روایت کیا ہے اور اسی طرح امام مسلم نے بھی، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور بہت سے حضرات نے ذکر کیا ہے کہ امام احمد کے سامنے ذکر کیا گیا کہ طلاق بدی واقع نہیں ہوتی، آپ نے اس پر نکیر فرمائی اور فرمایا کہ: یہ رافضیوں کا مذہب ہے۔

اور ابوالزبیر محمد بن مسلم کی کو ان سب مؤلفین نے جنہوں نے مدلسین پر کتابیں لکھی ہیں، مدلس راویوں کی فہرست میں جگہ دی ہے، پس جن کے نزدیک مدلسین کی روایت مطلقاً مردود ہے ان کے نزدیک تو اس کی روایت مردود ہوگی، اور جو لوگ مدلس کی روایت کو کچھ شرائط سے قبول کرتے ہیں وہ اس کی روایت بھی شرائط کے ساتھ ہی قبول کر سکتے ہیں، مگر وہ شرائط یہاں مفقود ہیں، لہذا یہ روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔

ابن عبد البر کہتے ہیں کہ: یہ بات ابوالزبیر کے سوا کسی نے نہیں کہی، اس حدیث کو ایک بہت بڑی جماعت نے روایت کیا ہے، مگر اس بات کو کوئی بھی نقل نہیں کرتا۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ: ابوالزبیر نے اس سے بڑھ کر کوئی منکر روایت نقل نہیں کی۔ اب اگر ابوالزبیر مدلس نہ بھی ہوتا، صرف صحیحین وغیرہ میں حدیث ابن عمر کے راویوں کی روایت اس کے خلاف ہوتی تب بھی اس کی روایت منکر ہی شمار ہوتی، چہ جائیکہ وہ مشہور مدلس ہے۔

رہی وہ روایت جس کو ابن حزم نے بطریق محمد بن عبد السلام الخشنی (شوکانی کے رسالے میں خود اس کے اپنے قلم سے اس راوی کی نسبت الخشنی کے بجائے لکھی گئی ہے، اس سے علم رجال میں شوکانی کا مبلغ علم معلوم ہو سکتا ہے) عن محمد بن بشار عن عبد الوہاب الثقفی عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر نقل کی ہے کہ ابن عمر نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کی حالت میں طلاق دے دی ہو، فرمایا کہ اس کو شمار نہیں کیا جائے گا، ابن حجر تخریج رافعی میں فرماتے ہیں کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے سنت کے خلاف کیا، یہ مطلب نہیں کہ وہ طلاق ہی شمار نہیں ہوگی علاوہ ازیں ہند اگرچہ صحیح کے راویوں میں سے ہے، لیکن یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی روایتوں کو چھانٹ کر لیا جاتا ہے، مطلقاً قبول نہیں کیا جاتا، اس لئے کہ وہ حدیث کی چوری اور کذب وغیرہ کے ساتھ متہم ہے، اور بہت سے ناقدین نے اس میں کلام کیا ہے، بعض اصحاب صحاح کے نزدیک اس کی عدالت راجح ثابت ہوئی اس لئے انہوں نے اس کی صرف وہ احادیث روایت کیں جو نکارت سے سالم تھیں۔ امام بخاری اس سے بکثرت روایت کرتے ہیں مگر انہوں نے بھی اس کی زیر بحث حدیث نہیں لی۔ الخشنی، لکھو چہ ثقہ ہے، مگر احادیث کی چھان پھٹک میں امام بخاری جیسا نہیں۔

اور یہ دعویٰ بے حد مضحکہ خیز ہے کہ مسند احمد کی روایت، جو ابن لہیعہ عن ابی الزبیر عن جابر کی سند سے مروی ہے، وہ ابوالزبیر کی روایت کی موسید ہے۔ اس لئے کہ مسند احمد متفرد راویوں پر مشتمل ہونے کی بنا پر اہل نقد کے نزدیک ان کتب احادیث میں سے نہیں

جن میں صرف صحیح احادیث درج کرنے کا التزام کیا گیا ہو۔ ابن حجر نے اس کی روایت کا دائرہ وسیع ہونے سے قبل، جو اس کا دفاع کیا ہے وہ صرف اس مقصد کے لئے ہے کہ اس سے موضوع احادیث کی نفی کی جائے، خواہ اس کی روایت کسی اور راوی کے خلاف بھی نہ ہو۔ جیسا کہ حافظ ابوسعید العلانی نے جامع التحصیل میں ذکر کیا ہے، اور زیر بحث روایت بطریق لیث نہیں، اور مستند احمد جیسی ضخیم کتاب اس بات سے محفوظ نہیں رہ سکتی کہ اس کے متفرد راویوں کے قلمب ضبط کی بنا پر عنعنہ کی جگہ سماع اور تحدیث کو ذکر کر دیا گیا ہو، ایسی صورت میں اس قسم کی روایت کی صحت ان لوگوں کے نزدیک کیسے ثابت ہو سکتی ہے جو روایت کی چھان پھک کے فن سے ناواقف ہیں؟

اور اگر روایت کی صحت کو فرض بھی کر لیا جائے تب بھی اس کو حلیہ حیض میں دی گئی طلاق کے عدم وقوع کے لئے مؤید ماننا ممکن نہیں، جیسا کہ ہمارے نام نہاد مجتہد نے سمجھا ہے، کیونکہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: لیراجعہا فانہا امراتہ۔ وہ اس سے رجوع کر لے، کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔

یہ لفظ حلیہ حیض کی طلاق کے وقوع اور انقضائے عدت تک زوجیت کے باقی رہنے کی دلیل ہے، جیسا کہ جمہور فقہائے اُمت اس کے قائل ہیں، کیونکہ مراجعت صرف طلاق رجعی کے بعد ہوتی ہے، اور ارشاد نبوی: کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے ان دونوں کے درمیان تعلق زوجیت کی بقا کی تصریح ہے، بلکہ یہ روایت، دوسری روایت کے اجمال کی تفسیر کرتی ہے کہ کوئی چیز نہیں ہے کہ طلاق بحلیہ حیض ایسی چیز نہیں جس سے بینونت (علحدگی) واقع ہو جائے جب تک کہ عدت باقی ہے، اس تفسیر کے بعد ابوالزبیر کی روایت بھی دوسرے راویوں کی روایت کے موافق ہو جاتی ہے۔

اور جو روایت ابن حزم نے بطریق ہمام بن یحییٰ عن قتادہ عن خلاص عن عمرو ذکر کی ہے کہ انہوں نے ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو اس کے حیض میں طلاق دے دے، فرمایا کہ اس کو کچھ نہیں سمجھا جائے گا، اس پر پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ ہمام کے حافظے میں نقص تھا۔ دوسرے، قتادہ مدنس ہیں اور وہ عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے مفہوم میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس کو یوں نہیں سمجھا جائے گا کہ اس نے سنت کے موافق طلاق دی ہے، جیسا کہ بعض کے نزدیک طلاق کو جمع کرنا خلاف سنت نہیں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس طلاق کو طلاق ہی نہیں سمجھا جائے گا، مگر صحابہ میں جو اجماع جاری تھا وہ پہلے احتمال کا مؤید ہے۔ اور خلاص ان لوگوں میں نہیں جو مسائل میں شدوذ کے ساتھ معروف ہوں اور ابن عبدالبر کی دلیل یہ ہے کہ اس قسم کی ضمیریں اس حیض کی طرف راجع ہیں جس میں طلاق دی گئی، مطلب یہ ہے کہ اس حیض کو عورت کی عدت میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

اور مؤلف رسالہ نے ابوالزبیر کی منکر روایت کی تائید کے لئے جامع ابن وہب کی مندرجہ ذیل روایت جو حضرت عمر سے مروی ہے، پیش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر کے بارے میں فرمایا۔ اس سے کہو کہ وہ اس سے رجوع کر لے، پھر اسے روک رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، پھر اسے حیض آئے، پھر پاک ہو جائے، اب اس کے بعد اگر چاہے تو اسے روک رکھے، اور اگر چاہے تو مقاربت سے پہلے اسے طلاق دے دے، یہ ہے وہ عدت کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے عورت کو طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے، اور یہ ایک طلاق ہوگی۔

یہ مؤلف کا فکری اختلال ہے، اور آگ سے بچ کر گرم پتروں میں پناہ لینے کی کوشش ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: وحی واحدہ (اور یہ ایک طلاق ہو چکی) زیر بحث مسئلے میں نص صریح ہے، جس سے جمہور کے دلائل میں مزید ایک دلیل کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ ابن حزم اور ابن قیم اس سے جان چھڑانے کے لئے زیادہ سے زیادہ جو کوشش کر چکے ہیں وہ یہ کہ اس میں مدرج ہونے کا احتمال ہے، حالانکہ یہ دعویٰ قطعاً بے دلیل ہے۔ لیکن ہمارے خود ساختہ مجتہد صاحب نے اس ارشاد نبوی سے جان چھڑانے کے لئے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے، جس سے اس کے خیال میں حدیث کا مفہوم اُلٹ کر اس کی دلیل بن جاتا ہے، اور وہ یہ کہ: وحی واحدہ کی ضمیر کو مناسبت قرب کی بنا پر اس طلاق کی طرف راجع کیا جائے جو ان شاء اللہ سے مفہوم ہوتی ہے، (مطلب یہ کہ حیض میں جو طلاق دی گئی اس سے تزوج کر لے، یہ حیض گزر جائے، پھر اس کے بعد دوسرا حیض گزر جائے، اب جو طلاق دی جائے گی اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ایک ہوگی)۔

فرض کر لیجئے کہ ضمیر اسی کی طرف راجع ہے، اس سے قطع نظر کہ اس صورت میں یہ جملہ خالی از فائدہ ہوگا، اور اس سے بھی قطع نظر کہ جس طلاق کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت دے رہے تھے اس سے کلام کو پھیرنا لازم آتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے ابوالثریر کی روایت کی کوئی ادنیٰ تائید کہاں سے نکلتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ اس حدیث سے جو بات نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ ابن عمر نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت عمر کی زبانی حکم دیا کہ اس سے تزوج کر لیں، آئندہ ان کو اختیار ہوگا، خواہ اس کو روک رکھیں یا طلاق دے دیں، اور یہ طلاق، جس کا وقوع اور عدم وقوع ابھی معلوم نہیں، ایک شمار ہوگی۔

اب یہ طلاق جس کا وقوع خارج میں ابھی نامعلوم ہے اس کے بارے میں آخر کون کہتا ہے کہ وہ تین ہوں گی، جب وہ خارج میں واقع اور متحقق ہوگی تو قطعاً ایک ہی ہوگی، لیکن اس کا ایک ہونا کیا اس بات کے منافی ہے کہ اس سے قبل بھی عورت پر حقیقتاً طلاق ہو چکی ہے، جیسا کہ حدیث کے لفظ اس سے تزوج کر لے سے خود معلوم ہوتا ہے۔

غالباً جناب مؤلف وسعت علوم، خصوصاً خالص عربی لغت میں اس مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ انہیں نہ تو اہل علم سے سیکھنے کی ضرورت ہے، اور نہ اس کے مصادر تلاش کرنے کی حاجت ہے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک جو واقعہ کہ وقوع پذیر ہو چکا ہے، اور جو چیز کہ اس کا وقوع محض فرض کیا جا رہا ہے، یہ دونوں ایک ہی صف میں کھڑے ہیں۔ یہ صرف موصوف ہی کی دریافت ہے کہ جس کو عدد کہا جاتا ہے وہ کبھی باعتبار اس کی ذات کے عدد ہوتا ہے، کبھی باعتبار اس کے مرتبہ کے، اور کبھی باعتبار اس کے آئندہ عدد بن جانے کے۔ حالانکہ یہ سب عجمی اعتبارات ہیں جو عربیت میں داخل کئے گئے، اس لئے اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ اب اگر وحی واحدہ میں ضمیر طلاق مفروض کی طرف راجع ہو تو اس جملے کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ پہلی طلاق ہے، پس اس سے ابن حزم، ابن قیم اور جمہور کے خلاف حجت قائم ہو جائے گی؟ کیا اس قسم کے خود ساختہ مجتہدوں کو یہ مشورہ دینا مناسب نہ ہوگا کہ: برخوردار! تم ابھی بچے ہو، ایک طرف ہو رہو، کہیں ہجوم تمہیں روند نہ ڈالے۔

اور ابن عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں صرف ایک طلاق دی تھی، جیسا کہ لیث کی روایت میں ہے، نیز ابن سیرین کی

روایت میں بھی، جس پر خود مؤلف اعتماد کرتا ہے، اور اس بات کو احمقانہ قرار دیتا ہے جو بعض لوگوں سے بیس سال تک سنتا اور اسے صحیح سمجھتا رہا کہ ابن عمر نے اس حالت میں تین طلاقیں دی تھیں۔ امام مسلم نے لیث اور ابن سیرین کی دونوں روایتیں اپنی صحیح میں تخریج کی ہیں۔

علاوہ ازیں طلاق، بحالہ حیض کو باطل قرار دینے کے معنی یہ ہوں گے کہ طلاق عورت کے ہاتھ میں دے دی جائے، کیونکہ حیض اور طہر کا علم عورت ہی کی جانب سے ہو سکتا ہے، پس جب کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور عورت نے کہہ دیا کہ وہ تو حیض کی حالت میں تھی تو آدی بار بار طلاق دیتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اعتراف کرے کہ طلاق طہر میں ہوئی ہے، یا آدی تھک بار کر رہ جائے اور غیر شرعی طور پر اسے گھر میں ڈالے رکھے، حالانکہ اسے علم ہے کہ وہ تین طہروں میں الگ الگ تین طلاقیں دے چکا ہے، اور اس سے جو مفاسد لازم آتے ہیں وہ کسی فہیم آدمی پر مخفی نہیں، اس بحث میں مؤلف کے من گھڑت نظریات کی تردید کے لئے غالباً اسی قدر بیان کافی ہے۔

ایک لفظ سے تین طلاق دینے میں فقہی بحث و نظر

مؤلف لکھتے ہیں عام لوگوں کا خیال ہے اور یہی بات ان جمہور علماء کے اقوال سے مفہوم ہوتی ہے جنہوں نے اس بحث سے تعرض کیا ہے کہ تین طلاق سے مراد یہ ہے کہ کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ: تجھے تین طلاق وہ سمجھتے ہیں کہ حنفیہ کے درمیان تین طلاقوں کے وقوع یا عدم وقوع میں جو اختلاف تھا وہ بس اسی لفظ میں یا اس کے ہم معنی الفاظ میں تھا، بلکہ یہ لوگ ان تمام احادیث و اخبار کو، جن میں تین طلاقوں کا ذکر آیا ہے، اسی پر محمول کرتے ہیں، حالانکہ یہ محض غلط اور عربی وضع کو تبدیل کرنا اور لفظ کے صحیح اور قابل فہم استعمال کے بجائے ایک باطل اور ناقابل فہم استعمال کی طرف عدول کرنا ہے۔ پھر یہ لوگ ایک قدم اور آگے بڑھے اور انہوں نے لفظ البتہ سے تین طلاق واقع کر دیں، جبکہ طلاق دہندہ نے تین کی نیت کی ہو۔ حالانکہ تجھے تین طلاق کا لفظ ہی محال ہے، یہ نہ صرف الفاظ کا کھیل ہے، بلکہ عقول و افکار سے کھیلنا ہے۔ یہ بات قطعاً غیر معقول ہے کہ بلطف واحد تین طلاق دینے کا مسئلہ ائمہ تابعین اور ان کے مابعد کے درمیان محل اختلاف رہا ہو، جبکہ صحابہ اسے پہچانتے تک نہ تھے، اور ان میں سے کسی نے اس کو لوگوں پر نافذ نہیں کیا، کیونکہ وہ اہل لغت تھے، اور فطرت سلیمہ کی بنا پر لغت میں محقق تھے۔ انہوں نے صرف ایسی تین طلاقوں کو نافذ قرار دیا جو ٹکرار کے ساتھ ہوں، اور یہ بات مجھے بیس سال پہلے معلوم ہوئی، اور میں نے اس میں تحقیق کی، اور اب میں اس میں اپنے تمام پیشرو بحث کرنے والوں سے اختلاف کرتا ہوں اور یہ قرار دیتا ہوں کہ کسی شخص کے تجھے تین طلاق جیسے الفاظ کہنے سے صرف ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے، الفاظ کے معنی پر دلالت کے اعتبار سے بھی، اور بدالہت عقل کے اعتبار سے بھی۔ اور اس فقرے میں تین کا لفظ انشاء اور ایقاع میں عقلاً محال اور لغت کے لحاظ سے باطل ہے، اس لئے یہ محض لغو ہے۔ جس جملے میں یہ لفظ رکھا گیا ہے اس میں کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا، اور میں یہ بھی قرار دیتا ہوں کہ تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کا تین طلاق کے مسئلے میں جو اختلاف ہے وہ صرف اس صورت میں ہے جبکہ تین طلاقیں یکے بعد دیگرے دی گئی ہوں، اور عقود، معنوی حقائق ہیں جن کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ ان کو الفاظ کے ذریعے وجود میں لایا جائے۔ پس تجھے طلاق کے لفظ سے ایک طلاق معنویہ وجود

میں آتی ہے اور وہ ہے طلاق۔ اور جب اس لفظ سے طلاق واقع ہوگئی تو اس کے بعد تین کا لفظ بولنا محض لغو ہوگا۔ جیسا کہ میں نے فروخت کیا کے بعد کوئی بیع کی ایجاد و انشاء کے قصد سے تین کا لفظ بولے تو یہ محض لغو ہوگا، اور یہ جو کچھ ہم نے کہا ہے یہ بالکل بدیہی ہے، ایک ایسا شخص جس نے معنی میں غور و فکر اور تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہو بشرط انصاف اس میں چوں چہ نہیں کر سکتا۔ یہ وہ نکتہ ہے جو مؤلف نے تین طلاق کے بارے میں اپنے رسالے میں کئی جگہ لکھا ہے، اور اگر تم ان تمام باتوں کو دلیل و حجت کا مطالبہ کئے بغیر قبول نہیں کرو گے تو مؤلف کی بارگاہ میں غیر منصف ٹھہرو گے۔

فقہ اور اسلام کی زبانوں کی حالی کا ماتم کرو کہ دین کے معاملے میں ایسا بر خود غلط آدمی ایسی جسارت سے بات کرتا ہے، اور وہ بھی اس پاکیزہ ملک میں جو عالم اسلام کا قبلہ علم ہے، اس کے باوجود اس کی گوش مالی نہیں کی جاتی۔

مؤلف تین طلاق کے مسئلے میں صحابہ و تابعین کے درمیان اختلاف کا تخیل پیش کرتا ہے، جبکہ اس کے نہاں خانہ و خیال کے سوا اس اختلاف کا کوئی وجود نہیں، اور نہ تجھے تین طلاق کے لفظ سے طلاق دینا صحابہ و تابعین کے لئے کوئی غیر معروف چیز تھی، بلکہ اس کو صحابہ بھی جانتے تھے، اور تابعین بھی، اور عرب بھی۔ ہاں! اس سے اگر جاہل ہے تو ہمارا یہ خود رو مجتہد۔ اور اس کا یہ کہنا کہ یہ نکتہ اسے بیس سال قبل معلوم ہوا تھا، بتاتا ہے کہ عقلی اختلاف بچپن ہی سے اس کے شامل حال تھا، اس سلسلے میں خبر و انشاء اور طلبی و غیر طلبی کے درمیان کسی نے فرق نہیں کیا، بلکہ فقہائے اُمت نے تجھے تین طلاق کے لفظ کو بینوبت کبریٰ میں نص شمار کیا ہے، بخلاف لفظ البتہ کے، جس کے بارے میں عمر بن عبدالعزیز کا قول مشہور ہے (کہ اس سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے)، اور فقہاء نے البتہ جیسے الفاظ میں جو کہا ہے کہ: اگر اس سے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین واقع ہو جاتی ہیں وہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تین طلاقیں بیک بار واقع ہو سکتی ہیں۔

ہمارے قول کے دلائل ظاہرہ میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے بیہقی نے سنن میں اور طبرانی وغیرہ نے بروایت ابراہیم بن عبدالاعلیٰ سوید بن غفلہ سے تخریج کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عائشہ بنت فضل، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، جب ان سے بیعت خلافت ہوئی تو اس بی بی نے انہیں مبارک باد دی، حضرت حسن نے فرمایا: تم امیر المؤمنین (علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کے قتل پر اظہار مسرت کرتی ہو؟ تجھے تین طلاق۔ اور اسے دس ہزار کا عطیہ (حدہ) دے کر فارغ کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا: اگر میں نے اپنا نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نہ سنی ہوتی یا یہ فرمایا کہ: اگر میں نے اپنے والد ماجد سے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ آپ نے فرمایا: جب آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں، خواہ الگ الگ طہروں میں دی ہوں، یا تین طلاقیں ہمہ دی ہوں تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں رہتی یہاں تک کہ وہ دوسری جگہ نکاح کرے تو میں اس سے رُجوع کر لیتا۔ حافظ ابن رجب حنبلی اپنی کتاب بیان مشکل الأحادیث الواردة فی ان الطلاق الثلاث واحدة میں اس حدیث کو سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا تھا، اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تجھے تین طلاق تو یہ تین ہی شمار ہوں گی۔ اس کو ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

امام محمد بن حسن کتاب الاثار میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابراہیم بن یزید نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس شخص کے بارے میں، جو ایک طلاق دے کر تین کی یا تین طلاق دے کر ایک کی نیت کرے، فرمایا کہ: اگر اس نے ایک طلاق کہی تو ایک ہوگی اور اس کی نیت کا کچھ اعتبار نہیں، اور اگر تین طلاق کہی تھیں تو تین واقع ہوں گی، اور اس کی نیت کا اعتبار نہیں۔ امام محمد فرماتے ہیں: ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا، جیسا کہ موطن میں ہے کہ: طلاق ایک ہزار ہوتی تب بھی البتہ کا لفظ ان میں سے کچھ نہ چھوڑتا۔ جس نے البتہ طلاق دے دی اس نے آخری نشانے پر تیر پھینک دیا۔ یہ ان کی دلیل لفظ البتہ کے بارے میں ہے چہ جائیکہ تین طلاق کا لفظ ہو۔

امام شافعی کتاب الام (ج: ص:) میں فرماتے ہیں کہ: اگر کسی نے اپنی کسی بیوی کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا: تجھے تین طلاق اور پھر اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کے بارے میں کہا کہ یہ مراد تھی، تو اسی پر طلاق واقع ہوگی۔
عربی شاعر کہتا ہے: وَاُمُّ عَمْرٍو طَالِقٌ مُلَاقٌ (اُم عمر کو تین طلاق) یہ شاعر اپنے حریف سے مقابلہ کر رہا تھا، اسے ٹا کا کوئی اور قافیہ نہیں ملا، تو اس نے بیوی کو طلاق دیتے ہوئے یہی مصرعہ جڑ دیا۔

ایک اور عربی شاعر کہتا ہے: وَأَنْتَ طَالِقٌ وَالطَّلَاقُ عَزِيمَةٌ ثَلَاثٌ وَمَنْ يَخْرُقُ أَحَقُّ وَأَظْلَمُ

فبيني بها ان كنت غير رقيقة وما لأمرىء بعد الثلاث قندم

اور تجھے تین طلاق، اور طلاق کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں، اور جو موافقت نہ کرے وہ سب سے بڑا ظالم اور قطع تعلق کرنے والا ہے، لہذا اگر تو رفاقت نہیں چاہتی تو تین طلاق لے کر الگ ہو جا، اور تین کے بعد تو آدمی کے لئے اظہارِ بزدامت کا موقع بھی نہیں رہتا۔

امام محمد بن حسن سے امام کسائی نے اس شعر کا مطلب اور حکم دریافت کیا تھا، آپ نے جو جواب دیا، امام کسائی نے اسے بے حد پسند فرمایا، جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی کی المصنوع میں ہے، اور نحو یوں نے اس شعر کے وجوہ اعراب پر طویل کلام کیا ہے۔

کسی ہوسناک کا یہ مقدور نہیں کہ وہ ائمہ خود عربیت کے کسی امام سے کوئی ایسی بات نقل کر سکے جو تین طلاق بلفظ واحد دینے کے منافی ہو۔ سیبویہ کی الکتاب، ابوعلی فارسی کی ایضاح، ابن جنی کی خصائص، ابن یعیش کی شرح منصل اور ابو حیان کی ارتشاف وغیرہ اہم کتب کو اور جتنا چاہو انہیں چھان مارو، مگر تمہیں ان میں ایک لفظ بھی ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ملے گا۔ ارے خود رو مجتہد! تو یہ دعویٰ کیسے کرتا ہے کہ تین طلاق بلفظ واحد کو نہ صحابہ جانتے تھے، نہ تابعین، نہ فقہاء، نہ عرب۔ ان کے یہاں تین طلاق دینے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ طلاق کا لفظ تین بار دہرایا جائے یہ سب صحابہ و تابعین، تبع تابعین، فقہائے دین، عرب اور علوم عربیہ پر افترا ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ اسے نواسہ رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں وہ بھی جانتے تھے، ان کے والد اور ان کے نانا (علیہم السلام) بھی جانتے تھے، اس کو حضرت عمر اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما جانتے تھے، ابراہیم نخعی جانتے تھے، جن کے بارے میں امام شعبی فرماتے ہیں کہ: ابراہیم نے اپنے بعد اپنے سے بڑا عالم نہیں چھوڑا، نہ حسن بصری، نہ ابن سیرین، نہ اہل

بصرہ میں، نہ اہل کوفہ میں، اور نہ اہل حجاز اور شام میں۔ اور جن کے بارے میں ابن عبد البر نے التمهید میں ان کی مرسل احادیث کے تحت ہونے کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ قابل دید ہے۔

اور اس کو حضرت عمر بن عبد العزیز بھی جانتے تھے، اور عمر بن عبد العزیز، عمر بن عبد العزیز ہیں، اور اس کو امام ابو حنیفہ جانتے تھے، وہ امام یکتا جو علوم عربیہ کی گود میں پلا اور پھلا پھولا، اس کو امام محمد بن حسن جانتے تھے، جن کے بارے میں موافق و مخالف متفق اللفظ ہیں کہ وہ عربیت میں حجت تھے، اس کو امام شافعی جانتے تھے، وہ امام قرشی جو ائمہ کے درمیان یکتا تھے، ان دونوں سے پہلے عالم دار الجہت امام مالک بھی اس کو جانتے تھے، اس کو یہ عربی شاعر اور وہ عربی شاعر بھی جانتا تھا، کیا اس بیان کے بعد مؤلف کی پیشانی برداشت سے عرق آلود ہوگی؟ اور اس کے یقین میں کوئی تبدیلی واقع ہوگی؟

اور انشاء میں عدد کو لغو قرار دینا شاید ایک خواب تھا جو مؤلف نے دیکھا اور وہ اس پر احکام کی بنیاد رکھنے لگا، اور عدد کو لغو ٹھہرانے کی بات اگر مؤلف کو حاذق اصولیین کے ایک گروہ کے اس قول سے سوجھی ہے کہ عدد کا مفہوم نہیں ہوتا اور اس سے مؤلف نے یہ سمجھ لیا ہو کہ جس کا مفہوم نہیں ہوتا وہ لغو ہوتی ہے، تو یہ ایک ایسا انکشاف ہے جس میں کوئی شخص موصوف کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اس قسم کی سوجھ سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔

ہبہ کرنے والا، عاریت دینے والا، طلاق دہندہ، بیع کنندہ اور آزاد کرنے والا یہ سب لوگ انشاء میں جتنے عدد چاہیں واقع کر سکتے ہیں، مثلاً: ہبہ کرنے والا کہتا ہے کہ: میں نے یہ غلام فلاں شخص کو ہبہ کر دیئے تو یہ ہبہ سارے غلاموں پر واقع ہوگا۔ طلاق دینے والا اپنی چاروں بیویوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ: تم کو طلاق تو ان میں سے ہر ایک پر طلاق واقع ہو جائے گی، جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کیا تھا۔ بائع یا عاریت دینے والا یا غلاموں کو آزاد کرنے والا کہتا ہے کہ: میں نے یہ مکان فروخت کئے، میں نے یہ مکان فلاں کو عاریت پر دیئے، میں نے ان غلاموں کو آزاد کر دیا ان میں سے ہر ایک کے لئے لفظ واحد کافی ہے، تکرار لفظ کی حاجت نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ مصدر جس کو یہ انشائی افعال محض ہیں اگر ہم مفعول مطلق کے ذریعے اس کا افادہ کرنا چاہتے تو ایسا عدد ذکر کرنا پڑتا جو ان غلاموں کی، ان عورتوں کی اور ان مکانوں کی تعداد کے مطابق ہوتا، مگر ان مثالوں میں مفعول کو ذکر کرنے کے بعد مفعول مطلق عددی کے ذکر کی حاجت نہیں رہی۔ اور مرد کا اپنی بیوی کی تین طلاق کا مالک ہونا اسے صرف شرع سے حاصل ہوا ہے، کسی خاص لغت سے اس کا کوئی علاقہ نہیں، بلکہ ساری لغات اس میں برابر ہیں۔ لہذا مولف رسالہ کا یہ کہنا کہ: ائت طالق ثلاثاً، کے لفظ سے طلاق دینا از روئے لغت باطل ہے، اور جو لوگ اس لفظ کو بولتے ہیں یہ ان کے کلام میں محض عجمیت کی دلیل سے داخل ہوا یہ ایک بے معنی اور بے مقصد بات ہے، یہ بات اس صورت میں با معنی ہو سکتی تھی اگر مسلمانوں کی شرع کے خلاف عجمیوں کی شرع میں آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کا مجاز ہوتا، حالانکہ مسلمانوں کی شرع نے ہی آدمی کو تین طلاقیں کا اختیار دیا ہے، خواہ بیک وقت دے یا متفرق کر کے، ہماری بحث شرع اسلام کے سوا کسی اور شرع میں نہیں ہے، نہ مسلمان بھائیوں کی طلاق کے سوا کسی اور مذہب و ملت کے لوگوں کی طلاق کے بارے میں گفتگو ہے، خواہ وہ کسی عنصر سے ہوں۔

پس مسلمان جب اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو یا تو خلاف سنت تین طلاق بلفظ واحد طہر میں یا حیض میں دے گا، یا سنت

کے مطابق تین طلاقیں تین الگ الگ طہروں میں دے گا۔ طلاق خواہ کسی لغت میں ہو، عربی میں ہو، یا فارسی میں، ہندی میں ہو یا حبشی زبان میں، ان لغات کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ بہر حال جب آدمی طلاق دینا چاہے تو پہلے ایک یا دو یا تین کا ارادہ کرے گا، پھر ایسا لفظ ذکر کرے گا جو اس کی مراد کو ادا کر سکے، لہذا وہی طلاق واقع ہو جائے گی جس کا اس نے ارادہ کیا ہے، خواہ ایک کا، خواہ دو کا، خواہ تین کا، پس انشاء کا لفظ اس کے ارادے کے مطابق ہوا۔

اور انشاء میں عدد کے لغو ہونے کا دعویٰ ان دعاوی میں سے ہے جن کی اولاد بے نسب ہے، کیونکہ پہلے واضح ہو چکا ہے کہ جب ضرورت پیش آئے تو مفعول مطلق عددی کو فعل کے بعد ذکر کیا جاسکتا ہے، اور اس میں خبر و انشاء اور طلبی و غیر طلبی کا کوئی فرق نہیں ہے، نہ لغت کے اعتبار سے، نہ نحو کے لحاظ سے، کیونکہ اس میں اختیار صرف شرع کے سپرد ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

اور جہاں نص موجود ہو وہاں قیاس کے گھوڑے دوڑانا ایک احمقانہ حرکت ہے۔ علاوہ ازیں تسبیح و تحمید، تہلیل و تکبیر اور تلاوت و صلوة وغیرہ عبادات ہیں، جن میں اجر بقدر مشقت ہے، اور اقرار زنا، حلف، لعان اور قسامت میں عدد تاکید کے لئے ہے، اور یہ منصوص تعداد کے ادا کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے، بخلاف ہمارے زیر بحث مسئلے کے کہ طلاق نہ تو عبادت ہے، نہ اس میں عدد تاکید کے لئے ہے کہ اسے اس پر یا اس پر قیاس کیا جائے۔ دیکھئے! ایک عدد وہ ہے جس کے اقل پر اکتفا کیا جاسکتا ہے (مثلاً: طلاق)، اور ایک وہ ہے جس میں اقل پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا (مثلاً: اقرار زنا، حلف، لعان اور قسامت)، آخر اول الذکر کو مؤخر الذکر پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟ اور دلیل فرق کے باوجود قیاس کرنا اور بھی احمقانہ بات ہے۔

محمود بن لبید کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دی تھیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے، اس کے بارے میں مؤلف لکھتے ہیں: میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ رکنا نہ ہی تھے، ارے میاں! ہمیں اپنے غالب گمان سے معاف رکھو، جب تمہارا یقین بھی سراسر غلط ہے، تو غالب گمان کا کیا پوچھنا؟ اور محمود بن لبید کی حدیث بر تقدیر صحت، اہل استنباط کے نزدیک کسی طرح بھی عدم وقوع پر دلالت نہیں کرتی، البتہ گناہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس میں بھی امام شافعی اور ابن حزم کی دلیل مختلف ہے، مگر ہم گناہ ہونے یا نہ ہونے کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے، بلکہ ابو بکر بن عربی نے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر تین طلاقیں نافذ کر دی تھیں، اور توسع فی الروایات میں ابن عربی کا جو پایہ ہے وہ اہل علم کو معلوم ہے، اور حافظ ابن حجر کو ہر چیز میں ہر قسم کے اقوال نقل کر دینے کا عجیب شغف ہے، وہ ایک کتاب میں تحقیق قلم بند کرتے ہیں اور دوسری کتاب میں کلام کو بے تحقیق چھوڑ جاتے ہیں، اور یہ ان کی کتابوں کا عیب شمار کیا گیا ہے، محمود بن لبید کے بارے میں ان کے اقوال کا اختلاف بھی اسی قبیل سے ہے، تحقیق یہ ہے کہ محمود بن لبید کو سماع حاصل نہیں، جیسا کہ فتح الباری میں ہے، اور یہ کتاب ان کی پسندیدہ کتابوں میں ہے، بخلاف اصابہ کے، اور اصابہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ مسند کے بعض نسخوں کی نقل ہے اور مسند ہر چیز میں محل اعتماد نہیں، جبکہ ابن الہذہب اور قطعی جیسے حضرات اس کی روایت میں منفرد ہوں۔

اور رکنا نہ کے تین طلاق دینے میں ابن اسحاق کی جو روایت مسند میں ہے اس پر بحث آگے آئے گی، اور جب سند سامنے موجود ہے تو ضیاء کی تصحیح کیا کام دے سکتی ہے؟ ضیاء تو حدیث خضر جیسی روایات کی بھی تصحیح کر جاتے ہیں، بعض غلو پسند حضرات مسند

احمد میں جو کچھ بھی ہے سب کو صحیح قرار دیتے ہیں، اور ہم خاصاً اس مسئلہ کی تعلیقات میں حافظ ابن طوایف P سے اس نظریے کی غلطی نقل کر چکے ہیں، لہذا ان لوگوں کو تو رہنے دو اور حدیث رکابہ پر آئندہ بحث میں گفتگو کا انتظار کرو۔

اور تین طلاقیں بہ لفظ واحد واقع ہو جاتی ہیں اس کی ایک دلیل حدیث لعان ہے، جس کی تخریج صحیح بخاری میں ہوئی ہے: عویر عجلانی رضی اللہ عنہ نے مجلس لعان میں کہا کہ: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اس کو اپنے پاس رکھوں تو گویا میں نے اس پر بھونی تہمت لگائی، پس انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے ہی اس کو تین طلاق دے دیں۔ اور کسی روایت میں یہ نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نکیر فرمائی ہو، پس یہ تین طلاق بیک لفظ واقع ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ لوگ تین طلاق کا بلفظ واحد واقع ہونا سمجھتے رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح نہ فرمائیں، اگر یہ سمجھنا صحیح نہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اصلاح ضرور فرماتے۔ اس حدیث سے تمام امت نے یہی سمجھا ہے (کہ تین طلاقیں بلفظ واحد واقع ہو جاتی ہیں) حتیٰ کہ ابن حزم نے بھی یہی سمجھا ہے، وہ لکھتے ہیں: عویر نے اس عورت کو یہ سمجھ کر طلاق دی کہ وہ ان کی بیوی ہے، اگر تین طلاق بیک وقت واقع نہیں ہو سکتی تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ضرور نکیر فرماتے۔ اور امام بخاری P نے بھی اس حدیث سے وہی سمجھا ہے جو پوری امت نے سمجھا، چنانچہ انہوں نے باب من اجاز طلاق الثلاث کے تحت پہلے ہی حدیث نقل کی ہے، اس کے بعد حدیث عسیلہ اور پھر حضرت عائشہ کی حدیث اس شخص کے بارے میں جو تین طلاقیں دے۔ جواز سے ان کی مراد یہ ہے کہ تین طلاق جمع کرنے میں گناہ نہیں، جیسا کہ امام شافعی اور ابن حزم کی دلیل ہے۔ مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تین طلاق بیک وقت واقع کرنے میں گناہ ہے، جیسا کہ ابن عبدالبر نے الاستذکار میں خوب تفصیل سے لکھا ہے، اور ہم یہاں اس مسئلے کی تحقیق کے درپے نہیں۔ امام بخاری کا یہ مطلب نہیں کہ تین طلاق کے بہ لفظ واحد واقع ہونے میں کوئی اختلاف ہے، اس لئے یہ مفہوم امام بخاری کے الفاظ کے خلاف ہونے کے علاوہ حق کے بھی خلاف ہے، اس لئے کہ تین طلاقوں کا بیک وقت واقع ہو جانا ان تمام حضرات کا متفق علیہ مسئلہ ہے جن کا قول لائق اعتبار ہے، جیسا کہ ابن التین نے کہا ہے۔ اختلاف اگر نقل کیا گیا ہے تو صرف کسی غلط رو سے، یا ایسے شخص سے جس کا اختلاف کسی شمار میں نہیں۔ ابن حجر کو یہاں بھول ہوئی ہے، اس لئے انہوں نے امام بخاری کے الفاظ کا اس مفہوم کو شامل ہونا بھی تجویز کیا ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ انہوں نے ابن مفیث جیسے لوگوں پر اعتماد کر لیا، حالانکہ کسی محدث کے لئے ایسے شخص پر اعتماد کرنا صحیح نہیں، جب تک کہ قابل اعتماد راویوں کی سند سے اختلاف نقل نہ کیا جائے، اس بحث کا اس کے موقع پر انتظار کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، فقہائے صحابہ سے، تابعین سے اور بعد کے حضرات سے بہت احادیث منقول ہیں، جن میں ذکر کیا گیا ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دے دی، کسی نے سو طلاق دیں، کسی نے ننانوے، کسی نے آٹھ، کسی نے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں، وغیرہ وغیرہ۔ یہ روایات موطا امام مالک، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی وغیرہ میں مروی ہیں۔ یہ تمام احادیث اس مسئلے کی دلیل ہیں کہ تین طلاق بلفظ واحد واقع ہو جاتی ہیں، کیونکہ یہ بات بہت ہی بعید ہے کہ صحابہ کرام میں کوئی ایسا شخص بھی موجود ہو جو یہ نہ جانتا ہو کہ طلاق کی تعداد صرف تین تک ہے، یہاں تک کہ وہ یکے بعد دیگرے ہزار، سو، یا ننانوے مرتبہ

طلاق دینا چاہئے، اور اس طویل مدت میں فقہائے صحابہ میں سے کوئی بھی اسے یہ نہ بتائے کہ بندہ خدا! طلاق کی آخری حد بس تین ہے۔ صحابہ کرام کے بارے میں اس فردگزاشت کا تصور بھی محال ہے، لہذا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ طلاق دیتے وقت طلاق دہندگان کے الفاظ تھے، یعنی ایک شخص کہتا: تجھے ہزار طلاق، دوسرا کہتا: تجھے سو طلاق، تیسرا کہتا: تجھے ننانوے طلاقیں ان تمام الفاظ سے طلاق دینے والوں کا مقصد ایسی طلاق واقع کرنا تھا جس سے جینوبت کبریٰ حاصل ہو جائے، اور یہ ایسی کھلی بات ہے کہ اس میں کسی طرح بھی شغب کی گنجائش نہیں۔

یحییٰ لیثی امام مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: تین طلاقیں اس پر واقع ہو گئیں اور ستانوے طلاقوں کے ساتھ تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا۔ التعمید میں ابن عبدالبر نے اس کو سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ابن حزم بھی بطریق عبدالرزاق، عن سفیان الثوری، سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے زید بن وہب نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص کا مقدمہ پیش ہوا جس نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی تھیں، حضرت عمر نے اس سے دریافت فرمایا کہ: کیا واقعی تو نے طلاق دی ہے؟ وہ بولا کہ: میں تو ہنسی مذاق کرتا تھا۔ آپ نے اس پر دڑھ اٹھایا اور فرمایا: تجھ کو ان میں سے تین کافی تھیں۔ سنن بیہقی میں بھی بطریق شعبہ اس کی مثل روایت ہے۔

نیز ابن حزم بطریق وکیع، عن جعفر بن برقان، معاویہ بن ابی یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہے، فرمایا: وہ تین طلاق کے ساتھ تجھ سے بائند ہو گئی۔

نیز بطریق عبدالرزاق عن الثوری، عن عمرو بن مرة عن سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے جس نے ہزار طلاق دی تھی، فرمایا: تین طلاق اس کو تجھ پر حرام کر دیتی ہیں، باقی طلاقیں تجھ پر جھوٹ لکھی جائیں گی، جن کے ساتھ تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق بنایا۔ سنن بیہقی میں بھی اس کی مثل ہے۔

نیز ابن حزم بطریق وکیع، عن الامامش عن حبیب بن ابی ثابت حضرت علی کرم اللہ ذیلہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس شخص کو جس نے ہزار طلاق دی تھیں، فرمایا: تین طلاقیں اسے تجھ پر حرام کر دیتی ہیں اس کی مثل سنن بیہقی میں بھی ہے۔

طبرانی حضرت عبادہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں، جس نے ہزار طلاقیں دیں، فرمایا کہ: تین کا تو اسے حق حاصل ہے، باقی عدوان اور ظلم ہے، اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس پر گرفت فرمائیں اور چاہیں تو معاف کر دیں۔

مسید عبدالرزاق میں جد عبادہ سے اس کی مثل روایت ہے، مگر عبدالرزاق کی روایت میں غلط ہیں۔ بیہقی بطریق شعبہ، عن ابی نجیح، عن مجاہد روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا۔

تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے بائند ہو گئی، تو نے اللہ سے خوف نہیں کیا، کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے کھلنے کی کوئی صورت پیدا کر دیتا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ (الطلاق)

نیز بیہقی بطریق شعبہ، عن الامش، عن مسروق، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس شخص سے، جس نے سو طلاقیں دے تھیں، فرمایا: وہ تین کے ساتھ بائید ہوگئی اور باقی طلاقیں عدوان ہیں۔

ابن حزم بطریق عبدالرزاق، عن معمر، عن الامش، عن ابراہیم، عن علقمہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے تینانوے طلاقیں دی تھیں، آپ نے اس سے فرمایا کہ: وہ تین کے ساتھ بائید ہوگئی، باقی طلاقیں عدوان ہیں۔

نیز ابن حزم بطریق وکیع، عن اسماعیل ابن ابی خالد، امام شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے قاضی شریحؒ سے کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں، شریحؒ نے فرمایا کہ: وہ تجھ سے تین کے ساتھ بائید ہوگئی اور ستانوے طلاقیں اسراف اور محصیت ہیں۔ حضرت علی، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بہ سند صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے لفظ حرام اور لفظ البتہ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں جیسا کہ ابن حزم کی اکٹلی اور باجی کی المستفی اور دیگر کتب میں ہے، اور یہ تین طلاقیں کو بلفظ واحد جمع کرنا ہے۔

بیہقی، مسلمہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص جہالت سے تین طلاقیں دے دے انہیں سنت کی طرف لوٹایا جائے گا، اور وہ تین طلاقیں کو ایک ہی سمجھتے ہیں اور آپ لوگوں سے اس بات کو روایت کرتے ہیں، فرمایا: خدا کی پناہ ایہ ہمارا قول نہیں، بلکہ جس نے تین طلاقیں دیں وہ تین ہی ہوں گی۔

مجموع فقہی (سید زید) میں زید بن علی عن ابیہ عن جدہ کی سند سے حضرت علی کرم اللہ ذیلہ سے روایت کرتے ہیں کہ: قریش کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کے ساتھ اس سے بائید ہوگئی، اور ستانوے طلاقیں اس کی گردن میں محصیت ہیں۔

امام مالک، امام شافعی اور امام بیہقی، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک طلاق عورت کو بائید کر دیتی ہے، تین طلاقیں اسے حرام کر دیتی ہیں، یہاں تک کہ وہ دوسری جگہ نکاح کرے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس بدوی شخص کے بارے میں جس نے دخول سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں ایسا ہی فرمایا، اور اس کی مثل حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے تینانوے طلاقیں دیں، آپ نے فرمایا: تین طلاقیں عورت کو بائید کر دیں گی اور باقی عدوان ہے۔

امام محمد بن حسن کتاب الاثار میں فرماتے ہیں کہ: ہم کو امام ابو حنیفہؒ نے خبر دی بروایت عبد اللہ بن عبد الرحمن ابن ابی حسن عن عمرو بن دینار عن عطاء کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، فرمایا: ایک شخص جا کر گندگی میں لت پت ہو جاتا ہے، پھر ہمارے پاس آ جاتا ہے، جا! تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی، وہ اب تیرے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ امام محمد فرماتے ہیں: ہم

اسی کو لیتے ہیں، اور یہی امام ابو حنیفہ کا اور عام علماء کا قول ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

نیز امام محمد بن حسن بروایت امام ابو حنیفہ، عن حماد، حضرت ابراہیم نخعی سے نقل کرتے ہیں کہ: جس شخص نے ایک طلاق دی، مگر اس کی نیت تین طلاق کی تھی، یا تین طلاقیں دیں مگر نیت ایک کی تھی، فرمایا کہ: اگر اس نے ایک کا لفظ کہا تو ایک طلاق ہوگی، اس کی نیت کوئی چیز نہیں، اور اگر تین کا لفظ کہا تو تین ہوں گی، اور اس کی نیت کوئی چیز نہیں۔ امام محمد فرماتے ہیں: ہم ان سب کو لیتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

حسین بن علی کراہیسی ادب القضا میں بطریق علی بن عبداللہ (ابن المدینی) عن عبدالرزاق عن معمر بن طاووس سے حضرت طاووس (تابعی) کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ: جو شخص تمہیں طاووس کے بارے میں یہ بتائے کہ وہ تین طلاق کے ایک ہونے کی روایت کرتے تھے، اسے جھوٹا سمجھو۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ: میں نے عطاء (تابعی) سے کہا کہ: آپ نے ابن عباس سے یہ بات سنی ہے کہ بکر (یعنی وہ عورت جس کی شادی کے بعد ابھی خانہ آبادی نہ ہوئی ہو) کی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں؟ فرمایا: مجھے تو ان کی یہ بات نہیں پہنچی اور عطاء، ابن عباس کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

ابو بکر صامی رازی احکام القرآن میں آیات واجادیث اور اقوال سلف سے تین طلاق کے وقوع کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: پس کتاب وسنت اور اجماع سلف تین طلاق بیک وقت کے وقوع کو ثابت کرتے ہیں، اس طرح طلاق دینا معصیت ہے۔

ابوالولید الباجی المنتقی میں فرماتے ہیں: پس جو شخص بیک لفظ تین طلاقیں دے گا اس کی تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، جماعت فقہاء بھی اسی کی قائل ہے، اور ہمارے قول کی دلیل اجماع صحابہ ہے، کیونکہ یہ مسئلہ ابن عمر، عمران بن حصین، عبداللہ بن مسعود، ابن عباس، ابو ہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور ان کا کوئی مخالف نہیں۔

ابو بکر بن عربی تین طلاق کے نافذ کرنے کے بارے میں ابن عباس کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث کی صحت مختلف فیہ ہے، پس اس کو اجماع پر کیسے مقدم کیا جاسکتا ہے؟ اور اس کے معارض محمود بن لبید کی حدیث موجود ہے، جس میں یہ تصریح ہے کہ ایک شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رد نہیں فرمایا، بلکہ نافذ کیا۔ غالباً ان کی مراد نسائی کی روایت کے علاوہ کوئی اور روایت ہے، اور ابو بکر بن عربی حافظ ہیں اور بہت ہی وسیع الروایات ہیں۔ یا ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رد کیا ہوتا تو حدیث میں اس کا ذکر ہوتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر غضب ناک ہونا بھی تین طلاق کے وقوع کی دلیل ہے، اور ابن عربی کی مراد کے لئے کافی ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے التمهید اور الاستدکار میں اس مسئلے کے دلائل نقل کرنے اور اس پر اجماع ثابت کرنے میں بہت توسع سے کام لیا ہے۔

لفظ واحد سے طلاق ثلاثہ کے وقوع میں فقہاء اسلاف امت کا اجماع

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ فتح القدیر میں لکھتے ہیں: فقہائے صحابہ کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں، مثلاً: خلفائے راشدین،

عبادہ، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم۔ ان کے سوا فقہائے صحابہ قلیل ہیں، اور باقی حضرات انہی سے رجوع کرتے اور انہی سے فتویٰ دریافت کیا کرتے تھے، اور ہم ان میں سے اکثر کی نقل صریح ثابت کر چکے ہیں کہ وہ تین طلاق کے وقوع کے قائل تھے، اور ان کا مخالف کوئی ظاہر نہیں ہوا۔ اب حق کے بعد باطل کے سوا کیا رہ جاتا ہے؟ اسی بنا پر ہم نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم یہ فیصلہ دے کہ تین طلاق ہلفظ واحد ایک ہوگی تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں، لہذا یہ مخالفت ہے اختلاف نہیں۔ اور حضرت انس کی یہ روایت کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں، امام طحاوی وغیرہ نے ذکر کی ہے۔

جس شخص نے کتاب و سنت، اقوال سلف اور احوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جمہور کے دلائل کا احاطہ کیا ہو وہ اس مسئلے میں، نیز فقہائے صحابہ کی تعداد کے بارے میں ابن ہمام کے کلام کی قوت کا صحیح اندازہ کر سکتا ہے، اگرچہ ابن حزم نے احکام میں ان کی تعداد بڑھانے کی بہت کوشش کی ہے، چنانچہ انہوں نے ہر اس صحابی کو جس سے فقہ کے ایک دو مسئلے بھی منقول تھے، فقہائے صحابہ کی صف میں شامل کر دیا۔ اس سے ابن حزم کا مقصد صحابہ کرام کا اجلال و تعظیم نہیں، بلکہ یہ مقصد ہے کہ اجماعی مسائل میں جمہور کا یہ کہہ کر توڑ کر سکیں کہ ان سب کی نقل پیش کرو۔ حالانکہ ہر وہ شخص جس سے فقہ کے ایک دو مسئلے یا سنت میں ایک دو حدیثیں مروی ہوں، اسے مجتہدین میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے؟ خواہ وہ کوئی ہو، اگرچہ صحابیت کے اعتبار سے صحابہ کرام کا مرتبہ بہت عظیم القدر ہے، اور اس کی کچھ تفصیل آئندہ آئے گی۔

اور جو شخص کسی چیز پر اجماع ثابت کرنے کے لئے ان ایک لاکھ صحابہ کے ایک ایک فرد کی نقل کو شرط ٹھہراتا ہے جو دو سال نبوی کے وقت موجود تھے، وہ خیال کے سمندر میں غرق ہے، اور وہ حقیقہ اجماع میں جمہور کا توڑ کرنے میں ابن حزم سے بازی لے گیا ہے، ایسا شخص خواہ حنبلی ہونے کا مدعی ہو مگر وہ مسلمانوں کے راستے کے بجائے کسی اور راہ پر چل رہا ہے۔

حنابلہ میں حافظ ابن رجب حنبلی بچپن ہی سے ابن قیم اور ان کے شیخ (ابن تیمیہ) کے سب سے بڑے متبع تھے، بعد ازاں ان پر بہت سے مسائل میں ان دونوں کی گمراہی واضح ہوئی، اور موصوف نے ایک کتاب میں جس کا نام بیان مشکل الأحادیث الواردة فی ان الطلاق الثلاث واحدا رکھا، اس مسئلے میں ان دونوں کے قول کو رد کیا، اور یہ بات ان لوگوں کے لئے باعث عبرت ہوئی چاہئے جو احادیث کے مداخل و مخارج کو جانے بغیر ان دونوں کی کج بحثی (تشغیب) سے دھوکا کھاتے ہیں، حافظ ابن رجب اس کتاب میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی فرماتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ صحابہ، تابعین اور ان کے سلف سے، جن کا قول حرام و حلال کے فتویٰ میں لائق اعتبار ہے، کوئی صریح چیز ثابت نہیں کہ تین طلاقیں دخول کے بعد ایک شمار ہوں گی، جبکہ ایک لفظ سے دی گئی ہوں، اور امام اعمش سے مروی ہے کہ کوفہ میں ایک بڑھا تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے سنا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رد کیا جائے گا لوگوں کی اس کے پاس ڈار لگی ہوئی تھی، آتے تھے اور اس سے یہ حدیث سنتے تھے، میں بھی اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تم نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے سنا ہے؟ بولا: میں نے ان سے سنا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رد کیا جائے گا۔ میں نے کہا: آپ نے حضرت علی

سے یہ بات کہاں سنی ہے؟ بولا: میں تجھے اپنی کتاب نکال کر دکھاتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے اپنی کتاب نکالی اس میں لکھا تھا:
 بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ تحریر ہے جو میں نے علی بن ابی طالب سے سنی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: جب آدمی اپنی بیوی کو تین
 طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو اس سے بایں ہو جائے گی، اور اس کے لئے حلال نہیں رہے گی یہاں تک کہ کسی اور شوہر سے
 نکاح کرے۔ میں نے کہا: تیرا ناس ہو جائے! تحریر کچھ اور ہے، اور تو بیان کچھ اور کرتا ہے۔ بولا: صحیح تو یہی ہے، لیکن یہ ادگ مجھ سے
 یہی چاہتے ہیں۔ اس کے بعد ابن رجب نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث سند کے ساتھ نقل کی، جو پہلے گزر چکی
 ہے، اور کہا کہ: اس کی سند صحیح ہے۔

اور حافظ جمال الدین بن عبد البہادی الحنفی نے اپنی کتاب السیر الحاث الی علم الطلاق الثلاث میں اس مسئلے
 پر ابن رجب کی مذکورہ بالا کتاب سے بہت عمدہ نقول جمع کر دیئے ہیں، اس کا مخطوطہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے، جو
 الجامع کے شعبے میں کے تحت درج ہے۔

جمال بن عبد البہادی اس کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں: تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں، یہی صحیح مذہب ہے، اور ایسی مطلقہ،
 مرد کے لئے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ کسی دوسری جگہ نکاح کرے۔ امام احمد کے مذہب کی اکثر کتابوں مثلاً: خرقی، المستق، المحرز،
 الہدایہ وغیرہ میں اسی قول کو جزم کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اثرم کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ (امام احمد بن حنبل) سے کہا کہ: ابن عباس
 کی حدیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں تین طلاق ایک ہوتی تھی، آپ اس کو کس چیز کے
 ساتھ رد کرتے ہیں؟ فرمایا: لوگوں کی ابن عباس سے اس روایت کے ساتھ کہ وہ تین ہوتی ہیں۔ اور فروع میں اسی قول کو مقدم کیا
 ہے، اور المغنی میں بھی اسی پر جزم کیا ہے، اور اکثر حضرات نے تو اس قول کے علاوہ کوئی قول ذکر ہی نہیں کیا۔

اور ابن عبد البہادی کی عبارت میں اکثر کتب اصحاب احمد کا جو لفظ ہے وہ احمد بن تیمیہ کے بعد کے متأخرین، مثلاً: بنو مفلح اور
 مرادہ کے اعتبار سے ہے، ان لوگوں نے ابن تیمیہ سے دھوکا کھایا ہے، اس لئے ان کا قول امام احمد کے مذہب میں ایک قول شمار
 نہیں ہوگا۔ الفروع کا مصنف بھی بنی مفلح کے انہی لوگوں سے ہے جنہوں نے ابن تیمیہ سے فریب کھایا۔

امام ترمذی کے استاذ اسحاق بن منصور نے بھی اپنے رسالہ مسائل عن احمد میں جو ظاہریہ دمشق میں فقہ حنابلہ کے تحت نمبر: پر
 درج ہے اسی کی مثل ذکر کیا ہے جو اثرم نے ذکر کیا ہے۔ بلکہ امام احمد بن حنبل اس مسئلے کی مخالفت کو خروج از سنت سمجھتے تھے، چنانچہ
 انہوں نے سنت کے بارے میں جو خط مسدد بن سرہد کو لکھا اس میں تحریر فرماتے ہیں:

اور جس نے تین طلاقیں ایک لفظ میں دیں اس نے جہالت کا کام کیا، اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی، اور وہ اس کے لئے
 کبھی حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ دوسری جگہ نکاح کرے۔

امام احمد کا یہ جواب قاضی ابوالحسن بن ابی یعلیٰ الحنفی نے طبقات حنابلہ میں مسدد بن سرہد کے تذکرے میں سند کے
 ساتھ ذکر کیا ہے، اور اس کی سند ایسی ہے جس پر حنابلہ اعتماد کرتے ہیں۔ امام احمد نے اس مسئلے کو سنت میں سے اس لئے شمار کیا کہ
 روافض، مسلمانوں کے نکاحوں سے کھیلنے کے لئے اس مسئلے کی مخالفت کرتے تھے۔

امام کبیر ابو الوفا بن عقیل الحسینی کے بارے میں ہے۔ اور وہ کسی نے اپنی بیوی سے کہا: مجھے تین طلاق نکرو تو تین ہی واقع ہوں گی، کیونکہ یہ اکثر کا استثناء ہے، لہذا استثناء صحیح نہیں۔

اور ابو البرکات محمد الدین محمد السلام بن تیمیہ الحرامی الحسینی مؤلف منہجی الاخبار (حافظ ابن تیمیہ کے دادا) اپنی کتاب المحرر میں لکھتے ہیں:

اور اگر اس کو (ایک طلاق دے کر) بغیر مراجعت کے دو طلاقیں دیں یا تین، ایک لفظ میں یا الگ الگ لفظوں میں، ایک طہر میں یا الگ الگ طہروں میں تو یہ واقع ہو جائیں گی، اور یہ طریق بھی سنت کے موافق ہے۔ امام احمد کے ایک روایت ہے کہ یہ بدعت ہے، اور ایک روایت ہے کہ ایک طہر میں تین طلاقیں جمع کرنا بدعت ہے، اور تین الگ الگ طہروں میں دینا سنت ہے۔ اور احمد بن تیمیہ اپنے اس دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ خفیہ طور پر فتویٰ دیا کرتا تھے کہ تین طلاقوں کو ایک کی طرف رد کیا جائے گا۔ حالانکہ ان کی اپنی کتاب المحرر کی تصریح آپ کے سامنے ہے، اور ہم ابن تیمیہ کے دادا کو اس بات سے نہی سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی کتابوں میں جو تصریح کریں چھپ کر اس کے خلاف بات کریں۔ یہ حالت تو منافقین اور زنادقہ کی ہوا کرتی ہے، اور ہمیں ابن تیمیہ کی لقل میں بکثرت جھوٹ کا تجربہ ہوا ہے، پس جب وہ اپنے دادا کے بارے میں یہ کھلا سفید جھوٹ بول سکتے ہیں تو دوسروں کے بارے میں ان کو جھوٹ بولنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہم سلامتی کی درخواست کرتے ہیں

اور اس مسئلے میں شافعیہ کا مذہب آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہے، ابوالحسن السبکی، کمال زملکانی، ابن جہل، ابن فرکان، عز بن جماعہ اور تقی حسنی وغیرہ نے اس مسئلے میں اور دیگر مسائل میں ابن تیمیہ کے رد میں تالیفات کی ہیں جو آج بھی اہل علم کے ہاتھ میں ہیں۔

اور ابن حزم ظاہری کو مسائل میں شد و ذہد پر فریفتہ ہونے کے باوجود یہ گنجائش نہ ہوئی کہ اس مسئلے میں جمہور کے راستے پر نہ چلیں، بلکہ انہوں نے بلفظ واحد تین طلاق کے وقوع پر دلائل قائم کرنے میں بڑے توسع سے کام لیا ہے، اس پر اطلاع واجب ہے، تاکہ ان بر خود غلط مدعیوں کے زلیخ کا اندازہ ہو سکے جو اس کے خلاف کا زعم رکھتے ہیں۔

اس مفصل بیان سے اس مسئلے میں صحابہ و تابعین وغیرہ پوری اُمت کا قول واضح ہو گیا، صحابہ و تابعین کا بھی، اور دیگر حضرات کا بھی، اور جو احادیث ہم نے ذکر کی ہیں وہ تین طلاق بلفظ واحد کے وقوع میں کسی قائل کے قول کی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتیں۔

اور کتاب اللہ کی دلالت اس مسئلے پر ظاہر ہے، جو مشاغبہ (کج بحثی) کو قبول نہیں کرتی، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: **فَطَلِقُوْهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ** (پس ان کو طلاق دو ان کی عدت سے قبل) اللہ تعالیٰ نے عدت سے آگے طلاق دینے کا حکم فرمایا، مگر یہ نہیں فرمایا کہ غیر عدت میں طلاق دی جائے تو باطل ہوگی، بلکہ طرز خطاب غیر عدت کی طلاق کے وقوع پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔ **وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ** (الطلاق)

اور یہ اللہ کی قائم کی ہوئی حدود ہیں، اور جو شخص حدود اللہ سے تجاوز کرے اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ پس اگر غیر عدت میں دی گئی طلاق واقع نہ ہوتی (بلکہ لغو اور کالعدم ہوتی) تو غیر عدت میں طلاق دینے سے وہ ظالم نہ ہوتا،

نیز اس پر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا (الطلاق)
اور جو ڈرے اللہ سے، ہمارے گا اللہ اس کے نکلنے کا راستہ۔

اس کا مطلب واللہ اعلم یہ ہے کہ جب طلاق اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دے اور طلاق الگ الگ طہروں میں دے، اس صورت میں اگر طلاق واقع کرنے کے بعد اسے پشیمانی ہو تو اس کے لئے اپنی واقع کردہ طلاق سے مخرج کی صورت موجود ہے، اور وہ ہے رجعت۔ حضرت عمر، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے آیت کا یہی مطلب سمجھا ہے، قرآن کریم کے فہم و ادراک میں ان کی مثل کون ہے؟

اور حضرت علی کرم اللہ ذیلہ کا ارشاد ہے کہ: اگر لوگ طلاق کی مقرر کردہ حد کو ملحوظ رکھیں تو کوئی شخص جس نے بیوی کو طلاق دی ہو، نادم نہ ہوا کرے۔ یہ ارشاد بھی اسی طرف اشارہ ہے، اور اسرار تنزیل کے سمجھنے میں باب مدیۃ العلم کی مثل کون ہے؟

اور حق تعالیٰ کا ارشاد: اَلطَّلَاقُ مَوْتَانِ بھی دلالت کرتا ہے کہ دو طلاقیں کا جمع کرنا صحیح ہے، جبکہ مَوْتَانِ کے لفظ کو دو پر محمول کیا جائے، جیسا کہ ارشاد خداوندی: نُوْفِيْهَا اَجْرًا مَّرْكُوْنًا میں ہے۔ اور قرآن کریم کی آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں، اور امام بخاری نے آیت کے معنی اسی طرح سمجھے ہیں، چنانچہ انہوں نے اس آیت کو باب من اجاز طلاق الثلاث کے تحت ذکر کیا ہے، اسی طرح ابن حزم نے بھی یہی سمجھا ہے، اور علامہ کرمانی نے اس کی تائید کی ہے، کیونکہ ایسا کوئی شخص نہیں پایا جاتا ہے جو دو اور تین طلاق کے وقوع کی صحت میں فرق کرتا ہو، اور اسی کی طرف شافعیہ کا میلان ہے۔ اور ابن حجرؒ کا فقہ تکلف ہے، انہیں لغت میں توسع حاصل نہیں، اور نظر اور لغت کے باب میں ان کا قول کرمانی کے قول کے سامنے کوئی چیز نہیں، اور جب اس لفظ مَوْتَانِ کو اس پر محمول کرو کہ یہ مثنائی مکررہ کے قبیل سے ہے (یعنی مَوْتَانِ کا مفہوم یہ ہے کہ طلاق دو مرتبہ الگ الگ الفاظ میں دی جانی چاہئے)، تو یہ لفظ تین طلاق کے وقوع کی صحت پر بھی دلالت کرے گا، جبکہ وہ بہ تکرار لفظ ہوں، خواہ حیض میں ہوں، یا طہر میں، یا چند طہروں میں، یا ایک مجلس میں، یا چند مجالس میں، پس جب طلاق طہر میں یا حیض میں بہ تکرار لفظ صحیح ہے تو طہر میں یا حیض میں بلفظ واحد بھی صحیح ہوگی، کیونکہ ایسا کوئی شخص نہیں جو اس میں اور اس میں فرق کرتا ہو، نزاع کرنے والوں کا نزاع صرف اس صورت میں ہے جبکہ طلاق متفرق طہروں میں نہ دی گئی ہو، اور یہ ظاہر ہے۔

اور شوکانی نے چاہا کہ اس کے تشابہء مکررہ کے قبیل سے ہونے کے ساتھ تمسک کریں جیسا کہ زحشری کہتے ہیں، اور ان کو خیال ہوا کہ (زحشری) اس قول کے ساتھ اس مسئلے میں اپنے مذہب سے دور چلے گئے ہیں، مگر ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ شوکانی کو ایسی جگہ کہاں سے مل سکتی ہے؟ جس کے ذریعہ وہ اس آیت سے تمسک کریں، آیت تو اس طرح ہے جس طرح کہ ہم شرح کر چکے ہیں، لیکن دُوبتا ہوا آدمی ہر تنکے کا سہارا لیا کرتا ہے۔

اور یہ گفتگو تو اس صورت میں ہے جبکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ آیت قصر پر دلالت کرتی ہے، اور یہ بھی فرض کر لیا جائے طلاق سے مراد طلاق شرعی ہے جس کے خلاف دی گئی طلاق لغو ہوتی ہے، جیسا کہ شوکانی کا خیال ہے، پھر جبکہ یہ دونوں باتیں بھی ناقابل تسلیم ہوں تو شوکانی کا تمسک کیسے صحیح ہوگا؟ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ایک طلاق رجعی، طلاق شرعی شمار ہوتی ہے اور انقضائے عدت کے

بعد اس سے بیہوش واقع ہو جاتی ہے، باوجودیکہ وہ طلاق بعد از طلاق نہیں۔

اور امام ابو بکر صامی رازی نے جمہور کے قول پر کتاب اللہ کی دلالت کو اس سے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے، جو شخص مزید بحث دیکھنا چاہتا ہو وہ احکام القرآن کی مراجعت کرے۔

اور آیات شریفہ طرز خطاب میں اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ معترق طہروں میں طلاق دینے کا حکم طلاق دہندگان کی ذنیوی مصلحت پر مبنی ہے، اور وہ مصلحت ہے ان کو طلاق میں ایسی جلد بازی سے بچانا، جس کا نتیجہ ندامت ہو۔ لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مخصوص حالات کی بنا پر طلاق دینے والے کو ندامت نہیں ہوتی، پس غیر عدت میں دی گئی طلاق سے ندامت منکف ہو سکتی ہے، کیونکہ جو شخص الگ الگ طہروں میں طلاق دے، کبھی اس کو بھی ندامت ہوتی ہے، اور کبھی خاص حالات کی بنا پر ایسے شخص کو بھی ندامت نہیں ہوتی جس نے حیض میں طلاق دی ہو، یا ایسے طہر میں جس میں مقاربت ہو چکی ہو، پس ندامت طلاق مذکور کے ساتھ پائی تو جاتی ہے، مگر اس کے لئے وصف لازم نہیں ہے، تاکہ یہاں حکم اس کی ضد کی تحریم کو مفید ہو، جیسا کہ بعض لوگ اس کے قائل ہیں۔ اس تقریر سے شوکانی کے اس کلام کی قیمت معلوم ہو جاتی ہے جو اس نے اس موقع پر کیا ہے۔

حاصل یہ کہ آیات شریفہ نسق خطاب کے لحاظ سے اور حق تعالیٰ کا ارشاد بالطلاق مَرَّتَانِ دونوں تفسیروں پر، نیز وہ احادیث جو پہلے گزر چکی ہیں، یہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ غیر عدت میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے، مگر گناہ کے ساتھ۔ پس یہ بات قیاس سے مستغنی کر دیتی ہے، کیونکہ مورفص میں قیاس کی حاجت نہیں۔

اور یہ جو ذکر کیا جاتا ہے کہ: ظہار، قول منکر اور زور ہے، اس کے باوجود اس پر حکم مرتب ہو جاتا ہے یہ محض نظیر کے طور پر ہے، قیاس کے طور پر نہیں۔ اور چونکہ شوکانی نے یہ سمجھا کہ اس کا ذکر قیاس کے طور پر کیا جا رہا ہے اس لئے موصوف نے فوراً یہ کہہ کر مشاغبہ شروع کر دیا کہ: یہ قیاس غلط ہے، کیونکہ حرام چیزوں کی بیع اور محرمات سے نکاح کرنا بھی قول منکر اور زور ہے، لیکن وہ باطل ہے اس پر اس کا اثر مرتب نہیں ہوگا، لہذا قیاس صحیح نہیں۔ مگر یہ بات شوکانی کی نظر سے اوجھل رہی کہ بیع اور نکاح کی مثال میں دلیل فرق بالکل ظاہر اور کھلی ہے، کیونکہ یہ دونوں ابتدائی عقد ہیں، کسی عقد قائم پر طاری نہیں ہوتے، بخلاف طلاق اور ظہار کے، کہ وہ دونوں ایک ایسے عقد پر جو پہلے سے قائم ہے، طاری ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر بالفرض یہاں قیاس کی ضرورت ہو تو طلاق کو ظہار پر قیاس کرنا شوکانی کے علی الرغم صحیح ہے، تعجب تو اس پر ہے کہ شوکانی اس قسم کے بے مقصد مشاغبوں سے اکتاتے نہیں۔

امام طحاوی کی احادیث بیان کرنے کا مقصد

یہاں ایک اور دقیق بات کی طرف بھی اشارہ ضروری ہے، اور وہ یہ کہ امام طحاوی اکثر و بیشتر ابواب کے تحت احادیث پر، جو اخبار آحاد ہیں، بحث کرنے کے بعد دلیل نظر بھی ذکر کیا کرتے ہیں، کہ نظر یہاں فلاں فلاں بات کا تقاضا کرتی ہے۔ بعض لوگ جو حقیقت حال سے بے خبر ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ موصوف زیر بحث مسئلے میں قیاس کو پیش کر رہے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں، دراصل اہل عراق کا قاعدہ یہ ہے کہ کتاب و سنت سے ان کے یہاں جو اصول منہج ہو کر سامنے آتے ہیں وہ احادیث آحاد کو ان پر پیش کیا کرتے ہیں، اگر کوئی خبر واحد ان اصول شرعیہ کے خلاف ہو تو وہ اسے شاذ اور نظائر سے خارج قرار دے کر اس میں توقف سے کام لیتے ہیں، اور

اس میں مزید غور و فکر کرتے ہیں، تا آنکہ مزید دلائل ان کے سامنے آجائیں۔ پس امام طحاوی کا دلیل نظر کو پیش کرنا دراصل اس قاعدے کی تطبیق کے لئے ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ اصول ان کے نزدیک بہت ہی دقیق ہے، اس لئے ان کی تطبیق بھی آسان نہیں، بلکہ اس کے لئے امام طحاوی جیسے دقیق النظر اور وسیع العلم مجتہد کی ضرورت ہے، اس لئے امام طحاوی کی کتابیں اس قسم کے اصول و قواعد کے لئے، جن کو ضعیف متأخرین نے چھوڑ دیا ہے، بہت ہی مفید ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ امام طحاوی اجتہاد مطلق کے مرتبے پر فائز ہیں، اگرچہ انہوں نے امام ابو حنیفہ سے امتساب کو نہیں چھوڑا۔ اور امام طحاوی کا یہ قول کہ: عقود میں شروع ہونا تو صحیح نہیں، مگر اسی طریقے سے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، بخلاف ان امور کے جو عقود قائمہ پر طاری ہوں یہ من جملہ انہی اصول کے ہے جن پر ضمیر واحد کو پیش کیا جاتا ہے، اور خروج من الصوۃ کا ذکر بطور نظیر کے ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ حاصل یہ کہ امام طحاوی جو وجود نظر ذکر کرتے ہیں وہ مورد نص میں قیاس کی خاطر نہیں، بلکہ اپنے اصول کے مطابق کسی حدیث کی تصحیح یا ایک حدیث کی دوسری حدیث پر ترجیح کی خاطر ذکر کرتے ہیں، اگرچہ ان کی ذکر کردہ نظر میں قیاس بھی صحیح ہوتا ہے۔

بہر حال کتاب و سنت اور فقہائے اُمت تین طلاق کے مسئلے میں پوری طرح متفق ہیں، پس جو شخص ان سب سے نکل جائے وہ قریب قریب اسلام ہی سے نکلنے والا ہوگا، الا یہ کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو، اور اس مسئلے میں جہل بسیط رکھتا ہو تو اس کو تو بیدار کرنا ممکن ہے، بخلاف اس شخص کے جس کا جہل مرکب یا مکعب ہو، کہ یا تو صرف اپنے جہل سے جا مل و بے خبر ہو (یہ تو جہل مرکب ہوا)، یا اپنے جہل مرکب کے ساتھ یہ بھی اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس مسئلے کو، جو اس کے لئے جہل مرکب کے ساتھ مجہول ہے، اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ جانتا ہے، (یہ جہل مکعب ہے)، ایسے شخص کو راہ راست پر لانا ممکن نہیں، (مقالہ، شیخ حسن کوثری)

بَابُ: الرَّجْعَةِ

یہ باب رجوع کرنے کے بیان میں ہے

رجعت کی لغوی و اصطلاحی تعریف و حکم کا بیان

رجعت کے لغوی معنی: لوٹنا اصطلاحی معنی: پہلے سے قائم نکاح (جو طلاق کی دلیل سے ختم ہو رہا ہے) پھر سے برقرار رکھنا ہے۔ طلاق کی تین قسموں میں سے رجعت صرف طلاق رجعی ہی میں ہوا کرتی ہے اور طلاق رجعی میں بھی عدت ختم ہونے سے پہلے ہی رجعت کرنے کا حق ہوتا ہے، اس کے بعد رجعت نہیں کر سکتا، رجعت کے لیے عورت کا رضا مند ہونا یا اس کے علم میں لا کر رجعت کرنا ضروری نہیں۔

عن قیس بن زید: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلق حفصة بنت عمر فدخل علیها خالها

قدامة و عثمان ابنا مظعون فبکت و قالت: و اللہ ما طلقنی عن شبع و جاء النبی صلی اللہ علیہ و

سلم فقال: قال لی جبریل علیہ السلام راجع حفصة فإنها صوامۃ قوامۃ و إنها زوجتک فی

الجنة۔ (مسندک حاکم، ذکر أم المؤمنین حفصة بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، رقم الحديث، ۶۷۵۳)

وَكَذَا لَا مَهْرَ لِي الرَّجْعَةِ وَلَا يُشْرَطُ لَهَا رَحْمَةُ الْمَرْأَةِ إِلَّا لَهَا مِنْ شَرِّ الْعَدَاءِ الْعَقْدِ لَا مِنْ شَرِّ طِ
الْبَقَاءِ، وَكَذَا إِغْلَامُهَا بِالرَّجْعَةِ لَيْسَ بِشَرْطٍ حَتَّىٰ لَوْ لَمْ يَعْلَمْهَا بِالرَّجْعَةِ جَارَتْ، لِأَنَّ الرَّجْعَةَ حَقٌّ
عَلَى الْمُسْلِمِ لِكَوْنِهِ تَصَرُّفًا فِي مِلْكِهِ بِالِاسْتِيفَاءِ، وَالِاسْتِيفَاءُ، فَلَا يُشْرَطُ لِيهِ إِغْلَامُ الْغَيْرِ
كَأَلَا جَارَهُ لِي الْمَحَارِ لِكُنْه مَذْذُوبٌ إِلَيْهِ، وَمُسْتَحَبٌّ (بدائع الصنائع تيان مائتة الرجعة، ج ۴، ص ۳۳۳)

رجعت کے دو طریقے ہیں۔ (۱) قولی، (۲) فعلی

(۱) رجعت کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے صاف صاف الفاظ میں کہہ دے کہ میں نے تم کو اپنے نکاح میں لوٹا لیا اور اس پر دو گواہ بنائے (یہ رجعت کا بہتر طریقہ ہے) یا رجعت کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال کرے جو د معنی رکھتے ہوں (۱) حقیقی معنی (۲) مجازی معنی جس سے رجعت مراد لی جائے جیسے تو میرے نزدیک ویسے ہی ہے جیسے پہلے تھی، البتہ ان الفاظ میں رجعت کی نیت کرنے سے رجعت ہوگی ورنہ نہیں (ان دونوں صورتوں کو رجعت قولی کہتے ہیں)۔

وَأَمَّا رُكْنُ الرَّجْعَةِ فَهُوَ قَوْلٌ أَوْ فِعْلٌ يَذُلُّ عَلَى الرَّجْعَةِ: أَمَّا الْقَوْلُ فَيَنْحَوُّ أَنْ يَقُولَ لَهَا: رَاجِعْتُكَ أَوْ رَدَدْتُكَ أَوْ رَجَعْتُكَ أَوْ أَعْدْتُكَ أَوْ رَاجَعْتُكَ أَوْ رَدَدْتُكَ أَوْ أَعْدْتُكَ أَوْ رَجَعْتُكَ أَوْ رَدَدْتُكَ أَوْ أَعْدْتُكَ لَأَنَّ الرَّجْعَةَ رَدٌّ وَإِعَادَةٌ إِلَى الْحَالَةِ الْأُولَى وَلَوْ قَالَ لَمَّا نَكَحْتُكَ أَوْ تَزَوَّجْتُكَ كَانَ رَجْعَةً فِي ظَاهِرِ
الرُّوَايَةِ (بدائع الصنائع رُكْنُ الرَّجْعَةِ)

(۲) رجعت کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ عورت کے ساتھ ایسے افعال کئے جائیں جو صرف بیوی کیساتھ کیے جاتے ہیں: اس کو شہوت سے چھو لے یا بوسہ لے لے یا محبت کر لیں وغیرہ، اس کیلئے گواہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ حوالہ

وَأَمَّا رُكْنُ الرَّجْعَةِ فَهُوَ قَوْلٌ أَوْ فِعْلٌ يَذُلُّ عَلَى الرَّجْعَةِ: وَأَمَّا الْفِعْلُ فَالَّذِي عَلَى الرَّجْعَةِ فَهُوَ أَنْ يُجَامِعَهَا أَوْ يَمَسَّ شَيْئًا مِنْ أَعْضَانِهَا لِشَهْوَةٍ أَوْ يَنْظُرَ إِلَى فَرْجِهَا عَنْ شَهْوَةٍ أَوْ يُوجِدَ شَيْءًا مِنْ ذَلِكَ هَهُنَا عَلَى مَا بَيَّنَّا وَوَجْهٌ دَلَالَةٍ هَلِهِ الْأَفْعَالُ عَلَى الرَّجْعَةِ مَا ذَكَرْنَا فِيمَا تَقَدَّمَ وَهَذَا صَحْلًا

(بدائع الصنائع رُكْنُ الرَّجْعَةِ، ج ۴، ص ۳۵۳)

رجوع و عدم رجوع کی صورت میں اقسام طلاق

اسی طرح حضرات فقہاء نے قرآن و سنت کی نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے وقوع کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں کی ہیں۔ یعنی عدت گزر جانے کے بعد عورت اور مرد کی حیثیت کیا رہے گی۔ گویا کہ طلاق کی یہ تین قسمیں وقوع طلاق کے بعد اس کے اثرات اور ان کے نتائج کو ظاہر کرتی ہیں۔

(۱) طلاق رجعی

وہ طلاق کہلاتی ہے جس کے بعد عورت کی عدت کے اندر مرد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عورت سے رجوع کر لے۔۔۔ لیکن مرد

کو یہ اختیار صرف ایک یا دو طلاقیں تک رہتا ہے۔

طلاق رجعی کا حکم

طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ طلاق دیتے ہی وہ نکاح سے نہیں نکلے گی بلکہ عدت گزرنے تک وہ نکاح میں رہے گی اس لیے عدت کے اندر شوہر اس کو دیکھ سکتا ہے، چھو سکتا ہے اور محبت وغیرہ کر سکتا ہے مگر ایسا کرنے سے رجعت ہو جائے گی اور وہ رجعت نہ کرنا چاہے تو ان ساری چیزوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور عورت کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ عدت میں اچھا زیب و زینت اور خوب بناؤ سنگھار کرتی رہے کہ ہو سکتا ہے مرد کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے اور رجعت کر لے، عدت گزر گئی اور مرد نے رجعت نہیں کی تو وہ نکاح سے نکل جائے گی اور اب وہ اس کے لیے اجنبیہ کا حکم رکھے گی اور عدت کے بعد بغیر نکاح کے مرد اس کو اپنی بیوی نہیں بنا سکتا۔

وَأَمَّا بَيَانُ حُكْمِ الطَّلَاقِ فَحُكْمُ الطَّلَاقِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَالِ الطَّلَاقِ مِنَ الرَّجْعِيِّ، وَالْبَائِنِ، وَيَتَعَلَّقُ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَحْكَامٌ بَعْضُهَا أَصْلِيٌّ، وَبَعْضُهَا مِنْ التَّوَابِعِ، أَمَّا الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ فَالْحُكْمُ الْأَصْلِيُّ لَهُ هُوَ نَقْضَانُ الْعَدَّةِ، فَأَمَّا زَوَالُ الْمِلْكِ، وَحُلُّ الْوَطْءِ فَلَيْسَ بِحُكْمٍ أَصْلِيٍّ لَهُ لَا زِمَ حَتَّى لَا يَثْبُتَ لِلنِّحَالِ، وَإِنَّمَا يَثْبُتُ فِي الثَّانِي بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ، فَإِنْ طَلَّقَهَا وَلَمْ يُرَاجِعْهَا بَلْ تَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا بَانَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَزُولُ أَصْلًا، وَإِنَّمَا يَحْرُمُ وَطْؤُهَا مَعَ قِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهِ كَمَا لَوْ طَوَّرَ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ، وَالنَّفَاسِ وَالذَّلِيلِ عَلَى قِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهِ أَنَّهُ يَصِحُّ طَلَاقُهُ، وَظَهَارُهُ، وَإِبْلَاؤُهُ، وَتَجَرِي اللَّعَانُ بَيْنَهُمَا، وَيَتَوَارَكُانِ، وَهَذِهِ أَحْكَامُ الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ، وَكَذَا يَمْلِكُ مُرَاجَعَتَهَا بِغَيْرِ رِضَاهَا وَلَوْ كَانَ مِلْكُ النِّكَاحِ زَائِلًا مِنْ وَجْهِ لَكَانَتْ الرَّجْعَةُ إِنْ شَاءَ النِّكَاحُ عَلَى الْحُرَّةِ مِنْ غَيْرِ رِضَاهَا مِنْ وَجْهِ، وَهَذَا لَا يَجُوزُ فَجَازَ أَنْ يَظْهَرَ أَنَّ هَذَا الطَّلَاقَ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ، وَهُوَ زَوَالُ الْمِلْكِ، وَحُرْمَةُ الْوَطْءِ، عَلَى أَنَّ لَهُ أَثَرًا تَاجِرًا، وَيُسْتَحَبُّ لَهَا أَنْ تَتَشَوَّفَ، وَتَتَزَيَّنَ، لِأَنَّ الزَّوْجِيَّةَ قَائِمَةً مِنْ كُلِّ وَجْهِ، وَيُسْتَحَبُّ لَهَا ذَلِكَ لَعَلَّ زَوْجَهَا يُرَاجِعُهَا، وَعَلَى هَذَا يَبْنَى حَقُّ الرَّجْعَةِ أَنَّهُ ثَابِتٌ لِلزَّوْجِ بِالْإِجْمَاعِ سَوَاءً كَانَ الطَّلَاقُ وَاحِدًا أَوْ اثْنَيْنِ، أَمَّا عِنْدَنَا فَلِقِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهِ (مَدَامِ الصَّنَاعِ فَضْلٌ فِي بَيَانِ حُكْمِ الطَّلَاقِ)

(۲) طلاق بائن یا بائنہ صغری

اگر عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی دے کر عدت کے اندر اس سے رجوع نہیں کیا تو عدت گزر جانے کے بعد وہ عورت بائن یعنی جدا ہو جاتی ہے۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے اجنبی کی حیثیت اختیار کر گئے۔۔۔ لیکن اگر عدت گزرنے کے بعد۔۔۔ یا ایک عرصہ گزرنے کے بعد وہ دونوں باہمی رضامندی نکاح کرنا چاہیں تو ان کا دوبارہ سے نکاح نئے ایجاب و قبول اور نئے حق مہر

کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اسی دلیل سے اس طلاق کو بائنہ صغریٰ یعنی مہولی جدائی والی بھی کہا جاتا ہے۔

طلاق بائن کا حکم

طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ طلاق دیتے ہی وہ نکاح سے نکل جائے گی اب شوہر کے لیے وہ احبہ کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے اس کو دیکھنا غیر ضروری بات کرنا، چھوٹا اور جماع وغیرہ سب ممنوع ہوگا البتہ اس میں یہ گنجائش ہوگی کہ اگر وہ اس کو پھر سے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہو تو از سر نو نکاح کرنا ہوگا، خواہ عدت میں ہو یا عدت کے بعد۔

وَأَمَّا حُكْمُ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ فَالْحُكْمُ الْأَصْلِيُّ لِمَا دُونَ الثَّلَاثِ مِنَ الْوَاحِدَةِ الْبَائِنَةِ، وَالثَّانِي الْبَائِنَتَيْنِ هُوَ نَقْصَانُ عَدَّةِ الطَّلَاقِ، وَزَوَالُ الْمِلْكِ أَيْضًا حَتَّى لَا يَحِلَّ لَهُ وَطْؤُهَا إِلَّا بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ وَلَا يَصِحُّ ظَهْرُهُ، وَإِبْلَاؤُهُ وَلَا يَجْرِي اللَّعَانُ بَيْنَهُمَا وَلَا يَجْرِي التَّوَارُثُ وَلَا يُحَرِّمُ حُرْمَةُ غِلِيظَةٍ حَتَّى يَجُوزَ لَهُ نِكَاحُهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَتَزَوَّجَ بِزَوْجٍ آخَرَ لِأَنَّ مَا دُونَ الثَّلَاثَةِ وَإِنْ كَانَ بَائِنًا فَلِأَنَّهُ يُوجِبُ زَوَالَ الْمِلْكِ لَا زَوَالَ حِلِّ الْمَحَلِّي (بدائع الصنائع فصل في حُكْمِ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ)

(۳) طلاق مغلظہ

وہ ہے جس میں تین طلاقیں تین طہروں میں متواتر دے دی جائیں۔ یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دی جائیں۔ یا ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دی جائیں۔ ایسی عورت طلاق دینے والے مرد پر فوری طور پر اس وقت تک حرام ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ اس طلاق دینے والے شوہر کی عدت گزار کر دوسرے کسی شخص سے نکاح کر کے اس کے ساتھ جماع نہ کر لے۔ اور پھر وہ دوسرا شوہر خود ہی کسی دلیل سے اس کو طلاق دے دے یا وہ فوت ہو جائے۔ تو اس کی طلاق کی یاد فاق کی عدت پوری کرنے کے بعد اگر دونوں میاں بیوی چاہیں تو نئے ایجاب و قبول اور نئے حق مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔۔۔ چونکہ اس طلاق میں بیوی کی جدائی سابقہ شوہر سے زیادہ ہو جاتی ہے اور عموماً خواتین واپس پہلے شوہر سے نکاح نہیں کرتی ہیں اس لیے اس طلاق کو بائنہ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

طلاق مغلظہ کا حکم

طلاق مغلظہ کا حکم یہ ہے کہ وہ فوراً اس کے نکاح سے ہمیشہ کے لیے نکل جائے گی اور عدت کے اندر بھی وہ احبہ ہی کی طرح ہوگی اور وہ اس کو پھر سے اپنی ز دلیل بنانا چاہتا ہو تو نہیں بنا سکتا البتہ اتنی گنجائش ہوگی کہ اس عورت کی عدت گزرنے کے بعد اس کا نکاح کسی اور مرد سے ہو جائے اور ان دونوں میں محبت بھی ہو جائے پھر شوہر ثانی کسی دلیل سے اسے طلاق دیدے یا اس کا انتقال ہو جائے اور وہ ان کی عدت گزارے تو اب شوہر اول اسے اپنی ز دلیل نکاح کے ذریعہ بنا سکتا ہے لیکن اس عورت کی نیت عقد ثانی کے وقت حلالہ کی ہو تو وہ اور شوہر ثانی دونوں گناہ گار ہوں گے۔ (بدائع الصنائع فصل في حُكْمِ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِسْمَاعِيلُ وَأَرَاهُ قَدْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحْلِلَ وَالْمُحْلَلَّ لَهُ - (ابوداؤد ترمذی فی التعلیل) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحْلِلَ وَالْمُحْلَلَّ لَهُ -

(ابن ماجہ باب الْمُحْلِلِ وَالْمُحْلَلِّ لَهُ، حدیث)

مذکورہ احادیث میں حلالہ کرنے والے مرد اور عورت دونوں پر لعنت فرمائی، جس سے معلوم ہوا کہ وہ دونوں گنہگار ہیں۔

حق طلاق مرد کے پاس ہونے کی حکمتوں کا بیان

سوال: یہاں ایک سوال عموماً بعض نادان حضرات کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے کہ۔ جی طلاق تو مرد نے دی اور سزا عورت کی دی جارہی ہے؟

جواب: اسلام بیان کردہ مذکورہ نظام طلاق اور اسلام کی دیگر معاشرتی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اگر اس کا جائزہ لیا جائے ہر انصاف پسند شخص پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اصل میں یہ سزا عورت کو نہیں مرد کو دی گئی ہے۔۔۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیوی جیسی نعمت عطا کی تھی اور اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کا فریضہ مرد کو سونپا گیا تھا۔ اور اگر حالات کے ناموافق ہونے کی دلیل سے اس کو طلاق دینی ہی تھی تو وہ راستہ اختیار کرتا جو کہ طلاق کی پہلی دو قسموں یعنی طلاق رجعی اور طلاق بائن میں اس کو دکھایا گیا ہے۔۔۔ اور اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔۔۔ لیکن اس نے اللہ کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کیا اور طلاق مغلطہ دے کر اپنی بیوی کو ہمیشہ ہمیشہ اپنے سے جدا کر لیا۔ اب دونوں ایک دوسرے کے لئے دوا جنبیوں کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔۔۔

اور آپ تھوڑا سا تصور کریں اس اسلامی معاشرہ کا جس میں نکاح ثانی کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا، جس میں طلاق شدہ اور بیوہ خواتین سے نکاح کوئی برائی نہیں سمجھا جاتا۔۔۔ جس میں بیوہ اور طلاق شدہ عورت کو دوسری، تیسری چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں۔ الخ شادی کرنے پر طعنہ دینا یا اس کو برا سمجھنا معیوب اور گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اس اسلامی معاشرہ میں کیا وہ عورت جس کو اس کے سابقہ شوہر نے حدود اللہ سے تجاوز کرتے ہوئے طلاق بدعت، یا طلاق مغلطہ دے کر اس کو خود سے جدا کر دیا۔ وہ واپس اس سابقہ شوہر کے عقد میں جانا پسند کرے گی۔۔۔ اور اگر چلی بھی جاتی ہے تو یقیناً وہ یہ دیکھ کر جائے گی کہ اب اس کا مرتبہ و مقام شوہر کی نظر میں پہلے سے بہتر ہوگا۔ تب ہی تو اس نے دوبارہ عقد کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

باوجود اس کے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کی بیوی رہ چکی ہے۔۔۔ اور اگر وہ سمجھتی ہو کہ سابقہ شوہر کے پاس دوبارہ جانا اس کے لئے مفید نہیں ہے۔ تو اس پر جبر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس کو اسی طرح اپنا نکاح سابقہ شوہر سے کرنے یا نہ کرنے کا حق حاصل ہے جس طرح اس کے کنوارا ہونے کے وقت اس کو حاصل تھا۔۔۔ مگر آج کے دور میں جو ہم عورت کو مجبور پاتے ہیں اس میں قصور اسلام کے نظام طلاق کا نہیں ہمارے اس غیر اسلامی معاشرے کا ہے۔ اسلام، اس کے قوانین اور احکامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مکمل اور بھرپور پیکیج ہیں۔ اس کے تمام لازماًت کو ہمارا معاشرہ پورا کرے گا تو پھر اس کے ثمرات ہمیں میسر آئیں گے۔۔۔ ایسا نہیں کہ اس پیکیج میں سے جو ہمیں پسند ہے وہ ہم لے لیں اور جو پسند نہیں اس کو یا تو ترک کر دیں۔۔۔ یا اس میں پیوند کاری

شروع کر دیں۔ اور پھر امید اور توقع یہ رکھیں کہ اللہ کے بیان کردہ تمام ثمرات بھی ہمیں میسر آئیں۔۔۔ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ ثمرات تب ہی میسر ہوں گے جب ہم اس سچے کو عملی طور پر دل و جان سے اپنائیں گے۔

تین طلاقوں کے بعد عورت کا دوسرے شوہر سے شادی کرنے کے لازمی ہونے کو جس طرح نشانہ بنایا جاتا ہے اس کی دلیل اسلام کے نظام طلاق سے عدم واقفیت، ہمارے اس غیر اسلام معاشرے کے رسوم و رواج اور ہماری جہالت کی خرابی ہے۔ اس میں اسلامی نظام طلاق کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

2025- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هَلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَيْعِيُّ عَنْ بَزِيدِ بْنِ الرَّشِيدِ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّيْخِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَصَنِ عَنْ رَجُلٍ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثُمَّ يَقَعُ بِهَا وَلَمْ يُشْهِدْ عَلَى طَلَاقِهَا وَلَا عَلَى رَجْعِهَا فَقَالَ عُمَرَانُ طَلَّقْتَ بِغَيْرِ سُنَّةٍ وَرَاجَعْتَ بِغَيْرِ سُنَّةٍ أَشْهِدُ عَلَى طَلَاقِهَا وَعَلَى رَجْعِهَا
 حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے پھر وہ اس کے ساتھ محبت بھی کر لیتا ہے لیکن اس طلاق پر کسی کو گواہ نہیں بناتا اور اس رجوع پر بھی گواہ نہیں بناتا تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سنت کے خلاف طلاق دی ہے سنت کے خلاف رجوع کیا ہے تم اپنی طلاق دینے اور رجوع کرنے پر گواہ بناؤ۔

طریقہ رجوع کا بیان

اور رجوع اس طرح ہو سکتا ہے شوہر بیوی سے مخاطب ہو کر یہ کہے: میں نے تم سے رجوع کر لیا یا یہ کہے: میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا۔ رجوع کرنے کے بارے میں یہ الفاظ صریح ہیں اور ان کے بارے میں ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ شوہر عورت کے ساتھ محبت کرے یا اس کا بوسہ لے شہوت کے ساتھ اسے چھو لے یا اس کی شرمگاہ کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھ لے تو ان تمام صورتوں میں ہمارے نزدیک (رجوع شمار ہوگا) امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: جب وہ شخص بولنے کی قدرت رکھتا ہو تو الفاظ ادا کئے بغیر رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے (امام شافعی کے نزدیک) رجوع کرنا نئے سرے سے نکاح کرنے کی مانند ہے (یہاں تک کہ عدت کے دوران رجوع کئے بغیر) بیوی کے ساتھ محبت کرنا حرام ہے۔ ہمارے نزدیک رجوع کا مطلب نکاح کو برقرار رکھنا ہے جیسا کہ ہم پہلے یہ بات بیان کر چکے ہیں اور آئندہ بھی اس کی وضاحت کریں گے۔ مرد کا فعل بھی اس کے نکاح کے قائم رکھنے کے اسی طرح دلیل بن سکتا ہے جیسے اختیار سابقہ کرنے کے لئے بن سکتا ہے۔

اور فعل کا رجوع کرنے کی دلیل ہونا ایسے افعال کے ذریعے ثابت ہوگا جو نکاح کے ساتھ مخصوص ہوں اور وہ افعال وہی ہیں جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ بطور خاص آزاد عورت کے حق میں۔ اس کے برخلاف اس طرح سے چھونا اور اس طرح سے دیکھنا جو شہوت کے بغیر ہو (اس کا حکم مختلف ہے) کیونکہ شہوت کے بغیر دیکھ لینا یا چھو لینا نکاح کے بغیر بھی جائز ہوتا ہے جیسے دایہ اور طبیب وغیرہ کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ اور شرمگاہ کے علاوہ نگاہ ڈالنے کے بارے میں تو اس بات کا امکان زیادہ ہے جو ایک ہی جگہ رہنے والے لوگوں کے درمیان پایا جاسکتا ہے۔ عدت کے دوران شوہر بیوی کے ساتھ ہی رہے گا لہذا فرج کے علاوہ دیگر اعضاء کی

طرف دیکھنے کو اگر رجعت قرار دیا جائے تو (تو یہ عملی طور پر ممکن نہیں) اس لئے پھر اسے طلاق دینا پڑے گی اور اس عورت کی عدت خواہ مخواہ طویل ہوتی چلی جائے گی۔ (ہدایہ کتاب طلاق، لاہور)

طریقہ رجوع میں مذاہب اربعہ

رجوع کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح نہیں ہوتا؟ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان یہ امر متفق علیہ ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی ہو وہ عدت ختم ہونے پہلے چاہے رجوع کر سکتا ہے، خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ قرآن مجید (سورہ بقرہ، آیت ۲۲۱) میں فرمایا گیا ہے وَبُعِلَتْهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَرْجِعَ إِلَيْهَا مِنْ قَبْلِ أَنْ يَخْرُجَ مِنْهَا فَرَجْعَتُهَا أَسَاسٌ لِمَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِمَا فِي الْفُلُقِ الْوَحْدِ۔ اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے تک ان کی زوجیت برقرار رہتی ہے اور وہ انہیں قطعی طور پر چھوڑ دینے سے پہلے واپس لے سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر رجوع کوئی تجدید نکاح نہیں ہے کہ اس کے لئے عورت کی رضا ضروری ہو۔ شافعیہ کے نزدیک رجوع صرف قول ہی سے ہو سکتا ہے، عمل سے نہیں ہو سکتا۔ اگر آدمی زبان سے یہ نہ کہے کہ میں نے رجوع کیا تو مباشرت یا اختلاط کا کوئی فعل خواہ رجوع کی نیت ہی سے کیا گیا ہو، رجوع قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس صورت میں عورت سے ہر قسم سے کا احتیاج حرام ہے چاہے وہ بلا شہوت ہی ہو۔ لیکن مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کرنے پر حد نہیں ہے، کیونکہ علماء کا اس کے حرام ہونے پر اتفاق نہیں ہے۔ البتہ جو اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اسے تعزیر دی جائے گی۔ حریدہ براہ آدمی رجوع بالقول کرے یا نہ کرے۔ (مغنی الحاج، کتاب طلاق)

مالکیہ کہتے ہیں کہ رجوع قول اور فعل، دونوں سے ہو سکتا ہے۔ اگر رجوع بالقول میں آدمی صریح الفاظ استعمال کرے تو خواہ اس کی نیت رجوع کی ہو یا نہ ہو، رجوع ہو جائے گا، بلکہ اگر وہ مذاق کے طور پر بھی رجوع قرار دینے جائیں گے جبکہ وہ رجوع کی نیت سے کہے گئے ہوں۔ رہا رجوع بالفعل تو کوئی فعل خواہ وہ اختلاط ہو، یا مباشرت، اس وقت تک رجوع قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ وہ رجوع کی نیت سے نہ کیا گیا ہو۔ (حاشیہ السوتی۔ احکام القرآن لابن العربی)

حنیفہ اور حنابلہ کا مسلک رجوع بالقول کے معاملہ میں وہی جو مالکیہ کا ہے۔ رہا رجوع بالفعل، تو مالکیہ کے برعکس ان دونوں مذاہب کا فتویٰ یہ ہے کہ شوہر اگر عدت کے اندر مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کر لے تو وہ آپ سے آپ رجوع ہے، خواہ وہ مباشرت سے کم کسی درجے کا ہو، اور حنابلہ محض اختلاط کو رجوع نہیں مانتے (ہدایہ فتح القدیر، عمدة القاری، الانصاف)

چھوٹے سے اثبات رجوع میں فقہی مذاہب ثلاثہ

قول کے ساتھ رجوع اس طرح ہوگا کہ: خاوند کہے: میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا، یا پھر اسے رکھ لیا، یا اسے اپنی عصمت میں واپس لے لیا، یا بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہے: میں نے تجھ سے رجوع کر لیا، یا تجھے رکھ لیا، یا تجھے واپس کر لیا۔ فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ رجوع ثابت ہو جائے گا۔ اور الفاظ کے قائم مقام کتابت یعنی لکھائی اور اسی طرح بولنے سے عاجز شخص کا اشارہ بھی یہی معنی دیکھا رہا فعل کے ساتھ رجوع کرنا تو یہ جماع کے ساتھ ہوگا اور اس میں بھی شرط یہ ہے کہ یہ جماع

رجوع کے مقصد سے ہو۔

شیخ عبد الرحمن رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اگر خاوند نے بیوی کو طلاق رجعی دے دی ہو یا تو اس کی عدت ختم ہو چکی ہوگی تو اس صورت میں اس کے لیے نئے نکاح کے ساتھ ہی حلال ہوگی جس میں پوری شروط نکاح موجود ہوں۔ یا پھر وہ ابھی عدت میں ہی ہو اگر بیوی سے وطء اور جماع کرنے کا مقصد بیوی سے رجوع ہو تو بیوی سے رجوع ہو جائے گا اور یہ وطء بھی مباح ہوگی۔ لیکن اگر وہ اس سے رجوع کا ارادہ نہیں رکھتا تو ایک مذہب کے مطابق یہ رجوع ہو جائے گا، لیکن صحیح یہی ہے کہ اس سے رجوع نہیں ہوگا۔ اس بنا پر یہ وطی حرام ہوگی۔ (ان ارشاد الی مبرورہ ان مقام)

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس لیے صرف خاوند کا آپ کو چھوٹا آپ سے رجوع نہیں کہلایگا۔ جمہور علماء کرام جن میں امام مالک علیہ الرحمہ امام شافعی اور امام احمد شامل ہیں کا یہ کہنا ہے کہ: صرف شہوت کے ساتھ چھونے سے رجوع حاصل نہیں ہو جائے گا، لیکن امام مالک علیہ الرحمہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اگر شہوت کے ساتھ چھونے سے اس کا مقصد رجوع کرنا ہو تو رجوع کی نیت سے شہوت کے ساتھ چھوٹا رجوع کہلایگا، اس لیے جب آپ کا خاوند یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے رجوع کی نیت نہیں کی تو پھر اس سے رجوع حاصل نہیں ہوا۔ (المغنی 7/484)

فعلی رجوع میں مذاہب اربعہ

فعل کے ساتھ بیوی سے رجوع کرنے میں علماء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے مثلاً: جماع اور اس کی ابتدائی اشیاء یعنی بیوی سے بوس و کنار کرنا، اس میں علماء کے چار قول ہیں:

پہلا قول: احناف کہتے ہیں کہ جماع کرنے اور شہوت سے بوس و کنار کرنے سے کے ساتھ رجوع ہو جائے گا چاہے درمیان میں حائل بھی ہو لیکن شہوت کی حرارت ہونی چاہیے، انہوں نے اس سب کو رجوع پر محمول کیا ہے، گویا کہ وہ اپنی وطء اور جماع سے اس سے رجوع کرنے پر راضی ہو گیا ہے۔

دوسرا قول: مالکیہ کے ہاں جماع اور اس کے مقدمات سے رجوع ہو جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ خاوند اس میں رجوع کی نیت کرے، اس لیے اگر اس نے رجوع کی نیت سے بیوی کا بوسہ لیا یا اسے شہوت سے چھو لیا یا جماع والی جگہ کو شہوت سے دیکھا یا اس سے وطء اور جماع کیا لیکن اس میں رجوع کی نیت نہ تھی تو ان اشیاء سے رجوع صحیح نہیں ہوگا، بلکہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا۔

تیسرا قول: شافعی حضرات کہتے ہیں کہ رجوع صرف قول کے ساتھ ہی صحیح ہوگا، مطلقاً فعل کے ساتھ رجوع صحیح نہیں، چاہے وطء ہو یا اس کے مقدمات اور چاہے فعل میں اس نے رجوع کی نیت بھی کی ہو یا نیت نہ ہو۔

چوتھا قول: حنابلہ کہتے ہیں کہ وطء کے ساتھ رجوع صحیح ہے چاہے خاوند نے بیوی سے رجوع کی نیت کی ہو یا نیت نہ کی ہو، لیکن وطء کے مقدمات سے صحیح مذہب میں رجوع ثابت نہیں ہوگا۔ (تبیین الحقائق 2/251) حاشیہ ابن عابدین (3/399) الخرشنی علی

جو فعل سبب حرمت مصاہرت وہی سبب رجعت قاعدہ فقہیہ

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس فعل سے حرمت مصاہرت ہوتی ہے اُس سے رجعت ہو جائے گی مثلاً وطی کرنا یا شہوت کے ساتھ مونہہ یا رخسار یا ٹھوڑی یا پیشانی یا سر کا بوسہ لینا یا بلا حائل بدن کو شہوت کے ساتھ چھونا یا حائل ہو تو بدن کی گرمی محسوس ہو یا فرج داخل کی طرف شہوت کے ساتھ نظر کرنا اور اگر یہ افعال شہوت کے ساتھ نہ ہوں تو رجعت نہ ہوگی اور شہوت کے ساتھ بلا قصد رجعت ہوں جب بھی رجعت ہو جائے گی۔ اور بغیر شہوت بوسہ لینا یا چھونا مکروہ ہے جبکہ رجعت کا ارادہ نہ ہو۔ یونہی اُسے برہنہ دیکھنا بھی مکروہ ہے۔ (رد المحتار، کتاب طلاق، باب رجعت)

رجوع کے لئے گواہی کے استحباب کا بیان

اور یہ مستحب ہے رجوع کرنے کے لئے دو گواہ قائم کر لئے جائیں اگر گواہ موجود نہ ہوں تو عورت سے رجوع کرنا صحیح شمار ہوگا۔ امام شافعی کے ایک قول کے مطابق اور امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک گواہوں کے بغیر رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”اور تم اپنے میں سے دو عادل گواہوں کو گواہ بنا لو“۔ ہماری دلیل یہ ہے: نص مطلق ہے اور گواہ بنانے کی قید کے بغیر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: رجوع کرنے کا مطلب نکاح کو باقی رکھنا ہے اور باقی رکھنے میں گواہی شرط نہیں ہوتی۔ بالکل اس طرح جیسے ایلاء میں رجوع کرنے میں یہ شرط نہیں ہے۔ البتہ احتیاط کے پیش نظر ایسا کرنا مستحب ہے تاکہ اس بارے میں باہمی طور پر کوئی اختلاف نہ رہے۔ امام شافعی نے جس آیت کو تلاوت کیا ہے وہ استحباب پر محمول ہوگی۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا اسے علیحدگی کے ساتھ ملا دیا ہے اور اس میں ایسا کرنا مستحب ہے لہذا یہ بات مستحب ہوگی کہ وہ اس بارے میں عورت کو بتا دے تاکہ کسی معصیت کا شکار نہ ہو۔ جب عدت ختم ہو جائے اور شوہر یہ کہے: میں نے عدت کے دوران ہی عورت سے رجوع کر لیا تھا اور عورت بھی اس بات کی تصدیق کر دے تو یہ بات رجوع شمار ہوگی۔ اگر عورت مرد کی اس بات کو جھوٹ قرار دے تو اس کی بات کو تسلیم کیا جائے گا کیونکہ شوہر نے ایک ایسی بات کی خبر دی ہے جس کو وہ فوری طور پر موجود کرنے کا مالک نہیں ہے لہذا اس بارے میں متہم شمار ہوگا۔ البتہ عورت نے اس کی تصدیق کر دی ہو تو یہ تہمت ختم ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عورت کے لیے قسم اٹھانا واجب نہیں ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

رجعت کے مسنون طریقے کا فقہی بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ کرے اور عورت کو بھی اس کی خبر کر دے کہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کر لے اور اگر کر لیا تو تفریق کر دی جائے اگرچہ دخول کر چکا ہو کہ یہ نکاح نہ ہوا۔ اور اگر قول سے رجعت کی مگر گواہ نہ کیے یا گواہ بھی کیے مگر عورت کو خبر نہ کی تو مکروہ خلاف سنت ہے مگر رجعت ہو جائے گی۔ اور اگر فعل سے رجعت کی مثلاً اُس سے وطی کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کی تو رجعت ہوگئی مگر مکروہ ہے۔ اُسے چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے رجعت کے الفاظ کہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب طلاق)

رجعت کی شرعی حیثیت میں فقہی مذاہب اربعہ

اگر رجعت کا ارادہ ہو اور رجعت کر دینی لوٹا تو اس پر دو عادل مسلمان گواہ رکھ لو، ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمران بن حصیب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے جماع کرتا ہے نہ طلاق پر گواہ رکھتا ہے نہ رجعت پر تو آپ نے فرمایا اس نے خلاف سنت طلاق دی اور خلاف سنت رجوع کیا طلاق پر بھی گواہ رکھنا چاہئے اور رجعت پر بھی، اب دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نکاح، رجعت بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہیں جیسے فرمان اللہ ہے ہاں مجبوری ہو تو اور بات ہے، پھر فرماتا ہے گواہ مقرر کرنے اور سچی شہادت دینے کا حکم انہیں ہو رہا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں اللہ کی شریعت کے پابند اور عذاب آخرت سے ڈرنے والے ہوں۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں رجعت پر گواہ رکھنا واجب ہے گو آپ سے ایک دوسرا قول بھی مروی ہے اسی طرح نکاح پر گواہ رکھنا بھی آپ واجب بتاتے ہیں ایک اور جماعت کا بھی یہی قول ہے، اس مسئلہ کو ماننے والی علماء کرام کی جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ رجعت زبانی کہے بغیر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ گواہ رکھنا ضروری ہے اور جب تک زبان سے نہ کہے گواہ کیسے مقرر کئے جائیں گے۔ احناف کے نزدیک رجعت کی گواہی مستحب ہے۔

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَى عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ذَلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا. (الطلاق: ۴)

تو جب وہ اپنی میعاد تک پہنچے تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لیا یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔ اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کر لو اور اللہ کے لئے گواہی قائم کرو۔ اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ اور جو اللہ سے ڈرے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔ (کنز الایمان)

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

یعنی تمہیں اختیار ہے اگر تم ان کے ساتھ بحسن معاشرت و مراقت رہنا چاہو تو رجعت کر لو اور دل میں پھر دوبارہ طلاق دینے کا ارادہ نہ رکھو اور اگر تمہیں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کر سکنے کی امید نہ ہو تو مہر وغیرہ ان کے حق ادا کر کے ان سے جدائی کر لو اور انہیں ضرر نہ پہنچاؤ اس طرح کہ آخر عہد میں رجعت کر لو، پھر طلاق دے دو اور اس طرح انہیں ان کی عہد دراز کر کے پریشانی میں ڈالو ایسا نہ کرو اور خواہ رجعت کر دیا فرقت اختیار کرو دونوں صورتوں میں دفع تہمت اور رفع نزاع کیلئے دو مسلمانوں کو گواہ کر لینا مستحب ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

مقصود اس سے اس کی رضا جوئی ہو اور اقامت حق و تعمیل حکم الہی کے سوا اپنی کوئی فاسد غرض اس میں نہ ہو۔ اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ کفار شرائع و احکام کے ساتھ مخاطب نہیں۔ اور طلاق دے تو طلاق سنی دے اور معتدہ کو ضرر نہ پہنچائے، نہ اسے مسکن سے نکالے اور جب حکم الہی مسلمانوں کو گواہ کر لے۔

جس سے وہ دنیا و آخرت کے غموں سے خلاص پائے اور ہرنگی و پریشانی سے محفوظ رہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے شہادت دنیا و آخرت موت و شدائد روز قیامت سے خلاص کی راہ نکالے گا اور اس آیت کی نسبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میرے علم میں ایک ایسی آیت ہے جسے لوگ محفوظ کر لیں تو ان کی ہر ضرورت و حاجت کے لئے کافی ہے۔

شان نزول: عوف بن مالک کے فرزند کو مشرکین نے قید کر لیا تو عوف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ بھی عرض کیا کہ میرا بیٹا مشرکین نے قید کر لیا ہے اور اسی کے ساتھ اپنی محتاجی و ناداری کی شکایت کی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر رکھو اور صبر کرو اور کثرت سے لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ پڑھتے رہو عوف نے گھبرا کر اپنی بی بی سے یہ کہا اور دونوں نے پڑھنا شروع کیا وہ پڑھ ہی رہے تھے کہ بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹایا دشمن غافل ہو گیا تھا اس نے موقع پایا قید سے نکل بھاگا اور چلتے ہوئے چار ہزار بکریاں بھی دشمن کی ساتھ لے آیا، عوف نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ یہ بکریاں انکے لئے حلال ہیں؟ حضور نے اجازت دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزان العرفان)

حق رجوع کے ختم ہو جانے کا بیان

اور جب (عدت گزارنے والی عورت) کے تیسرے حیض کا خون دس دن کے بعد بند ہو جائے تو رجوع کرنے کا حق ختم ہو جائے گا۔ اگرچہ عورت نے ابھی غسل نہ کیا ہو۔ اگر حیض کا خون دس دن سے پہلے بند ہو جائے تو جب تک وہ خاتون غسل نہ کرے یا ایک نماز کا وقت پورا نہ گزر جائے تو اس وقت تک شوہر کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: شرعی طور پر دس دن سے زیادہ حیض نہیں ہو سکتا اس لئے خون کے منقطع ہونے کے ساتھ ہی حیض ختم شمار ہو جائے گا اور عدت پوری ہو جائے گی اور رجوع کرنے کا حق ختم ہو جائے گا۔

لیکن اگر دس دن سے پہلے ہی حیض کی آمد رک جائے تو رجوع کا حق باقی رہے گا کیونکہ ہو سکتا ہے دوبارہ خون جاری ہو جائے اس کے منقطع ہونے کا یقین ہونا ضروری ہوگا اور یہ یقین اسی وقت ثابت ہو سکتا ہے جب غسل کر لیا جائے یا اس عورت کو پاک عورتوں کے حکم میں شامل کر لیا جائے جیسے ایک نماز کا وقت گزر جائے۔ اس کے برخلاف جب بیوی اہل کتاب ہو تو اس کے حق میں مزید کسی علامت کی توقع نہیں ہے لہذا اس بارے میں صرف خون کے منقطع ہونے پر اکتفاء کیا جائے گا۔

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک رجوع کا حق اسی وقت منقطع ہو جائے گا جب عورت تیمم کر کے کوئی بھی (نفل) نماز ادا کر لے اور نماز پڑھنے کی قید و احتسان کے طور پر لگائی گئی ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے یہ بات بیان کی ہے: عورت کے تیمم کرنے کے ساتھ ہی یہ حق ختم ہو جائے گا اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ جب پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم کرنا مطلق طہارت شمار ہوتا ہے یہاں تک کہ جو احکام غسل کے ذریعے ثابت ہوتے ہیں وہ تمام احکام تیمم کے ذریعے ثابت ہو جاتے ہیں تو تیمم غسل کی مانند ہوگا۔

شیخین نے یہ بات بیان کی ہے: تیمم در حقیقت انسان کو پاک نہیں کرتا ہے بلکہ آلودہ کر دیتا ہے اور اس کو صرف ضرورت کے

پیش نظر طہارت قرار دیا گیا ہے تاکہ فرائض میں اضافہ نہ ہوتا رہے اس کی ضرورت نماز کی ادائیگی کے وقت پیش آتی ہے۔ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے پیش نہیں آتی۔ اس طرح دیگر جن امور کے لئے تیمم کا حکم دیا گیا ہے وہ بھی نماز کے کا اقتضاء ہونے کی دلیل سے ضرورت کے تحت ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے: شیخین کے نزدیک نماز شروع کرنے کے ساتھ ہی رجوع کرنے کا حق منقطع ہو جائے گا اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے نماز سے فارغ ہونے کے بعد منقطع ہوگا تاکہ نماز کے جواز کا حکم پختہ ہو سکے۔ (ایسی صورت میں) جب عورت غسل کر لے اور اس دوران جسم کا کوئی ایسا حصہ بھول جائے جس تک پانی نہ پہنچا ہو تو اگر وہ حصہ پورے ایک عضو کے برابر ہو یا اس سے زیادہ ہو تو رجوع کرنے کا حق منقطع نہیں ہوگا لیکن اگر اس سے کم نہ ہو تو شوہر کے رجوع کرنے کا حق منقطع ہو جائے گا۔

مصنف فرماتے ہیں: یہ مسئلہ بھی استحسان کے طور پر ہے ورنہ قیاس کا تقاضا یہ ہے: کامل عضو رہ جانے کی صورت میں شوہر کو رجوع کا حق باقی نہ رہے کیونکہ وہ عورت اکثر جسم کو دھو چکی ہے۔ اس طرح اگر ایک عضو سے کم حصہ سوکھا رہ گیا تھا تو بھی قیاس کا تقاضا یہی ہے رجوع کا حکم باقی رہے کیونکہ جنابت اور حیض کے حکم کو تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ استحسان کی دلیل یہ ہے: ایک عضو سے کم حصہ خشک رہ جائے گا تو یہ کہا جائے گا شاید یہ حصہ اپنے تھوڑے حجم کی دلیل سے پہلے خشک ہو گیا ہو اس لئے پانی نہ پہنچنے کا حکم نہیں دیا جاسکتا ہے اس لئے ہم نے یہ فیصلہ دیا اس صورت میں رجوع کرنے کا حق منقطع ہو جائے گا دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہوگا تاکہ دونوں باتوں میں احتیاط پر عمل کیا جاسکے لیکن مکمل عضو کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ مکمل عضو اس طرح سے جلد خشک نہیں ہوتا اور نہ ہی غسل کے دوران عام طور پر مکمل عضو کے بارے میں غفلت اختیار کی جاتی ہے لہذا دونوں مسائل الگ حیثیت کے حامل ہوں گے۔

امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اگر کلی کرنے کا یا ناک میں پانی ڈالنے کا عمل چھوٹ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے: پورا عضو چھوٹ گیا۔ ان سے دوسری روایت یہ ہے: جس کے امام محمد علیہ الرحمہ بھی قائل ہیں: یہ ایک مکمل عضو سے کم شمار ہوں گے۔ اس کی دلیل یہ ہے: کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت میں اختلاف پایا جاتا ہے جبکہ دیگر اعضاء کا حکم اس سے مختلف ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دس دن اور رات سے کم میں منقطع ہوا اور نہ نہائی نہ نماز کا وقت ختم ہوا بلکہ تیمم کر لیا تو رجعت منقطع نہ ہوئی ہاں اگر اس تیمم سے پوری نماز پڑھ لی تو اب رجعت نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ نماز نفل ہو اور اگر ابھی نماز پوری نہیں ہوئی ہے، بلکہ شروع کی ہے تو رجعت کر سکتا ہے اور اگر تیمم کر کے قرآن مجید پڑھا یا مصحف شریف چھو یا مسجد میں گئی تو رجعت ختم نہ ہوئی۔ (فتح القدیر، کتاب طلاق)

غسل کیا اور کوئی جگہ ایک عضو سے کم مثلاً بازو یا کلائی کا کچھ حصہ یا دو ایک اونگی بھول گئی جہاں پانی پہنچنے نہ پہنچنے میں شک ہے تو رجعت ختم ہو گئی مگر دوسرے سے نکاح اس وقت کر سکتی ہے کہ اس جگہ کو دھو لے یا نماز کا وقت گزر جائے اور اگر یقین ہے کہ وہاں پانی نہیں پہنچا ہے یا قصد اس جگہ کو چھوڑ دیا تو رجعت ہو سکتی ہے اور اگر پورا عضو جیسے ہاتھ یا پاؤں بھولی تو رجعت ہو سکتی ہے،

گئی کرنا اور تاک میں پانی نہ چھاننا دونوں ملکر ایک عضو ہیں اور ہر ایک ایک عضو سے کم ہے۔ (ردھار، کتاب طلاق)

حق رجوع کے اختتام میں مذاہب اربعہ

رجعی طلاق دینے والے کے لئے رجوع کا موقع کسی وقت تک ہے؟ اس میں بھی فقہاء کے درمیان سے مراد تین حیض ہیں یا تین طہر؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرء سے مراد حیض ہے اور امام احمد بن حنبل کا معتبر مذہب بھی یہی ہے۔ یہ دلیل چاروں خلفاء راشدین، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، ابن کعب، معاذ بن جبل، ابوالدرداء، عبادہ بن صامت اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے مؤطا میں شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے 13 صحابیوں سے ملے ہیں، اور ان سب کی دلیل یہی تھی۔ اور یہی بکثرت تابعین نے بھی اختیار کی ہے۔

اس اختلاف کی بنا شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک تیسرے حیض میں داخل ہوتے ہی عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے، اور مرد کا حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر طلاق حیض کی حالت میں دی گئی ہو، اس حیض کا شمار عدت میں نہ ہوگا، بلکہ چوتھے حیض میں داخل ہونے پر عدت ختم ہوگی۔ (معنی المحتاج، حاشیہ السنونی)

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر تیسرے حیض میں دس دن گزرنے پر خون بند ہو تو عورت کی عدت ختم نہ ہوگی جب تک عورت غسل نہ کرے، یا ایک نماز کا پورا وقت نہ گزر جائے۔ پانی نہ ہونے کی صورت میں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب عورت تیمم کر کے نماز پڑھ لے اس وقت مرد کا حق رجوع ختم ہوگا، اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک تیمم کرتے ہی حق رجوع ختم ہو جائے گا (ہدایہ) امام احمد کا معتبر مذہب جس پر جمہور حنابلہ کا اتفاق ہے، یہ ہے کہ جب تک عورت تیسرے حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کر لے مرد کا حق رجوع باقی رہے گا۔ (الاضاف)

دلیل استحسان کے پیش نظر اکثر کوکل کے قائم مقام کرنے کا بیان

مصنف نے یہاں یہ بات بیان کی ہے: یہ حکم استحسان کے پیش نظر ہے۔ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا: اگر ایک مکمل عضو بھی دھونے سے رہ گیا تھا تو بھی رجوع کرنے کا حق باقی نہ رہتا کیونکہ عورت نے اپنے جسم کے اکثر حصے کو دھویا تھا اور اصول یہ ہے: اکثر پر کل کا اطلاق کیا جاتا ہے اور کثیر کے مقابلے میں قلیل معدوم شمار ہوتا ہے اس لئے جب اکثر جسم دھویا گیا تو یہی حکم ہونا چاہئے کہ پورا جسم دھویا گیا ہے۔ جبکہ دوسری طرف قیاس کا تقاضا یہ ہے: اگر ایک عضو سے کم حصہ بھی خشک رہ گیا ہے تو رجوع کا حق باقی ہونا چاہئے کیونکہ جنابت اور حیض کو اجزاء میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا تو ایک عضو سے کم حصہ خشک رہنے کی صورت میں جنابت یا حیض کی ناپاکی باقی رہے گی۔

استحسان کی صورت یہ ہے: عام طور پر ایک عضو سے کم حصہ جلد خشک ہو جاتا ہے اس لئے یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی کہ پانی وہاں تک پہنچا ہی نہیں ہے یا پہنچنے کے بعد خشک ہو گیا ہے۔ اس لئے ہم نے یہ حکم دیا ہے: اس صورت میں یعنی ایک مکمل عضو سے

کم حصہ خشک رہ گیا تھا، تو رجوع کرنے کا حق قائم ہو جائے گا تاہم عورت کے لئے یہ بات جائز نہیں ہوگی، وہ مکمل غسل کرنے سے پہلے دوسری شادی کر لے جب تک وہ اس خشک حصے کو دھو کر غسل مکمل نہیں کر لیتی یہ حکم احتیاط کے پیش نظر ہے۔

لیکن مکمل عضو خشک رہ جانے کا حکم اس سے مختلف ہے، کیونکہ عام طور پر نہ تو وہ مکمل طور پر جلدی خشک ہوتا ہے اور نہ ہی آدمی عام طور پر اسے دھونے سے غافل ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کے درمیان فرق ہوگا۔ یہاں ایک سوال سامنے آتا ہے کہ اگر وہ عورت غسل کرنے کے دوران پورا جسم دھو لیتی ہے، لیکن ٹھکی نہیں کرتی اور ناک میں پانی نہیں ڈالتی تو اس کا حکم کیا ہوگا؟

مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: ایک روایت کے مطابق امام ابو یوسف اس بات کے قائل ہیں: غسل میں ٹھکی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو ترک کرنا ایک مکمل عضو کو ترک کرنے کے مترادف ہے یعنی اگر مذکورہ بالا عورت غسل کرتے ہوئے ٹھکی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو ترک کر دے اور باقی پورے جسم کو دھو لے تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس کے شوہر کو رجوع کرنے کا اختیار باقی ہوگا۔ امام ابو یوسف سے دوسری روایت یہ منقول ہے، اور امام محمد علیہ الرحمہ بھی اس بات کے قائل ہیں: غسل میں ٹھکی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو ترک کرنا ایک مکمل عضو سے کم حصے کو ترک کرنے کے مترادف ہے یعنی اس صورت میں غسل مکمل ہو جاتا ہے۔ مصنف نے اس بات کی وضاحت کی ہے: ناک میں پانی ڈالنے اور ٹھکی کرنے کی فرضیت میں اختلاف پایا جاتا ہے جبکہ دیگر اعضاء کا حکم اس سے مختلف ہے، کیونکہ انہیں دھونے کی فرضیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

عدت و رجوع سے متعلق اسلاف سے فقہی روایات کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: کہ عورت اپنے خاوند کے انتقال کے بعد چار مہینے دس دن عدت گزاریں خواہ انہیں سے مجامعت ہو یا نہ ہوئی ہو، اس پر اجماع ہے دلیل اس کی ایک تو اس آیت کا عموم دوسرے یہ حدیث جو مسند احمد اور سنن میں ہے جسے امام ترمذی صحیح کہتے ہیں کہ اس سے مجامعت نہیں کی تھی نہ مہر مقرر ہوا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا، فرمائیے اس کی نسبت کیا فتویٰ ہے جب وہ کئی مرتبہ آپ نے گئے تو آپ نے فرمایا میں اپنی دلیل سے فتویٰ دیتا ہوں، اگر ٹھیک ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانو اور اگر خطا ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے سمجھو، اللہ اور رسول اس سے بری ہیں۔ میرا فتویٰ یہ ہے کہ اس عورت کو پورا مہر ملے گا جو اس کے خاوندان کا دستور ہو، اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہو اور اس عورت کو پوری عدت گزارنی چاہئے اور اسے ورثہ بھی ملے گا۔ یہ سن کر حضرت معقل بن یسار ابھی کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے بروح بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ کیا تھا۔ حضرت عبداللہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ بعض روایات میں ہے کہ الشَّجَّح کے بہت سے لوگوں نے یہ روایت بیان کی، ہاں جو عورت اپنے خاوند کی وفات کے وقت حمل سے ہو اس کے لئے یہ عدت نہیں، اس کی عدت وضع حمل ہے۔ گو، انتقال کی ایک ساعت کے بعد ہی ہو جائے۔ قرآن میں ہے آیت (وَأُولَاۤئِ الْاَخْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) (55- المائدہ) حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ وضع حمل اور چار مہینے دس دن میں جو دیر کی عدت ہو وہ حاملہ کی عدت ہے، یہ قول تو بہت اچھا ہے اور دونوں آیتوں میں اس سے تطبیق بھی عمدہ طور پر ہو جاتی ہے لیکن اس کی خلاف بخاری و مسلم کی ایک صاف اور صریح

حدیث موجود ہے جس میں ہے کہ حضرت سیدہ سلیمہ کے خاوند کا جب انتقال ہوا، اس وقت آپ حمل سے تھیں اور چھ ماہ قبل زچہ پائی تھیں تو بچہ تولد ہوا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سچ سچ فرمایا کہ تم نکاح کرنا چاہتی ہو؟ اللہ کی قسم جب تک چار مہینے دس دن نہ گزر جائیں تم نکاح نہیں کر سکتیں۔ حضرت سعید بن مسیب یہ سن کر غاموش ہو گئے اور شام کو خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب بچہ ہو گیا اسی وقت تم عدت سے نکل سکتے، اب اگر تم چاہو تو بیشک نکاح کر سکتی ہو۔ یہ بھی مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ واس حدیث کا علم ہوا تو آپ نے بھی اپنے قول سے رجوع کر لیا، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ کے ساتھی شاکر بھی اسی حدیث کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح لونڈی کی عدت بھی اتنی نہیں، اس کی عدت اس سے آدھی ہے یعنی دو مہینے اور پانچ راتیں،

جمہور کا مذہب یہی ہے جس طرح لونڈی کی حد بہ نسبت آزاد عورت کے آدھی ہے اسی طرح عدت بھی۔ محمد بن سیرین اور بعض علماء ظاہر یہ لونڈی کی اور آزاد عورت کی عدت میں برابری کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل ایک تو اس آیت کا عموم ہے، دوسرے یہ کہ عدت ایک جلی امر ہے جس میں تمام عورتیں یکساں ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب ابو العالیہ وغیرہ فرماتے ہیں اس عدت میں حکمت یہ ہے کہ اگر عورت کو حمل ہوگا تو اس مدت میں بالکل ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت ابن مسعود کی بخاری و مسلم والی مرفوع حدیث میں ہے کہ انسان کی پیدائش کا یہ حال ہے کہ چالیس دن تک تو رحم مادر میں نطفہ کی شکل میں ہوتا ہے، پھر خون بستہ کی شکل چالیس دن تک رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کا ٹھنڈا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے اور وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ تو یہ ایک سو بیس دن ہوئے جس کے چار مہینے ہوئے، دس دن احتیاطاً اور رکھوے کیونکہ بعض مہینے انتیس دن کے بھی ہوتے ہیں اور جب روح پھونک دی گئی تو اب بچہ کی حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور حمل بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس لئے اتنی عدت مقرر کی گئی۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں دس دن اس لئے ہیں کہ روح انہی دس دنوں میں پھونکی جاتی ہے۔ ربیع بن انس بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت امام احمد سے ایک روایت میں یہ بھی مروی ہے تاکہ جس لونڈی سے بچہ ہو جائے اس کی عدت بھی آزاد عورت کے برابر ہے اس لئے کہ وہ فراش بن گئی اور اس لئے بھی کہ مسند احمد میں حدیث ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے فرمایا لوگو سنو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر غلط ملط نہ کرو۔ اولاد والی لونڈی کی عدت جبکہ اس کا سردار فوت ہو جائے چار مہینے اور دس دن ہیں۔ یہ حدیث ایک اور طریق سے بھی ابوداؤد میں مروی ہے۔

امام احمد اس حدیث کو منکر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے ایک راوی قبیصہ نے اپنے استاد عمر سے یہ روایت نہیں سنی۔ حضرت سعید بن مسیب مجاہد، سعید بن جبیر، حسن بن سیرین، ابن عیاض زہری اور عمرو بن عبدالعزیز کا یہی قول ہے۔ یزید بن عبدالملک بن مروان جو امیر المومنین تھے، یہی حکم دیتے تھے۔

اوزاعی، اسحاق بن راہویہ اور احمد بن حنبل بھی ایک روایت میں یہی فرماتے ہیں لیکن طاؤس اور قتادہ اس کی عدت بھی آدھی بتلاتے ہیں یعنی دو ماہ پانچ راتیں۔ ابو حنیفہ ان کے ساتھ حسن بن صالح بن جی فرماتے ہیں میں حض عدت گزارے، حضرت علی ابن

مستور، عطاء اور ابراہیم نجفی کا قول بھی یہی ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ، امام شافعی اور امام احمد کی مشہور روایت یہ ہے کہ اس کی عدت ایک حیض ہی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما، یقول، لیث، ابو عبیدہ، ابو ثور اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ حضرت لیث فرماتے ہیں کہ اگر حیض کی حالت میں اس کا سید فوت ہوا ہے تو اسی حیض کا ختم ہو جانا اس کی عدت کا ختم ہو جاتا ہے۔ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے عدت گزارے۔ امام شافعی اور جمہور فرماتے ہیں ایک مہینہ اور تین دن مجھے زیادہ پسند ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ طلاق رجعی کی عدت میں یہ واجب نہیں، اور جب طلاق بائن ہو تو وجوب اور عدم وجوب کے دونوں قول ہیں، فوت شدہ خاوندوں کی زندہ بیویوں پر تو سب پر یہ سوگواری واجب ہے، خواہ وہ نابالغ ہوں خواہ وہ عورتیں ہوں جو حیض وغیرہ سے اتر چکی ہوں، خواہ آزاد عورتیں ہوں خواہ لونڈیاں ہوں، خواہ مسلمان ہوں خواہ کافرہ ہوں کیونکہ آیت میں عام حکم ہے، ہاں ثوری اور ابو حنیفہ کافرہ عورت کی سوگواری کے قائل نہیں، شہاب اور ابن نافع کا قول بھی یہی ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حکم تعبدی ہے،

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اور ثوری کسن نابالغہ عورت کے لئے بھی یہی فرماتے ہیں کیونکہ وہ غیر مکلفہ ہے۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اور ان کے اصحاب مسلمان لونڈی کو اس میں ملائے ہیں۔ (تیسرا بیان کثیر)

بَابُ: الْمُطْلَقَةِ الْحَامِلِ إِذَا وَضَعَتْ ذَا بَطْنِهَا بَانَتْ

یہ باب ہے کہ طلاق یافتہ حاملہ بچے کو جنم دینے کے ساتھ ہی بانہ ہو جائے گی

2026- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ هَبَّاجٍ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ

أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ أَنَّهُ كَانَتْ عِنْدَهُ أُمُّ كَلْثُومِ بِنْتُ عُقْبَةَ فَقَالَتْ لَهُ وَهِيَ حَامِلٌ طَيَّبْتُ نَفْسِي بِتَطْلِيقِهِ فَمَطَّلَهَا تَطْلِيقَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَرَجَعَ وَقَدْ وَضَعَتْ فَقَالَ مَا لَهَا خَدَعَتْنِي خَدَعَهَا اللَّهُ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَبَقَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ اخْطَبَهَا إِلَى نَفْسِهَا

﴿﴾ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں تھیں اس

خاتون نے ان سے کہا: جبکہ وہ خاتون حاملہ بھی تھیں آپ ایک طلاق دے کر مجھے خوش کر دیں تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک طلاق دے دی پھر وہ نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے جب واپس تشریف لائے تو اس خاتون کے ہاں بچے کی پیدائش ہو چکی تھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس عورت نے کیا کیا ہے؟ اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے دھوکے کا وبال اس پر ڈالے۔

پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اس کی عدت گزر چکی ہے اب تم

اسے نکاح کا پیغام دو۔“

بچے کی ولادت سے مشروط طلاق دینے کا بیان

اور جب کسی شوہر نے بیوی سے یہ کہا: جب کبھی تم بچے کو جنم دو تو تمہیں طلاق ہے تو جب عورت کے ہاں تین بچے پیدا ہو جائیں تو پہلے بچے کی ولادت طلاق شمار ہوگی۔ دوسرے بچے کی ولادت رجوع شمار ہوگی اور ساتھ ہی دوسری طلاق بھی ہو جائے گی اور اسی طرح تیسرے بچے کی ولادت دوسری طلاق سے رجوع شمار ہوگی اور تیسری طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ جب عورت کے ہاں پہلے بچے کی پیدائش ہوئی تھی تو پہلے بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی ایک طلاق واقع ہوئی تھی اور اس کے بعد وہ عورت عدت گزارنا شروع ہو گئی تھی۔ دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد رجوع ثابت ہو گیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ دوسرے بچے کی پیدائش پر دوسری طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ شوہر نے لفظ ”کَلَّمَا“ استعمال کیا ہے اور عدت واجب ہو جائے گی پھر تیسرے بچے کی پیدائش سے مرد رجوع کرنے والا شمار ہوگا لیکن اس کے ساتھ ہی تیسری طلاق واقع ہو جائے گی اور عدت کا شمار حیض سے کیا جائے گا کیونکہ اس وقت جب عورت پر طلاق واقع ہوئی اس وقت وہ حاملہ تھی اور اسے حیض آیا کرتا تھا۔

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کس شخص نے اپنی عورت سے کہا اگر تو جنے تو تجھ کو طلاق ہے اُس کے بچے پیدا ہوا طلاق ہو گئی پھر چھ مہینے یا زیادہ میں دوسرا بچہ پیدا ہوا تو رجعت ہو گئی اگرچہ دوسرا بچہ دو برس سے زیادہ میں پیدا ہوا کہ اکثر مدت حمل دو برس ہے اور اس صورت میں عدت حیض سے ہے تو ہو سکتا ہے کہ زیادہ زیادہ دنوں کے بعد حیض آیا اور عدت ختم ہونے سے پیشتر شوہر نے وطی کی ہو۔ ہاں اگر عورت عدت گزرنے کا اقرار کر چکی ہو تو مجبوری ہے۔ اور اگر دوسرا بچہ پہلے بچے سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو بچہ پیدا ہونے کے بعد رجعت نہیں۔ (درمختار کتاب طلاق)

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر کوئی یہ کہتا ہے: جب کبھی تم بچے کو جنم دو تو تمہیں طلاق ہے تو پھر وہ عورت تین بچوں کو جنم دے گی اس کے تین بچے مختلف وطی سے پیدا ہوئے۔ تو ہر بچے کی پیدائش کے بعد ایک طلاق واقع ہوتی چلی جائے گی اور تیسرے بچے کی پیدائش کے ساتھ تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اس کی دلیل کے لفظ ”کَلَّمَا“ تکرار کا تقاضا کرتا ہے لہذا تیسرے بچے کی پیدائش پر تیسری طلاق واقع ہوگی اور اس کے بعد عورت اپنی عدت بسر کرے گی۔

بَابُ: الْحَامِلِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا إِذَا وَضَعَتْ حَلَّتْ لِلزَّوْاجِ

یہ باب ہے کہ حاملہ بیوہ جیسے ہی بچے کو جنم دے گی وہ دوسری شادی کے لیے حلال ہو جائے گی

عدت کے معنی و مفہوم و اقسام کا بیان

عدت کے معنی: لغت میں عدت کے معنی ہیں شمار کرنا اور اصطلاح شریعت میں عدت اسے کہتے ہیں کہ جب کسی عورت کو اس کا خاوند طلاق دیدے یا خلع و ایلاء وغیرہ کے ذریعہ نکاح یا نکاح جیسی چیز مثلاً نکاح فاسد ٹوٹ جائے بشرطیکہ اس نکاح میں جماع یا خلوت صحیح ہو چکی ہو یا شوہر مر جائے تو وہ مقررہ مدت کہ جس کی تفصیل آگے آئے گی گھر میں رکی رہے جب تک وہ مدت ختم نہ ہو جائے تب تک نہ کہیں جائے اور نہ کسی دوسرے مرد سے ملاقات کرے جب مدت پوری ہو جائے تو جہاں چاہے جائے اور جس

طرح چاہے نکاح کرے۔

عدت کی مدت: جس آزاد عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی ہو یا نکاح منع ہو گیا ہو اور اس کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت کی مدت تین حیض ہے یعنی وہ تین حیض آنے تک شوہر ہی کے گھر میں جہاں طلاق ملی ہو بیٹھی رہے اس گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی سے نکاح کرے اسی طرح جس عورت کے ساتھ شبہ میں جماع ہو گیا ہو اس کی عدت کی مدت بھی تین حیض ہے یعنی کسی مرد سے کسی غیر عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر دھوکہ سے صحبت کر لی تو اس عورت کو بھی تین حیض آنے تک عدت میں بیٹھنا ہوگا جب تک عدت ختم نہ ہو جائے تب تک وہ اپنے شوہر کو جماع نہ کرنے دے جس عورت کے ساتھ بے قاعدہ یعنی فاسد نکاح ختم ہوا ہو جیسے موقت نکاح اور پھر تفریق کرادی گئی یا تفریق کرانے سے پہلے ہی خاوند مر گیا ہو تو اس عدت کی مدت بھی تین حیض ہے۔ ام ولد جب کما زاد کر دی جائے یا اس کا مولیٰ مر جائے تو اس کی عدت بھی تین حیض ہیں۔

اگر کسی عورت کو کم سن ہونے کی وجہ سے یا بانجھ ہونے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین مہینہ ہے۔ جس آزاد عورت کا خاوند مر گیا اور اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے خواہ اس عورت سے جماع کیا گیا ہو یا جماع نہ کیا گیا ہو خواہ وہ مسلمان عورت ہو یا مسلمان مرد کے نکاح میں یہودیہ اور نصرانیہ ہو خواہ وہ بالغہ ہو یا نابالغہ اور یا آنکھ ہو خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور خواہ اس کی مدت میں اس کو حیض آئے یا نہ آئے۔

حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے خواہ اس عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دی ہو یا اس کا خاوند مر گیا ہو اور خواہ وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ولادت ہوتے ہی اس کی عدت پوری ہو جائے گی اگرچہ خاوند کے طلاق دینے یا خاوند کے مرنے کے کچھ ہی دیر بعد ولادت ہو جائے یہاں تک کہ کتاب مبسوط میں لکھا ہے کہ اگر حاملہ عورت کا شوہر مر گیا ہو اور وہ ابھی تختہ پر نہ ہلایا جا رہا تھا یا کفنا یا جا رہا تھا کہ اس عورت کے ولادت ہوگئی تو اس صورت میں بھی اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ جو عورت آزاد ہو یعنی کسی کی لونڈی ہو اور اس کا خاوند اس کو طلاق دے دے تو اس کی عدت دو حیض ہے بشرطیکہ اس کو حیض آتا ہو اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو پھر اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہوگی اور اگر اس کا خاوند مر جائے تو تو اس کی عدت دو مہینے پانچ دن ہوگی خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

عدت کی ابتداء کا وقت: طلاق کی صورت میں عدت کی ابتداء طلاق کے بعد سے ہوگی یعنی طلاق کے بعد جو تین حیض آئیں گے ان کا شمار ہوگا اگر کسی نے حیض کی حالت میں طلاق دی ہوگی تو اس حیض کا شمار نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد کے تین حیض کا اعتبار کیا جائے گا اور وفات میں عدت کا شمار شوہر کی وفات کے بعد سے ہوگا اگر عورت کو طلاق یا وفات کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی تو اس کی عدت پوری ہوگی۔

2027- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِي السَّنَابِلِ قَالَ وَضَعَتْ سُبَيْعَةُ الْأَسْلَمِيَّةُ بِنْتُ الْحَارِثِ حَمْلَهَا بَعْدَ وَقَاةٍ زَوْجَهَا بِيَضْعٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نَفْسِهَا تَشَوُّقًا لَعِيبَ ذَلِكَ عَلَيْهَا وَذَكَرَ أَمْرَهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنْ تَفَعَّلَ فَقَدْ مَضَى

• حضرت ابوساؤل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جو ۱۰ سالہ بخت حارث نے اپنے شوہر کی وفات کے 20 سے کم روز یا دن گزرنے کے بعد اپنے پیٹ میں موجود بچے کو جنم دیدیا جب وہ نفاس سے پاک ہوئی تو اس نے دوسری شادی کی تیاری کی اس پر اعتراض کیا گیا تو اس کا معاملہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ذکر کیا گیا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ ایسا کر سکتی ہے کیونکہ اس کی عدت پوری ہو چکی ہے۔

2028- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مُسْرُوقٍ وَعَمْرِو بْنِ عُتْبَةَ أَنَّهُمَا كَتَبَا إِلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ بِسَأَلَانِهَا عَنْ أَمْرِهَا فَكَتَبَتْ إِلَيْهِمَا أَنَّهَا وَضَعَتْ بَعْدَ وَقْفِهَا بِحُمَيْسَةَ وَعِشْرِينَ فَتَهَيَّاتِ تَطْلُبُ الْخَيْرَ فَمَرَّ بِهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَلٍ فَقَالَ قَدْ أَسْرَعْتَ اعْتَدِي الْخَيْرَ الْآجِلَيْنِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَاتَّيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرْ لِي قَالَ وَلَيْسَ ذَلِكَ فَاخْبَرْتُهُ فَقَالَ إِنْ وَجَدْتَ زَوْجًا صَالِحًا فَتَزَوَّجِي

• امام شعبی بیان کرتے ہیں: مسروق اور عمرو بن عتبہ نے سیدہ سبیحہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو خط لکھا اور ان سے ان کے معاملے کے بارے میں دریافت کیا: تو اس خاتون نے انہیں جوابی خط میں لکھا کہ انہوں نے اپنے شوہر کے انتقال کے 25 دن بعد بچے کو جنم دیدیا پھر وہ بھلائی کی طلب میں تیار ہوئیں تو ابوسنابل ان کے پاس سے گزرے اور بولے: تم نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ تم وہ والی عدت بسر کرو جو بعد میں مکمل ہوگی جو 4 ماہ دس دن ہے وہ خاتون کہتی ہیں میں جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے لیے دعائے مغفرت کیجئے نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: وہ کیوں؟ میں نے آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمہیں کوئی اچھا شوہر ملتا ہے تو تم شادی کرلو۔

2029- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمُسَوِّرِ ابْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ سُبَيْعَةَ أَنْ تَنْكِحَ إِذَا تَعَلَّكَ مِنْ يَفَاسِهَا

• حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے سیدہ سبیحہ رضی اللہ عنہا کو یہ ہدایت کی کہ جب وہ نفاس سے فارغ ہوں تو شادی کر لیں۔

2030- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ وَاللَّهِ لَمَنْ شَاءَ لَا عَنَاهُ لَا نَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقَصْرَى بَعْدَ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

• حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

- 2028: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 3991، "ورقم الحديث: 5319" أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3706، "أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2306، "أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 3518، "ورقم الحديث: 3519" "ورقم الحديث: 3520"
- 2029: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5320، "أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 3506، "ورقم الحديث: 3507"
- 2030: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2307

اجلہا

•• حضرت ابوساؤل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدہ اسمیہ بنت حارث نے اپنے شوہر کی وفات کے 20 سے کچھ زیادہ دن گزرنے کے بعد اپنے پیٹ میں موجود بچے کو جنم دیدیا جب وہ نفاس سے پاک ہوئی تو اس نے دوسری شادی کی تیاری کی اس پر اعتراض کیا گیا تو اس کا معاملہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ذکر کیا گیا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ ایسا کر سکتی ہے کیونکہ اس کی عدت پوری ہو چکی ہے۔

2028- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ غَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مُسْرُوقٍ وَعُمَيْرِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّهُمَا كَتَبَا إِلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ بِسَأَلِهَا عَنْ أَمْرِهَا فَكَتَبَتْ إِلَيْهِمَا إِنَّهَا وَضَعَتْ بَعْدَ وَقْفَةِ زَوْجِهَا بِخَمْسَةِ وَعِشْرِينَ فَتَهَيَّاتِ تَطْلُبُ الْخَيْرَ فَمَرَّ بِهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكُكٍ فَقَالَ قَدْ أَسْرَعْتَ اغْتَسِدِي الْخَيْرَ الْآجِلَيْنِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَاتَيْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرْ لِي قَالَ وَلَيْسَ ذَلِكَ فَاخْبَرْتُهُ فَقَالَ إِنْ وَجَدْتَ زَوْجًا صَالِحًا فَتَزَوَّجِي

•• امام شعبی بیان کرتے ہیں: مسروق اور عمرو بن عتبہ نے سیدہ سبیحہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو خط لکھا اور ان سے ان کے معاملے کے بارے میں دریافت کیا: تو اس خاتون نے انہیں جوابی خط میں لکھا کہ انہوں نے اپنے شوہر کے انتقال کے 25 دن بعد بچے کو جنم دیدیا پھر وہ بھلائی کی طلب میں تیار ہوئیں تو ابوسناطل ان کے پاس سے گزرے اور بولے: تم نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ تم وہ والی عدت بسر کرو جو بعد میں مکمل ہوگی جو 4 ماہ دس دن ہے وہ خاتون کہتی ہیں میں جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے لیے دعائے مغفرت کیجئے نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: وہ کیوں؟ میں نے آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمہیں کوئی اچھا شوہر ملتا ہے تو تم شادی کرلو۔

2029- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمُسَوِّرِ ابْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ سُبَيْعَةَ أَنْ تَكْبَحَ إِذَا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا

•• حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے سیدہ سبیحہ رضی اللہ عنہا کو یہ ہدایت کی کہ جب وہ نفاس سے فارغ ہوں تو شادی کر لیں۔

2030- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مُسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ وَاللَّهِ لَمَنْ شَاءَ لَا عَنَاهُ لَأَنْزِلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرَى بَعْدَ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

•• حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

2028: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 3991، "درم الحديث: 5319، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3706، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2306، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 3518، "درم الحديث: 3519، "درم الحديث: 3520، 2029: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5320، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 3506، "درم الحديث: 3507، 2030: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2307.

”اللہ کی قسم! جو شخص چاہے میں اس کے ساتھ مہالہ کرنے کو تیار ہوں کہ چھوٹے والی سورۃ نساء چار مہینے دس دن والے حکم کے بعد بڑل ہوئی تھی۔“

بَاب: اَيِّنَ تَعْتَدُ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا

یہ باب ہے کہ بیوہ عورت عدت کہاں بسر کرے گی؟

2031- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ سُلَيْمَانُ بْنُ حَبَّانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَكَانَتْ تَحْتَ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ أُخْتَهُ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكٍ قَالَتْ خَرَجَ زَوْجِي فِي طَلَبِ أَغْلَاجٍ لَهُ فَأَذَرَ كَهْمَ بَطْرِفِ الْقُدُومِ فَقَتَلُوهُ فَجَاءَ نَعْيُ زَوْجِي وَأَنَا فِي دَارٍ مِنْ دُورِ الْأَنْصَارِ شَاسِعَةٍ عَنْ دَارِ أَهْلِي فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ جَاءَ نَعْيُ زَوْجِي وَأَنَا فِي دَارٍ شَاسِعَةٍ عَنْ دَارِ أَهْلِي وَدَارِ إِخْوَتِي وَلَمْ يَدْعُ مَالًا يُنْفِقْ عَلَيَّ وَلَا مَالًا وَرِثْتُهُ وَلَا دَارًا يَمْلِكُهَا فَإِنْ رَأَيْتَ أَنْ تَأْذَنَ لِي فَأَلْحَقَ بِدَارِ أَهْلِي وَدَارِ إِخْوَتِي فَإِنَّهُ أَحَبُّ إِلَيَّ وَأَجْمَعُ لِي فِي بَعْضِ أَمْرِي قَالَ فَافْعَلِي إِنْ شِئْتَ قَالَتْ فَخَرَجْتُ قَرِيرَةً غَيْبِي لِمَا قَضَى اللَّهُ لِي عَلَى لِسَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ أَوْ فِي بَعْضِ الْحُجَرَةِ دَعَانِي فَقَالَ كَيْفَ زَعَمْتَ قَالَتْ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ امْكُثِي لِي بِبَيْتِكَ الْيَدَى جَاءَ فِيهِ نَعْيُ زَوْجِكَ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ قَالَتْ فَاعْتَدْتُ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

• سیدہ زینب بنت کعب رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں وہ بیان کرتی ہیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن فریجہ بنت مالک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میرے شوہر اپنے کچھ مفروہ غلاموں کی تلاش میں نکلے اور ”طرف تدوم“ کے پاس انہیں پالیا ان غلاموں نے انہیں قتل کر دیا میرے شوہر کے قتل ہونے کی اطلاع آئی تو میں اس وقت انصار کے محلے میں ٹھہری ہوئی تھی میرا گھر میرے میکے سے دور تھا میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے شوہر کے انتقال کی اطلاع مجھ تک پہنچ گئی ہے اور میں ایک ایسے گھر میں رہ رہی ہوں جو میرے میکے کے گھر سے اور میرے بھائیوں کے گھر سے دور ہے میرے شوہر نے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا جو مجھ پر خرچ کیا جائے نہ کوئی ایسا مال چھوڑا ہے جس کی میں وارث بنتی ہوں نہ کوئی گھر چھوڑا ہے جس کا وہ مالک تھا اگر آپ ﷺ مناسب سمجھیں تو آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے میکے چلی جاؤں یا اپنے بھائیوں کے گھر چلی جاؤں کیونکہ مجھے یہی صورت زیادہ پسندیدہ ہے اور بعض معاملات کے حوالے سے یہی میرے لیے مناسب ہے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اگر تم چاہو تو ایسا کرلو۔“

وہ خاتون بیان کرتی ہیں میں اس فیصلے پر خوشی خوشی وہاں سے نکلی جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی میرے بارے میں فیصلہ دیا تھا میں ابھی مسجد میں ہی تھی یا شاید کسی حجرے میں ہی تھی تو نبی کریم ﷺ نے مجھے بلوایا آپ ﷺ نے دریافت کیا: تم نے کیا بیان کیا ہے؟ وہ خاتون کہتی ہیں میں نے آپ ﷺ کو پورا واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم اپنے اسی گھر میں ٹھہرو جہاں تمہارے شوہر کی وفات کی اطلاع آئی تھی جب تک تمہاری عدت پوری نہیں ہو جاتی۔“

وہ خاتون بیان کرتی ہیں میں نے اسی گھر میں چار مہینے اور دس دن گزارے۔
شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتدہ (یعنی عدت میں بیٹھی ہوئی عورت) کو بلا ضرورت ایک مکان سے دوسرے مکان میں اٹھ آنا درست نہیں ہے۔ شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ جو عورت اپنے خاوند کے مرجانے کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو اس کے لئے سکنی یعنی شوہر ہی کے مکان میں عدت گزارنا ضروری ہے یا نہیں چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت امام شافعی کے دو قول ہیں جس میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کے لئے سکنی ضروری ہے حضرت عمر حضرت عثمان حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ ابن عمر بھی اسی کے قائل تھے ان کی طرف سے یہی حدیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو فریجہ کو مکان منتقل کرنے کی اجازت دے دی مگر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منتقل ہونے سے منع کر دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ اپنے شوہر کے اسی مکان میں عدت کے دن گزاریں اس سے ثابت ہوا کہ فریجہ کو پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجازت دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث (امکشی فی یتک) الخ تم اپنے اسی گھر میں عدت میں بیٹھو کے ذریعہ منسوخ ہو گیا۔

حضرت امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ معتدہ وفات کے لئے سکنی ضروری نہیں ہے بلکہ وہ جہاں چاہے عدت میں بیٹھ جائے اور یہی قول حضرت علی حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ کا بھی تھا اس قول کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فریجہ کو مکان میں منتقل ہونے کی اجازت عطا فرمادی تھی اور پھر بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ہی مکان میں عدت گزارنے کا جو حکم فرمایا وہ استحباب کے طور پر تھا۔

بَابُ: هَلْ تَخْرُجُ الْمَرْأَةُ فِي عِدَّتِهَا

یہ باب ہے کہ کیا کوئی عورت اپنی عدت کے دوران گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟

2032- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ

عَنْ أَبِيهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى مَرْوَانَ فَقُلْتُ لَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِكَ طَلَّقَتْ فَمَرَرْتُ عَلَيْهَا وَهِيَ تَسْقِلُ فَقَالَتْ امْرَأَتُنَا

فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ وَأَخْبَرْتَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا أَنْ تَنْتَقِلَ فَقَالَ مَرُوانُ هِيَ أَمَرَتْهُمْ بِذَلِكَ قَالَ عُرْوَةُ فَقُلْتُ أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ عَابَتْ ذَلِكَ عَائِشَةُ وَقَالَتْ إِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِي مَسْكِنٍ وَخَشٍ لِيُخَيَّفَ عَلَيْهَا فَلِذَلِكَ أَرَخَصَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

• ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں میں مروان کے پاس آیا میں نے ان سے کہا تمہارے خاندان کی ایک خاتون کو طلاق ہو گئی ہے میں اس کے پاس سے گزرا تو وہ اپنے گھر سے منتقل ہو رہی تھی اس نے بتایا: سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے ہمیں یہ ہدایت کی ہے اور انہوں نے ہمیں یہ بتایا ہے نبی کریم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ وہ اپنے گھر سے منتقل ہو جائیں تو مروان بولا: اس خاتون نے ان لوگوں کو اس بات کی ہدایت کی ہے؟ عروہ کہتے ہیں: میں نے کہا: جی ہاں! اللہ کی قسم! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حوالے سے تنقید بھی کی ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا ہے فاطمہ کا گھر آبادی سے ہٹ کے تھا تو اس کے حوالے سے اندیشہ تھا اس لیے نبی کریم ﷺ نے اسے یہ اجازت دی تھی (کہ وہ اپنے گھر سے منتقل ہو جائے)۔

2033 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُفْتَحَ عَلَيَّ فَأَمَرَهَا أَنْ تَتَحَوَّلَ

• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے یہ اندیشہ ہے کوئی میرے ہاں زبردستی داخل ہو جائے گا تو نبی کریم ﷺ نے اسے منتقل ہونے کی ہدایت کر دی تھی۔

2034 - حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا حَبَّاجُ بْنُ مُعَمَّادٍ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ طَلَّقْتُ خَالَتِي فَأَرَادَتْ أَنْ تَجِدَ نَحْلَهَا فَرَجَرَهَا رَجُلٌ أَنْ تَخْرُجَ إِلَيْهِ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلَى فَبُعِدَى نَحْلِكَ فَإِنَّكَ عَسَى أَنْ تَصْدَقِي أَوْ تَفْعَلِي مَعْرُوفًا

• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری خالہ کو طلاق ہو گئی انہوں نے اپنے کھجوروں کے باغ سے کھجوریں توڑنے کا ارادہ کیا تو ایک شخص نے انہیں اس بات پر ڈانٹا کہ وہ گھر سے نکل کر باغ جائیں وہ خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں تم اپنی کھجوروں کو توڑ سکتی ہو ہو سکتا ہے تم انہیں صدقہ کر دو یا تم انہیں کسی نیکی کے کام میں استعمال کرو۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ کھجوریں اتنی مقدار میں ہو جائیں گی کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہو جائے تم ان کی زکوٰۃ ادا کرو گی اور اگر بقدر نصاب نہیں ہوں گی تو پھر تم ان کے ذریعے احسان و سلوک کرو گی یا اس طور کہ اپنے ہمسایوں اور فقراء

2033: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحدیث 3702 أخرجه الترمذی في "المسنن" رقم الحدیث 3549

2034: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحدیث 3705 أخرجه ابوداؤد في "المسنن" رقم الحدیث 2297 أخرجه الترمذی في "المسنن" رقم الحدیث 3552

کو نقل صدقہ کے طور پر دو کی یا لوگوں کے پاس بطور تحفہ بھیجی اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ صدقہ نہ کرتیں تو ان کے لئے گھر سے باہر نکلنا جائز نہ ہوتا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو عورت طلاق بائن کی عدت میں بیٹھی ہو اس کو اپنی کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔

بَابُ: الْمُطْلَقَةِ ثَلَاثًا هَلْ لَهَا سُكْنَى وَنَفَقَةٌ

یہ باب ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں ہو جائیں کیا اسے رہائش اور خرچ کا حق ملے گا؟

2035 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي الْجَهْمِ بْنِ صُبَيْحِ بْنِ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ تَقُولُ إِنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَلَمْ يَجْعَلْ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكْنَى وَلَا نَفَقَةً

•• سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دے دیں تو نبی کریم ﷺ نے انہیں رہائش اور خرچ کا حق نہیں دیا۔

2036 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ طَلَّقَنِي زَوْجِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا سُكْنَى لَكَ وَلَا نَفَقَةٌ

•• سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تمہیں رہائش اور خرچ کا حق نہیں ملے گا۔“

بَابُ: مُتْعَةِ الطَّلَاقِ

یہ باب ہے کہ طلاق کے وقت کچھ ساز و سامان دینا

2037 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُقْدَامِ أَبُو الْأَشْعَثِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَعَوَّذَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُدْخِلَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ عَذَّبْتُ بِمُعَاذٍ فَطَلَّقَهَا وَأَمَرَ أَسَامَةَ أَوْ أَنَسًا فَمَتَّعَهَا بِثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ رَازِقِيَّةٍ

•• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں عمرہ بنت جون نے نبی کریم ﷺ سے پناہ مانگی اس وقت جب اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم نے ایک زبردست ذات کی پناہ حاصل کی ہے۔“

پھر نبی کریم ﷺ نے اسے طلاق دے دی آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی تو انہوں نے ریشم کے بنے ہوئے تین کپڑے متاع کے طور پر انہیں دیے۔

بَابُ: الرَّجُلِ يَجْعَدُ الطَّلَاقَ

یہ باب ہے کہ جب کوئی مرد طلاق دینے سے انکار کر دے

2038- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ أَبُو حَفْصٍ التَّيْسِيُّ عَنْ زُهَيْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا ادَّعَيْتِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ زَوْجِهَا لَسَجَائِكَ عَلَى ذَلِكَ بِشَاهِدٍ عَدْلٍ اسْتُخِلِفَ زَوْجُهَا فَإِنْ خَلَفَ بَطَلَتْ ذَهَادَةُ الشَّاهِدِ وَإِنْ نَكَلَ فَنُكُولُهُ بِمَنْزِلَةِ شَاهِدِ الْغَرِّ وَجَارٍ طَلَاقُهُ

عمر و بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں جب کوئی عورت شوہر کے طلاق دینے کا دعویٰ کرے اور اس بارے میں ایک عادل گواہ پیش کر دے تو شوہر نے اس حوالے سے قسم لی جائے گی اگر وہ قسم اٹھا لیتا ہے تو گواہ کی گواہی باطل قرار دی جائے گی اگر وہ انکار کر دیتا ہے تو اس کا انکار کرنا دوسرے گواہ کی مانند ہو گا اور اس کا طلاق دینا درست ہوگا (یعنی اس کی طلاق نافذ ہو جائے گی)۔

بَابُ: مَنْ طَلَّقَ أَوْ نَكَحَ أَوْ رَاجَعَ لَا عِبَاءَ

یہ باب ہے کہ جو شخص کسی مذاق کے طور پر طلاق دے یا نکاح کرے یا رجوع کرے

2039- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَبِيبٍ بْنُ أَرْدَكٍ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهُنَّ جِدُّ النِّكَاحِ وَالطَّلَاقِ وَالرَّجْعَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”تین کام ایسے ہیں جس میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے نکاح، طلاق اور رجوع۔“

مذاق میں نکاح و طلاق کے حکم کا بیان

طلاق کے مسئلہ میں کھیلنا اور مذاق کرنے کی کوئی مجال نہیں، کیونکہ جمہور علماء کے ہاں مذاق میں دی گئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

2038: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2039: أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث 2194 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث 1184

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین چیزوں کی حقیقت بھی حقیقی ہی ہے، اور ان میں مذاق بھی حقیقت ہے: نکاح اور طلاق اور رجوع کرنا۔" (سنن ابوداؤد رقم الحدیث (2184) سنن ترمذی رقم الحدیث (1184) سنن ابن ماجہ رقم الحدیث (2038) اس حدیث کی صحت میں علماء کا اختلاف ہے،

اس حدیث کا معنی بعض صحابہ پر موقوف بھی وارد ہے: عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "چار چیزیں ایسی ہیں جب وہ بولی جائیں تو جاری ہوں گی طلاق، آزادی اور نکاح اور نذر" علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "تین چیزوں میں کوئی کھیل نہیں، طلاق اور آزادی اور نکاح" ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "تین اشیاء میں کھیل بھی حقیقت کی طرح ہی ہے: طلاق اور نکاح اور غلام آزاد کرنا" آپ کی بیوی نے بطور مذاق طلاق دینے کا مطالبہ کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے، اور پھر عورت کو بغیر ایسے عذر کے جو طلاق کو مباح کرتا ہو خاوند سے طلاق طلب کرنا حلال نہیں کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس عورت نے بھی اپنے خاوند سے بغیر تنگی اور سبب کے طلاق طلب کی اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔"

بَابُ: مَنْ طَلَّقَ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ بِهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص دل ہی دل میں طلاق دیدے لیکن اس بارے میں کلام نہ کرے

2040- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَعَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ جَمِيعًا عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِأَمْنِي عَمَّا حَدَّثْتُ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ أَوْ تَكَلَّمْ بِهِ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان چیزوں سے درگزر کیا ہے جو ان کے ذہنوں میں خیال آتے ہیں جب تک وہ عمل نہ کریں یا بات نہ کریں۔

بَابُ: طَلَاقِ الْمَعْتُوهِ وَالصَّغِيرِ وَالنَّائِمِ

یہ باب ہے کہ جس شخص کا ذہنی توازن ٹھیک نہ ہو

جو شخص نابالغ ہو یا جو شخص سویا ہوا ہو اس کی طلاق دینے کا حکم

2040: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 2528 'ورقم الحدیث: 5269 'ورقم الحدیث: 6664 'أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 327 'ورقم

الحدیث: 328 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2209 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1183 'أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث:

3434 'ورقم الحدیث: 3435 'أخرجه ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 2044

2041- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ خَدَّاهِشٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَفَعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّغِيرِ حَتَّى يَكْبُرَ وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ أَوْ يَقِيقَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فِي حَدِيثِهِ وَعَنِ الْمُبْتَلَى حَتَّى يَبْرَأَ

•• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: قلم تین لوگوں سے اٹھایا گیا ہے سوئے ہوئے شخص سے جب تک وہ بیدار نہیں ہو جاتا، نابالغ سے جب تک وہ بڑا نہیں ہو جاتا اور پاگل سے جب تک اسے عقل نہیں آ جاتی یا افاتہ نہیں ہو جاتا۔ ابو بکر نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں بیمار شخص سے جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتا۔

2042- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنبَأَنَا الْقَاسِمُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَرْفَعُ الْقَلَمُ عَنِ الصَّغِيرِ وَعَنِ الْمَجْنُونِ وَعَنِ النَّائِمِ

•• حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ”قلم بچے پاگل اور سوئے ہوئے شخص سے اٹھایا گیا ہے۔“

شرح

اور ہر شوہر کی (دی ہوئی) طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ وہ شوہر عاقل ہو اور بالغ ہو۔ بچے پاگل اور سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ”ہر طلاق ہو جاتی ہے سوائے بچے اور پاگل کی دی ہوئی طلاق کے۔“ اس کی ایک دلیل یہ ہے: اہلیت عقل کی دلیل سے ہوتی ہے جو تمیز کر سکتی ہو اور یہ دونوں (یعنی بچہ اور پاگل) عقل نہیں رکھتے۔ جبکہ سویا ہوا شخص اختیار نہیں رکھتا۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر بے عقل اور مغلوب العقل کی طلاق واقع نہیں ہوتی امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے ایک راوی عطاء بن مہلان روایت حدیث میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ ان کے حافظہ میں حدیث محفوظ نہیں رہتی تھی۔

امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک اس حدیث کے مطابق ہے کیونکہ ان کے نزدیک کبھی دیوانے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہاں حدیث میں معتوہ سے دیوانہ مراد ہے یعنی وہ شخص جو کبھی تو مسلوب العقل رہتا ہو اور کبھی اس کی عقل ٹھکانے رہتی ہو قاموس میں لکھا ہے کہ عتہ جو معتوہ کا مصدر ہے کے معنی ہیں کم عقل ہونا مدہوش ہونا اور صراح میں لکھا ہے کہ معتوہ لٹے ہوئے ڈول اور بے عقل شخص کو بھی کہتے ہیں چنانچہ فقہ کی کتابوں میں اس کے یہی معنی بیان کئے گئے ہیں اس اعتبار سے حدیث کا یہ جملہ المغلوب علی عقلہ گویا لفظ معتوہ کا عطف تفسیری ہے یعنی اس جملہ میں معتوہ کی وضاحت مقصود ہے اسی لئے بعض روایات میں المغلوب بغیر واؤ کے ہے۔

اس تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ جب معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی تو مجنون مطلق یعنی پاگل شخص کہ جو سرے سے عقل و شعور

رکھتا ہی نہیں اس کی طلاق بطریق اولیٰ واقع نہیں ہوگی چنانچہ زین العرب نے کہا ہے کہ یوں تو معتوہ ناقص العقل اور مغلوب العقل کو کہتے ہیں لیکن مجنون سویا ہوا شخص مدہوش اور ایسا مریض کہ جس کی عقل اس کے مرض کی وجہ سے جاتی رہے وہ بھی اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہیں یعنی ان سب کی بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لفظ معتوہ کے بارے میں علامہ ابن ہمام نے بعض علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ معتوہ اس شخص کو کہتے ہیں جو ناقص العقل و کم سمجھ اور پریشان کلام ہو یعنی بے عقلی اور نا سمجھی کی باتیں کرتا ہو اور فاسد اندہیر یعنی بے عقلی اور بے سمجھی کے کام کرتا ہو لیکن نہ تو مارتا پھرتا ہو اور نہ گالیاں بکتا پھرتا ہو بخلاف مجنوں کے کہ لوگوں کو مارتا اور گالیاں بکتا پھرتا ہے۔

امام ترمذی کے قول کے مطابق اس حدیث کا راوی اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ کل طلاق جائز الا طلاق المعتوہ یعنی ہر طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص مرفوع القلم ہیں یعنی ان تین شخصوں کے اعمال نامہ اعمال میں نہیں لکھے جاتے کیونکہ ان کے کسی قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ مواخذہ سے بری ہیں ایک تو سویا ہوا شخص جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو دوسرا لڑکا جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو تیسرا بے عقل شخص جب تک کہ اس کی عقل درست نہ ہو جائے (ترمذی) اور داری نے اس روایت کو حضرت عائشہ سے اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے اور حضرت علی سے نقل کیا ہے۔

نابالغ کی طلاق کا فقہی حکم

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: نابالغ ہونے سے پہلے انسان پر اللہ کریم کی طرف سے کوئی حکم واجب نہیں ہوتا اسی طرح بلوغ سے پہلے دی جانے والی طلاق کو بھی شریعت نے جائز اور نافذ قرار نہیں دیا۔ حدیث پاک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: تین شخصوں سے تکلیف اٹھائی گئی ہے (۱) سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ بیدار ہو جائے (۲) بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے (۳) پاگل سے یہاں تک کہ وہ عقل والا ہو جائے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ) ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں لا یجوز طلاق الصبی والمجنون: بچے اور پاگل کی طلاق واقعی نہیں ہوتی ہے۔ (فتح قدیر، کتاب طلاق)

سوئے ہوئے شخص کی طلاق کا حکم

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس سے پہلے بچوں کی طلاق کے ذیل میں ایک روایت گزر چکی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے تین افراد کو شریعت کے احکام کی بجا آوری سے معاف کیے جانے کا حکم بیان فرمایا ہے ان میں ایک وہ شخص بھی ہے جو سویا ہوا ہو۔ سونے کی حالت میں نہ تو اس پر کسی عبادت کی ادائیگی واجب ہوتی ہے اور نہ اس حالت میں اس کا کوئی تصرف معتبر ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کسی شخص نے اسی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی

صاحب در مختار نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور نہ سوئے ہوئے کی طلاق واقع ہوتی ہے اس حالت میں ارادہ و اختیار ختم ہونی کی دلیل سے اس شخص کا کلام صدق، کذب خبر، انشاء وغیرہ کے ساتھ متصف نہیں ہوتا ہے۔ (در مختار ج ۳ ص ۲۴۳-۲۴۴)

پاگل کی طلاق کا فقہی بیان

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا معتوہ کی طلاق کے علاوہ ہر طلاق واقع ہو جاتی ہے اس حدیث کو ہم صرف عطاء بن عجلان کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں اور وہ ضعیف ہیں اور حدیثیں بھول جاتے ہیں علماء کا اسی پر عمل ہے کہ دیوانے کی طلاق واقع نہیں ہوتی مگر وہ دیوانہ جسے کبھی کبھی ہوش آ جاتا ہو اور وہ اسی حالت میں طلاق دے تو طلاق ہو جائے گی۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث ۱۲۰۲)

علامہ ابن عابدین شامی تکوین سے نقل کرتے ہوئے جنون کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جنون اس قوت کے مختل ہو جانے کا نام ہے جس کے ذریعہ انسان اچھے اور برے افعال کے درمیان فرق کرتا ہے اور جس کے ذریعہ عمل کے نتائج اور انجام کار کے متعلق سوچتا ہے اس کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ حالت جنون میں اس کا کوئی تصرف صحیح نہیں ہوگا اگر اس نے اپنی بیوی کو اسی حالت میں طلاق دے دی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ البتہ اگر جنون پیدا ہونے سے پہلے کسی نے اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تھا۔ مثلاً کہ اگر میکہ گئی تو تجھ پر طلاق یہ کہنے کے بعد وہ پاگل ہو گیا اور عورت اس کے جنون کی حالت میں میکہ چلی گئی تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ در مختار میں بھی: اور نہ مجنون کی طلاق واقع ہوگی۔ سوائے اس کے کہ عقل و ہوش کی حالت میں شروط طلاق دی ہو پھر مجنون ہو گیا اور اسی حالت میں شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ (در مختار ج ۳ ص ۲۴۳-۲۴۴ کتاب طلاق)

سفیہ (کم عقل) کی طلاق کا حکم

سفیہ لغت میں خفت اور ہلکا پن کے معنی میں آتا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں سفاہت سے مراد کم عقلی ہے جس کی دلیل سے آدمی اپنے مال پر اس طرح تصرف کرتا ہے جو عقل کے تقاضہ کے خلاف ہو ایسے شخص کو عرف عام میں خفیف العقل کہا جاتا ہے ایسے شخص کی طلاق کو بھی شریعت نے صحیح قرار دیا ہے۔ در مختار میں ہے: او سفیہا خفیف العقل: یا طلاق دینے والا خفیف العقل ہو تو اسکی بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

مجنون کی طلاق معلق کے وقوع کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مجنون نے ہوش کے زمانہ میں کسی شرط پر طلاق معلق کی تھی اور وہ شرط زمانہ جنون میں پائی گئی تو طلاق ہو گئی۔ مثلاً یہ کہا تھا کہ اگر میں اس گھر میں جاؤں تو تجھے طلاق ہے اور اب جنون کی حالت میں اس گھر میں گیا تو طلاق ہو گئی ہاں اگر ہوش کے زمانہ میں یہ کہا تھا کہ میں مجنون ہو جاؤں تو تجھے طلاق ہے تو مجنون ہونے سے طلاق نہ ہو گی۔ (در مختار ج ۳ ص ۲۴۷)

باب : طلاقِ المکرہ والناسی

یہ باب ہے کہ جس شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے یا جو شخص بھول کر طلاق دیدے

2043- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ يُوْسُفَ الْفَرِيَّابِيُّ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ بْنُ سُوَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرٍ الْهَدَلِيُّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَا وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ

﴿ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا اور بھول چوک سے درگزر کیا ہے اور اس چیز سے بھی جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔“

2044- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَّادَةَ بْنِ اَوْفَى عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لَأُمَّتِي عَمَّا تَوَسَّوْسُ بِهِ صُدُوْرَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ اَوْ تَتَكَلَّمْ بِهِ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ

﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان چیزوں سے درگزر کیا ہے جو ان کے دلوں میں دوسو سے پیدا ہوتے ہیں جب تک وہ اس پر عمل نہیں کرتے یا اس کے حوالے سے کلام نہیں کرتے اور ان چیزوں سے بھی درگزر کیا ہے جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔“

2045- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْجَمَصِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَا وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ

﴿ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا، نسیان اور زبردستی کو اٹھالیا ہے۔“

2046- حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرٍ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ اسْحَقَ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ حَدَّثَنِي عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ وَلَا عَتَاقَ فِيْ اِغْلَاقٍ

﴿ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ”اغلاق (زبردستی مجبور کیے جانے) کی حالت

2042: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2043: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2045: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2046: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

میں طلاق اور عتاق (غلام آزاد کرنا) نہیں ہوتے۔“

شرح

اور جس شخص کو زبردستی طلاق دینے پر مجبور کیا گیا ہو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس بارے میں امام شافعی کی دلیل مختلف ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: مجبور کرنا اختیار کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور اختیار کی دلیل سے شرعی تصرف معتبر ہوتا ہے جبکہ مذاق میں طلاق دینے والے کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ طلاق کے الفاظ استعمال کرنے کے بارے میں مختار ہوتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: اس شخص نے اپنی منکوحہ کو ایسی حالت میں طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے جب وہ طلاق دینے کا اہل ہے لہذا وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کے حکم سے لا تعلق نہیں ہو سکتا اور اس کو طالع پر قیاس کیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے: اس نے دو طرح کی برائیوں کو جانا اور ان میں سے آسان کو اختیار کر لیا تو یہ اس کے اختیار کی نشانی ہے البتہ وہ اس کے حکم سے راضی نہیں ہے اور یہ بات اس حوالے سے رکاوٹ نہیں ہو سکتی جیسے مذاق میں طلاق دینے والے (کا بھی یہی حکم ہے)۔ (ہدایہ کتاب طلاق، لاہور)

مجبوری (اکراہ) کی طلاق

الاکراہ لغوی طور پر یہ انگریزوں کے مصدر ہے۔ یعنی کسی کو ایسے کام کرنے یا چھوڑنے پر مجبور کیا جائے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ اصلاً یہ کلمہ رضا اور پسند کی مخالفت پر دلالت کرتا ہے۔ امام فرا کہتے ہیں۔

يقال أقامنى على كره - بالفتح - إذا أكرهك عليه إلى أن قال: فيصير الكره بالفتح فعل المضطر (اللسان: ۳۸۶۵۵)

کہا جاتا ہے مجھے مجبور کیا گیا۔ یعنی جب یہ فتح کے ساتھ ہو تو اس سے مراد مجبور شخص کا فعل ہوگا۔

اکراہ کی اصطلاحی تعریف کا بیان

انسان کا ایسا کام کرنا یا کوئی ایسا کام چھوڑنا جس کے لیے وہ راضی نہ ہو۔ اگر اسے مجبور کیے بغیر آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ ایسا نہ کرے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اکراہ سے مراد آدمی کا کوئی ایسا کام کرنا ہے جو وہ کسی دوسرے کے لیے انجام دیتا ہے۔

(مجموع الفقہاء، ص ۸۵)

مختلف اعتبار سے اکراہ کی متعدد اقسام ہیں۔ اکراہ اقوال میں بھی ہو سکتا ہے اور افعال میں بھی۔ جہاں تک افعال کا تعلق ہے تو اس کی بھی دو اقسام ہیں: مجبور اور غیر مجبور۔

اقوال میں اکراہ ہونے کا بیان

علمائے کرام نے اقوال میں جبر کی صحت کو تسلیم کیا اور اس پر اتفاق کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جو شخص حرام قول پر مجبور کیا جائے، اس پر جبر معتبر مانا جائے گا۔ اسے وہ حرام بات کہ کر اپنے آپ کو چھڑانا جائز ہے اور اس پر کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ زبردستی کا تصور تمام اقوال میں پایا جاتا ہے، لہذا جب کوئی شخص کسی بات کے کہنے پر مجبور کر دیا جائے تو اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوگا اور وہ لغو

اس سلسلے میں اختلاف نے فسخ اور عدم فسخ کے مابین تفریق کو ملحوظ رکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر اکراہ خرید و فروخت اور اجرت دینے میں ہو پھر تو وہ فسخ ہو جائے گا، لیکن طلاق، عتاق (آزادی) اور نکاح میں فسخ کا احتمال باقی نہیں رہے گا۔ لہذا جو شخص بیع و تجارت کے لیے مجبور کیے جانے کے بعد بیع کر لے تو اس کو اختیار ہے، چاہے تو اس بیع کو باقی رکھے یا پھر فسخ کر دے، لیکن طلاق، آزادی اور نکاح میں اختیار باقی نہیں رہے گا۔ (المندۃ والکفایہ: ۱۶۶۸)

تاہم اس ضمن میں اگر اولہ شرعیہ کا جائزہ لیا جائے تو عدم تفریق کا قول زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ فرمانِ عالی شان ہے:

إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ (النحل: ۱۰۶)

مگر یہ کہ وہ مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

امام شافعی اس کے متعلق فرماتے ہیں: إِنْ اَللّٰهُ سَبَّحَانَهُ وَتَعَالٰی لَمَّا وَضَعَ الْکُفْرَ عَمَّنْ تَلَفَظَ بِهِ حَالُ الْکِرَاهِ اَسْقَطَ عَنْهُ اَحْکَامَ الْکُفْرِ، کَذٰلِکَ سَقَطَ عَنِ الْمَکْرَهِ مَا دُونَ الْکُفْرِ لِاِنَّ الْاَعْظَمَ اِذَا سَقَطَ سَقَطَ مَا هُوَ دُوْنُهُ مِنْ بَابٍ اَوَّلٰی (الام: ۳، ۲۷۰)

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حالتِ اکراہ میں کلمہ کفر کہنے میں رخصت عنایت کی ہے اور اس سے کفر یہ احکام ساقط کئے ہیں، بالکل اسی طرح کفر کے علاوہ دیگر چیزیں بھی مجبور سے ساقط ہو جائیں گی، کیونکہ جب بڑا گناہ ساقط ہو گیا تو چھوٹے گناہ تو بالاولیٰ ساقط ہو جائیں گے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

• اِنْ اَللّٰهُ وَضَعَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَا وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتَكْرَهَوا عَلَيْهِ (سنن ابن ماجہ: ۲۰۲۵)

اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا و نسیان اور مجبوری سے کیے جانے والے کام معاف کر دیئے ہیں۔

ابن قیم الجوزیہ کہتے ہیں: مجبور کے کسی کلام کا کوئی اعتبار نہیں ہے، قرآن کریم بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے، وہ کافر نہیں ہوگا اور اسی طرح جو اسلام کے لیے مجبور کیا جائے، اسے مسلمان بھی تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ سنت میں بھی واضح اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجبور شخص سے تجاوز کیا ہے اور اس کو مؤاخذے سے بری قرار دیا یہاں کے بعد امام ابن قیم اقوال اور افعال میں اکراہ کے مابین فرق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اقوال میں اکراہ اور افعال میں اکراہ کے مابین فرق یہ ہے کہ افعال کے وقوع پذیر ہو جانے کے بعد اس کے مفاسد کا خاتمہ ناممکن ہے۔ جبکہ اقوال کے مفاسد کو سوائے ہوئے اور مجنون پر قیاس کرتے ہوئے دور کیا جاسکتا ہے۔ (زاد الطلحہ: ۲۰۶، ۲۰۵۵)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اکراہ (جبر) کی ایک تقسیم درست اور غیر درست کے اعتبار سے بھی کی گئی ہے۔ غیر درست اکراہ تو وہ ہے کہ جس میں ظلم و زیادتی سے کوئی بات منوائی گئی ہو۔ جبکہ درست اکراہ یہ ہے کہ جس میں حاکم کسی شخص کو اپنا مال بیچنے پر مجبور کرے تاکہ وہ اس سے اپنا قرض ادا کرے۔ یا وہ ایلاء کرنے والے کو طلاق دینے پر مجبور کرے جب کہ وہ رجوع کرنے سے انکار کرے۔

(جامع العلوم والحکم: ص ۳۷۷)

اکراہ کی شرائط کا بیان

اہل علم نے اکراہ کی درج ذیل شرائط کا تذکرہ کیا ہے۔

۱۔ اکراہ اس شخص کی طرف سے ہوگا جو صاحب قدرت ہو جیسے حکمران۔

۲۔ مجبور کو ظن غال ہو کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو یہ وعید اور اپنی دھمکی کو نافذ کر دے گا اور مجبور اس سے بچنے یا بھاگنے

سے عاجز ہو۔

۳۔ اکراہ ایسی چیز سے ہو جس سے مجبور کو نقصان پہنچنے کا ڈر ہو۔ (شرح الکبیر: ۲۶۷۲)

ان شروط پر مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے اتفاق کا اظہار کیا ہے۔ البتہ ان میں سے کچھ لوگوں نے چند دیگر شرائط کا اضافہ بھی کیا

ہے۔ ظاہر بات یہ ہے کہ اکراہ کی تحدید حاکم اور مفتی کے ساتھ خاص کی جائے گی اور انہی کے ثابت کردہ اکراہ کا اعتبار کیا جائے

گا۔ کیونکہ یہ لوگوں کے احوال کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ (الکفایۃ: ۱۶۸۸)

اکراہ کی صورت میں وقوع طلاق میں فقہی مذاہب اربعہ

اس تحریر میں مجبوری کی طلاق کو موضوع بحث بنانے کا مقصد اس قضیے کا حل ہے کہ ایسی طلاق وقوع پذیر ہوتی ہے یا نہیں؟

امام مالک علیہ الرحمہ، شافعی، احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہی قول عمر بن خطاب، علی بن ابی

طالب، ابن عمر، ابن زبیر، ابن عباس اور دیگر کثیر جماعت کا ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین نے اس طلاق کے وقوع کا

موقف اختیار کیا ہے اور یہی موقف شعی، نجفی اور ثوری کا بھی ہے۔ (الکفایۃ والحدیۃ: ۳۴۴۳)

سبب اختلاف یہ ہے کہ مجبور کیا جانے والا مختار ہے یا نہیں؟ کیونکہ طلاق کے الفاظ بولنے والے کا ارادہ تو طلاق دینے کا نہیں

ہوتا اور وہ تو اپنے لئے دو برائیوں میں سے کم تر برائی کو اختیار کر رہا ہوتا ہے اور وہ مجبور کرنے والے کی وعید سے بچنے کے لیے طلاق

دینے کو اختیار کر لیتا ہے۔

فقہاء احناف اور ان کے مؤیدین کے دلائل

۱۔ نصب الرایۃ میں ہے کہ ایک آدمی سو رہا تھا کہ اس کی بیوی نے چھری پکڑ کر اس کے گلے پر رکھی اور دھمکی دی کہ تو مجھے طلاق

دے، ورنہ میں تیرا کام تمام کر دوں گی۔ اس شخص نے اسے اللہ کا واسطہ دیا لیکن وہ نہ مانی۔ لہذا اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے

دیں۔ پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام ماجرا بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا قیلولة فی الطلاق (نصب الرایۃ: ۴۴۴) طلاق میں کوئی فصیح نہیں ہے۔

۲۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے: ثلاث جدهن جد، وهزلهن جد: النکاح والطلاق والرجعة۔ (سنن ترمذی: ۱۱۸۳)

تین چیزوں کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے۔ نکاح، طلاق اور رجوع۔

احناف اس حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ مذاق کرنے والے کا مقصد تو وقوع طلاق نہیں ہوتا بلکہ اس نے فقط

لفظ کا ارادہ کیا ہوتا ہے۔ اس کی طلاق کا واقع ہونا واضح کرتا ہے کہ مجرد لفظ کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔ اس طرح مجبور کو بھی مذاق کرنے والے پر قیاس کیا جائے گا، کیونکہ دونوں کا مقصود لفظ ہوتا ہے، معنی مراد نہیں ہوتا۔ (فتح القدیر: ۳۳۳)

۳۔ حضرت عمر سے مروی ہے:

أربع مبهمات مقفولات ليس فيهن رد: النكاح والطلاق، والعتاق والصدقة (أيضا)

چار مبہم چیزیں بند کی ہوئی ان میں واپسی نہیں ہو سکتی: نکاح، طلاق، آزادی اور صدقہ

۴۔ ایک حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد گرامی سے متعلق ہے جب ان دونوں سے مشرکین نے نہ لڑنے کا حلف لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نفى لهم بعهدهم ونستعين الله عليهم (صحیح مسلم: ۱۷۸۷)

ہم ان سے معاہدہ پورا کریں گے اور اللہ سے ان کے خلاف مدد مانگیں گے۔ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ قسم حالت اکراہ اور غیر اکراہ میں برابر ہے۔ لہذا مجرد لفظ کے ساتھ کسی حکم کی نفی کے لیے اکراہ کو معتبر نہیں مانا جائے گا۔ جیسا کہ طلاق۔ (فتح القدیر: ۳۳۳)

۵۔ اُن کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ مکلف کی طرف سے ایسے محل میں طلاق ہے جس کا وہ مالک ہے لہذا اس پر غیر مجبور کی طلاق کے احکام مرتب ہوں گے۔ (الہدایہ: ۳۳۳)

مجبوری کی طلاق کے غیر معتبر ہونے بعض اہل ظواہر کے دلائل

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: لا طلاق ولا عتاق فی غلاق

(مسند احمد: ۲۷۶۶)

زبردستی کی کوئی طلاق اور آزادی نہیں ہے۔ اور اکراہ زبردستی میں شامل ہے، کیونکہ مجبور و مکروہ شخص تصرف کا حق کھو بیٹھتا ہے۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفہ روایت ہے۔

كل طلاق جائز إلا طلاق المعتبر والمكره (سنن ترمذی: ۱۱۹۱)

دیوانے اور مکروہ کے سوا ہر ایک کی طلاق جائز ہے۔

۳۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس کا قول ہے۔

طلاق السكران والمستكره ليس بجائز (صحیح بخاری، ترجمۃ الباب: باب الطلاق فی الغلاق)

مجبوری اور نشے کی حالت میں طلاق جائز نہیں ہے۔

۴۔ ثابت بن احنف نے عبدالرحمن بن زید بن خطاب کی اُم ولد سے نکاح کر لیا۔ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عبد الرحمن بن زید بن خطاب نے مجھے بلایا۔ میں اُن کے ہاں آیا تو وہاں دو غلام کوڑے اور زنجیریں پکڑ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس نے مجھ سے کہا: تو نے

میرے باپ کی اُم ولد سے میری رضا کے بغیر نکاح کیا ہے۔ میں تجھے موت کے گھاٹ اُتار دوں گا۔ پھر کہنے لگا: تو طلاق دیتا ہے یا میں کچھ کروں؟ تو میں نے کہا: ہزار بار طلاق۔ میں اس کے پاس سے نکل کر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا: یہ طلاق نہیں ہے، اپنی بیوی کے پاس چلا جا۔ پھر میں عبد اللہ بن زبیر کے پاس آیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا۔

(مؤطا امام مالک علیہ الرحمہ، کتاب الطلاق، باب جامع الطلاق: ۱۲۳۵)

۵۔ چونکہ یہ قول زبردستی منوایا جاتا ہے، اس لیے یہ کوئی تاثیر نہیں رکھتا۔ جیسا کہ مجبوری کی حالت میں کلمہ کفر کہنا۔

(المغنی: ۳۵۱۱۰، زاد المعاد: ۲۰۴۵)

بَابُ: لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ

یہ باب ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی

2047- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَنبَأَنَا عَامِرُ الْأَخْوَلُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ جَمِيعًا عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ فِيمَا لَا تَمْلِكُ

﴿﴾ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”تم جس کے مالک نہ ہو وہ طلاق نہیں ہوتی۔“

2048- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنِ الْمُسَوِّرِ بْنِ مَعْرَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ وَلَا عِنَقَ قَبْلَ مِلْكٍ

﴿﴾ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی اور ملکیت سے پہلے غلام آزاد کرنا نہیں ہوتا۔“

2049- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جُوَيْرٍ عَنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ

﴿﴾ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی۔“

شرح

اور اگر مرد نے یہ کہا: میرے تمہارے ساتھ شادی کرنے سے پہلے ہی تمہیں طلاق ہے تو کوئی چیز واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس

2047: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1181 أخرجه أبو داود فی "السنن" رقم الحدیث: 2191 ورمی الحدیث: 2192

2048: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2049: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

نے طلاق کی نسبت ایسی حالت کی طرف کی ہے جو ملکیت کے منافی ہے تو یہ اسی طرح ہوگا جیسے مرد نے یہ کہا ہو: میں نے تمہیں اس وقت طلاق دی جب میں بچہ تھا یا جب میں سویا ہوا تھا یا پھر یہ اطلاع کے طور پر درست ہوگا۔ (ہدایہ کتاب طلاق، لاہور)

حکم بیان کرتے ہیں یحییٰ بن حمزہ نے مجھ سے بیان کیا میں یہ بات یقین سے کر سکتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے اہل یمن کو خط کے ذریعے یہ حکم بھیجا تھا کہ قرآن کو صرف با وضو ہاتھ لگا سکتا ہے اور شادی سے پہلے طلاق نہیں دی جاسکتی اور (غلام یا کنیز) کو خریدنے سے پہلے آزاد نہیں کیا جاسکتا۔ امام ابو محمد داری سے اس حدیث کے راوی سلیمان بن ابوداؤد جنہوں نے زہری سے یہ روایت نقل کی ہے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو امام ابو محمد داری نے کہا میرا خیال ہے کہ یہ صاحب حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سیکرٹری تھے۔ (سنن داری: جلد دوم: رقم الحدیث 124)

نکاح سے قبل طلاق میں مذاہب فقہاء

حضرت علی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی مالک ہونے سے پہلے غلام کو آزاد نہیں کیا جاسکتا اور پے درپے کے روزے یعنی رات کو افطار کئے بغیر مسلسل وہیم روزے رکھے چلے جانا) جائز نہیں ہے (یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے جائز تھا) بالغ ہونے کے بعد کوئی یتیم نہیں رہتا یعنی جس کے ماں باپ نہ ہوں اور وہ بالغ ہو جائے تو اسے یتیم نہیں کہیں گے) دودھ پینے کی مدت کے بعد دودھ پینا رضاعت میں شامل نہیں (یعنی دودھ پینے کی مدت دو سال یا ڈھائی سال ہے اور دودھ پینے کے سبب جو حرمت نکاح ہوتی ہے وہ اس مدت کے بعد دودھ پینے سے ثابت نہیں ہوتی) اور دن بھر چپ رہنا جائز نہیں ہے (یا یہ کہ اس کا کوئی ثواب نہیں ہے) (شرح السنہ)

اس روایت میں چند اصولی باتوں کو ذکر کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے ہی طلاق دے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ طلاق دراصل نکاح کا جزء ہے کہ اگر نکاح کا وجود پایا جائے گا تو اس پر طلاق کا اثر بھی مرتب ہوگا اور جب سرے سے نکاح ہی نہیں ہوگا تو طلاق کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہوگی۔

اسی طرح فرمایا گیا کہ غلام جب تک اپنی ملکیت میں نہ آجائے اس کو آزاد کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوں گے، اگر کوئی شخص کسی ایسے غلام کو آزاد کر دے جس کا وہ ابھی تک مالک نہیں بنا ہے تو وہ غلام آزاد نہیں ہوگا اس اعتبار سے یہ حدیث حضرت امام شافعی اور امام احمد کے مسلک کی دلیل ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے طلاق کی اضافت سبب ملک کی طرف کرے تو درست ہے مثلاً زید کسی اجنبی عورت سے یوں کہے کہ اگر میں تم سے نکاح کروں تو تم پر طلاق ہے یا یہ کہے کہ میں جس عورت سے بھ (نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو اس صورت میں اگر زید اس عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کے وقت اس پر طلاق پڑ جائے گی۔

اسی طرح اگر کوئی شخص آزادی کی اضافت ملک کی طرف کرے مثلاً یوں کہے کہ اگر میں اس غلام کا مالک بنوں تو یہ آزاد ہے یا یہ کہے کہ میں جس غلام کا مالک بنوں وہ آزاد ہے تو اس صورت میں وہ غلام اس شخص کی ملکیت میں آتے ہی آزاد ہو جائے گا۔

لہذا یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک نفی تجبیز پر محمول ہے یعنی اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس طلاق کا کبھی بھی کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جس لمحہ اس نے طلاق دی ہے اس لمحہ طلاق نہیں مگر اس طرح اس حدیث سے طلاق کی تعلیق کی نفی نہیں ہوتی۔

ایک بات یہ فرمائی گئی ہے کہ دن بھر چپ رہنا جائز یا لا حاصل ہے اس ممانعت کی دلیل یہ ہے کہ پچھلی امتوں میں چپ رہنا عبادت کے زمرہ میں آتا تھا۔ اور دن بھر چپ رہنا تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ ہماری امت میں یہ درست نہیں ہے کہ اس کی دلیل سے کچھ ثواب حاصل نہیں ہوتا ہاں اپنی زبان کو لا یعنی کلام اور بری باتوں میں مشغولیت کے بجائے یقیناً یہ زیادہ بہتر ہے کہ اپنی زبان کو ہر وقت خاموش رکھا جائے۔

بَابُ: مَا يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ مِنَ الْكَلَامِ

یہ باب ہے کہ جس کلام کے ذریعے طلاق ہو جاتی ہے

2050 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ابْنِ اِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ اَيُّ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَاذَتْ مِنْهُ فَقَالَ اخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ ابْنَةَ الْجَوْنِ لَمَّا دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَدْنَا مِنْهَا قَالَتْ اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُدَّتْ بِعَظِيمِ الْحَقِّ بِأَهْلِكَ

• امام اوزاعی بیان کرتے ہیں: میں نے امام زہری سے دریافت کیا: نبی کریم ﷺ کی ازواج میں سے کون سی خاتون نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی تھی؟ تو انہوں نے بتایا: عروہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کیا ہے ”جون“ کی صاحبزادی کے پاس جب نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے جب آپ ﷺ اس کے قریب ہوئے تو وہ بولی میں آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے ایک عظیم ذات کی پناہ حاصل کی ہے تم اپنے میکے واپس چلی جاؤ۔

بَابُ: طَلَاقِ الْبَتَّةِ

یہ باب طلاق بتہ کے بیان میں ہے

2051 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَّانَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ فَاتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَا أَرَدْتَ بِهَا قَالَ وَاحِدَةً قَالِ اللَّهُ مَا أَرَدْتُ بِهَا إِلَّا وَاحِدَةً قَالِ فَرَدَّهَا عَلَيْهِ قَالَ مِمَّ مُحَمَّدُ بْنُ مَاجَةَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ عَلِيَّ بْنَ مُحَمَّدٍ الطَّنَافِيسِيَّ يَقُولُ مَا

2050: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5254 'أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 3417

2051: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2206 'ورقم الحديث: 2207 'أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 1177

أَشْرَفَ هَذَا الْحَدِيثُ قَالَ ابْنُ مَاجَةَ أَبُو عُبَيْدٍ تَرَكَهُ لَاجِيَةً وَأَحْمَدُ جَبْنٌ عَنْهُ

••• عبد اللہ بن علی اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دیدی پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا: تو نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے اس کے ذریعے کیا ارادہ کیا تھا؟ اس نے جواب دیا: ایک کا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا واقعی تم نے ایک کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! میں نے صرف ایک ہی کا ارادہ کیا تھا۔ راوی کہتے ہیں: تو نبی کریم ﷺ نے اس کی بیوی کو اس کے پاس واپس بھجوا دیا۔

امام ابن ماجہ کہتے ہیں: میں نے شیخ ابوالحسن طنافسی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے یہ حدیث کتنی عمدہ ہے۔

امام ابن ماجہ کہتے ہیں: (اس روایت کے ایک راوی) ابو عبیدہ کو ناجیہ نے متروک قرار دیا ہے جبکہ امام احمد نے اس سے روایت نقل کرنے میں بخل سے کام لیا ہے۔

طلاق بتہ کے معنی و مفہوم کا بیان

حضرت عبد اللہ بن یزید بن رکانہ اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو بتہ طلاق دی آپ نے پوچھا اس سے آپ کی کیا مراد ہے کتنی طلاقیں مراد ہیں میں نے کہا کہ ایک۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ پس آپ نے فرمایا وہی ہوگی جو تم نے نیت کی۔ اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

علماء، صحابہ، اور دوسرے علماء کا لفظ البتہ کے استعمال میں اختلاف ہے کہ اس سے کتنی طلاقیں مراد ہوتی ہیں حضرت عمر سے مروی ہے کہ یہ ایک ہی طلاق ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ طلاق دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی ہو تو ایک اگر تین کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوتی ہیں لیکن اگر دو کی نیت کی ہو تو ایک ہی واقع ہوگی۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ بن انس فرماتے ہیں اگر لفظ البتہ کے ساتھ طلاق دے اور عورت سے صحبت کر چکا تو تین طلاق واقع ہوں گی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر ایک طلاق کی نیت ہو تو ایک واقع ہوگی اور رجوع کا اختیار ہوگا اگر دو کی نیت کی ہو تو دو اگر تین کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوں گی۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث 1115)

لفظ "سراح" کے صریح ہونے یا نہ ہونے میں فقہی مذاہب

لفظ "السراح" جمہور فقہاء کے ہاں طلاق کے صریح الفاظ میں شامل نہیں ہوتا، اس لیے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اسرحی کے الفاظ بولے تو اس سے طلاق کی نیت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

شافعیہ اور بعض حنابلہ کہتے ہیں کہ: یہ طلاق کے صریح الفاظ میں شامل ہوتا ہے، اس لیے اگر خاوند نے بیوی سے "اسرچی" کہا تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور خاوند کا قول نیت نہ کرنا قبول نہیں ہوگا، الا یہ کہ اگر اس پر کوئی قرینہ دلالت کرے کہ وہ اس سے طلاق مراد نہیں لے رہا تھا۔

مثلاً اگر وہ بیوی سے فصل والی جگہ میں جلدی جانے کا کہنے کے بعد "اسرچی" کہے۔ اور شافعی حضرات میں سے ابن حجر کی رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ: "اسرچی" کنایہ کے الفاظ میں شامل ہوتا ہے، کیونکہ یہ سرح بغیر شد کے میں سے ہے، نہ کہ سرح شد کے ساتھ۔ اور الرطبی نے نخلیۃ المحتاج میں ذکر کیا ہے کہ: "جب خاوند طلاق کے صریح الفاظ بولے تو پھر خاوند کی یہ بات قبول نہیں کی جائے گی کہ اس نے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا، لیکن یہ کہ اگر اس پر کوئی قرینہ دلالت کرتا ہو، اور اس میں انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ بیوی کو کہے: کھیت جلد جانے کا حکم دینے کے بعد اسرچی کا لفظ بولے تو اس کا قبول کیا جائے گا۔ (نخلیۃ المحتاج 429/6)

اور مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ: بغیر نیت کے ہی لفظ سراح سے طلاق واقع ہو جائے گی؛ کیونکہ ان کے ہاں بعض کے نزدیک یہ لفظ صریح میں شامل ہوتا ہے، یا پھر ظاہری طور پر لکھے جو نیت کا محتاج نہ ہو۔

رانج جمہور کا مسلک ہے، اس لیے السراح یا سرکک یا اسرچی کے الفاظ سے طلاق اسی صورت میں واقع ہوگی جب وہ طلاق کی نیت کرے گا۔

طلاق صریح کے الفاظ سے طلاق میں فقہی مذاہب

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "قال (اور جب وہ کہے میں نے تجھے طلاق دی، یا میں نے تجھے علیحدہ کر دیا، یا میں نے تجھے چھوڑ دیا تو اسے طلاق لازم ہوگی۔ یہ اس کا تقاضہ کرتا ہے کہ صریح طلاق کے تین الفاظ ہیں الطلاق، الفراق، اور السراح اور ان سے بنائے جانے والے دوسرے صیغے۔

امام شافعی کا مسلک یہی ہے، اور ابو عبد اللہ بن حامد کا کہنا ہے کہ: طلاق کا صریح لفظ صرف ایک ہی ہے اور وہ طلاق اور اس سے بنائے جانے والے صیغے اس کے علاوہ کوئی اور لفظ صریح نہیں، امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اور امام مالک علیہ الرحمہ رحمہما اللہ کا مسلک یہی ہے۔

لیکن امام مالک علیہ الرحمہ اس سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہونے کے قائل ہیں؛ کیونکہ ظاہری کنایات نیت کے محتاج نہیں ہوتے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ فراق اور السراح کے الفاظ طلاق کے علاوہ بھی بہت زیادہ استعمال ہوتے ہیں، اس لیے باقی کنایہ کے الفاظ کی طرح یہ بھی طلاق میں صریح نہیں ہوں گے۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ کتاب اللہ میں یہ الفاظ خاوند اور بیوی کے مابین علیحدگی اور جدائی کے معنی میں وارد ہوئے ہیں، تو یہ اس میں طلاق کے الفاظ کی طرح صریح ہوئے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اچھے طریقہ سے روک لو، یا پھر اچھے طریقہ سے چھوڑ دو)۔ اور اگر وہ دونوں علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت میں سے غنی کر دیگا۔

(معنی، کتاب طلاق)

لیکن جب اسے ملک یمن حاصل ہوگئی تو اب نکاح کی ضرورت باقی نہیں رہے گی اس لیے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ (ایسی صورت میں) اگر مرد عورت کو خریدنے کے بعد اسے طلاق دیدے تو کچھ بھی واقع نہیں ہوگا کیونکہ طلاق کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ پہلے سے نکاح موجود ہو اور اس صورت میں نکاح نہ تو معنی طور پر موجود ہے اور نہ ہی کامل طور پر موجود ہے۔ اسی طرح اگر عورت مکمل طور پر مرد کی مالک بن جائے یا مرد کے کچھ حصے کی مالک بن جائے تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ ایک دوسرے کی ضد موجود ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے یہ بات بیان کی ہے: ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ عورت پر عدت کی ادائیگی واجب ہے۔ (اور اس دوران طلاق ہو سکتی ہے) لیکن پہلی صورت اس سے مختلف ہے کیونکہ وہاں عدت کی ادائیگی واجب نہیں ہے بلکہ اس وقت مباشرت کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

اختیار طلاق میں اقوال اسلاف کا بیان

حماد بن زید نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایوب سے پوچھا کہ آپ حسن کے علاوہ کسی اور شخص کو جانتے ہیں جس نے کہا کہ بیوی سے یہ کہنے سے کہ تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں فرمایا میں حسن کے سوا کسی کو نہیں جانتا پھر فرمایا اے اللہ بخشش فرما مجھے یہ حدیث قتادہ سے پہنچی انہوں نے ابو ہریرہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی کہ آپ نے فرمایا تین طلاقیں ہو گئیں ایوب کہتے ہیں کہ میں نے کثیر سے ملاقات کر کے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا پھر میں حضرت قتادہ کے پاس آیا اور انہیں اس بات کی خبر دی انہوں نے فرمایا کہ کثیر بھول گئے ہیں یہ حدیث ہم صرف سلیمان بن حرب کی حماد بن زید سے روایت سے جانتے ہیں میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہم سے بھی سلیمان بن حرب، حماد بن زید سے یہی حدیث نقل کرتے ہیں۔ لیکن یہ حضرت ابو ہریرہ پر موقوف ہے یعنی حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے۔ علی بن نصر حافظ اور صاحب حدیث ہیں۔

اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو اختیار دیتے ہوئے یہ کہے کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے تو کتنی طلاقیں ہوتی ہیں بعض علماء صحابہ جن میں حضرت عمر، اور عبد اللہ بن مسعود بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہ تابعین اور ان کے بعد کے علماء میں سے کئی حضرات کا قول ہے عثمان بن عفان، اور زید بن ثابت کہتے ہیں کہ فیصلہ وہی ہوگا جو عورت کرے گی۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اختیار دے اور وہ خود کو تین طلاق دے تو اس صورت میں اگر خاوند کا دعویٰ ہو کہ اس نے صرف ایک ہی طلاق کا اختیار دیا تھا تو اس سے قسم لی جائے گی اور اسی کے قول کا اعتبار ہوگا۔ امام احمد کا بھی یہی قول ہے امام اسحاق حضرت ابن عمر کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث ۱۱۱۵)

بیوی کو طلاق کے اختیار دینے میں فقہی مذاہب کا بیان

مسروق حضرت عائشہ سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے بیوی کو اختیار دینے کے مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے حضرت عمر اور عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے اور وہ خود کو طلاق دیدے تو

ایک طلاق بائنہ ہوگی ان سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ ایک طلاق رجعی بھی دے سکتی ہے لیکن اگر وہ اپنے شوہر کو اختیار کرے تو کچھ بھی نہیں حضرت علی سے منقول ہے کہ اگر وہ خود کو اختیار کرے گی تو ایک طلاق بائنہ اور اگر وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کرے گی تو ایک طلاق رجعی ہوگی۔

حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو ایک اور اگر خود کو اختیار کیا تو تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ اکثر فقہاء علماء صحابہ اور تابعین نے اس باب میں حضرت عمر اور عبد اللہ بن مسعود کا قول اختیار کیا ہے سفیان ثوری، اور اہل کوفہ کا بھی یہ قول ہے امام احمد بن حنبل حضرت علی کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث 1188)

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے فریق کے کسی جزء کا مالک بن جائے تو اسی وقت ان کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی، کیونکہ دو قسم کی ملکیت ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔

اس کی صورت یہ ہوگی: کسی شخص نے کسی کنیز کے ساتھ شادی کی اور پھر اس کنیز کو خرید لیا یا کسی عورت نے کسی غلام کے ساتھ شادی کی اور پھر اسے خرید لیا۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: جہاں تک عورت کے مرد کے مالک ہونے کا تعلق ہے تو اس کے نتیجے میں یہ صورتحال سامنے آئے گی کہ وہ عورت ایک اعتبار سے مالک ہوگی اور دوسرے اعتبار سے یعنی نکاح کے حوالے سے اس مرد کی مملوکہ ہوگی تو یہ دونوں صورتیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔ یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: کوئی شخص اپنی بیوی کو جو پہلے کسی کی کنیز تھی اسے خرید لیتا ہے پھر اسے طلاق دیدیتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس کی دلیل یہ ہے: طلاق تو اس وقت ہو سکتی ہے جب نکاح برقرار ہو جبکہ یہاں تو ان کا نکاح برقرار ہی نہیں رہا۔ اسی طرح عورت اگر اپنے شوہر کی مالک بن جاتی ہے یا شوہر کے کسی حصے کی مالک بن جاتی ہے اور پھر شوہر اسے طلاق دیدیتا ہے تو یہاں بھی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس صورت میں ان کا نکاح باقی نہیں رہا تو طلاق کیسے باقی رہ سکتی ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ منقول ہے: ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ جب ان دونوں کا نکاح ختم ہوا تھا تو عدت واجب تھی اور عدت کے وقت طلاق دی جاسکتی ہے لیکن یہ صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے جب کوئی عورت اپنے شوہر کی جو کسی دوسرے شخص کا غلام تھا مالک بنی ہو لیکن اگر مرد اپنی بیوی کا مالک بنا ہو یعنی وہ عورت کسی کی کنیز ہو اور مرد نے اسے خرید لیا تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی اور شوہر کو یہ حق حاصل ہوگا: وہ اس عورت کے ساتھ صحبت کرے۔

2053- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ (وَإِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ) دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنِّي ذَاكِرُكَ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكَ أَنْ لَا تَعْبَجِلِي فِيهِ حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبِيكَ قَالَتْ قَدْ عَلِمَ وَاللَّهِ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَسْأَمِرَانِي بِفِرَاقِهِ قَالَتْ فَقَرَأَ عَلَيَّ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا) الْآيَاتِ فَقُلْتُ فَيَنْ هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ قَدْ اخْتَرْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

﴿ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی ”اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو چاہتی ہو۔ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہارے سامنے ایک صورت رکھنے لگا ہوں تم نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر لینا ہے سیدہ عائشہ کہتی ہیں: اللہ کی قسم! آپ ﷺ یہ بات جانتے تھے کہ میرے والدین کبھی مجھے یہ ہدایت نہیں کریں گے کہ میں آپ سے علیحدگی اختیار کروں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پھر آپ نے میرے سامنے یہ آیت پڑھی:

”اے نبی! تم اپنی بیویوں سے کہہ دو اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت چاہتی ہو۔“

(یہ آگے پوری دو آیات ہیں) تو میں نے آپ سے کہا: کیا میں اس معاملے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔

بَابُ: كَرَاهِيَةِ الْخُلْعِ لِلْمَرْأَةِ

یہ باب ہے کہ عورت کے لیے خلع حاصل کرنا مکروہ ہے

خلع کے معنی و مفہوم کا بیان

خلع خ کے پیش کے ساتھ خلع خ کے زیر کے ساتھ (اسم ہے خلع کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو نکالنا اور عام طور پر یہ لفظ بدن سے کسی پہنی ہوئی چیز مثلاً کپڑے اور سوزے وغیرہ اتارنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں اس لفظ کے معنی ہیں ملکیت نکاح کو مال کے عوض میں لفظ خلع کے ساتھ زائل کرنا یا ملکیت نکاح ختم کرنے کے لئے لفظ خلع کے ساتھ اپنی عورت سے مال لینا اس شرعی اصطلاح کی توضیح یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے اور دونوں میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ کچھ مال دے کر اپنا مہر دے کر نجات حاصل کر لے مثلاً اپنے مرد سے کہے کہ اتنا روپیہ لے کر خلع کر دو یعنی میری جان چھوڑ دو یا یوں کہے کہ جو مہر تمہارے ذمہ ہے اس کے عوض میری جان چھوڑ دو اس کے جواب میں مرد کہے کہ میں نے چھوڑ دی تو اس سے عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔

خلع سے مراد فسخ یا طلاق ہونے میں مذاہب اربعہ

مظہر نے لکھا ہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ اگر مرد عورت سے کہے کہ میں نے اتنے مال کے عوض تم سے خلع کیا اور بیوی کہے کہ میں نے قبول کیا اور پھر میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہو جائے تو آیا یہ طلاق ہے یا فسخ ہے، چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ طلاق بائن ہے حضرت امام شافعی کا زیادہ صحیح قول بھی یہی ہے لیکن حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ یہ فسخ ہے اور حضرت امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے

اگر میاں بیوی کے باہمی اختلاف کی بنیاد شوہر کی زیادتی و سرکشی ہو اور شوہر کی اس زیادتی و سرکشی کی دلیل سے بیوی خلع چاہتی ہو تو اس صورت میں شوہر کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ خلع کے معاوضہ کے طور پر کوئی چیز مثلاً روپیہ وغیرہ لے لے اور اگر میاں بیوی کے باہمی اختلاف کی بنیاد بیوی کی نافرمانی و سرکشی ہو یعنی بیوی کی نافرمانی و بد اطواری کی دلیل سے خلع کی نوبت آئی ہو تو اس صورت میں شوہر کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اس خلع کے عوض میں اس قدر رقم لے کہ اس نے عورت کے مہر میں جو رقم دی ہے اس سے بھی زیادہ ہو۔

خلع کے طلاق ہونے میں فقہ حنفی کی ترجیحی دلیل

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ثابت ابن قیس کی بیوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ثابت ابن قیس پر مجھے غصہ نہیں آتا اور نہ میں ان کی عادات اور ان کے دین میں کوئی عیب لگاتی ہوں لیکن میں اسلام میں کفر یعنی کفران نعمت یا گناہ کو پسند نہیں کر سکتی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ثابت ابن قیس کا باغ جو انہوں نے تمہیں مہر میں دیا ہے (ان کو واپس کر سکتی ہو؟) ثابت کی بیوی نے کہا کہ ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ثابت سے فرمایا کہ تم اپنا باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دیدو۔ (بخاری، مشکوٰۃ الصالح: جلد سوم، رقم الحدیث 476)

ثابت ابن قیس کی بیوی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں اپنے شوہر سے اس لئے جدائی اختیار کرنا نہیں چاہتی کہ وہ بد اخلاق ہیں یا ان کی عادات مجھے پسند نہیں ہیں یا یہ کہ ان کے دین میں کچھ نقصان ہے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ مجھے ان سے محبت نہیں ہے اور وہ طبعی طور پر مجھے ناپسند ہیں لیکن بہر حال وہ میرے شوہر ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان کے تئیں میری طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جو اسلامی حکم کے خلاف ہو مثلاً مجھ سے کوئی نافرمانی ہو جائے یا ان کی مرضی کے خلاف کوئی فعل سرزد ہو جائے تو ایسی صورت میں گویا کفران نعمت یا گناہ ہو گا جو مجھے گوارہ نہیں ہے اس لئے میں کیوں نہ ان سے جدائی اختیار کر لوں۔

کہا جاتا ہے کہ ثابت ابن قیس بہت بد صورت تھے اور ٹھگنے (پست) قد تھے اور ان کی بیوی کا نام حبیبہ یا جمیلہ تھا جو بہت خوبصورت اور حسین تھیں اسی لئے ان دونوں کا جوڑا بہت ناموزوں تھا اور ان کی بیوی ان کو پسند نہیں کرتی تھیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عرض کے مطابق حضرت ثابت کو مصلحہ یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدیں اس سے معلوم ہوا کہ طلاق دینے والے کے حق میں یہ ادلی افضل ہے کہ وہ ایک طلاق دے تاکہ اگر رجوع کرنا منظور ہو تو رجوع کر لے نیز اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ خلع طلاق ہے نسخ نہیں ہے چنانچہ صاحب ہدایہ نے اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی نقل کی ہے کہ الخلع تطلیقہ بائنہ یعنی خلع طلاق بائن ہے۔

خلع کے یکطرفہ نہ ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان

فدیہ کے لفظ میں معاوضہ کا معنی ہے اور معاوضہ میں باہمی رضامندی ضروری ہے۔

وفی تسمیۃ صلی اللہ علیہ وسلم الخلع فدیہ دلیل علی ان فیہ معنی المعاوضۃ

ولهذا اعتبر فيه رضا الزوجين (زاد العاد)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خلع کا نام قدیہ رکھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں معاوضہ کے معنی پائے جاتے ہیں اور اس لئے اس میں زوجین کی رضامندی کو لازمی قرار دیا۔

فان خفتم سے جملہ شرطیہ شروع ہوتا ہے اور فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ جملہ جزائیہ ہے، جزا سے کہیں یہ ثابت نہیں ہو رہا کہ اگر زوجین اندیشہ محسوس کریں کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے تو حکام ان کے درمیان تفریق کر دیں۔ :- خلع کی صورت میں شوہر کچھ مالی مفاد حاصل کر لیتا ہے جبکہ طلاق دینے کی صورت میں مالی فوائد سے یکسر محروم رہتا ہے، اس لئے بجائے طلاق کے شوہر کے لئے خلع باعث کشش ہے، بسا اوقات شوہر خلع دینے پر رضامند ہوتا ہے مگر بیوی یا تو جدائی ہی نہیں چاہتی یا چاہتی ہے مگر جدائی کے بدلے مہر وغیرہ سے دستبردار ہونے پر تیار نہیں ہوتی۔ سوال یہ ہے کہ کیا عدالت شوہر کی خواہش پر بیوی کو زبردستی خلع لینے پر مجبور کر سکتی ہے؟ ظاہر ہے عدالت ایسا اختیار نہیں رکھتی پس آیت شریفہ کی رو سے جس طرح بیوی کی رضامندی ضروری ہے اسی طرح شوہر کی رضامندی بھی ضروری ہے۔

ایک مقدمہ فرض کیجئے کہ شوہر طلاق نہیں دینا چاہتا اور عورت طلاق چاہتی ہے مگر مہر نہیں چھوڑنا چاہتی، علیحدگی کی کوئی اور معقول دلیل بھی موجود نہیں اور حکام کو صرف اندیشہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ دونوں حدود اللہ قائم نہیں رکھ سکیں گے، کیا فان خفتم کے خطاب کی دلیل سے حکام زبردستی ان کا نکاح منسوخ اور کالعدم کر سکتے ہیں؟

آیت شریفہ اپنی گفتگو میں میاں بیوی دونوں کو شریک رکھتی ہے ولا تحل لکم سے شوہر کو مال واپس لینے سے منع کر دیا گیا ہے، الا ان یخافا سے ایک صورت میں اجازت دی گئی، ان لا یمہما حدود اللہ کے الفاظ سے بدل خلع کے جواز کو بیان کیا گیا ہے، مگر مال کے بدلے علیحدگی کی صورت میں زوجین کو مال کی ادائیگی و وصولی میں گناہ کا شک ہو سکتا تھا، فلا جناح علیہما کے الفاظ سے اس تردد کو زائل کر دیا گیا۔

ہر وہ شخص جسے خن فہی کا سلیقہ ہو وہ ان علیحدہ علیحدہ جملوں اور آیت شریفہ کے مجموعی تاثر سے یہی مفہوم اخذ کرے گا کہ خلع میں میاں بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے جب تک زبان و بیان کے قاعدوں کا خون نہ کیا جائے، اور خواہشات کا رندہ قرآن کریم پر نہ چلایا جائے، اس وقت تک شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کا جواز آیت شریفہ سے ثابت نہیں ہوتا۔

میاں بیوی مل کر نکاح کی صورت میں ایک گرہ لگاتے ہیں مگر قرآن کریم کے بیان کے مطابق یہ گرہ لگنے کے بعد صرف شوہر ہی اسے کھول سکتا ہے، یعنی طلاق کا اختیار صرف مرد کے ہاتھ میں ہے۔ الذی بیدہ عقدہ النکاح جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

عمرو بن شعیب کی مرفوع روایت میں ہے جو سند کے لحاظ سے حسن درجے سے کم نہیں کہ اس سے مراد شوہر ہے، حضرت علی اور ابن عباس سمیت صحابہ کی اکثریت سے یہی تفسیر منقول ہے، حافظ ابن جریر طبری نے بھی ناقابل انکار دلائل سے یہی ثابت کیا ہے خلع کی شرطیں بھی وہی ہیں جو طلاق کی ہیں، اور طلاق میں شوہر کی مرضی و اجازت شرط ہے اس لئے خلع میں بھی شوہر کی رضامندی

شرط ہے، و شرطہ شرط الطلاق (قادی ہندیہ) خلع کی شرائط وہی ہیں جو طلاق کی ہیں۔

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور ظاہری سمیت تمام ائمہ مجتہدین اس نظریے میں ہم خیال وہم زبان ہیں کہ خلع میں میاں بیوی دونوں کی رضا مندی شرط ہے۔

حنفی مسلک: والخلع جائز عند السلطان وغيره لانه عقد يعتمد التراضي (المبسوط) شافعی مسلک: لان الخلع طلاق فلا يكون لاحد ان يكلف عن احد اب ولا سيد ولا ولي ولا سلطان

(الامام الشافعی، مکتبہ الازہریہ)

مالکی مسلک: وتجبز على الرجوع اليه ان لم يفرقهما بخلع او بغيره (المنتقى) حنبلی مسلک لانه قطع عقد بالتراضي فاشبه الاقالة ابن قدامة، المغنی دار المنار، ظاہری مسلک: الخلع هو الاقتداء وانما يجوز بتراضيهما (ابن حزم، المحلی ادلہ الطباعة المنبرية)

حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس کی بیوی (جمیلہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ثابت بن قیس کے اخلاق اور دین داری سے ناراض نہیں ہوں، لیکن میں اسلام لانے کے بعد کفر کی باتوں سے ڈرتی ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ان کو ان کا باغ (جو انہوں نے بطور مہر دیا تھا) لوٹا دو گی؟ انہوں نے کہا ہاں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت سے کہا کہ تم باغ قبول کر لو اور انہیں ایک طلاق دے دو۔

بعض حضرات اس واقعے سے استدلال کرتے ہیں کہ مذکورہ خلع کا واقعہ شوہر کی مرضی کے خلاف ہوا تھا۔ مگر سنن نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ معاملہ شوہر کی رضا مندی سے ہوا تھا۔ نسائی کے الفاظ یہ ہیں:

فارس الى ثابت فقال له خذ الذي لها عليك، واخل سبيلها، قال نعم. (المطبعة البهية)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا، کہ جو مال ان کا تم پر واجب ہے وہ لے لو، اور ان کو چھوڑ دو، حضرت ثابت نے کہا ٹھیک ہے۔

قال نعم کے الفاظ اس مفہوم و مدعا میں بالکل واضح ہیں کہ حضرت ثابت نے خلع قبول کی تھی، اور جب شوہر خلع قبول کر لے تو بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی، علاوہ ازیں اگر صرف حاکم کا اطمینان کافی ہوتا جیسا کہ ہماری عدالتوں کا دستور ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ استفسار کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ کیا تم ان کا باغ لوٹا دو گی؟ بلکہ جوں ہی آپ خلع کی ضرورت محسوس فرماتے بحیثیت حاکم ہونے کے فیصلہ صادر فرمادیتے۔

رہا یہ امر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کو حکم دیا تھا کہ باغ لے لو اور اسے طلاق دے دو، تو اس حکم کی حیثیت محض مشورے کی تھی جیسا کہ بخاری کے مستند شارحین حافظ ابن حجر، علامہ عینی اور قسطلانی نے لکھا ہے:

هو امر ارشاد و اصلاح لا ايجاب (فتح الباری)

نیز اگر حاکم زوجین کی رضامندی کے بغیر خلع کی ڈگری جاری کرنے کا مجاز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ثابت کو طلاق کا حکم دینے کی ضرورت ہی نہ تھی، امام ابو بکر بصرہ صریحاً رازی نے حضرت جمیلہ کے واقعے سے یہی نکتہ کشید کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

اگر یہ اختیار سلطان کو ہوتا کہ وہ یہ دیکھیں کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہیں کریں گے، تو ان کے درمیان خلع کا فیصلہ کر دے خواہ زوجین خلع چاہیں یا نہ چاہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے سوال ہی نہ فرماتے اور نہ شوہر سے یہ فرماتے کہ تم ان سے خلع کر لو، بلکہ خود خلع کا فیصلہ فرما کر عورت کو مرد سے چھڑا دیتے اور شوہر کو اس کا باغ واپس لوٹا دیتے، خواہ وہ دونوں اس سے انکار کرتے یا ان میں سے کوئی ایک انکار کرتے، چنانچہ لعان میں زوجین کے درمیان تفریق کا اختیار چونکہ حاکم کو ہوتا ہے اس لئے وہ لعان کرنے والے شوہر سے یہ نہیں کہتا کہ تم اپنے بیوی کو چھوڑ دو بلکہ خود ان دونوں کے درمیان تفریق کر دیتا ہے۔

(احکام القرآن، سبیل الکیڈی لاہور)

حکمین کا اختیار تفریق:

زوجین کے پاس مفاہمت کے لئے جو حکمین بھیجے جاتے ہیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر وہ مناسب سمجھیں تو زوجین میں تفریق بھی کر سکتے ہیں۔ بعض دیگر ائمہ بھی اس سلسلے میں امام مالک علیہ الرحمہ کے ہم خیال ہیں، جب کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور دوسرے تمام فقہاء رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ جب تک شوہر حکمین کو تفریق کے سلسلے میں اپنا نمائندہ و مختار نہ بنائیں اس وقت تک ان کو شوہر کی مرضی کے بغیر تفریق کرنے کا حق حاصل نہیں، دونوں جانب کے فقہاء نے سورہ نساء کی آیت نمبر اور چند آثار سے استدلال کیا ہے۔ سورہ نساء میں ہے: اگر وہ دونوں (حکمین) اصلاح کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ زوجین کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔

آیت شریفہ کے اس کٹڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمین تفریق و علیحدگی کے لئے نہیں بلکہ پھوٹ سے بچانے کے لئے جارہے ہیں۔ امام شافعی نے کتاب الام میں ذکر کیا ہے۔

حاکم کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ حکمین کو اپنی دلیل سے شوہر کے حکم کے بغیر تفریق کا حکم دے۔

لیس له ان یامرہما یفرقان ان رایا الا بامر الزوج (کتاب الام)

ابن حزم الظاہری بہت سختی کے ساتھ لکھتے ہیں:

لیس فی الآیۃ ولا شئی من السنن ان للحکمین ان یفرقا ولا ان ذالک

للحاکم (المحلل۔ ادارہ طہاء منیریہ)

یعنی کسی آیت یا کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا، کہ حکمین کو میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرنے کا اختیار ہے اور نہ یہ

اختیار حاکم کو ثابت ہوتا ہے۔

معقول اسباب کی بناء پر تفریق کا بیان

جو حقوق بیوی کے شوہر پر واجب ہیں وہ دو قسم پر ہیں: ایک وہ ہیں جو قانونی حیثیت رکھتے ہیں جن کے بغیر نکاح کے مقاصد اور مصالح حاصل نہیں کئے جاسکتے، مثلاً نان و نفقہ کی ادائیگی، وظائف زوجیت وغیرہ۔ یہ حقوق بزور عدالت حاصل کئے جاسکتے ہیں، بعض اوقات عورت بہت مشکل سے دو چار ہو جاتی ہے۔ ظالم شوہر نہ کباد کرتا ہے اور نہ خوش اسلوبی سے رہائی دیتا ہے۔ کبھی لاپتہ ہو جاتا ہے، کبھی پاگل ہوتا ہے، کبھی نامرد ہوتا ہے اور کبھی جان بوجھ کر نان نفقہ ادا نہیں کرتا۔ ایسی صورتوں میں شوہر پر واجب ہو جاتا ہے، کہ وہ طلاق دے دے اگر وہ طلاق سے انکار کرے تو عدالت اس کی مرضی کے بغیر تنبیخ نکاح کر سکتی ہے۔

اس کے برخلاف بعض حقوق ایسے ہیں جن کی ادائیگی شوہر پر دیا نا ضروری ہے، لیکن وہ قانونی حیثیت نہیں رکھتے اور انہیں بزور عدالت حاصل نہیں کیا جاسکتا، مثلاً شوہر بیوی کے ساتھ حسن سلوک یا خوش اخلاقی کے ساتھ پیش نہ آتا ہو ایسے حقوق کو بذریعہ عدالت نہیں منوایا جاسکتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ شوہر کی رضامندی کے بغیر یک طرفہ طور پر خلع کی ڈگری صادر کرنا از روئے شرع درست نہیں۔

بلا سبب طلاق کا مطالبہ کرنے کے لئے وعید کا بیان

2054- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ أَبُو بَشِيرٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيَى بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ عَمِّهِ عُمَارَةَ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ فِي غَيْرِ كُنْهِهِ لَتَجِدَ رِيحَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا

••• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

”جو عورت کسی انتہائی مجبوری کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے وہ جنت کی خوشبو نہیں پاسکے گی، اگرچہ اس کی خوشبو چالیس برس کے فاصلے سے محسوس ہو جاتی ہے۔“

2055- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ حَمَادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ فِي غَيْرِ مَا نَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ

••• حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جو عورت کسی تکلیف کے بغیر

اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہو جاتی ہے۔“

2054: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2055: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث 2226، أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث 1187

شرح

جب میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہو جائے اور ان دونوں کو یہ خوف ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو اس بارے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنی ذات کے فدیہ کے طور پر کچھ مال دے کے اس کے عوض میں خلع حاصل کرے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”توان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اس کے بارے میں جو وہ عورت فدیہ دیتی ہے۔“ جب وہ دونوں ایسا کریں گے تو اس خلع کے نتیجے میں ایک بائنے طلاق واقع ہو جائے گی۔ عورت کے ذمے مال کی ادائیگی لازم ہوگی اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ”خلع بائنے طلاق ہے۔“ دوسری بات یہ ہے: خلع میں طلاق کا احتمال موجود ہوتا ہے یہاں تک کہ لفظ خلع کے ذریعے کنایہ مراد لیا جاسکتا ہے اور کنایہ کے ذریعے ہمیشہ بائنے طلاق واقع ہوتی ہے البتہ خلع میں جب مال کا ذکر کر دیا جائے تو پھر (طلاق کی) نیت کی ضرورت نہیں رہتی۔

تیسری بات یہ ہے: عورت صرف اسی دلیل سے اپنے ذمے مال کی ادائیگی کو لازم کرتی ہے کہ اس کی ذات اس کے قبضے میں آ جائے (یعنی اسے طلاق بائنہ مل جائے) اور یہی اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ بائنے ہو جائے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، ملاحزہ)

خلع کے طلاق ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: کہ خلع کو بعض حضرات طلاق میں شمار نہیں کرتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دیں ہیں پھر اس عورت نے خلع کر لیا ہے تو اگر خاوند چاہے تو اس سے پھر بھی نکاح کر سکتا ہے اور اس پر دلیل یہی آیت وارد کرتے ہیں۔

یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے، حضرت عکرمہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ طلاق نہیں، دیکھو آیت کے اول و آخر طلاق کا ذکر ہے پہلے دو طلاقیں کا پھر آخر میں تیسری طلاق کا اور درمیان میں جو خلع کا ذکر ہے، پس معلوم ہوا کہ خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عمر طاؤس عکرمہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو ثور، داؤد بن علی ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام شافعی کا بھی قدیم قول یہی ہے اور آیت کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔ بعض دیگر بزرگ فرماتے ہیں کہ خلع طلاق بائن ہے اور اگر ایک سے زیادہ کی نیت ہوگی تو وہ بھی معتبر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ام بکر اسلمیہ نے اپنے خاوند عبد اللہ بن خالد سے خلع لیا اور حضرت عثمان نے اسے ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا اور ساتھ ہی فرمادیا کہ اگر کچھ سامان لیا ہو تو جتنا سامان لیا ہو وہ ہے، لیکن یہ اثر ضعیف ہے۔

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، سعید بن مسیب، حسن، عطاء، شرح، شعبی، ابراہیم، جابر بن زید، مالک، ابو حنیفہ اور ان کے ساتھی ثوری، اوزاعی، ابو عثمان جی کا یہی قول ہے کہ خلع طلاق ہے۔ امام شافعی کا بھی جدید قول یہی ہے، ہاں حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر دو طلاق کی نیت خلع دینے والے کی ہے تو دو ہو جائیں گی۔ اگر کچھ کچھ لفظ نہ کہے اور مطلق خلع ہو تو ایک طلاق بائن ہوگی اگر تین کی نیت ہے تو تین ہو جائیں گی۔ امام شافعی کا ایک اور قول بھی ہے کہ اگر طلاق کا لفظ نہیں اور کوئی دلیل و شہادت بھی نہیں تو وہ بالکل کوئی چیز نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

طلاق، خلع اور فسخ نکاح کے فرق کا بیان

طلاق صرف خاوند کے الفاظ اور اس کے اختیار و رضا سے ہوتی ہے، لیکن فسخ نکاح خاوند کے الفاظ کے بغیر بھی ہو جاتا ہے، اور اس میں خاوند کی رضا اور اختیار کی شرط نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "ہر وہ جس سے تفریق اور علیحدگی کا فیصلہ کیا جائے اور خاوند اس کے الفاظ نہ بولے، اور اسے نہ چاہے۔ تو یہ علیحدگی طلاق نہیں کہلائیگی۔" (الام 5/128)

2 طلاق کے کئی ایک اسباب ہیں، اور بعض اوقات بغیر کسی سبب کے بھی ہو سکتی ہے، بلکہ طلاق تو صرف خاوند کا اپنی بیوی کو چھوڑنے کی رغبت سے ہوگی۔

لیکن فسخ نکاح کے لیے سبب کا ہونا ضروری ہے جو فسخ کو واجب یا مباح کرے۔ فسخ نکاح ثابت ہونے والے اسباب کی مثالیں: خاوند اور بیوی کے مابین کفر و مناسبت نہ ہونا جنہوں نے لزوم عقد میں اس کی شرط لگائی ہے۔ جب خاوند یا بیوی میں سے کوئی ایک اسلام سے مرتد ہو جائے، اور دین اسلام میں واپس نہ آئے۔ جب خاوند اسلام قبول کر لے اور بیوی اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے، اور وہ مشرک ہو اور اہل کتاب سے تعلق نہ رکھتی ہو۔

خاوند اور بیوی میں لعان ہو جائے۔ خاوند کا نفقہ و اخراجات سے تنگ اور عاجز ہو جانا، جب بیوی فسخ نکاح طلب کرے۔ خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک میں ایسا عیب پایا جائے جو استمتاع میں مانع ہو، یا پھر دونوں میں نفرت پیدا کرنے کا باعث بنے۔

3 فسخ نکاح کے بعد خاوند کو رجوع کا حق حاصل نہیں اس لیے وہ اسے نئے عقد نکاح اور عورت کی رضامندی سے ہی واپس لا سکتا ہے۔ لیکن طلاق رجعی کی عدت میں وہ اسکی بیوی ہے، اور اسے پہلی اور دوسری طلاق کے بعد اسے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے، چاہے بیوی راضی ہو یا راضی نہ ہو۔

فسخ نکاح میں مرد جن طلاقوں کی تعداد کا مالک ہے اسے شمار نہیں کیا جاتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اور خاوند اور بیوی کے مابین جو فسخ نکاح ہو تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، نہ تو ایک اور نہ ہی اس کے بعد۔" (کتاب الام 5/100)

ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "فسخ نکاح اور طلاق میں فرق یہ ہے کہ اگرچہ ہر ایک سے خاوند اور بیوی میں علیحدگی اور تفریق ہو جاتی ہے، فسخ یہ ہے کہ جب اس کے بعد خاوند اور بیوی دوبارہ نکاح کریں تو وہ پہلی عصمت پر ہیں، اور عورت اپنے خاوند کے پاس تین طلاق پر ہوگی (یعنی خاوند کو تین طلاق کا حق ہوگا) اور اگر اس نے فسخ نکاح سے قبل طلاق دی اور رجوع کر لیا تو اس کے پاس دو طلاقیں ہوں گی۔" (الاستدکار 8/101)

بَابُ: الْمُخْتَلَعَةِ تَأْخُذُ مَا أُعْطَاهَا

یہ باب ہے کہ خلع حاصل کرنے والی عورت وہ چیز حاصل کرے گی جو اس کے شوہر نے اسے دی ہے

2056 - حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جَمِيلَةَ بِنْتَ سُلُوقِ ابْنَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ وَاللَّهِ مَا أُعْتِبْتُ عَلَى ثَابِتٍ فِي دِينٍ وَلَا خُلِقَ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ لَا أُطِيقُهُ بَغْضًا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّوَدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيثَهُ قَالَتْ نَعَمْ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهَا حَدِيثَهُ وَلَا يَزْدَادَ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سیدہ جمیلہ بنت سلول رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں انہوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! میں اپنے شوہر حضرت ثابت کے دین یا اخلاق کے حوالے سے ان سے ناراض نہیں ہوں لیکن اسلام قبول کر لینے کے بعد میں شوہر کی ناشکری کو بھی پسند نہیں کرتی ہوں انہیں ناپسند کرنے کی وجہ سے میں انہیں برداشت نہیں کر سکتی تو نبی کریم ﷺ نے ان سے دریافت کیا: کیا تم اس کا باغ اسے واپس کر دو گی اس نے عرض کی: جی ہاں تو نبی کریم ﷺ نے اس کے شوہر کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس عورت سے اپنا باغ حاصل کر لے اور مزید کوئی وصول نہ کرے۔

2057 - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَخْمَرِيُّ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَتْ حَبِيبَةُ بِنْتُ مَهْلٍ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَكَانَ رَجُلًا دَمِيمًا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَوْ لَا مَخَافَةُ اللَّهِ إِذَا دَخَلَ عَلَيَّ لَبَصَفْتُ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّوَدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيثَهُ قَالَتْ نَعَمْ فَرَدَّثَ عَلَيْهِ حَدِيثَهُ قَالَ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

﴿﴾ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: سیدہ حبیبہ بنت مہل رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں وہ بد صورت سے آدمی تھے اس خاتون نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہوتا تو یہ جیسے ہی میرے پاس آیا تھا میں اس کے چہرے پر تھوک دیتی تو نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم اس کا باغ اسے واپس کر دو گی اس نے عرض کی: جی ہاں تو اس خاتون نے اس صاحب کا باغ اسے واپس کر دیا۔

راوی کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی۔

شرح

اگر یہ ناپسندیدگی مرد کی طرف سے ہو تو مرد کے لئے یہ بات مکروہ ہے کہ عورت سے عوض وصول کرے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اگر تم ایک بیوی کی بجائے دوسری بیوی لانا چاہتے ہو تو اگرچہ تم پہلی بیوی کو ایک ڈھیر کے برابر (مال) دے چکے

2056: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2057: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ہو تو پھر بھی اس سے کچھ (واپس) نہ لو۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے: شوہر اس عورت کو چھوڑ کر دوسری بیوی لانے کے ذریعے اسے پریشانی کا شکار کر سکتا ہے تو اب وہ اس سے مال لے کر اسے مزید پریشان نہ کرے۔

لیکن اگر ناپسندیدگی عورت کی طرف سے ہو تو ہمارے نزدیک یہ بات مکروہ ہے کہ مرد عورت سے اس سے زیادہ وصول کرے جو (اس نے مہر کے طور پر) دیا تھا۔ ”الجامع الصغیر“ کی ایک روایت میں یہ بات ہے: اضافی ادائیگی لینا بھی جائز ہوگا۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے ہم نے جو روایت آغاز میں نقل کی ہے وہ مطلق ہے۔ دوسری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: جو حضرت ثابت بن قیس کی اہلیہ کے بارے میں ہے۔ ”جہاں تک اضافی ادائیگی کا تعلق ہے تو وہ نہیں“۔ اس مسئلے میں ناپسندیدگی خاتون کی طرف سے تھی۔ اگر مرد زیادہ وصول کر لیتا ہے تو قصا کے اعتبار سے یہ جائز ہوگا اسی طرح اگر وہ عوض وصول کر لیتا ہے اور ناپسندیدگی بھی اس کی طرف سے ہو تو (یہ بھی جائز) ہوگا کیونکہ ہم نے جو آیت تلاوت کی ہے اس کا مقتضی دو چیزیں ہیں۔ حکم کے اعتبار سے جائز ہونا اور مباح ہونا اس لئے اباحت کے حق میں عمل ترک کر دیا جائے گا کیونکہ اس کے مقابلے میں چیز موجود ہے تو باقی پر عمل کرنا باقی رہ جائے گا۔ (ہدایہ کتاب طلاق، لاہور)

صحابیہ کا حق مہر کی عدم واپسی سے متعلق فقہی استدلال

وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَالتَّبَهُمُ اخْتَارُوا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَ بِهَبْئًا وَ إِنَّمَا مِثْلُنَا مِنَ الْقَبِيحَاتِ (النساء: ۲۰)

اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو۔ اور اُسے ڈھیروں مال دے چکے ہو۔ تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے واپس لوگے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے۔ (کنز الایمان)

اس آیت سے گراں مہر مقرر کرنے کے جواز پر دلیل لائی گئی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسر منبر فرمایا کہ عورت کے مہر گراں نہ کرو ایک عورت نے یہ آیت پڑھ کر کہا کہ اے ابن خطاب اللہ ہمیں دیتا ہے اور تم منع کرتے ہو اس پر امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمر تجھ سے ہر شخص زیادہ سمجھ داتا ہے جو چاہو مقرر کرو سبحان اللہ خلیفہ رسول کے شان انصاف اور نفس شریف کی پاکی۔ رَزَقْنَا اللّٰهَ تَعَالٰی اِتِّبَاعَهُ آمِينَ۔ (بخاری، المرقان)

خلع میں زیادہ مال لینے سے متعلق مذاہب اربعہ

جمہور کا مذہب تو یہ ہے کہ خلع عورت اپنے سے دیئے ہوئے سے زیادہ لے تو بھی جائز ہے کیونکہ قرآن نے آیت (فی ما اقتدت بہ) فرمایا ہے، حضرت عمر کے پاس ایک عورت اپنے خاوند سے بگڑی ہوئی آئی، آپ نے فرمایا اسے گندگی والے گھر میں قید کر دو پھر قید خانہ سے اسے بلوایا اور کہا کیا حال ہے؟ اس نے کہا آرام کی راتیں مجھ پر میری زندگی میں یہی گزری ہیں۔ آپ نے اس کے خاوند سے فرمایا اس سے خلع کر لے۔ اگرچہ گوشوارہ کے بدلے ہی ہو، ایک روایت میں ہے اسے تین دن وہاں قید رکھا تھا، ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر یہ اپنی چٹیا کی دھجی بھی دے تو لے لے اور اسے الگ کر دے۔ حضرت عثمان فرماتے

ہیں اس کے سوا سب کچھ لے کر بھی خلع ہو سکتا ہے۔

ربیع بنت معوذ بن عفرہ فرماتی ہیں میرے خاوند اگر موجود ہوتے تو بھی میرے ساتھ سلوک کرنے میں کمی کرتے اور کہیں چلے جاتے تو بالکل ہی محروم کر دیتے۔ ایک مرتبہ جھگڑے کے موقع پر میں نے کہا کہ میری ملکیت میں جو کچھ ہے لے لو اور مجھے خلع دو۔ اس نے کہا اور یہ معاملہ فیصل ہو گیا لیکن میرے چچا معاذ بن عفرہ اس قصہ کو لے کر حضرت عثمان کے پاس گئے۔ عثمان نے بھی اسے برقرار رکھا اور فرمایا کہ چوٹی کی دھجی چھوڑ کر سب کچھ لے لو، بعض روایتوں میں ہے یہ بھی اور اس (سہس) چھوٹی چیز بھی غرض سب کچھ لے لو، پس مطلب ان واقعات کا یہ ہے کہ یہ دلیل ہے اس پر کہ عورت کے پاس جو کچھ ہے دے کر وہ خلع کر سکتی ہے اور خاوند اپنی دی ہوئی چیز سے زائد لے کر بھی خلع کر سکتا ہے۔

ابن عمر، ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، ابراہیم نخعی، قیسہ بن زویب، حسن بن صالح عثمان رحمہ اللہ، جمعین بھی یہی فرماتے ہیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ، لیث، امام شافعی اور ابو ثور کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔

اور اصحاب ابو حنیفہ کا قول ہے کہ اگر قصور اور ضرر رسانی عورت کی طرف سے ہو تو خاوند کو جائز ہے کہ جو اس نے دیا ہے واپس لے لے، لیکن اس سے زیادہ لینا جائز نہیں۔ گو زیادہ لے لے تو بھی قضاء کے وقت جائز ہوگا اور اگر خاوند کی اپنی جانب سے زیادتی ہو تو اسے کچھ بھی لینا جائز نہیں۔ گو، لے لے تو قضا جائز ہوگا۔

امام احمد ابو عبیدہ اور اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ خاوند کو اپنے دیئے ہوئے سے زیادہ لینا جائز ہی نہیں۔ سعید بن مسیب عطاء عمرو بن شعیب زہری طاؤس حسن شعبی حماد بن ابوسلیمان اور ربیع بن انس کا بھی یہی مذہب ہے۔ عمر اور حاکم کہتے ہیں حضرت علی کا بھی یہ فیصلہ ہے۔

اوزاعی کا فرمان ہے کہ قاضیوں کا فیصلہ ہے کہ دیئے ہوئے سے زیادہ کو جائز نہیں جانتے۔ اس مذہب کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے جس میں ہے کہ اپنا باغ لے لو اور اس سے زیادہ نہ لو۔ مسند عبد بن حمید میں بھی ایک مرفوع حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع لینے والی عورت سے اپنے دیئے ہوئے سے زیادہ لینا مکروہ رکھا، اور اس صورت میں جو کچھ فدیہ وہ دے لے گا، کالفظ قرآن میں ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ دیئے ہوئے میں سے جو کچھ دے، کیونکہ اس سے پہلے یہ فرمان موجود ہے کہ تم نے جو انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ نہ لو، ربیع کی قرأت میں بہ کے بعد منہ کالفظ بھی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ حدود اللہ ہیں ان سے تجاوز نہ کرو ورنہ گنہگار ہوں گے۔

بَابُ: عِدَّةُ الْمُخْتَلِعَةِ

یہ باب خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت میں ہے

2058 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ ابْنِ إِسْحَاقَ

أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ بْنُ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ مُعَوِذٍ ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَ قُلْتُ لَهَا حَدِّثِينِي حَدِيثَكَ قَالَتْ اخْتَلَعْتُ مِنْ زَوْجِي ثُمَّ جِئْتُ عُثْمَانَ فَسَأَلْتُ مَاذَا عَلَيَّ مِنَ الْعِدَّةِ فَقَالَ لَا عِدَّةَ عَلَيْكَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ حَدِيثُ عَهْدِكَ بِكَ فَتَمْكُثِينَ عِنْدَهُ حَتَّى تَحِيضِينَ حِيضَةً قَالَتْ وَإِنَّمَا تَبِعَ فِي ذَلِكَ قَضَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرْيَمَ الْمَعَالِيَةِ وَكَانَتْ تَحْتَ قَابِثِ بْنِ قَيْسٍ فَاخْتَلَعَتْ مِنْهُ

﴿﴾ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ مجھے اپنی حدیث سنائیے تو انہوں نے بتایا: میں نے اپنے شوہر سے خلع حاصل کر لیا پھر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور میں نے دریافت کیا: مجھ پر کتنی عدت لازم ہے تو وہ بولے: تم پر کوئی عدت لازم نہیں ہے البتہ اگر اس نے زمانہ قریب میں تمہارے ساتھ صحبت کی تھی تو تم اس کے ہاں رہو گی اور ایک حیض بسر کرو گی۔

سیدہ ربیع رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی پیروی کی تھی جو مریم مدالیہ کے بارے میں تھا جو ثابت بن قیس کی اہلیہ تھیں اور انہوں نے ان صاحب سے خلع حاصل کیا تھا۔

عدت میں حق طلاق پر مذاہب فقہاء کا بیان

اس عورت پر عدت کے اندر اندر دوسری طلاق بھی واقع ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ نہیں، کیونکہ وہ عورت اپنے نفس کی مالک ہے اور اس خاوند سے الگ ہو گئی ہے، ابن عباس ابن زبیر عکرمہ جابر بن زید حسن بھری شافعی احمد اسحاق ابو ثور کا یہی قول ہے۔

دوسرا قول امام مالک علیہ الرحمہ کا ہے کہ اگر خلع کے ساتھ ہی بغیر خاموش رہے طلاق دے دے تو واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں، یہ مثل اس کے ہے جو حضرت عثمان سے مروی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ عدت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ ابو حنیفہ ان کے اصحاب، ثوری، اوزاعی، سعید بن مسیب، شریح، طاؤس، ابراہیم، زہری، حاکم، حکم اور حماد کا بھی یہی قول ہے۔

ابن مسعود اور ابو الدرداء سے بھی یہ مروی تو ہے لیکن ثابت نہیں۔ پھر فرمایا ہے کہ یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے نہ بڑھو، فرائض کو ضائع نہ کرو، محارم کی بھرتی نہ کرو، جن چیزوں کا ذکر شریعت میں نہیں تم بھی ان سے خاموش رہو کیونکہ اللہ کی ذات بھول چوک سے پاک ہے۔ اس آیت سے استدلال ہے ان لوگوں کا جو کہتے ہیں کہ تینوں طلاقیں ایک مرتبہ ہی دینا حرام ہیں۔ مالکیہ اور ان کے موافقین کا یہی مذہب ہے، ان کے نزدیک سنت طریقہ یہی ہے کہ طلاق ایک ایک دی جائے کیونکہ آیت (الطلاق مروتان) کہا پھر فرمایا کہ یہ حدیں ہیں اللہ کی، ان سے تجاوز نہ کرو،

اس کی تقویت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو سنن نسائی میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں ایک ساتھ دی ہیں۔ آپ سخت غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کیا میری موجودگی میں کتاب اللہ کے ساتھ کھیلا جانے لگا۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو میں اس

شخص کو قتل کرو، لیکن اس روایت کی سند میں انقطاع ہے۔

بانجھ کے فسخ نکاح کا ذریعہ نہ ہونے کا بیان

ابن قدامہ رحمہ اللہ فسخ نکاح کو جائز کرنے والے عیوب بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں: "ہمارے علم کے مطابق تو اہل علم کے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں، صرف حسن بصری رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ: جب دونوں یعنی خاوند اور بیوی میں سے کوئی ایک بانجھ ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا۔

اور امام احمد رحمہ اللہ یہ پسند کرتے ہیں کہ وہ اپنا معاملہ واضح کرے، ہو سکتا ہے اس کی بیوی اولاد چاہتی ہو، اور یہ نکاح کے شروع میں ہونا چاہیے، لیکن اس سے فسخ ثابت نہیں ہوتا، اگر اس سے فسخ نکاح ثابت ہوتا تو پھر آئیہ یعنی ناامید ہونے والی عورت میں یہ ضرور ثابت ہوتا؛ اور اس لیے بھی کہ اس کا علم نہیں، کیونکہ کچھ آدمی ایسے ہوتے ہیں جنہیں جوانی میں اولاد نہیں ہوتی لیکن بڑھاپے میں اولاد ہو جاتی ہے، اور سارے عیوب سے ان کے ہاں فسخ نکاح ثابت نہیں ہوتا۔ (المغنی ۱/۱۴۳)

اس آیت شریفہ کے مضمون کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو چھوڑنا چاہے تو بیوی سے کچھ مال لینا اس کے لئے حلال نہیں، خواہ وہ مال خود شوہر ہی کا دیا ہو کیوں نہ ہو۔

صرف ایک ہی صورت ایسی ہے جس میں شوہر کے لئے بیوی سے معاوضہ لینا حلال ہے، وہ یہ کہ میاں بیوی دونوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ضابطوں کو قائم نہیں کر سکیں گے۔

پس اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ میاں بیوی دونوں یہ محسوس کرتے ہوں کہ اب وہ میاں بیوی کی حیثیت سے حدود خداوندی کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان دونوں کو خلع کا معاملہ کر لینے میں کوئی گناہ نہیں، اور اس صورت میں بیوی سے بدل خلع کا وصول کرنا شوہر کے لئے حلال ہوگا۔

باب: الْإِيلَاءُ

یہ باب ایلاء کے بیان میں ہے

ایلاء کے معنی و مفہوم کا بیان

ایلاء "أَلَا يَأْتُو" سے باب افعال ہے۔ "أَلَا يَأْتُو" کا اصل لغوی مفہوم کسی امر میں کوتاہی اور کمی کرنا ہے اور "ایلاء" ایلاء کے لغوی معنی یہ ہیں کہ قسم (یمین) کے ہیں خواہ کسی بھی بات پر قسم کھائی جائے۔ جبکہ اصطلاحی معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے مطلق طور پر یا ہمیشہ کے لیے یا چار مہینہ اور اس سے زیادہ مدت کے لیے محبت نہ کرنے کی قسم کھالے، اسی طرح بیوی سے محبت کرنے کی صورت میں کوئی ایسی چیز اپنے اوپر لازم کر لے جس کی ادائیگی ایک گونہ دشوار اور مشکل ہو مثلاً یہ کہے کہ اگر میں تجھ سے محبت کر لوں تو مجھ پر حج یا روزہ وغیرہ واجب ہو جائے تو بھی ایلاء ہی شمار ہوگا۔ (فہم اسلامی داد، ج ۹، ص ۵۰۳)

مدت ایلاء گزرنے کے بعد وقوع طلاق میں مذاہب اربعہ

حضرت سلیمان ابن یسار تابعی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس بلکہ اس سے بھی زیادہ صحابیوں کو پایا ہے وہ سب یہ فرمایا کرتے تھے کہ ایلاء کر نیوالے کو ٹھہرایا جائے (شرح النہ مکتوبہ المعاص: جلد سوم: رقم الحدیث 400)

ایلاء اس کو کہتے ہیں کہ کوئی مرد یہ قسم کھائے کہ میں چار مہینہ یا اس سے زائد مثلاً پانچ مہینہ یا چھ مہینہ (تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کروں گا لہذا اگر اس مرد نے اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو اس صورت میں اکثر صحابہ کے قول کے مطابق اس مرد کی بیوی پر شخص چار مہینے گزر جانے سے طلاق نہیں پڑے گی بلکہ ایلاء کر نیوالے کو ٹھہرایا جائے گا یعنی حاکم وقاضی اس کو مجبوس کریگا اور اس سے یہ کہے گا کہ یا تو اپنی عورت سے رجوع کر دینی اس سے جماع کر لو اور اپنی قسم پوری نہ کرنے کا کفارہ دو یا اپنی بیوی کو طلاق دیدو۔ چنانچہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا مسلک یہی ہے نیز حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مرد حاکم وقاضی کی اس بات پر عمل نہ کرے یعنی نہ تو عورت سے رجوع کرے اور نہ طلاق دے تو حاکم کو اختیار ہے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دیدے۔ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں اگر اس مرد نے چار مہینے کے اندر اپنی بیوی سے جماع کر لیا تو اس کا ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ مگر اس پر قسم پوری نہ کرنے کا کفارہ لازم آئے گا اور اگر اس نے جماع نہ کیا یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن پڑھ جائے گی ایلاء کے دیگر مسائل اور اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "انام نحیی اور قتادہ اور حماد، وراہن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا قول ہے کہ جس نے بھی قلیل یا اکثر وقت میں وطی نہ کرنے کی قسم اٹھائی، اور اسے چار ماہ تک چھوڑ دیا تو اس نے ایلاء کیا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (ان لوگوں کے لیے جو اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں وہ چار ماہ تک انتظار کریں)۔ اور یہ شخص ایلاء کرنے والا ہے؛ کیونکہ ایلاء حلف ہے اور اس نے قسم اٹھائی ہے۔ (المغنی 415/7)

ایلاء کے حکم کا بیان

علامہ ابن محمود الباہر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ شخص اس عورت سے چار ماہ تک صحبت نہ کرے تو چار ماہ بعد خود بخود طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر چار ماہ کے اندر صحبت کر لے تو قسم کا کفارہ دینا پڑیگا۔

(عناہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۳۳۲، بیروت)

علامہ علاؤ الدین کامسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وَأَمَّا حُكْمُ الْإِيلَاءِ فَنَقُولُ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ إِنَّهُ يَتَعَلَّقُ بِالْإِيلَاءِ حُكْمَانِ: حُكْمُ الْحَيْثِ، وَحُكْمُ الْبَرِّ، أَمَّا حُكْمُ الْحَيْثِ فَيَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمَحْلُوفِ بِهِ: فَإِنْ كَانَ الْحَلْفُ بِاللَّهِ تَعَالَى فَهُوَ وَجُوبُ كَفَّارَةِ الْيَمِينِ كَسَائِرِ الْأَيْمَانِ بِاللَّهِ، أَمَّا أَصْلُ الْحُكْمِ فَهُوَ وَقُوعُ الطَّلَاقِ بَعْدَ مُضِيِّ الْمُدَّةِ مِنْ غَيْرِ قِيٍّ (بدائع الصنائع فصل

فی حکم الایلاء

ایلاء کے تاریخی پس منظر کا بیان اور اسلامی اصول کی اہمیت

زمانہ جاہلیت میں ایک طریقہ میاں بیوی میں علیحدگی کا یہ بھی تھا کہ شوہر غصے میں آ کر قسم کھا بیٹھتے تھے کہ وہ اپنی بیویوں سے ہم بستری نہ کریں گے۔ اصطلاح میں اسی کو ایلاء کہتے ہیں۔ ایلاء کرنے کے بعد جو ایک طرح کی طلاق ہی تھی، شوہر اپنی بیوی کے نان و نفقہ اور ہر قسم کے ادائے حقوق سے معذور و مستبردار ہو جاتا تھا۔

اسلام نے اس طریقہ طلاق کی بھی اصطلاح کی اور اسے ایک قانون کی شکل میں نافذ فرمایا اور فطرت بشری کا بالکل صحیح اندازہ کر کے حکم دیا کہ چونکہ زوجین میں تعلقات ہمیشہ خوشگوار تو نہیں رہ سکتے، بگاڑ پیدا ہونے ہی رہتے ہیں، لیکن ایسے بگاڑ کو خدا کی شریعت پسند نہیں کرتی کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ، قانونی طور پر رشتہ ازدواج میں تو بندھے رہیں، مگر عملاً ایک دوسرے سے اس طرح الگ رہیں کہ گویا وہ میاں بیوی نہیں ہیں۔ ایسے بگاڑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے چار ماہ کی مدت مقرر فرمادی کہ یا تو اس مدت میں سارے پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کے بعد اپنے تعلقات درست کر لو لیکن اس صورت میں ایسی قسم توڑنے کا گناہ ایک خفیف سے کفارے کے بعد معاف کیا جائے گا ورنہ رشتہ ازدواج منقطع کر دو تا کہ دونوں، ایک دوسرے سے آزاد ہو کر جس سے چاہیں، نباہ کر سکیں۔ قریقین ہنسی خوشی اور باضابطہ معاہدہ نکاح کو فتح کر کے ایک دوسرے سے مستقل علیحدگی اختیار کر لیں۔ یہ اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ رہیں تو میاں بیوی، لیکن عملاً ایک دوسرے سے لا تعلق ہو جائیں۔

2059 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الرَّجَالِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَقْسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يَدْخُلَ عَلَيَّ نِسَائِهِ شَهْرًا فَمَكَّتْ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا حَتَّى إِذَا كَانَ مِائَةً ثَلَاثِينَ دَخَلَ عَلَيَّ فَقُلْتُ إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا فَقَالَ الشَّهْرُ هَكَذَا يُرْسِلُ أَصَابِعَهُ فِيهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَالشَّهْرُ هَكَذَا وَأَرْسَلَ أَصَابِعَهُ كُلَّهَا وَأَمْسَكَ أَصْبَعًا وَاحِدًا فِي الثَّالِثَةِ

﴿ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ نے یہ قسم اٹھائی کہ آپ ﷺ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس تشریف نہیں لے کر جائیں گے پھر انیس دن گزر گئے تیسویں دن کی شام ہوئی تو نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے میں نے عرض کی: آپ ﷺ نے تو یہ قسم اٹھائی تھی کہ آپ ﷺ ایک مہینے تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مہینہ اس طرح بھی ہوتا ہے آپ ﷺ نے تین مرتبہ اپنی انگلیوں کو کھولا اور مہینہ اس طرح بھی ہوتا ہے اس مرتبہ آپ ﷺ نے اپنی تمام انگلیوں کو کھولا لیکن تیسری مرتبہ میں ایک انگلی کو بند کر لیا (یعنی مہینہ کبھی انیس دن کا بھی ہوتا ہے)۔

2060 - حَدَّثَنَا مُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكْرِيَّا عَنْ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا إِلَى لَانَّ زَيْنَبَ رَدَّتْ عَلَيْهِ هَدِيَّتَهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لَقَدْ أَقْمَأَنَّكَ

2059: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2060: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

لَقَضِبَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالْيَ مِنْهُنَّ

• سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ نے ایلاء اس لیے کیا تھا کیونکہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے تحفے کو واپس کر دیا تھا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اس خاتون نے نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت کا خیال نہیں کیا تھا اس بات پر نبی کریم ﷺ کو غصہ آ گیا اور آپ ﷺ نے اپنی ازواج کے ساتھ ایلاء کر لیا۔

2061- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ بَحْثِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

مُحَمَّدٍ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَى مِنْ بَعْضِ نِسَائِهِ شَهْرًا فَلَمَّا كَانَ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ رَاحَ أَوْ غَدَا فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا مَضَى تِسْعٌ وَعِشْرُونَ فَقَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ

• سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایک مہینے کے لیے ایلاء کر لیا جب انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح کے وقت یا شاید شام کے وقت تشریف لے آئے آپ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ آپ نے تو یہ قسم اٹھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک تشریف نہیں لائیں گے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کبھی مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

شرح

اور جب شوہر بیوی سے یہ کہے: اللہ کی قسم میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا یا یہ کہہ دے: اللہ کی قسم میں چار ماہ تک تمہارے قریب نہیں آؤں گا تو وہ ایلاء کرنے والا شمار ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے ساتھ ایلاء کرتے ہیں ان کے لئے حکم ہے کہ وہ چار ماہ تک انتظار کریں“۔ اگر چار ماہ کے دوران شوہر بیوی کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے تو وہ قسم توڑنے والا شمار ہوگا اور اس پر کفارے کی ادائیگی لازم ہوگی چونکہ قسم توڑنے کے نتیجے میں کفارہ لازم ہو جاتا ہے اور ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ توڑے جانے کے نتیجے میں قسم خود بخود ختم ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ عورت کے قریب نہیں جاتا اور چار ماہ گزر جاتے ہیں تو عورت کو ایک بائہ طلاق ہو جائے گی۔

امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: عورت قاضی کی تفریق کے بعد بائہ ہوگی اس کی دلیل یہ ہے: مرد نے صحبت کے بارے میں اس کے حق میں رکاوٹ پیدا کی ہے تو قاضی عورت کو نجات دلانے کے لئے مرد کا قائم مقام تصور کیا جائے گا۔ جیسا کہ اگر شوہر نامرد ہو تو قاضی کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: مرد نے عورت کے ساتھ زیادتی کی ہے اور اس کے حق میں رکاوٹ ڈالی ہے تو شریعت نے اسے یہ سزا دی ہے طے شدہ مدت گزرنے کے بعد نکاح کی نعمت خود بخود زائل ہو جائے گی اور یہی بات حضرت عثمان غنی حضرت علی حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت سے منقول ہے اور ان حضرات کی پیروی کافی ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: یہ (ایلاء) زمانہ جاہلیت میں طلاق شمار ہوتا تھا تو شریعت نے یہ حکم دیا: مخصوص مدت گزرنے تک اس کو مؤخر کیا جائے۔ (ہدایہ کتاب طلاق، لاہور)

مدت ایلاء کے بعد وقوع طلاق کا بیان

لِّلَّذِينَ يُؤْتُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاءَ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (البقرہ، ۲۲۶)

اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ معمول تھا کہ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے اگر وہ دینے سے انکار کرتیں تو ایک سال دو سال تین سال یا اس سے زیادہ عرصہ ان کے پاس نہ جانے اور صحبت ترک کرنے کی قسم کھا لیتے تھے اور انہیں پریشانی میں چھوڑ دیتے تھے نہ وہ بیوہ ہی تھیں کہ کہیں اپنا ٹھکانہ کر لیتیں نہ شوہر دار کہ شوہر سے آرام پاتیں اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لئے چار مہینے کی مدت معین فرمادی کہ اگر عورت سے چار مہینے یا اس سے زائد عرصہ کے لئے یا غیر معین مدت کے لئے ترک صحبت کی قسم کھالے جس کو ایلا کہتے ہیں تو اس کے لئے چار ماہ انتظار کی مہلت ہے اس عرصہ میں خوب سوچ سمجھ لے کہ عورت کو چھوڑنا اس کے لئے بہتر ہے یا رکھنا اگر رکھنا بہتر سمجھے اور اس مدت کے اندر رجوع کرے تو نکاح باقی رہے گا اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر اس مدت میں رجوع نہ کیا قسم نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہوگئی اور اس پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اگر مرد صحبت پر قادر ہو تو رجوع صحبت ہی سے ہوگا اور اگر کسی دلیل سے قدرت نہ ہو تو بعد قدرت صحبت کا وعدہ رجوع ہے۔ (تفسیر احمدی)

مدت ایلاء کے بعد والی طلاق میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے یہ نہیں کہا ہے کہ قاضی تفریق کدلیل کا بلکہ ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور اسی طرح امام مالک علیہ الرحمہ اور امام احمد بن حنبل علیہما الرحمہ کا بھی مذہب ہے (لہذا احناف اور ائمہ ثلاثہ کا اس مسئلہ میں اختلاف طلاق رجعی اور بائنہ ہونے میں ہے۔ وقوع طلاق میں کوئی اختلاف نہیں ہے)۔ (فتح القدیر، ج ۸، ص ۴۷۵، بیروت)

حضرت سلیمان ابن یسار تابعی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس بلکہ اس سے بھی زیادہ صحابیوں کو پایا ہے وہ سب یہ فرمایا کرتے تھے کہ ایلاء کرنے والے کو ٹھہرایا جائے (شرح السنہ)

ایلاء اس کو کہتے ہیں کہ کوئی مرد یہ قسم کھائے کہ میں چار مہینے یا اس سے زائد مثلاً پانچ مہینے یا چھ مہینے) تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کروں گا لہذا اگر اس مرد نے اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو اس صورت میں اکثر صحابہ کے قول کے مطابق اس مرد کی بیوی پر محض چار مہینے گزر جانے سے طلاق نہیں پڑے گی بلکہ ایلاء کرنے والے کو ٹھہرایا جائے گا یعنی حاکم وقاضی اس کو مجبوس کریگا اور اس سے یہ کہے گا کہ یا تو اپنی عورت سے رجوع کرو یعنی اس سے جماع کر لو اور اپنی قسم پوری نہ کرنے کا کفارہ دو یا اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ چنانچہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا مسلک یہی ہے نیز حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مرد حاکم وقاضی کی اس بات پر عمل نہ کرے یعنی نہ تو عورت سے رجوع کرے اور نہ طلاق دے تو

حاکم کو اختیار ہے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دیدے۔

اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں اگر اس مرد نے چار مہینے کے اندر اپنی بیوی سے جماع کر لیا تو اس کا ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ مگر اس پر قسم پوری نہ کرنے کا کفارہ لازم آئے گا اور اگر اس نے جماع نہ کیا یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن پڑھ جائے گی ایلاء کے دیگر مسائل اور اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

مدت ایلاء گزرنے کے بعد وقوع طلاق میں فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں کہ اگر چار مہینے گزر جانے کے بعد وہ طلاق دینے کا قصد کرے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چار مہینے گزرتے ہیں طلاق نہیں ہوگی۔

جمہور متاخرین کا یہی مذہب ہے، گو ایک دوسری جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ بلا جماع چار ماہ گزرنے کے بعد طلاق ہو جائے گی۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت اور بعض تابعین سے بھی یہی مروی ہے لیکن یاد رہے کہ راجح قول اور قرآن کریم کے الفاظ اور صحیح حدیث سے ثابت شدہ قول یہی ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی۔

احناف کہتے ہیں بائن ہوگی، جو لوگ طلاق پڑنے کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اسے عدت بھی گزارنی پڑے گی۔ ہاں ابن عباس اور ابو العشاء فرماتے ہیں کہ اگر ان چار مہینوں میں اس عورت کو تین حیض آگئے ہیں تو اس پر عدت بھی نہیں۔ امام شافعی کا بھی قول یہی ہے لیکن جمہور متاخرین علماء کا فرمان یہی ہے کہ اس مدت کے گزرتے ہیں طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ اب ایلاء کرنے والے کو مجبور کیا جائے گا کہ یا تو وہ اپنی قسم کو توڑے یا طلاق دے۔ موطا مالک میں حضرت عبداللہ بن عمر سے یہی مروی ہے۔ صحیح بخاری میں بھی یہ روایت موجود ہے،

امام شافعی اپنی سند سے حضرت سلیمان بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دس سے اوپر صحابیوں سے سنا کہ وہ کہتے تھے چار ماہ کے بعد ایلاء کرنے والے کو کھڑا کیا گیا تو کم سے کم یہ تیرہ صحابی ہو گئے۔ حضرت علی سے بھی یہی منقول ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی حضرت عمر، حضرت ابن عمر، حضرت عثمان بن زید بن ثابت اور دس سے اوپر اور دوسرے صحابہ کرام سے مروی ہے، دارقطنی میں ہے حضرت ابوصالح فرماتے ہیں میں نے بارہ صحابیوں سے اس مسئلہ کو پوچھا، سب نے یہی جواب عنایت فرمایا، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابودرداء، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، بھی یہی فرماتے ہیں اور تابعین میں سے حضرت سعید بن مسیب، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت مجاہد، حضرت طاؤس، حضرت محمد بن کعب، حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ، جمعین کا بھی یہی قول ہے اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد اور ان کے ساتھیوں کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام بن جریر بھی اسی قول کو پسند کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے ائمہ ثلاثہ کے مذاہب نقل کرنے میں سہو کیا

ہم نے فتح القدیر سے فقہی مذاہب بیان کیے ہیں جس میں امام، علامہ، ترجمان حقیقت کمال الدین ابن ہمام علیہ الرحمہ جن کی تحقیق کے اغیار اور اہل ظواہر بھی قائل ہیں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی مدت ایلاء گزرنے کے ساتھ طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔ جبکہ حافظ ابن کثیر تابعین کی طرف کثرت سے اقوال کی نسبت بھی کی اور ان کے بعد ائمہ ثلاثہ کی طرف یہ موقف منسوب کیا ہے کہ ان کے نزدیک مدت ایلاء گزرنے کے بعد طلاق واقع نہ ہوگی۔ یہ تفسیر ابن کثیر میں ان کا سہو ہے۔

مدت ایلاء کے خود بائنے ہونے میں فقہی مذاہب

سروق، حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ایلاء اور انہیں اپنے اوپر حرام کر لیا، پھر آپ نے قسم کا کفارہ ادا کیا اور جس چیز کو حرام کیا تھا اسے حلال کیا اس باب میں حضرت ابو موسیٰ اور انس سے بھی روایت ہے مسلم بن عقیل کی داؤد سے منقول حدیث علی بن مسعود وغیرہ داؤد سے منقول حدیث نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کیا الخ۔ اس حدیث میں سروق کے عائشہ سے نقل کرنے کا ذکر نہیں اور یہ حدیث مسلمہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ ایلاء کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ چار مہینے یا اس سے زیادہ تک اپنی بیوی کے قریب بھی نہیں جائے گا پھر چار مہینے گزر جانے کے بعد عورت کے قریب نہ جائے تو کیا حکم ہے؟ اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے بعض علماء اور تابعین فرماتے ہیں کہ چار ماہ گزر جانے پر تو وہ ٹھہر جائے یا تور جوع کرے یا طلاق دے۔ امام مالک علیہ الرحمہ بن انس، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے بعض علماء اور دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ چار ماہ گزرنے پر ایک طلاق بائن خود بخود ہو جائے گی، سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی جلد اول رقم الحدیث 1212)

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے مختلف فقہی مذاہب کے فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں۔ جن میں ائمہ ثلاثہ کا قول کہ یا ایلاء والار جوع کرے یا طلاق دے اس سے یہ اشتباہ ہو سکتا ہے کہ شاید ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مدت ایلاء گزر جانے کے بعد طلاق واقع نہیں ہوتی حالانکہ ائمہ ثلاثہ نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے لہذا اس حکم کا وقوع طلاق یا عدم وقوع کے حکم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یعنی اگر وہ طلاق نہ دے تو کیا پھر بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی یہ مسئلہ جامع ترمذی کی مذکورہ روایت سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

ایلاء کے طلاق نہ ہونے میں فقہ شافعی کے دلائل کا بیان

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ سے یہ روایت کیا گیا ہے کہ اگر چار ماہ گزر جائیں تو اس شخص سے جس نے "ایلاء" کیا ہے (یعنی ازدواجی تعلقات نہ رکھنے کی قسم کھائی ہے)، یہ کہا جائے گا کہ وہ بیوی کو یا تور کھنے کا فیصلہ کرے یا پھر اسے طلاق دے دے۔ بعض دوسرے صحابہ سے یہ مروی ہے کہ چار ماہ کا گزرنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ شخص طلاق دینا چاہتا ہے۔ اس معاملے میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے ماں باپ آپ پر قربان، کوئی بات نہیں ملتی۔

نوٹ: اس حکم کی دلیل یہ ہے کہ کوئی شخص بلا دلیل اپنی بیوی کو لٹکائے نہ رکھے۔ اگر کوئی ایسی بیوہ قسم کھا بیٹھے تو پھر یا تو بیوی کو

آزاد کرے اور یا پھر قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے۔ آیت کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی قسم کھانا بہر حال ایک گناہ کا فعل ہے۔

سائل: ان دونوں میں سے آپ نے کس نقطہ نظر کو اختیار کیا ہے؟ شافعی: میری دلیل یہ ہے کہ قسم کھانے سے طلاق لازم نہیں آتی۔ اگر خاتون اپنے حقوق کا مطالبہ کرے تو ہم چار ماہ تک تو علیحدگی نہیں کروائیں گے۔ جب چار ماہ گزر جائیں گے تو اس سے کہا جائے گا، یا تو طلاق دویا پھر واپس آؤ۔ اس کا ازدواجی تعلقات قائم کر لینا واپسی کا ثبوت ہوگا۔

سائل: اس دلیل کو آپ نے کس بنیاد پر اختیار کیا ہے؟ شافعی: مجھے یہ کتاب اللہ اور عقل کے زیادہ قریب لگتی ہے۔

سائل: کتاب اللہ سے اس بارے میں کوئی بات ملتی ہے؟

شافعی: اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ "مَلَدَ يَنْدُ لَوْ نَسَا نَحْمُ خَرْبُھُنْ اَرْبَعَةَ اشْھَرٍ" یعنی "جو لوگ اپنی بیویوں سے ازدواجی تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھیں، ان کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے۔" آیت کے ظاہری مفہوم میں یہ بات ملتی ہے کہ جس (خاتون کو) اللہ نے چار ماہ انتظار کرنے کا حکم دیا ہے، اس کے لئے چار ماہ تک تو انتظار کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار مہینے میں لوٹ آنے کا جو حکم دیا ہے، وہ اس طرح سے ہو جیسا کہ آپ کسی کو کہیں، "میں آپ کو چار ماہ کی مہلت دے رہا ہوں، اس میں یہ عمارت تعمیر کر دیجیے۔" کوئی شخص بھی یہ بات اس وقت نہیں سمجھ سکتا کہ بات کس سے کی گئی ہے جب تک وہ اس کلام کے سیاق و سباق سے واقف نہ ہو۔

اگر یہ کہا جائے کہ "آپ کو چار ماہ کی مہلت ہے" تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص اس وقت تک دعویٰ نہیں کر سکتا جب تک چار ماہ پورے نہ ہو جائیں اور عمارت کی تعمیر مکمل نہ ہوئی ہو۔ اس وقت تک اس بلڈر کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تم نے عمارت کی تعمیر بروقت مکمل نہیں کی جب تک چار ماہ کی مدت پوری نہ ہو جائے۔ جب مدت پوری ہو جائے گی (اور اس نے تعمیر مکمل نہ کی ہوگی) تب کہا جائے گا کہ تم نے کام پورا نہیں کیا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ چار ماہ مکمل ہونے سے پہلے (پراگریس دیکھنے پر) یہ معلوم ہو جائے کہ چار ماہ کی مدت پوری ہونے پر بھی عمارت کی تعمیر مکمل نہ ہوگی۔

(قسم کھانے کے بعد خاتون سے) رجوع کر لینے کا معاملہ (عمارت کی طرح نہیں ہے۔) اس میں چار ماہ گزرنے کے بعد ہی پتہ چل سکتا ہے کیونکہ ازدواجی تعلقات تو بہت ہی کم وقت میں قائم کئے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جائے اور چار ماہ اسی طرح گزار دے۔ اس کے بعد بھی وہ علیحدہ رہے تو وہ اللہ کے نزدیک جواب دہ ہوگا۔ اب اس پر لازم ہے کہ وہ یا تو واپس لوٹے اور یا پھر اسے طلاق دے دے۔

اگر اس آیت کے آخری حصے میں ایسی کوئی بات نہ پائی جائے جس کی بنیاد پر دوسرا نقطہ نظر اختیار (یعنی چار ماہ علیحدہ رہنے سے طلاق خود بخود واقع ہو جائے گی) کرنا ضروری ہو تو پھر اپنے ظاہری مفہوم پر ہم پہلے نقطہ نظر ہی کو ترجیح دیں گے۔ قرآن کے معنی کو اپنے ظاہری مفہوم ہی پر لیا جائے گا۔ ہاں اگر سنت یا اجماع سے کوئی دلیل مل جائے تو پھر اس کے ظاہری معنی کی بجائے مجازی معنی کو بھی قبول کیا جاسکتا ہے۔

سائل: کیا آیت کے سیاق و سباق میں بھی کوئی ایسی بات ہے جو آپ کی وضاحت کی توثیق کرتی ہو؟

شافعی: اللہ عز و جل نے یہ بیان کرنے کے بعد کہ "ایلاء کرنے والے کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے" فرمایا کہ "فان طلاقاً" اور "فان الله غفور رحيم، وان عزموا الطلاق، فان الله سمیع علیم" یعنی "اگر وہ واپس آ جائیں تو اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اگر انہوں نے طلاق ہی کا ارادہ کر رکھا ہے تو بے شک اللہ سننے جاننے والا ہے۔" اس نے ان دونوں صورتوں کے احکام کو بغیر کسی فاصلے کے بیان فرمادیا ہے۔ یہ دونوں چار ماہ کے بعد واقع ہوں گے۔ اب یا تو اس شخص کو بیوی سے رجوع کرنا ہوگا یا طلاق دینی ہوگی۔ یہ اختیار ایک ہی وقت میں استعمال کیا جاسکے گا۔ ان میں سے کوئی بات ایک دوسرے سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ ان دونوں کا ذکر اکٹھے ہی ہوا ہے۔ یہ معاملہ ایسا ہی ہے جیسا اگر (وہ شخص جس کے پاس دوسرے کی کوئی چیز گروی رکھی ہوئی ہے) کہے، "قرض ادا کر کے اپنی گروی چیز واپس لے لو یا پھر میں اسے بیچنے لگا ہوں۔" جب بھی دو کاموں میں اختیار ہوتا ہے کہ "یہ کر لو یا یہ کر لو" تو پھر یہ ایک ہی وقت میں ہوتا ہے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو ان دونوں کا ذکر ایک ساتھ نہ ہوتا۔ پھر یہ کہا جاتا کہ ایلاء کرنے والا چار ماہ کے عرصے میں بیوی سے رجوع کر سکتا ہے لیکن اگر وہ طلاق کا ارادہ رکھتا ہے تو پھر یہ چار ماہ کے بعد ہی ہوگا۔ اس صورت میں ایک آپشن کے لئے تو کھلا وقت ہوتا جبکہ دوسری آپشن کے لئے بہت کم وقت ہوتا۔ (ایسا نہیں ہوا بلکہ) ان دونوں کا ذکر ایک ساتھ ہی کیا گیا ہے۔ سائل: اگر وہ چار ماہ سے پہلے ہی بیوی سے رجوع کر لے تو کیا اسے "رجوع کرنا" ہی کہیں گے؟

شافعی: جی ہاں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ اگر میں آپ سے کہوں، "آپ پر یہ قرض (ایک مخصوص مدت میں) ادا کرنا لازم ہے۔ اگر آپ نے اسے وقت سے پہلے ادا کر دیا تو آپ اس سے بری ہو جائیں گے۔" اب اگر آپ وقت پورا ہونے سے پہلے ہی اسے ادا کر دیتے ہیں تو یہ جلدی کر کے آپ ایک اچھا کام کریں گے۔

کیا آپ اس سے اتفاق نہیں کریں گے کہ اگر (ایلاء کرنے والا) شخص ہر روز رجوع کرنے کا فیصلہ کرے لیکن چار ماہ تک ازدواجی تعلقات قائم نہ کرے تو وہ ایک غلط کام کر رہا ہے۔ سائل: اگر وہ شخص ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے قابل ہے، تو جب تک وہ ایسا نہیں کرے گا، ارادے کا تو کوئی مطلب ہی نہیں۔

شافعی: اگر وہ شخص ازدواجی تعلقات تو قائم کر لے لیکن اس خاتون سے رجوع کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو کیا وہ اس ذمہ داری سے بری ہو جائے گا کہ چار ماہ کی مدت میں طلاق دے۔ ازدواجی تعلقات کی اہمیت تو یہی ہے (کہ اس کے ذریعے وہ شخص اپنی بیوی سے رجوع کرے۔) سائل: جی ہاں۔

شافعی: اگر ایک شخص یہ ارادہ کر لے کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع نہیں کرے گا اور وہ ہر روز یہ قسم کھائے کہ وہ رجوع نہیں کرے گا۔ اس کے بعد چار ماہ پورے ہونے سے چند لمحے قبل وہ ازدواجی تعلقات قائم کر لے تو کیا وہ ایلاء کے قانون کے تحت طلاق دینے کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔ (دل میں کھوٹ کے ساتھ) ازدواجی تعلقات قائم کرنے سے کیا وہ طلاق دینے کی ذمہ داری سے بری ہو سکتا ہے؟ سائل: جی ہاں۔

شافعی: اگر اس کا ارادہ بیوی سے رجوع کا نہیں ہے، اور وہ ازدواجی تعلقات واپس لینے کی نیت سے نہیں بلکہ محض لطف اندوز ہونے کے لئے قائم کر رہا ہے تو کیا آپ کی اور ہماری دلیل میں وہ ایلاء کے قانون کے تحت طلاق دینے کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا؟ سائل: یہ ایسا ہی ہے جیسا آپ نے فرمایا۔ ازدواجی تعلقات خواہ کسی بھی ارادے سے قائم کیے جائیں اس کے تحت وہ (ایلاء کے قانون کے تحت طلاق دینے کی) ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔

شافعی: اگر وہ روزانہ رجوع کا فیصلہ کرے تو پھر چار ماہ گزرنے پر کس طرح یہ لازم آتا ہے کہ وہ طلاق بھی دے جب کہ نہ تو اس نے اس کا ارادہ کیا اور نہ ہی اس پر بات کی ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ دلیل کسی کی عقل میں بھی آ سکتی ہے؟ سائل: یہ دلیل عقل کے خلاف کیسے ہے؟

شافعی: اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے، "خدا کی قسم میں کبھی تمہارے قریب نہ آؤں گا۔" یا یہ کہے "تمہیں چار مہینے کے لئے طلاق ہے۔" تو آپ اس کے بارے میں کیا کہیں گے؟ سائل: اگر میں کہوں کہ ہاں؟ شافعی: اگر اس نے چار ماہ سے قبل ازدواجی تعلقات قائم کر لیے تو؟

سائل: یہ تو نہیں ہو سکتا۔ (ازدواجی تعلقات قائم نہ کرنے کی قسم کھانا) یا چار ماہ کے لئے طلاق دے دینا ایک جیسی بات تو نہیں ہے۔

شافعی: ایک ایلاء کرنے والے شخص کا قسم کھانا طلاق نہیں ہے۔ یہ شخص ایک قسم ہے جو مدت گزرنے کے بعد طلاق میں تبدیل ہو جائے گی۔ کیا کسی بھی عقل مند شخص کے لئے یہ درست ہے کہ وہ کسی آیت یا حدیث کے بغیر اپنی طرف سے کوئی بات کہے؟ سائل: یہ دلیل تو آپ کے نقطہ نظر کے بھی خلاف ہے۔ شافعی: وہ کیسے؟

سائل: آپ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر چار ماہ کی مدت ختم ہو جائے تو اب ایلاء کرنے والے شخص کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اسے طلاق دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

شافعی: ایلاء کی قسم کھالینے سے طلاق واقع نہیں ہو جاتی۔ یہ ایک ایسی قسم ہے جس کے بارے میں اللہ نے وقت مقرر کر دیا ہے تاکہ خاوند بیوی کو (انکار کر) نقصان نہ پہنچائے۔ اس نے حکم یہ دیا ہے کہ اب یا تو وہ رجوع کرے یا پھر طلاق دے۔ اس حکم کی مدت قسم کھانے کے وقت سے چار ماہ مقرر کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد اس شخص کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ دو میں ایک راستے کا اختیار کر لے۔ یا تو خاتون سے رجوع کرے یا پھر اسے طلاق دے۔ اگر وہ ان دونوں سے انکار کرے تو حکمران اسے مجبور کرے گا کہ وہ اس کی طلاق کو جاری کر دے جس کے بعد اس کے لئے ازدواجی تعلقات قائم رکھنا ممنوع قرار پائے۔

مدت ایلاء کے بعد وقوع طلاق میں فقہ حنفی کے دلائل

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اصل حکم جو ہے کہ یہ شخص اپنی عورت سے قربت کی قسم کھائے، رب عزوجل نے اسے چار مہینے کی مہلت دی ہے، اگر چار مہینے کے اندر قربت کر لے گا تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی کفارہ دینا ہوگا، اور اگر چار مہینے کا مکمل گزر جائیگا تو ایک طلاق بائن ہو جائے گی، عورت نکاح سے نکل جائے گی، پھر دوسرے یا تیسرے مہینے کوئی طلاق نہ ہوگی،

قال الله تعالى للذين يولون من نساء هم تربص اربعة اشهر فان فاؤا فان الله غفور رحيم ۝ وان عزموا الطلاق فان الله سميع عليم ۝ والله تعالى اعلم ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ جو بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں ان کی قسم کی مدت چار ماہ ہے اگر اس دوران رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے، اور اگر وہ (رجوع نہ کر کے) طلاق کا عزم کئے ہوں تو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

آثار سے طلاق ایلاء کا بیان

ابن شہاب سے روایت ہے کہ سعید بن مسیب اور ابو بکر بن عبد الرحمن کہتے تھے جو شخص ایلاء کرے اپنی عورت سے تو جب چار مہینے گزر جائیں ایک طلاق پڑ جائے گی مگر خاوند کو اختیار ہے کہ جب تک عورت عدت میں ہے رجعت کر لے۔

عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ كَانَ يَقْضِي فِي الرَّجُلِ إِذَا آلَى مِنْ امْرَأَتِهِ أَنَّهَا إِذَا مَضَتْ الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرُ فَهِيَ تَطْلِقُهُ وَلَهُ عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ مَا دَامَتْ فِي عِلَّتِهَا

مالک کو پہنچا کہ مروان بن حکم حکم کرتے تھے جب کوئی شخص اپنی عورت سے ایلاء کرے اور چار مہینے گزر جائیں تو ایک طلاق پڑ جائے گی مگر خاوند کو اختیار ہے گا کہ جب تک عورت عدت میں ہے رجعت کر لے۔

قَالَ مَالِكٌ وَعَلَى ذَلِكَ كَانَ رَأْيُ ابْنِ شِهَابٍ كَمَا مَالِكُ نَظَرَ ابْنُ شِهَابٍ فِي دَلِيلٍ يَحْتَمِلُ

عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ إِبْلَاءِ الْعَبْدِ فَقَالَ هُوَ نَحْوُ إِبْلَاءِ الْحُرِّ وَهُوَ عَلَيْهِ وَاجِبٌ وَإِبْلَاءُ الْعَبْدِ شَهْرَانِ ۔

امام مالک علیہ الرحمہ نے ابن شہاب سے غلام کی ایلاء کا حال پوچھا تو ابن شہاب نے کہا کہ غلام کا ایلاء بھی آزاد شخص کی طرح ہے مگر غلام کی مدت دو مہینے ہے۔ (مولانا مالک علیہ الرحمہ: جلد اول، رقم الحديث ۱۸۴۲)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے حضرت امام مالک علیہ الرحمہ والی روایت جو انہوں حضرت نافع روایت کی ہے وہ سب زیادہ صحیح سند والی ہے۔ اور اس کے سوا والی کوئی روایت مرتبے میں اس کے موافق نہیں ہے۔ (اس میں بھی مدت ایلاء کے بعد وقوع طلاق کا بیان ہے)۔ (فتح القدیر ج ۸، ص ۲۸۰، بیروت)

قوت آثار کے مطابق فقہ حنفی کا موقف طلاق ایلاء میں اصح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ فقہاء شوافع کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم شوافع کے مذہب کا اس لئے رد کرتے ہیں کہ بہت سے آثار میں تعارض ہے۔ اور اصول کے مطابق آثار میں ترجیح دی ہے اور معروف چار آثار حسب ذیل ہیں۔

(۱) امام عبد الرزاق علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما ایلاء کے بارے میں فرماتے ہیں جب چار ماہ اس کی عدت گزر جائے تو اسے ایک طلاق ہے اور وہ اپنی جان کی زیادہ حقدار ہے اور مطلقہ والی عدت گزارے۔ اس کی سند سب سے جید ہے جبکہ اس سے اختلافی سند میں حبیب کی پہچان بھی نہیں ہے اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ طاؤس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اخذ کیا ہے لہذا وہ سند منقطع ہے۔

(۲) امام عبدالرزاق علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم ایلاء کے بارے میں فرماتے ہیں جب چار اس کی عدت گزر جائے تو اسے ایک طلاق ہے اور وہ اپنی جان کی زیادہ حقدار ہے اور مطلقہ والی عدت گزارے۔ اور ان میں ہر ایک کی روایت مرسل ہے۔

(۳) (۴) امام ابن ابی شیبہ علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم دونوں فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے ایلاء کیا اور رجوع نہ کیا اور اس کی مدت گزر گئی تو اسے ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔

اس روایت کے رواۃ تمام وہی ہیں جن کی تخریج امام بخاری اور امام مسلم کی ہے۔ لہذا اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔ سب سے تقدم اس روایت کو ہوتا ہے جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے بیان کیا ہو اور ان کے بعد تقدم اس روایت کو ہوتا ہے جو روایت ان کے شرط کے مطابق صحیح ہو اور یہ روایت امام بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (فتح القدیر، تصرف، ج ۸، ص ۴۸۲، بیروت)

مدت ایلاء کے گزر جانے سے وقوع طلاق میں مذاہب اسلاف

حضرت عثمان، ابن مسعود، زید بن ثابت وغیرہم کے نزدیک رجوع کا موقع چار مہینے کے اندر ہی ہے۔ اس مدت کا گزر جانا خود اس بات کی دلیل ہے کہ شوہر نے طلاق کا عزم کر لیا ہے، اس لیے مدت گزرتے ہی طلاق خود بخود واقع ہو جائے گی اور وہ ایک طلاق بائن ہوگی، یعنی دوران عدت میں شوہر کو رجوع کا حق نہ ہوگا۔ البتہ اگر وہ دونوں چاہیں، تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ حضرات عمر، علی، ابن عباس اور ابن عمر سے بھی ایک قول اسی معنی میں منقول ہے اور فقہائے حنفیہ نے اسی دلیل کو قبول کیا ہے۔

سعید بن مسیب، مکحول، زہری وغیرہ حضرات اس دلیل سے یہاں تک تو متفق ہیں کہ چار مہینے کی مدت گزرنے کے بعد خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی، مگر ان کے نزدیک وہ ایک طلاق رجعی ہوگی، یعنی دوران عدت میں شوہر کو رجوع کر لینے کا حق ہوگا اور رجوع نہ کرے تو عدت گزر جانے کے بعد دونوں اگر چاہیں، تو نکاح کر سکیں گے۔

بخلاف اس کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ، ابوالدزداء اور اکثر فقہائے مدینہ کی دلیل یہ ہے کہ چار مہینے کی مدت گزرنے کے بعد معاملہ عدالت میں پیش ہوگا اور حاکم عدالت شوہر کو حکم دے گا کہ یا تو اس عورت سے رجوع کرے یا اسے طلاق دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول اس کی تائید میں بھی ہے اور امام مالک علیہ الرحمہ وشافعی نے اسی کو قبول کیا ہے۔

نوٹ: اس مسئلہ کی سب سے جامع تحقیق علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ نے فتح القدیر میں کی ہے جو یقیناً لا جواب ہے اور ان کی بیان کردہ اس بحث کے بعد فقہ حنفی کی ترجیح روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی اہل علم فتح القدیر میں بیان کردہ اسناد و احوال اور دلائل قاہرہ اور کئی فقہی اصول جو اس بحث کے پس منظر میں بیان ہوئے ہیں ان کی طرف رجوع کریں۔ (رضوی عفی عنہ)

ایلاء کی اقسام و سقوط کا فقہی بیان

ایلاء دو قسم ہے ایک موقت یعنی چار مہینے کا، دوسرا مبدی یعنی چار مہینے کی قید اس میں نہ ہو بہر حال اگر عورت سے چار ماہ کے اندر

جماع کیا تو قسم ٹوٹ گئی اگرچہ مجنون ہو اور کفارہ لازم جبکہ اللہ تعالیٰ یا اُس کے اُن صفات کی قسم کھائی ہو۔ اور جماع سے پہلے کفارہ دے چکا ہے تو اُس کا اعتبار نہیں بلکہ پھر کفارہ دے۔ اور اگر تعلق تھی تو جس بات پر تھی وہ ہو جائے گی مثلاً یہ کہا کہ اگر اس سے صحبت کروں تو غلام آزاد ہے اور چار مہینے کے اندر جماع کیا تو غلام آزاد ہو گیا اور قربت نہ کی یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو طلاق بائن ہو گئی۔ پھر اگر ایلائے موقت تھا یعنی چار ماہ کا تو یمن 12) ساقط ہو گئی یعنی اگر اُس عورت سے پھر نکاح کیا تو اُس کا کچھ اثر نہیں۔ اور اگر مؤبد تھا یعنی ہمیشہ کی اُس میں قید تھی مثلاً خدا کی قسم تجھ سے کبھی قربت نہ کرونگا یا اس میں کچھ قید نہ تھی مثلاً خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کرونگا تو ان صورتوں میں ایک بائن طلاق پڑ گئی پھر بھی قسم بدستور باقی ہے یعنی اگر اُس عورت سے پھر نکاح کیا تو پھر ایلا بدستور آ گیا اگر وقت نکاح سے چار ماہ کے اندر جماع کر لیا تو قسم کا کفارہ دے اور تعلق تھی تو جزا واقع ہو جائے گی۔ اور اگر چار مہینے گزر لیے اور قربت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہو گئی مگر یمن بدستور باقی ہے سہ بارہ 13) نکاح کیا تو پھر ایلا آ گیا اب بھی جماع نہ کرے تو چار ماہ گزرنے پر تیسری طلاق پڑ جائے گی اور اب بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا اگر حلالہ کے بعد پھر نکاح کیا تو اب ایلا نہیں یعنی چار مہینے بغیر قربت گزرنے پر طلاق نہ ہوگی مگر قسم باقی ہے اگر جماع کرے گا کفارہ واجب ہوگا۔ اور اگر پہلی یا دوسری طلاق کے بعد عورت نے کسی اور سے نکاح کیا اُس کے بعد پھر اس سے نکاح کیا تو مستقل طور پر اب سے تین طلاق کا مالک ہوگا مگر ایلا رہے گا یعنی قربت نہ کرنے پر طلاق ہو جائے گی پھر نکاح کیا پھر وہی حکم ہے پھر ایک یا دو طلاق کے بعد کسی سے نکاح کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر وہی حکم ہے یعنی جب تک تین طلاق کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے ایلا بدستور باقی رہے گا۔ (عالمگیری، باب ایلاء)

ایلاء کی قسم کے ابدی ہونے کا بیان

ایلاء میں، اگر اللہ کی قسم، کہ تو اس سے رجوع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا، اور اگر کوئی شرط رکھی تھی تو وہ جزا لازم آئے گی، اور ایلاء ساقط ہو جائے گا ورنہ قسم کو پورا کرنے پر بیوی ایک طلاق سے باندھ ہو جائے گی اور حلف مقررہ وقت کے لئے ہو تو ختم ہو جائے گا اور اگر حلف ابدی ہو تو ختم نہ ہوگا، لہذا دوبارہ اور سہ بارہ نکاح کرنے پر ایلاء کی مدت پورا ہونے اور رجوع نہ کرنے پر دوسری اور تیسری طلاق سے باندھ ہوتی رہے گی اور قسم کی مدت کا اعتبار نکاح کے وقت ہوگا لہذا اگر بیوی حلالہ کے بعد واپس اس کے نکاح میں آئے تو طلاق نہ ہوگی تاہم وطی کرنے پر کفارہ ضرور لازم ہوگا کیونکہ قسم ابدی ہونے کی دلیل سے باقی ہے

قسم کھانے کی صورت میں ترک تعلق میں مذاہب اربعہ

اصطلاح شرع میں اس کو ایلاء کہتے ہیں۔ میاں اور بیوی کے درمیان تعلقات ہمیشہ خوش گوار تو نہیں رہ سکتے۔ بگاڑ کے اسباب پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن ایسے بگاڑ کو خدا کی شریعت پسند نہیں کرتی کہ دونوں ایک دوسرے کیساتھ قانونی طور پر رشتہ ازدواج میں تو بندھے رہیں، مگر عملاً ایک دوسرے سے اس طرح الگ رہیں کہ گویا وہ میاں اور بیوی نہیں ہیں۔ ایسے بگاڑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے چار مہینے کی مدت مقرر کر دی کہ یا تو اس دوران میں اپنے تعلقات درست کر لو، ورنہ ازدواج کا رشتہ منقطع کر دو تا کہ دونوں ایک دوسرے سے آزاد ہو کر جس سے نباہ کر سکیں، اس کے ساتھ نکاح کر لیں۔

آیت میں چونکہ قسم کھالینے کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اس لیے فقہائے حنفیہ اور شافعیہ نے اس آیت کا منشا یہ سمجھا ہے کہ جہاں شوہر نے بیوی سے تعلق زن و شوہر رکھنے کی قسم کھائی ہو، صرف وہیں اس حکم کا اطلاق ہوگا، باقی رہا قسم کھائے بغیر تعلق منقطع کر لینا، تو یہ خواہ کتنی ہی طویل مدت کے لیے ہو، اس آیت کا حکم اس صورت پر چسپاں نہ ہوگا۔ مگر فقہائے مالکیہ کی دلیل یہ ہے کہ خواہ قسم کھائی گئی ہو یا نہ کھائی گئی ہو، دونوں صورتوں میں ترک تعلق کے لیے یہی چار مہینے کی مدت ہے۔ ایک قول امام احمد کا بھی اسی کی تائید میں ہے۔ (بدایہ المجتہد، جلد دوم، کتاب طلاق)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری کی دلیل میں یہ حکم صرف اس ترک تعلق کے لیے ہے، جو بگاڑ کی دلیل سے ہو۔ رہا کسی مصلحت سے شوہر کا بیوی کے ساتھ جسمانی رابطہ منقطع کر دینا، جبکہ تعلقات خوشگوار ہوں، تو اس پر یہ حکم منطبق نہیں ہوتا۔ لیکن دوسرے فقہاء کی دلیل میں ہر وہ حلف جو شوہر اور بیوی کے درمیان رابطہ جسمانی کو منقطع کر دے، ایلاء ہے اور سے چار مہینے سے زیادہ قائم نہ رہنا چاہیے، خواہ ناراضی سے ہو یا رضامندی سے

آزادوباندی کی مدت ایلاء کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ بھی شرط ہے کہ چار مہینے سے کم کی مدت نہ ہو اور ز دلیل کنیز تھی کہ آزاد ہو گئی تو اب اس کی مدت آزاد عورتوں کی ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ جگہ معین نہ کرے اگر جگہ معین کی مثلاً واللہ فلاں جگہ تجھ سے قربت نہ کروں گا تو ایلاء نہیں۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ ز دلیل کے ساتھ کسی باندی یا احمیہ کو نہ ملائے مثلاً تجھ سے اور فلاں عورت سے قربت نہ کروں گا۔ اور یہ کہ بعض مدت کا استثناء نہ ہو مثلاً چار مہینے تجھ سے قربت نہ کروں گا مگر ایک دن۔ اور یہ کہ قربت کے ساتھ کسی اور چیز کو نہ ملائے مثلاً اگر میں تجھ سے قربت کروں یا تجھے اپنے بچھونے پر بلاؤں تو تجھ کو طلاق ہے تو یہ ایلاء نہیں۔ (درمختار، باب ایلاء)

اپنی عورت سے کہا خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کروں گا ایک دن بعد پھر یہی کہا ایک دن اور گزرا پھر یہی کہا تو یہ تین ایلاء ہوئے اور تین قسمیں۔ چار مہینے گزرنے پر ایک بائن طلاق پڑی پھر ایک دن اور گزرا تو ایک اور پڑی، تیسرے دن پھر ایک اور پڑی اب بغیر حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی، حلالہ کے بعد اگر نکاح اور قربت کی تو تین کفارے ادا کرے اور اگر ایک ہی مجلس میں یہ لفظ تین بار کہے اور نیت تاکید کی ہے تو ایک ہی ایلاء ہے اور ایک ہی قسم اور اگر کچھ نیت نہ ہو یا بار بار قسم کھانا تشدد کی نیت سے ہو تو ایلاء ایک ہے مگر قسم تین، لہذا اگر قربت کریگا تو تین کفارے دے اور قربت نہ کرے تو مدت گزرنے پر ایک طلاق واقع ہوگی۔ (درمختار)

خدا کی قسم میں تجھ سے ایک سال تک قربت نہ کروں گا مگر ایک دن یا ایک گھنٹا تو فی الحال ایلاء نہیں مگر جبکہ سال میں کسی دن جماع کر لیا اور ابھی سال پورا ہونے میں چار ماہ یا زیادہ باقی ہیں تو اب ایلاء ہو گیا۔ اور اگر جماع کرنے کے بعد سال میں چار مہینے سے کم باقی ہے یا اس سال قربت ہی نہ کی تو اب بھی ایلاء نہ ہوا۔ اور اگر صورت مذکورہ میں ایک دن کی جگہ ایک بار کہا جب بھی یہی حکم ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اگر ایک دن کہا ہے تو جس دن جماع کیا ہے اس دن آفتاب ڈوبنے کے بعد سے اگر چار مہینے باقی ہیں تو ایلاء ہے ورنہ نہیں اگرچہ وقت جماع سے چار مہینے ہوں اور اگر ایک بار کا لفظ کہا تو جماع سے فارغ ہونے سے چار ماہ باقی ہیں تو ایلاء

ہونگیا۔ اور اگر یوں کہا کہ میں ایک سال تک جماع نہ کروں گا مگر جس دن جماع کروں تو ایلا کسی طرح نہ ہوا اور اگر یہ کہا کہ تجھ سے قربت نہ کروں گا مگر ایک دن یعنی سال کا لفظ نہ کہا تو جب کبھی جماع کریگا اس وقت سے ایلا ہے۔ (در مختار، باب الطہار)

بَابُ: الطَّهَارِ

یہ باب طہار کے بیان میں ہے

طہار کا لغوی معنی و تعریف

طہار کے لغوی معنی: طہار ظہر سے مشتق ہے ظہر کے معنی چٹے کے ہیں۔ طہار کے اصطلاحی معنی: بیوی یا اس کے بعض حصہ جیسے آدھا یا چوتھائی وغیرہ یا اس کے ایسے عضو جس کو بول کر پورا وجود مراد لیا جاتا ہو، جیسے سر، وغیرہ کو اپنے حقیقی یا سسرالی یا رضاعی محرم کے ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کا دیکھنا جائز نہیں۔ جو اپنی منکوحہ کو یا اس کے کسی ایسے جزء کو جس کو بول کر کل مراد لیا جاسکتا ہو، اپنی محرم عورت کے ساتھ تشبیہ دے، طہار کہلاتا ہے جس کی مثال یہ ہے۔

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے اور اب اس سے جماع کرنا جائز نہیں اور نہ اسکو چھونا اور نہ بوسہ لینا جائز ہے حتیٰ کہ وہ اس طہار کا کفارہ ادا کرے۔ (ہدایہ الدین ج ۳ ص ۳۸۹، مجاہد دہلی)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طہار کا معنی ہے کہ اپنی زدلیل یا اس کے کسی جزو شائع یا ایسے جز کو جو گل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اسکے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو مثلاً کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سسر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ (در مختار، ج ۵ ص ۱۲۵، بیروت)

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عورت کے سر یا چہرہ یا گردن یا شرمگاہ کو محارم سے تشبیہ دی تو طہار ہے اور اگر عورت کی پیٹھ یا پیٹ یا ہاتھ یا پاؤں یا ران کو تشبیہ دی تو نہیں۔ یونہی اگر محارم کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جسکی طرف نظر کرنا حرام نہ ہو مثلاً سر یا چہرہ یا ہاتھ یا پاؤں یا بال تو طہار نہیں اور گھٹنے سے تشبیہ دی تو ہے۔ (جوہرہ نیرہ، باب طہار، حواشی لاہور)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ محارم کی پیٹھ یا پیٹ یا ران سے تشبیہ دی یا کہا میں نے تجھ سے طہار کیا تو یہ الفاظ صریح ہیں ان میں نیت کی کچھ حاجت نہیں کچھ بھی نیت نہ ہو یا طلاق کی نیت ہو یا اکرام کی نیت ہو، ہر حالت میں طہار ہی ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ مقصود جھوٹی خبر دینا تھا یا زمانہ گزشتہ کی خبر دینا ہے تو قضاء تصدیق نہ کریں گے اور عورت بھی تصدیق نہیں کر سکتی۔ (عائگییری، باب طہار)

طہار کے شرعی حکم کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اُس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور بغیر شہوت چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں مگر لب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں کفارہ سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرے اور اُس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب

نہ ہوا مگر خبردار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔ (جوہرہ نمبر ۱۰ باب ظہار)

قرآن کے مطابق حکم ظہار کا بیان

وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِن نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَن يَتَمَآسَا ذَٰلِكُمْ تَوْعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (المجادلہ، ۳)

اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں۔ پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے۔ تو ان پر لازم ہے۔ ایک پردہ آزاد کرنا۔ قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے فقہائے اسلام نے اس آیت کے الفاظ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں، اور اسلام کے اصول عامہ سے اس مسئلے میں جو قانون اخذ کیا ہے اس کی تفصیلات یہ ہیں۔

ظہار کا یہ قانون عرب جاہلیت کے اس رواج کو منسوخ کرتا ہے جس کی رو سے یہ فعل نکاح کے رشتے کو توڑ دیتا تھا اور عورت شوہر کے لیے ابد احرام ہو جاتی تھی۔ اسی طرح یہ قانون ان تمام قوانین اور رواجوں کو بھی منسوخ کرتا ہے جو ظہار کو بے معنی اور بے اثر سمجھتے ہوں اور آدمی کے لیے اس بات کو جائز رکھتے ہوں کہ وہ اپنی بیوی کا ماں یا محرمات سے تشبیہ دے کر بھی اس کے ساتھ حسب سابق زن و شو کا تعلق جاری رکھے، کیونکہ اسلام کی نگاہ میں ماں اور دوسری محرمات کی حرمت ایسی معمولی چیز نہیں ہے کہ انسان ان کے اور بیوی کے درمیان مشابہت کا خیال بھی کرے، کچا کہ اس کے زبان پر لائے۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اسلامی قانون نے اس معاملہ میں جو موقف اختیار کیا ہے وہ تین بنیادوں پر قائم ہے۔ ایک یہ کہ ظہار سے نکاح نہیں ٹوٹتا بلکہ عورت بدستور شوہر کی بیوی رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ظہار سے عورت وقتی طور پر شوہر کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ حرمت اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک شوہر کفارہ ادا نہ کر دے، اور یہ کہ صرف کفارہ ہی اس حرمت کو رفع کر سکتا ہے۔

ظہار کرنے والے شخص کے بارے میں یہ امر متفق علیہ ہے کہ اس شوہر کا ظہار معتبر ہے جو عاقل و بالغ ہو اور بحالت ہوش و حواس ظہار کے الفاظ زبان سے ادا کرے۔ بچے اور مجنون کا ظہار معتبر نہیں ہے۔ نیز ایسے شخص کا ظہار بھی معتبر نہیں جو ان الفاظ کو ادا کرتے وقت اپنے ہوش و حواس میں نہ ہو، مثلاً سوتے میں بڑبڑائے، یا کسی نوعیت کی بیہوشی میں مبتلا ہو گیا ہو۔ اس کے بعد حسب ذیل امور میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

نشئی کے ظہار میں مذاہب اربعہ

نشے کی حالت میں ظہار کرنے والے کے متعلق ائمہ اربعہ سمیت فقہاء کی عظیم اکثریت کہتی ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی نشہ آور چیز جان بوجھ کر استعمال کی ہو تو اس کا ظہار اس کی طلاق کی طرح قانوناً صحیح مانا جائے گا، کیونکہ اس نے یہ حالت اپنے اوپر خود طاری کی ہے۔ البتہ اگر مرض کی دلیل سے اس نے کوئی دوا پی ہو اور اس سے نشہ لاحق ہو گیا ہو، یا پیاس کی شدت میں وہ جان بچانے کے لیے شراب پینے پر مجبور ہوا ہو تو اس طرح کے نشے کی حالت میں اس کے ظہار و طلاق کو نافذ نہیں کیا جائے گا۔ احناف اور شوافع

اور حنا بلہ کی دلیل یہی ہے اور صحابہ کا عام مسلک بھی یہی تھا۔ بخلاف اس کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ نشے کی حالت میں طلاق و ظہار معتبر نہیں ہے۔ احناف میں سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور گزنی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو ترجیح دیتے رہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول اس کی تائید میں ہے۔ مالکیہ کے نزدیک ایسے نشے کی حالت میں ظہار معتبر ہوگا جس میں آدمی بالکل بہک نہ گیا ہو، بلکہ وہ مربوط اور مرتب کلام کر رہا ہو اور اسے یہ احساس ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

ظہار کے متعین وقت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ

کیا ظہار ایک خاص وقت تک کے لیے ہو سکتا ہے؟ حنفی اور شافعی کہتے ہیں کہ اگر آدمی نے کسی خاص وقت کی تعیین کر کے ظہار کیا ہو تو جب تک وہ وقت باقی ہے، بیوی کو ہاتھ لگانے سے کفارہ لازم آئے گا، اور اس وقت کے گزر جانے پر ظہار غیر مؤثر ہو جائے گا۔ اس کی دلیل سلمہ بن صخر بیاضی کا واقعہ ہے جس میں انہوں نے اپنی بیوی سے رمضان کے لیے ظہار کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وقت کی تعیین بے معنی ہے۔ بخلاف اس کے امام مالک علیہ الرحمہ اور ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ ظہار جب بھی کیا جائے گا، ہمیشہ کے لیے ہوگا اور وقت کی تخصیص غیر مؤثر ہوگی، کیونکہ جو حرمت واقع ہو چکی ہے وہ وقت گزر جانے پر آپ سے آپ ختم نہیں ہو سکتی۔

مشروط ظہار کیا گیا ہو تو جس وقت بھی شرط کی خلاف ورزی ہوگی، کفارہ لازم آ جائے گا۔ مثلاً آدمی بیوی سے یہ کہتا ہے کہ اگر میں گھر میں آؤں تو میرے اوپر تو ایسی ہے جیسے میری ماں کی بیٹھ۔ اس صورت میں وہ جب بھی گھر میں داخل ہوگا۔ کفارہ ادا کیے بغیر بیوی کو ہاتھ نہ لگا سکے گا۔

ایک بیوی سے کئی مرتبہ ظہار کے الفاظ کہے گئے ہوں تو حنفی اور شافعی کہتے ہیں کہ خواہ ایک ہی نشست میں ایسا کیا گیا ہو یا متعدد نشستوں میں، بہر حال جتنی مرتبہ یہ الفاظ کہے گئے ہوں اتنے ہی کفارے لازم آئیں گے، الا یہ کہ کہنے والے نے ایک دفعہ کہنے کے بعد اس قول کی تکرار محض اپنے پہلے قول کی تاکید کے لیے کی ہو۔ بخلاف اس کے امام مالک علیہ الرحمہ اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی مرتبہ اس قول کی تکرار کی گئی ہو، قطع نظر اس سے کہ اعادہ کی نیت ہو یا تاکید کی، کفارہ ایک ہی لازم ہوگا۔ یہی قول شععی، طاؤس، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، اور اوزاعی رحمہم اللہ کا ہے حضرت علی کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر تکرار ایک نشست میں کی گئی ہو تو ایک ہی کفارہ ہوگا، اور مختلف نشستوں میں ہو تو جتنی نشستوں میں کی گئی ہو اتنے ہی کفارے دیئے ہوں گے۔ قتادہ اور عمرو بن دینار کی دلیل بھی یہی ہے۔

ظہار کے بعد رجوع میں مذاہب اربعہ

قرآن مجید میں جس چیز کو کفارہ لازم آنے کا سبب قرار دیا گیا ہے وہ محض ظہار نہیں ہے بلکہ ظہار کے بعد عود ہے۔ یعنی اگر آدمی صرف ظہار کر کے رہ جائے اور عود نہ کچے تو اس پر کفارہ لازم نہیں آتا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ عود کیا ہے جو کفارہ کا موجب ہے؟ اس بارے میں فقہاء کے مالک یہ ہیں۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ عود سے مراد مباشرت کا ارادہ ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محض ارادے اور خواہش پر کفارہ لازم آ جائے، حتیٰ اگر آدمی ارادہ کر کے رہ جائے اور عملی اقدام نہ کرے تب بھی اسے کفارہ دینا پڑے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس حرمت کو رفع کرنا چاہے جو اس نے ظہار کر کے بیوی کے ساتھ تعلق زن و شو کے معاملہ میں اپنے اوپر عائد کر لی تھی وہ پہلے کفارہ دے، کیونکہ یہ حرمت کفارہ کے بغیر رفع نہیں ہو سکتی۔

امام مالک علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس معاملہ میں تین قول ہیں، مگر مالکیہ کے ہاں ان کا مشہور ترین اور صحیح ترین قول اس مسلک کے مطابق ہے جو اوپر حنفیہ کا بیان ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ظہار سے جس چیز کو اس نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ وہ بیوی کے ساتھ مباشرت کا تعلق تھا۔ اس کے بعد عود یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ یہی تعلق رکھنے کے لیے پلٹے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی ابن قدامہ نے قریب قریب وہی نقل کیا ہے جو اوپر دونوں اماموں کا بیان کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ظہار کے بعد مباشرت کے حلال ہونے کے لیے کفارہ شرط ہے۔ ظہار کرنے والا جو شخص اسے حلال کرنا چاہے وہ گویا تحریم سے پلٹنا چاہتا ہے۔ اس لیے اسے حکم دیا گیا کہ اسے حلال کرنے سے پہلے کفارہ دے، ٹھیک اسی طرح جیسے کوئی شخص ایک غیر عورت کو اپنے لیے حلال کرنا چاہے تو اس سے کہا جائے گا کہ اسے حلال کرنے سے پہلے نکاح کرے۔

امام شافعی کا مسلک ان تینوں سے مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آدمی کا اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے بعد اسے حسب سابق بیوی بنائے رکھنا، یا بالفاظ دیگر اسے بیوی کی حیثیت سے روکے رکھنا عود ہے۔ کیونکہ جس وقت اس نے ظہار کیا اسی وقت گویا اس نے اپنے لیے یہ بات حرام کر لی کہ اسے بیوی بنا کر رکھے۔ لہذا اگر اس نے ظہار کرتے ہی فوراً اسے طلاق نہ دی اور اتنی دیر تک اسے روکے رکھا جس میں وہ طلاق کے الفاظ زبان سے نکال سکتا تھا، تو اس نے عود کر لیا اور اس پر کفارہ واجب ہو گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک سانس میں ظہار کرنے کے بعد اگر آدمی دوسرے ہی سانس میں طلاق نہ دے دے تو کفارہ لازم آ جائے گا، خواہ بعد میں اس کا فیصلہ یہی ہو کہ اس عورت کو بیوی بنا کر نہیں رکھنا ہے، اور اس کا کوئی ارادہ اس کے ساتھ تعلق زن و شو ہر کھنے کا نہ ہو۔ حتیٰ کہ چند منٹ غور کر کے وہ بیوی کو طلاق بھی دے ڈالے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی رو سے کفارہ اس کے ذمہ لازم رہے گا۔

کفارے سے پہلے چھونے کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

قرآن کا حکم ہے کہ ظہار کرنے والا کفارہ دے قبل اس کے کہ زوجین ایک دوسرے کو مس کریں۔ ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں مس سے مراد چھونا ہے، اس لیے کفارہ سے پہلے صرف مباشرت ہی حرام نہیں ہے بلکہ شوہر کسی طرح بھی بیوی کو چھو نہیں سکتا۔ شافعیہ شہوت کے ساتھ چھونے کو حرام کہتے ہیں، حنابلہ ہر طرح کے تلذذ کو حرام قرار دیتے ہیں اور مالک لذت کے لیے بیوی کے جسم پر بھی نظر ڈالنے کو ناجائز ٹھہراتے ہیں اور ان کے نزدیک صرف چہرے اور ہاتھوں پر نظر ڈالنا اس سے مستثنیٰ ہے۔

ظہار کے بعد اگر آدمی بیوی کو طلاق دے دے تو رجعی طلاق ہونے کی صورت میں رجوع کر کے بھی وہ کفارہ دے بغیر اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ بائن ہونے کی صورت میں اگر اس سے دوبارہ نکاح کرے تب بھی اسے ہاتھ لگانے سے پہلے کفارہ دینا ہوگا۔ حتیٰ

کہ اگر تین طلاق دے چکا ہو، اور عورت دوسرے آدمی نکاح کرنے کے بعد بیوہ یا مطلقہ ہو چکی ہو، اور اس کے بعد ظہار کرنے والا شوہر اس سے از سر نو نکاح کر لے، پھر بھی کفارے کے بغیر وہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ اسے ماں یا محرمات سے تشبیہ دے کر اپنے اوپر ایک دفعہ حرام کر چکا ہے، اور یہ حرمت کفارے کے بغیر رفع نہیں ہو سکتی۔ اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

عورت کے لیے لازم ہے کہ جس شوہر نے اس کے ساتھ ظہار کیا ہے اسے ہاتھ نہ لگانے دے جب تک وہ کفارہ ادا نہ کرے۔ اور چونکہ تعلق زن و شوہر کا حق ہے جس سے ظہار کر کے شوہر نے اسے محروم کیا ہے، اس لیے اگر وہ کفارہ نہ دے تو بیوی عدالت سے رجوع کر سکتی ہے۔ عدالت اس کے شوہر کو مجبور کرے گی کہ وہ کفارہ دے کر حرمت وہ دیوار ہٹائے جو اس نے اپنے اور اس کے درمیان حائل کر لی ہے۔ اور اگر وہ نہ مانے تو عدالت اسے ضرب یا قید یا دونوں طرح کی سزائیں دے سکتی ہے۔ یہ بات بھی چاروں مذاہب فقہ میں متفق علیہ ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ مذہب حنفی میں عورت کے لیے صرف یہی ایک چارہ کار ہے، ورنہ ظہار پر خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے، عورت کو اگر عدالت اس مشکل سے نہ نکالے تو وہ تمام عمر معلق رہے گی، کیونکہ ظہار سے نکاح ختم نہیں ہوتا، صرف شوہر کا حق تمتع سلب ہوتا ہے۔ ملکی مذہب میں اگر شوہر عورت کو ستانے کے لیے ظہار کر کے معلق چھوڑ دے تو اس پر ایلاء کے احکام جاری ہوں گے، یعنی وہ چار مہینے سے زیادہ عورت کو روک کر نہیں رکھ سکتا (احکام ایلاء کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد اول، البقرہ، حواشی 245 تا 247)۔ شافعیہ کے نزدیک اگرچہ ظہار میں احکام ایلاء تو صرف اس وقت جاری ہو سکتے ہیں جبکہ شوہر نے ایک مدت خاص کے لیے ظہار کیا ہو اور وہ مدت چار مہینے سے زیادہ ہو، لیکن چونکہ مذہب شافعی کی رو سے شوہر پر اسی وقت کفارہ واجب ہو جاتا ہے جب وہ عورت کو بیوی بنا کر رکھے رہے، اس لیے یہ ممکن نہیں رہتا کہ وہ کسی طویل مدت تک اس کو معلق رکھے۔

قرآن اور سنت میں تصریح ہے کہ ظہار کا پہلا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے۔ اس سے آدمی عاجز ہو تب دو مہینے کے روزوں کی شکل میں کفارہ دے سکتا ہے۔ اور اس سے بھی عاجز ہو تب 60 مسکینوں کو کھانا کھال سکتا ہے۔ لیکن اگر تینوں کفاروں سے کوئی شخص عاجز ہو تو چونکہ شریعت میں کفارے کی کوئی اور شکل نہیں رکھی گئی ہے اس لیے اسے اس وقت تک انتظار کرنا ہوگا جب تک وہ ان میں سے کسی ایک پر قادر نہ ہو جائے۔ البتہ سب سے یہ ثابت ہے کہ ایسے شخص کی بددی جانی چاہیے تا کہ وہ تیسرا کفارہ ادا کر سکے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المال سے ایسے لوگوں کی مدد فرمائی ہے جو اپنی غلطی سے اس مشکل میں پھنس گئے تھے اور تینوں کفاروں سے عاجز تھے۔

قرآن مجید کفارہ میں رقبہ آزاد کرنے کا حکم دیتا ہے جس کا اطلاق لونڈی اور غلام دونوں پر ہوتا ہے اور اس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ شیر خوار بچہ بھی اگر غلامی کی حالت میں ہو تو اسے آزاد کیے جاسکتے ہیں یا صرف مومن غلام ہی آزاد کرنا ہوگا۔ حنفیہ اور ظاہریہ کہتے ہیں غلام خواہ مومن ہو یا کافر، اس کا آزاد کر دینا کفارہ ظہار کے لیے کافی ہے، کیونکہ قرآن میں مطلق رقبہ کا ذکر ہے، یہ نہیں کہا گیا ہے کہ وہ مومن ہی ہونا چاہیے۔ بخلاف اس کے شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ اس کے لیے مومن کی شرط لگاتے ہیں، اور انہوں نے اس حکم کو ان دوسرے کفاروں پر قیاس کیا ہے جن میں رقبہ کے ساتھ قرآن مجید میں مومن کی قید لگائی گئی ہے۔

عَمْرُو بْنُ عَطَاءٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرِ الْبَيَاضِيِّ قَالَ كُنْتُ امْرَأً اسْتَكْبَرُ مِنَ النِّسَاءِ لَا أَرَى رَجُلًا كَانَ يُصِيبُ مِنْ ذَلِكَ مَا أُصِيبُ فَلَمَّا دَخَلَ رَمَضَانُ ظَاهَرْتُ مِنْ امْرَأَتِي حَتَّى يُتَسَلِّخَ رَمَضَانُ فَبَيْنَمَا هِيَ تُحَدِّثُنِي ذَاتَ لَيْلَةٍ انْكَشَفَ لِي مِنْهَا شَيْءٌ فَوَيْتُ عَلَيْهَا فَوَاقَعْتُهَا فَلَمَّا أَصْبَحْتُ عَدَوْتُ عَلَى قَوْمِي فَأَخْبَرْتُهُمْ خَبْرِي وَقُلْتُ لَهُمْ سَلُّوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا مَا كُنَّا نَفْعَلُ إِذَا يُنْزِلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِينَا كِتَابًا أَوْ يَكُونُ فِينَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلٌ فَيَقِي عَلَيْنَا غَارُهُ وَلَكِنْ سَوْفَ نُسَلِّمُكَ لِجَبْرِئِيلَ أَذْهَبَ أَنْتَ فَأَذْكُرُ شَأْنَكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجْتُ حَتَّى جِئْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ بِذَاكَ فَقُلْتُ أَنَا بِذَاكَ وَهَآ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَابِرٌ لِحُكْمِ اللَّهِ عَلَيْهِ قَالَ فَأَعِيتِي رَقَبَةً قَالَ قُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَصْبَحْتُ أَمْلِكُ إِلَّا رَقَبَتِي هَذِهِ قَالَ فَصُمُ شَهْرَيْنِ مُتَابِعَيْنِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَهَلْ دَخَلَ عَلَيَّ مَا دَخَلَ مِنَ الْبَلَاءِ إِلَّا بِالصَّوْمِ قَالَ فَتَصَدَّقِي أَوْ أَطْعِمِي يَتِيمَيْنِ مُسْكِينَيْنِ قَالَ قُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ بَتْنَا لَيْلَتَا هَذِهِ مَا لَنَا عَشَاءٌ قَالَ فَأَذْهَبَ إِلَى صَاحِبِ صَدَقَةِ يَتِي زُرَيْقٍ فَقُلْ لَهُ فَلْيَذْهَبْهَا إِلَيْكَ وَأَطْعِمِي يَتِيمَيْنِ مُسْكِينَيْنِ وَأَنْتِ تَصْعَقِي بِقَبَائِلِهَا

• حضرت سلمہ بن صحر بیاضی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے اپنی بیویوں کے ساتھ بہت زیادہ لگاؤ تھا اور میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس کی وہ کیفیت ہو جو میری ہوتی تھی جب رمضان کا مہینہ آتا تو میں اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کر لیا کرتا تھا (تاکہ روزے کے دوران اس سے محبت نہ کر لوں) اور یہ رمضان گزرنے تک برقرار رہتا تھا ایک مرتبہ میری بیوی میرے ساتھ بات چیت کر رہی تھی اس کے جسم کا کچھ حصہ میرے سامنے ظاہر ہوا تو میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کر لیے اگلے دن میں اپنی قوم کے افراد کے پاس گیا اور انہیں اپنے معاملے کے بارے میں بتایا میں نے ان لوگوں سے کہا کہ تم نبی کریم ﷺ سے میرے بارے میں دریافت کرو تو وہ لوگ بولے: ہم ایسا نہیں کریں گے ورنہ اللہ تعالیٰ ہمارے بارے میں کتاب کا حکم نازل کر دے گا یا نبی کریم ﷺ ہمارے بارے میں کوئی بات ارشاد فرمادیں گے تو وہ چیز ہمارے لیے شرمندگی کے طور پر باقی رہ جائے گی۔ ہم تمہیں تمہارے جرم کے حوالے کرتے ہیں: تم جاؤ اور خود نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنے معاملے کا تذکرہ کرو۔ راوی کہتے ہیں: میں وہاں سے نکلا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے یہ حرکت کی ہے تو انہوں نے عرض کی: میں نے ایسا کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ تعالیٰ کے اپنے بارے میں نازل کردہ حکم کے لیے تیار ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم ایک گردن آزاد کرو میں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو اس حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے میں تو صرف اپنی گردن کا مالک ہوں پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر تم لگا تار 2 ماہ روزے رکھو میں نے عرض کی: میرے اوپر یہ مصیبت روزے رکھنے کی وجہ سے ہی لازم ہوئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے

2062. أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث 2213، ورم الحديث 2217، أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث 1198، ورم الحديث 1200، ورم

فرمایا تم صدقہ کرو اور ساتھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ میں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو اس حق کے ہمراہ مبعوث کیا گزشتہ رات ہم نے ایسے بسر کی ہے کہ ہمارے پاس رات کا کھانا بھی نہیں تھا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس شخص کے پاس جاؤ جو بنو زریق سے زکوٰۃ وصول کر کے آیا ہے اور تم اس سے کہو کہ وہ تمہیں اناج وغیرہ دے تم ساتھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ اور باقی بچنے والے اناج سے خود نفع حاصل کرنا۔

2062 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدَةَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ تَبَارَكَ الَّذِي وَسِعَ سَمْعُهُ كُلَّ شَيْءٍ إِنِّي لَأَسْمَعُ كَلَامَ خَوْلَةَ بِنْتِ ثَعْلَبَةَ وَتَخْفَى عَلَيَّ بَعْضُهُ وَهِيَ تَشْتَكِي زَوْجَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ تَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكُلَ شَيْءٍ وَتَنُوتُ لَهُ بَطْنِي حَتَّى إِذَا كَبُرَتْ مِثْنِي وَانْقَطَعَ وَلَدِي ظَاهَرَ مِنِّي اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْكُو إِلَيْكَ فَمَا بَرَحْتُ حَتَّى نَزَلَ جِبْرَائِيلُ بِهِؤَلَاءِ الْآيَاتِ (لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ)

• عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے: ”برکت دالی ہے وہ ذات جس کی سماعت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے میں نے خولہ بنت ثعلبہ کا کلام سنا ہے اس کا کچھ حصہ مجھ سے مخفی رہا وہ اپنے شوہر کی شکایت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کر رہی تھی وہ عرض کر رہی تھی یا رسول اللہ (ﷺ)! اس نے میری جوانی کو کھالیا ہے میں نے اس کے لیے اپنے پیٹ کو کشادہ کر دیا یہاں تک کہ جب میں بوڑھی ہو گئی اور میرے ہاں بچوں کی پیدائش ممکن نہیں رہی تو اس نے میرے ساتھ ظہار کر لیا ہے اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اس کی شکایت کرتی ہوں۔

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) وہ خاتون ابھی وہیں تھیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آیات لے کر نازل ہوئے۔
”اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات کو سن لیا ہے جو اپنے شوہر کے بارے میں تمہارے ساتھ بحث کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کر رہی تھی۔“

خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا اور مسئلہ ظہار کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم میرے اور میرے خاوند اوس بن صامت کے بارے میں اس سورۃ مجادلہ کی شروع کی چار آیتیں اتری ہیں، میں ان کے گھر میں تھی یہ بوڑھے اور بڑی عمر کے تھے اور کچھ اخلاق کے بھی اچھے نہ تھے، ایک دن باتوں ہی باتوں میں میں نے ان کی کسی بات کے خلاف کہا اور انہیں کچھ جواب دیا، جس پر وہ بڑے غضب ناک ہوئے اور غصے میں فرمانے لگے تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے پھر گھر سے چلے گئے اور قومی مجلس میں کچھ دیر بیٹھے رہے پھر واپس آئے اور مجھ سے خاص بات چیت کرنی چاہی، میں نے کہا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں خولہ کی جان ہے تمہارے اس کہنے کے بعد اب یہ بات ناممکن ہے یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہمارے بارے میں نہ ہو، لیکن وہ نہ مانے اور زبردستی کرنے لگے مگر چونکہ کمزور اور ضعیف تھے میں ان پر غالب آ گئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے، میں اپنی پڑوسن کے ہاں گئی اور اس سے کپڑا مانگ کر اوڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی، اس واقعہ کو بیان کیا اور

بھی اپنی مصیبتیں اور تکلیفیں بیان کرنی شروع کر دیں، آپ یہی فرماتے جاتے تھے خولہ اپنے خاوند کے بارے میں اللہ سے ڈرو وہ بوڑھے بڑے ہیں، ابھی یہ باتیں ہوئی رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی، جب وحی اتر چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خولہ تیرے اور تیرے خاوند کے بارے میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئی ہیں، پھر آپ نے آیت (قد سمع اللہ سے عذاب الیم) تک پڑھ سنایا اور فرمایا جاؤ اپنے میاں سے کہو کہ ایک غلام آزاد کریں، میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس غلام کہاں؟ وہ تو بہت مسکین شخص ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو دو مہینے کے لگاتار روزے رکھ لیں، میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑی عمر کے بوڑھے ناتواں کمزور ہیں انہیں دو ماہ کے روزوں کی بھی طاقت نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق (تقریباً چار من پختہ) کھجوریں دے دیں، میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مسکین کے پاس یہ بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا آدھا وسق کھجوریں میں اپنے پاس سے انہیں دیدوں گا میں نے کہا بہتر آدھا وسق میں دیدوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تم نے بہت اچھا کیا اور خوب کام کیا، جاؤ یہ ادا کرو اور اپنے خاوند کے ساتھ جو تمہارے چچا کے لڑکے ہیں محبت، پیار، خیر خواہی اور فرمانبرداری سے گزارا کرو (مسند احمد و ابوداؤد)۔

ان کا نام بعض روایتوں میں خولہ کے بجائے خولہ بھی آیا ہے اور بنت ثعلبہ کے بدلے بنت مالک بن ثعلبہ بھی آیا ہے، ان اقوال میں کوئی ایسا اختلاف نہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہو، واللہ اعلم۔

اس سورت کی ان شروع کی آیتوں کا صحیح شان نزول یہی ہے۔ حضرت سلمہ بن صححر رضی اللہ عنہ کا واقعہ جواب آ رہا ہے وہ اس کے اترنے کا باعث نہیں ہوا ہاں البتہ جو حکم ظہار ان آیتوں میں تھا انہیں بھی دیا گیا یعنی غلام آزاد کرنا یا روزے رکھنا یا کھانا دینا، حضرت سلمہ بن صححر انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ خود ان کی زبانی یہ ہے کہ مجھے جماع کی طاقت اوروں سے بہت زیادہ تھی، رمضان میں اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہوں میں روزے کے وقت میں بچ نہ سکوں میں نے رمضان بھر کے لئے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا، ایک رات جبکہ وہ میری خدمت میں مصروف تھی بدن کے کسی حصہ پر سے کپڑا ہٹ گیا پھر تاب کہاں تھی؟ اس سے بات چیت کر بیٹھا صبح اپنی قوم کے پاس آ کر میں نے کہا رات ایسا واقعہ ہو گیا ہے تم مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو اور آپ سے پوچھو کہ اس گناہ کا بدلہ کیا ہے؟ سب نے انکار کیا اور کہا کہ ہم تو تیرے ساتھ نہیں جائیں گے ایسا نہ ہو کہ قرآن کریم میں اس کی بابت کوئی آیت اترے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسی بات فرمادیں کہ ہمیشہ کے لئے ہم پر عار باقی رہ جائے، تو جانے تیرا کام، تو نے ایسا کیوں کیا؟ ہم تیرے ساتھ نہیں، میں نے کہا اچھا پھر میں اکیلا جاتا ہوں۔ چنانچہ میں گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام واقعہ بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ایسا کیا؟ میں نے کہا جی ہاں حضور مجھ سے ایسا ہو گیا۔ آپ نے پھر فرمایا تم نے ایسا کیا؟ میں نے پھر یہی عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے یہ خطا ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری دفعہ بھی یہی فرمایا میں نے پھر اقرار کیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہوں جو سزا میرے لئے تجویز کی جائے میں اسے صبر سے برداشت کروں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیجئے، آپ نے فرمایا جاؤ ایک غلام آزاد کرو، میں نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو صرف اس کا مالک ہوں اللہ کی قسم مجھے غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر دو مہینے کے پے درپے

روزے رکھو، میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزوں ہی کی دلیل سے تو یہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر جاؤ صدقہ کرو میں نے کہا اس اللہ کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس کچھ نہیں بلکہ آج کی شب سب گھر والوں نے فاقہ کیا ہے، پھر فرمایا اچھا بنو رزق کے قبیلے کے صدقے والے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ صدقے کا مال تمہیں دیدیں تم اس میں سے ایک وسق کھجور تو ساٹھ مسکینوں کو دیدو اور باقی تم آپ اپنے اور اپنے بال بچوں کے کام میں لاؤ، میں خوش خوش لوٹا اور اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ تمہارے پاس تو میں نے تنگی اور برائی پائی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں نے کشادگی اور برکت پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اپنے صدقے تم مجھے دیدو چنانچہ انہوں نے مجھے دے دیئے (مسند احمد ابوداؤد وغیرہ)

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت اوس بن صامت اور ان کی بیوی صاحبہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ کے واقعہ کے بعد کا ہے، چنانچہ حضرت ابن عباس کا فرمان ہے کہ ظہار کا پہلا واقعہ حضرت اوس بن صامت کا ہے جو حضرت عبادہ بن صامت کے بھائی تھے، ان کی بیوی صاحبہ کا نام خولہ بنت ثعلبہ بن مالک رضی اللہ عنہا تھا، اس واقعہ سے حضرت خولہ کو ڈر تھا کہ شاید طلاق ہوگئی، انہوں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے اور اگر ہم علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو دونوں برباد ہو جائیں گے میں اب اس لائق بھی نہیں رہی کہ مجھے اولاد ہو ہمارے اس تعلق کو بھی زمانہ گزر چکا اور بھی اسی طرح کی باتیں کہتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں، اب تک ظہار کا کوئی حکم اسلام میں نہ تھا اس پر یہ آیتیں شروع سورت سے الیم تک اتریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس کو بلوایا اور پوچھا کہ کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر انکار کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے رقم جمع کی انہوں نے اس سے غلام خرید کر آزاد کیا اور اپنی بیوی صاحبہ سے رجوع کیا۔ (ابن جریر)

حضرت ابن عباس کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگوں کا یہ فرمان ہے کہ یہ آیتیں انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، واللہ اعلم۔ لفظ ظہار ظہر سے مشتق ہے چونکہ اہل جاہلیت اپنی بیوی سے ظہار کرتے وقت یوں کہتے تھے کہ انت علی کظہرامی یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ، شریعت میں حکم یہ ہے کہ اس طرح خواہ کسی عضو کا نام لے ظہار ہو جائے گا، ظہار جاہلیت کے زمانے میں طلاق سمجھا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے اس میں کفارہ مقرر کر دیا اور اسے طلاق شمار نہیں کیا جیسے کہ جاہلیت کا دستور تھا۔ سلف میں سے اکثر حضرات نے یہی فرمایا ہے،

حضرت ابن عباس جاہلیت کے اس دستور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں اسلام میں جب حضرت خولہ والا واقعہ پیش آیا اور دونوں میاں بیوی پچھتانے لگے تو حضرت اوس نے اپنی بیوی صاحبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا یہ جب آئیں تو دیکھا کہ آپ کنگھی کر رہے ہیں، آپ نے واقعہ سن کر فرمایا ہمارے پاس اس کا کوئی حکم نہیں اتنے میں یہ آیتیں اتریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خوشخبری دی اور پڑھ سنائیں، جب غلام کو آزاد کرنے کا ذکر کیا تو عذر کیا کہ ہمارے پاس غلام نہیں، پھر روزوں کا ذکر سن کر کہا اگر ہر روز تین مرتبہ پانی نہ پیئیں تو بدلیل اپنے بڑھاپے کے فوت ہو جائیں، جب کھانا کھلانے کا ذکر سنا تو کہا چند لقموں پر تو سارا دن گزرتا ہے تو اوروں کو دینا کہاں؟ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھا وسق تمیں صاع منگوا کر انہیں

دیئے اور فرمایا اسے صدقہ کر دو اور اپنی بیوی سے رجوع کر لو۔ (ابن جریر)

اس کی اسناد قوی اور پختہ ہے، لیکن ادائیگی غربت سے خالی نہیں۔ حضرت ابو العالیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے، فرماتے ہیں خولہ بنت ولج ایک انصاری کی بیوی تھیں جو کم نگاہ والے مفلس اور کج خلق تھے، کسی دن کسی بات پر میاں بیوی میں جھگڑا ہو گیا تو جاہلیت کی رسم کے مطابق ظہار کر لیا جو ان کی طلاق تھی۔ یہ بیوی صاحبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اس وقت آپ عائشہ کے گھر میں تھے اور ام المومنین آپ کا سر دھو رہی تھیں، جا کر سارا واقعہ بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب کیا ہو سکتا ہے، میرے علم میں تو تو اس پر حرام ہو گئی یہ سن کر کہنے لگیں اللہ میری عرض تجھ سے ہے، اب حضرت عائشہ آپ کے سر مبارک کا ایک طرف کا حصہ دھو کر گھوم کر دوسری جانب آئیں اور ادھر کا حصہ دھونے لگیں تو حضرت خولہ بھی گھوم کر اس دوسری طرف آ بیٹھیں اور اپنا واقعہ دوہرایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی جواب دیا، ام المومنین نے دیکھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ خفیر ہو گیا ہے تو ان سے کہا کہ دور ہٹ کر بیٹھو، یہ دور کھسک گئیں ادھر وحی نازل ہوئی شروع ہوئی جب اتر چکی تو آپ نے فرمایا وہ عورت کہاں ہے؟ ام المومنین نے انہیں آواز دے کر بلایا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اپنے خاوند کو لے آؤ، یہ دوڑتی ہوئی گئیں اور اپنے شوہر کو بلالائیں تو واقعی وہ ایسے ہی تھے جیسے انہوں نے کہا تھا، آپ نے استعید بسم اللہ السميع العليم بسم اللہ الرحمن الرحيم پڑھ کر اس سورت کی یہ آیتیں سنائیں، اور فرمایا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں، کہا دو مہینے کے لگاتار ایک کے پیچھے ایک روزے رکھ سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اگر دو تین دفعہ دن میں نہ کھاؤں تو بیٹائی بالکل جاتی رہتی ہے، فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن اگر آپ میری امداد فرمائیں تو اور بات ہے، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اعانت کی اور فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو اور جاہلیت کی اس رسم طلاق کو ہٹا کر اللہ تعالیٰ نے اسے ظہار مقرر فرمایا (ابن ابی حاتم و ابن جریر)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایلا اور ظہار جاہلیت کے زمانہ کی طلاقیں تھیں، اللہ تعالیٰ نے ایلا میں تو چار مہینے کی مدت مقرر فرمائی اور ظہار میں کفارہ مقرر فرمایا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ، ہرودت)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ منکم سے استدلال کیا ہے کہ چونکہ یہاں خطاب مومنوں سے ہے اس لئے اس حکم میں کافر داخل نہیں، جمہور کا مذہب اس کے برخلاف ہے وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بہ اعتبار غلبہ کے کہہ دیا گیا ہے اس لئے بطور قید کے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں لے سکتے، لفظ من نسائهم سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ لونڈی سے ظہار نہیں نہ وہ اس خطاب میں داخل ہے۔ پھر فرماتا ہے اس کہنے سے کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا میرے لئے تو مثل میری ماں کے ہے یا مثل میری ماں کی پیٹھ کے ہے یا اور ایسے ہی الفاظ اپنی بیوی کو کہہ دینے سے وہ سچ مچ ماں نہیں بن جاتی، حقیقی ماں تو وہی ہے جس کے بطن سے یہ تولد ہوا ہے، یہ لوگ اپنے منہ سے فحش اور باطل قول بول دیتے ہیں اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور بخشش دینے والا ہے۔ اس نے جاہلیت کی اس تنگی کو تم سے دور کر دیا، اسی طرح ہر وہ کلام جو ایک دم زبان سے بغیر سوچے سمجھے اور بلا قصد نکل جائے۔

چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے اے میری بہن تو آپ نے فرمایا یہ تیری بہن ہے؟ غرض یہ کہنا برا لگا اسے بدو کا مگر اس سے حرمت ثابت نہیں کی کیونکہ دراصل اس کا مقصود یہ نہ تھا جو نبی زبان سے

بغیر قصد کے نکل گیا تھا اور نہ ضرور حرمت ثابت ہو جاتی، کیونکہ صحیح قول یہی ہے کہ اپنی بیوی کو جو شخص اس نام سے یاد کرے جو محرمات ابدیہ ہیں مثلاً بہن یا پھوپھی یا خالہ وغیرہ تو وہ بھی حکم میں ماں کہنے کے ہیں۔ جو لوگ ظہار کریں پھر اپنے کہنے سے لوٹیں اس کا مطلب ایک تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہار کیا پھر مکرر اس لفظ کو کہا لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ مجادلہ، ہجرت)

مثل امی کہنے سے وقوع ظہار میں مذاہب اربعہ

اس امر میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ بیوی سے یہ کہنا کہ تو میرے اوپر میری ماں کی بیٹھ جیسی ہے صریح ظہار ہے کیونکہ اہل عرب میں یہی ظہار کا طریقہ تھا اور قرآن مجید کا حکم اسی کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ البتہ اس امر میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ دوسرے الفاظ میں سے کون سے ایسے ہیں جو صریح ظہار کے حکم میں ہیں، اور کون سے ایسے ہیں جن کے ظہار ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ قائل کی نیت پر کیا جائے گا۔

حنفیہ کے نزدیک ظہار کے صریح الفاظ وہ ہیں جن میں صاف طور پر حلال عورت (بیوی) کو حرام عورت (یعنی محرمات ابدیہ میں سے کسی عورت) سے تشبیہ دی گئی ہو، یا تشبیہ ایسے عضو سے دی گئی ہو جس پر نظر ڈالنا حلال نہیں ہے، جیسے یہ کہنا کہ تو میرے اوپر ماں یا فلاں حرام عورت کے پیٹ یا ران جیسی ہے۔ ان کے سوا دوسرے الفاظ میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ اگر کہے کہ تو میرے اوپر حرام ہے جیسے میری ماں کی بیٹھ تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ صریح ظہار ہے، لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ظہار کی نیت ہو تو ظہار ہے اور طلاق کی نیت ہو تو طلاق۔ اگر کہے کہ تو میری ماں جیسی ہے یا میری ماں کی طرح ہے تو حنیفہ کا عام فتویٰ یہ ہے کہ یہ ظہار کی نیت سے ظہار ہے، طلاق کی نیت سے طلاق بائن، اور اگر کوئی نیت نہ ہو تو بے معنی ہے۔ لیکن امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ قطعی ہے۔ اگر بیوی کو ماں یا بہن یا بیٹی کہہ کر پکارے تو یہ سخت بیہودہ بات ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے کا اظہار فرمایا تھا، مگر اسے ظہار نہیں قرار دیا۔ اگر کہے کہ تو میرے اوپر ماں کی طرح حرام ہے تو یہ ظہار کی نیت سے ظہار ہے، طلاق کی نیت سے طلاق، اور کوئی نیت نہ ہو تو ظہار ہے۔ اگر کہے کہ تو میرے لیے ماں کی طرح یا ماں جیسی ہے تو نیت پوچھی جائے گی۔ عزت اور توقیر کی نیت سے کہا ہو تو عزت اور توقیر ہے۔ ظہار کی نیت سے کہا ہو تو ظہار ہے۔ طلاق کی نیت سے کہا ہو تو طلاق ہے۔ کوئی نیت نہ ہو اور یونہی یہ بات کہہ دی ہو تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بے معنی ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر ظہار کا تو نہیں مگر قسم کا کفارہ لازم آئے گا، اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ ظہار ہے۔

شافعیہ کے نزدیک ظہار کے صریح الفاظ یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تو میرے نزدیک، یا میرے ساتھ، یا میرے لیے ایسی ہے جیسی میری ماں کی بیٹھ۔ یا تو میری ماں کی بیٹھ کی طرح ہے۔ یا تیرا جسم، یا تیرا بدن، یا تیرا نفس میرے لیے میری ماں کے جسم یا بدن یا جنس کی طرح ہے۔ ان کے سوا باقی تمام الفاظ میں قائل کی نیت پر فیصلہ ہوگا۔

حنابلہ کے نزدیک ہر وہ لفظ جس سے کسی شخص نے بیوی کو یا اس کے مستقل اعضاء میں سے کسی عضو کو کسی ایسی عورت سے جو اس کے لیے حرام ہے، یا اس کے مستقل اعضاء میں سے کسی عضو سے صاف صاف تشبیہ دی ہو، ظہار کے معاملہ میں صریح مانا جائے

مالکیہ کا مسلک بھی قریب قریب یہی ہے، البتہ تفصیلات میں ان کے فتوے الگ الگ ہیں۔ مثلاً کسی شخص کی بیوی سے یہ کہنا کہ میرے لیے میری ماں جیسی ہے، یا میری ماں کی طرح ہے مالکیوں کے نزدیک ظہار کی نیت سے ہو تو ظہار ہے، طلاق کی نیت سے ہو تو طلاق اور کوئی نیت نہ ہو تو ظہار ہے۔ مہلبیوں کے نزدیک یہ بشرط نیت صرف ظہار قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص بیوی سے کہے کہ تو میری ماں ہے تو مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ ظہار ہے اور حنابلہ کہتے ہیں کہ یہ بات اگر جھگڑے اور غصے کی حالت میں کہی گئی ہو تو ظہار ہے، اور پیار محبت کی بات چیت میں کہی گئی ہو تو کو یہ بہت ہی بری بات ہے لیکن ظہار نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے تجھے طلاق ہے تو میری ماں کی طرح ہے تو حنابلہ کے نزدیک یہ طلاق ہے نہ کہ ظہار، اور اگر کہے تو میری ماں کی طرح ہے تجھے طلاق ہے تو ظہار اور طلاق دونوں واقع ہو جائیں گے۔ یہ کہنا کہ تو میرے اوپر ایسی حرام ہے جیسی میری ماں کی بیٹھ مالکیہ اور حنابلہ دونوں کے نزدیک ظہار ہے خواہ طلاق ہی کی نیت سے یہ لفاظ کہے گئے ہوں، یا نیت کچھ بھی نہ ہو۔

الفاظ ظہار کی اس بحث میں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ فقہاء نے اس باب میں جتنی بحثیں کی ہیں وہ سب عربی زبان کی الفاظ اور محاورات سے تعلق رکھتی ہیں، اور ظاہر ہے کہ دنیا کی دوسری زبانیں بولنے والے نہ عربی زبان میں ظہار کریں گے، نہ ظہار کرتے وقت عربی الفاظ اور فقرہوں کا ٹھیک ٹھیک ترجمہ زبان سے ادا کریں گے۔ اس لیے کسی لفظ یا فقرے کے متعلق اگر یہ فیصلہ کرنا ہو کہ وہ ظہار کی تعریف میں آتا ہے یا نہیں، تو اسے اس لحاظ سے نہیں جانچنا چاہیے کہ وہ فقہاء کے بیان کردہ الفاظ میں سے کس کا صحیح ترجمہ ہے، بلکہ صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا قائل نے بیوی کو جنسی (Sexual) تعلق کے لحاظ سے محرمات میں سے کسی کے ساتھ صاف صاف تشبیہ دی ہے، یا اس کے الفاظ میں دوسرے مفہومات کا بھی احتمال ہے؟ اس کی نمایاں ترین مثال خود وہ فقرہ ہے جس کے متعلق تمام فقہاء اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ عرب میں ظہار کے لیے وہی بولا جاتا تھا اور قرآن مجید کا حکم اسی کے بارے میں نازل ہوا ہے، یعنی اَنْتِ عَلَيَّ كَظْهَرِ امِّي (تو میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے)۔ غالباً دنیا کی کسی زبان میں، اور کم از کم اردو کی حد تک تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس زبان میں کوئی ظہار کرنے والا ایسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتا جو اس عربی فقرے کا لفظی ترجمہ ہوں۔

البتہ وہ اپنی زبان کے ایسے الفاظ ضرور استعمال کر سکتا ہے جن کا مفہوم ٹھیک وہی ہو جسے ادا کرنے کے لیے ایک عرب یہ فقرہ بولا کرتا تھا۔ اس کا مفہوم یہ تھا کہ تجھ سے مباشرت میرے لیے ایسی ہے جیسے اپنی ماں سے مباشرت، یا جیسے بعض جہلا بیوی سے کہہ بیٹھتے ہیں کہ تیرے پاس آؤں تو اپنی ماں کے پاس جاؤں تو اپنی ماں کے پاس جاؤں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابُ: الْمُظَاهِرِ يُجَامِعُ قَبْلَ أَنْ يَكْفِرَ

یہ باب ہے کہ ظہار کرنے والے شخص کا کفارہ دینے سے پہلے بیوی کے ساتھ صحبت کرنا

2064- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو

بْنِ عَطَاءٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرِ الْبَيَاضِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُظَاهِرِ

يُؤَاقِعُ قَبْلَ أَنْ يُكْفِرَ قَالَ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ

• حضرت سلمہ بن صحزبیا ضی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں جو ظہار کرنے والا شخص کفارہ دینے سے پہلے صحبت کر لیتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کا کفارہ ایک ہی ہوگا۔

2065- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنْ أَمْرَاتِهِ فَنَفْسِيهَا قَبْلَ أَنْ يُكْفِرَ فَاتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى ذَلِكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتُ بَيَاضَ حِجْلَيْهَا فِي الْقَمَرِ فَلَمْ أَمْلِكْ نَفْسِي أَنْ وَقَعْتُ عَلَيْهَا فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ إِلَّا بِقَرَبَتِهَا حَتَّى يُكْفِرَ

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک صاحب نے اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کر لیا اور پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس خاتون کے ساتھ صحبت کر لی وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے ایسا کیوں کیا۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں نے چاندنی رات میں اس کی پازیبوں کے درمیان سفیدی دیکھی تو مجھے خود پر قابو نہیں رہا کہ میں اس کے ساتھ صحبت سے خود کو روک لیتا تو نبی کریم ﷺ مسکرا دیئے آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ اب وہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے بیوی کے قریب نہ جائے۔

ظہار سے حرمت دلیل کا بیان

حضرت امام شافعی کا مطلب یہ ہے کہ ظہار کیا پھر اس عورت کو روک رکھا یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر گیا کہ اگر چاہتا تو اس میں باقاعدہ طلاق دے سکتا تھا لیکن طلاق نہ دی۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ پھر لوٹے جماع کی طرف یا ارادہ کرے تو یہ حلال نہیں تا وقتیکہ مذکورہ کفارہ ادا نہ کرے۔

امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے جماع کا ارادہ یا پھر بسانے کا عزم یا جماع ہے۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ وغیرہ کہتے ہیں مراد ظہار کی طرف لوٹنا ہے اس کی حرمت اور جاہلیت کے حکم کے اٹھ جانے کے بعد پس جو شخص اب ظہار کرے گا اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی جب تک کہ یہ کفارہ ادا نہ کرے،

حضرت سعید فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جس چیز کو اس نے اپنی جان پر حرام کر لیا تھا اب پھر اس کام کو کرنا چاہے تو اس کا کفارہ ادا کرے۔

حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ مجامعت کرنا چاہے ورنہ اور طرح چھونے میں قبل کفارہ کے بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں یہاں مس سے مراد صحبت کرنا ہے۔ زہری فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگانا پیار کرنا بھی کفارہ کی ادائیگی

2065: أخرجه البوداءوني "السنن" رقم الحديث: 2223 'ورقم الحديث: 2225' م' و'رقم الحديث: 2221 'ورقم الحديث: 2222 'ورقم الحديث: 2223 'ورقم

الحديث: 2224 'ورقم الحديث: 2225 'ورقم الحديث: 2225 'م' أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1199 'أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث:

3457 'ورقم الحديث: 3458 'ورقم الحديث: 3459

سے پہلے جائز نہیں۔

کفارہ ظہار سے قبل جماع کرنے میں اعادہ کفارہ کے عدم پر فقہی مذاہب اربعہ

حضرت سلمہ بن مغیرہ بیاضی سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ظہار کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کرے اس پر ایک کفارہ ہے یہ حدیث حسن غریب ہے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان، ثوری، مالک، شافعی، احمد، اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے بعض اہل علم کے نزدیک ایسے شخص پر دو کفارہ واجب ہیں۔ عبد الرحمن بن مہدی کا بھی یہی قول ہے۔ جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1210

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے بعد اس سے صحبت کر بیٹھا پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا اور کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس سے صحبت کر لی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تم پر رحم کرے تمہیں کس چیز نے اس پر مجبور کیا وہ کہنے لگا میں نے چاند کی روشنی میں اس کی پازیب دیکھ لی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب اللہ کا حکم (کفارہ ادا) پورا کرنے سے پہلے اس کے پاس نہ جانا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1211

اکثر علماء کا یہی مسلک ہے کہ اگر کوئی شخص ظہار کرے اور پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر لے تو اس پر بھی ایک ہی کفارہ واجب ہوگا لیکن بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر لینے کی صورت میں دو کفارے واجب ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی ایک سے زائد دو یا تین اور چار بیویوں سے ظہار کرے یعنی ان سب سے یوں کہے کہ تم سب مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مانند حرام ہو تو اس صورت میں متفقہ طور پر تمام علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص ان سب سے ظہار کرنے والا ہو جاتا ہے البتہ اس بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ اس پر کفارہ ایک واجب ہوگا یا کئی واجب ہوں گے۔

چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام شافعی کے نزدیک تو اس پر کئی کفارے واجب ہوں گے یعنی وہ ان بیویوں میں سے جس کسی کے ساتھ بھی جماع کا ارادہ کرے گا پہلے کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا حسن، زہری اور ثوری وغیرہ کا بھی یہی قول ہے جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ اور حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا یعنی وہ پہلے ایک کفارہ ادا کر دے اس کے بعد ہر بیوی کے ساتھ جماع کرنا جائز ہوگا۔

حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر لیا اس کے بعد وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کس چیز نے تمہیں ایسا کرنے پر آمادہ کیا یعنی کیا دلیل پیش آئی کہ تم کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر بیٹھے اس نے عرض کیا کہ چاندنی میں اس کی پازیب کی سفیدی پر میری نظر پڑ گئی اور میں جماع کرنے سے پہلے اپنے آپ کو نہ روک سکا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔ اور اس کو یہ حکم دیا کہ اب دوبارہ اس سے اس وقت تک جماع نہ کرنا جب تک کفارہ ادا نہ کرو (ابن ماجہ) ترمذی نے بھی اسی طرح کی یعنی اس کے ہم معنی روایت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، نیز ابوداؤد اور نسائی نے اس طرح کی روایت مسند اور مسل نقل کی ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ مسند کی بہ نسبت

بہرسل زیادہ صحیح ہے۔

کفارہ ظہار ادا کرنے سے پہلے جماع کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی کا مطلب یہ ہے کہ ظہار کیا پھر اس عورت کو روک رکھا یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر گیا کہ اگر چاہتا تو اس میں ہاتھ دھو طلاق دے سکتا تھا لیکن طلاق نہ دی۔

حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ پھر لوٹے جماع کی طرف یا ارادہ کرے تو یہ حلال نہیں تا وقتیکہ مذکورہ کفارہ ادا نہ کرے۔ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے جماع کا ارادہ یا پھر بسانے کا عزم یا جماع ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ وغیرہ کہتے ہیں مراد ظہار کی طرف لوٹنا ہے اس کی حرمت اور جاہلیت کے حکم کے اٹھ جانے کے بعد پس جو شخص اب ظہار کرے گا اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی جب تک کہ یہ کفارہ ادا نہ کرے،

حضرت سعید فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جس چیز کو اس نے اپنی جان پر حرام کر لیا تھا اب پھر اس کام کو کرنا چاہے تو اس کا کفارہ ادا کرے۔

حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ جماعت کرنا چاہے ورنہ اور طرح چھونے میں قبل کفارہ کے بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں یہاں اس سے مراد محبت کرنا ہے۔ نہ ہری فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگانا پیار کرنا بھی کفارہ کی ادائیگی سے پہلے جائز نہیں۔

سنن میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے میں اس سے مل لیا آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے ایسا تو نے کیوں کیا؟ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاندنی رات میں اس کے خلخال کی چمک نے مجھے بیتاب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب اس سے قربت نہ کرنا جب تک کہ اللہ کے فرمان کے مطابق کفارہ ادا نہ کر دے، نسائی میں یہ حدیث مرسل مروی ہے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ مرسل ہونے کو اذنی بتاتے ہیں۔ پھر کفارہ بیان ہو رہا ہے کہ ایک غلام آزاد کرے، ہاں یہ قید نہیں کہ مومن ہی ہو جیسے قتل کے کفارے میں غلام کے مومن ہونے کی قید ہے۔

حضرت امام شافعی تو فرماتے ہیں یہ مطلق اس مقید پر محمول ہوگی کیونکہ غلام کو آزاد کرنے کی شرط جیسی وہاں ہے ایسی ہی یہاں بھی ہے، اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ ایک سیاہ فام لونڈی کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسے آزاد کر دو یہ مومن ہے، اوپر واقعہ گزر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہار کر کے پھر کفارہ سے قبل واقع ہونے والے کو آپ نے دوسرا کفارہ ادا کرنے کو نہیں فرمایا۔ پھر فرماتا ہے اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے یعنی دھمکایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں سے خبردار ہے اور تمہارے احوال کا عالم ہے۔ جو غلام کو آزاد کرنے پر قادر نہ ہو وہ دو مہینے کے لگا تار روزے رکھے کے بعد اپنی بیوی سے اس صورت میں مل سکتا ہے اور اگر اس کا بھی مقدور نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کے بعد، پہلے حدیثیں گزر چکیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدم پہلی صورت پھر دوسری پھر تیسری، جیسے کہ بخاری و مسلم کی اس حدیث میں بھی ہے جس میں آپ نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو فرمایا تھا۔ ہم نے یہ احکام اس لئے مقرر کئے ہیں کہ تمہارا کامل ایمان اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم پر ہو جائے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کے محرمات ہیں خبردار اس حرمت کو نہ توڑنا۔ جو کافر ہوں یعنی ایمان نہ لائیں حکم برداری نہ کریں شریعت کے احکام کی بے عزتی کریں ان سے لاپرواہی برتیں انہیں بلاؤں سے بچنے والا نہ سمجھو بلکہ ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔

کفارے کے روزوں میں قمری مہینوں میں مذاہب اربعہ

اس امر پر اتفاق ہے کہ مہینوں سے مراد ہلالی مہینے ہیں۔ اگر طلوع ہلال سے روزوں کا آغاز کیا جائے تو دو مہینے پورے کرنے ہوں گے۔ اگر بیچ میں کسی تاریخ سے شروع کیا جائے تو حنفیہ اور حنبلیہ کہتے ہیں کہ 60 روزے رکھنے چاہئیں۔ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ پہلے اور تیسرے مہینے میں مجموعی طور پر 30 روزے رکھ اور بیچ کا ہلالی مہینہ خواہ 29 کا ہو یا 30 کا، اس کے روزے رکھ لینے کافی ہیں۔

حنفیہ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ روزے ایسے وقت شروع کرنے چاہئیں جب کہ بیچ میں نہ رمضان آئے نہ عیدین نہ یوم النحر اور ایام تشریق، کیونکہ کفارہ کے روزے رکھنے کے دوران میں رمضان کے روزے رکھنے اور عیدین اور یوم النحر اور ایام تشریق کے روزے چھڑنے سے دو مہینے کا تسلسل ٹوٹ جائے گا اور نئے سرے سے روزے چھڑنے سے دو مہینے کا تسلسل ٹوٹ جائے گا اور نئے سرے سے روزے پڑیں گے۔ حنبلیہ کہتے ہیں کہ بیچ میں رمضان کے روزے رکھنے اور حرام دنوں کے روزے نہ رکھنے سے تسلسل نہیں ٹوٹتا۔

دو مہینوں کے دوران میں خواہ آدمی کسی عذر کی بنا پر روزہ چھوڑے یا بلا عذر، دونوں صورتوں میں حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک تسلسل ٹوٹ جائے گا اور نئے سرے سے روزے رکھنے ہوں گے۔ یہی دلیل امام محمد علیہ الرحمہ باقر، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر اور سفیان ثوری کی ہے۔ امام مالک علیہ الرحمہ اور امام احمد کے نزدیک مرض یا سفر کے عذر سے بیچ میں روزہ چھوڑا جاسکتا ہے اور اس سے تسلسل نہیں ٹوٹتا، البتہ بلا عذر روزہ چھوڑ دینے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ کفارہ کے روزے رمضان کے فرض روزوں زیادہ موکد نہیں ہیں۔ جب ان کو عذر کی بنا پر چھوڑا جاسکتا ہے تو کوئی دلیل نہیں یکہ ان کو نہ چھوڑا جاسکے۔ یہی قول حضرت عبداللہ بن عباس، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، سعید بن المسیب، عمر بن دینار، شععی طاؤس، مجاہد، اسحاق بن راہویہ، ابر عبید اور ابو ثور ہے۔

دو مہینوں کے دوران میں اگر آدمی اس بیوی سے مباشرت کر بیٹھے جس سے اس نے ظہار کیا ہو، تو تمام ائمہ کے نزدیک اس کا تسلسل ٹوٹ جائے گا اور نئے سرے سے روزے رکھنے ہوں گے کیونکہ ہاتھ لگانے سے پہلے دو مہینے کے مسلسل روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن اور سنت کی رو سے تیسرا کفارہ (یعنی 60 مسکینوں کا کھانا) وہ شخص دے سکتا ہے جو دوسرے کرنے (دو مہینے کے مسلسل روزوں) کی قدرت نہ رکھتا ہو۔

کفارہ ظہار میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا بیان

اگر ظہار کرنے والا شخص روزے رکھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”جو شخص اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے“۔ وہ ہر مسکین کو گندم کا نصف صاع یا کھجور اور جو کا ایک صاع کھلائے گا یا پھر اس کی قیمت دے گا۔ اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: جو حضرت اوس بن صامت اور حضرت سہل بن محرز کی حدیث میں ہے۔ ”ہر مسکین کو گندم کا نصف صاع ملے گا“ اس کی دلیل یہ بھی ہے: اصل اعتبار اس بات کا ہوگا ہر مسکین کی ایک دن کی ضرورت پوری کی جائے تو اس بارے میں صدقہ فطر پر قیاس کیا جائے گا۔ نصف کا یہ کہنا: یا اس کی قیمت دی جائے گی یہ ہمارا مذہب ہے۔ (ہدایہ کتاب طلاق ص ۱۱۰)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کفارہ ظہار ادا کرنے والے میں روزے رکھنے پر بھی قدرت نہ ہو کہ بیمار ہے اور اچھے ہونے کی امید نہیں یا بہت بوڑھا ہے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور یہ اختیار ہے کہ ایک دم سے ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے یا متفرق طور پر، مگر شرط یہ ہے کہ اس اثنا میں روزے پر قدرت حاصل نہ ہو ورنہ کھانا صدقہ نفل ہوگا اور کفارہ میں روزے رکھنے ہوں گے۔ اور اگر ایک وقت ساٹھ کو کھلایا دوسرے وقت ان کے سوا دوسرے ساٹھ کو کھلایا تو ادا نہ ہوا بلکہ ضرور ہے کہ پہلوں یا پچھلوں کو پھر ایک وقت کھلائے۔ (درعی، باب کفارہ ظہار)

علامہ ابن عابدین آقندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: شرط یہ ہے کہ جن مسکینوں کو کھانا کھلایا ہو ان میں کوئی نابالغ غیر مراہق نہ ہو ہاں اگر ایک جوان کی پوری خوراک کا اُسے مالک کر دیا تو کافی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر مسکین کو بقدر صدقہ فطر یعنی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع ہو یا ان کی قیمت کا مالک کر دیا جائے مگر اباحت کافی نہیں اور انھیں لوگوں کو دے سکتے ہیں جنھیں صدقہ فطر دے سکتے ہیں جن کی تفصیل صدقہ فطر کے بیان میں مذکور ہوئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صبح کو کھلا دے اور شام کے لیے قیمت دیدے یا شام کو کھلا دے اور صبح کے کھانے کی قیمت دیدے یا دو دن صبح کو یا شام کو کھلا دے یا تیس کو کھلائے اور تین کو دیدے غرض یہ کہ ساٹھ کی تعداد جس طرح چاہے پوری کرے اس کا اختیار ہے یا پاؤ صاع گیہوں اور نصف صاع جو دیدے یا کچھ گیہوں یا جو دے باقی کی قیمت ہر طرح اختیار ہے۔

کھلانے میں پیٹ بھر کر کھانا شرط ہے اگرچہ تھوڑے ہی کھانے میں آسودہ ہو جائیں اور اگر پہلے ہی سے کوئی آسودہ تھا تو اُس کا کھانا کافی نہیں اور بہتر یہ ہے کہ گیہوں کی روٹی اور سالن کھلائے اور اس سے اچھا کھانا ہو تو اور بہتر اور جو کی روٹی ہو تو سالن ضروری ہے۔

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دونوں وقت کھلایا یا ہر روز بقدر صدقہ فطر اُسے دیدیا جب بھی ادا ہو گیا اور اگر ایک ہی دن میں ایک مسکین کو سب دیدیا ایک دفعہ میں یا ساٹھ دفعہ کر کے یا اُس کو سب بطور اباحت دیا تو صرف اُس ایک دن کا ادا ہوا۔ یونہی اگر تیس مساکین کو ایک ایک صاع گیہوں دیے یا دو دو صاع ہو تو صرف تیس کو دینا قرار پایگا یعنی تیس مساکین کو پھر دینا پڑے گا یہ اُس صورت میں ہے کہ ایک دن میں دیے ہوں اور دونوں میں دیے تو جائز ہے۔ ساٹھ مساکین کو

پاؤ پاؤ صاع گے ہوں دیے تو ضرور ہے کہ ان میں ہر ایک کو اور پاؤ پاؤ صاع دے اور اگر ان کی عوض میں اور ساٹھ مساکین کو پاؤ پاؤ صاع دیے تو کفارہ ادا نہ ہوا۔ ایک سو بیس مساکین کو ایک وقت کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ ضرور ہے کہ ان میں سے ساٹھ کو پھر ایک وقت کھلائے خواہ اسی دن یا کسی دوسرے دن اور اگر وہ نہ ملیں تو دوسرے ساٹھ مساکین کو دونوں وقت کھلائے۔

(در مختار، کتاب طلاق، باب ظہار)

روزوں پر عدم قدرت کے اعتبار میں فقہی مذاہب اربعہ

ائمہ اربعہ کے نزدیک روزوں پر قادر نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی یا تو بڑھاپے کی دلیل سے قادر نہ ہو، یا مرض کے سبب سے، یا اس سبب سے کہ وہ مسلسل دو مہینے تک مباشرت سے پرہیز نہ کر سکتا ہو اور اسے اندیشہ ہو کہ اس دوران میں کہیں بے صبری نہ کر بیٹھے۔ ان تینوں عذرات کا صحیح ہونا اس احادیث سے ثابت ہے جو اس بن صامت انصاری اور سلمہ بن صحر بیاضی کے معاملہ میں وارد ہوئی ہیں۔ البتہ مرض کے معاملہ میں فقہاء کے درمیان تھوڑا سا اختلاف ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ مرض کا عذر اس صورت میں صحیح ہوگا جب کہ یا تو اس کے زائل ہونے کی امید نہ ہو، یا روزوں سے مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر روزوں سے ایسی شدید مشقت لاحق ہوتی ہو جس سے آدمی کو یہ خطرہ ہو کہ دو مہینے کے دوران میں کہیں سلسلہ منقطع نہ کرنا پڑے، تو یہ عذر بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر آدمی کا گمان غالب یہ ہو کہ وہ مستقبل میں روزہ رکھنے کے قابل ہو سکے گا تو انتظار کر لے، اور اگر گمان غالب اس قابل نہ ہو سکے گا ہو تو مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ روزے سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ بالکل کافی عذر ہے۔ کھانا صرف ان مساکین کو دیا جاسکتا ہے جن کا نفقہ آدمی کے ذمہ واجب نہ ہوتا ہو۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ کھانا مسلمان اور ذمی، دونوں قسم کے مساکین کو دیا جاسکتا ہے، البتہ حربی اور مستامن کفار کو نہیں دیا جاسکتا۔ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی دلیل یہ ہے کہ صرف مسلمان مساکین ہی کو دیا جاسکتا ہے۔

یہ امر متفق علیہ ہے کہ کھانا دینے سے مراد دو وقت کا پیٹ بھر کھانا دینا ہے۔ البتہ کھانا دینے کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ دو وقت کی شکم سیری کے قابل غلہ دے دینا، یا کھانا پکا کر دو وقت کھلا دینا، دونوں یکساں صحیح ہیں، کیونکہ قرآن مجید میں اطعام کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی خوراک دینے کے بھی ہیں اور کھلانے کے بھی۔ مگر مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ پکا کر کھلانے کو صحیح نہیں سمجھتے بلکہ غلہ دے دینا ہی ضروری قرار دیتے ہیں غلہ دینے کی صورت میں یہ امر متفق علیہ ہے کہ وہ غلہ دینا چاہیے جو اس شہر یا علاقے کے لوگوں کی عام غذا ہو۔ اور سب مسکینوں کو برابر دینا چاہیے۔

حنفیہ کے نزدیک اگر ایک ہی مسکین کو ۶۰ دن تک کھانا دیا جائے تو یہ بھی صحیح ہے، البتہ یہ صحیح نہیں ہے کہ ایک ہی دن اسے 60 دنوں کی خوراک دے دی جائے۔ لیکن باقی تینوں مذاہب ایک مسکین کو دینا صحیح نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک 60 ہی مساکین کو دینا ضروری ہے۔ اور یہ بات چاروں مذاہب میں جائز نہیں ہے کہ 60 آدمیوں کو ایک وقت کی خوراک اور دوسرے 60 آدمیوں کو دوسرے وقت کی خوراک دی جائے۔

کفارے کی عدم تجزی میں فقہی مذاہب اربعہ

یہ بات چاروں مذاہب میں سے کسی میں جائز نہیں ہے کہ آدمی 30 دن کے روزے رکھے اور 30 مسکینوں کو کھانا دے۔ در کفارے جمع نہیں کیے جاسکتے۔ روزے رکھنے ہوں تو پورے دو مہینوں کے مسلسل رکھنے چاہئیں۔ کھانا کھانا ہو تو 60 مسکینوں کو کھلایا جائے۔

اگرچہ قرآن مجید میں کفارہ طعام کے متعلق یہ الفاظ استعمال نہیں کیے گئے ہیں کہ یہ کفارہ بھی زوجین کے ایک دوسرے کو چھوڑنے سے پہلے ادا ہونا چاہیے، لیکن حوائے کلام اس کا مقتضی ہے کہ اس تیسرے کفارے پر بھی اس قید کا اطلاق ہوگا۔ اسی لیے ائمہ اربعہ نے اس کو جائز نہیں رکھا ہے کہ کفارہ طعام کے دوران میں آدمی بیوی کے پاس جائے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ جو شخص ایسا کر بیٹھے اس کے متعلق حنا بلہ یہ حکم دیتے ہیں کہ اسے از سر جو کھانا دینا ہوگا۔ اور حنفیہ اس معاملہ میں رعایت کرتے ہیں، کیونکہ اس تیسرے کفارے کے معاملے میں مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا کی صراحت نہیں ہے اور یہ چیز رعایت کی گنجائش دیتی ہے۔

یہ احکام فقہ کی حسب ذیل کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں: ہدایہ۔ فتح القدیر۔ بدایع الصنائع۔ احکام القرآن للخصاص۔ فقہ شافعی: المنہاج للنووی مع شرح مغنی المحتاج۔ تفسیر کبیر۔ فقہ مالکی: حادیۃ الد سوتی علی اشرح الکبریٰ۔ ہدایۃ المحتشد۔ احکام القرآن ابن عربی۔ فقہ حنبلی: المغنی لابن قدامہ۔ فقہ ظاہری: المحلی لابن حزم۔

بَابُ: اللَّعَانِ

یہ باب لعان کے بیان میں ہے

لَعَان کے معنی و مفہوم کا بیان

لعان اور ملاعنہ کے معنی ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا، شرعی اصطلاح میں لعان اس کو کہتے ہیں کہ جب شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو بچہ پیدا ہو اس کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا نہیں نہ معلوم کس کا ہے اور بیوی اس سے انکار کرے اور کہے کہ تم مجھ پر تہمت لگا رہے ہو پھر وہ قاضی اور شرعی حاکم کے پاس فریاد کرے قاضی شوہر کو بلا کر اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے کہے چنانچہ اگر شوہر گواہوں کے ذریعہ ثابت کر دے تو قاضی اس کی بیوی پر زنا کی حد جاری کرے اور اگر شوہر چار گواہوں کے ذریعہ الزام ثابت نہ کر سکے تو پھر قاضی پہلے شوہر کو اس طرح کہلائے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے جو زنا کی نسبت اس کی طرف کی ہے اس میں سچا ہوں عورت کی طرف اشارہ کر کے چار دفعہ شوہر اسی طرح کہے پھر پانچویں دفعہ مرد کی طرف اشارہ کر کے یوں کہے کہ اس مرد نے میری طرف جو زنا کی نسبت کی ہے اگر اس میں یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے۔

جب دونوں اس طرح ملاعنہ کریں تو حاکم دونوں میں جدائی کر دے گا اور ایک طلاق بائن پڑھ جائے گی اور وہ عورت اس مرد کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی ہاں اگر اس کے بعد مرد خود اپنے کو جھٹلائے یعنی یہ اقرار کر لے کہ میں نے عورت پر

جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اس صورت میں اس پر حد تہمت جاری کی جائے گی اور عورت سے پھر نکاح کرنا اس کے لئے درست ہو جائے گا لیکن حضرت امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں کہ اگر مرد خود اپنے کو جھٹلائے تب بھی عورت اس کے لئے ہمیشہ کو حرام رہے گی۔

حکم لعان کے نزول کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک صحابی ہلال ابن امیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی شریک ابن سحماہ صحابی کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی یعنی ہلال نے کہا کہ شریک ابن سحماہ نے میری بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال سے فرمایا کہ اپنے الزام کے ثبوت میں گواہ پیش کرو ورنہ جھوٹی تہمت لگانے کے جرم میں تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی یعنی اسی کوڑے مارے جائیں گے ہلال نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم میں سے کوئی کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری میں مبتلا دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈنے چلا جائے؟ یعنی اول تو ایسی صورت میں اتنا موقع کہاں کہ کسی کو گواہ کرے پھر یہ کہ کسی کو گواہ کرنے کی وہ جگہ کیا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرمائے جا رہے تھے کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی پھر ہلال نے عرض کیا کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ معوث کیا میں سچا ہوں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا حکم ضرور نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بری رکھے گا، آخر کا کچھ ہی عرصہ بعد حضرت جبریل تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیتیں نازل کی گئی ہیں آیت (وَالَّذِينَ يَزْمُونَ اَزْوَاجَهُمْ) (24۔ النور: 28) (یعنی اور جو لوگ کہ اپنی بیویوں کو تہمت لگاتے ہیں الخ پھر اس کے بعد کی آیتوں (اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ) (24۔ النور: 28) تک تلاوت کی اس کے بعد ہلال دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور گواہی دی یعنی لعان کی جو تفصیل پیچھے بیان کی جا چکی ہے اس کے ساتھ انہوں نے پانچ مرتبہ گواہی کے ذریعہ لعان کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں تم سے کوئی ایک جھوٹا ہے سو تم میں سے کون ہے جو توبہ کرے اس کے بعد ہلال کی بیوی کھڑی ہوئی اور لعان کیا یعنی چار مرتبہ اپنی پاکدامنی کی شہادت دی اور جب وہ پانچویں مرتبہ گواہی دینے چلی تو صحابہ نے اس کو روکا اور کہا کہ اچھی طرح سوچ سمجھ لو یہ پانچویں گواہی تم دونوں کے درمیان جدائی کو واجب کر دے گی یا اگر تم جھوٹی ہو گی تو آخرت میں عذاب کو واجب کر دے گی۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں یہ سن کر وہ عورت ٹھہر گئی اور پیچھے ہٹی یعنی وہ پانچویں مرتبہ کچھ گواہی دینے میں متامل ہوئی جس سے ہمیں یہ گمان ہوا کہ یہ اپنی بات سے پھر جائے گی لیکن پھر اس نے کہا کہ میں لعان سے بچ کر اور اپنے خاوند کے الزام کی تصدیق کر کے اپنی قوم کو ساری عمر کے لئے رسوا نہیں کروں گی یہ کہہ کر اس نے پانچویں گواہی کو بھی پورا کیا اس طرح جب لعان پورا ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میاں بیوی کے درمیان جدائی کرادی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو دیکھتے رہنا اگر اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کی آنکھیں سرمئی کو لہے بھاری اور پنڈلیاں موٹی ہوں تو وہ بچہ شریک ابن سحماہ کا ہوگا کیونکہ شریک اسی طرح کے ہیں چنانچہ جب اس عورت نے ایسے ہی بچے کو جنم دیا جو شریک کے مشابہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ کا مذکورہ حکم نہ ہوتا جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ لعان کرنے والوں پر تعزیر جاری نہیں ہوگی) تو پھر میں اس عورت کے ساتھ دوسرا ہی معاملہ کرتا یعنی شریک کے ساتھ اس بچہ کی مشابہت اس عورت کی بدکاری کا ایک واضح قرینہ ہے اس لئے اس کی اس بدکاری پر میں

اس کو ایسی سزا دیتا کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہوتی (بخاری)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ہلال نے لعان کیا ہے اور اس موقع پر لعان کے سلسلہ میں مذکورہ آیت نازل ہوئی اس بارے میں جو تحقیقی تفصیل ہے وہ حضرت سہل کی روایت کی تشریح میں بیان ہو چکی ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اٹح، بظاہر زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ان دونوں کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمائی اور اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ہے کہ جو بھی شخص کوئی جھوٹی بات کہے یا کسی پر جھوٹی تہمت لگائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات لعان سے پہلے ان دونوں کو جھوٹ کے عواقب سے ڈرانے کے لئے ارشاد فرمائی تھی۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حاکم وقاضی کسی بھی معاملہ میں اپنے گمان و خیال قرائن اور کسی علامت کی بنیاد پر کوئی حکم نہ دے بلکہ وہی حکم دے جس کے دلائل و شواہد تقاضا کریں۔

لعان کے حکم کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لعان کا حکم یہ ہے کہ اس سے فارغ ہوتے ہی اس شخص کو اس عورت سے وطی حرام ہے مگر فقط لعان سے نکاح سے خارج نہ ہوئی بلکہ لعان کے بعد حاکم اسلام تفریق کر دیگا اور اب مطلقہ بائن ہوگئی لہذا بعد لعان اگر قاضی نے تفریق نہ کی ہو تو طلاق دے سکتا ہے ایلا وظہار کر سکتا ہے دونوں میں سے کوئی مرجائے تو دوسرا اس کا ترکہ پایگا اور لعان کے بعد اگر وہ دونوں علیحدہ ہونا نہ چاہیں جب بھی تفریق کر دی جائے گی۔ اگر لعان کی ابتدا قاضی نے عورت سے کرائی تو شوہر کے الفاظ لعان کہنے کے بعد عورت سے پھر کھلوائے اور دوبارہ عورت سے نہ کھلوائے اور تفریق کر دی تو ہوگئی۔ لعان ہو جانے کے بعد بھی تفریق نہ کی تھی کہ خود قاضی کا انتقال ہو گیا یا معزول ہو گیا اور دوسرا اس کی جگہ مقرر کیا گیا تو یہ قاضی دوم اب پھر لعان کی وجہ سے ہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب طلاق، باب کفارہ ظہار)

لعان کی شرائط کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ لعان کی درج ذیل شرائط ہیں۔ (۱) نکاح صحیح ہو۔ اگر اس عورت سے اس کا نکاح فاسد ہوا ہے اور تہمت لگائی تو لعان نہیں۔ (۲) زوجیت قائم ہو خواہ دخول ہوا ہو یا نہیں لہذا اگر تہمت لگانے کے بعد طلاق بائن دی تو لعان نہیں ہو سکتا اگر چہ طلاق دینے کے بعد پھر نکاح کر لیا۔ یونہی اگر طلاق بائن دینے کے بعد تہمت لگائی یا ردلیل کے مرجانے کے بعد تو لعان نہیں اور اگر تہمت کے بعد رجعی طلاق دی یا رجعی طلاق کے بعد تہمت لگائی تو لعان ساقط نہیں۔

(۳) دونوں آزاد ہوں۔ (۴) دونوں عاقل ہوں۔ (۵) دونوں بالغ ہوں۔ (۶) دونوں مسلمان ہوں۔ (۷) دونوں ناطق ہوں یعنی ان میں کوئی گونگانہ ہو۔ (۸) ان میں کسی پر حد قذف نہ لگائی گئی ہو۔ (۹) مرد نے اپنے اس قول پر گواہ نہ پیش کیے ہوں۔ (۱۰) عورت زنا سے انکار کرتی ہو اور اپنے کو پارسا کہتی ہو اصطلاح شرع میں پارسا اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ وطی حرام نہ

ہوئی ہونہ وہ اسکے ساتھ متمم ہو۔ لہذا طلاق بائن کی عدت میں اگر شوہر نے اُس سے وطی کی اگرچہ وہ اپنی نادانی سے یہ سمجھتا تھا کہ اس سے وطی حلال ہے تو عورت عقیقہ نہیں۔ یونہی اگر نکاح فاسد کر کے اُس سے وطی کی تو عفت جاتی رہی یا عورت کی اولاد ہے جس کے باپ کو یہاں کے لوگ نہ جانتے ہوں اگرچہ حقیقہ وہ ولد الزنا (۱۳) نہیں ہے یہ صورت متمم ہونے کی ہے اس سے بھی عفت جاتی رہتی ہے۔ اور اگر وطی حرام عارضی سبب سے ہو مثلاً حیض و نفاس وغیرہ میں جن میں وطی حرام ہے وطی کی تو اس سے عفت نہیں جاتی۔

(۱۱) صریح زنا کی تہمت لگائی ہو یا اُس کی جو اولاد اسکے نکاح میں پیدا ہوئی اُس کو کہتا ہو کہ یہ میری نہیں یا جو بچہ عورت کا دوسرے شوہر سے ہے اُس کو کہتا ہو کہ یہ اُس کا نہیں۔ (۱۲) دارالاسلام میں یہ تہمت لگائی ہو۔ (۱۳) عورت قاضی کے پاس اُس کا مطالبہ کرے۔ (۱۴) شوہر تہمت لگانے کا اقرار کرتا ہو یا دوسرا مرد گواہوں سے ثابت ہو۔ لعان کے وقت عورت کا کھڑا ہونا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (عالمگیری، باب لعان، ص ۵۰، ص ۵۱۵، بیروت)

لعان کا حکم اور حدیث کا بیان

2066- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُمَلِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ

بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ جَاءَ عُؤَيْمِرُ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ فَقَالَ سَلْ لِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَقَتَلَهُ أَيْقَتَلَ بِهِ أَمْ كَيْفَ يَضَعُ قَالَ عَاصِمٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَعَابَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ ثُمَّ لَقِيَهِ عُؤَيْمِرٌ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَا صَنَعْتَ فَقَالَ صَنَعْتُ أَنَّكَ لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَابَ الْمَسَائِلَ فَقَالَ عُؤَيْمِرٌ وَاللَّهِ لَا بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِثْلَهُ فَاتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُ وَقَدْ أَنْزَلَ عَلَيْهِ فِيهِمَا فَلَا عَن يَنْهَمَا قَالَ عُؤَيْمِرٌ وَاللَّهِ لَئِنْ انْطَلَقْتُ بِهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ كَذَبْتُ عَلَيْهَا قَالَ فَفَارَقَهَا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَارَتْ سُنَّةً فِي الْمُتَلَاعِنِينَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوا هَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهَ اسْحَمَ أَذْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيمَ الْأَلَيْنَيْنِ فَلَا أَرَاهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَإِنْ جَاءَتْ بِهَ أُحْمِرَ كَأَنَّهُ وَحَرَّةٌ فَلَا أَرَاهُ إِلَّا كَاذِبًا قَالَ فَجَاءَتْ بِهَ عَلَى النِّعَةِ الْمَكْرُوهِ

•• حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عویمیر رضی اللہ عنہ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور

بولے: آپ نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیجئے کہ ایسے شخص کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے جو اپنی بیوی کے

2066: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 423، رقم الحديث: 5259، رقم الحديث: 5308، رقم الحديث: 5309، رقم الحديث: 4745، رقم

الحديث: 4746، رقم الحديث: 4854، رقم الحديث: 7165، رقم الحديث: 7304، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3723، رقم الحديث:

3724، رقم الحديث: 3725، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3723، رقم الحديث: 3724، رقم الحديث: 3725، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم

الحديث: 2245، رقم الحديث: 2247، رقم الحديث: 2248، رقم الحديث: 2249، رقم الحديث: 2250، رقم الحديث: 2251، رقم الحديث:

2252، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 3402

ساتھ ایک اور شخص کو پاتا ہے اور اسے قتل کر دیتا ہے تو کیا اس کے بدلے میں اس شخص کو بھی قتل کر دیا جائے گا یا پھر وہ کیا کرے؟ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے یہ سوال کیا تو نبی کریم ﷺ کو یہ سوال پسند نہیں آیا پھر حضرت عویم رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور ان سے دریافت کیا: وہ بولے: آپ نے کیا کیا ہے تو انہوں نے بتایا: میں نے ایسا کر لیا تھا لیکن تم کوئی بھلائی میرے پاس لے کر نہیں آئے میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سوال کیا تو نبی کریم ﷺ کو یہ سوال پسند نہیں آیا تو حضرت عویم رضی اللہ عنہ بولے: اللہ کی قسم! میں خود نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ ﷺ سے اس بارے میں خود دریافت کروں گا پھر وہ خود نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو ایسی حالت میں پایا کہ ان دونوں میاں بیوی کے بارے میں حکم نازل ہو چکا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان لعان کروایا حضرت عویم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ اب اگر میں اس عورت کو ساتھ لے کر جاتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا تھا تو نبی کریم ﷺ کے انہیں کچھ حکم دینے سے پہلے ہی انہوں نے اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی اس کے بعد لعان کرنے والوں کے درمیان یہی طریقہ رائج ہو گیا۔

پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کا دھیان رکھنا اگر اس نے سیاہ آنکھوں والے سیاہ قام بڑے سرینوں والے بچے کو جنم دیا تو پھر میرا خیال ہے کہ مرد نے اس کے بازے میں بچہ کہا ہے اور اگر اس نے چھپکلی کی طرح کے سرخ رنگ کے بچے کو جنم دیا تو پھر میرا خیال ہے کہ وہ مرد جھوٹا ہوگا۔ راوی کہتے ہیں: تو اس عورت نے ناپسندیدہ شکل کے بچے کو جنم دیا۔

شرح

اور جب کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور دونوں میاں بیوی گواہی دینے کے اہل ہوں اور عورت بھی ایسی ہو اگر کوئی شخص اس پر زنا کا جھوٹا الزام لگائے تو اس پر حد قذف جاری ہو سکتی ہو یا شوہر اس عورت کے بچے کے نسب کی نفی کر دے اور عورت اس بات پر حد قذف ہونے کا مطالبہ کر دے تو مرد پر لعان کرنا لازم ہوگا۔ اصل یہ ہے: ہمارے نزدیک لعان ایسی گواہی ہے جس کو قسم کے ذریعے مؤکد کیا جاتا ہے اور جس کے ساتھ لعنت ملی ہوئی ہوتی ہے اور یہ حد قذف کے قائم مقام ہوگی۔ شوہر کے حق میں اور عورت کے حق میں زنا کی حد کے قائم مقام ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہو“۔ استثناء صرف جنس میں سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: ”تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی اللہ تعالیٰ کے نام کی چار گواہیوں کے برابر ہوگی“۔ یہ اس بات کی دلیل ہے: گواہی بھی ہوگی اور یمین (قسم) بھی ہوگی تو ہم یہ کہیں گے: لعان کا رکن گواہی ہے جسے قسم کے ذریعے مؤکد کیا گیا ہے پھر مرد کی طرف میں اس رکن کے ساتھ لعنت کو شامل کیا گیا ہے اگر وہ جھوٹا ہو اور یہ شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہوگی اور عورت کی طرف میں غضب کو شامل کیا گیا ہے جو حد زنا کے قائم مقام ہوگا۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم یہ کہیں گے: یہ بات ضروری ہے دونوں میاں بیوی شہادت کے اہل ہوں۔ اس کی دلیل یہ ہے: اس کے بارے میں رکن شہادت ہے اور یہ بھی ضروری ہے وہ عورت ایسی ہو کہ اس پر پر زنا کا جھوٹا الزام لگانے والے پر حد قذف جاری ہو سکتی ہو اس کی دلیل یہ ہے: یہ چیز مرد کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہوگی اس لئے عورت کا محض ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی لازم ہے۔ بچے کی نفی کی گئی ہو اس کی دلیل یہ ہے: جب مرد عورت کے بچے کی نفی کر دے گا تو وہ اس پر زنا کا الزام لگانے والا شمار ہوگا“

جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے اور یہاں یہ احتمال معتبر نہیں ہوگا وہ بچہ کسی دوسرے کا ہو اور شبہ کے نتیجے میں وطی کے نتیجے میں پیدا ہوا ہو۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی اجنبی اس کے باپ کے معروف نسب کا انکار کر دے اس کی دلیل یہ ہے: نسب میں اصل یہی ہے: فراش صحیح ہو اور فاسد فراش کو اس کے ساتھ ملایا جائے گا۔ تو شوہر کا صحیح فراش کی نفی کرنا تہمت (زنا کا الزام لگانے) کے مترادف ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ ظاہر ہو جائے جسے (اس فراش صحیح) کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

اس سلسلے میں ہلال بن امیہ کے مقدمے کی جو تفصیلات صحاح ستہ اور مسند احمد اور تفسیر ابن جریر میں ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے منقول ہوئی ہیں ان میں بیان کیا گیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ہلال اور ان کی بیوی، دونوں عدالت نبوی میں حاضر کیے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حکم خداوندی سنایا۔ پھر فرمایا خوب سمجھ لو کہ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت چیز ہے۔ ہلال نے عرض کیا میں نے اس پر بالکل صحیح الزام لگایا ہے۔ عورت نے کہا یہ بالکل جھوٹ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا، تو ان دونوں میں ملاعت کرائی جائے۔ چنانچہ پہلے ہلال اٹھے اور انہوں نے حکم قرآنی کے مطابق قسمیں کھائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دوران میں بار بار فرماتے رہے اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے، پھر کیا تم میں سے کوئی توبہ کرے گا؟

پانچویں قسم سے پہلے حاضرین نے ہلال سے کہا خدا سے ڈرو، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے ہلکا ہے۔ یہ پانچویں قسم تم پر عذاب واجب کر دے گی۔ مگر ہلال نے کہا جس خدا نے یہاں میری پیٹھ بچائی ہے وہ آخرت میں بھی مجھے عذاب نہیں دے گا۔ یہ کہہ کر انہوں نے پانچویں قسم بھی کھالی۔ پھر عورت اٹھی اور اس نے بھی قسمیں کھانی شروع کیں۔

پانچویں قسم سے پہلے اسے بھی روک کر کہا گیا کہ خدا سے ڈرو، آخرت کے عذاب کی بہ نسبت دنیا کا عذاب برداشت کر لینا آسان ہے۔

یہ آخری قسم تجھ پر عذاب الہی کو واجب کر دے گی۔ یہ سن کر وہ کچھ دیر رکتی اور جھجکتی رہی۔ لوگوں نے سمجھا اعتراف کرنا چاہتی ہے مگر پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لیے اپنے قبیلے کو رسوا نہیں کروں گی اور پانچویں قسم بھی کھا گئی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان تفریق کرادی اور فیصلہ فرمایا کہ اس کا بچہ (جو اس وقت پیٹ میں تھا) ماں کی طرف منسوب ہوگا، باپ کا نہیں پکارا جائے گا، کسی کو اس پر یا اس کے بچے پر الزام لگانے کا حق نہ ہوگا، جو اس پر یا اس کے بچے پر الزام لگائے گا وہ حد تذف کا مستحق ہوگا، اور اس کو زمانہ عدت کے نفلے اور سکونت کا کوئی حق ہلال پر حاصل نہیں ہے کیونکہ یہ طلاق یا وفات کے بغیر شوہر سے جدا کی جارہی ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے کہا کہ اس کے ہاں جب بچہ ہو تو دیکھو، وہ کس پر گیا ہے۔ اگر اس اس شکل کا ہو تو ہلال کا ہے، اور اگر اس صورت کا ہو تو اس شخص کا ہے جس کے بارے میں اس پر الزام لگایا گیا ہے۔ وضع حمل کے بعد دیکھا گیا کہ وہ مؤخر الذکر صورت کا تھا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا الایمان (یا یہ روایت دیگر لو لا مضی من کتاب اللہ) لکان لی ولھا شان، یعنی اگر قسمیں نہ ہوتیں (یا خدا کی کتاب پہلے ہی فیصلہ نہ کر چکی ہوتی) تو میں اس عورت سے بری طرح پیش آتا۔

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں طلاق ثلاثہ کا نفاذ کا بیان

عویمر عجلانی کے مقدمے کی روداد سہل بن سعد ساجدی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ اور مسند احمد میں ملتی ہے۔ اس میں بیان ہوا ہے کہ عویمر اور ان کی بیوی، دونوں مسجد نبوی میں بلائے گئے۔ ملاعت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی تنبیہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ پھر کیا تم میں سے کوئی توبہ کرے گا؟ جب کسی نے توبہ نہ کی تو دونوں میں ملاعت کرائی گئی۔ اس کے بعد عویمر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب اگر میں اس عورت کو رکھوں تو جھوٹا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے تین طلاقیں دے دیں بغیر اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہوتا۔ سہل بن سعد کہتے ہیں کہ ان طلاقوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ فرمادیا اور ان کے درمیان تفریق کرادی اور فرمایا کہ یہ تفریق ہے ہر ایسے جوڑے کے معاملے میں جو باہم لعان کرے۔ اور سنت یہ قائم ہوگئی کہ لعان کرنے والے زوجین کو جدا کر دیا جائے، پھر وہ دونوں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ مگر ابن عمر صرف اتنا بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کرادی۔ سہل بن سعد یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ عورت حاملہ تھی اور عویمر نے کہا کہ یہ حمل میرا نہیں ہے۔ اس بنا پر بچہ ماں کی طرف منسوب کیا گیا اور سنت یہ جاری ہوئی کہ اس طرح کا بچہ ماں سے میراث پائے گا اور ماں ہی اس سے میراث پائے گی۔ ان دو مقدموں کے علاوہ متعدد روایات ہم کو کتب حدیث میں ایسی بھی ملتی ہیں جن میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ کن اشخاص کے مقدموں کی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض ان ہی دونوں مقدموں سے تعلق رکھتی ہوں، مگر بعض میں کچھ دوسرے مقدمات کا بھی ذکر ہے اور ان سے قانون لعان کے بعض اہم نکات پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت ابن عمر ایک مقدمے کی روداد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ زوجین جب لعان کر چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی (بخاری، مسلم، نسائی، احمد، ابن جریر)۔ ابن عمر کی ایک اور روایت ہے کہ ایک شخص اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا گیا۔ پھر اس نے حمل سے انکار کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور فیصلہ فرمایا کہ بچہ صف ماں کا ہوگا۔ (صحاح ابن ماجہ اور مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابن عمر ہی کی ایک اور روایت ہے کہ ملاعت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا حساب اب اللہ کے ذمہ ہے، تم میں سے ایک بہر حال جھوٹا ہے۔ پھر آپ نے مرد سے فرمایا: لا سبیل لک علیہا (یعنی اب یہ تیری نہیں رہی۔ نہ تو اس پر کوئی حق جتا سکتا ہے، نہ کسی قسم کی دست درازی یا دوسری انتقامی حرکت اس کے خلاف کرنے کا مجاز ہے)۔ مرد نے کہا یا رسول اللہ اور میرا مال (یعنی وہ مہر تو مجھے دلوائے جو میں نے اسے دیا تھا)۔ فرمایا: لا مال لک، ان کنت صدقت علیہا فہو بما استحلست من فوجہا و ان کنت کذبت علیہا فذاک ابعدا و ابعدا لک منها (یعنی مال واپس لینے کا تجھے کوئی حق نہیں ہے، اگر تو نے اس پر سچا الزام لگایا ہے تو وہ مال اس لذت کا بدل ہے جو تو نے حلال کر کے اس سے اٹھائی، اور اگر تو نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو مال تجھ سے اور بھی زیادہ دور چلا گیا، وہ اس کی بہ نسبت تجھ سے زیادہ دور ہے)۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

امام دارقطنی نے علی بن ابی طالب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے: سنت یہ مقرر ہو چکی ہے کہ لعان کرنے والے

زوجین پھر کبھی باہم جمع نہیں ہو سکتے (یعنی ان کا دوبارہ نکاح پھر کبھی نہیں ہو سکتا)۔ اور دارقطنی ہی حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ یہ دونوں پھر کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔

حضرت قبصہ بن ذؤیب کی روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں ایک شخص نے اپنی بیوی کے حمل کو ناجائز قرار دیا، پھر اعتراف کر لیا کہ یہ حمل اس کا اپنا ہے، پھر وضع حمل کے بعد کہنے لگا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ معاملہ حضرت عمر کی عدالت میں پیش ہوا۔ ڈنے اس پر حد قذف جاری کی اور فیصلہ کیا کہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوگا۔ (دارقطنی ہی)

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا میری ایک بیوی ہے جو مجھے بہت محبوب ہے۔ مگر اس کا حال یہ ہے کہ کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہیں جھٹکتی (واضح رہے کہ یہ کنایہ تھا جس کے معنی زنا کے بھی ہو سکتے ہیں اور زنا سے کم تر درجے کی اخلاقی کمزوری کے بھی)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق دیدے۔ اس نے کہا مگر میں اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ فرمایا تو اسے رکھے رہ (یعنی آپ نے اس سے اس کنایے کی تشریح نہیں کرائی اور اس کے قول کو الزام زنا پر محمول کر کے لعان کا حکم نہیں دیا)۔ (سنن نسائی)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حاضر ہو کر عرض کیا میری بیوی نے کالا لڑکا جتنا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ ہو میرا ہے (یعنی محض لڑکے کے رنگ نے اسے شبہ میں ڈالا اور نہ بیوی پر زنا کا الزام لگانے کے لیے اس کے پاس کوئی اور دلیل نہ تھی)۔ آپ نے پوچھا تیرے پاس کچھ اونٹ تو ہوں گے۔ اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے پوچھا ان کے رنگ کیا ہیں؟ کہنے لگا سرخ۔ آپ نے پوچھا ان میں کوئی خاکستری بھی ہے؟ کہنے لگا جی ہاں، بعض ایسے بھی ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ رنگ کہاں سے آیا؟ کہنے لگا شاید کوئی رگ کھینچ لے گئی (یعنی ان کے باپ دادا میں سے کوئی اس رنگ کا ہوگا اور اسی کا اثر ان میں آ گیا)۔ فرمایا شاید اس بچے کو بھی کوئی رگ کھینچ لے گئی اور آپ نے اسے نفی دے دیا (بچے کے نسب سے انکار) کی اجازت نہ دی۔ (بخاری، مسلم، احمد، ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لعان پر کلام کرتے ہوئے فرمایا جو عورت کسی خاندان میں ایسا بچہ گھسلائے جو اس خاندان کا نہیں ہے (یعنی حرام کا پیٹ رکھو اگر شوہر کے سر منڈھ دے) اس کا اللہ سے کچھ واسطہ نہیں، اللہ اس کو جنت میں ہرگز داخل نہ کرے گا۔ اور جو مرد اپنے بچے کے نسب سے انکار کرے حالانکہ بچہ اس کو دیکھ رہا ہو، اللہ قیامت کے روز اس سے پردہ کرے گا اور اسے تمام اگلی پچھلی خلق کے سامنے رسوا کر دے گا۔ (ابوداؤد، نسائی، دارقطنی)

آیت لعان اور یہ روایات و نظائر اور شریعت کے اصول عامہ اسلام میں قانون لعان کے وہما خذ ہیں جن کی روشنی میں فقہاء نے لعان کا مفصل ضابطہ بنایا ہے۔ اس ضابطے کی اہم دفعات یہ ہیں۔

جو شخص بیوی کی بدکاری دیکھے اور لعان کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے قتل کا مرتکب ہو جائے اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس کو طور حد جاری کرنے کا حق نہ تھا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے فعل پر کوئی مواخذہ ہوگا بشرط یہ کہ اس کی صداقت ثابت ہو جائے (یعنی یہ کہ فی الواقع اس نے زنا ہی کے ارتکاب پر یہ فعل کیا)۔ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ اسے اس امر کے دو گواہ لانے ہوں گے کہ قتل کا سبب یہی تھا۔

مالکیہ میں سے ابن القاسم اور ابن حبیب اس پر مزید شرط یہ لگاتے ہیں کہ زانی جسے قتل کیا گیا وہ شادی شدہ ہو، ورنہ کنوارے زانی کو قتل کرنے پر اس سے قصاص لیا جائے گا۔ مگر جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اس کو قصاص سے صرف اس صورت میں معاف کیا جائے گا جب کہ وہ زنا کے چار گواہ پیش کرے، یا مقتول مرنے سے پہلے خود اس امر کا اعتراف کر چکا ہو کہ وہ اس کی بیوی سے زنا کر رہا تھا، اور مزید یہ کہ مقتول شادی شدہ ہو۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۲۸)

لعان گھر بیٹھے آپس ہی میں نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے عدالت میں جانا ضروری ہے۔

لعان کے مطالبے کا حق صرف مرد ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ عورت بھی عدالت میں اس کا مطالبہ کر سکتی ہے جب کہ شوہر اس پر بدکاری کا الزام لگائے یا اس کے بچے کا نسب تسلیم کرنے سے انکار کرے۔

لعان کا کنایہ واستعارہ یہ سے عدم ثبوت کا بیان

لعان محض کنایہ اور استعارے یا اظہار شک و شبہ پر لازم نہیں آتا، بلکہ صرف اس صورت میں لازم آتا ہے جب کہ شوہر صریح طور پر زنا کا الزام عائد کرے یا صاف الفاظ میں بچے کو اپنا بچہ تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔ امام مالک علیہ الرحمہ اور لیث بن سعد اس پر یہ مزید شرط بڑھاتے ہیں کہ قسم کھاتے وقت شوہر کو یہ کہنا چاہیے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے بیوی کو زنا میں مبتلا دیکھا ہے۔ لیکن یہ قید نے بنیاد ہے۔ اس کی کوئی اصل نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں۔

لاعن کے قسم سے پہلو تہی کرنے میں مذاہب اربعہ

اگر الزام لگانے کے بعد شوہر قسم کھانے سے پہلو تہی کرے تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ اسے قید کر دیا جائے گا اور جب تک وہ لعان نہ کرے یا اپنے الزام کا جھوٹا ہونا نہ مان لے، اسے نہ چھوڑا جائے گا، اور جھوٹ مان لینے کی صورت میں اس کو حد قذف لگائی جائے گی۔ اس کے برعکس امام مالک علیہ الرحمہ، شافعی، حسن بن صالح اور لیث بن سعد کی دلیل یہ ہے کہ لعان سے پہلو تہی کرنا خود ہی اقرار کذب ہے اس لیے حد قذف واجب آ جاتی ہے۔

اگر شوہر کے قسم کھا چکنے کے بعد عورت لعان سے پہلو تہی کرے تو حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک وہ لعان نہ کرے، یا پھر زنا کا اقرار نہ کر لے۔ دوسری طرف مذکورہ بالا ائمہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں اسے رجم کر دیا جائے گا۔ ان کا استدلال قرآن کے اس ارشاد سے ہے کہ عورت سے عذاب صرف اس صورت میں دفع ہوگا جب کہ وہ بھی قسم کھالے۔ اب چونکہ وہ قسم نہیں کھاتی اس لیے لامحالہ وہ عذاب کی مستحق ہے۔

تفریق لعان میں فقہی مذاہب اربعہ

اختلاف دو مسئلوں میں ہے۔ ایک یہ کہ لعان کے بعد عورت اور مرد کی علیحدگی کیسے ہوگی؟ دوسرے یہ کہ لعان کی بنا پر علیحدہ ہو جانے کے بعد کیا ان دونوں کا پھر مل جانا ممکن ہے؟ پہلے مسئلے میں امام شافعی کہتے ہیں کہ جس وقت مرد لعان سے فارغ ہو جائے اسی وقت فرقت آپ سے آپ واقع ہو جاتی ہے خواہ عورت جوابی لعان کرے نہ کرے۔ امام مالک علیہ الرحمہ، لیث بن سعد اور زفر کہتے

ہیں کہ مرد اور عورت دونوں جب لعان سے فارغ ہوں تب فرقت واقع ہوتی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ، ابو یوسف اور محمد کہتے ہیں کہ لعان سے فرقت آپ ہی آپ واقع نہیں ہو جاتی بلکہ عدالت کے تفریق کرانے سے ہوتی ہے۔ اگر شوہر خود طلاق دے دے تو بہتر، ورنہ حاکم عدالت ان کے درمیان تفریق کا اعلان کرے گا۔

دوسرے مسئلے میں امام مالک علیہ الرحمہ، ابو یوسف، زمر، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، شافعی، احمد بن حنبل اور حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ لعان سے جو زوجین جدا ہوئے ہوں وہ پھر ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے پر حرام ہو جاتے ہیں، دوبارہ وہ باہم نکاح کرنا بھی چاہیں تو کسی حال میں نہیں کر سکتے۔ یہی دلیل حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عند اللہ بن مسعود کی بھی ہے۔

جبکہ سعید بن مسیب، ابراہیم نخعی، شعبی، سعید بن جبیر، ابو حنیفہ اور محمد رحمہم اللہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر شوہر اپنا جھوٹ مان لے اور اس پر حد قذف جاری ہو جائے تو پھر ان دونوں کے درمیان دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے کے لیے حرام کرنے والی چیز لعان ہے۔ جب تک وہ اس پر قائم رہیں، حرمت بھی قائم رہے گی۔ مگر جب شوہر اپنا جھوٹ مان کر سزا پا گیا تو لعان ختم ہو گیا اور حرمت بھی اٹھ گئی۔

2067- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ أَنبَأَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيكَ ابْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةُ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنِّي لَصَادِقٌ وَلَكِنْ لَمْ يَنْزِلَنَّ اللَّهُ فِي أَمْرِي مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِي قَالَ فَنَزَلَتْ (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ) حَتَّى بَلَغَ (وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ) فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمَا فَبَآئَا فَقَامَ هِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْ تَائِبٍ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْخَامِسَةِ (أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ) قَالُوا لَهَا إِنَّهَا لَمُوجِبَةٌ قَالِ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَعَاثُ وَنَكَصَتْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا سَتَرْجِعُ فَقَالَتْ وَاللَّهِ لَا أَفْضَحُ قَوْلِي سَائِرَ الْيَوْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوا هَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ سَابِغِ الْأَلْبَتَيْنِ حَدَّثَنَا السَّاقِقِيُّ فَهُوَ لِشَرِيكَ ابْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهِ كَذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَكُنَّا لِي وَلِهَا شَانٌ

• حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت ہلال بن امیہ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنی بیوی پر الزام لگایا کہ اس کا شریک بن سحاء کے ساتھ تعلق ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یا تو تم گواہ پیش کرو ورنہ پھر تم پر حد قذف جاری ہوگی۔ ہلال نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ وہ حکم ضرور نازل کر دے گا

2067: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2671 'ورقم الحديث: 4747 'ورقم الحديث: 5307 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث:

2254 'أخرجه الترمذی فی "المعجم" رقم الحديث: 3179

جس کی وجہ سے مجھ پر مد جاری نہیں ہوگی تو یہ آیت نازل ہوئی:

”جو لوگ بیویوں پر الزام عائد کرتے ہیں اور ان کے پاس گواہ نہیں ہوتے صرف وہ خود ہی ہوتے ہیں۔“

یہ آیت یہاں تک ہے۔

”پانچویں مرتبہ (وہ عورت کہے گی) اس پر اللہ کا غضب ہوا اگر مرد سچا ہو۔“

ان دونوں کو بلوایا وہ دونوں آگئے ہلال کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی۔ انہوں نے یہ گواہی دی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹ بول رہا ہے تو کیا تم دونوں میں سے کوئی ایک تو بہ کرے گا؟ پھر وہ عورت کھڑی ہوئی اور گواہی دی: جب پانچویں دفعہ کھڑی ہوئی ”(جب اس نے یہ کہنا تھا) اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا اگر مرد سچا ہو۔“ تو لوگوں نے اسے روک لیا اور کہا کہ عذاب نازل ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: وہ عورت ٹھہر گئی اس نے سر کو جھکایا یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ عورت رجوع کرے گی، لیکن پھر اس نے کہا: میں اپنی قوم کو کبھی رسوا نہیں کروں گا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کا دھیان رکھنا اگر اس کے ہاں کالی آنکھوں بڑی سرین اور موٹی پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہوا تو وہ شریک بن سچا ہوگا پھر اس عورت کے ہاں ایسا ہی بچہ پیدا ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کتاب اللہ کا حکم موجود نہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ اور طرح کا سلوک کرتا۔

لعان کا طریقہ اور فقہی تصریحات کا بیان

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ رب العالمین نے ان خاوندوں کے لئے جو اپنی بیویوں کی نسبت ایسی بات کہہ دیں جھٹکارے کی صورت بیان فرمائی ہے کہ جب وہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو لعان کر لیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ امام کے سامنے آکر وہ اپنا بیان دے جب شہادت نہ پیش کر سکے تو حاکم اسے چار گواہوں کے قائم مقام چار قسمیں دے گا اور یہ قسم کھا کر کہے گا کہ وہ سچا ہے جو بات کہتا ہے وہ حق ہے۔ پانچویں دفعہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت۔

اتنا کہتے ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک اس کی عورت اس سے بائن ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ یہ مہر ادا کر دے گا اور اس عورت پر زنا ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ عورت بھی سامنے ملاعنہ کرے تو حد اس پر سے ہٹ جائے گی۔ یہ بھی چار مرتبہ حلفیہ بیان دے گی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے۔

اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر وہ سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اس نکتہ کو بھی خیال میں رکھئے کہ عورت کے لئے غضب کا لفظ کہا گیا اس لئے کہ عموماً کوئی مرد نہیں چاہتا کہ وہ اپنی بیوی کو خواہ مخواہ تہمت لگائے اور اپنے آپ کو بلکہ اپنے کنبے کو بھی بدنام کرے عموماً سچا ہی ہوتا ہے اور اپنے صدق کی بنا پر ہی وہ معذور سمجھا جاسکتا ہے۔

اس لئے پانچویں مرتبہ میں اس سے یہ کہلویا گیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب آئے۔ پھر غضب والے وہ ہوتے ہیں جو حق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل و رحم تم پر نہ ہوتا تو پھر غضب والے وہ ہوتے ہیں جو حق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل و رحم تم پر نہ ہوتا تو ایسی آسانیاں تم پر نہ ہوتیں بلکہ تم پر

مشقت اترتی۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمایا کرتا ہے گو کیسے ہی گناہ ہوں اور گو کسی وقت بھی توبہ ہو وہ حکیم ہے، اپنی شرع میں، اپنے حکموں میں، اپنی ممانعت میں اس آیت کے بارے میں جو روایتیں ہیں وہ بھی سن لیجئے۔ "مسند احمد میں ہے جب یہ آیت اترتی تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو انصار کے سردار ہیں کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ آیت اسی طرح اتاری گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار یوستے نہیں ہو؟ یہ تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ درگزر فرمائیے یہ صرف ان کی بڑھی چڑھی غیرت کا باعث ہے اور کچھ نہیں۔ ان کی غیرت کا یہ حال ہے کہ انہیں کوئی بیٹی دینے کی جرأت نہیں کرتا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو میرا ایمان ہے کہ یہ حق ہے لیکن اگر میں کسی کو اس کے پاؤں پکڑے ہوئے دیکھ لوں تو بھی میں اسے کچھ نہیں کہہ سکتا یہاں تک کہ میں چار گواہ لاؤں تب تک تو وہ اپنا کام پورا کر لے گا۔ اس بات کو ذرا سی ہی دیر ہوئی ہوگی کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ آئے یہ ان تین شخصوں میں سے ایک غیر مرد ہے خود آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنیں۔ صبح ہی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا آپ کو بہت برا معلوم ہوا اور طبیعت پر نہایت ہی شاق گزرا۔ سب انصار جمع ہو گئے اور کہنے لگے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے قول کی دلیل سے ہم اس آفت میں مبتلا کئے گئے مگر اس صورت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہلال بن امیہ کو تہمت کی حد لگائیں اور اس کی شہادت کو مردود ٹھہرائیں۔

حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے واللہ میں سچا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا چھٹکارا کر دے گا۔ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتا ہوں کہ میرا کلام آپ کی طبیعت پر نہایت گراں گزرا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ کی قسم ہے میں سچا ہوں، اللہ خوب جانتا ہے۔ لیکن چونکہ گواہ پیش نہیں کر سکتے تھے قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حد مارنے کو فرماتے اتنے میں وحی اترنا شروع ہوئی۔ صحابہ آپ کے چہرے کو دیکھ کر علامت سے پہچان گئے کہ اس وقت وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب اتر چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا، اے ہلال رضی اللہ عنہ خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کشادگی اور چھٹی نازل فرمادی۔

حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے الحمد للہ مجھے اللہ رحیم کی ذات سے یہی امید تھی۔ پھر آپ نے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بلوایا اور ان دونوں کے سامنے آیت ملا عنہ پڑھ کر سنائی اور فرمایا دیکھو آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے سخت ہے۔ ہلال فرمانے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بالکل سچا ہوں۔ اس عورت نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جھوٹ کہہ رہا ہے آپ نے حکم دیا کہ اچھا العان کرو۔ تو ہلال کو کہا گیا کہ اس طرح چار قسمیں کھاؤ اور پانچویں دفعہ یوں کہو۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ جب چار بار کہہ چکے اور پانچویں بار کی نوبت آئی تو آپ سے کہا گیا کہ ہلال اللہ سے ڈر جا۔ دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں سے بہت ہلکی ہے یہ پانچویں بار تیری زبان سے نکلتے ہی تجھ پر عذاب واجب ہو جائے گا تو آپ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اللہ کی جس

طرح اللہ نے مجھے دنیا کی سزا سے میری صداقت کی دلیل سے بچایا، اسی طرح آخرت کے عذاب سے بھی میری سچائی کی دلیل سے میرا رب مجھے محفوظ رکھے گا۔

پھر پانچویں دفعہ کے الفاظ بھی زبان سے ادا کر دیئے۔ اب اس عورت سے کہا گیا کہ تو چار دفعہ قسمیں کھا کہ یہ جھوٹا ہے۔ جب وہ چاروں قسمیں کھا چکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پانچویں دفعہ کے اس کلمہ کے کہنے سے روکا اور جس طرح حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کو سمجھایا گیا تھا اس سے بھی فرمایا تو اسے کچھ خیال پیدا ہو گیا۔ رکی، جھجکی، زبان کو سنبھالا، قریب تھا کہ اپنے قصور کا اقرار کر لے لیکن پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لئے اپنی قوم کو رسوا نہیں کرنے کی۔ پھر کہہ دیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں جدائی کرادی اور حکم دیدیا کہ اس سے جو اولاد ہو وہ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب نہ کی جائے۔ نہ اسے حرام کی اولاد کہا جائے۔ جو اس بچے کو حرامی کہے یا اس عورت پر تہمت رکھے، وہ حد لگایا جائے گا، یہ بھی فیصلہ دیا کہ اس کا کوئی نان نفقہ اس کے خاوند پر نہیں کیونکہ جدائی کر دی گئی ہے۔ نہ طلاق ہوئی ہے نہ خاوند کا انتقال ہوا ہے اور فرمایا دیکھو اگر یہ بچہ سرخ سفید رنگ موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہو تو تو اسے ہلال کا سمجھنا اور اگر وہ پتلی پنڈلیوں والا سیاہی مائل رنگ کا پیدا ہو تو اس شخص کا سمجھنا جس کے ساتھ اس پر الزام قائم کیا گیا ہے۔ جب بچہ ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ اس بری صفت پر تھا جو الزام کی حقانیت کی نشانی تھی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ مسئلہ قسموں پر طے شدہ نہ ہوتا تو میں اس عورت کو قطعاً حد لگاتا۔ یہ صاحبزادے بڑے ہو کر مصر کے والی بنے اور ان کی نسبت ان کی ماں کی طرف تھی۔ (ابوداؤد) اس حدیث کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں۔ بخاری شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ شریک بن عمار کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اپنی بیوی کو برے کام پر دیکھ کر گواہ ڈھونڈنے جائے؟ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی توبہ کر کے اپنے جھوٹ سے ہٹتا ہے؟ اور روایت میں ہے کہ پانچویں دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کہا کہ اس کا منہ بند کر دو پھر اسے نصیحت کی۔ اور فرمایا اللہ کی لعنت سے ہر چیز ہلکی ہے۔ اسی طرح اس عورت کے ساتھ کیا گیا۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لعان کرنے والے مرد و عورت کی نسبت مجھ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ان میں جدائی کرادی جائے؟ یہ واقعہ ہے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی امارت کے زمانہ کا۔ مجھ سے تو اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا تو میں اپنے مکان سے چل کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی منزل پر آیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ سب سے پہلے یہ بات فلاں بن فلاں نے دریافت کی تھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شخص اپنی عورت کو کسی برے کام پر پائے تو اگر زبان سے نکالے تو بھی بڑی بے شرمی کی بات ہے اور اگر خاموش رہے تو بھی بڑی بے غیرتی کی خاموشی ہے۔ آپ سن کر خاموش ہو رہے۔ پھر وہ آیا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جو سوال جناب سے کیا تھا افسوس وہی واقعہ میرے ہاں پیش آیا۔ پس اللہ

﴿﴾ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جمعہ کی رات ہم لوگ مسجد میں موجود تھے ایک صاحب بولے: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے مرد کو پاتا ہے اور اسے قتل کر دیتا ہے تو تم لوگ اسے قتل کر دو گے اگر اس بارے میں بات چیت کرتا ہے تو تم لوگ اسے کوڑے مارو گے اللہ کی قسم! میں اس بات کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کروں گا پھر انہوں نے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے لعان سے متعلق آیات نازل کر دیں اس کے بعد وہ صاحب آئے اور انہوں نے اپنی بیوی پر الزام لگایا تو نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان لعان کروادیا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہو سکتا ہے وہ عورت سیاہ فام بچے کو جنم دے تو اس عورت نے سیاہ فام بچے کو جنم دیا جس کے بال گھنگھریالے تھے۔

شرح

اور اگر زنا کا یہ الزام بچے کے نسب کی نفی کی صورت میں ہو تو قاضی اس بچے کے نسب کی نفی کر دے گا اور اسے اس کی ماں کے ساتھ شامل کر دے گا۔ لعان کی صورت یہ ہوگی: حاکم مرد سے یہ کہے گا: وہ یہ کہے: میں اللہ تعالیٰ کے نام (کی قسم اٹھا کر) اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں جو میں نے بیوی پر یہ الزام لگایا ہے جس میں بچے کے نسب کی نفی کی ہے۔ اسی طرح عورت کی طرف سے بھی یہی بات کی جائے گی۔ اگر مرد عورت پر زنا کا الزام لگائے اور بچے کی نفی بھی کر دے تو وہ لعان میں ان دونوں کا ذکر کرے گا اور قاضی بچے کے نسب کی نفی کر کے اسے ماں کے ساتھ شامل کر دے گا اس کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات منقول ہے: آپ نے ہلال بن امیہ کی بیوی کے بچے کی ہلال سے نسبت کی نفی کر دی تھی اور اس بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دیا تھا۔ نیز اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: لعان کا اصل مقصد یہ ہے: بچے کے نسب کی نفی کی جائے تاکہ شوہر کا مقصد پورا ہو سکے تو نسب کی نفی کے لئے قاضی کا اتنا کہنا کافی ہوگا میں نے دونوں کے درمیان لعان کی تفریق کر دی۔ امام ابو یوسف سے یہ روایت منسوب ہے: قاضی علیحدہ طور پر ذکر کرے گا اور یہ کہے گا: میں اسے ماں کے ساتھ ملا رہا ہوں میں اسے باپ کے نسب سے نکال رہا ہوں اس کی دلیل یہ ہے: اس کو باپ کے نسب سے علیحدہ کرنا ضروری ہے تو اس کا ذکر کرنا بھی ضروری ہوگا۔ اگر شوہر رجوع کرے اور اپنی بات کی تکذیب کر دے تو قاضی اس پر حد جاری کرے گا کیونکہ اس نے اس چیز کا اقرار کیا ہے جس کے نتیجے میں حد واجب ہو جاتی ہے۔ مرد کے لئے یہ بات جائز ہوگی کہ وہ اسی عورت کے ساتھ شادی کر لے یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے: جب اس پر حد جاری ہوگئی تو وہ لعان کا ال نہیں رہا لہذا لعان کا حکم اٹھ جائے گا اور وہ حکم دائمی حرمت کا ہے۔ اسی طرح اگر وہ کسی دوسری عورت پر زنا کا الزام لگاتا ہے تو اس کے نتیجے میں حد جاری ہوتی ہے (تو یہی حکم ہے) اس کی دلیل ہم بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ عورت زنا کرتی ہے تو اس پر حد جاری ہوتی ہے۔ (تو یہی حکم ہوتا) اس کی دلیل یہ ہے: عورت کی طرف سے لعان کی اہلیت ختم ہوگئی ہے۔ (بدایہ کتاب طلاق، لاہور)

بچے کے انکار کی صورت میں ثبوت لعان کا فقہی بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دو بچے ایک حمل سے پیدا ہوئے یعنی دونوں کے درمیان چھ ماہ سے کم کا فاصلہ

ہو اور ان دونوں میں پہلے سے انکار کیا دوسرے کا اقرار تو حد لگائی جائے اور اگر پہلے کا اقرار کیا دوسرے سے انکار تو لعان ہوگا بشرطیکہ انکار سے نہ پھرے اور پھر گیا تو حد لگائی جائے مگر بہر حال دونوں ثابت النسب ہیں۔

جس بچے سے انکار کیا اور لعان ہوا وہ مر گیا اور اُس نے اولاد چھوڑی اب لعان کرنے والے نے اُس کو اپنا پوتا پوتی قرار دیا تو وہ ثابت النسب ہے۔ اولاد سے انکار کیا اور ابھی لعان نہ ہوا کہ کسی اجنبی نے عورت پر تہمت لگائی اور اُس بچہ کو حرامی کہا اس پر حد قذف قائم ہوئی تو اب اُس کا نسب ثابت ہے اور کبھی منہی نہ ہوگا۔ عورت کے بچہ پیدا ہوا شوہر نے کہا یہ میرا نہیں یا یہ زنا سے ہے اور کسی دلیل سے لعان ساقط ہو گیا تو نسب منہی نہ ہوگا حد واجب ہو یا نہیں۔ یونہی اگر دونوں اہل لعان ہیں مگر لعان نہ ہوا تو نسب منہی نہ ہوگا۔ (در مختار، ج ۵، ص ۱۷۰، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ جس نے نکاح کیا مگر ابھی دخول نہ ہوا بلکہ ابھی عورت کو دیکھا بھی نہیں اور عورت کے بچہ پیدا ہوا شوہر نے اُس سے انکار کیا تو لعان ہو سکتا ہے اور بعد لعان وہ بچہ ماں کے ذمہ ہوگا اور مہر پورا دینا ہوگا۔ (عالمگیری، باب لعان)

تہمت زنا سے ثبوت لعان کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی نے عورت سے کہا اے زانیہ، زانیہ کی بچی تو عورت اور اُس کی ماں دونوں پر تہمت لگائی اب اگر ماں بیٹی دونوں ایک ساتھ مطالبہ کریں تو ماں کا مطالبہ مقدم قرار دیکر حد قذف قائم کرینگے اور لعان ساقط ہو جائے گا اور اگر ماں نے مطالبہ نہ کیا اور عورت نے کیا تو لعان ہوگا پھر بعد میں اگر ماں نے مطالبہ کیا تو حد قذف قائم کرینگے۔ اور اگر صورت مذکورہ میں عورت کی ماں مر چکی ہے اور عورت نے دونوں مطالبے کیے تو ماں کی تہمت پر حد قذف قائم کرینگے اور لعان ساقط اور اگر صرف اپنا مطالبہ کیا تو لعان ہوگا۔ یونہی اگر راجحہ پر تہمت لگائی پھر اُس سے نکاح کر کے پھر تہمت لگائی اور عورت نے لعان و حد دونوں کا مطالبہ کیا تو حد ہوگی اور لعان ساقط اور اگر لعان کا مطالبہ کیا اور لعان ہوا پھر حد کا مطالبہ کیا تو حد بھی قائم کرینگے۔

اپنی عورت سے کہا میں نے جو تجھ سے نکاح کیا اس سے پہلے تو نے زنا کیا یا نکاح سے پہلے میں نے تجھے زنا کرتے دیکھا تو یہ تہمت چونکہ اب لگائی لہذا لعان ہے اور اگر یہ کہا نکاح سے پہلے میں نے تجھے زنا کی تہمت لگائی تو لعان نہیں بلکہ حد قائم ہوگی۔ عورت سے کہا میں نے تجھے بکرنہ پایا تو نہ حد ہے نہ لعان۔ اولاد سے انکار اُس وقت صحیح ہے جب مبارکبادی دیتے وقت یا ولادت کے سامان خریدنے کے وقت نفی کی ہو ورنہ سکوت رضا سمجھا جائے گا اب پھر نفی نہیں ہو سکتی مگر لعان دونوں صورتوں میں ہوگا اور اگر ولادت کے وقت شوہر موجود نہ تھا تو جب اُسے خبر ہوئی نفی کے لیے وہ وقت بمنزلہ ولادت کے ہے۔ شوہر نے اولاد سے انکار کیا اور عورت نے بھی اُس کی تصدیق کی تو لعان نہیں ہو سکتا۔ (در مختار، باب لعان، ج ۵، ص ۱۶۳، بیروت)

لعان اور نسب کی نفی کرنے کا بیان

2069- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا لَا عَنْ أَمْرَاتِهِ وَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا وَالْحَقُّ الْوَلَدُ بِالْمَرْأَةِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں اپنی بیوی کے ساتھ لعان کیا اس نے اس عورت کے بچے کے نسب کی نفی کر دی تو نبی کریم ﷺ نے ان کے درمیان علیحدگی کروادی اور بچے کو اس کی ماں سے منسلک کر دیا۔

دعویٰ نسب میں بچے کی نفی کے اعتبار کا بیان

اور جب مرد اپنی بیوی کے بچے کی پیدائش کے فوراً بعد نفی کر دے یا ایسی حالت میں نفی کرے جب مبارک ہاں قبول کی جاتی ہے یا پیدائش کی چیزیں خریدی جاتی ہے تو اس کا حمل کی نفی کرنا صحیح ہوگا اور اس دلیل سے لعان کیا جائے گا۔ اگر ان صورتوں کے علاوہ کسی اور وقت میں نفی کرتا ہے اور لعان کرتا ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک بچے کا نسب ثابت ہوگا۔ امام ابو یوسف اور امام محمد علیہ الرحمہ یہ فرماتے ہیں: نفاس کی مدت کے دوران اس کا نفی کرنا درست ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: یہ نفی تھوڑی مدت میں درست ہوتی ہے۔ یہ طویل مدت میں درست نہیں ہو سکتی اس لئے ہم ان دونوں کے درمیان نفاس کی مدت کے ذریعے علیحدگی کریں گے کیونکہ وہ ولادت کا اثر ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے: مدت مقرر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ سوچ بچار کے لئے ہوتی ہے لیکن سوچ بچار کے لحاظ سے لوگوں کے درمیان تفاوت پایا جاتا ہے۔ تو ہم ایسی بات کا اعتبار کریں گے جو بچے کے انکار نہ کرنے پر دلالت کرتی ہو جیسے اس شخص نے پیدائش پر مبارک ہاں قبول کر لی یا مبارک دیئے جانے کے وقت خاموش رہا یا بچے کی پیدائش کے وقت جو اشیاء خریدی جاتی ہیں وہ اس نے خرید لیں یا وہ وقت گزر گیا تو اس صورت میں نفی ناممکن ہو جائے گا۔ لیکن مرد اگر وہاں موجود نہ ہو اور اسے پیدائش کا پتہ نہ چل سکے پھر وہ آئے تو اس مدت کا اعتبار ہوگا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور یہ دونوں کی اصل کے مطابق ہوگا۔ اگر عورت ایک ساتھ دو بچوں کو جنم دے اور مرد پہلے کے نسب کی نفی کر دے اور دوسرے کا اعتراف کرے تو دونوں بچوں کا نسب ثابت ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: وہ دونوں بچے ایک ہی نطفے سے پیدا ہوئے ہیں اور شوہر پر حد جاری کی جائے گی کیونکہ اس نے دوسرے دعوے کے ذریعے اپنی بات کی نفی کر دی ہے۔ اگر وہ پہلے بچے کا اعتراف کر لیتا ہے اور دوسرے کی نفی کر دیتا ہے تو ان دونوں کا نسب ثابت ہوگا اس کی دلیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ البتہ شوہر کو لعان کرنا ہوگا کیونکہ دوسرے بچے کی نفی کے نتیجے میں وہ الزام لگا رہا ہے اور اس نے اپنے قول سے رجوع بھی نہیں کیا جبکہ بیوی کے پاک دامن ہونے کا اقرار اس نے پہلے کیا ہے تو یہ بالکل اس طرح ہو جائے گا جیسے پہلے وہ کہہ دے: میری بیوی پاک دامن ہے اور بعد میں کہہ دے: یہ زانیہ ہے۔ لہذا پہلے بچے کے اعتراف کے بعد دوسرے بچے کی نفی کرنے کا بھی حکم ہوگا۔ (ہدایہ کتاب طلاق، لاہور)

اگر شوہر نے اس بچہ کی نسبت جو اس کے نکاح میں پیدا ہوا ہے اور زندہ بھی ہے یہ کہا کہ یہ میرا نہیں ہے اور لعان ہوا تو قاضی اس بچہ کا نسب شوہر سے منقطع کر دیگا اور وہ بچہ اب ماں کی طرف منتسب ہوگا بشرطیکہ علوق، ایسے وقت میں ہوا کہ عورت میں صلاحیت لعان ہو، لہذا اگر اس وقت باندی تھی اب آزاد ہے یا اس وقت کافرہ تھی اب مسلمان ہے تو نسب منقطع نہ ہوگا، اس واسطے کہ

2069: 'اخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحديث: 5315 'ورقم الحديث: 6748 'اخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحديث: 3731 'اخرجه ابوداؤد فی "السنن"

رقم الحديث: 2259 'اخرجه الترمذی فی "المباح" رقم الحديث: 1203 'اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3477

اس صورت میں لعان ہی نہیں اور اگر وہ بچہ مر چکا ہے تو لعان ہوگا اور نسب منقطع نہیں ہو سکتا ہے۔ یونہی اگر دو بچے ہوئے اور ایک مر چکا ہے اور ایک زندہ ہے اور دونوں سے شوہر نے انکار کر دیا یا لعان سے پہلے ایک مر گیا تو اس مردہ کا نسب منقطع نہ ہوگا۔ نسب منقطع ہونے کی چھ شرائط ہیں۔

(۱) تفریق (۲) وقت ولادت یا اس کے ایک دن یا دو دن بعد تک ہو ورنہ کے بعد انکار نہیں کر سکتا۔

(۳) اس انکار سے پہلے اقرار نہ کر چکا ہو اگرچہ دلالت اقرار ہو مثلاً اسکو مبارکباد کہی گئی اور اس نے سکوت کیا یا اس کے لیے کھلونے خریدے۔ (۴) تفریق کے وقت بچہ زندہ ہو۔ (۵) تفریق کے بعد اسی حمل سے دوسرا بچہ نہ پیدا ہو یعنی چھ مہینے کے اندر۔ (۶) ثبوت نسب کا حکم شرعاً نہ ہو چکا ہو، مثلاً بچہ پیدا ہوا اور وہ کسی دودھ پیتے بچہ پر گرا اور یہ مر گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ اس بچہ کے باپ کے عصبہ اس کی دیت ادا کریں اور اب باپ یہ کہتا ہے کہ میرا نہیں تو لعان ہوگا اور نسب منقطع نہ ہوگا۔

(رد مختار، کتاب طلاق باب لعان)

اور اگر باپ بچے کے نسب سے انکار کرے تو بالاتفاق لعان لازماً آتا ہے۔ اور اس امر میں بھی اتفاق ہے کہ ایک دفعہ بچے کو قبول کر لینے کے بعد (خواہ یہ قبول کر لینا صریح الفاظ میں ہو یا قبولیت پر دلالت کرنے والے افعال، مثلاً پیدائش پر مبارکباد لینے یا بچے کے ساتھ پدرانہ شفقت برتنے اور اس کی پرورش سے دلچسپی لینے کی صورت میں) پھر باپ کو انکار نسب کا حق نہیں رہتا، اور اگر کرے تو حد قذف کا مستحق ہو جاتا ہے۔ مگر اس امر میں اختلاف ہے کہ باپ کو کس وقت تک انکار نسب کا حق حاصل ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر شوہر اس زمانے میں گھر پر موجود رہا ہے جب کہ بیوی حاملہ تھی تو زمانہ حمل سے لے کر وضع حمل تک اس کے لیے انکار کا موقع ہے، اس کے بعد وہ انکار کا حق نہیں رکھتا۔ البتہ اگر وہ غائب تھا اور اس کے پیچھے ولادت ہوئی تو جس وقت اسے علم ہو وہ انکار کر سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر پیدائش کے بعد ایک دو روز کے اندر وہ انکار کرے تو لعان کر کے وہ بچے کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا، لیکن اگر سال دو سال بعد انکار کرے تو لعان ہوگا مگر وہ بچے کی ذمہ داری سے بری نہ ہو سکے گا۔ امام ابو یوسف کے نزدیک ولادت کے بعد، یا ولادت کا علم ہونے کے بعد چالیس دن کے اندر اندر باپ کو انکار نسب کا حق ہے، اس کے بعد یہ حق ساقط ہو جائے گا۔ صحیح بات وہی ہے جو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے کہ ولادت کے بعد یا اس کا علم ہونے کے بعد ایک دو روز کے اندر ہی انکار نسب کیا جاسکتا ہے، الا یہ کہ اس میں کوئی ایسی ہو جسے معقول رکاوٹ تسلیم کیا جاسکے۔

حالت حمل کے لعان میں فقہی مذاہب اربعہ

اگر لعان کے وقت عورت حاملہ ہو تو امام احمد کے نزدیک لعان بجائے خود اس بات کے لیے کافی ہے کہ مرد اس حمل سے بری الذمہ ہو جائے اور بچہ اس کا قرار نہ پائے قطع نظر اس سے کہ مرد نے حمل کو قبول کرنے سے انکار کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ مرد کا الزام زنا اور نفی حمل دونوں ایک چیز نہیں ہیں، اس لیے مرد جب تک حمل کی ذمہ داری قبول کرنے سے صریح طور پر انکار نہ

کرے وہ الزام زنا کے باوجود اسی کا قرار پائے گا کیونکہ عورت کے زانیہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو حمل بھی زنا ہی کا ہو۔ امام مالک علیہ الرحمہ، امام شافعی اور امام احمد دوران حمل میں مرد کو نفی حمل کی اجازت دیتے ہیں اور اس بنیاد پر لعان کو جائز رکھتے ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر مرد کے الزام کی بنیاد زنا نہ ہو بلکہ صرف یہ ہو کہ اس نے عورت کو ایسی حالت میں حاملہ پایا ہے جب کہ اس کے خیال میں حمل اس کا نہیں ہو سکتا تو اس صورت میں لعان کے معاملے کو وضع حمل تک ملتوی کر دینا چاہیے، کیونکہ اس اوقات کوئی بیماری حمل کا شبہ پیدا کر دیتی ہے اور درحقیقت حمل ہوتا نہیں ہے۔

اگر شوہر طلاق دینے کے بعد مطلقہ بیوی پر زنا کا الزام لگائے تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک لعان نہیں ہوگا بلکہ اس پر قذف کا مقدمہ قائم کیا جائے گا، کیونکہ لعان زوجین کے لیے ہے اور مطلقہ عورت اس کی بیوی نہیں ہے۔ الا یہ کہ طلاق رجعی ہو اور مدت رجوع کے اندر وہ الزام لگائے۔ مگر امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ قذف صرف اس صورت میں ہے جب کہ کسی حمل یا بچے کا نسب قبول کرنے یا نہ کرنے کا مسئلہ درمیان میں نہ ہو۔ ورنہ مرد کو طلاق بائن کے بعد بھی لعان کا حق حاصل ہے کیونکہ وہ عورت کو بد نام کرنے کے لیے نہیں بلکہ خود ایک ایسے بچے کی ذمہ داری سے بچنے کے لیے لعان کر رہا ہے جسے وہ اپنا نہیں سمجھتا۔ قریب قریب یہی دلیل امام شافعی کی بھی ہے۔

2070- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ ذَكَرَ طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَزَوَّجَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ امْرَأَةً مِنْ بَعْجَلَانَ فَدَخَلَ بِهَا فَبَاتَ عِنْدَهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مَا وَجَدْتُهَا عَذْرَاءَ فَرَفَعَ شَأْنَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَا الْجَارِيَةَ فَسَأَلَهَا فَقَالَتْ بَلَى قَدْ كُنْتُ عَذْرَاءَ فَأَمَرَ بِهِمَا فَتَلَاعَنَا وَأَعْطَاهَا الْمَهْرَ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے عجلان سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کے ساتھ شادی کر لی اس عورت کی رخصتی ہو گئی وہ شخص اس عورت کے پاس رہا اگلے دن صبح کے وقت اس شخص نے یہ کہا میں نے اسے کنواری نہیں پایا اس عورت کا معاملہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا نبی کریم ﷺ نے اس لڑکی کو بلوایا اور اس سے اس بارے میں دریافت کیا: تو وہ بولی: جی ہاں میں کنواری ہوں نبی کریم ﷺ کے حکم کے تحت ان دونوں نے لعان کیا اور شوہر نے اس عورت کو مہر ادا کیا۔

2071- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا حَيُّوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ ابْنِ عَطَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مِنَ النِّسَاءِ لَا مَلَأَنَهُ بَيْنَهُنَّ النَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُودِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْحُرَّةُ تَحْتَ الْمَمْلُوكِ وَالْمَمْلُوكَةُ تَحْتَ الْحُرِّ

﴿﴾ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے

2070: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2071: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

ہیں: ”چار طرح کی خواتین اور ان کے شوہروں کے درمیان لعان نہیں ہو سکتا۔ وہ عیسائی عورت جو مسلمان کی بیوی ہو وہ یہودی عورت جو مسلمان کی بیوی ہو وہ آزاد عورت جو کسی غلام کی بیوی ہو اور وہ کنیر جو کسی آزاد شخص کی بیوی ہو۔“

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عیسائی یا یہودی عورت کسی مسلمان کی نکاح میں ہو اور اس کا خاوند اس پر زنا کی تہمت لگائے اور وہ اس کی تردید کرے تو اس صورت میں ان دونوں کے درمیان لعان نہیں کرایا جائے گا اسی طرح اگر کوئی آزاد عورت کسی غلام کے نکاح میں ہو یا کوئی لونڈی کسی آزاد کے نکاح میں ہو تو اس کے درمیان بھی لعان نہیں ہوگا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ لعان دراصل شہادت و گواہی ہے اس لئے لعان کی صورت میں مرد و عورت دونوں کا اہل شہادت کہ جن کی شہادت شرعی طور پر معتبر ہوتی ہے ہونا ضروری ہے جب کہ مملوک یعنی غلام و لونڈی اور کافر اہل شہادت نہیں ہیں یعنی کسی معاملہ میں ان کی شہادت و گواہی شرعی طور پر معتبر نہیں ہے لہذا ان کے درمیان لعان کی کوئی صورت نہیں۔

محدود قذف ہونے والے کی شہادت میں مذاہب اربعہ

جو لوگ کسی عورت پر یا کسی مرد پر زنا کاری کی تہمت لگائیں اور ثبوت نہ دے سکیں۔ تو انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں گے، ہاں اگر شہادت پیش کر دیں تو حد سے بچ جائیں گے اور جن پر جرم ثابت ہوا ہے ان پر حد جاری کی جائے گی۔ اگر شہادت نہ پیش کر سکے تو اسی کوڑے بھی لگیں گے اور آئندہ کے لئے ہمیشہ ان کی شہادت غیر مقبول رہے گی اور وہ عادل نہیں بلکہ فاسق سمجھے جائیں گے۔ اس آیت میں جن لوگوں کو مخصوص اور مستثنیٰ کر دیا ہے تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ استثنا صرف فاسق ہونے سے ہے یعنی بعد از توبہ وہ فاسق نہیں رہیں گے۔ بعض کہتے ہیں نہ فاسق رہیں گے نہ مردود الشہادۃ بلکہ پھر ان کی شہادت بھی لی جائے گی۔ ہاں حد جو ہے وہ توبہ سے کسی طرح ہٹ نہیں سکتی۔

امام مالک، احمد اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب تو یہ ہے کہ توبہ سے شہادت کا مردود ہونا اور فسق ہٹ جائے گا۔ سید التابیین حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔

لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صرف فسق دور ہو جائے گا لیکن شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ بعض اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ شعبی اور ضحاک کہتے ہیں کہ اگر اس نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اسے بہتان باندھا تھا اور پھر توبہ بھی پوری کی تو اس کی شہادت اس کے بعد مقبول ہے۔

شرائط لعان شوافع و احناف کا اختلاف کا بیان

کیا لعان ہر زوج اور زوجہ کے درمیان ہو سکتا ہے یا اس کے لیے دونوں میں کچھ شرائط ہیں؟ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ جس کی قسم قانونی حیثیت سے معتبر ہو اور جس کو طلاق دینے کا اختیار ہو وہ لعان کر سکتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک صرف عاقل اور بالغ ہونا اہلیت لعان کے لیے کافی ہے خواہ زوجین مسلم ہوں یا کافر، غلام ہوں یا آزاد،

مقبول الشہادت ہوں یا نہ ہوں، اور مسلم شوہر کی بیوی مسلمان ہو یا ذمی۔ قریب قریب یہی دلیل امام مالک علیہ الرحمہ اور امام احمد کی بھی ہے۔

مگر حنفیہ کہتے ہیں کہ لعان صرف ایسے آزاد مسلمان زوجین ہی میں ہو سکتا ہے جو قذف کے جرم میں سزا یافتہ نہ ہوں۔ اگر عورت اور مرد دونوں کافر ہوں، یا غلام ہوں، یا قذف کے جرم میں پہلے کے سزا یافتہ ہوں تو ان کے درمیان لعان نہیں ہو سکتا۔ مزید براں اگر عورت کبھی اس سے پہلے حرام یا مشتبہ طریقے پر کسی مرد سے ملوث ہو چکی ہو تب بھی لعان درست نہ ہوگا۔ یہ شرطیں حنفیہ نے اس بنا پر لگائی ہیں کہ ان کے نزدیک لعان کے قانون اور قذف کے قانون میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں ہے کہ غیر آدمی اگر قذف کا مرتکب ہو تو اس کے لیے حد ہے اور شوہر اس کا ارتکاب کرے تو وہ لعان کر کے چھوٹ سکتا ہے۔ باقی تمام عیثیتوں سے لعان اور قذف ایک ہی چیز ہے۔

علاوہ بریں حنفیہ کے نزدیک چونکہ لعان کی قومیں شہادت کی حیثیت رکھتی ہیں، اس لیے وہ کسی ایسے شخص کو اس کی اجازت نہیں دیتے جو شہادت کا اہل نہ ہو۔

بَابُ: الْحَرَامِ

یہ باب حرام کے بیان میں ہے

2072- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوفٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِسَائِهِ وَحَرَّمَ فَبَجَعَلَ الْحَلَالَ حَرَامًا وَبَجَعَلَ لِي الْيَمِينِ كَفَّارَةً

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج کے ساتھ ایلاء کر لیا (اور ان کے قریب جانے کو) اپنے اوپر حرام قرار دیا آپ ﷺ نے ایک حلال چیز کو حرام قرار دیا اس لیے آپ ﷺ نے قسم کا کفارہ ادا کیا۔

شرح

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۖ تَبْتَغِي مَرْضَاتِ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (تحریم، ۱)
اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا۔ آپ نے اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔

اس سے پہلی سورت میں اہل ایمان کی ازدواجی زندگی سے متعلق احکام و ہدایت کا ذکر ہوا۔ اس سورت میں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خانگی زندگی کے کچھ حالات بیان ہو رہے ہیں تاکہ امت اپنے نبی کریم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر سکے۔ ان آیات کے شان نزول کے بارے میں دو روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ پہلے میں اس روایت کا خلاصہ پیش کرتا ہوں جسے

امام بخاری (رضی اللہ عنہ) اور امام مسلم (رضی اللہ عنہ) نے اپنی صحیحین میں نقل کیا ہے۔

سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عادت مبارک تھی کہ نماز عصر کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور تھوڑا تھوڑا وقت ہر رفیقہ حیات کے پاس تشریف رکھتے۔ ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کسی نے شہد تحفہ بھیجا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ان کے کاشانہ اقدس میں رونق افروز ہوتے تو وہ بڑے اہتمام سے شہد پیش کرتیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ان کے کاشانہ اقدس میں رونق افروز ہوتے تو وہ بڑے اہتمام سے شہد پیش کرتیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو طبعی طور پر شہد بہت پسند تھا۔ اس لیے شوق فرماتے۔ اس طرح حضرت زینب کے ہاں معمول سے زیادہ قیام ہو جاتا۔ حضرت زینب کی مسرت کی حد نہ تھی۔ انہیں اللہ کے محبوب اور اپنے سر تاج کے روئے زیبا کے دیدار کا موقع زیادہ ملتا۔ لیکن جن امہات المؤمنین کے حصہ سے یہ لمحے صرف ہوتے، ان کے لیے یہ صورت حال ناقابل برداشت ہوتی گئی۔ محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے رقابت کا جذبہ اتنا ہی قوی ہوتا ہے۔ آخر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے ضبط نہ ہو سکا۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت زینب کے پاس سے اٹھ کر ان میں سے جس کے ہاں آئیں وہ یہ کہے کہ حضور! آپ کے دہن مبارک سے مغفیر کی بو آ رہی ہے۔ کیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مغفیر تناول فرمایا ہے؟ (مغفیر: عرفہ درخت کی گوند جس میں خفیف سی بساند ہوتی ہے) انہیں علم تھا کہ حجور (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی نفاست مزاج کے باعث بدبو کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میں نے مغفیر تو نہیں کھایا۔ البتہ زینب کے ہاں شہد نوش کیا ہے۔ اس کے بعد میں شہد نہیں پیوں گا۔ تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ فلن اعود لہ فقد حلفت لا تخبری بزلک احدا۔ اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جب سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مختلف ممالک کے سربراہوں کو اسلام قبول کرنے کے دعوت نامے بھیجے تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ (رضی اللہ عنہ) حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گرامی نامہ لے کر اسکندریہ کے والی مقوقس کے پاس گئے۔ اس نے قاصد کی بڑی تکریم کی اور جب وہ واپس روانہ ہوئے تو مقوقس نے ایک عریضہ بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں ارسال کیا اور دو اعلیٰ خاندان کی لڑکیاں بھی بھیجیں جن میں سے ایک کا نام سیرین اور دوسری کا نام ماریہ (MARIY) تھا۔ حضرت حاطب (رضی اللہ عنہ) کی تبلیغ و تلقین سے دونوں نے مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سیرین نامی لڑکی حضرت حسان (رضی اللہ عنہ) بن ثابت کو مرحمت فرمادی اور ماریہ کو آزاد کر کے اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ انہیں کے بطن سے ذی الحجہ ۸ھ میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے جو بعد میں 18 ماہ کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ ایک روز ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ حضور سے اجازت لے کر وہ اپنے والد حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے ملے چلی گئیں وہیں حضرت ماریہ (رضی اللہ عنہ) آ گئیں اور تجلیہ میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رہیں۔ ابھی دروازہ بند تھا کہ حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہ) بھی واپس آ گئیں اور باہر بیٹھ کر انتظار کرنے لگیں۔ جب حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دروازہ کھولا اور حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہ) نے ماریہ (رضی اللہ عنہ) کو اپنے حجرہ میں دیکھا تو انہیں سخت ناگوار گزرا اور یوں شکوہ کرنے لگیں۔ میری باری، میرا حجرہ، میرا بستر اور ماریہ، یا رسول اللہ! آپ مجھے حقیر سمجھتے ہیں، اس لیے

آپ نے ایسا کیا۔ حضور کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی جاں نثار زوجہ کی غمزدگی اور پریشانی برداشت نہ کر سکے اور قسم کھائی کہ آئندہ ماریہ سے ازدواجی تعلق نہ رکھیں گے اور حضرت حصہ کو تاکید فرمائی کہ وہ اس کا ذکر کسی سے نہ کریں۔
واقعہ یہ دو ہیں لیکن روایات میں بڑا اختلاف اور تعارض ہے۔ کہیں کسی کا نام ہے کہیں کسی کا۔ اس لیے ان واقعات کی مختلف روایتیں نقل کرنے کے بعد امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں اپنی رائے ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:-

والصواب من القول في ذلك ان يقال ان الذي حرمه النبي (صلى الله عليه وسلم) على نفسه شيء كان الله قد احل له . یعنی میرے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے اوپر ایک ایسی چیز کو حرام کر دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کیا تھا۔

قال السووي في شرح مسلم الصحيح ان الآية في قصة العسل لا في قصة ماريه المزوية في غير الصحيحين ولم تأت قصة ماريه في طريق صحيح . صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی کہتے ہیں کہ درست بات یہ ہے کہ یہ آیت شہد کے قصہ میں نازل ہوئی اور ماریہ (رضی اللہ عنہ) کے واقعہ میں نازل نہیں ہوئی۔ جیسا غیر صحیحین میں مذکور ہے اور ماریہ کا واقعہ کسی صحیح سند سے مروی نہیں۔

یہ آپ سن چکے۔ آئیے اب آیات طیبہ میں غور و فکر کریں۔

بخشری معتزلی اور اس کے پیروکاروں نے یہاں بڑی ٹانک ٹوئیاں ماری ہیں اور ایسی باتیں لکھی ہیں جن سے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دامن عصمت پر حرف آتا ہے۔ آپ ائمہ اہل سنت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حق نہی اور محبت مصطفویٰ دونوں نعمتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔

علامہ ابی حیان اندلسی اپنی تفسیر "البحر المحیط" میں تحریر فرماتے ہیں۔ یا ایہا النبی نداء اقبال و تشریف۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یا ایہا النبی سے خطاب فرما کر اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے اور شرفِ نداء سے سرفراز فرمایا ہے۔ لم تحرم سوال تلتف۔ یعنی ازراہ لطف و محبت دریافت کیا ہے کہ اے حبیب! آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ پہلے بڑے احترام سے خطاب فرمایا پھر سوال کیا۔ جس طرح عفا اللہ عنک لم اذنت لھم میں ہے۔ پھر فرماتے ہیں تحریم سے مراد تحریم شروع نہیں۔ یعنی جس طرح وحی الہی سے کسی چیز کو جو پہلے حلال تھی حرام کر دیا جاتا ہے اور اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ یہ حرام ہے، بلکہ یہاں تحریم سے مراد امتناع ہے۔ یعنی کسی چیز کے استعمال سے رک جانا۔ جیسے کوئی شخص کسی حلال اور مباح چیز کے استعمال کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھ لیتا ہے اور کبھی یہ امتناع کسی کی دلجوئی کے لیے ہوتا ہے۔ جس کی خوشنودی مطلوب ہوتی ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ ہم بخشری کی عبارت نقل کرنے سے دانستہ گریز کر رہے ہیں کیونکہ اس نے ایسی باتیں لکھی ہیں جو عصمت نبوت کے لائق نہیں۔

علامہ الوسی نے بھی تحریم کا مفہوم امتناع ہی بیان کیا ہے۔ والمراد بالتحريم الامتناع (روح المعانی) مطلب یہ ہے کہ آپ ایک حلال چیز کو استعمال کرنے سے کیوں اجتناب کرتے ہیں۔

علامہ سید آلوسی اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیه تعظیم شانہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لان ترک الاولیٰ بالنسبۃ الی مقامہ السامی الکریم یعد کالذنب وان لم یکن فی نفسہ کذلک۔ یعنی اگرچہ آپ نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا، زیادہ سے زیادہ اولیٰ کا ترک ہوا، لیکن آپ کے عالی اور کریم مقام کے لیے یہ بھی مناسب نہ تھا۔ لیکن ہم غفور ہیں، ہم نے معاف کر دیا۔ مزید فرماتے ہیں کہ آیت میں جو عتاب ہے وہ کسی ناراضگی کی وجہ سے نہیں بلکہ مزید اعتنا کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی ہر ہر ادا کا خیال ہے۔ اسے یہ گوارا نہیں کہ آئینہ نبوت پر ادنیٰ سا غبار بھی پڑے۔ زختری کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کا قدم حسب عادت یہاں بھی پھسل گیا ہے۔ اس نے تحریم سے مراد شروع تحریم کی ہے جو گناہ ہے اور غفور میں اسی گناہ کی آمرزش کی طرف اشارہ ہے۔ آلوسی کہتے ہیں کہ ابن نمیر نے یہاں زختری کے خوب نیچے ادھیڑے ہیں۔ ما حاصلہ ان ما اطلقہ فی حقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تقول وافتراء والنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام منہ براء۔ ابن نمیر کی تنقید کا حاصل یہ ہے کہ زختری نے حضور کے حق میں جو کچھ کہا ہے وہ اس کا اپنا گھڑا ہوا افتراء ہے اور حضور کی ذات اقدس اس سے بری ہے۔ کیونکہ حلال کی تحریم کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی حلال چیز کو اعتقاد کر لیا جائے۔ یہ ممنوع ہے بلکہ کفر ہے اور نبی معصوم سے اس کا صدور ممکن نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حلال کو حلال ہی سمجھا جائے۔ لیکن اس کے استعمال سے اجتناب کیا جائے۔ ایسا کرنا مباح اور حلال ہے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تحریم کی یہی صورت تھی۔ انما عاتبہ اللہ تعالیٰ علیہ ورفقاہ وتوابعہ بقدرہ اجلا لا لمنصبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان یراعی مرضاة ازواجہ بما یشق علیہ جریا علی ما الف من لطف اللہ تعالیٰ بہ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے عتاب کی وجہ یہ ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی ازواج کی خوشنودی کے لیے اپنے اوپر پابندی عائد کر لی جس سے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف اور مشقت کا سامنا کرنا پڑتا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ہرگز گوارا نہیں کہ اس کے محبوب کو تکلیف پہنچے۔ اس لیے فرمایا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ آپ کو اپنی ازواج کی خوشنودی مطلوب ہے تو مجھے آپ کا آرام اور آپ کی راحت مرغوب ہے۔ ایسی ناروا پابندیوں کی اجازت میں آپ کو کیوں دے سکتا ہوں۔

یہاں اس امر کا ذکر کر دینا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ یورپ کے کئی متعصب مصنفین نے حضرت ماریہ (رضی اللہ عنہ) قبطیہ کے واقعہ کی آڑ لے کر شان رسالت میں بڑی گستاخیاں کی ہیں اور ان کی تحریروں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے ان کی عداوت نے ان کو اندھا اور بہرہ کر دیا ہے نہ صدائے حق وہ سن سکتے ہیں اور نہ نور حق انہیں دکھائی دیتا ہے۔ حضرت ماریہ (رضی اللہ عنہ) کوئی اجنبی عورت نہ تھیں جن سے خلوت شروع اور عقل کی نظر میں حرام ہوتی۔ وہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ازواج مطہرات میں سے ایک تھیں۔ متوجس وال، اسکندر یہ نے انہیں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں بھیجا تھا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں آزاد فرمایا اور اپنی زوجیت کا شرف بخشا تھا۔ خاوند کا اپنی بیوی سے خلوت کرنا کسی قانون، کسی شریعت کسی نظام حیات میں قبیح نہیں۔ اس کو غلط رنگ دے کر پیش کرنا علم اور دیانت کا منہ چڑانا ہے اور اس کے ساتھ اپنی شقاوت پر مہر ثبت کرنا ہے۔ یہ تو بیگانے لوگ تھے جن کے دلوں میں اسلام کے متعلق گونا گوں عداوتیں تھیں لیکن تعجب بلکہ عداوت اس وقت ہوتی

ہے جبکہ کئی مدعیان علم منبروں پر کھڑے ہو کر اس واقعہ کو بیان کر کے تنقیص شان رسالت کا پہلو نکالتے ہیں۔ کبھی حضور کے خداداد علم پر انگشت نمائی کی جاتی ہے، یہ دیکھو فلاں چیز کا علم نہ تھا کبھی حضور کی شان کا انکار کیا جاتا ہے، یہ دیکھو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) حلال کو حرام نہیں کر سکتے، معلوم ہوا کہ حضور کو کوئی اختیار نہیں، اپنی امت کو اور اپنے غلاموں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے وغیرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کج فہمی سے بچائے۔ وہ اتنا بھی نہیں جانتے یا جانتے ہیں تو دانستہ اغماض کرتے ہیں کہ اللہ کا رسول اس لیے مبعوث نہیں کیا جاتا کہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو از خود حرام کر دے۔ یہ ممنوع ہے بلکہ کفر ہے۔ یہاں تحریم سے مراد کسی حلال چیز کو حلال اعتقاد کرتے ہوئے اس سے اجتناب کرنا ہے جس کی تفصیل آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اور شہد کو حرام کرنا اس لیے نہیں کہ آپ کو علم نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ خود قرآن کریم نے بتادی تبغی مرضاة ازواجك کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کی دلجوئی کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی وجہ کو پس پشت ڈال کر اپنی طرف سے عدم علم کو اس کا سبب قرار دینا ایک مومن کو تو ہرگز زیب نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ حق فہمی کی صلاحیت سلب کر لیتا ہے تو اسی قسم کے دلخراش الفاظ انسان کی زبان سے نکلتے ہیں: اللہم انسا نعوذ بك من مسخطك و مسخط نبيك المكرم (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

2073- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي الْحَرَامِ يَمِينٌ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حرام قرار دینا قسم شمار ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

”تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ (کی زندگی) بہترین نمونہ ہے۔“

بَابُ: خِيَارِ الْأَمَةِ إِذَا أُعْتِقَتْ

یہ باب ہے کہ جب کنیز آزاد ہو جائے تو اسے اختیار دینا

ولاء کی لغوی تشریح کا بیان

ولاء عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ ”و، ل، ی“ ہے ولی کا مطلب ہے دوست، مددگار، حلیف، قریبی، حامی اسی سے ولاء کا لفظ بنا ہے جس کا مطلب ہے دوستی، قربت، محبت، نصرت، حمایت۔ جب یہ لفظ ال کے اضافے کے ساتھ الولاء کے طور پر استعمال ہوتا ہے تو یہ ایک شرعی اصطلاح بن جاتی ہے جس کا مطلب یہ واضح کرنا ہے کہ مومن آدمی کو کس کس سے دوستی اور محبت کرنی چاہیے۔ الولاء کا لفظ شرعی اصطلاح میں اس قدر جامع ہے کہ اردو کے کسی ایک لفظ کے ساتھ اس کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی مشکل ہے ہم نے اس کی ترجمانی کے لیے ”دوستی“ کا لفظ منتخب کیا ہے لیکن اس دوستی سے مراد وہ سرسری تعلقات نہیں جو عارضی مفادات یا بعض

دیگر وقتی اسباب کے تابع ہوتے ہیں بلکہ اس دوستی سے مراد وہ قلبی تعلق ہے جو ہمیشہ قائم رہے اور جس میں دلی محبت اور وفا کوٹ کوٹ کر بھری ہو سر سے خون کی ندیاں ہی کیوں نہ گزر جائیں لیکن اس دوستی میں ذرہ برابر فرق نہ آئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولہاء کی بیع اور اس کے ہبہ سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: رقم الحدیث 2387)

شہاب کہتے تھے کہ سنت جاری ہے اس بات پر جب غلام آزاد ہو جائے اس کا مال اسی کو ملے گا۔ امام مالک نے کہا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ غلام اور مکاتب جب مفلس ہو جائیں تو ان کے مالک اور ام ولد لے لیں گے مگر اولاد کو نہ لیں گے کیونکہ اولاد غلام کا مالک نہیں ہے۔

امام مالک نے کہا ہے اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ غلام جب بیچا جائے اور خریدار اس کے مالک لینے کی طرف کر لے تو اولاد اس میں داخل نہ ہوگی۔

امام مالک نے کہا ہے غلام اگر کسی کو زخمی کرے تو اس دیت میں وہ خود اور مال اس کا گرفت کیا جائے گا مگر اس کی اولاد سے مواخذہ نہ ہوگا۔ (موطا امام مالک: جلد اول: رقم الحدیث 1153)

یعنی ولہاء کا معنی غلام یا لونڈی کا ترکہ جب وہ مر جائے تو اس کا آزاد کرنے والا اس کا وارث بنے۔ عرب میں غلام اور آقا کے اس تعلق کو بیع کرنے یا ہبہ کرنے کا رواج تھا۔ شائع نے اس سے منع کر دیا۔ اس لیے کہ ولہاء نسب کی طرح ہے جو کسی طور بھی زائل نہیں ہو سکتا۔ اس پر تمام فقہاء عراق اور حجاز کا اتفاق ہے۔ (حاشیہ بخاری: کتاب النفاق)

2074- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَعْتَقَتْ بَرِيرَةَ فَخَبَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَهَا زَوْجٌ حُرٌّ
 سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے بریرہ کو آزاد کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے اسے اختیار دیا حالانکہ اس کا شوہر آزاد شخص تھا۔

2075- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ خَلَادٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ مُغِيثٌ كَانَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ خَلْفَهَا وَيَبْكِي وَذُمُوهُ تَسِيلُ عَلَى خَدَّيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ يَا عَبَّاسُ أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيرَةَ مُغِيثًا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَأَيْتَ فِئْتَهُ أَبُو وَلَدِكَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَأْمُرُنِي قَالَ إِنَّمَا أَشْفَعُ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بریرہ کے شوہر غلام تھے۔ ان کا نام مغیث تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے وہ ان

2074: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1154

2075: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 5283 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2231 'أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحدیث: 5432

کے پیچھے روتے ہوئے جارہے تھے ان کی (آنکھوں سے) آنسو بہہ کر رخسار پر آ رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! آپ کو حیرانگی نہیں ہو رہی کہ مغیث بریرہ سے کتنی محبت کرتا ہے اور بریرہ مغیث سے کتنی نفرت کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے (بریرہ سے کہا) اگر تم اس کے پاس واپس چلی جاؤ؟ تو اس نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں سفارش کر رہا ہوں تو اس نے عرض کی: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

2076 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَضَى فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثَ سِنِينَ خَيْرَتْ حِينَ أُعْتِقَتْ وَكَانَ زَوْجُهَا مَمْلُوكًا وَكَانُوا يَتَصَدَّقُونَ عَلَيْهَا فَتُهْدَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ وَقَالَ الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ

﴿﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں بریرہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں تین احکام سامنے آئے جب وہ آزاد ہوئی تو اسے اختیار دیا گیا جبکہ اس کا شوہر غلام تھا لوگ اس کو صدقے کے طور پر کوئی چیز دیتے تھے تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کر دیتی تھی نبی کریم ﷺ فرماتے۔

”یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے تحفہ ہے۔“

(اور اس کے آزاد ہونے پر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو ملتا ہے۔

2077 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمِرْتُ بِبَرِيرَةَ أَنْ تَعْتَدَ بِثَلَاثِ حِيضٍ

﴿﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں بریرہ رضی اللہ عنہا کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ تین حیض تک عدت بسر کرے۔

2078 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ تَوْبَةَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي اسْحَقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَدِئَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ بَرِيرَةَ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو اختیار دیا تھا۔

شرح

حدیث کے ابتدائی الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ بریرہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی تھیں اس کے سبب تین شرعی احکام نافذ ہوئے پہلا حکم تو یہ کہ جب بریرہ آزاد ہوئی تو اسے اختیار دے دیا گیا کہ چاہے تو وہ اپنے خاوند کہ جس کا نام مغیث تھا کے نکاح میں رہے یا اس سے جدائی اور علیحدگی اختیار کر لے۔ یہ علماء کے یہاں ”خیار عتق“ کہلاتا ہے یعنی جو لونڈی کسی کے نکاح میں ہو تو آزاد ہونے کے بعد اسے اختیار ہے کہ چاہے تو خاوند کے نکاح میں رہے یا اس سے جدائی اختیار کر لے لیکن حضرت

2076: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2077: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2078: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ لونڈی کو یہ اختیار اس وقت حاصل ہوگا جب کہ اس کا خاوند غلام ہو خفیہ کہتے ہیں کہ اس کا خاوند خواہ غلام ہو خواہ آزاد ہو وہ دونوں صورتوں میں مختار ہوگی۔ بریرہ کا خاوند مغیث غلام تھا جب بریرہ نے آزاد ہونے کے بعد اس سے جدائی اختیار کر لی گویا اسے قبول نہیں کیا تو مغیث بڑا ہی پریشان ہوا یہاں تک کہ وہ بریرہ کے عشق و فراق میں رونا اور فریاد کرتا پھرتا رہا مگر بریرہ نے اس کا کوئی اثر نہیں لیا اور اس سے علیحدہ ہی رہی۔

بریرہ کے سبب سے دوسرا حکم یہ نافذ ہوا کہ ولاء یعنی لونڈی کی میراث اس شخص کے لئے ہے جس نے اسے آزاد کیا ہوگا اس کی تفصیل یہ ہے کہ بریرہ ایک یہودی کی لونڈی تھی جس نے اسے مکاتب کر دیا تھا یعنی یہودی نے اسے یہ کہہ دیا تھا کہ جب تو اتنے درہم دے دے گی تو آزاد ہو جائے گی جب بریرہ مطلوبہ تعداد میں درہم فراہم کرنے سے عاجز ہو گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ اگر وہ کچھ دے دیں تو اپنے مالک کو دے کر آزادی کا خلعت زیب تن کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اپنے مالک سے پوچھ اگر وہ تجھے بیچے تو میں خریدے لیتی ہوں۔ بریرہ اپنے مالک کے پاس گئی اور اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواہش بیان کی وہ فروخت کرنے پر تیار ہو گیا مگر اس نے یہ بھی کہا کہ میں اس شرط پر فروخت کرنے کے لئے تیار ہوں کہ ولاء یعنی بریرہ کی میراث کے ہم حقدار ہوں گے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہودی اس طرح کہتے ہیں اور ان کی یہ شرط ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودی غلط کہتے ہیں اور بکواس کرتے ہیں میراث کا حق اسی کو ہوتا ہے جو آزاد کرتا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا تم اس سے خرید کر آزاد کر دو اس کی میراث تمہارے لئے ہوگی، یہودیوں کی یہ شرط باطل ہے۔ تیسرا حکم جو بریرہ کے سبب سے نافذ ہوا اس کا ذکر حدیث کے آخر میں کیا گیا ہے اس کا حاصل اور مطلب یہ ہے کہ اگر مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کا مال دیا جائے اور مستحق زکوٰۃ وہ مال لے کر ایسے شخص کو دے دے جو زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے تو اس کے لئے یہ مال حلال و جائز ہوگا کیونکہ زکوٰۃ دینے والے نے تو ایک صحیح شخص اور مستحق کو مال دے دیا اور وہ مال اس مستحق زکوٰۃ کی ملکیت ہوگا اب وہ جس شخص کو بھی اپنا مال دے گا جائز اور درست ہوگا اصطلاح میں اسے "تملیک" کہا جاتا ہے جو جائز اور حلال ہے۔

بَابُ: فِي طَلَاقِ الْأَمَةِ وَعِدَّتِهَا

یہ باب ہے کہ کنیز کو ہونے والی طلاق اور اس کی عدت کا حکم

2079- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ وَابْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ شَيْبٍ الْمُسْلِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى عَنْ عَطِيَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَاقُ الْأَمَةِ اثْنَتَانِ وَعِدَّتُهَا خِيصَتَانِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”کنیز کو دو طلاقیں دی جائیں گی اور اس کی عدت دو حیض ہوگی۔“

2080- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُطَاهِرِ بْنِ أَسْلَمَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طَلَاقي الْأَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ وَقُرْأَهَا حَيْضَتَانِ لِمُطَاهِرٍ فَقُلْتُ حَدَّثَنِي كَمَا حَدَّثْتَ ابْنَ جُرَيْجٍ فَأَخْبَرَنِي عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طَلَاقي الْأَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ وَقُرْأَهَا حَيْضَتَانِ

••• سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں کنیز کو دو طلاقیں دی جائیں گی اور اس کی عدت دو حیض ہوگی۔

ابو عاصم ثانی راوی کہتے ہیں: میں نے اس روایت کا تذکرہ مظاہر ثانی راوی سے کیا میں نے کہا آپ مجھے اسی طرح حدیث سنائیں جس طرح آپ نے ابن حرج کو سنائی تھی تو مظاہر نے قاسم کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا یہ کنیز کی طلاق دو طلاقیں ہوں گی اور اس کی عدت دو حیض ہوگی۔

شرح

اور باندی کو دو طلاقیں دی جاتی ہیں خواہ اس کا شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو اور آزاد عورت کو تین طلاقیں دی جاتی ہیں خواہ اس کا شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں: طلاق کی تعداد میں مرد کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ”طلاق مردوں کے حساب سے ہوتی ہے اور عدت عورتوں کے حساب سے ہوتی ہے۔“ (اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے) مالک ہونا ایک اعزاز ہے اور آدمیت اس کا تقاضا کرتی ہے اور آزاد شخص میں آدمیت کا مفہوم زیادہ کامل طور پر پایا جاتا ہے لہذا اس میں مالک ہونے کا مفہوم زیادہ اور بلغ ہوگا۔ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ”کنیز کی طلاقیں دو ہوتی ہیں اس کی عدت دو حیض ہوتی ہے۔“ ایک دلیل یہ ہے: بخلیت کا حلال ہونا اس کے حق میں ایک نعمت ہے اور غلام ہونا نعمتوں کے نصف کرنے میں اثر انداز ہوتا ہے تاہم کیونکہ عقدہ کو حصوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا لہذا دو مکمل عقدے (اس کے حق میں لازم ہوں گے)۔ وہ روایت (جو امام شافعی کی طرف سے) نقل کی گئی ہے اس کی تاویل یہ ہوگی: طلاق دینے کا اختیار مردوں کو ہوتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

باندی کے لئے دو طلاق ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی کی طلاق دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہے۔ محمد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ ہم کو اس حدیث کی خبر ابو عاصم نے دی اور انہوں نے مظاہر سے روایت کی اس باب میں عبد اللہ بن عمر سے بھی روایت ہے حدیث عائشہ غریب ہے ہم اسے صرف مظاہر بن اسلم کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں اور ان کی اس کے علاوہ کوئی حدیث نہیں۔ علماء صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کا اسی حدیث پر عمل ہے سفیان، ثوری،

شافعی، احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث 1192)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باندی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کے قرد و حیض ہیں ابو عاصم کہتے ہیں کہ مظاہر نے حدیث قاسم حضرت عائشہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا مگر اس میں (بجائے قروہا حیضتان کے) وَعَلَتْهَا حَيْضَتَانِ ہے ابوداؤد نے کہا یہ حدیث مجہول ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم، رقم الحدیث 426)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے خاوند والی عورت تجھ پر حرام ہے لیکن جسے تو اپنے مال سے خریدے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ لونڈی کو بیچنا اسکی طلاق ہے۔ (تفسیر درمنثور)

امام ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب لونڈی کو بیچ دیا جائے جبکہ اس کا خاوند بھی ہو تو اس کا آقا اس کے بضعہ (وطی کا محل) کا زیادہ حقدار ہے۔ (تفسیر طبری، روایت 7139)

امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے لونڈی کی طلاق کی چھ صورتیں ہیں (مالک کا) اس کو بیچنا اسکی طلاق ہے، اس کو آزاد کرنا اسکی طلاق ہے، (مالک کا) اس کو (اپنے باپ یا بھائی کو) ہبہ کرنا (تحفتاً دے دینا) اسکی طلاق ہے، اس کی برات اس کی طلاق ہے، اس کے خاوند کی طلاق اس کو طلاق ہے۔ (تفسیر طبری، روایت 7135)

باندی کی دو طلاقوں میں شوافع و احناف کا اختلاف کا بیان

امام شافعی اس بات کے قائل ہیں۔ طلاق میں مرد کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا، یعنی اگر مرد آزاد ہوگا تو اسے تین طلاقیں دینے کا اختیار ہوگا اور اگر وہ غلام ہوگا تو اسے دو طلاقیں دینے کا اختیار ہوگا۔

امام شافعی نے اپنے موقف کی تائید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پیش کیا ہے۔ ”طلاق کا تعلق مردوں سے ہے اور عدت کا تعلق خواتین سے ہے۔“ امام شافعی نے عقلی دلیل یہ پیش کی ہے۔ مالک ہونا ایک خوبی ہے جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے اور آزاد شخص میں یہ مفہوم مکمل طور پر پایا جاتا ہے اسی لئے (طلاق کا) مالک ہونا بھی اسی میں کامل طور پر پایا جائے گا اور وہ تین طلاقیں دینے کا حق ہے اس کے برعکس غلام میں ملکیت کا عنصر کم ہوتا ہے اس لئے وہ کم طلاقوں کا مالک ہوگا۔

احناف یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کنیز کو دو طلاقیں ہوں گی اور اس کی عدت دو حیض ہے۔“ اس کی عقلی دلیل یہ ہے: محل کا حلال ہونا عورت کے حق میں نعمت ہے اور غلام ہونا نعمت کو نصف کر دیتا ہے۔ البتہ کیونکہ طلاق کو اجزاء میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا اس لئے پوری دو طلاقیں ہوں گی۔ امام شافعی نے جو اپنے موقف کی تائید میں حدیث پیش کی تھی اس کا جواب یہ ہے: طلاق دینے کا حق مردوں کو حاصل ہے۔ اگر امام شافعی کے موقف کو درست تسلیم کر لیا جائے کہ طلاق کی تعداد میں مرد کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا تو پھر ان کے پاس اس حدیث کا کوئی جواب نہیں ہوگا جو احناف نے اپنے موقف کی تائید میں پیش کی ہے۔ ”کنیز کو دو طلاقیں ہوں گی اور اس کی عدت دو حیض ہے۔“

بَابُ: طَلَاقِ الْعَبْدِ

یہ باب غلام کے طلاق کے بیان میں ہے

2081- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْبَعَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَيُّوبَ الْغَالِقِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ سَيِّدِي زَوْجِي أَمَتُهُ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا قَالَ لَصِيعِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَمْنُ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَا بَالُ أَحَدِكُمْ يُزَوِّجُ عَبْدَهُ أَمَتَهُ ثُمَّ يُرِيدُ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا إِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ

» حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے آقا نے میری شادی اپنی کنیز کے ساتھ کر دی ہے وہ یہ چاہتا ہے میرے اور اس عورت کے درمیان علیحدگی کروادے۔

راوی کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ منبر پر چڑھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! کیا وجہ ہے کوئی شخص اپنے غلام کی شادی اپنی کنیز کے ساتھ کر دیتا ہے پھر وہ یہ چاہتا ہے دونوں کے درمیان علیحدگی کروادے طلاق کا حق اسے حاصل ہوگا جو پنڈلی کو پکڑتا ہے۔“

شرح

اور جب کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے ساتھ کسی عورت کے ساتھ شادی کر لے اور پھر اس عورت کو طلاق دیدے تو اس عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن اگر اس کا آقا اس غلام کی بیوی کو طلاق دیدے تو یہ واقع نہیں ہوگی، کیونکہ نکاح کی ملکیت غلام کا حق ہے لہذا یہ ساقط بھی غلام کی طرف سے ہوگا آقا کی طرف سے نہیں ہوگا۔

بَابُ: مَنْ طَلَّقَ أَمَةً تَطْلِيقَتَيْنِ ثُمَّ اشْتَرَاهَا

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی کنیز کو دو طلاقیں دینے کے بعد پھر اسے خرید لے

2082- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنُ زَنْجَوِيهِ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُعْتَبٍ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ مَوْلَى يَنِي نَوْفَلٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَتَيْنِ ثُمَّ أُعْتِقَهَا يَتَزَوَّجُهَا قَالَ نَعَمْ فَقِيلَ لَهُ عَمَّنْ قَالَ قَضَى بِذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ لَقَدْ تَحَمَّلَ أَبُو الْحَسَنِ هَذَا صَخْرَةً عَظِيمَةً عَلَى عُنُقِهِ

» ابوالحسن بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے غلام کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اپنی بیوی کو

2081: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2082: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2187، و"ترمذی" رقم الحديث: 2188، أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 3427، و"ترمذی" رقم الحديث: 3428،

دو طلاقیں دے دیتا ہے پھر وہ دونوں آزاد ہو جاتے ہیں تو کیا وہ غلام اس عورت کے ساتھ شادی کر سکتا ہے انہوں نے جواب دیا: جی ہاں ان سے دریافت کیا گیا: آپ کس حوالے سے یہ بات کہتے ہیں: انہوں نے بتایا: نبی کریم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا ہے۔
امام عبدالرزاق کہتے ہیں: عبداللہ بن مبارک نے یہ بات بیان کی ہے ابوالحسن نے یہ روایت بیان کر کے ایک بڑا پتھر اپنی گردن پر رکھ لیا ہے۔

بَابُ: عِدَّةُ اُمِّ الْوَلَدِ

یہ باب ام ولد کی عدت کے بیان میں ہے

2083 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ رَجَاءِ بْنِ خَبَوَةَ عَنْ قَبِيصَةَ ابْنِ ذُوَيْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لَا تُفَسِّدُوا عَلَيْنَا سُنَّةَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّةُ اُمِّ الْوَلَدِ اَرْبَعَةُ اشْهُرٍ وَعَشْرًا

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم ہمارے نبی ﷺ کی سنت کو ہمارے لیے خراب نہ کرو ام ولد کی عدت چار ماہ دس دن ہوتی ہے۔

باندی کی عدت میں مذاہب فقہاء کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ اسی طرح لونڈی کی عدت بھی اتنی نہیں، اس کی عدت اس سے آدمی ہے یعنی دو مہینے اور پانچ راتیں، جمہور کا مذہب یہی ہے جس طرح لونڈی کی حد بہ نسبت آزاد عورت کے آدمی ہے اسی طرح عدت بھی۔ محمد بن سیرین اور بعض علماء ظاہر یہ لونڈی کی اور آزاد عورت کی عدت میں برابری کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل ایک تو اس آیت کا عموم ہے، دوسرے یہ کہ عدت ایک جلی امر ہے جس میں تمام عورتیں یکساں ہیں۔ حضرت سعید ابن مسیب ابو العالیہ وغیرہ فرماتے ہیں اس عدت میں حکمت یہ ہے کہ اگر عورت کو حمل ہوگا تو اس مدت میں بالکل ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت ابن مسعود کی بخاری و مسلم والی مرفوع حدیث میں ہے کہ انسان کی پیدائش کا یہ حال ہے کہ چالیس دن تک تو رحم مادر میں نطفہ کی شکل میں ہوتا ہے، پھر خون بستہ کی شکل چالیس دن تک رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے اور وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ تو یہ ایک سو بیس دن ہوئے جس کے چار مہینے ہوئے، دس دن احتیاطاً اور رکھ دے کیونکہ بعض مہینے انیس دن کے بھی ہوتے ہیں اور جب روح پھونک دی گئی تو اب بچہ کی حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور حمل بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس لئے اتنی عدت مقرر کی گئی۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں دس دن اس لئے ہیں کہ روح انہی دس دنوں میں پھونکی جاتی ہے۔ ربیع بن انس بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت امام احمد سے ایک روایت میں یہ بھی مروی ہے تاکہ جس لونڈی سے بچہ ہو جائے اس کی عدت بھی آزاد عورت کے برابر

ہے اس لئے کہ وہ فراش بن گئی اور اس لئے بھی کہ مسند احمد میں حدیث ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے فرمایا لوگو سنو نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر خلط ملط نہ کرو۔ اولاد والی لونڈی کی عدت جبکہ اس کا سردار فوت ہو جائے چار مہینے اور دس دن ہیں۔ یہ حدیث ایک اور طریق سے بھی ابوداؤد میں مروی ہے۔ امام احمد اس حدیث کو منکر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے ایک راوی قبیصہ نے اپنے استاد عمر سے یہ روایت نہیں سنی۔

حضرت سعید بن مسیب، مجاہد، سعید بن جبیر، حسن بن سیرین، ابن عیاض زہری اور عمرو بن عبدالعزیز کا یہی قول ہے۔ یزید بن عبدالملک بن مردان جو امیر المومنین تھے، یہی حکم دیتے تھے۔ اوزاعی، اسحاق بن راہویہ اور احمد بن حنبل بھی ایک روایت میں یہی فرماتے ہیں لیکن طاؤس اور قتادہ اس کی عدت بھی آدمی بتلاتے ہیں یعنی دو ماہ پانچ راتیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھ حسن بن صالح بن حی فرماتے ہیں دو حیض عدت گزارے، حضرت علی ابن مسعود، عطاء اور ابراہیم نخعی کا قول بھی یہی ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی مشہور روایت یہ ہے کہ اس کی عدت ایک حیض ہی ہے۔ ابن عمر، شعبی، یحییٰ، لیث، ابو عبیدہ، ابو ثور اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ حضرت لیث فرماتے ہیں کہ اگر حیض کی حالت میں اس کا سید فوت ہوا ہے تو اسی حیض کا ختم ہو جانا اس کی عدت کا ختم ہو جانا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں اگر حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے عدت گزارے۔ امام شافعی اور جمہور فرماتے ہیں ایک مہینہ اور تین دن مجھے زیادہ پسند ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۲۳۰)

بَابُ: كَرَاهِيَةِ الزَّيْنَةِ لِلْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا

یہ باب ہے کہ بیوہ عورت کے لیے زیب و زینت اختیار کرنا حرام ہے

2084- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّ أَبَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْنَبَ ابْنَةَ أُمِّ سَلَمَةَ تُحَدِّثُ أَنَّهَا سَمِعَتْ أُمَّ سَلَمَةَ وَأُمَّ حَبِيبَةَ تَذْكُرَانِ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ ابْنَةَ لَهَا تُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا فَاشْتَكْتُ عَلَيْهَا فَهِيَ تُرِيدُ أَنْ تَكْحَلَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَرْمِي بِالْبُعْرَةِ عِنْدَ رَأْسِ الْحَوْلِ وَإِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

سیدہ زینب بنت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہما کو اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی میری بیٹی کا شوہر انتقال کر گیا ہے میری بیٹی کی آنکھوں میں تکلیف ہے وہ عورت یہ چاہتی تھی کہ اس لڑکی کو سرمہ لگائے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا پہلے کوئی عورت ایک سال گزرنے کے بعد میٹگی پھینکتی تھی (یعنی اس کی عدت ایک سال گزر جانے کے بعد پوری ہوتی تھی) یہ تو چار ماہ دس دن ہیں۔

2084: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5336 'ورقم الحديث: 5706' أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3709 'ورقم الحديث: 3711' 'ورقم الحديث: 3713' أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 2299 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1197' 'أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3501' 'ورقم الحديث: 3540' 'ورقم الحديث: 3541' 'ورقم الحديث: 3542' 'ورقم الحديث: 3543'

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طلاق رجعی کی عدت میں عورت بناؤ سنگار کرے جبکہ شوہر موجود ہو اور عورت کو رجعت کی امید ہو اور اگر شوہر موجود نہ ہو یا عورت کو معلوم ہو کہ رجعت نہ کریگا تو قزیٰ نہ کرے۔ اور طلاق بائن اور وفات کی عدت میں زینت حرام ہے اور مطلقہ رجعیہ کو سفر میں نہ لیجائے بلکہ سفر سے کم مسافت تک بھی نہ لیجائے جب تک رجعت پر گواہ نہ قائم کر لے یہ اس وقت ہے کہ شوہر نے صراحۃً رجعت کی نفی کی ہو ورنہ سفر میں لے جانا ہی رجعت ہے۔ (در مختار، کتاب طلاق)

ایام عدت میں زیب و زینت پر فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری لڑکی کا خاوند مر گیا ہے جس کی دلیل سے وہ عدت میں ہے اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں تو کیا میں اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا دوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس عورت نے یہ دوبار یا تین بار پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار یہی جواب دیتے تھے کہ نہیں پھر فرمایا کہ عدت چار مہینہ اور دس دن ہے جب کہ ایام جاہلیت میں تم میں کی ایک عورت یعنی بیوہ سال بھر کے بعد میٹنیاں پھینکتی تھی (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحدیث 524)

یہ حدیث بظاہر امام احمد کی دلیل ہے کہ کیونکہ ان کے نزدیک اس عورت کو سرمہ لگانا جائز نہیں ہے جس کا خاوند مر گیا ہو اور وہ عدت میں بیٹھی ہو خواہ آنکھیں دکھنے کی دلیل سے اس کو سرمہ لگانے کی ضرورت ہو اور خواہ وہ محض زینت یا عادت کی بناء پر لگانا چاہے جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک مجبوری کی حالت میں مثلاً آنکھ دکھنے کی صورت میں سرمہ لگانا جائز ہے اور حضرت امام شافعی بھی آنکھیں دکھنے کی صورت میں سرمہ لگانے کی اجازت دیتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ رات میں لگائے اور دن میں پونچھ لے۔

اس حدیث کے بارے میں حنفی علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے زینت کے لئے سرمہ لگانا چاہا ہوگا مگر بہانہ کیا ہوگا آنکھ دکھنے کا اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوگا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمہ لگانے کی اجازت دینے سے انکار فرما دیا ہے۔

حدیث کے آخری جملہ کی وضاحت یہ ہے کہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ جس عورت کا خاوند مر جاتا وہ ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں بیٹھی رہتی اور بہت خراب کپڑے جو اکثر و بیشتر ٹاٹ اور نمندے کی صورت میں ہوتا تھا پہنے رہا کرتی تھی زینت کی کوئی چیز استعمال نہیں کرتی تھی خوشبو بھی نہیں لگاتی تھی غرض کہ پورے ایک سال تک اسی حالت میں رہتی پھر جس دن سال ختم ہوتا اس دن اس کے پاس گدھایا بکری اور یا کوئی بھی جانور پرندہ لایا جاتا جس سے وہ اپنی شرمگاہ رگڑتی اور اس کے بعد اس کو ٹھڑی سے باہر نکلتی پھر اس کے ہاتھ میں چند میٹنیاں دی جاتیں جن کو وہ پھینکتی اور اس کے ساتھ ہی عدت سے نکل آتی۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رسم کی طرف اشارہ فرمایا کہ پچھلے زمانہ میں عدت کی مدت بھی بہت زیادہ تھی اور اس میں خرابیاں اور پریشانیاں بھی بہت تھیں جب کہ اسلام میں عدت کی مدت بھی بہت کم ہے یعنی چار مہینہ دس دن زیادہ تھی اور اس میں خرابی اور

پریشانی بھی نہیں ہے تو پھر اتنا اضطراب کیوں ہے؟

حضرت ام سلمہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زلیل مطہرہ ہیں روایت کرتی ہیں کہ جب میرے پہلے شوہر ابو سلمہ کا انتقال ہوا اور میں عدت میں بیٹھی ہوئی تھی تو ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اس وقت میں نے اپنے منہ پر ایلو الگار کھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ ام سلمہ یہ کیا ہے یعنی تم نے عدت کے دنوں میں منہ پر یہ کیا لگا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ تو ایلو ہے جس میں کسی قسم کی کوئی خوشبو نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر ایلو اچھے کو جو ان بنا دیتا ہے یعنی ایلو الگانے سے چہرہ چمکدار ہو جاتا ہے اور اس کا رنگ نکھر جاتا ہے لہذا تم اس کو نہ لگاؤ ہاں اگر کسی دلیل سے لگانا ضروری ہی ہو تو رات میں لگا لو اور دن میں صاف کر ڈالو کیونکہ رات میں استعمال کرنے سے بناؤ سنگار کا گمان ہوتا ہے (اسی طرح خوشبودار کنگھی بھی نہ کرو اور نہ مہندی کے ساتھ کنگھی کرو کیونکہ مہندی سرخ رنگ لئے ہوتی ہے اور اس میں خوشبو ہوتی ہے جب کہ یہ سوگ کی حالت میں ممنوع ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر میں کس چیز کے ساتھ کنگھی کروں یعنی اپنے بالوں کو کس چیز سے صاف کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیری کے پتوں کے ساتھ کنگھی کرو اور ان پتوں سے اپنے سر کو غلاف کی طرح ڈھانپ لو یعنی بیری کے پتے اپنے سر پر اتنی مقدار میں ڈالو کہ وہ تمہارے سر کو غلاف کی طرح ڈھانپ لیں۔

(ابوداؤد نسائی، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 527)

خوشبودار تیل کے بارے میں تو علماء کا اتفاق و اجماع ہے کہ عدت والی عورت اس کا استعمال نہ کرے البتہ بغیر خوشبو کے تیل مثلاً روغن زیتون و تل کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام شافعی تو بغیر خوشبو کا تیل لگانے بھی منع کرتے ہیں البتہ ضرورت و مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دیتے ہیں اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حضرت امام احمد اور علماء ظواہر نے عدت والی عورت کے لئے ایسے تیل کے استعمال کو جائز رکھا ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔

اور حضرت ام سلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کا خاوند مر جائے وہ نہ کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ گیرہ میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ زیور پہنے نہ ہاتھ پاؤں اور بالوں پر مہندی لگائے اور نہ سرمہ لگائے۔

(ابوداؤد نسائی)

اگر سیاہ اور خاکستری رنگ کے کپڑے پہنے تو کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح کسم میں زیادہ دنوں کا رنگا ہوا کپڑا کہ جس سے خوشبو نہ آتی ہو پہننا بھی درست ہے ہدایہ میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا عورت کو کسی عذر مثلاً کھجلی یا جو کھیں یا کسی بیماری کی دلیل سے ریشمی کپڑا پہننا بھی جائز ہے۔

حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں نے اپنی والدہ حضرت ام سلمہ سے سنا وہ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری لڑکی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں کیا ہم اسے سرمہ لگا سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا نہیں۔ پھر فرمایا یہ چار ماہ دس دن ہیں اور زمانہ جاہلیت میں تم ایک سال گزارنے پر اونٹ کی میکیاں پھینکتی تھیں اس باب میں فریجہ بنت مالک بن سنان (جو ابوسعید خدری کی بہن ہیں) اور

حصہ بنت عمر سے بھی روایت ہے حدیث زینب حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ جس کا شوہر فوت ہو جائے وہ خوشبو اور زیبائش سے پرہیز کرے۔ سفیان ثوری، مالک، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1209)

رجوع وامساک کے فقہی احکام

عدت والی عورتوں کی عدت جب پوری ہونے کے قریب پہنچ جائے تو ان کے خاوندوں کو چاہئے کہ دو باتوں میں سے ایک کر لیں یا تو انہیں بھلائی اور سلوک کے ساتھ اپنے ہی نکاح میں روک رکھیں یعنی طلاق جو دی تھی اس سے رجوع کر کے باقاعدہ اس کے ساتھ بود و باش رکھیں یا انہیں طلاق دے دیں، لیکن برا بھلا کہے بغیر گالی گلوچ دیئے بغیر سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ بغیر بھلائی اچھائی اور خوبصورتی کے ساتھ۔ (یہ یاد رہے کہ رجعت کا اختیار اس وقت ہے جب ایک طلاق ہوئی ہو یا دو ہوئی ہوں) پھر فرمایا ہے اگر رجعت کا ارادہ ہو اور رجعت کرو یعنی لوٹا لو تو اس پر دو عادل مسلمان گواہ رکھ لو، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے جماع کرتا ہے نہ طلاق پر گواہ رکھتا ہے نہ رجعت پر تو آپ نے فرمایا اس نے خلاف سنت طلاق دی اور خلاف سنت رجوع کیا طلاق پر بھی گواہ رکھنا چاہئے اور رجعت پر بھی، اب دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نکاح، رجعت بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہیں جیسے فرمان اللہ ہے ہاں مجبوری ہو تو اور بات ہے، پھر فرماتا ہے گواہ مقرر کرنے اور سچی شہادت دینے کا حکم انہیں ہو رہا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں اللہ کی شریعت کے پابند اور عذاب آخرت سے ڈرنے والے ہوں۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں رجعت پر گواہ رکھنا واجب ہے گو آپ سے ایک دوسرا قول بھی مروی ہے اسی طرح نکاح پر گواہ رکھنا بھی آپ واجب بتاتے ہیں ایک اور جماعت کا بھی یہی قول ہے، اس مسئلہ کو ماننے والی علماء کرام کی جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ رجعت زبانی کہے بغیر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ گواہ رکھنا ضروری ہے اور جب تک زبان سے نہ کہے گواہ کیسے مقرر کئے جائیں گے پھر فرماتا ہے کہ جو شخص احکام اللہ بجالائے اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مخلصی پیدا کر دیتا ہے ایک اور جگہ ہے اس طرح رزق پہنچاتا ہے کہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا اے ابوذر اگر تمام لوگ صرف اسے ہی لے لیں تو کافی ہے، پھر آپ نے بار بار اس کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ مجھے ادنگھ آنے لگی پھر آپ نے فرمایا ابوذر تم کیا کرو گے جب تمہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا؟ جواب دیا کہ میں اور کشاہی اور رحمت کی طرف چلا جاؤں گا یعنی مکہ شریف کو، وہیں کا کبوتر بن کر رہ جاؤں گا، آپ نے فرمایا پھر کیا کرو گے جب تمہیں وہاں سے بھی نکالا جائے؟ میں نے کہا شام کی پاک زمین میں چلا جاؤں گا فرمایا جب شام سے نکالا جائے گا تو کیا کرے گا؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پھر تو اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ کر مقابلہ پر اتر آؤں گا،

آپ نے فرمایا کیا میں تجھے اس سے بہتر ترکیب بتاؤں؟ میں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ارشاد ہو فرمایا سنتارہ اور مانتارہ اگر چہ حبشی غلام ہو، ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بہت ہی جامع آیت (ترجمہ) ہے اور سب سے زیادہ کشادگی کا وعدہ اس آیت (ترجمہ) الخ، میں ہے،

مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص بکثرت استغفار کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے فراخی دے گا اور ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں کا اسے خیال و گمان تک نہ ہو، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ہر کرب و تنگی سے نجات دے گا، ربیع فرماتے ہیں لوگوں پر کام بھاری ہو اس پر آسان ہو جائے گا، حضرت عکرمہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اللہ کے حکم کے مطابق طلاق دے گا اللہ اسے نکاحی اور نجات دے گا، ابن مسعود وغیرہ سے مروی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ اگر چاہے دے اگر نہ چاہے نہ دے،

حضرت قتادہ فرماتے ہیں تمام امور کے شبہ سے اور موت کی تکلیف سے بچالے گا اور روزی ایسی جگہ سے دے گا جہاں کا گمان بھی نہ ہو، حضرت سدی فرماتے ہیں یہاں اللہ سے ڈرنے کی یہ معنی ہیں کہ سنت کے مطابق طلاق دے اور سنت کے مطابق رجوع کرے، آپ فرماتے ہیں حضرت عوف بن مالک ابھی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو کفار گرفتار کر کے لے گئے اور انہیں جیل خانہ میں ڈال دیا ان کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکثر آتے اور اپنے بیٹے کی حالت اور حاجت مصیبت اور تکلیف بیان کرتے رہتے آپ انہیں صبر کرنے کی تلقین کرتے اور فرماتے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے چھٹکارے کی سبیل بنا دے گا، تھوڑے دن گزرے ہوں گے کہ ان کے بیٹے دشمنوں میں سے نکل بھاگے راستہ میں دشمنوں کی بکریوں کا ریوڑ مل گیا جسے اپنے ساتھ ہٹکا لائے اور بکریاں لئے ہوئے اپنے والد کی خدمت میں جا پہنچے پس یہ آیت اتری کہ متقی بندوں کو اللہ نجات دے دیتا ہے اور اس کا گمان بھی نہ ہو وہاں سے اسے روزی پہنچاتا ہے، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گناہ کی دلیل سے انسان اپنی روزی سے محروم ہو جاتا ہے تقدیر کو لوٹانے والی چیز صرف دعا ہے عمر میں زیادتی کرنے والی چیز صرف نیکی اور خوش سلوکی ہے۔

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے کہلوادو کہ بکثرت (ترجمہ) پڑھتا رہے، ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی قید کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے اور ان لوگوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو لئے راستے میں ان کے اونٹوں کے ریوڑ ملے انہیں بھی اپنے ساتھ ہٹکا لائے وہ لوگ پیچھے دوڑے لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے سیدھے اپنے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی باپ نے آواز سن کر فرمایا اللہ کی قسم یہ تو عوف ہے ماں نے کہا ہائے وہ کہاں وہ تو قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہو گا اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے دروازہ کھولا تو ان کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں انہوں نے واقعہ بیان فرمایا کہا اچھا ٹھہرو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر آؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب تمہارا مال ہے جو چاہو کرو اور یہ آیت اتری کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی مشکل اللہ آسان کرتا ہے اور بے گمان روزی پہنچاتا ہے، ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے جو شخص ہر طرف سے کھچ کر اللہ کا ہو جائے

اللہ اس کی ہر مشکل میں اسے کفایت کرتا ہے اور بغیر گمان روزیاں دیتا ہے اور جو اللہ سے ہٹ کر دنیا ہی کا ہو جائے اللہ بھی اسے اسی کے حوالے کر دیتا ہے،

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے فرمایا بچے میں تمہیں چند باتیں سکھاتا ہوں سنو تم اللہ کو یاد رکھو وہ تمہیں یاد رکھے گا اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تو اللہ کو اپنے پاس بلکہ اپنے سامنے پاؤں گے جب کچھ مانگتا ہو اللہ ہی سے مانگو جب مدد طلب کرنی ہو اسی سے مدد چاہو تمام امت مل کر تمہیں نفع پہنچانا چاہے اور اللہ کو منظور نہ ہو تو ذرا سا بھی نفع نہیں پہنچا سکتی اور اسی طرح سارے کے سارے جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو بھی نہیں پہنچا سکتے اگر تقدیر میں نہ لکھا ہو قلمیں اٹھ چکیں اور صحیفے خشک ہو گئے، ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے،

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں مسند احمد کی اور حدیث میں ہے جسے کوئی حاجت ہو اور وہ لوگوں کی طرف لے جائے تو بہت ممکن ہے کہ وہ سختی میں پڑ جائے اور کام مشکل ہو جائے اور جو اپنی حاجت اللہ کی طرف لے جائے اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مراد پوری کرتا ہے یا تو جلدی اسی دنیا میں ہی یا دیر کے ساتھ موت کے بعد۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قضا اور احکام جس طرح اور جیسے چاہے اپنی مخلوق میں پورے کرنے والا اور اچھی طرح جاری کرنے والا ہے۔ ہر چیز کا اس نے اندازہ مقرر کیا ہوا ہے جیسے اور جگہ ہے (ترجمہ) ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔ (تیسرا ابن کثیر)

بَابُ: هَلْ تُحَدُّ الْمَرْأَةُ عَلَى غَيْرِ زَوْجِهَا

یہ باب ہے کہ کیا عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے لیے بھی سوگ کرے گی؟

سوگ کے معنی و مفہوم کا بیان

سوگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بناؤ سنگھار ترک کر دے اور خوشبو و سرمہ وغیرہ لگانے سے پرہیز کرے چنانچہ یہ سوگ کرنا کسی دوسری میت پر تو تین دن سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ لیکن اپنے شوہر کی وفات پر چار مہینے دس دن تک یعنی ایام عدت میں سوگ کرنا واجب ہے۔

اب رہی یہ بات کہ چار مہینے دس دن یعنی عدت کی مدت کی ابتداء کب سے ہوگی تو جمہور علماء کے نزدیک اس مدت کی ابتداء خاوند کی موت کے بعد سے ہوگی لیکن حضرت علی اس کے قائل تھے کہ عدت کی ابتداء اس وقت سے ہوگی جس وقت کہ عورت کو خاوند کے انتقال کی خبر ہوئی ہے لہذا اگر کسی عورت کا خاوند کہیں باہر سفر وغیرہ میں مر گیا اور اس عورت کو اس کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ چار مہینے دس دن گزر گئے تو جمہور علماء کے نزدیک عدت پوری ہوگئی جب کہ حضرت علی کے قول کے مطابق اس کی عدت پوری نہیں ہوگی بلکہ اس کو خبر ہونے کے وقت سے چار مہینے دس دن تک عدت میں بیٹھنا ہوگا۔

حضرت ام عطیہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے ہاں

اپنے شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرے اور ان ایام یعنی زمانہ عدت میں عصب کے علاوہ نہ تو کوئی رنگین کپڑا پہنے نہ سرمہ لگائے اور نہ خوشبو لگائے البتہ حیض سے پاک ہوتے وقت تھوڑا سا قسط یا اظفار استعمال کرے تو قباحات نہیں۔ (بخاری، مسلم)

(وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِيمَ اللَّهِ أَنَّكُمْ سَتَذَكَّرُونَ لَهُنَّ وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ. (البقرہ، ۲۳۵))

اور تم پر گناہ نہیں اس میں کہ اشارۃً عورتوں کے نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو، اللہ (عزوجل) کو معلوم ہے کہ تم اُن کی یاد کرو گے ہاں اُن سے خفیہ وعدہ مت کرو مگر یہ کہ اتنی ہی بات کرو جو شرع کے موافق ہے۔ اور عقد نکاح کا پکا ارادہ نہ کرو جب تک کتاب کا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ جائے اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) اُس کو جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے تو اُس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) بخشنے والا، حلیم والا ہے۔

سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ عدت کے دوران ایسی عورتوں سے اشارہ و کنایہ میں نکاح کا پیغام دینے میں کوئی حرج نہیں، مثلاً یہ کہے کہ مجھے اپنے گھر سنبھالنے کے لئے ایک شریف عورت کی ضرورت ہے، یا یہ کہ آپ جیسی کوئی اچھی خاتون مجھے مل جاتی تو میرے گھر کا نظام بہت اچھی طرح چلتا، یا یہ کہ مجھے کسی وفا شعار شریک حیات کی ضرورت ہے، وغیرہ وغیرہ، سواصل تو یہی ہے کہ دوران عدت اس طرح کے کسی اشارہ و کنایہ کی بھی اجازت نہ ہوتی، لیکن انسانی فطرت، اور اس کے طبعی میلان کی رعایت میں اس کی اجازت دے دی گئی اسی لئے ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم لوگ ان عورتوں کو یاد کرو گے اس لئے تمہارے اس فطری میلان و رجحان کی بناء پر تم کو اس کی اجازت دے دی گئی، لیکن بات صرف اشارہ و کنایہ ہی کی حد تک رہے۔ اس سے آگے بڑھ کر کہیں ان سے کوئی خفیہ عہد و پیمان نہ کر لینا کہ اس سے آگے کئی طرح فتنے جنم لے سکتے ہیں اور مختلف قسم کی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں، والعیاذ باللہ العظیم، خطبہ کا لفظ جب حرف خاء کے پیش کے ساتھ ہو تو اس کے معنی خطاب کے آتے ہیں جیسا کہ جمعے کا خطبہ وغیرہ اور جب یہ اس کے زیر کے ساتھ ہو جیسا کہ یہاں ہے تو اس کے معنی مکنی کے آتے ہیں۔

اس لئے اس کے یہاں صرف ظاہر داری سے کام نہیں چل سکتا۔ بلکہ وہاں پر دلوں کے ارادوں اور نیتوں کو درست رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ اپنے دلوں کے ارادوں کو بھی درست رکھنا۔

2085 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ أَنْ تُحْدِثَ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں کسی بھی عورت کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ شوہر کا حکم مختلف ہے۔

2086- حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَجْوَصِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تُوْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ

» نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی بھی عورت کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے وہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ شوہر کا حکم مختلف ہے۔

2087- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا امْرَأَةٌ تُحِدُّ عَلَى زَوْجِهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا تَلْبَسُ قُبُورًا مَضْبُوعًا إِلَّا ثَوْبَ عَصَبٍ وَلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَطِيبُ إِلَّا عِنْدَ أَذْنَى طَهْرِهَا بِبُذَّةٍ مِنْ قُسْطٍ أَوْ أَظْفَارٍ

» سیدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عورت کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے البتہ شوہر کے مرنے پر چارہ ماہ دس دن سوگ ہوگا اور (سوگ کے دوران) خواتین رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنیں البتہ یمن کے مخصوص رنگے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہیں۔ سرمہ استعمال نہ کریں اور خوشبو نہ لگائیں۔ البتہ طہر کے وقت جب عورت غسل کر لے تو اس وقت وہ "قبسط اظفار" تھوڑا سا استعمال کر سکتی ہے۔

عدت والی عورت کے لئے تیل استعمال کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت ام سلمہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں روایت کرتی ہیں کہ جب میرے پہلے شوہر ابو سلمہ کا انتقال ہوا اور میں عدت میں بیٹھی ہوئی تھی تو ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اس وقت میں نے اپنے منہ پر ایلو الگار کھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ ام سلمہ یہ کیا ہے یعنی تم نے عدت کے دنوں میں منہ پر یہ کیا لگا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ تو ایلو ہے جس میں کسی قسم کی کوئی خوشبو نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر ایلو اچھے کو جو ان بنا دیتا ہے یعنی ایلو الگانے سے چہرہ چمکدار ہو جاتا ہے اور اسکا رنگ نکھر جاتا ہے لہذا تم اس کو نہ لگاؤ ہاں اگر کسی وجہ سے لگانا ضروری ہی ہو تو رات میں لگا لو اور دن میں صاف کر ڈالو کیونکہ رات میں استعمال کرنے سے بناؤ سنگار کا گمان ہوتا ہے (اسی طرح خوشبودار کنگھی بھی نہ کرو اور نہ مہندی کے ساتھ کنگھی کرو کیونکہ مہندی سرخ رنگ لئے ہوتی ہے اور اس میں خوشبو ہوتی ہے جب کہ یہ سوگ کی حالت میں ممنوع ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر میں کس چیز کے ساتھ کنگھی کروں یعنی اپنے بالوں کو کس چیز سے صاف

2086: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3715 'ورقم الحديث: 3717' أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 3503

2087: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 313 'ورقم الحديث: 5342' أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3720 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم

الحديث: 2302 'ورقم الحديث: 2303' أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 3536

کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیری کے چوں کے ساتھ کنگھی کرو اور ان چوں سے اپنے سر کو غلاف کی طرح ڈھانپ لو یعنی پیری کے پتے اپنے سر پر اتنی مقدار میں ڈالو کہ وہ تمہارے سر کو غلاف کی طرح ڈھانپ لیں۔

(ابوداؤد نسائی، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث 527)

حضرت ام عطیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں کوئی بھی عورت شوہر کے علاوہ کسی اور کے مرنے پر تین سے زیادہ سوگ نہیں کر سکتی۔ شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن کرے گی اس دوران وہ عصب کے علاوہ کوئی رنگین کپڑا استعمال نہیں کرے گی نہ خوشبو لگائے گی اور نہ سرمہ لگائے گی البتہ جب حیض سے پاک ہوگی اور غسل کرے گی اس وقت تھوڑی سی خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔

(سنن دارمی: جلد دوم، رقم الحدیث 142)

خوشبودار تیل کے بارے میں تو علماء کا اتفاق و اجماع ہے کہ عدت والی عورت اس کا استعمال نہ کرے البتہ بغیر خوشبو کے تیل مثلاً روغن زیتون و تل کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی تو بغیر خوشبو کا تیل لگانے بھی منع کرتے ہیں البتہ ضرورت و مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دیتے ہیں اور حضرت امام مالک حضرت امام احمد اور علماء ظواہر نے عدت والی عورت کے لئے ایسے تیل کے استعمال کو جائز رکھا ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔

حضرت ام سلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کا خاوند مر جائے وہ نہ کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ گیرہ میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ زیور پہنے نہ ہاتھ پاؤں اور بالوں پر مہندی لگائے اور نہ سرمہ لگائے۔

(ابوداؤد نسائی)

اگر سیاہ اور خاکستری رنگ کے کپڑے پہنے تو کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح کسم میں زیادہ دنوں کا رنگا ہوا کپڑا کہ جس سے خوشبو نہ آتی ہو پہننا بھی درست ہے ہدایہ میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا عورت کو کسی عذر مثلاً کھجلی یا جوئیں یا کسی بیماری کی وجہ سے ریشمی کپڑا پہننا بھی جائز ہے۔

سوگ کے مسائل میں فقہی مذاہب

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس عورت کا خاوند مر گیا ہو اس پر عدت کے زمانہ میں سوگ کرنا واجب ہے چنانچہ اس پر تمام علماء کا اجماع و اتفاق ہے البتہ سوگ کی تفصیل میں اختلافی اقوال ہیں۔

حضرت امام شافعی اور جمہور علماء تو یہ کہتے ہیں کہ خاوند کی وفات کے بعد ہر عدت والی عورت پر سوگ کرنا واجب ہے خواہ وہ مدخول بہا ہو یعنی جس کے ساتھ جماع ہو چکا ہو یا غیر مدخول بہا ہو (یعنی جس کے ساتھ جماع نہ ہوا ہو) خواہ چھوٹی ہو یا بڑی خواہ باکرہ ہو یا شبیبہ خواہ آزاد ہو یا لونڈی اور خواہ مسلمہ ہو یا کافرہ۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سات قسم کی عورتوں پر سوگ واجب نہیں ہے جس کی تفصیل درمختار کے مطابق یہ ہے کہ (۱) کافرہ (۲) مجنونہ (۳) صغیرہ (۴) معتدہ عتق یعنی وہ ام ولد جو اپنے مولیٰ کی طرف سے آزاد کئے جانے یا اپنے مولیٰ کے مرجانے کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو (۵) وہ عورت جو نکاح فاسد کی عدت میں بیٹھی ہو (۶) وہ عورت جو وطی بالشبہ کی عدت میں

بیٹھی ہو یعنی جس سے کسی غیر مرد نے غلط فہمی میں جماع کر لیا ہو اور اس کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو (۷) وہ عورت جو طلاق رجعی کی عدت میں بیٹھی ہو۔

جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ خاوند کے علاوہ کسی کے مرنے پر عورت کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے اور تین دن تک بھی صرف مباح ہے واجب نہیں ہے چنانچہ اگر تین دنوں میں بھی خاوند سوگ کرنے سے منع کرے تو اس کو اس کا حق ہے کیونکہ بیوی کے بناؤ سنگھار کا تعلق خاوند کے حق سے ہے اگر تین دنوں میں خاوند کی خواہش یہ ہو کہ وہ سوگ ترک کر کے بناؤ سنگھار کرے اور بیوی خاوند کا کہنا نہ مانے تو اس بات پر بیوی کو مارنا خاوند کے لئے جائز ہے کیونکہ سوگ کرنے میں خاوند کا حق فوت ہو جاتا ہے۔

سوگ کے فقہی احکام و مسائل

جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو اس کی عدت تو فقط اتنی ہی ہے کہ وہ مقررہ مدت تک گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اس کے لئے بناؤ سنگھار وغیرہ درست ہے اور جس عورت کو جو مکلفہ مسلمہ یعنی بالغ و عاقل اور مسلمان ہو تین طلاقیں مل گئیں یا ایک طلاق بائن یا اور کسی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا یا خاوند مر گیا تو ان سب صورتوں میں اس کے لئے یہ حکم ہے کہ جب تک عدت میں رہے تب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے نہ اپنا دوسرا نکاح کرے اور نہ بناؤ سنگھار کرے یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں۔ اس سنگھار نہ کرنے اور میلے کچیلے رہنے کو سوگ کہتے ہیں۔

جب تک عدت ختم نہ ہو تب تک خوشبو لگانا کپڑے بسانا زیور گہنا پہننا پھول پہننا سرمہ لگانا پان کھا کر منہ لال کرنا سی مسلنا سر میں تیل ڈالنا کنگھی کرنا مہندی لگانا اچھے کپڑے پہننا ریشمی اور رنگے ہوئے بہار دار کپڑے پہننا یہ سب باتیں ممنوع ہیں۔ ہاں مجبوری کی حالت میں اگر ان میں سے کوئی چیز اختیار کی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں مثلاً سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو بغیر خوشبو کا تیل ڈالنا درست ہے اسی طرح دوا کے لیے سرمہ لگانا بھی ضرورت کے وقت درست ہے۔

جس عورت کا نکاح صحیح نہیں ہوا تھا بلکہ بے قاعدہ ہو گیا تھا اور وہ فسخ کر دیا گیا یا خاوند مر گیا تو ایسی عورت پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح جو عورت حقیقی یعنی آزادی کی عدت میں ہو جیسے ام ولد کو اس کا مولیٰ آزاد کر دے اور وہ اس کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو تو اس پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔

جو عورت عدت میں بیٹھی ہو اس کے پاس نکاح کا پیغام بھیجنا جائز نہیں ہے ہاں نکاح کا کنایہ یعنی یہ کہنا کہ میں اس عورت سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتا ہوں یا اس سے نکاح کرنے کا میں ارادہ رکھتا ہوں جائز ہے مگر یہ بھی اس صورت میں جائز ہے کہ جب کہ وہ عورت وفات کی عدت میں بیٹھی ہو اگر طلاق کی عدت میں بیٹھی ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

جو عورت طلاق کی عدت میں بیٹھی ہو اس کو تو کسی بھی وقت گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے ہاں جو عورت وفات کی عدت میں بیٹھی ہو وہ دن میں نکل سکتی ہے اور کچھ رات تک نکل سکتی ہے مگر رات اپنے گھر سے علاوہ دوسری جگہ بسر نہ کرے لونڈی اپنے آقا کے کام سے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

معتدہ (عدت والی عورت) کو اپنی عدت کے دن اسی مکان میں گزارنے چاہئیں جس میں وہ تنجہ و طلاق یا خاوند کی موت کے وقت سکونت پذیر ہو ہاں اگر اس مکان سے زبردستی نکالا جائے اس مکان میں اپنے مال و اسباب کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا اس مکان کے گر پڑنے کا خطرہ ہو اور یا اس مکان کا کرایہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو ان صورتوں میں کسی دوسرے مکان میں عدت بیٹھنا جائز ہے۔

اسی طرح اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ میاں بیوی ایک ہی مکان میں رہیں اگرچہ وہ طلاق بائن کی عدت میں بیٹھی ہو بشرطیکہ دونوں کے درمیان پردہ حائل رہے ہاں اگر خاوند فاسق اور ناقابل اعتماد ہو یا مکان تنگ ہو تو عورت اس گھر سے منتقل ہو جائے اگرچہ خاوند کا منتقل ہونا اولیٰ ہے اور اگر میاں بیوی کے ایک ہی مکان میں رہنے کی صورت میں وہ دونوں اپنے ساتھ کسی ایسی معتد عورت کو رکھ لیں جو دونوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے پر قادر ہو تو بہت ہی اچھا ہے۔

اگر مرد عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے گیا اور پھر سفر کے دوران اس کو طلاق بائن یا تین طلاقیں دیدیں یا مرد مر گیا اور عورت کا شہر یعنی اس کا وطن اس جگہ سے کہ جہاں طلاق یا وفات واقع ہوئی ہے سفر شرعی یعنی تین دن کے سفر سے کم مسافت پر واقع ہو تو وہ اپنے شہر واپس آ جائے اور اگر اس مقام سے جہاں طلاق یا وفات ہوئی ہے اس کا شہر سفر شرعی (یعنی تین دن کی مسافت) کے بقدر یا اس سے زائد فاصلہ پر واقع ہے اور وہ منزل مقصود (جہاں کے لئے سفر اختیار کیا تھا) اس مسافت سے کم فاصلہ پر واقع ہے تو اپنے شہر واپس آنے کی بجائے منزل مقصود چلی جائے اور ان دونوں صورتوں میں خواہ اس کا ولی اس کے ساتھ ہو یا ساتھ نہ ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ عورت طلاق یا وفات کے وقت کسی شہر میں ہو تو وہاں سے عدت گزارے بغیر نہ نکلے تو کسی محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کا کوئی محرم اس کے ساتھ ہو تو پھر عدت سے پہلے بھی اس شہر سے نکل سکتی ہے۔

بَابُ: الرَّجُلِ يَأْمُرُ أَبَوَهُ بِطَلَاقِ امْرَأَتِهِ

یہ باب ہے کہ جب کسی مرد کو اس کا باپ یہ حکم دے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے

2088- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ خَالِهِ السَّعْدِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْيَى امْرَأَةً وَكُنْتُ أُحِبُّهَا وَكَانَ أَبِي يُسْغِطُهَا فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنِي أَنْ أُطْلِقَهَا فَطَلَقْتُهَا

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میری ایک بیوی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا، لیکن میرے والد اسے پسند نہیں کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو نبی کریم ﷺ نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں اس

عورت کو طلاق دیدوں تو میں نے اس عورت کو طلاق دیدی۔

2089- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ رَجُلًا أَمَرَهُ أَبُوهُ أَوْ أُمُّهُ شَكَّ شُعْبَةُ أَنْ يُطَلِّقَ امْرَأَتَهُ فَجَعَلَ عَلَيْهِ مِائَةَ مُحَرَّرٍ فَأَتَى أَبَا الدَّرْدَاءِ فَإِذَا هُوَ يُصَلِّي الضُّحَى وَيُطِيلُهَا وَصَلَّى مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ أَوْفِ بِنَذْرِكَ وَبِرَّ وَالِدَيْكَ وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَحَافِظُ عَلَى وَالِدَيْكَ أَوْ اتْرُكْ

•• ابو عبد الرحمن نامی راوی بیان کرتے ہیں: ایک شخص کو اس کے والد نے یا شاید والدہ نے (یہ شک شعبہ نامی راوی کو ہے) یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس نے ایسا کرنے پر ایک سو غلام آزاد کرنے کی قسم اٹھالی پھر وہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ اس وقت چاشت کی نماز ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ نماز طویل کر کے ادا کی انہوں نے ظہر اور عصر کے درمیان اسے ادا کیا تھا اس نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کیا: تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بولے: تم اپنی نذر کو پورا کرو اور اپنے والدین کی فرمانبرداری کرو۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: والد جنت کا درمیانی دروازہ ہے۔ (اگلے الفاظ شاید حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ہیں)

”اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم اپنے والدین کی حفاظت کرتے ہو یا انہیں چھوڑ دیتے ہو“۔

کتاب الکفارات

یہ کتاب کفارات کے بیان میں ہے

کفارے کے معنی و مفہوم کا بیان

کفارہ کے لغوی معنی ہیں چھپانے والی چیز۔ کسی کار خیر کو گناہ کا کفارہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیکی اُس گناہ پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانک لیتی ہے، جیسے کسی دیوار پر داغ لگ گیا ہو اور اس پر سفیدی پھیر کر داغ کا اثر مٹا دیا جائے۔ کفارہ کا لغوی معنی وہ نیکی کا کام کرنا ہے جو کسی پہلے سے کئے ہوئے برے کام کا عوض بن کر اس کو ڈھانپ دے یا ختم کر دے۔ قرآن کریم اور احادیث میں بہت سے ایسے گناہوں کا ذکر آیا ہے جن کے کفارے بیان کئے ہیں۔ مثلاً قتل خطا کا کفارہ، ظہار کا کفارہ، احرام کی حالت میں شکار کرنے کا کفارہ، فرض روزہ توڑنے کا کفارہ، قسم توڑنے کا کفارہ اور کسی کو زخمی کرنے کا کفارہ وغیرہ ان میں سے اکثر کفاروں میں قدر مشترک "غلام کو آزاد کرنا ہے۔"

باب: یَمِینِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ کَانَ یَحْلِفُ بِہَا

یہ باب ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وہ قسم جس کے ذریعے آپ ﷺ حلف اٹھاتے تھے

لفظ قسم کی لغوی تحقیق کا بیان

خلیل ابن احمد الفراهیدی لکھتے ہیں کہ عربی زبان میں (ق س م) کا مادہ دو معنی کے لئے آتا ہے، اگر سین کے سکون کے ساتھ (قسم) ہو تو اس کا معنی "مال کے کسی حصے کا جزء جزء کرنا، یا مال سے ہر ایک کے حصے کو جدا کرنا" ہے، اور اسکی جمع "اقسام" آتی ہے، لیکن اگر یہ مادہ سین کے فتح کے ساتھ (قسم) ہو، تو پھر بھی اسکی جمع "اقسام" ہی ہے، (جیسے: سَبَب و اَسْبَاب)، اور اس وقت اس کا معنی "قسم کھانا" ہیں۔ (مکناہ النعمین، ج ۵، بیروت دار الکتب العلمیہ، ۱۳۲۲ھ، ص ۸۶)

اس مادہ (قسم) سے جو افعال قسم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، وہ باب افعال (ا قسم)، باب مفاعلة (قاسم) جیسے: (وَقَسَمَهُمَا اِنِّیْ لَکُمَا لَیْمِنَ النَّاصِحِیْنِ) (الاعراف، ۲۱) اور (شیطان نے) اُن دونوں سے قسم کھائی کہ میں تمہیں نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں،

یہاں یہ فعل باب مفاعلة سے دو نفر کے درمیان مشترک نہیں ہے، بلکہ "مُفَارَقَتْ شَهْرًا" میں نے پورے ایک ماہ سفر کیا (کی طرح ہے، اور احتمال قوی یہ ہے کہ یہاں یہ فعل مبالغہ کے لئے آیا ہو، مبالغہ کی صورت میں آیت کا معنی اس طرح ہوگا، "اُس نے

تاکید اقسام کھائی کہ میں تم دونوں کا یقیناً خیر خواہ اور ہمدرد ہوں" لیکن اس بات کا امکان بھی ہے کہ باب مفاعله "قَسَمَهُمَا" اس آیت میں طرفین کے لئے (مشرک) ہو، اور حضرت آدم و حوا کے شیطان کی بات سننے کی وجہ سے، یا اسکی بات کو قبول کرنے کی وجہ سے، اور یا اس سے قسم کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے یہ فعل استعمال ہوا ہو، نیز باب اففعال (اَقْتَسَمَ)، باب تفاعل (تَقاسَمَ)، اور باب استفعال (اسْتَقَسَمَ) بھی اسی مادہ قسم سے، قسم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، لیکن قرآن کریم میں زیادہ تر باب افعال کے طور پر ہی استعمال ہوا ہے۔

امام راغب اصفہانی "اس لفظ کے بارے میں لکھتے ہیں، "قسم کی اصل "قَسَمَ" ہے اور "قَسَامَةُ" اس قسم کو کہتے ہیں کہ جسے مقتول کے ورثہ پر تقسیم کیا جاتا ہے، کیونکہ انھوں نے یہ دعویٰ کیا ہوتا ہے، مثلاً کہ زید نے عمرو کو مارا ہے، تو ضروری ہے کہ عمرو کے ورثہ میں سے ہر ایک، قتل کا گواہ و شاہد نہ ہونے کی صورت میں، اپنے اس دعوے پر قسم کھائے۔

(الْقَسَمُ فِي اللُّغَةِ وَ فِي الْقُرْآنِ، ص ۲۴)

بعض اس بات کے قائل ہیں کہ "قَسَامَةُ" وہ قسم ہے کہ جو مقتول کے خون کے وارثوں میں سے پچاس افراد، اپنے مقتول کے خون کے استحقاق پر کھاتے ہیں، اس وقت جب وہ قاتل کو کسی ایک قوم میں سے قرار دیں، لیکن قاتل کو مشخص طور پر نہ جانتے ہیں، اور اگر مقتول کے خون کے وارثوں میں سے پچاس افراد نہ ہوں، تو جو موجود ہوں، ضروری ہے کہ وہ پچاس قسمیں پوری کریں، اور پھر یہ "قَسَامَةُ" اسم ہو گیا ہے ہر اس قسم کے لئے، جو اپنے حق کے ثابت کرنے اور لینے کے لئے کھائی جائے۔ ۱۲

لفظ "قَسَمَ" اسم مصدر ہے یا حاصل مصدر اور یہ لفظ اپنے مختلف معنی کے ساتھ 33 بار قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے، اور اکثر اسکا استعمال قسم ہی کے معنی میں ہوا ہے، یہ لفظ فعل ماضی (اَقْسَمَ) کے طور پر تقریباً 8 بار اور فعل مضارع (يَقْسِمُ) اور اسکی جمع (يَقْسِمُونَ) کی مختلف صورتوں میں تقریباً 12 بار ذکر ہوا ہے ۱۳، اور "ذاکر خلیف" کا یہ خیال ہے کہ یہ مادہ "قسم" فقط مکی آیات کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے۔ ۱۴

بعض محققین نے اس مادہ "قسم" کے دونوں معنی (جدا جدا کرنا اور قسم کھانا) کے درمیان تعلق و ارتباط برقرار کیا ہے، انھوں نے دوسرے معنی، یعنی "قسم کھانے" کو پہلے معنی "جدا جدا کرنے" کی طرف پلٹایا ہے، اس طرح سے کہ قسم بھی حق و باطل کو جدا جدا کرتی ہے اور ان دونوں کے درمیان فاصلہ ڈالتی ہے، اور نزاع (جھگڑے) وغیرہ میں دوسروں سے اپنا حق لینے کے لئے کھائی جاتی ہے۔ پس دونوں معنی کی بازگشت ایک ہی مطلب کی طرف ہے۔

(اُسْلُوبُ الْقَسَمِ وَاجْتِمَاعُهُ مَعَ الشَّرْطِ فِي رِحَابِ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ، ص ۳۴)

لفظ حَلْف کی لغوی تحقیق

اس مادہ (ح ل ف) کے لئے بھی اصلی اور بنیادی طور پر دو معنی وجود رکھتے ہیں، ایک قسم اور دوسرا عہد و پیمان، اور اس دوسرے معنی کی بازگشت بھی قسم ہی کی طرف ہے، البتہ کبھی لفظ "حلف" تیز دھار چیز کے معنی میں آتا ہے، (جیسے لفظ "قسم" جو قطع اور تقسیم کرنے کے معنی میں آتا ہے) کہا جاتا ہے، "لِسَانُ حَلِيفٍ" (یعنی تیز دھار تلوار) اور "لِسَانُ حَلِيفٍ" (یعنی کاٹنے والی

زبان) اور لفظ "خلف" کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے: (خلف و خلیف) ، لیکن دونوں قسم کا معنی دیتے ہیں، خلف کا اصل معنی "الْعَقْدُ بِالْعَزْمِ" (یعنی محکم اور مضبوط نیت و عقیدہ) ہے، اور "خالیف" ، خلیفہ اور خلیفۃ " (بہت زیادہ قسم کھانے والا) کے معنی میں ہیں، اور "أَخْلَفَ ، خَلَفَ اور اسْتَخْلَفَ" تینوں فعل، قسم کی درخواست اور طلب کرنے کے معنی میں آتے ہیں۔

بعض محققین نے اس لفظ کو "حاء" کے فتح و کسرہ کے ساتھ بھی بیان کیا ہے (خلف و خلیف) لیکن دونوں قسم ہی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، اور یہ "خلف" ایسی قسم ہے، جس کے ساتھ عہد و پیمان لیا جاتا ہے، لیکن عرفہ عام میں ہر قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور یہ لفظ "دوام اور پائیداری" کا معنی بھی اپنے ہمراہ رکھتا ہے، کہا جاتا ہے، "خَلَفَ فُلَانٌ وَ خَلِيفُهُ" جب کوئی کسی دوسرے کے ساتھ قسم اور عہد و پیمان میں شریک ہو۔

لفظ "خلف" اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ 13 بار قرآن کریم میں آیا ہے، اور صرف ایک بار اسم مبالغہ کی صورت میں آیا ہے: (وَلَا تُطِيعْ كُلَّ خَلَافٍ مَّهِينٍ) ۱۸، "تو اے پیغمبر اُن منافقوں کی جو ہمیشہ قسم کھاتے رہتے ہیں، اطاعت نہ کرنا"، اور باقی موارد میں بصورت فعل ذکر ہوا ہے۔

لفظ قسم اور لفظ خلف کا آپس میں مترادف کا بیان

بعض یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ لفظ "قسم" اور لفظ "خلف" دونوں مترادف ہیں اور دونوں ایک ہی معنی کو بیان کرتے ہیں ۱۹، لیکن دوسرے بعض اس مترادف ہونے کو قبول نہیں کرتے، کیونکہ لفظ "خلف" قرآن کریم میں جن 13 مقامات پر استعمال ہوا ہے، بغیر کسی استثناء کے، تمام موارد میں یا جھوٹی قسم کے لئے استعمال ہوا ہے، اور یا قسم کھا کر توڑ دی گئی ہے، اور اکثر موارد میں فعل "خلف" کی نسبت منافقین کی طرف ہے۔

علاوہ یہ کہ ان میں سے گیارہ موارد میں یہ فعل، فعل مضارع کی صورت میں آیا ہے، جو کسی کام کے حادث ہونے اور مجزؤا انجام پانے پر دلالت کرتا ہے، یعنی فعل مضارع کی دلالت قسم کھانے والوں کے اپنی قسم پر ثابت قدم نہ ہونے پر ہے، جیسے "وَيَخْلِفُونَ بِاللّٰهِ اِنْهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ" ، "اور وہ (منافقین) ہمیشہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ بھی یقیناً تم مومنین سے ہیں، حالانکہ باطن میں تم سے ہم عقیدہ نہیں ہیں۔"

فقط ایک مقام پر لفظ "خلف" فعل ماضی کی صورت میں آیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"ذٰلِكَ كَفٰرَةٌ اٰیْمَانِكُمْ اِذَا خَلَفْتُمْ" ۔ سورۃ مائدہ ، آیت ۸۹ ، "یہ ہے تمہاری قسموں کا کفارہ ، جب تم نے قسم کھائی،

(اور پھر توڑ ڈالی)۔" ، اور قرآن کریم میں فقط یہی ایک مورد ہے، جس میں فعل "خلف" کی ضمیر کی بازگشت مومنین کی طرف ہے، لیکن اس مقام پر بھی لفظ "خلف" سے قسم کھانے (اور بعد میں توڑ دینے) کی بناء پر قسم کا کفارہ اُن پر مقرر کیا گیا ہے ۲۲ اور قرآن کریم نے بھی اس ٹوٹی ہوئی قسم کو "خلف" سے تعبیر کیا ہے۔

"ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی" قسم اور خلف کے مترادف ہونے کو رد کرتے ہوئے لکھتی ہیں: لفظ "خلف" بغیر کسی استثناء کے تمام موارد میں قسم توڑنے کے لئے آیا ہے، لیکن لفظ "قسم" خواہ اس فعل کی نسبت خداوند عالم کی طرف ہو، یا خواہ اس کے غیر کی طرف، کہیں بھی اس لفظ میں قسم کے توڑنے کا احتمال نہیں ہے، پس اندونوں لفظوں میں کوئی تراؤف و یکسانیت نہیں ہے۔

(دراسات فی القرآن و الحدیث، ص ۱۱۲)

"جناب مختار سلاوی" ڈاکٹر عائشہ کی اس بات کا، کہ لفظ قسم اور خلف، آپس میں مترادف نہیں ہیں، جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "چار مقامات ایسے ہیں جہاں غیر خدا کی طرف لفظ "قسم" سے قسم کھائی گئی ہے، اور ان مقامات میں یا جھوٹی قسم کھائی گئی ہے اور یا قسم کے توڑنے کا احتمال موجود ہے، اور اگر ان موارد کے مضمون و سیاق میں غور و فکر اور توجہ کی جائے، تو واضح ہو جاتا ہے، کہ ان میں سے اکثر موارد میں جھوٹی قسم کھائی گئی ہے، جیسے: (فَيَقْسِمَانِ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا) سورہ مائدہ، آیت ۱۰۶، "اَنْ كُوْنَاللّٰهُ كِي قِسْمٍ دِيں كِه ہم گواہی كِه لئے ہرگز كوئی قیمت نہیں چاہیں گے"، لیکن بعد والی آیات اس پر گواہ ہیں كِه یہ جھوٹی قسم ہے، اور ابن جریر طبری نے اس قسم كو "فاجرہ قسم" سے تعبیر کیا ہے، نیز اسی طرح ایک دوسرے مقام پر لفظ "قسم" سے قسم کھائی گئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ) (سورہ روم، آیت ۵۵)

"وہ دن جب قیامت برپا ہوگی، مجرمین قسم کھائیں گے، كِه وہ ایک ساعت (ایک گھنٹہ یا ایک گھڑی بھر) سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے ہیں، اور وہ اسی طرح سچ اور حقیقت کی جگہ جھوٹ اور خلاف واقع بیان کرتے ہیں"، اس آیت کا ذیل اس قسم كِه جھوٹے ہونے كو بیان كرتا ہے، اور "راغب اصفہانی" كِه مطابق "يُؤْفَكُونَ" کا معنی "اعتقادات میں حق سے باطل کی طرف پھرنا اور انحراف پیدا كرنا ہے، اور نیز گفتار میں سچ سے جھوٹ کی طرف پھرنا ہے۔" (المفردات فی غریب القرآن، ص ۱۹)

پس "قسم اور خلف" دونوں ألفاظ میں تمام اہل لغت كِه نزدیک تراؤف و یکسانیت پائی جاتی ہے اور عربی زبان میں مترادف ألفاظ کا ہونا قابل انکار بھی نہیں ہے، اور ایسے ألفاظ کا لغت عرب میں واقع ہونا، خود تراؤف كِه ممکن ہونے پر دلیل ہے، عربی زبان میں تراؤف پیدا ہونے کا سبب، موسم حج میں مختلف اقوام و قبائل کا مکہ آنا، اور اہل مکہ و قریش والوں كِه ساتھ لیں دین اور دیگر معاملات انجام دینا ہے، جس كِه نتیجے میں مختلف زبانوں كِه کلمات اور ألفاظ قریش کی لغت میں شامل ہو گئے، اور قریش كِه شعراء بھی ان کلمات كو اپنے اشعار میں استعمال كرنے لگے، اور کیونكہ قرآن کریم بھی قریش کی زبان میں نازل ہوا، لہذا اب یہ دونوں لفظ (قسم اور خلف) ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور ان دونوں كِه درمیان مکمل طور پر تراؤف حاصل ہو گیا ہے۔

(الْقَسَمُ فِي اللُّغَةِ وَ فِي الْقُرْآنِ، ص ۲۶؛ الْمَفْرَدَاتُ فِي غَرِيبِ الْقُرْآنِ، ص ۳۰۳)

لفظ یمین کی لغوی تحقیق

اس کا مادہ اصلی (ی م ن) ہے، اور "الْيَمِينُ" کا معنی "برکت" ہے اور نون سے پہلے یا زیادہ كرنے سے، لفظ "يَمِينُ" بنتا ہے، جو "فَعِيل" كِه وزن پر ہے، اور اس كِه معنی د معنی ہیں، جیسے: انسان کا سیدھا ہاتھ، یا اسکی سیدھی طرف، یا اسکی قدرت و

طاقت، یا مقام و منزلت وغیرہ، و نیز اس لفظ کے معانی میں سے ایک معنی "قسم" بھی ہے اور یہ لفظ لفظاً مؤنث ہے اور اسکی جمع "اَیْمَن و اَیْمَان" آتی ہیں، لفظ "اَیْمَن" میم کے ضمہ کے ساتھ، "قَسَم" کے لئے وضع کیا گیا ہے، اور کبھی لام تاکید اس پر داخل ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے، "لَیْمَنُ اللّٰہ" اور اس صورت میں اسکا الف (ہمزہ وصل) ابتداء سے حذف ہو جاتا ہے، اور یہ "لَیْمَنُ اللّٰہ" ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور اسکی خبر محذوف و مقدرہ ہوتی ہے، اور اصل میں "لَیْمَنُ اللّٰہ قَسَمِی" تھا۔

(المفردات فی غریب القرآن، ص ۵۵۲-۵۵۳: لسان العرب، ج ۱۳، ص ۴۶۲)

کبھی لفظ "اَیْمَن" سے نون حذف ہو جاتا ہے اور پڑھا جاتا ہے، "اَیْمَ اللّٰہ" اور ہمزہ کا کسرہ "اَیْمَ اللّٰہ" بھی ذکر ہوا ہے، اور بعض درمیان کی یا بھی حذف کر دیتے ہیں، جیسے: "اَمَ اللّٰہ"، اور کبھی فقط میم کو باقی رکھتے ہیں، جیسے: "مَ اللّٰہ" اور بعض میم کی باء کے ساتھ شباهت کی وجہ سے میم کو کسرہ دیتے ہیں، جیسے: "مِ اللّٰہ"۔ اس لفظ "اَیْمَن" کی مختلف صورتوں میں سے "مِنِ اللّٰہ" بھی ہے، جس کو تینوں طرح سے قسم کے اسلوب میں استعمال کیا جاتا ہے، یعنی میم اور نون کے ضمہ کے ساتھ، "مُنِ اللّٰہ" اور دونوں کے فتح کے ساتھ "مَنْ اللّٰہ" اور دونوں کے کسرہ کے ساتھ "مِنِ اللّٰہ"۔ (لسان العرب، ج ۱۳، ص ۴۶۲)

لفظ "یَمِین" سے کوئی ایسا فعل مشتق نہیں ہوتا، جو قسم کے معنی پر دلالت کرے اور زمانے کے ساتھ بھی ملا ہوا ہو، اس لئے نہیں کہا جاتا: "یَمَنَ یا اَیْمَن" قرآن کریم میں یہ لفظ اسم کے طور پر مفرد، جمع، اسم تفضیل اور اسم مفعول کی صورت میں استعمال ہوا ہے، اور قرآن کریم کے استعمال کے موارد میں زیادہ تر سیدھے ہاتھ، سیدھی جانب اور کسی کے مقام و منزلت کے بیان کرنے کے لئے آیا ہے، اور قرآن کریم میں یہ لفظ، قسم کے معنی میں اکثر جمع (اَیْمَان) کی صورت میں آیا ہے، اور پانچ مقامات پر اس طرح سے بیان ہوا ہے، جیسے: (وَ اَقْسَمُوا بِاللّٰہِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ) سورۃ انعام، آیت ۱۰۹، "اور انھوں نے اللہ کی سخت و پختہ قسم کھائی"، اور یہ روش و طریقہ سخت تاکید اور محکم قسم کو بیان کرتا ہے۔

بعض محققین لفظ "یَمِین" کے اسلوب اور روش قسم میں استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں: جو بھی یہ چاہتا تھا کہ قسم کھائے، یا اپنے اور کسی دوسرے کے درمیان کوئی عہد و پیمان برقرار کرے، تو وہ دوسرے سے سیدھا ہاتھ ملا تا تھا، اور دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں کو دباتے تھے، اس طرح کو یادہ اپنے عہد و پیمان کو مضبوط اور پختہ کرتے تھے، اور کیونکہ یہ "یَمِین" کا لفظ "یَمِن" کے مادہ سے لیا گیا ہے، جس کا معنی "برکت" ہے، لہذا "بِیَمِینِ اللّٰہ" کہنے کے ساتھ کام میں برکت حاصل ہو جاتی ہے، نیز دونوں کے سیدھے ہاتھ کا ایک دوسرے میں ہونا، ایک دوسرے پر اعتماد اور ایک دوسرے کی حمایت کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔

(المفردات فی غریب القرآن، ص ۵۵۳: قسوس القرآن، ج ۷، ص ۵۵۵)

نبی کریم ﷺ کے طریقہ قسم کا بیان

2090- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ هَلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رِفَاعَةَ الْجُهَنِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَلَفَ

2090: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ

﴿﴾ حضرت رفاعہ جہنی رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ جب حلف اٹھاتے تھے تو یہ فرماتے تھے۔ ”اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔“

2091- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ عَرَابَةَ الْجُهَنِيِّ قَالَ كَانَتْ يَمِينُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي يُحْلِفُ بِهَا أَشْهَدُ عِنْدَ اللَّهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ

﴿﴾ حضرت رفاعہ بن عرابہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی قسم! جس کے ذریعے آپ ﷺ حلف اٹھاتے تھے وہ یہ تھی۔

”میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گواہی دیتا ہوں یا اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔“

2092- حَدَّثَنَا أَبُو اسْحَقَ الشَّافِعِيُّ ابْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ عَنْ عَبَادِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَتْ أَكْثَرُ أَيْمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَمُصْرِفِ الْقُلُوبِ

﴿﴾ سالم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ اکثر اوقات یہ قسم اٹھایا کرتے تھے۔
”دلوں کو پھیرنے والی ذات کی قسم ہے۔“

2093- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ عَمَّالٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ كَاثِبِ بْنِ عَدْنٍ عَنْ أَبِي عِيْسَى جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَتْ يَمِينُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَاسْتَغْفِرُ اللَّهَ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی قسم! کہ یہ الفاظ تھے جی نہیں میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

بَابُ: النَّهْيُ أَنْ يُحْلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ

یہ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بجائے کسی اور کی قسم اٹھانے کی ممانعت

2094- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

2092: أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3771

2093: أخرجه ابوداود في "السنن" رقم الحديث: 3265

2094: أخرجه البخاري في "الصحیح" رقم الحديث: 6647، أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 4230، "رقم الحديث: 4231" أخرجه ابوداود في "السنن"

رقم الحديث: 3250، أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3776، "رقم الحديث: 3777"

عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَهُ يَخْلِفُ بِأَبِيهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَخْلِفُوا بِأَبَائِكُمْ قَالَ عُمَرُ لَمَّا خَلَفْتُ بِهَا ذَاكِرًا وَلَا إِثْرًا

﴿﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے باپ کے نام کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا۔ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو اس بات سے منع کیا ہے کہ تم لوگ اپنے باپ دادا کے نام کی قسم اٹھاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سے میں نے نبی کریم ﷺ کی زبانی یہ سنا ہے تو میں نے کبھی بھی جان بوجھ کر یا بھول کر (باپ دادا کے نام کی) قسم نہیں اٹھائی۔

شرح

جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم اٹھائی جس طرح کسی نے نبی یا کعبہ کی قسم اٹھائی ہو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کو قسم کھانا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ (کے نام یا اس کی صفات) کی قسم کھائے یا چپ رہے۔ اور اسی طرح جب کسی نے قرآن کی قسم اٹھائی۔ (تب بھی قسم اٹھانے والا نہ ہوگا) کیونکہ قرآن سے قسم اٹھانا عرف میں معروف نہیں ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قسم اٹھانے والا والنبی والقرآن کہے مگر جب حالف نے اس طرح کہا کہ میں نبی اور قرآن سے بری ہوں تو یہ یحییٰ بن جائے گی کیونکہ نبی (علیہ السلام) اور قرآن سے برأت کا اظہار کفر ہے۔

فرمایا: حرف قسم سے بھی قسم اٹھائی جاتی ہے اور حروف قسمیہ میں سے واؤ ہے۔ جس طرح کسی حالف نے واللہ کہا اور باء بھی حرف قسم ہے جیسے کسی نے باللہ کہا اور تاء بھی حروف قسمیہ میں سے ہے جیسے کسی نے تاللہ کہا۔ کیونکہ یہ ان تمام میں سے ہر ایک قسم کے لئے مقرر ہے اور قرآن میں بھی ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ (ہدایہ، کتاب الایمان، لاہور)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ غیر خدا کی قسم قسم نہیں مثلاً تمھاری قسم، اپنی قسم، تمھاری جان کی قسم، اپنی جان کی قسم، تمھارے سر کی قسم، اپنے سر کی قسم، آنکھوں کی قسم، جوانی کی قسم، ماں باپ کی قسم، اولاد کی قسم، مذہب کی قسم، دین کی قسم، علم کی قسم، کعبہ کی قسم، عرش الہی کی قسم، رسول اللہ کی قسم۔ خدا اور رسول کی قسم یہ کام نہ کروں گا یہ قسم نہیں۔ اگر کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ یہ کام نہ کروں گا اور واقع میں قسم کھائی ہے تو قسم ہے اور جھوٹ کہا تو قسم نہیں جھوٹ بولنے کا گناہ ہوا۔ اور اگر کہا خدا کی قسم کہ اس سے بڑھ کر کوئی قسم نہیں یا اس کے نام سے بزرگ کوئی نام نہیں یا اس سے بڑھ کر کوئی نہیں میں اس کام کو نہ کروں گا تو یہ قسم ہوگی اور درمیان کا لفظ فاصل قرار نہ دیا جائے گا۔ (فتاویٰ ہندی، کتاب الایمان)

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابن عمر رادی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے باپوں کی قسم کھاؤ! جس شخص کو قسم کھانا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ (کے نام یا اس کی صفات) کی قسم کھائے یا چپ رہے۔

(بخاری و مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 591، مسلم)

باپ کی قسم کھانے سے منع کرنا مثال کے طور پر ہے، اصل مقصد تو یہ ہدایت دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم نہ کھایا

کرو۔ بطور خاص "باپ" کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ باپ کی قسم بہت کھاتے ہیں! نیز عبد اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کمال عظمت و جلالت کے سبب چونکہ قسم اسی ذات کے ساتھ مختص ہے، اس لئے کسی غیر اللہ کو اللہ کے مشابہ نہ قرار دیا جائے، چنانچہ حضرت ابن عباس کے بارے میں منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤں اور پھر اس کو توڑ ڈالوں، اس کو اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ کسی غیر اللہ کی قسم کھاؤں اور اس کو پورا کروں۔ ہاں جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا سوال ہے تو اس کو سزاوار ہے کہ وہ اپنی عظمت و جلالت کے اظہار کے لئے اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے قسم کھائے۔

اس حدیث کے ضمن میں ایک اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں منقول ہوا ہے (الفتح وابیہ) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کی قسم کھائی جب کہ یہ حدیث اس کے سراسر خلاف ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ کی قسم کھانا اس ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہوگا۔ اس صورت میں دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد باقی نہیں رہتا، یا پھر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باپ کی قسم قصدانہ کھائی ہوگی بلکہ قسم کہ یہ الفاظ قدیم عادت کی بناء پر اضطراراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکل گئے ہوں گے۔

حضرت عبدالرحمن ابن سمرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہ بتوں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنے باپوں کی قسم کھاؤ"

(مسلم)

ایام جاہلیت میں عام طور پر لوگ بتوں اور باپوں کی قسم کھایا کرتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو قبولیت اسلام کے بعد اس سے منع فرمایا تا کہ وہ اس بارے میں احتیاط رکھیں اور قدیم عادت کی بناء پر اس طرح کی قسمیں ان کی زبان پر نہ چڑھیں۔

حضرت ابو ہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص قسم کھائے اور اپنی قسم میں یہ الفاظ ادا کرے" میں لات و عزئی کی قسم کھاتا ہوں تو اسے چاہئے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہے۔ اور جو شخص اپنے کسی دوست سے یہ کہے کہ آؤ ہم دونوں جو اٹھیلیں تو اس کو چاہئے کہ وہ صدقہ و خیرات کرے۔ (بخاری و مسلم)

وہ لا الہ الا اللہ کہے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرے۔ اس حکم کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اگر لات و عزئی کے نام کسی نو مسلم کی زبان سے سہواً نکل جائیں تو اس کے کفارہ کے طور پر کلمہ پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

آیت (فان الحسنات يذهبن السيئات)۔ "بلاشبہ نیکیاں، برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔"

پس اس صورت میں غفلت و سہو سے توبہ ہو جائے گی۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر ان کی زبان سے لات و عزئی کے نام ان بتوں کی تعظیم کے قصد سے نکلے ہوں گے تو یہ صراحۃً ارتداد اور کفر ہے لہذا اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ تجدید ایمان کے لئے کلمہ پڑھے اس صورت میں معصیت سے توبہ ہوگی۔

"صدقہ و خیرات کرے" کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے دوست کو جو اٹھیلنے کی دعوت دے کر چونکہ ایک بڑی برائی کی ترغیب دی ہے، لہذا اس کے کفارہ کے طور پر وہ اپنے مال میں سے کچھ حصہ خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ

اس نے جس مال کے ذریعہ جو اکھینے کا اہلہ کیا تھا اسی مال کو صدقہ و خیرات کر دے! اس سے معلوم ہوا کہ جب شخص جو اکھینے کی دعوت دینے کا کفارہ یہ ہے کہ صدقہ و خیرات کرنے چاہیے تو یہ شخص واقعتاً کھیلے گا تو اس کا کیا حشر ہوگا۔

2095 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ هِشَامِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَخْلِفُوا بِالطَّوَاغِي وَلَا بِأَبَائِكُمْ

•• حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”بتوں یا اپنے آباؤ اجداد کے نام کی قسم نہ اٹھاؤ۔“

2096 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ابِرَاهِيمَ الدَّمَشَقِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ خَلَفَ فَقَالَ فِي يَمِينِهِ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى فَلْيَقُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے اپنی قسم میں لات اور عزئی کی قسم اٹھالے تو اسے لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہئے۔

2097 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَالحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ خَلَفْتُ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَخُدَّةُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَمْ أَنْفُكْ عَنْ يَسَارِكَ ثَلَاثًا وَتَعَوَّذَ وَلَا تَعُذْ

•• حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے لات اور عزئی کی قسم اٹھائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ پڑھو۔ ”اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔“ پھر تم اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دو پھر ”اعوذ باللہ“ پڑھو اور دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ عزوجل کے جتنے نام ہیں ان میں سے جس نام کے ساتھ قسم کھائے گا قسم ہو جائے گی خواہ بول چال میں اس نام کے ساتھ قسم کھاتے ہوں یا نہیں۔ مثلاً اللہ (عزوجل) کی قسم، خدا کی قسم، رحمن کی قسم، رحیم کی قسم، پروردگار کی قسم۔ یونہی خدا کی جس صفت کی قسم کھائی جاتی ہو۔ اس کی قسم کھائی ہوگی مثلاً خدا کی عزت و جلال کی قسم، اس کی کبریائی کی قسم، اس کی بزرگی یا بڑائی کی قسم، اس کی عظمت کی قسم، اس کی قدرت و قوت کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم،

2095: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 4238، أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 3783

2096: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 4860، ورقم الحديث: 6107، ورقم الحديث: 6301، ورقم الحديث: 6650، أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 4236، أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3247، أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 1545، أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 3784

3784

2097: أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 3785، ورقم الحديث: 3786

ان الفاظ سے بھی قسم ہو جاتی ہے حلف کرتا ہوں، قسم کھاتا ہوں، میں شہادت دیتا ہوں، خدا گواہ ہے، خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ مجھ پر قسم ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں یہ کام نہ کروں گا۔ اگر یہ کام کرے یا کیا ہو تو یہودی ہے یا نصرانی یا کافریا کافروں کا شریک، مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو۔ بے ایمان مرے، کافر ہو کر مرے، اور یہ الفاظ بہت سخت ہیں کہ اگر جھوٹی قسم کھائی یا قسم توڑ دی تو بعض صورت میں کافر ہو جائے گا۔ جو شخص اس قسم کی جھوٹی قسم کھائے اس کی نسبت حدیث میں فرمایا: "وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔" یعنی یہودی ہونے کی قسم کھائی تو یہودی ہو گیا۔ یونہی اگر کہا خدا جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے اور یہ بات اس نے جھوٹ کہی ہے تو اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے، (در مختار، کتاب الایمان)

اللہ کے نام کے سوا کی قسم اٹھانے کی ممانعت

اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے علاوہ کسی چیز کی قسم اٹھانا منع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنے باپ دادا کی قسم نہ اٹھایا کرو۔ جو شخص قسم اٹھانا چاہے اسے اللہ ہی کی قسم اٹھانی چاہئے یا وہ خاموش رہے۔ (ترمذی، حدیث ۱۵۳۵)

اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا ہے، جس شخص نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک یا کفر کیا (ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور حاکم نے صحیح) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو شخص یوں کہے والات والعزى (مجھے لات وعزى کی قسم) اسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کرنا چاہئے۔ (صحیح ترمذی، کتاب النذور والإیمان، باب ما جاء فى كراهية الحلف بغير ملة الإسلام۔ حدیث ۵۳۵)

قرآن مجید کی قسم اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے معافی کو سمیت خود صادر فرمایا ہے۔ کلام کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ لہذا قرآن مجید کی قسم اللہ تعالیٰ کی صفت کی قسم ہے اور یہ جائز ہے۔

بَابُ: مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ

یہ باب ہے کہ جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم اٹھائے

2098 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم جان بوجھ کر جھوٹی اٹھائے۔ وہ ایسا ہی ہوگا جیسے اس نے کہا ہے۔

2099 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَرَّرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ

2098: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1363 'ورقم الحديث: 6047 'ورقم الحديث: 6105 'ورقم الحديث: 6652 'أخرجه مسلم فی "الصحيح"

رقم الحديث: 298 'ورقم الحديث: 299 'ورقم الحديث: 300 'أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3257 'أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث:

1543 'ورقم الحديث: 1527 'أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3779 'ورقم الحديث: 3780 'ورقم الحديث: 3822

2099: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقُولُ أَنَا إِذَا لَيْهُودِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ

﴿﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا "پھر میں یہودی ہو جاؤں" تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے لیے واجب ہوگئی۔

2100- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سَمُرَةَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعِ بْنِ أَبِي حَتْمَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنَ الْإِسْلَامِ فَإِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا لَمْ يَعُدَّ إِلَى الْإِسْلَامِ سَالِمًا

﴿﴾ عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص یہ کہتا ہے میں اسلام سے بری الذمہ ہوں تو اگر وہ جھوٹا بھی ہو تو بھی وہ ویسا ہی ہوگا جیسا اس نے کہا ہے اور اگر وہ سچا ہو تو پھر وہ سلامتی کے ساتھ اسلام کی طرف واپس نہیں آئے گا۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر قسم ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں یہ کام نہ کروں گا۔ اگر یہ کام کرے یا کیا ہو تو یہودی ہے یا نصرانی یا کافر یا کافروں کا شریک، مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو۔ بے ایمان مرے، کافر ہو کر مرے، اور یہ الفاظ بہت سخت ہیں کہ اگر جھوٹی قسم کھائی یا قسم توڑ دی تو بعض صورت میں کافر ہو جائے گا۔ جو شخص اس قسم کی جھوٹی قسم کھائے اس کی نسبت حدیث میں فرمایا: "وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔" یعنی یہودی ہونے کی قسم کھائی تو یہودی ہو گیا۔ یونہی اگر کہا خدا جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے اور یہ بات اس نے جھوٹ کہی ہے تو اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے۔

(رد مختار، کتاب الایمان)

اسلام کے سوا کسی مذہب کی قسم اٹھانے کا بیان

حضرت ثابت ابن ضحاک کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اسلام کے خلاف کسی دوسرے مذہب کی جھوٹی قسم کھائے تو وہ ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کہ اس نے کہا، اور کسی انسان پر اس چیز کی نذر پوری کرنا واجب نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو اور جس شخص نے (دنیا میں) اپنے آپ کو کسی چیز (مثلاً چھری وغیرہ) سے ہلاک کر لیا تو وہ قیامت کے دن اسی چیز کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا (یعنی اگر کسی شخص نے چھری گھونپ کر خودکشی کر لی تو قیامت میں اس کے ہاتھ میں وہی چھری دی جائے گی جس کو وہ اپنے جسم میں گھونپتا رہے گا اور جب تک کہ حق تعالیٰ کی طرف سے نجات کا حکم نہ ہو گا وہ مسلسل اسی عذاب میں مبتلا رہے گا اور جس شخص نے کسی مسلمان پر لعنت کی تو وہ (اصل گناہ کے اعتبار سے) ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے اس مسلمان کو قتل کر دیا ہو، اور اسی طرح جس شخص نے کسی مسلمان پر کفر کی تہمت لگائی تو گویا اس نے اس مسلمان کو قتل کر دیا (کیونکہ کفر کی تہمت لگانا اسباب قتل سے ہے لہذا کفر کی تہمت قتل کر دینے کی مانند ہے) اور جھوٹا دعویٰ کرے تاکہ اس کے مال و دولت میں اضافہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال و دولت میں کمی کر دے گا۔" (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، جلد سوم، رقم الحدیث: 592)

حدیث کے پہلے جزو کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے مثلاً یوں قسم کھائی کہ "اگر میں فلاں کام کروں تو یہودی یا نصرانی ہوں، یا دین اسلام سے یا پیغمبر اسلام سے اور یا قرآن سے بیزار ہوں۔ اور پھر اس نے اس کے برخلاف کیا یعنی قسم کو جھوٹی کر دیا، بایں طور کہ اس نے وہ کام کر لیا جس کے نہ کرنے کی اس نے قسم کھائی تھی تو وہ ایسا ہی یہودی و نصرانی ہو گیا یا دین اسلام یا پیغمبر اسلام یا قرآن سے بیزار ہو گیا کیونکہ قسم دراصل اس کام کو روکنے کے واسطے ہوتی ہے جس کے لئے وہ قسم کھائی گئی ہے۔ لہذا قسم کا سچ ہونا تو یہ ہے کہ قسم کھانے والا وہ کام نہ کرے اور اگر وہ اس کام کو کرے گا تو اپنی قسم میں جھوٹا ہوگا تو لا محالہ ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اس نے کہا ہے۔

حدیث کے اس ظاہری مفہوم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی قسم کھانے والا محض قسم کھانے کی وجہ سے اس قسم کو توڑنے کے بعد کافر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس طرح کی قسم کھا کر ایک صریح حرام فعل کا ارتکاب کرتا ہے اور پھر اس قسم کو جھوٹی کر کے گویا کفر کو بڑھا اور غبت اختیار کرتا ہے۔ لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ اس ارشاد گرامی کی مراد یہ بتانا ہو کہ اس طرح کی قسم کھانے والا واقعہ یہودی وغیرہ ہو جاتا ہے بلکہ اس کی مراد بطور تہدید و تنبیہ یہ ظاہر کرنا ہو کہ وہ شخص یہودیوں وغیرہ کی مانند عذاب کا مستوجب ہوتا ہے، چنانچہ اس کی نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ (من ترک الصلوۃ فقد کفر) (یعنی جس شخص نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا) اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے کہ نماز چھوڑنے والا کافروں کے عذاب سے مستوجب ہوتا ہے۔ اب ہی یہ بات کہ اس طرح قسم کھانا اگرچہ حرام ہے لیکن اگر کوئی شخص اس طرح قسم کھا ہی لے تو کیا شرعی طور پر اس کو قسم کہیں گے اور کیا اس قسم کو توڑنے کا کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟ تو اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور بعض علماء کا قول تو یہ ہے کہ یہ قسم ہے اور اگر اس قسم کو توڑا جائے گا تو اس شخص پر کفارہ واجب ہوگا، ان کو دلیل ہدایہ وغیرہ میں منقول ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس طرح کہنے پر قسم کا اطلاق نہیں ہوگا یعنی شرعی طور پر اس کو قسم نہیں کہیں گے اور جب یہ قسم ہی نہیں ہے تو اس کو توڑنے پر کفارہ بھی واجب نہیں ہوگا، ہاں اس طرح کہنے والا سخت گناہگار ہوگا خواہ وہ اپنی بات کو پورا کرے یا توڑ ڈالے

دوسرے مذہب کی قسم کے سبب کافر ہونے کا بیان

درمختار میں لکھا ہے کہ (مذکورہ بالا مسئلہ میں) زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح کی قسم کھانے والا (اس قسم کے برخلاف عمل کرنے کی صورت میں کافر نہیں ہو جاتا خواہ وہ اس طرح کا تعلق گزرے ہوئے زمانہ سے ہو یا آنے والے زمانہ سے ہو بشرطیکہ وہ اس طرح کہنے کے بارے میں قسم ہی کا اعتقاد رکھتا ہو لیکن اگر وہ اس قسم کے ہونے سے لاعلم ہو اور اس اعتقاد کے ساتھ یہ الفاظ ادا کرے کہ اس طرح کہنے والا اپنی بات کو جھوٹا ہونے کی صورت میں کافر ہو جاتا ہے تو خواہ وہ اس بات کا تعلق گزرے ہوئے زمانہ سے ہو یا آنے والے زمانہ میں کسی شرط کے پورا ہونے کے ساتھ وہ دونوں ہی صورتوں میں کفر کو خود بڑھا اور غبت اختیار کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

"اور کسی انسان پر اس چیز کی نذر پوری کرنا واجب نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو" کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اگر کوئی شخص یوں کہے "اگر میرا فلاں عزیز صحت یاب ہو جائے تو میں فلاں غلام آزاد کر دوں گا" جب کہ وہ فلاں غلام درحقیقت اس کی ملکیت میں نہ ہو، تو اس صورت میں اس نذر کو پورا کرنا واجب نہیں ہے، اگر اس کے بعد وہ غلام اس کی ملکیت ہی میں کیوں نہ آجائے ہاں اگر اس نے

آزادی کو ملکیت کے ساتھ مشروط کر دیا یعنی یوں کہا کہ "اگر میرا فلاں عزیز صحت یاب ہو گیا اور فلاں غلام میری ملکیت میں آ گیا یا فلاں غلام کو میں نے خرید لیا تو میں اس کو آزاد کروں گا" تو اس صورت میں وہ غلام ملکیت میں آنے کے بعد یا خریداری کے بعد اس نذر کے مطابق آزاد ہو جائے گا۔

"تاکہ اس کے مال و دولت میں اضافہ ہو" یہ اکثر کے اعتبار سے دعویٰ کی علت و سبب کی طرف اشارہ ہے کہ اکثر لوگ محض اپنے مال و دولت میں اضافہ کی خاطر جھوٹے وعدے کرتے ہیں مذکورہ ثمرہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مال میں کمی کر دیا جانا) مرتب ہوگا۔ جھوٹے وعدے کا مذکورہ ثمرہ محض مال و دولت ہی سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہی ثمرہ ان لوگوں کے حق میں بھی مرتب ہوتا ہے جو اپنے احوال و فضائل اور کمالات کے بارے میں محض اس مقصد سے جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ عام انسانوں کی نظروں میں ان کا جاہ و مرتبہ زیادہ سے زیادہ بڑھے۔

بَابُ: مَنْ حَلَفَ لَهُ بِاللَّهِ فَلْيَرْضَ

یہ باب ہے کہ جس شخص کو اللہ کے نام کی قسم دی جائے اسے راضی ہو جانا چاہئے

2101- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سَعْدَةَ حَدَّثَنَا اسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَحْلِفُ بِأَيْهِ فَقَالَ لَا تَحْلِفُوا بِأَبَائِكُمْ مَنْ حَلَفَ بِاللَّهِ فَلْيَصْدُقْ وَمَنْ حَلَفَ لَهُ بِاللَّهِ فَلْيَرْضَ وَمَنْ لَمْ يَرْضَ بِاللَّهِ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو اپنے باپ کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا تو ارشاد فرمایا:

"تم اپنے آباؤ اجداد کے نام کی قسم نہ اٹھاؤ جس شخص نے اللہ کے نام کی قسم اٹھائی ہو وہ سچ بولے اور جس شخص کو اللہ کے نام کی قسم دینی جائے وہ راضی ہو جائے جو شخص اللہ کے نام سے راضی نہیں ہوتا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

2102- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ حَامِدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ يَحْيَى بْنِ النَّضْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَى عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا يَسْرِقُ فَقَالَ اسْرُقْتَ فَقَالَ لَا وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَقَالَ عِيسَى اْمَنْتُ بِاللَّهِ وَكَذَبْتَ بِصِرِّي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں۔ اس ذات کی قسم! جس

2101: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2102: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور میں اپنے دیکھے ہوئے کو غلط قرار دیتا ہوں۔

بَابُ: الْيَمِينُ حَنْتٌ أَوْ نَدَمٌ

یہ باب ہے کہ قسم یا گناہ ہوتی ہے یا شرمندگی کا باعث ہوتی ہے

2103- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ بَشَّارِ بْنِ كِدَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْحَلْفُ حَنْتٌ أَوْ نَدَمٌ ﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”بے شک قسم یا گناہ ہوتی ہے یا شرمندگی کا باعث ہوتی ہے۔“

بَابُ: الْإِسْتِثْنَاءُ فِي الْيَمِينِ

یہ باب ہے کہ قسم میں استثنیٰ کرنا

2104- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَاً مَعْمُورٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَهُ ثَنِيَاءٌ ﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے ”انشاء اللہ“ کہہ دے تو اسے استثنیٰ کا حق حاصل ہوگا۔“

2105- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيَْادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ وَاسْتَتْنَىٰ إِنْ شَاءَ رَجَعَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ غَيْرُ حَالِثٍ ﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے استثنیٰ کر لے تو اگر چاہے تو اس سے رجوع کر لے اور اگر وہ چاہے تو اسے چھوڑ دے جبکہ وہ قسم توڑنے والا شمار نہیں ہوگا۔“

2106- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَوَايَةً

2103: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2100: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3258 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3781

2104: أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 1032 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3864

2105: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3261 أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 1531 أخرجه النسائي في "السنن" رقم

الحديث: 3838 أخرجه الحديث: 3839

قَالَ مَنْ حَلَفَ وَاسْتَشْنَى فَلَنْ يَنْحُتَ

» حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے استثناء کر لے وہ حانث نہیں ہوتا۔

بَابُ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کسی معاملے میں قسم اٹھائے

اور پھر اس کے برعکس معاملے کو زیادہ بہتر محسوس کرے

2107- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ أَنْبَاةٍ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا غِيلَانُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحِمِلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ مَا أَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ قَالَ فَلَبِثْنَا مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَتَى بِإِبِلٍ فَأَمَرَ لَنَا بِثَلَاثَةِ ذَوْدِ غَيْرِ الدُّرَى فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحِمِلُهُ فَحَلَفَ إِلَّا بِحِمْلِنَا ثُمَّ حَمَلْنَا أَرْجَعُوا بِنَا فَأَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا أَتَيْنَاكَ نَسْتَحِمِلُكَ فَحَلَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا ثُمَّ حَمَلْتَنَا فَقَالَ وَاللَّهِ مَا أَنَا حَمَلْتُكُمْ بَلِ اللَّهُ حَمَلْتُكُمْ إِنِّي وَاللَّهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا كَفَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ أَوْ قَالَ أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفَرْتُ عَنْ يَمِينِي

» ابو بردہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اشعر قبیلے کے کچھ افراد کے ہمراہ تاکہ آپ سے سواری کے لئے جانور مانگوں آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں سواری کے لئے کچھ نہیں دوں گا میرے پاس کچھ ہے بھی نہیں جو میں تمہیں سواری کے لئے دوں۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر جب کچھ عرصہ گزرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کچھ اونٹ لائے گئے آپ نے ان میں سے تین سفید کو ہان والے اونٹ ہمیں سواری کے لئے دیئے ہم روانہ ہوئے تو ہم میں سے کسی ایک نے دوسرے سے کہا: ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تھے اور ہم نے نبی کریم ﷺ سے سواری کے لئے اونٹ مانگے تھے تو آپ نے قسم اٹھائی تھی کہ آپ ہمیں سواری کے لئے اونٹ نہیں دیں گے اور اب آپ نے ہمیں سواری کے لئے اونٹ دے دیئے ہیں تم لوگ واپس نبی کریم ﷺ کے پاس چلو! ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم سواری کے جانور مانگنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو آپ نے یہ قسم اٹھائی تھی کہ آپ ہمیں سواری کا جانور نہیں دیں گے لیکن پھر آپ نے ہمیں وہ دے بھی دیئے ہیں تو آپ نے فرمایا: یہ میں نے تمہیں سواری کے لئے نہیں دیئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سواری کے لئے دیئے ہیں میں اللہ کی قسم! اگر میں کوئی بھی قسم اٹھاؤں گا اور پھر اس قسم کے برعکس کام کو بہتر محسوس کروں گا تو اپنی قسم کا کفارہ دوں

2107: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 6623 'ورقم الحديث: 6718' أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4239 'ورقم الحديث:

2276' أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 3789

گا اور وہ کام کروں گا جو زیادہ بہتر ہوگا۔

(راوی بیان کرتے ہیں: حدیث کے الفاظ میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے)

2108 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنُ زُرَّارَةَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُقَيْعٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرْفَةَ عَنْ عِدِيِّ ابْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَاثِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَلْيَكْفِرْ عَنْ يَمِينِهِ

» حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص کوئی قسم اٹھائے اور پھر کسی معاملے کو اس سے زیادہ بہتر دیکھے تو وہ کام کرے جو زیادہ بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دیدے۔“

2109 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الزَّعْرَاءِ عَمْرُو بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَمِّهِ أَبِي الْأَخْوَصِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْجُشَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَأْتِينِي ابْنُ عَمِّي فَأَخْلِفُ أَنْ لَا أُعْطِيَهُ وَلَا أُصِلَّهُ قَالَ كَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ

» عوف بن مالک جشمی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا چچا زاد میرے پاس آیا تو میں نے یہ قسم اٹھائی کہ میں اس کو کچھ نہیں دوں گا اور اس کے ساتھ صلہ رحمی نہیں کروں گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی قسم کا کفارہ دیدو (اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو)

شرح

حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اللہ کی قسم اگر میں کسی چیز پر قسم کھاؤں اور پھر اس قسم کے خلاف کرنے ہی کو بہتر سمجھوں تو میں اپنی قسم توڑ دوں گا اور اس کا کفارہ ادا کر دوں گا اس طرح اس چیز کو اختیار کروں گا جو بہتر ہو۔“ (بخاری و مسلم) تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کام کے بارے میں قسم کھاؤں کہ وہ کام نہ کروں گا مگر پھر سمجھوں کہ اس کام کو کرنا ہی بہتر ہے تو میں قسم کو توڑ کر کفارہ ادا کروں گا اور اس کام کو کر لوں گا، اس مسئلہ کی مثالیں آگے آنے والی حدیث کی تشریح میں بیان ہوں گی۔ اور حضرت عبدالرحمن ابن سمرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن مجھ سے) فرمایا کہ ”عبدالرحمن! سرداری کی خواہش نہ کرو (یعنی اس بات کی طلب نہ کرو کہ مجھے فلاں جگہ کا حاکم و سردار بنا دیا جائے) کیونکہ اگر تمہاری طلب پر تمہیں سرداری دی جائے گی تو تم اس سرداری کے سپرد کردے جاؤ گے اور اگر بغیر طلب کے کہیں سرداری ملے گی تو اس میں تمہاری مدد کی جائے گی، نیز اگر تم کسی بات پر قسم کھاؤ اور پھر دیکھو کہ اس قسم کا خلاف کرنا ہی اس قسم کو پوری کرنے سے بہتر ہے، تو تم اس قسم کا کفارہ دے دو اور

2108: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 4251، ورقم الحديث: 4252، ورقم الحديث: 4253، أخرجه الترمذی في "السنن" رقم

الحديث: 3795، ورقم الحديث: 3796

2109: أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 3797

وہی کام کرو جو بہتر ہے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اس چیز کو ٹل میں لاؤ جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 583)

سرداری کی خواہش نہ کرو۔ "کا مطلب یہ ہے کہ سرداری و سیاست کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ ایک بہت ہی دشوار اور سخت ذمہ داری کی چیز ہے اس کے فرائض اور حقوق کی ادائیگی ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ صرف چند ہی لوگ اس کا بار اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں لہذا نفس کی حرص میں مبتلا ہو کر سرداری و سیاست کی خواہش نہ کرو کیونکہ اگر تم اپنی طلب پر سرداری و سیاست پاؤ گے تو پھر تمہیں اسی کے سپرد کر دیا جائے گا بایں معنی کہ اس کے فرائض کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر چار طرف شر و فساد برپا ہوں گے اور تم مخلوق اللہ کی نظروں میں بڑی بے آبروئی کے ساتھ اس منصب کے نااہل قرار دے دیے جاؤ گے، ہاں اگر بلا طلب تمہیں سرداری و سیاست کے مرتبہ سے نوازا جائے گا تو اس صورت میں حق تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے معاملات انتظام و انصرام درست ہوں گے اور مخلوق اللہ کی نظروں میں تمہاری بہت زیادہ عزت و وقعت ہوگی۔ "اور وہی کام کرو جو بہتر ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کسی گناہ کی بات پر قسم کھاؤ مثلاً یوں کہو کہ اللہ کی قسم! میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ یا اللہ کی قسم میں فلاں شخص کو جان سے مار ڈالوں گا۔ یا اللہ کی قسم میں اپنے باپ سے کلام نہیں کروں گا۔ تو اس صورت میں اس قسم کو توڑ ڈالنا ہی واجب ہوگا اور اس قسم کے توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور اگر کسی ایسی بات پر قسم کھائی جائے جس کے خلاف کرنا، اس سے بہتر ہو مثلاً یوں کہا جائے کہ "اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی سے ایک مہینہ تک صحبت نہیں کروں گا" یا اسی طرح کی کسی اور بات پر قسم کھائی جائے تو اس صورت میں اس قسم کو توڑ دینا محض اولیٰ ہوگا۔ اس بارے میں زیادہ تفصیل ابتداء باب میں گذر چکی ہے۔ یہاں جو روایتیں نقل کی گئی ہیں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کر دینا چاہئے۔

جب کہ دوسری روایت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کفارہ قسم توڑنے کے بعد ادا کرنے چاہئے، چنانچہ اس مسئلہ پر تینوں ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ کفارہ قسم توڑنے سے پہلے ادا کر دینا جائز ہے لیکن حضرت امام شافعی کے ہاں یہ جواز اس تفصیل کے ساتھ ہے کہ اگر کفارہ کی ادائیگی روزہ کی صورت میں ہو تو قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا جائز نہیں ہوگا اور اگر کفارہ کی ادائیگی غلام آزاد کرنے، یا مستحقین کو کھانا کھلانے اور یا کپڑا پہنانے کی صورت میں ہو تو پھر قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کی ادائیگی جائز ہوگی، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کی ادائیگی کسی صورت میں جائز نہیں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جن احادیث سے تقدیم کفارہ مفہوم ہوتا ہے ان میں حرف واو محض جمع کے لئے ہے اس سے تقدیم و تاخیر کا مفہوم مراد نہیں ہے اور نہ ہیقتنا وہ احادیث تقدیم و تاخیر پر دلالت کرتی ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم کھائے اور پھر وہ یہ سمجھے کہ (اس کے خلاف کرنا ہی) قسم پوری کرنے سے بہتر ہے تو اسے چاہیے کہ وہ کفارہ ادا کر دے اور اس کام کو کر لے (یعنی قسم توڑ دے)۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی قسم! تم میں سے کسی شخص کا اپنی قسم پر اصرار کرنا (یعنی

اس قسم کو پوری کرنے ہی کی ضد کرنا) جو اپنے اہل و عیال سے متعلق ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو زیادہ گناہگار بناتا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اس قسم کو توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کر دے جو اس پر فرض کر دیا گیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ اگر قسم توڑنے میں بظاہر حق تعالیٰ کے نام کی عزت و حرمت کی ہتک ہے اور قسم کھانے والا بھی اس کو اپنے خیال کے مطابق گناہ ہی سمجھتا ہے لیکن اس قسم کو پوری کرنے ہی پر اصرار کرنا جو اہل و عیال کی کسی حق تلفی کا باعث ہوتی ہے زیادہ گناہ کی بات ہے! گویا اس حدیث کا مقصد بھی یہ واضح کرنا ہی کہ قسم کے برخلاف عمل کی بھلائی ظاہر ہونے کی صورت میں قسم کو توڑ دینا اور اس کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔

بَابُ: مَنْ قَالَ كَفَّارَتَهَا تَرَكَهَا

یہ باب ہے کہ جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ قسم کا کفارہ یہ ہے اسے ترک کر دیا جائے

2110- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَعْمَانَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ أَبِي الرَّجَالِ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فِي قَطِيعَةٍ رَجِمَ أَوْ فِيمَا لَا يَصْلُحُ فَبِرْءُهُ أَنْ لَا يُتِمَّ عَلَى ذَلِكَ

﴿﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

”جو شخص قطع رحمی کی یا کسی غیر مناسب کام کی قسم اٹھائے تو اسے پورا کرنا یہی ہے وہ اس کام کو مکمل نہ کرے۔“

2111- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عُثَيْبِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ وَبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَتْرُكْهَا فَإِنْ تَرَكَهَا كَفَّارَتُهَا

﴿﴾ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص کوئی قسم اٹھائے اور پھر اس کے برعکس معاملے کو اس سے زیادہ بہتر سمجھے تو وہ اس کام کو چھوڑ دے اگر وہ اسے چھوڑ دیتا ہے تو یہی اس کا کفارہ ہے۔“

بَابُ: كَمْ يُطْعَمُ فِي كَفَّارَةِ الْيَمِينِ

یہ باب ہے کہ قسم کے کفارے میں کتنا کھانا کھلایا جائے گا؟

2112- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبُكَّائِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْلَى الثَّقَفِيُّ

2110: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2111: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2112: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَنِ الْعِيَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَفَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ وَأَمَرَ النَّاسَ بِذَلِكَ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَيَصِفْ صَاعٍ مِنْ بُرِّ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے کھجور کا ایک صاع کفارے کے طور پر دیا تھا اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا تھا تو جس شخص کو یہ نہیں ملا وہ گندم کا نصف صاع ادا کر دے۔

بَابُ: مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ

یہ باب ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے): ”اس کے درمیانے درجے میں سے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو“

2113- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي الْمَغِيرَةِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَقُوْتُ أَهْلَهُ قُوْتًا فِيهِ سَعَةٌ وَكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْتُ أَهْلَهُ قُوْتًا فِيهِ شِدَّةٌ فَذَكَرْتُ (مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ)

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو ایسا کھانا کھلاتا ہے جس میں منجائش ہوتی ہے اور ایک شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو ایسا کھانا کھلاتا ہے جس میں تنگی ہوتی ہے اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ ”وہ اس کے مطابق ہو جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو“۔

کفارہ قسم سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: کفارہ دس مسکینوں کا کھانا جو محتاج فقیر ہوں جن کے پاس بقدر کفایت کے نہ ہو اوسط درجے کا کھانا جو عموماً گھر میں کھایا جاتا ہو وہی نہیں کھلا دینا۔ مثلاً دودھ روٹی، گھی روٹی، زیتون کا تیل روٹی، یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کی خوراک بہت اعلیٰ ہوتی ہے بعض لوگ بہت ہی ہلکی غذا کھاتے ہیں تو نہ وہ ہونہ یہ ہو، تکلف بھی نہ ہو اور بخل بھی نہ ہو، سختی اور فراخی کے درمیان ہو، مثلاً گوشت روٹی ہے، سرکہ اور روٹی ہے، روٹی اور کھجوریں ہیں۔ جیسی جس کی درمیانی حیثیت، اسی طرح قلت اور کثرت کے درمیان ہو۔

حضرت علی سے منقول ہے کہ صبح شام کا کھانا، حسن اور محمد بن خفیفہ کا قول ہے کہ دس مسکینوں کو ایک ساتھ بٹھا کر روٹی گوشت کھلا دینا کافی ہے یا اپنی حیثیت کے مطابق روٹی کسی اور چیز سے کھلا دینا، بعض نے کہا ہے ہر مسکین کو آدھا صاع گہیوں کھجوریں وغیرہ دے دینا، امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ گہیوں تو آدھا صاع کافی ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز کا پورا صاع دے دے۔

ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجوروں کا کفارے میں ایک ایک شخص کو دیا ہے اور لوگوں کو بھی یہی حکم فرمایا ہے لیکن جس کی اتنی حیثیت نہ ہو وہ آدھا صاع گہیوں کا دے دے،

یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے لیکن اس کا ایک راوی بالکل ضعیف ہے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ دارقطنی نے اسے متروک کہا ہے اس کا نام عمر بن عبد اللہ ہے، ابن عباس کا قول ہے کہ ہر مسکین کو ایک مد گھیوں مع سالن کے دے دے، امام شافعی بھی یہی فرماتے ہیں لیکن سالن کا ذکر نہیں ہے اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رمضان شریف کے دن میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو ایک کھل (خاص پیانہ) میں سے ساٹھ مسکینوں کو کھلانے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اس میں پندرہ صاع آتے ہیں تو ہر مسکین کے لئے ایک مد ہوا۔ ابن مردویہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے کفارے میں گھیوں کا ایک مد مقرر کیا ہے لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں کیونکہ نصیر بن زرارہ کوئی کے بارے میں امام ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ وہ مجہول ہے گو اس سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے واللہ اعلم، پھر ان کے استاد عمری بھی ضعیف ہیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ گھیوں کا ایک مد اور باقی اناج کے دو مد دے۔ واللہ اعلم (یہ یاد رہے کہ صاع انگریزی اسی روپے بھر کے سیر کے حساب سے تقریباً پونے تین سیر کا ہوتا ہے اور ایک صاع کے چار مد ہوتے ہیں واللہ اعلم، مترجم) یا ان دس کو کپڑا پہنانا،

امام شافعی کا قول ہے کہ ہر ایک کو خواہ کچھ ہی کپڑا دے دے جس پر کپڑے کا اطلاق ہوتا ہو کافی ہے، مثلاً کرتہ ہے، پاجامہ ہے، تہم ہے، پگڑی ہے یا سر پر لمبنے کا رومال ہے۔

پھر امام صاحب کے شاگردوں میں سے بعض تو کہتے ہیں ٹوپی بھی کافی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ نا کافی ہے، کافی کہنے والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین سے جب اس کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتے ہیں اگر کوئی وفد کسی امیر کے پاس آئے اور وہ انہیں ٹوپیاں دے تو عرب تو یہی کہیں گے کہ قد کسوا انہیں کپڑے پہنائے گئے۔ لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں کیونکہ محمد بن زبیر ضعیف ہیں واللہ اعلم۔ موزے پہنانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ کم سے کم اتنا اور ایسا کپڑا ہو کہ اس میں نماز جائز ہو جائے مرد کو دیا ہے تو اس کی اور عورت کو دیا ہے تو اس کی۔

ابن عباس فرماتے ہیں عبا ہو یا شملہ ہو۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک کپڑا ہو اور اس سے زیادہ جو ہو۔ غرض کفارہ قسم میں ہر چیز سوائے جائگئے کے جائز ہے۔ بہت سے مفسرین فرماتے ہیں ایک ایک کپڑا ایک ایک مسکین کو دے دے۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے ایسا کپڑا جو پورا کارآمد ہو مثلاً لحاف چادر وغیرہ نہ کہ کرتہ دوپٹہ وغیرہ ابن سیرن اور حسن دودو کپڑے کہتے ہیں، سعید بن مسیب کہتے ہیں عمامہ جسے سر پر باندھے اور عبا جسے بدن پر پہنے۔ حضرت ابو موسیٰ قسم کھاتے ہیں پھر اسے توڑتے ہیں تو دو کپڑے بحرین کے دے دیتے ہیں۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر مسکین کے لئے ایک عبا، یہ حدیث عریب ہے، یا ایک غلام کا آزاد کرنا،

امام ابو حنیفہ تو فرماتے ہیں کہ یہ مطلق ہے کافر ہو یا مسلمان، امام شافعی اور دوسرے بزرگان دین فرماتے ہیں اس کا موکن ہونا ضروری ہے کیونکہ قتل کے کفارے میں غلام کی آزادی کا حکم ہے اور وہ مقید ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہے، دونوں کفاروں کا سبب

چاہے جدا گانہ ہے لیکن وجہ ایک ہی ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضرت معاویہ بن حکم انہی کے ذمے ایک گردن آزاد کرنا تھی وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ ایک لونڈی لئے ہوئے آئے۔ حضور نے اس سیاہ قام لونڈی سے دریافت فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں پوچھا ہم کون ہیں؟ جواب دیا کہ آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ نے فرمایا اسے آزاد کرو یہ ایماندار عورت ہے۔ پس ان تینوں کاموں میں سے جو بھی کر لے وہ قسم کا کفارہ ہو جائے گا اور کافی ہوگا اس پر سب کا اجماع ہے۔ قرآن کریم نے ان چیزوں کا بیان سب سے زیادہ آسان چیز سے شروع کیا ہے اور بتدریج اوپر کو پہنچایا ہے۔ پس سب سے سب کھانا کھانا ہے۔ پھر اس سے قدرے بھاری کپڑا پہنانا ہے اور اس سے بھی زیادہ بھاری غلام کو آزاد کرنا ہے۔ پس اس میں ادنیٰ سے اعلیٰ بہتر ہے۔ اب اگر کسی شخص کو ان تینوں میں سے ایک کی بھی قدرت نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھ لے۔

سعید بن جبیر اور حسن بصری سے مروی ہے کہ جس کے پاس تین درہم ہوں وہ تو کھانا کھلا دے ورنہ روزے رکھ لے اور بعض متاخرین سے منقول ہے کہ یہ اس کے لئے ہے جس کے پاس ضروریات سے فاضل چیز نہ ہو معاش وغیرہ پونجی کے بعد جو فالتو ہو اس سے کفارہ ادا کرے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں جس کے پاس اس دن کے اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے سے کچھ بچے اس میں سے کفارہ ادا کرے، قسم کے توڑنے کے کفارے کے روزے پے در پے رکھنے واجب ہیں یا مستحب ہیں اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ واجب نہیں۔

امام شافعی نے باب الایمان میں اسے صاف لفظوں میں کہا ہے امام مالک کا قول بھی یہی ہے کیونکہ قرآن کریم میں روزوں کا حکم مطلق ہے تو خواہ پے در پے ہوں خواہ الگ الگ ہوں تو سب پر یہ صادق آتا ہے جیسے کہ رمضان کے روزوں کی قضا کے بارے میں آیت (فعدة من ایام اخر) فرمایا گیا ہے وہاں بھی پے در پے کی یا علیحدہ علیحدہ کی قید نہیں اور حضرت امام شافعی نے کتاب الام میں ایک جگہ صراحت سے کہا ہے کہ قسم کے کفارے کے روزے پے در پے رکھنے چاہئیں یہی قول احناف اور حنابلہ کا ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابی بن کعب وغیرہ سے مروی ہے کہ ان کی قرأت آیت (فصیام ثلثہ ایام متتابعات) ہے ابن مسعود سے بھی یہی قرأت مروی ہے، اس صورت میں اگرچہ اس کا متواتر قرأت ہونا ثابت نہ ہو۔

تاہم خبر واحد یا تفسیر صحابہ سے کم درجے کی تو یہ قرأت نہیں پس حکماً یہ بھی مرفوع ہے۔ ابن مردودہ کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت حذیفہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اختیار ہے آپ نے فرمایا ہاں، تو اختیار پر ہے خواہ گردن آزاد کر خواہ کپڑا پہنا دے خواہ کھانا کھلا دے اور جو نہ پائے وہ پے در پے تین روزے رکھ لے۔ پھر فرماتا ہے کہ تم جب قسم کھا کر توڑ دو تو یہ کفارہ ہے لیکن تمہیں اپنی قسموں کی حفاظت کرنی چاہیے انہیں بغیر کفارے کے نہ چھوڑنا چاہیے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں واضح طور پر بیان فرما رہا ہے تاکہ تم شکر گزاری کرو۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۸، ص ۸۹)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مابین کتاب "المغنی" میں رقمطراز ہیں۔ "غلو قیمت کفارہ میں کفایت نہیں کرتی، اور نہ ہی

لباس کی قیمت، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غلہ ذکر کیا ہے لہذا اس کے بغیر کفارہ ادا نہیں ہو سکتا، اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تین اشیاء کے مابین اختیار دیا ہے اور اگر اس کی قیمت دینا جائز ہوتی تو یہ اختیار ان تین اشیاء میں منحصر نہ ہوتا۔ (المثنی لابن قدامة المقدسی (11/256)

بَابُ: النَّهْيُ أَنْ يَسْتَلِجَ الرَّجُلُ فِي يَمِينِهِ وَلَا يُكْفِرَ

یہ باب ہے کہ اس بات کی ممانعت کہ آدمی اپنی قسم پر اصرار کرے اور اس کا کفارہ نہ دے

2114- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الْمُعَمَّرِيُّ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَلَجَ أَحَدُكُمْ فِي الْيَمِينِ فَإِنَّهُ لَهْ عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْكُفَّارَةِ الَّتِي أُمِرَ بِهَا

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب کوئی شخص اپنی قسم پر اصرار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے زیادہ گناہ گار ہوگا کہ وہ اس کفارے کو ادا کر دیتا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا۔“

2114م- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ الْوَحَاطِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ ﴿﴾ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابُ: إِبْرَارِ الْمُقْسِمِ

یہ باب قسم کو پورا کروانے کے بیان میں ہے

2115- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدٍ بْنِ مَقْرِنٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ ﴿﴾ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم قسم پوری کروائیں۔

2116- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ

2114: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2115: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1239 'ورقم الحديث: 2445 'ورقم الحديث: 5175 'ورقم الحديث: 5635 'ورقم الحديث:

5650 'ورقم الحديث: 5838 'ورقم الحديث: 5849 'ورقم الحديث: 5863 'ورقم الحديث: 6222 'ورقم الحديث: 6235 'ورقم الحديث: 6654 'أخرجه

مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5356 'أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1760 'ورقم الحديث: 2809 'أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث:

1938 'ورقم الحديث: 3787 'أخرجه ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحديث: 3590

2116: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

الرَّحْمَنِ بْنِ صَفْوَانَ أَوْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقُرَشِيِّ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ جَاءَ بِأَبِيهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اجْعَلْ لِي نَصِيبًا فِي الْهَجْرَةِ فَقَالَ إِنَّهُ لَا هِجْرَةَ لَنَا نَطْلُقُ فَدْخَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ فَقَالَ لَقَدْ عَرَفْتَنِي قَالَ أَجَلُ فَخَرَجَ الْعَبَّاسُ فِي قَبِيضٍ لَيْسَ عَلَيْهِ رِذَاءٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ عَرَفْتُ لَنَا وَالَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ وَجَاءَ بِأَبِيهِ لِنَسَائِمَةٍ عَلَى الْهَجْرَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَا هِجْرَةَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ فَعَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَمَسَّ يَدَهُ فَقَالَ أَبْرَزْتُ عِمِّي وَلَا هِجْرَةَ

• • • عبدالرحمن بن صفوان یا شاید حضرت صفوان بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر وہ اپنے والد کو ساتھ لے کر آئے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے والد کے لیے بھی ہجرت میں سے کوئی حصہ بنا دیجئے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اب ہجرت نہیں ہو سکتی۔“

پھر وہ گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ مجھے پہچانتے ہیں انہوں نے جواب دیا: جی ہاں پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ قیسم پکین کر نکلے ان کے جسم پر کوئی چادر نہیں تھی انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا آپ ﷺ فلاں شخص کو پہچان گئے تھے اور اس کا ہمارے ساتھ جو تعلق تھا اس کو بھی آپ ﷺ جانتے ہیں؟ یہ اپنے والد کو لے کر آیا تھا کہ آپ ﷺ ہجرت پر اس سے بیعت لے لیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اس کی ہجرت نہیں ہو سکتی۔“

تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں آپ ﷺ کو قسم دیتا ہوں تو نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک آگے بڑھا کر اس شخص کے ہاتھ کو چھوا اور فرمایا میں اپنے چچا کی قسم کو پورا کرواؤں گا لیکن ہجرت نہیں ہو سکتی۔

2116 م۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِفْرِيسَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ قَالَ يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ يَعْنِي لَا هِجْرَةَ مِنْ دَارٍ قَدْ أَسْلَمَ أَهْلُهَا

• • • یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ یزید بن ابوزیاد نے یہ کہا ہے اس سے مراد یہ ہے ایسے علاقے سے ہجرت نہیں ہو سکتی جہاں کے رہنے والے اسلام قبول کر چکے ہوں۔

بَابُ: النَّهْيُ أَنْ يُقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتُ

یہ باب اس ممانعت میں ہے کہ جو کہے کہ اللہ چاہے اور چوتھم چاہو

2117 م۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَجْلَحُ الْكِنْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَلَفَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتُ وَلَكِنْ

2117 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

لَيَقُلَّ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَفَّتْ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب کسی شخص نے قسم اٹھائی ہو تو یہ نہ کہے جو اللہ چاہے اور جو تم چاہو بلکہ یہ کہے جو اللہ چاہے اور پھر جو تم چاہو۔“

2118-

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَأَى فِي النَّوْمِ أَنَّهُ لَقِيَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقَالَ نِعَمَ الْقَوْمِ أَنْتُمْ لَوْلَا أَنْتُمْ تَشْرِكُونَ تَقُولُونَ مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ إِنْ كُنْتُ لَا عَرِفُهَا لَكُمْ قُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ مُحَمَّدٌ

﴿﴾ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کی ملاقات ایک اہل کتاب سے ہوئی تو وہ بولا: تم کتنے اچھے لوگ ہو! اگر تم لوگ شرک نہ کرو تم لوگ یہ کہتے ہو کہ جو اللہ چاہے اور جو حضرت محمد ﷺ چاہیں اس شخص نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اللہ کی قسم! مجھے تمہارے اس طرز عمل کے بارے میں پتہ ہے تم لوگ یہ کہا کرو جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر جو حضرت محمد ﷺ چاہیں۔“

2118 م- حَدَّثَنَا إِبْنُ أَبِي الشَّوَّازِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ رَبِيعِ بْنِ حِرَاشٍ عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ سَعْبَةَ أَخِي عَائِشَةَ لَا يَمُوتُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَبْرِهِ

﴿﴾ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابُ: مَنْ وَرَى فِي يَمِينِهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی قسم میں تو یہ کرے (یعنی ذو معنی مفہوم مراد لے)

2119- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ ح. وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِيهَا سُؤَيْدِ بْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ خَرَجْنَا لِرَيْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا وَإِلْ بَنُ حُجْرٍ فَأَخَذَهُ عَدُوٌّ لَهُ فَتَحَرَّجَ النَّاسُ أَنْ يَخْلِفُوا فَخَلَفْتُ أَنَا أَنَّهُ أَخِي فَخَلَى سَبِيلَهُ فَاتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّ الْقَوْمَ تَحَرَّجُوا أَنْ يَخْلِفُوا وَخَلَفْتُ أَنَا أَنَّهُ أَخِي فَقَالَ صَدَقْتَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ

2118: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2118 م: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2119: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3256

• • حضرت سید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ روانہ ہوئے ہم نبی کریم ﷺ سے ملنا چاہتے تھے ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے انہیں دشمن نے پکڑ لیا تو لوگوں نے قسم اٹھانے میں گناہ محسوس کیا لیکن میں نے قسم اٹھالی کہ یہ میرا بھائی ہے تو دشمن نے اس کا راستہ چھوڑ دیا ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ لوگوں نے اس بات میں گناہ محسوس کیا کہ وہ قسم اٹھائیں جبکہ میں نے یہ قسم اٹھالی کہ یہ میرا بھائی ہے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم نے سچ کہا ہے مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔“

2120- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّ هُشَيْمَ بْنَ عَبَادٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْيَمِينُ عَلَى نِيَةِ الْمُسْتَحْلِفِ

• • حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”قسم حلف لینے والے کی نیت کے مطابق ہوتی ہے۔“

2121- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِينُكَ عَلَى مَا يُصَدِّقُكَ بِهِ صَاحِبُكَ

• • حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تمہاری قسم وہ ہوگی جس کے بارے میں تمہارا ساتھی تمہاری تصدیق کرے۔“

بَابُ: النَّهْيُ عَنِ النَّذْرِ

یہ باب نذر کی ممانعت میں ہے

2122- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنصُورٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ إِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ اللَّئِيمِ

• • حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے نذر ماننے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے: اس کے ذریعے کنبوس سے مال نکلوایا جاتا ہے۔

2123- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

2120: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 4259 'ورقم الحديث: 4260' أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3255 'أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 1354

2122: أخرجه البخاری في "الصحيح" رقم الحديث: 6608 'ورقم الحديث: 6693' أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 4213 'ورقم الحديث: 4214' أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3287 'أخرجه الترمذی في "السنن" رقم الحديث: 3810 'ورقم الحديث: 3811 'ورقم الحديث: 3812

2123: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّذْرَ لَا يَأْتِي ابْنَ آدَمَ بِشَيْءٍ إِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ وَلَكِنْ يَغْلِبُهُ الْقَدَرُ مَا قُدِّرَ لَهُ فَيُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَحِيلِ فَيُسَرُّ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَكُنْ يُسَرُّ عَلَيْهِ مِنْ قَبْلِ ذَلِكَ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ أَنْفِقْ أَنْفِقْ عَلَيْكَ

﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”بے شک نذر ابنِ آدم کے لیے کوئی چیز نہیں لے کر آتی صرف وہی لے کر آتی ہے جو اس کے نصیب میں ہو بلکہ تقدیر بھی اس پر غالب آ جاتی ہے اس چیز کے حوالے سے جو اس کے نصیب میں لکھی گئی ہے اس کے ذریعے کنجوس شخص کا مال نکلا لیا جاتا ہے اور اسے وہ آسانی فراہم کر دی جاتی ہے جو اس سے پہلے اسے نہیں ملنی تھی۔“
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:
”تم خرچ کرو! میں تم پر خرچ کروں گا۔“

بَابُ: النَّذْرِ فِي الْمَعْصِيَةِ

یہ باب ہے کہ معصیت کے بارے میں نذر ماننا

2124- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي سَهْلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُمَرَ بْنِ الْحَصِينِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ وَلَا نَذْرَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ

﴿ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”گناہ کے بارے میں کوئی نذر نہیں ہوتی اور آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو اس کے بارے میں نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔“

2125- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ الْمِصْرِيُّ أَبُو طَاهِرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَنَّ ابْنَ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةٌ يَمِينٍ

﴿ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں گناہ کے بارے میں نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور

اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم توڑنے کا کفارہ ہے۔

2126- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ الْقَاسِمِ

2124: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 8 'أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3316 'أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3821 'ورقم الحديث:

3860

2125: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3290 'ورقم الحديث: 3291 'أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1524 'أخرجه النسائي في "السنن" رقم

الحديث: 3843 'ورقم الحديث: 3844 'ورقم الحديث: 3845 'ورقم الحديث: 3846 'ورقم الحديث: 3847

بْنِ مُعْتَمِدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللَّهَ فَلْيُطِعهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يُعْصِيَ اللَّهَ فَلَا يَعْصِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی نذر مانے وہ اس کی اطاعت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانے وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔

معصیت کی قسم اٹھانے کا بیان

جس شخص نے معصیت کی قسم اٹھائی کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا یا وہ اپنے باپ سے کلام نہ کرے گا یا فلاں کو قتل کر دے گا مناسب ہے کہ وہ اپنی قسم کو توڑے دے اور یحیٰ بن کا کفارہ ادا کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قسم اٹھائی اور پھر اس کے سوا میں بھلائی دیکھے تو پس اسی طرح کرے جو اس کے لئے بہتر ہو، وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔ اور اس میں ہم نے یہ کہا ہے کہ جبر کے سبب نیکی کا فوت ہونا ہے اور وہ کفارہ ہے اور معصیت میں کوئی جابر نہیں ہے کیونکہ اس کی ضد میں (نقصان کو پورا کیا جاسکتا ہے)۔ (ہدایہ، کتاب الایمان، لاہور)

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کی نذر کو پورا کرنا جائز نہیں ہے اور اس نذر کا کفارہ قسم کے کفارہ جیسا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ الصالح: جلد سوم، رقم الحدیث ۵۵۷)

یہ حدیث اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کی دلیل ہے اور حضرت امام شافعی کے مسلک کے برخلاف ہے۔ حضرت زہد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ جرم اور اشعریوں کے قبیلوں کے درمیان بھائی چارہ اور دوستی تھی ہم ابو موسیٰ اشعری کے پاس تھے کہ ان کے پاس کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا، بنی تمیم کا ایک شخص ان کے پاس تھا جس کا رنگ سرخ تھا اس کو کھانے پر بلایا تو اس نے کہا کہ میں نے اس کو نجاست کھاتے ہوئے دیکھا ہے تو میری طبیعت متنفر ہو گئی میں نے قسم کھائی کہ مرغی نہیں کھاؤں گا، انہوں نے کہا کہ اٹھ میں تجھ سے اس کی بابت حدیث بیان کروں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند اشعریوں کے ساتھ سواری مانگنے کے لئے آیا آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں تمہیں سوار نہیں کروں گا، اور نہ میرے پاس کوئی چیز ہے جس پر میں تم کو سوار کروں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال غنیمت کے اونٹ آئے آپ نے ہمارے متعلق دریافت فرمایا کہ اشعری کہاں ہیں؟ اور ہمارے لئے پانچ اچھی اونٹنیوں کے دینے کا حکم دیا، جب ہم چلے تو ہم نے کہا کہ ہم نے یہ کیا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ ہم سواری نہیں دیں گے اور نہ ان کے پاس کوئی سواری ہے، جس پر ہمیں سوار کریں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سواری عنایت کی شاید ہم قسم بھول گئے، خدا کی قسم اس صورت میں ہم لوگ فلاح نہیں پائیں گے ہم لوگ آپ کے پاس واپس لوٹے تو ہم لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کے پاس سواری کی غرض سے آئے تھے، آپ نے قسم کھائی کہ ہم لوگوں کو سواری نہیں دیں گے، اور نہ آپ کے پاس کوئی چیز ہے جس پر آپ سوار کریں، آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں سوار نہیں کیا لیکن اللہ نے تمہیں سوار کیا، بخدا میں کسی بات پر قسم کھاتا ہوں اور اس کے سوا دوسری بات میں بھلائی ہو تو میں اس صورت کو اختیار کرتا ہوں جو بہتر ہے اور میں قسم توڑ دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری، جلد سوم، رقم الحدیث ۱۵۷۰)

امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ "الکبائر" میں لکھتے ہیں "مومنوں کے ہاں یہ بات فیصلہ شدہ اور مقرر ہے کہ: جس شخص نے بھی بغیر بیماری اور غرض (یعنی بغیر شرعی عذر) کے رمضان المبارک کا روزہ ترک کیا تو وہ شخص زانی اور شراب نوش سے بھی زیادہ شریہ اور برا ہے، بلکہ اس کے اسلام میں ہی شک کرتے ہیں، اور اس کے زندقہ اور منحرف ہونے کا گمان کرتے ہیں۔ (الکبائر للذہبی (۵۴))

بعض لوگوں نے حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لینے کی قسم کھا رکھی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ میں قسم کا حکم بھی بیان فرمادیا کہ اگر کسی شخص کی زبان سے بلا ارادہ قسم کا لفظ نکل گیا ہے تو اس کی پابندی کرنے کی ویسے ہی ضرورت نہیں، کیونکہ ایسی قسم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، اور اگر جان بوجھ کر کسی نے قسم کھائی ہے تو وہ اسے توڑ دے اور کفارہ ادا کر دے، کیونکہ جس نے کسی معصیت کی قسم کھائی ہو اسے اپنی قسم پر قائم نہ رہنا چاہیے۔

بَابُ: مَنْ نَذَرَ نَذْرًا وَلَمْ يُسَمِّهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص نذر مانے اور اسے متعین نہ کرے

2127- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا وَلَمْ يُسَمِّهِ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "جو شخص نذر مانے اور اسے متعین نہ کرے تو اس کا کفارہ وہی ہوگا جو قسم توڑنے کا کفارہ ہے۔"

2128- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْأَشَجِّ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا وَلَمْ يُسَمِّهِ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُطِقْهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا أَطَاقَهُ فَلَيْفٍ بِهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص کوئی نذر مانے اور اسے مقرر نہ کرے تو اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم توڑنے کا کفارہ ہے اور جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا کفارہ بھی وہی ہے جو قسم توڑنے کا کفارہ ہے اور جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جس کی طاقت رکھتا ہو تو اسے اس نذر کو پورا کرنا چاہیے۔"

وہ نذر جسے پورا کرنے یا قسم کا کفارہ دینے میں اختیار ہے

کچھ نذریں ایسی ہیں جن میں نذر ماننے والے کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی نذر پوری کرے یا پھر نذر کے کفارہ میں قسم کا

2126: أخرجه البخاری فی "المصنوع" رقم الحدیث: 6696 'ورقم الحدیث: 6700' أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3289 'أخرجه الترمذی فی "المجامع"

رقم الحدیث: 1526 'أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3815 'ورقم الحدیث: 3816 'ورقم الحدیث: 3817

2127: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2128: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3322

کفارہ ادا کر دے، اس قسم میں مندرجہ ذیل نذریں آتی ہیں۔

جھگڑا اور غصہ کی نذر: یہ ہر وہ نذر ہے جو قسم کی جگہ ہو اور اس سے کسی فعل کو سرانجام دینے یا کسی فعل کو ترک کرنے پر ابھارنا مراد ہو، یا پھر کسی کی تصدیق یا تکذیب مراد ہو، نذر ماننے والے کا مقصد نذر نہ ہو اور نہ ہی اللہ کا قرب حاصل کرنا ہو۔

مثلاً کوئی شخص غصہ کی حالت میں یہ کہے: (اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر حجت یا میرے ذمہ ایک ماہ کے روزے یا ایک ہزار دینا صدقہ کروں گا)

یا یہ کہے: (اگر میں نے فلاں شخص سے کلام کی تو یہ غلام آزاد کروں گا، یا میری بیوی کو طلاق) وغیرہ اور پھر وہ یہ کام کر بھی لے، اور وہ اس ساری کلام سے اس کی تاکید چاہتا تھا کہ وہ اس کام وغیرہ کو نہیں کرے گا، تو اس کے مقصود کی حقیقت میں نہ تو شرط پر عمل کرے اور نہ ہی اس پر سزا لگائی، بلکہ اسے اس طرح کی نذر میں اختیار دیا جائے گا۔

اس شخص کی حالت کسی کی حکایت بیان کرنا ہو، یا کسی چیز کے فعل یا عدم فعل پر ابھارنے کا اظہار ہو، اسے بھی اختیار ہے کہ یا تو وہ اپنی نذر پوری کرے یا پھر قسم کا کفارہ ادا کر دے، جو ہر کے اعتبار سے اسے قسم شمار کیا جائیگا۔

نام نہاد آزاد محقق ابن تیمیہ کہتے ہیں: "اگر اس نے قسم کے اعتبار سے نذر کو مطلق کیا اور یہ کہا: اگر میں تمہارے ساتھ سفر کروں تو مجھ پر حج ہے، یا میرا مال صدقہ، یا میرے ذمہ غلام آزاد کرنا، تو صحابہ کرام اور جنہور علماء کے ہاں یہ حلف نذر ہے، نہ کہ وہ نذر ماننے والا ہے، لہذا اگر وہ اپنے اوپر لازم کردہ کو پورا نہیں کرتا تو اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا ہی کافی ہے۔

اور ایک دوسری جگہ پر کہتے ہیں: "جھگڑے اور غصب کی حالت میں نذر سے واجب کردہ میں ہمارے ہاں مشہور قول پر دو چیزوں میں سے ایک ہے: یا تو کفارہ یا پھر مطلق کردہ فعل کو سرانجام دینا، اور اگر وہ مطلق کردہ چیز کا التزام نہیں کرتا تو پھر کفارے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

مباح نذر کا بیان

یہ ہر وہ نذر ہے جو مباح امور میں سے کسی پر بھی مانی گئی ہو، مثلاً کوئی شخص کسی معین لباس کے پہننے کی نذر مانے، یا کوئی مخصوص کھانا کھانے کی نذر مانے، یا کسی بذاتہ جانور پر سہار ہونے کی نذر مانے، یا کسی محدود گھر میں داخل ہونے کی نذر مانے، وغیرہ ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک شخص نے بوانہ نامی جگہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا بیٹا پیدا ہوا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: میں نے بوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی؟ تو صحابہ نے جواب دیا: نہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہاں ان کا کوئی میلہ ٹھیلہ لگتا تھا؟ تو صحابہ کرام نے جواب دیا: نہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اپنی نذر پوری کرو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کی نذر پوری کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی اس میں جس کا ابن آدم مالک ہی نہیں۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث 2881)

نذر سے ممانعت کے سبب کا بیان

علامہ خطابی نے فرمایا کہ نذر سے منع کا معنی یہ ہے کہ یہ نذر کے متعلق اہتمام کا اظہار ہے اور نذر کو اپنے ذمہ لازم کرنے کے بعد اس میں لا پرواہی پر ڈرانا مقصود ہے، اور اگر نذر سے یہ منع برائے سزا ہوتا اس سے لازم آئے گا کہ نذر کو پورا کرنے کا حکم ختم ہو جائے کیونکہ یوں نذر گناہ قرار پائے گی، لہذا بلاشبہ حدیث کی وجہ یہ ہے کہ نذر اس اعتقاد سے نہ مانو کہ نذر کی وجہ سے تقدیر بدل جائے گی کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر نہیں فرمایا نذر کی وجہ سے تم اس کو حاصل کر لو گے اور تقدیر میں جو چیز تم پر وارد ہونے والی ہے تم اس کو نذر کے ذریعہ لوٹا دو، اور جب نذر مانو تو اس سے بری الذمہ ہونے کے لئے اسے پورا کرو، کیونکہ جو نذر مانی ہے وہ تم پر لازم ہو چکی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب النذر باب النذر، مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح)

علامہ طیبی نے فرمایا اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ اس میں نذر کا تعلق اور اس کی علت، تقدیر سے نذر مستغنی نہیں کرتی، والا جملہ ہے۔ اور اس میں تنبیہ ہے کہ اس عقیدہ سے نذر ماننا کہ یہ تقدیر کو تبدیل کر دے گی اور اس سے مستغنی کر دے گی، یہ منع ہے، لیکن نذر مان کر یہ عقیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ ہی معاملات کو آسان فرماتا ہے اور وہی ذاتی طور پر نافع اور ضار ہے اور نذر محض ایک وسیلہ ہے، تو اس عقیدہ سے نذر اور اس کو پورا کرنا عبادت ہے، اور یہ صورت ممنوع نہیں ہے یہ کیسے ممنوع ہو سکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے نیک بندوں کی مدح میں خود فرمایا کہ وہ نذروں کو پورا کرتے ہیں۔ اور فرمایا: جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اس کو میں وقف کرتی ہوں۔ اور میں کہتا ہوں یونہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، میں نے اللہ تعالیٰ رحمٰن کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث میں نذر کا تعلق اس نذر سے ہے جس میں یہ عقیدہ شامل ہو کہ یہ نذر تقدیر سے مستغنی کر دے گی۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب النذر)

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: خانیہ میں مذکور ہے کہ جب کسی نے کہا کہ اگر میں اس مرض سے تندرست ہو جاؤں تو بکری ذبح کروں گا، تو تندرست ہونے پر اس پر ذبح کرنا لازم نہیں ہوگا مگر جب یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں بکری ذبح کروں گا (تو پھر نذر ہوگی اور پورا کرنا لازم ہوگا) یہ درمختار کے متن کی عبارت ہے اور اس کی شرح میں اسکی علت یہ بیان کی ہے کہ اس لئے کہ پورا کرنا نذر کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، اس پر دوسری عبارت دلالت کرتی ہے، پہلی عبارت اس پر دال نہیں ہے۔ اور اس کی تائید بزاز یہ میں ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اگر میرا بیٹا سالم بچے تو میں تازہ رنگی روزہ رکھوں گا، تو وعدہ ہوگا، لیکن اس کے ساتھ بزاز یہ میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی کہے "اگر مجھے صحت ہوئی تو اتنے روزے رکھوں گا" تو پورا کرنا واجب نہ ہوگا، جب تک اس میں "اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر روزہ لازم ہے" نہ کہے۔ لیکن استحسان یہ ہے کہ اس پر روزہ لازم ہو جائے گا، اور اگر کوئی کہے "اگر میں ایسا کروں تو میں حج کروں گا" اس کے بعد اس نے وہ کام کیا تو حج لازم ہوگا۔ (رد، مختار ج ۳ ص ۷۰، پشاور)

نذر کا حکم کا بیان

مشروع نذر کو پورا کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری

کریں۔ (الحج ۲۸)

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ بِمَرِّئِمِ أَنْتِ لَكَ هَذَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ

حِسَابٍ (آل عمران)

تو اسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا۔ اور اُسے اچھا پروان چڑھایا۔ اور اُسے زکریا کی تمہبانی میں دیا جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے (ف) کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔ (کنز الایمان)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اور نذر میں لڑکے کی جگہ حضرت مریم کو قبول فرمایا۔ نے ولادت کے بعد حضرت مریم کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیٹ المقدس میں احبار کے سامنے رکھ دیا یہ احبار حضرت ہارون کی اولاد میں تھے اور بیٹ المقدس میں ان کا منصب ایسا تھا جیسا کہ کعبہ شریف میں حجبہ کا چونکہ حضرت مریم ان کے امام اور ان کے صاحب قربان کی دختر تھیں اور ان کا خاندان بنی اسرائیل میں بہت اعلیٰ اور اہل علم کا خاندان تھا اسلئے ان سب نے جن کی تعداد ستائیس تھی حضرت مریم کو لینے اور ان کا تکفل کرنے کی رغبت کی حضرت زکریا نے فرمایا کہ میں ان کا سب سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میرے گھر میں ان کی خانہ ہیں معاملہ اس پر ختم ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے قرعہ حضرت زکریا ہی کے نام پر نکلا۔

حضرت مریم ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا اور بچے ایک سال میں۔ بے فصل میوے جو جنت سے اترتے اور حضرت مریم نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا۔

حضرت مریم نے صغیر سن میں کلام کیا جب کہ وہ پالنے میں پرورش پاری تھیں جیسا کہ ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی حال میں کلام فرمایا

مسئلہ یہ آیت کرامت اولیاء کے ثبوت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھوں پر خوارق ظاہر فرماتا ہے حضرت زکریا نے جب یہ دیکھا تو فرمایا جو ذات پاک مریم کو بے وقت بے فصل اور بغیر سبب کے میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے وہ بے شک اس پر قادر ہے کہ میری بانجھ بی بی کو نئی تندرستی دے اور مجھے اس بڑھاپے کی عمر میں امید منقطع ہو جائے کے بعد فرزند عطا کرے بایں خیال آپ نے دعا کی جس کا اگلی آیت میں بیان ہے۔ (غزائن العرفان، آل عمران، ۳۷)

حضرت حفصہ کی نذر کا بیان

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ حضرت حفصہ کی نذر کو اللہ تعالیٰ نے بخوشی قبول فرمایا اور اسے بہترین طور سے نشوونما بخشی، ظاہری خوبی بھی عطا فرمائی اور باطنی خوبی سے بھرپور کر دیا اور اپنے نیک بندوں میں ان کی پرورش کرائی تاکہ علم اور خیر اور دین سیکھ لیں، حضرت زکریا کو ان کا کفیل بنادیا ابن اسحاق تو فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام یتیم ہو گئی تھیں، لیکن دوسرے بزرگ فرماتے

ہیں کہ قحط سالی کی وجہ سے ان کی کفالت کا بوجھ حضرت زکریا نے اپنے ذمہ لے لیا تھا، ہو سکتا ہے کہ دونوں وجوہات اتفاقاً آپس میں مل گئی ہوں واللہ اعلم، حضرت ابن اسحاق وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام ان کے خالوتھے، اور بعض لوگ کہتے ہیں ان کے بہنوئی تھے، جیسے معراج والی صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی جو دونوں خالہ زاد بھائی ہیں، ابن اسحاق کے قول پر یہ حدیث ٹھیک ہے کیونکہ اصلاح عرب میں ماں کی خالہ کے لڑکے کو بھی خالہ زاد بھائی کہہ دیتے ہیں پس ثابت ہوا کہ حضرت مریم اپنی خالہ کی پرورش میں تھیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی یتیم صاحبزادی عمرہ کو ان کی خالہ حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ کے سپرد کیا تھا اور فرمایا تھا کہ خالہ قائم مقام ماں کے ہے، اب اللہ تعالیٰ حضرت مریم کی بزرگی اور ان کی کرامت بیان فرماتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب کبھی ان کے پاس ان کے حجرے میں جاتے تو بیوی میوے ان کے پاس پاتے مثلاً جاڑوں میں گرمیوں کے میوے اور گرمیوں میں جاڑے کے میوے۔ حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت ابوالششاء، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت ضحاک، حضرت قتادہ، حضرت ربیع بن انس، حضرت عطیہ عوفی، حضرت سدی اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں، حضرت مجاہد سے یہ بھی مروی ہے کہ یہاں رزق سے مراد علم اور وہ صحیفے ہیں جن میں علمی باتیں ہوتی تھیں لیکن اول قول ہی زیادہ صحیح ہے، اس آیت میں اولیاء اللہ کی کرامات کی دلیل ہے اور اس کے ثبوت میں بہت سی حدیثیں بھی آتی ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام ایک دن پوچھ بیٹھے کہ مریم تمہارے پاس یہ رزق کہاں سے آتا ہے؟ صدیقہ نے جواب دیا کہ اللہ کے پاس سے، وہ جسے چاہے بحساب روزی دیتا ہے، مسند حافظ ابو یعلیٰ میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی دن بغیر کچھ کھائے گزر گئے بھوک سے آپ کو تکلیف ہونے لگی اپنی سب بیویوں کے گھر ہو آئے لیکن کہیں بھی کچھ نہ پایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دریافت فرمایا کہ بچی تمہارے پاس کچھ ہے؟ کہ میں کھالوں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے، وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے باپ صدقے ہوں کچھ بھی نہیں، اللہ کے نبی (اللہ صلی وسلم علیہ) وہاں سے نکلے ہی تھے کہ حضرت فاطمہ کی لونڈی نے دو روٹیاں اور ٹکڑا گوشت حضرت فاطمہ کے پاس بھیجا آپ نے اسے لے کر برتن میں رکھ لیا اور فرمانے لگیں گو مجھے، میرے خاوند اور بچوں کو بھوک ہے لیکن ہم سب فاقے ہی سے گزار دیں گے اور اللہ کی قسم آج تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دوں گی، پھر حضرت حسن یا حسین کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کو بلا لائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستے ہی میں ملے اور ساتھ ہو لئے، آپ آئے تو کہنے لگیں میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں اللہ نے کچھ بھجوا دیا ہے جسے میں نے آپ کے لئے چھپا کر رکھ دیا ہے، آپ نے فرمایا میری پیاری بچی لے آؤ، اب جو طشت کھولا تو دیکھتی ہے کہ روٹی سالن سے ابل رہا ہے دیکھ کر حیران ہو گئیں لیکن فوراً سمجھ گئیں کہ اللہ کی طرف سے اس میں برکت نازل ہو گئی ہے، اللہ کا شکر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پر درود پڑھا اور آپ کے پاس لا کر پیش کر دیا آپ نے بھی اسے دیکھ کر اللہ کی تعریف کی اور دریافت فرمایا کہ بیٹی یہ کہاں سے آیا؟ جواب دیا کہ ابا جان اللہ کے پاس سے وہ جسے چاہے بحساب روزی دے، آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اے پیاری بچی تجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تمام عورتوں کی سردار جیسا کر دیا، انہیں جب کبھی اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا فرماتا اور ان سے پوچھا جاتا تو یہی جواب دیا کرتی

تھیں کہ اللہ کے پاس سے ہے اللہ جسے چاہے بحساب رزق دیتا ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ نے حضرت علی نے اور حضرت فاطمہ نے اور حضرت حسین نے اور آپ کی سب ازواج مطہرات اور اہل بیت نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی اتنا ہی باقی رہا جتنا پہلے تھا جو آس پاس کے پڑوسیوں کے ہاں بھیجا گیا یہ خیر کثیر اور برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں:

حضرت عمران کی بیوی صاحبہ کا نام حسنہ بنت قافوڑ تھا حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ تھیں حضرت محمد اسحاق فرماتے ہیں انہیں اولاد نہیں ہوتی تھی ایک دن ایک چڑیا کو دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کو چونہ دے رہی ہے تو انہیں ولولہ اٹھا اور اللہ تعالیٰ سے اسی وقت دعا کی اور خلوص کے ساتھ اللہ کو پکارا، اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی دعا قبول فرمائی اور اسی رات انہیں حمل ٹھہر گیا جب حمل کا یقین ہو گیا تو نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جو اولاد دے گا اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے اللہ کے نام پر آزاد کر دوں گی، پھر اللہ سے دعا کی کہ پروردگار تو میری اس مخلصانہ نذر کو قبول فرما تو میری دعا کو سن رہا ہے اور تو میری نیت کو بھی خوب جان رہا ہے، اب یہ معلوم نہ تھا لڑکا ہو گا یا لڑکی جب پیدا ہوا تو دیکھا کہ وہ لڑکی ہے اور لڑکی تو اس قابل نہیں کہ وہ مسجد مقدس کی خدمت انجام دے سکے اس کے لئے تو لڑکا ہونا چاہئے تو عاجزی کے طور پر اپنی مجبوری جناب باری میں ظاہر کی کہ اے اللہ میں تو اسے تیرے نام پر وقف کر چکی تھی لیکن مجھے تو لڑکی ہوئی ہے، واللہ اعلم بما وضعت بھی پڑھا گیا یعنی یہ قول بھی حضرت حسنہ کا تھا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میرے ہاں لڑکی ہوئی اور "تا" کے جزم کے ساتھ بھی آیا ہے، یعنی اللہ کا یہ فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی ہے، اور فرماتی ہے کہ مرد عورت برابر نہیں، میں اس کا نام مریم رکھتی ہوں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس دن بچہ ہوا اسی دن نام رکھنا بھی جائز ہے، کیونکہ ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت ہماری شریعت ہے اور یہاں یہ بیان کیا گیا اور تردید نہیں کی گئی بلکہ اسے ثابت اور مقرر رکھا گیا، اسی طرح حدیث شریف میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات میرے ہاں لڑکا ہوا اور میں نے اس کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیم کے نام پر ابراہیم رکھا ملاحظہ ہو بخاری مسلم:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کو جبکہ وہ تولد ہوئے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انہیں اپنے ہاتھ سے گھٹی دی اور ان کا نام عبد اللہ رکھا، یہ حدیث بھی بخاری و مسلم میں موجود ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں رات کو بچہ ہوا ہے کیا نام رکھوں؟ فرمایا عبد الرحمن نام رکھو۔ (بخاری)

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ ہوا جسے لے کر آپ حاضر خدمت نبوی ہوئے تاکہ آپ اپنے دست مبارک سے اس بچے کو گھٹی دیں آپ اور طرف متوجہ ہو گئے بچہ کا خیال نہ رہا۔ حضرت ابوسعید نے بچے کو واپس گھر بھیج دیا جب آپ فارغ ہوئے بچے کی طرف نظر ڈالی تو اسے نہ پایا گھبرا کر پوچھا اور معلوم کر کے کہا اس کا نام منذر رکھو (یعنی ڈرا دینے والا)

مسند احمد اور سنن میں ایک اور حدیث مروی ہے جسے امام ترمذی صحیح کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ اپنے

عقیقہ میں گروی ہے ساتویں دن عقیقہ کرے یعنی جانور ذبح کرے اور نام رکھے، اور بچہ کا سر منڈوائے، ایک روایت میں ہے اور خون بہایا جائے اور یہ زیادہ ثبوت والی اور زیادہ حفظ والی روایت ہے واللہ اعلم،

لیکن زبیر بن بکار کی روایت جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا عقیقہ کیا اور نام ابراہیم رکھا یہ حدیث سنداً ثابت نہیں اور صحیح حدیث اس کے خلاف موجود ہے اور یہ تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ اس نام کی شہرت اس دن ہوئی واللہ اعلم۔ حضرت مریم علیہا السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا، چنانچہ مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر بچے کو شیطان اس کی پیدائش کے وقت ٹھوکا دیتا ہے اسی سے وہ چیخ کر رونے لگتا ہے لیکن حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ اس سے بچے رہے، اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو آیت (وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ) (آل عمران: ۳۶) یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی موجود ہے، یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں مختلف الفاظ سے مروی ہے کسی میں ہے ایک یا دو دھچکے مارتا ہے، ایک حدیث میں صرف عیسیٰ کا ہی ذکر ہے کہ شیطان نے انہیں بھی دھچکا مارنا چاہا لیکن انہیں دیا ہوا ٹھوکا پردے میں لگ کر رہ گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، آل عمران: ۳۷)

اس جملے میں حسرت کا اظہار بھی ہے اور عذر کا بھی۔ حسرت اس طرح کہ میری امید کے برعکس لڑکی ہوئی ہے اور عذر اس طرح کہ نذر سے مقصود تو تیری رضا کے لئے ایک خدمت گار وقف کرنا تھا اور یہ کام ایک مرد ہی زیادہ بہتر طریقے سے کر سکتا تھا۔ اب جو کچھ بھی ہے تو اسے جانتا ہے (فتح اللہ)

مولانا عبدالرحمن مبارک پوری لکھتے ہیں:

حضرت مریم کی والدہ نے جو منت مانی تھی وہ اس توقع سے مانی تھی کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ کیونکہ اس عہد میں لڑکے تو اللہ کی عبادت کے لیے وقف کئے جاتے تھے۔ مگر لڑکیوں کو وقف کرنے کا رواج نہ تھا۔ مگر ہوا یہ کہ لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی تو انہیں اس بات پر افسوس ہونا ایک فطری امر تھا۔ اس آیت میں محرر کا لفظ آیا ہے۔ جس کا لغوی معنی "آزاد کردہ" ہے یعنی ایسا بچہ جسے والدین نے تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا ہوتا کہ وہ یکسو ہو کر اللہ کی عبادت کر سکے۔ یہود میں دستور تھا کہ وہ اس طرح کے منت مانے ہوئے وقف شدہ بچوں کو بیت المقدس یا ہیکل سلیمانی میں چھوڑ جاتے اور انہیں ہیکل سلیمانی یا عبادت خانہ کے منتظمین جنہیں وہ اپنی زبان میں کاہن کہتے تھے، کے سپرد کرتے تھے۔

یہ بطور جملہ معترضہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو یہ کہہ کر تسلی دی ہے کہ یہ لڑکی لڑکے سے بدرجہا افضل ہے۔ حتیٰ کہ کوئی بھی لڑکا اس لڑکی کے جوڑ کا نہیں۔ لہذا افسوس کرنے کی کوئی بات نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش کے وقت شیطان اسے چھوتا ہے تو وہ چلا کر رونے لگتا ہے۔ صرف مریم اور اس کے بیٹے (حضرت عیسیٰ) کو شیطان نے نہیں چھوا۔ (بخاری، کتاب التفسیر، زیر آیت مذکورہ) اس حدیث سے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ دونوں کی فضیلت ثابت ہوئی۔ نیز یہ کہ حضرت مریم کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ (تفسیر سیر القرآن)

قاضی شوکانی کہتے ہیں: یہاں امر و جواب کے لیے ہے۔

اور کئی ایک احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نذر ماننے کی کراہت کا بیان ملتا ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نذریں نہ مانا کرو، کیونکہ نذر تقدیر سے کچھ فائدہ نہیں دیتی، بلکہ یہ تو بخیل سے نکالنے کا ایک بہانہ ہے" (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۹۵)

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نذر سے منع کیا اور فرمانے لگے: "یہ کسی چیز کو دور نہیں ہٹاتی، بلکہ اس سے تو بخیل اور کنجوس سے نکالا جاتا ہے" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ نذر پوری کرنے والوں کی تعریف کرنے کے بعد اس سے منع کیسے کر دیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ: جس نذر کی تعریف اور مدح کی گئی ہے وہ اطاعت و فرمانبرداری کی نذر ہے، جو کسی چیز پر معلق نہ ہو جیسا انسان سستی و کاہلی کو دور اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے اپنے اوپر محمول کرے۔

اور جس نذر سے منع کیا گیا ہے وہ کئی قسم کی نذریں ہیں: جن میں سے ایک نذر تو وہ ہے جو بطور معاوضہ ہو یعنی نذر ماننے والا اطاعت و فرمانبرداری کو کسی کام کے حصول یا کسی چیز کے دور ہونے پر معلق کرے اس طرح کہ اگر وہ کام نہ ہو تو وہ یہ اطاعت و فرمانبرداری کا کام نہیں کرے گا، اور یہ نذر مانتی ممنوع ہے ہو سکتا ہے اسے منع کرنے میں حکمت یہ ہو کہ: کہ جب اس پر وہ کام حتمی اور واجب و لازم ہو جائے تو نذر ماننے والا شخص اس اطاعت کے کام کو بوجھ سمجھ کر انجام دے۔

جب نذر ماننے والے نے اطاعت کرنے کی نذر اس شرط پر مانی کہ اگر اس کا مطلوبہ کام ہو جائے تو وہ یہ اطاعت کرے گا، تو اس طرح یہ اس کے معاوضہ اور بدلہ ہوا جو اس کام کے کرنے والے کی نیت میں قدح ہے۔ کیونکہ اگر اس کے مریض کو شفا یابی حاصل نہ ہو تو وہ شفا یابی پر معلق کردہ صدقہ نہیں کرے گا، اور یہ بخل کی حالت میں ہے، کیونکہ وہ اپنے مال سے بغیر عوض کے جلد نہیں نکالتا جو اس کے نکالے جانے والے پر غالباً زیادہ کرتا ہو؟

بعض لوگوں کا جاہلی اعتقاد ہوتا ہے کہ نذر مطلوبہ چیز کے حصول کا باعث بنتی ہے، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نذر کے عوض میں نذر ماننے والے کا مطلوبہ کام پورا کر دیتا ہے۔

اور بعض جاہل لوگوں کا ایک اور اعتقاد ہے کہ نذر تقدیر کو بدلتی ہے، یا انہیں جلد نفع دینے کا باعث بنتی ہے، اور ان سے نقصان اور ضرر کو دور کرتی ہے۔

تو اس خدشہ کی بنا پر اس سے منع کر دیا کہ کہیں جاہل ایسا ہی اعتقاد نہ رکھنا شروع کر دیں، اور اس طرح کے اعتقاد کی خطرناکی پر متنبہ کرنے کیلئے اس سے منع کر دیا گیا تاکہ عقیدہ کی سلامتی رہے۔

اس نذر کی اقسام جس کو پورا کرنا واجب ہے۔

اول: جس نذر کا پورا کرنا واجب ہے (وہ اطاعت و فرمانبرداری کی نذر ہے) ہر وہ نذر ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی نذر ہو مثلاً: نماز، روزہ، عمرہ، حج، صلہ رحمی، اعتکاف، جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔

مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ: میں اللہ کے لیے اتنے روزے رکھوں گا، یا اتنا صدقہ کروں گا، یا یہ کہے کہ: اللہ کے لیے میرے ذمہ ہے کہ میں اس برس حج کروں گا، یا میں مسجد حرام میں دو رکعت ادا کروں گا، ان نعمتوں کے شکرانہ کے طور پر جو اللہ تعالیٰ نیکو مریض کو شفا یا بی دے کر کی ہیں۔

یا وہ نذر معلق ہو، یعنی اگر اس کا کوئی کام ہو جائے تو وہ فلاں نیک کام کرے گا، مثلاً وہ کہے: اگر میرا غائب شخص آگیا یا اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے دشمن سے محفوظ رکھا تو میرے ذمہ اتنے روزے یا اتنا صدقہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی نذر مانی تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔" (صحیح بخاری رقم الحدیث (6202))

اور اگر کسی شخص نے اطاعت کی نذر مانی اور پھر ایسے حالات پیدا ہو گئے جس نے اسے نذر پوری کرنے سے عاجز کر دیا: مثلاً کسی شخص نے نذر مانی کے وہ ایک ماہ کے روزے رکھے گا، یا حج یا عمرہ کرے گا لیکن وہ بیمار ہو گیا اور اس بنا پر روزے نہ رکھ سکا، یا حج اور عمرہ نہ کر سکا، یا اس نے صدقہ کرنے کی نذر مانی لیکن وہ فقر سے دوچار ہو گیا جس کی بنا پر نذر پوری کرنے سے قاصر رہا، تو اس حالت میں نذر قسم کے کفارہ میں بدل جائے گی، جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں وارد ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جس نے ایسی نذر مانی جس کی وہ استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے "اسے ابو داؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بلوغ الرام میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے، اور حافظ رحمہم اللہ نے اس کے وقف کو رائج کہا ہے۔

اور ابن تیمیہ کہتے ہیں: جب انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی نذر ماننے کا قصد کرے تو اسے وہ نذر پوری کرنا ہوگی، لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مانی نذر کو پورا نہیں کرتا تو اکثر سلف کے ہاں اس پر قسم کا کفارہ ہے۔ (مجموع الفتاویٰ (38/49))

دوم: ایسی نذر جسے پورا کرنا جائز نہیں ہے، اس میں قسم کا کفارہ ہے: اور یہ نذر کی یہ قسم مندرجہ ذیل پر مشتمل ہے۔

معصیت کی نذر کا بیان

ہر وہ نذر جس میں اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کی نذر مانی گئی ہو، مثلاً کوئی شخص یہ نذر مانے کہ وہ کسی قبر یا مزار پر تیل ڈالے گا یا شمع روشن کرے گا، یا کسی قبر اور مزار اور شریکہ جگہ کی زیارت کی نذر مانے، تو بعض وجوہات کی بنا پر یہ نذر بتوں کے لیے نذر کے مشابہ ہوگی۔

اور اسی طرح اگر کوئی شخص کسی معصیت و نافرمانی کی نذر مانے مثلاً زنا کاری، یا شراب نوشی، یا چوری، یا یتیم کا مال ہڑپ کرنا، یا کسی کا حق کا انکار کرنا، کسی کے ساتھ قطع رحمی کرنے کی، یا بغیر کسی شرعی مانع کے کسی کے گھر میں نہ جانے کی، تو یہ سب نذریں ایسی ہیں جو ناجائز ہیں ان کا پورا کرنا کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے، بلکہ اسے اپنی نذر کے کفارہ میں قسم کا کفارہ ادا کرنا چاہیے، اس قسم کی نذر پوری نہ کرنے کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری

کی نذر مانی وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، اور جس نے اس کی نافرمانی اور معصیت کرنے کی نذر مانی تو وہ اس کی نافرمانی و معصیت نہ کرے۔

اسے بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے۔ اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "معصیت و نافرمانی کی نذر میں کوئی وفا نہیں۔" (صحیح مسلم رقم الحدیث (3000))

ہر وہ نذر جو شخص کے متصادم ہو

جب مسلمان شخص کوئی نذر مانے اور اسے یہ علم ہو جائے کہ اس کی نذر صحیح نص جس میں امر یا نہی ہے کے متصادم ہے تو اسے اس نذر کو پورا کرنے سے باز رہنا چاہیے، اور اس کے بدلے اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا چاہیے اس کی دلیل بخاری شریف کی مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

زیاد بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ تھا تو ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ پوری زندگی ہر منگل یا ہر بدھ کو روزہ رکھوں گا اور یہ دن عید الاضحیٰ کے دن کے موافق ہو گیا ہے؟

تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے، اور عید والے دن ہمیں روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، تو اس شخص نے دوبارہ یہی سوال کیا اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہی جواب دیا، اس سے زیادہ کچھ نہ کہا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث (6212))

اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیاد بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منی میں چلتے ہوئے سوال کیا۔

میں نے نذر مانی ہے کہ ہر منگل یا ہر بدھ کو روزہ رکھوں گا، اور یہ دن عید الاضحیٰ کے موافق آ گیا ہے، آپ کیا کہتے ہیں؟ تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نذر پوری کرو، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، یا یہ کہا: ہمیں عید قربان کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

راوی کہتے ہیں: اس شخص نے خیال کیا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سنا نہیں، تو اس نے کہا: میں نے ہر منگل یا بدھ کو روزہ رکھنے کی نذر مانی ہے، اور یہ دن عید قربان کے موافق آ گیا ہے؟

تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا تو حکم ہے کہ نذر پوری کی جائے، اور ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے، یا فرمایا ہمیں عید قربان کا روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں: اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا حتیٰ کہ پہاڑ کے ساتھ ٹیک لگالی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نفلی یا نذر کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

وہ نذر جس کا حکم قسم کے کفارہ کے علاوہ کوئی حکم نہیں

اور کچھ نذریں ایسی ہیں جن کے متعلق کوئی احکام نہیں صرف اتنا ہے کہ نذر ماننے والا نذر کے کفارہ کے طور پر قسم کا کفارہ لازمی دے گا، اس میں کچھ نذریں یہ ہیں۔

مطلقاً نذر ماننا: (یہ وہ نذر ہے جس کا نام نہ لیا گیا ہو) لہذا اگر کسی مسلمان شخص نے نذر مانی اور نذر مانی گئی چیز کا نام نہ لیا بلکہ نذر کو بغیر نام کے مطلق ہی رہنے دیا یا تعین نہ کیا: مثلاً یہ کہا کہ: مجھ پر نذر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا یا بی سے نوازا، اور اس نے کسی چیز کا نام نہ لیا تو اس پر قسم کا کفارہ ہوگا۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے" اسے مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: امام مالک اور بہت ساروں نے بلکہ اکثر نے اسے نذر مطلق پر محمول کیا ہے، جیسا کہ کوئی کہے: مجھ پر نذر ہے۔ (شرح مسلم از امام نووی (11/104))

ایسی چیز کی نذر جو اس کی ملکیت نہیں

جب نذر ماننے والے کسی ایسی چیز کی نذر مانی جو اس کی ملکیت ہی نہیں تو اس پر قسم کے کفارہ کے علاوہ کچھ نہیں، مثلاً کوئی شخص یہ نذر مانے کہ وہ فلاں شخص کا مال صدقہ کرے گا، یا فلاں شخص کا غلام آزاد کرے گا، یا فلاں شخص کو باغ ہدیہ دے گا اور وہ اس کا مالک ہی نہ ہو۔

اور اس حکم پر مندرجہ ذیل حدیث دلالت کرتی ہے: عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابن آدم جس چیز کا مالک نہیں اس میں اس کی نذر نہیں ہے، اور جس کا وہ مالک نہیں اسے آزاد بھی نہیں کر سکتا، اور جس کا وہ مالک نہیں اس میں طلاق نہیں ہے" (سنن ترمذی رقم الحدیث (1101)) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں عبد اللہ بن عمرو کی حدیث حسن صحیح ہے۔

بَابُ: الْوَفَاءِ بِالْنَّذْرِ

یہ باب نذر کو پورا کرنے کے بیان میں ہے

نذر کے معنی و مفہوم کا بیان

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ "مفردات الفاظ القرآن" میں لکھتے ہیں: نذر یہ ہے کہ: آپ کسی کام کے ہونے کی بنا پر وہ چیز واجب اور لازم کر لیں جو آپ پر واجب نہیں تھی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ یقیناً میں نے اللہ رحمن کے لیے روزے کی نذر مانی ہے (مریم (28)) (مفردات الفاظ القرآن صفحہ (797))

لہذا نذر یہ ہے کہ مکلف شخص اپنے آپ پر وہ چیز لازم کر لے جو اس پر لازم نہیں تھی، چاہے وہ منجز ہو یا معلق ہو۔

کتاب اللہ میں مذکور مدح کی مد میں بھی بیان کیا گیا ہے: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے متعلق فرمایا ہے۔ بلاشبہ نیک و صالح لوگ وہ جام نہیں کے جس کی آمیزش کافور ہے، جو ایک چشمہ ہے، جس میں سے اللہ کے بندے نوش کریں گے، اس کی نہریں نکال کر لے جائیں گے (جدھر چاہیں)، جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں طرف پھیل جانے والی ہے۔ (الدر، ۵)

تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کا روز قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرنا اور نذروں کو پورا کرنا ان کی نجات اور کامیابی اور جنت میں داخلے کا سبب بنایا ہے۔

2129- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَذَرْتُ لَذْرًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا أَسْلَمْتُ لَأَمْرِي أَنْ أُولِيَ بِنَذْرِي

• حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی میں نے اسلام قبول کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں اپنی نذر کو پورا کروں۔

2130- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْحَاقَ الْجَوْهَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ النَّبَّاتِيُّ الْمَسْعُودِيُّ عَنْ حَنِيبِ بْنِ أَبِي قَابِطٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَذَرْتُ أَنْ أُنْحَرِبَ بِيَوَانَةٍ فَقَالَ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ لَا قَالَ أَوْفٍ بِنَذْرِكَ

• حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں ”یوانہ“ کے مقام پر اونٹ نہ کروں گا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کیا تمہارے ذہن میں زمانہ جاہلیت سے متعلق کوئی چیز تھی“ اس نے عرض کی: جی نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”پھر تم اپنی نذر کو پورا کرو“۔

2131- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطَّائِفِيُّ عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ كُرْدَمِ الْبَسَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ رَدِيفَةٌ لَهُ فَقَالَ إِنِّي لَذَرْتُ أَنْ أُنْحَرِبَ بِيَوَانَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ بِهَا وَلَكِنْ قَالَ لَا قَالَ أَوْفٍ بِنَذْرِكَ

• سیدہ میمونہ بنت کرم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ان کے والد نبی کریم ﷺ سے ملے وہ اپنے والد کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں ان کے والد نے عرض کی: میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں ”یوانہ“ کے مقام پر قربانی کروں گا نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: کیا وہاں

2130: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2131: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

پر کوئی بت ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”تم اپنی نذر کو پورا کرو“۔

2131 م۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ ذَكْوَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ كُرْدَمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ
 یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

قرآن کے مطابق نذر کا بیان

(۱) (وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ) (بقرہ ۲۷۰)
 جو کچھ تم خرچ کرو یا منت مانو، اللہ (عز و جل) اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۲) (يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا) (دھر ۷)
 نیک لوگ وہ ہیں جو اپنی منت پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

احادیث کے مطابق نذر کا بیان

(۱) حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو یہ منت مانے کہ اللہ (عز و جل) کی اطاعت کریگا تو اس کی اطاعت کرے یعنی منت پوری کرے اور جو اس کی نافرمانی کرنے کی منت مانے تو اس کی نافرمانی نہ کرے یعنی اس منت کو پورا نہ کرے۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان والندور)

(۲) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ”اس منت کو پورا نہ کرے، جو اللہ (عز و جل) کی نافرمانی کے متعلق ہو اور نہ اس کو جس کا بندہ مالک نہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

(۳) حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منت مانی تھی کہ بُوَانہ، میں ایک اونٹ کی قربانی کریگا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے دریافت کیا؟ ارشاد فرمایا: ”کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے؟“ لوگوں نے عرض کی، نہیں۔ ارشاد فرمایا: ”کیا وہاں جاہلیت کی عیدوں میں سے کوئی عید ہے؟“ لوگوں نے عرض کی، نہیں۔ ارشاد فرمایا: ”اپنی منت پوری کر اس لیے کہ معصیت کے متعلق جو منت ہے اس کو پورا نہ کیا جائے اور نہ وہ منت جس کا انسان مالک نہیں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الایمان والندور)

(۴) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ”منت دو قسم ہے، جس نے طاعت کی منت مانی، وہ اللہ (عز و جل) کے لیے ہے اور اسے پورا کیا جائے اور جس نے گناہ کرنے کی منت مانی، وہ شیطان کے سبب سے ہے اور اسے پورا نہ کیا جائے۔ (سنن الترمذی، کتاب الایمان والندور، باب کتاب اللندور)

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک شخص کو کھڑا ہوا دیکھا۔ اس کے متعلق دریافت کیا؟ لوگوں نے عرض کی، یہ ابو اسرائیل ہے اس نے منت مانی ہے کہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا

نہیں اور اپنے اوپر سایہ نہ کریگا اور کلام نہ کریگا اور روزہ رکھے گا۔ ارشاد فرمایا کہ "اسے حکم کر دو کہ کلام کرے اور سایہ میں جائے اور بیٹھے اور اپنے روزہ کو پورا کرے۔ صحیح البخاری، کتاب الایمان واللہ اور باب اللہ

(۶) حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "گناہ کی منت نہیں (یعنی اس کا پورا کرنا نہیں) اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب اللہ واللہ الایمان)

(۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کوئی منت مانی اور اسے ذکر نہ کیا (یعنی فقط اتنا کہا کہ مجھ پر نذر ہے اور کسی چیز کو معین نہ کیا، مثلاً یہ نہ کہا کہ اتنے روزے رکھوں گا یا اتنی نماز پڑھوں گا یا اتنے فقیر کھلاؤں گا وغیرہ وغیرہ) تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے گناہ کی منت مانی تو اس کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی منت مانی جس کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی منت مانی جس کی طاقت رکھتا ہے تو اسے پورا کرے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الایمان واللہ اور)

(۸) صحاح ستہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ اون کی ماں کے ذمہ منت تھی اور پوری کرنے سے پہلے اون کا انتقال ہو گیا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتویٰ دیا کہ یہ اسے پورا کریں۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان واللہ اور)

(۹) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہ ایک شخص نے فتح مکہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے لیے مکہ فتح کریگا تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ انھوں نے ارشاد فرمایا: "یہیں پڑھ لو۔" دوبارہ پھر اس نے وہی سوال کیا، فرمایا: "یہیں پڑھ لو۔" پھر سوال کا اعادہ کیا، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب دیا: "اب تم جو چاہو کرو۔"

(سنن ابی داؤد، کتاب الایمان واللہ اور)

(۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے منت مانی تھی کہ پیدل حج کرے گی اور اس میں اس کی طاقت نہ تھی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "تیری بہن کی تکلیف سے اللہ (عزوجل) کو کیا فائدہ ہے، وہ سواری پر حج کرے اور قسم کا کفارہ دیدے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الایمان واللہ اور)

(۱۱) حضرت زین نے محمد بن منبثر سے روایت کی کہ ایک شخص نے یہ منت مانی تھی کہ اگر خدا نے دشمن سے نجات دی تو میں اپنے کو قربانی کر دوں گا۔ یہ سوال حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس پیش ہوا، انھوں نے فرمایا: مسروق سے پوچھو، ایک مشہور تابعی بزرگ اور حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تلمیذ رشید ہیں۔ (تہذیب اہجدیب)

مسروق سے دریافت کیا تو یہ جواب دیا کہ اپنے کو ذبح نہ کر اس لئے کہ اگر تو مومن ہے تو مومن کو قتل کرنا لازم آئے گا اور اگر تو کافر ہے تو جہنم کو جانے میں جلدی کیوں کرتا ہے، ایک مینڈھا خرید کر ذبح کر کے مساکین کو دیدے۔

مَنْت مَانَنے کا فقہی بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مانت کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اس کے کرنے کو کسی چیز کے ہونے پر موقوف رکھے مثلاً میرا فلاں کام ہو جائے تو میں روزہ رکھوں گا یا خیرات کروں گا، دوم یہ کہ ایسا نہ ہو مثلاً مجھ پر اللہ (عزوجل) کے لیے اتنے روزے رکھنے ہیں یا میں نے اتنے روزوں کی مانت مانی۔ پہلی صورت یعنی جس میں کسی شے کے ہونے پر اس کام کو معلق کیا ہو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر ایسی چیز پر معلق کیا کہ اس کے ہونے کی خواہش ہے مثلاً اگر میرا لڑکا تندرست ہو جائے یا پردیس سے آ جائے یا میں روزگار سے لگ جاؤں تو اتنے روزے رکھوں گا یا اتنا خیرات کروں گا ایسی صورت میں جب شرط پائی گئی یعنی بیمار اچھا ہو گیا یا لڑکا پردیس سے آ گیا یا روزگار لگ گیا تو اتنے روزے رکھنا یا خیرات کرنا ضرور ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ کام نہ کرے اور اس کے عوض میں کفارہ دیدے، اور اگر ایسی شرط پر معلق کیا جس کا ہونا نہیں چاہتا مثلاً اگر میں تم سے بات کروں یا تمہارے گھر آؤں تو مجھ پر اتنے روزے ہیں کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ میں تمہارے یہاں نہیں آؤں گا تم سے بات نہ کروں گا ایسی صورت میں اگر شرط پائی گئی یعنی اس کے یہاں گیا یا اس سے بات کی تو اختیار ہے کہ جتنے روزے کہے تھے وہ رکھ لے یا کفارہ دے۔ (در مختار، کتاب الایمان)

بَابُ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ نَذْرٌ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے نذر لازم ہو

2132- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنَبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَذْرٍ كَانَ عَلَى أُمِّهِ تَوَقُّيْتُ وَلَمْ تَقْضِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْضِهِ عَنْهَا

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نذر کا مسئلہ دریافت کیا: جو ان کی والدہ کے ذمے لازم تھی جن کا انتقال ہو چکا تھا اور انہوں نے اسے ادا نہیں کیا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابن کی طرف سے تم اسے ادا کر دو۔

2133- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي تَوَقَّيْتُ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ صِيَامٍ فَتَوَقَّيْتُ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصُمْ عَنْهَا الْوَلِيُّ

2132: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 2761، و"رقم الحديث: 6698، و"رقم الحديث: 6959، أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث:

4211، أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3307، أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1546، أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 3661، و"رقم

الحديث: 3662، و"رقم الحديث: 3664، و"رقم الحديث: 3665

2133: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے ان کے ذمے نذر کے روزے لازم تھے وہ انہیں پورا کرنے سے پہلے انتقال کر گئیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھ لے۔"

بَابُ: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا

یہ باب ہے کہ جو شخص پیدل حج کرنے کی نذر مانے

2134- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ زُحَيْرٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الرَّعَضِيِّ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُخْتَهُ نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ وَأَنَّهُ ذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَرَّهَا فَلْتَرْكَبْ وَلْتَحْتَمِرْ وَلْتَصُمُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

• حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کی بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ چادر لیے بغیر ننگے پاؤں پیدل چل کر جائے گی۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اسے ہدایت کرو کہ وہ سوار ہو جائے اور چادر بھی لے اور تین دن روزے رکھے۔

2135- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْخًا يَمْشِي بَيْنَ ابْنَيْهِ فَقَالَ مَا شَأْنُ هَذَا فَقَالَ ابْنَاهُ نَذَرْنَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَرَكَبُ أَيُّهَا الشَّيْخُ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكَ وَعَنْ نَذْرِكَ

• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ایک عمر رسیدہ شخص کو دیکھا جو اپنے بیٹوں کے درمیان چل رہا تھا آپ ﷺ نے دریافت کیا: اسے کیا ہوا ہے؟ تو اس کے بیٹوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس نے نذر مانی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عمر رسیدہ شخص! تم سوار ہو جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے اور تمہاری نذر سے بے نیاز ہے۔

بَابُ: مَنْ خَلَطَ فِي نَذْرِهِ طَاعَةً بِمَعْصِيَةٍ

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی نذر میں گناہ کے ساتھ نیکی بھی ملا دے

2136- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُرَوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الشَّمْسِ

2134: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3293، و"الموطأ" رقم الحديث: 1544، أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 3294، أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 3824،

2135: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 4224، و"الموطأ" رقم الحديث: 4225،

2136: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

فَقَالَ مَا هَذَا قَالُوا لَنَدْرَ أَنْ يَصُومَ وَلَا يَسْتَظِلَّ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَلَا يَزَالُ قَائِمًا قَالَ لِيَتَكَلَّمَ وَلِيَسْتَظِلَّ وَلِيَجْلِسَ وَلِيَتِمَّ صَوْمُهُ

» حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ مکہ میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جو دعویٰ میں کھڑا ہوا تھا، نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا: اس نے یہ منت مانی ہے کہ وہ روزہ رکھے گا رات تک سائے میں نہیں آئے گا کوئی کلام نہیں کرے گا اور (ساہرادن) کھڑا رہے گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس سے کہو وہ بات کرے سائے میں بھی آجائے بیٹھ بھی جائے البتہ اپنا روزہ پورا کر لے۔

2136 م۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ ابْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ شَبَّهَةَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ وَهْبٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

» یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

شرح

اور جس نے اپنے اوپر پیدل حج کرنا لازم کر لیا تو وہ طواف زیارت پورا کرنے تک سوار نہ ہو۔ جبکہ مبسوط میں ہے کہ اس کو پیدل چلنے اور سوار ہونے میں اختیار ہے اور وجوب کی طرف یہی اشارہ ہے اور یہی اصل ہے۔ کیونکہ صفت کمال کے ساتھ اس نے قربت کا لزوم کیا ہے۔ لہذا وہ اسی صفت کے ساتھ لازم ہوگی۔ جس طرح کسی شخص نے مسلسل روزے رکھنے کی نیت کر لی ہو۔ جبکہ حج کے افعال طواف زیارت پر اپنی انتہاء کو پہنچ جاتے ہیں۔ لہذا وہ پیدل چلے حتیٰ کہ طواف زیارت کر لے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیدل چلنے کی ابتداء احرام سے کرے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیدل چلنے کی ابتداء گھر سے کرے۔ اس لئے ظاہر اسی طرح ہے۔ کیونکہ اس کی مراد اسی طرح تھی۔ اگر وہ سوار ہوا تو دم دے گا۔ کیونکہ نذر میں دخول نقصان ہوا ہے۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ مسافت دور ہونے کی صورت میں سوار ہو جائے گا کیونکہ پیدل چلنا مشکل ہے اور اگر مسافت قریب ہے اور وہ شخص پیدل چلنے والوں میں سے ہو اور پیدل چلنا مشکل بھی نہ ہو تو پھر سوار نہیں ہونا چاہیے۔ (ہدایہ اولین، کتاب حج، لاہور)

پیدل حج کرنے والے کے لئے جب مشقت ہو تو اباحت سواری کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کا سہارا لئے چل رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ان صاحب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے کعبہ کو پیدل چلنے کی منت مانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے کو تکلیف میں ڈالیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب عمرہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے سوار ہونے کا حکم دیا کہ اس کو پیدل چلنے کی طاقت نہ تھی۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میری بہن نے منت مانی تھی کہ بیت اللہ تک وہ پیدل جائیں گی، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس کے متعلق رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم سے بھی پوچھ لو چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پیدل چلیں اور سوار بھی ہو جائیں۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا جنھوں نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ ننگے سر ننگے پاؤں پیدل حج کا سفر کریں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو یہ حکم کرو کہ وہ اپنا سر ڈھانپیں اور سوار ہوں اور تین روزے رکھ لیں۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے کی ممانعت شروع کی تو فرمایا نذر ماننے سے (تقدیر کی) کوئی چیز بدلی نہیں جاسکتی ہاں یہ فائدہ ضرور ہے کہ اس بہانے بخیل کا مال صرف ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر کرے تو اس کو چاہئے کہ اطاعت کرے اور جو شخص گناہ کی نذر مانے تو وہ گناہ نہ کرے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں۔ کہ میں نے احمد بن شیبہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابن مبارک نے فرمایا اس حدیث میں یعنی ابوسلمہ والی حدیث میں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ابوسلمہ نے زہری سے نہیں سنا۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اس حدیث کو ہمارے سامنے کر دیا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کے نزدیک اس حدیث کا خراب ہو جانا صحیح ہے؟ اور کہا کہ ابن ابی اوئیس کے علاوہ کسی اور نے بھی اسے روایت کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا۔ ہاں ایوب بن سلیمان بن بلال نے اسے روایت کیا ہے۔

کتاب التجارات

یہ کتاب تجارت کے بیان میں ہے

تجارت اور حقوق العباد کی رعایت کا بیان

اسلامی نقطہ نظر سے کائنات انسانی کی عملی زندگی کی دو محور ہیں اول حقوق اللہ کہ جسے عبادات کہتے ہیں اور دو حقوق العباد کہ جسے معاملات کہا جاتا ہے۔ یہی دو اصطلاحیں ہیں جو انسانی نظام حیات کے تمام اصول و قواعد اور قوانین کی بنیاد ہیں ان دونوں میں چونکہ حقوق اللہ کی عمومیت حاصل ہے کہ اس کا تعلق کائنات انسانی کے ہر فرد سے ہے اس لئے مصنف کتاب نے پہلے ان کو بیان کیا اب اس کے بعد حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا ہے جس کا سب سے اہم جز بیع ہے۔ بیع کے معنی بیع کے معنی ہیں بیچنا یعنی فروخت کرنا لیکن کبھی اس کے معنی خریدنا بھی مراد ہوتے ہیں اس لئے بیع کا ترجمہ اصطلاحی طور پر خرید و فروخت کیا جاتا ہے۔ فخر الاسلام کا بیان ہے کہ اصطلاح شریعت میں آپس کی رضامندی سے مال کے ساتھ مال بدلنا بیع کہلاتا ہے بیع کی شریعت: بیع یعنی خرید و فروخت کا شرعی ہونا قرآن کریم کی اس آیت (وَاحْتَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا) البقرة: 275 (اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جو (آگے آئیں گی) سے ثابت ہے بیع کی قسمیں: بیع یعنی خرید و فروخت میں بنیادی طور پر تین چیزیں ہوتی ہیں اول تو عقد بیع یعنی نفس معاملہ کہ ایک شخص کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور دوسرا اسے خریدتا ہے دوم بیع یعنی وہ چیز جس کو فروخت کیا جاتا ہے اور سوم ثمن یعنی قیمت ان تینوں کے اعتبار سے فقہی طور پر بیع کی کچھ قسمیں ہیں۔ چنانچہ نفس معاملہ اور اس کے حکم کہ بیع صحیح ہوئی یا نہیں۔ کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں ہیں۔

1 نافذ 2 موقوف 3 فاسد 4 باطل بیع نافذ اس بیع کو کہتے ہیں کہ طرفین میں مال ہو یعنی بیچنے والے کے پاس بیع ہو خریدار کے پاس ثمن ہو اور عاقدین یعنی بیچنے والا اور خریدار دونوں عاقل ہوں نیز وہ دونوں بیع یا تو اصلہ کریں یا وکالہ اور دلالت جس بیع میں یہ تینوں چیزیں پائی جائیں گی وہ بیع بالکل صحیح اور نافذ ہوگی بیع موقوف اس بیع کو کہتے ہیں جس میں کوئی شخص کسی دوسرے کی چیز کو اس کی اجازت یا ولایت کے بغیر فروخت کرے۔ اس بیع کا حکم یہ ہے کہ جب تک کہ اصل مالک کی اجازت و رضامندی حاصل نہ ہو جائے یہ بیع صحیح نہیں ہوتی۔ اجازت کے بعد صحیح ہو جاتی ہے بیع فاسد وہ بیع ہے جو باصلہ یعنی معاملہ کے اعتبار سے تو درست ہو مگر بوصفہ یعنی کسی خاص وجہ کی بنا پر درست نہ ہو بیع باطل اس بیع کو کہتے ہیں جو نہ باصلہ درست ہو اور نہ بوصفہ بیع فاسد اور بیع باطل کی تفصیل اور ان کی مثالیں ان شاء اللہ باب النہی عنہا من البیوع میں ذکر کی جائیں گی بیع یعنی فروخت کی جانے والی چیز کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں۔

1 متاعہ 2 صرف 3 سلم 4 بیع مطلق بیع متاعہ یہ ہے کہ بیع بھی مال اور ثمن بھی مال ہو مثلاً ایک شخص کپڑا دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اس کو نقد دے۔ گویا بیع کی یہ دو صورت ہے جسے عرف عام میں تبادلہ مال کہا جاتا ہے۔ بیع صرف یہ ہے کہ نقد کا تبادلہ نقد سے کیا جائے مثلاً ایک شخص ایک روپیہ کا نوٹ دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں ایک روپیہ کے پیسے دے یا ایک شخص اشرفی دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اسے روپیہ دے گویا روپیہ بھٹاتا یا روپیہ کی ریز گاری لینا دینا بیع صرف کی ایک قسم ہے۔ بیع سلم یہ ہے کہ بیچنے والا خریدار سے کسی چیز کی قیمت پیشگی لے لے اور یہ طے ہو جائے کہ خریدار یہ چیز اتنی مدت مثلاً ایک دو مہینے کے بعد لے لے گا۔ بیع مطلق یہ ہے کہ کسی چیز کی بیع نقد کے عوض کی جائے مثلاً بیچنے والا ایک من گیسوں دے اور خریدار اس کی قیمت کے طور پر تیس روپے ادا کرے۔ ثمن یعنی قیمت کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں یہ ہیں۔

1 مراءجہ 2 تولیت 3 ودیعت 4 مساومت مراءجہ کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا بیع کو اپنے خریدار سے نفع لے کر فروخت کرے تولیت کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا بیع کو بلا نفع کے اس قیمت پر فروخت کرے جتنی قیمت میں اس نے خود خریدی ہو اور مساومت کی صورت یہ ہے کہ بیچنے والا اور خریدار آپس کی رضامندی سے کسی چیز کی خرید و فروخت چاہے جس قیمت پر کریں اور اس میں بیچنے والے کی قیمت خرید کا کوئی لحاظ نہ ہو۔

باب: الْحَبِّ عَلَى الْمَكَايِبِ

یہ باب محنت مزدوری کرنے کی ترغیب کے بیان میں ہے

2137- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَاسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَإِنَّ وَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ

••• حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی جو کچھ کھاتا ہے اس میں سب سے زیادہ پاکیزہ اس کی اپنی کمائی ہے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی کا حصہ ہے۔

شرح

کسب اور طلب حلال کا مطلب ہے اپنی معاشی ضروریات مثلاً روٹی کپڑے وغیرہ کے حصول کے لئے کماتا اور پاک روزی و حلال پیشہ کو ہر صورت اختیار کرتا چتا نیز اس باب میں کسب معاش کی فضیلت ذکر کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ کون سا کسب اور کون سا پیشہ اچھا ہے اور کون سا برا ہے۔

فقہ کی کتابوں میں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ سب سے بہتر کسب و پیشہ جہاد ہے اس کے بعد تجارت، پھر زراعت اور پھر دستکاری یعنی کتابت وغیرہ۔ کسب یعنی کماتا فرض بھی ہے اور مستحب بھی اسی طرح مباح بھی ہے اور حرام بھی چنانچہ اتنا کماتا فرض ہے

جو کمانے والے اور اس کے اہل و عیال کی معاشی ضروریات کے لئے اور اگر اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے لئے کافی ہو جائے اس سے زیادہ کمانا مستحب ہے بشرطیکہ اس نیت کے ساتھ زیادہ کمائے کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات سے جو کچھ بچے گا وہ فقراء و مساکین اور اپنے دوسرے مستحق اقرباء پر خرچ کروں گا اسی طرح ضروریات زندگی سے زیادہ کمانا اس صورت میں مباح ہے جب کہ نیت اپنی شان و شوکت اور اپنے وقار و تمکنت کی حفاظت ہو البتہ محض مال و دولت جمع کر کے فخر و تکبر کے اظہار کے لئے زیادہ حرام ہے اگرچہ حلال ذرائع ہی سے کیوں نہ کمایا جائے۔ کمانے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی کمائی کو اپنی ذات پر اور اپنے اہل و عیال پر اس طرح خرچ کرے کہ نہ تو اسراف میں مبتلا ہو اور نہ بخل و تنگی کرے۔

جو شخص کمانے اور اپنی روزی خود فراہم کرنے پر قادر ہو اس پر لازم ہے کہ وہ کمائے اور جس طرح بھی ہو سکے حلال ذرائع سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ابر و مندانی زندگی کے تحفظ کے لئے معاشی ضروریات خود فراہم کر کے دوسروں پر بار نہ بنے ہاں جو شخص کسی بھی مجبوری اور عذر کی وجہ سے کسب و کمائی پر قادر نہ ہو تو پھر اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ دوسروں سے سوال کر کے اپنی زندگی کی حفاظت کرے اگر اس صورت میں کوئی شخص محض اس وجہ سے کہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلا نا اس کی غیرت کو گوارا نہیں اس نے کسی سے سوال نہیں کیا یہاں تک کہ بھول و افلاس نے اس کی زندگی کے چراغ کو گل کر دیا تو نہ صرف یہ کہ وہ اپنی موت کا خود ذمہ دار ہوگا بلکہ ایک گنہگار کی موت مرے گا۔ نیز جو شخص خود کما کر اپنا پیٹ بھرنے سے عاجز ہو تو اس کا حال جاننے والے پر یہ فرض ہے کہ وہ اس کی سفارش کرے جو اس کی مدد کرنے پر قادر ہو۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اس آیت کریمہ (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ، البقرة: 172) (اے مومن صرف وہی پاک و حلال رزق کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے) کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ سب سے بہتر کسب جہاد ہے بشرطیکہ جہاد کے ارادے کے وقت مال غنیمت کے حصول کا خیال دل میں قطعاً نہ ہو بلکہ نیت میں اخلاص ہو اس کے بعد تجارت کا درجہ ہے خاص طور پر وہ تجارت جو ایک ملک سے دوسرے ملک میں یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں مسلمانوں کی ضروریات خاص کی چیزوں کو لانے لے جانے کا ذریعہ ہو اس قسم کی تجارت کرنے والا شخص اگر حصول منفعت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی خدمت اور ان کی حاجت روائی کی نیت بھی رکھے تو اس کی تجارت عبادت کی بھی ایک صورت بن جائے گی۔

تجارت کے بعد زراعت کا درجہ ہے زراعت کا پیشہ بھی دنیاوی منفعت کے علاوہ اجر و ثواب کا ایک بڑا ذریعہ بنا جاتا ہے جب کہ اس میں مخلوق اللہ یعنی انسانوں اور جانوروں کی غذائی ضروریات کی فراہمی کی نیت خیر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی بارش و ہوا وغیرہ پر توکل اور اعتماد ہو ان تینوں پیشوں کے علاوہ اور پیشے آپس میں کوئی فضیلت نہیں رکھتے البتہ کتابت کا پیشہ بہتر درجہ ضرور رکھتا ہے کیونکہ اس پیشے میں نہ صرف یہ کہ علم کی خدمت ہوتی ہے بلکہ دینی علوم، شرعی احکام انبیاء اور بزرگوں کے احوال بھی یاد ہو جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا پیشوں کے بعد ان پیشوں کا درجہ آتا ہے جو بقاء عالم اور معاشرت و تمدن کی اصل ضروریات کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں مثلاً معماری، بیلداری، خشت سازی، چونا بنانا گھی اور تیل نکالنا روئی بیچنا سوت کا تار کپڑے سینا اور آٹا پینا وغیرہ یہ تمام کسب اور پیشے ان پیشوں سے بہتر ہیں جو محض تکلف و تزئین اور اظہار امارت و دولت کے کام آتے ہیں جیسے زردوزی و نقاشی مٹھائی بنانا عطر

بہانا بیچنا اور رگریزی وغیرہ تاہم یہ پیشے بھی اگر حسب موقع ہوں بایں طور کہ ان کی وجہ سے خلاف شرع امور کا ارتکاب نہ ہوتا ہو تو ان میں بھی کچھ کراہیت نہیں ہے۔ بخلاف ان پیشوں کے جن میں آلودگی نجاست مخلوق اللہ کی بدخواہی گناہوں کے ارتکاب میں اعانت دین فروشی کذب و جہل سازی اور فریب و دغا کا دخل رہتا ہو جیسے شاخ کشی جاروب کشی و باغی احتکار غلہ حمالی مردہ شوئی کفن فروشی کٹنائی ناچنا گانا نقالی جبرہ بازی (پہلے زمانے میں ایک مستقل پیشہ تھا کہ کچھ چہل باز شارع عام پر ایک شخص کو کھڑا کر دیتے جو راہ چلتے آدمی کو کوکھ میں اس طرح ٹھوکا مارتا کہ اسے یہ پتہ نہ چلتا کہ یہ کس کی حرکت ہے۔

چٹانچہ جب وہ اس پر حیران و پریشان ہوتا تو سب چہل باز اس پر تہقہ لگاتے اس کو جبرہ بازی کہتے تھے) نقالی دلالی اور وکالت (جس میں جھوٹ فریب سے کام لیا جاتا ہو) امام اذان اور خدمت مسجد کی اجرت اور قرآن کی تلاوت و تعلیم کا معاوضہ لینا وغیرہ یہ سب پیشے مکروہ ہیں۔

معنی المطالب میں لکھا ہے کہ کسب اور کسب کرنے والے کی فضیلت احادیث میں بہت منقول ہے اسی طرح جو شخص کسب پر قادر ہونے کے باوجود ازراہ کسل و سستی کسب نہ کرے بلکہ اپنی گزراوقات کے لئے دوسروں سے مانگتا پھرے اس کے حق میں بڑی وعید بیان کی گئی ہے لیکن جو شخص اللہ کی رزاقی پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے اور نہ ہی اپنی دینی مصروفیات اور عبادت و اذکار میں خلل پڑنے کی وجہ سے کسب وغیرہ کرے تو اس وعید میں داخل نہیں بشرطیکہ اپنی امداد کے لئے دوسرے لوگوں کی طرف نہ تو اس کا دل متوجہ ہو اور نہ وہ کسی سے اپنی امداد اعانت کی توقع رکھتا ہو کیونکہ اسے سوال دلی کہتے ہیں جو سوال زبانی سے کہیں بدتر چیز ہے۔

جو شخص اتنا مال زر رکھتا ہو جو اس کی معاشی ضروریات کے لئے کافی ہو یا اوقات وغیرہ اسے بقدر ضروریات روپیہ پیسہ مل جاتا ہو (مطلب یہ کہ گھر بیٹھے اسے کسی بھی جائز وسیلے سے بقدر ضروریات آمدنی ہو جاتی ہو) تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ عبادت وغیرہ میں مشغول رہے اپنے اوقات کسی کسب وغیرہ میں صرف نہ کرے، اسی طرح دینی علوم کی تعلیم دینے والے مفتی قاضی اور اسی زمرہ کے دوسرے لوگوں کے لئے بھی یہی حکم ہے اگر یہ لوگ بقدر کفایت ضروریات آمدنی رکھتے ہوں تو ان کو اپنے امور ہی میں مصروف رہنا چاہئے کسب وغیرہ میں مصروف نہ ہوں۔

جو شخص کسی کسب مثلاً تجارت وغیرہ کا پیشہ اختیار کرے تو اس پر فرض ہے کہ وہ صرف حلال اور جائز مال کمائے حرام سے کلیۃً اجتناب کرے اور اپنے پیشے دہن میں احکام شرعی کی رعایت بہر صورت ملحوظ رکھے نیز اپنے پیشہ میں تمام تر محنت و جدوجہد کے باوجود اللہ کی ذات پر توکل و اعتماد رکھے کہ رزاق مطلق صرف اللہ تعالیٰ اور کسب محض ایک ظاہری وسیلہ کے درجہ کی چیز ہے اپنے پیشے و کسب کو رزاق ہرگز نہ سمجھے کیونکہ یہ شرک خفی ہے۔ حرام کسب کے ذریعے حاصل ہونے والے مال و زر سے مکمل پرہیز کرے کیونکہ اس کے بارے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وعید منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حرام مال سے صدقہ و خیرات کرتا ہے تو اس کا صدقہ قبول نہیں ہوتا اور مال حرام اپنے پیچھے یعنی مالک کی موت کے بعد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں رہتا کہ وہ اپنے مالک کے لئے ایسا براز اور راہ بن جاتا ہے جو اسے یعنی مالک کو دوزخ کی آگ میں پہنچا دیتا ہے۔

بعض لوگ حرام مال کی بڑی تعداد سے تو پرہیز کرتے ہیں لیکن قلیل مقدار میں احتیاط نہیں کرتے حالانکہ حرام مال کی قلیل ترین مقدار سے بھی اسی طرح اجتناب کرنا چاہئے جس طرح بڑی سے بڑی مقدار سے اجتناب ضروری ہے اس بارے میں یہ احساس ہونا چاہئے کہ حرام مال کی وہ قلیل ترین مقدار بقیہ تمام حلال مال میں مل کر سارے مال کو مشتبہ بنادے گی اور مشتبہ مال و مشتبہ پیشے کے بارے میں بھی یہ مسئلہ ہے کہ اس سے اجتناب ہی اولیٰ ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو بطور ہدیہ وغیرہ کوئی ایسی چیز یا ایسا مال دے جس کی حرمت و حلت کے بارے میں شبہ ہو تو چاہئے کہ اس چیز یا اس مال کو اچھے انداز میں اور نرمی کے ساتھ دینے والے کو واپس کر دے ہاں اگر واپس کرنے دینے والا آزرہ خاطر ہو تو پھر واپس نہ کرنا چاہئے یہی حکم اس مشتبہ مال کی تحقیق کرنے کا بھی ہے کہ اگر وہ مشتبہ مال دینے والا آزرہ خاطر نہ ہو تو تب اس مال کی تحقیق کی جائے اور اگر وہ تحقیق کرنے سے آزرہ خاطر ہو تو پھر تحقیق بھی نہ کی جائے کیونکہ کسی مسلمان کو آزرہ خاطر کرنا حرام ہے جب کہ مشتبہ مال کی تحقیق کرنا ورع (تقویٰ) ہے اور اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ ورع کے لئے حرام کا ارتکاب نہ کرنا چاہئے ہاں جس مال کے بارے میں بالکل تحقیق ہو کہ یہ حرام محض ہے تو پھر اس کو واپس کر دینا بہر صورت ضروری ہے اگرچہ دینے والا آزرہ خاطر ہی کیوں نہ ہو البتہ اگر اس مال کو واپس کرنے میں کسی فتنہ انگیزی کا خوف ہو تو پھر اسے بھی واپس نہ کرے بلکہ اسے لے کر کسی مضطرب کو دیدے اور اگر خود مضطرب ہو تو اسے اپنے استعمال میں لے آئے۔

جس بازار میں حرام مال کی تجارت ہوتی ہو اس بازار سے بھی اجتناب کرنا چاہئے کہ اس میں خرید و فروخت نہ کرے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں مال حرام ہے مشتبہ ہے اس کی تحقیق و تفتیش ضروری نہیں کیونکہ حرمت و شبہ کے معلوم نہ ہونے کی صورت میں ہر جگہ اور ہر چیز کی تحقیق و تجسس محض وسوسہ ہے۔ غیر مشروع کسب کی اجرت بھی جرام ہے مثلاً مردوں کے لئے ریشمی کپڑے سینایا مردوں کے لئے سونے کے زیور بنانا اسی طرح غیر مشروع خرید و فروخت سے حاصل ہونے والا نفع و مال بھی حرام ہے ایسے خشک غلہ بیچنا تمام تجارتوں میں سب سے بہتر تجارت بزازی ہے اسی طرح تمام پیشوں میں سب سے بہتر پیشہ مشک بنانا و سینا ہے۔ خرید و فروخت میں کھولے سکوں کو پھیلا نا قطعاً ناجائز ہے اگر کھولے ہاتھ لگیں تو انہیں کنویں وغیرہ میں ڈال کر ضائع کر دینا چاہئے۔ اسی طرح ہر تاجر اور دوکاندار کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاملات میں بکر و فریب سے کام نہ لے بات بات پر قسم نہ کھائے کسی چیز میں اگر کوئی عیب ہو تو اسے خریدار سے پوشیدہ نہ رکھے اپنی اشیاء کی تعریف و توصیف حقیقت سے زیادہ نہ کرے کوئی چیز کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت نہ کرے جو اسے حرام کام میں استعمال کرے مثلاً انگور کسی شراب ساز کو نہ بیچے یا ہتھیار وغیرہ کسی ڈاکو و قزاق وغیرہ کے ہاتھ فروخت نہ کرے دستکار و صنعت گر اپنی بنائی ہوئی چیز میں کھوٹ ملاوٹ اور غلط چیزوں کی آمیزش نہ کرے کیونکہ ایسی چیز سے حاصل ہونے والی اجرت و قیمت حرام ہوتی ہے ناپ تول میں کمی نہ کرے غبن و دھوکہ دہی میں اپنا دامن ملوث نہ کرے ہمہ وقت یہ تصور رکھے کہ ناجائز طریقوں اور حرام ذرائع سے حاصل ہونے والا ایک پیسہ بھی جنت میں داخل ہونے سے روک دے گا تھوڑے منافع پر اکتفاء کرے کہ یہ مستحب ہے اور جس تجارت و حرفت میں مشغول ہو اور اس سے اس کی ضروریات پوری ہو جاتی ہوں تو اسی پر قناعت کرے اس کی موجودگی میں دوسری تجارتوں اور دوسرے کاروبار کے ذریعے زیادہ کمائے کی حرص نہ رکھے بلکہ اپنے بقیہ اوقات کو آخرت کی بھلائوں کو حاصل کرنے میں صرف کرے کیونکہ صرف اس دنیا کی فانی زندگی کی راحت و تعیش کے

حصول میں ہمہ وقت لگے رہتا اور آخرت کی ابدی زندگی کی سعادتوں سے بے پرواہ ہو جانا عقل و دانش سے بعید تر بات ہے۔ اپنے ہاتھ کی محنت کی روزی سب سے بہتر ہے۔

حضرت مقدم بن معدی کرب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی کسی نے اپنے ہاتھ کی محنت کی روزی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمائی ہوئی روزی کھاتے تھے (بخاری، مشکوٰۃ المصابیح، جلد سوم: رقم الحدیث ۲)

حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک جلیل القدر نبی تھے اور ساتھ ہی اللہ نے انہیں دنیا کی سلطنت حکومت بھی عطا کی تھی۔ ان کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنی حکومت میں لوگوں سے اپنے بارے میں تجسس کرتے رہتے تھے چنانچہ جو شخص ان کو نہیں پہچانتا تھا اس سے وہ دریافت کرتے کہ بتاؤ داؤد کیسا ہے؟ لوگوں میں اس کی سیرت و عادت کس درجے کی ہے اور اس کے بارے میں تمہارا تاثر کیا ہے ایک دن ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو آدمی کی صورت میں ان کے پاس بھیجا انہوں نے اس سے بھی اس قسم کے سوال کئے اس نے کہا داؤد علیہ السلام ہیں تو بہت اچھے آدمی مگر اتنی بات ضرور ہے کہ وہ بیت المال سے روزی کھاتے ہیں بس یہ سننا تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل و دماغ میں ایک بجلی سی کوند گئی فوراً اپنے پروردگار سے دعا کی کہ رب العالمین مجھے بیت المال سے مستغنی بنادے اور مجھے کوئی ایسا ہنر عطا کر دے کہ جس سے میں اپنی روزی کماسکوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں زرہ بنانے کا ہنر عطا فرمایا منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو ایسی خاصیت عنایت کی کہ لوہا ان کے ہاتھوں میں پہنچتے ہی موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا جس سے وہ زرہ بناتے اور جو چار چار ہزار درہم میں فروخت ہوتی۔

بلکہ بعض علماء نے تو یہ لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ہر روز ایک زرہ بناتے اور اس کو چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے پھر اس چھ ہزار کو اس طرح صرف کرتے کہ دو ہزار تو اپنی ذات اور اہل و عیال پر خرچ کرتے اور چار ہزار درہم بنی اسرائیل کے فقراء و مساکین میں بطور صدقہ و خیرات تقسیم کر دیتے۔ بہر کیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد گرامی کے ذریعے جہاں یہ ارشاد فرمایا کہ کسب یعنی اپنی روزی خود پیدا کرنا انبیاء کی سنت ہے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عمل سے معلوم ہوا اس لئے تم بھی ان کے طریقے کو اختیار کرو وہیں گویا آپ نے اپنی روزی خود اپنی صنعت و حرفت کے ذریعے پیدا کرنے پر لوگوں کو ترغیب دلائی ہے کیونکہ اس میں بڑے بڑے فائدے ہیں مثلاً جو شخص اپنی صنعت و حرفت سے کماتا ہے نہ صرف یہ کہ خود اسے منافع حاصل ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی صنعت و حرفت سے فائدہ پہنچتا ہے۔

پھر یہ کہ ایسا شخص اپنے پیشے میں مصروف رہنے کی وجہ سے بری باتوں اور لہو و لعب سے محفوظ رہتا ہے نیز چونکہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی وجہ سے کسر نفسی بھی پیدا ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے نفس کی سرکشی سے بچتا ہے اور پھر سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایسا شخص کسی کا محتاج نہیں رہتا کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتا کسی کے آگے جھکتا نہیں اور اسے ایک ابرو مندانہ زندگی حاصل رہتی ہے۔

اپنے ہاتھ سے کمائی کرنے کا بیان

2138- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ
الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ الزُّبَيْدِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَسَبَ الرَّجُلُ كَسْبًا أَطْيَبَ مِنْ
عَمَلٍ يَدِهِ وَمَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى نَفْسِهِ وَآهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَخَادِمِهِ فَهُوَ صَدَقَةٌ

﴿﴾ حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”آدمی ایسی کوئی کمائی نہیں کرتا جو اس کے اپنے ہاتھ سے کیے ہوئے کام (کی کمائی) سے زیادہ پاکیزہ ہو اور آدمی اپنی
ذات پر اپنی بیوی پر اور اپنی اولاد پر اور اپنے خادم پر جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔“

سچے مسلمان تاجر کی فضیلت کا بیان

2139- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانَ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا كُلْثُومُ بْنُ جَوْشَنِ الْقُشَيْرِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ
نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّاجِرُ الْأَمِينُ الصَّدُوقُ الْمُسْلِمُ مَعَ الشَّهَدَاءِ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”امانت دار سچا مسلمان تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔“

شرح

کاروباری سے مراد وہ شخص ہے جو تجارتی کاروبار اور اجارہ داری کرتا ہو اور یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ سب سے بہتر
کاروبار کپڑے کی تجارت ہے اس کے بعد عطاری ہے۔ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ جو کاروباری شخص سچائی
دیانت داری اور امانت کے اوصاف سے متصف ہوگا گویا اس کی زندگی تمام صفات کمالیہ سے مزین ہوگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ یا تو
میدان حشر میں نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا کہ جس طرح وہاں کی ہولناکیوں کے وقت یہ تینوں طبقے رحمت الہی کے
سایہ میں ہوں گے اسی طرح وہ شخص بھی رحمت الہی کی خاص پناہ میں ہوگا یا یہ کہ اسے جنت میں ان کی رفاقت کا شرف حاصل ہوگا
چنانچہ اسے انبیاء کی رفاقت تو ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے حاصل ہوگی صدیقوں کا ساتھ ان کی صفت خاص یعنی صدق
کی موافقت کی وجہ سے ہوگا اور شہیدوں کی رفاقت کی سعادت اسے اس لئے نصیب ہوگی کہ شہداء اس شخص کے وصف صدق
وامانت کی شہادت دیں گے۔

2140- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّبْلِيِّ عَنْ

2138: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2140: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 5353، ورم الحديث: 6006، ورم الحديث: 6007، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 7393، أخرجه

الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1980، أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث: 2576،

أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمُسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَكَأَلَّذِي يَقُومُ اللَّيْلَ وَيَصُومُ النَّهَارَ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”یہ وہ عورت اور مسکین کا خیال رکھنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مانند ہے اور اس شخص کی مانند ہے جو رات بھر توافل پڑھتا رہتا ہے اور دن کے وقت نفل روزہ رکھتا ہے۔“

2141- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُبَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمِّهِ قَالَ كُنَّا فِي مَجْلِسٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى رَأْسِهِ آثَرُ مَاءٍ فَقَالَ لَهُ بَعْضُنَا نَرَاكَ الْيَوْمَ طَيِّبَ النَّفْسِ فَقَالَ أَجَلُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ثُمَّ أَقَاضَ الْقَوْمُ فِي ذِكْرِ الْغِنَى فَقَالَ لَا بَأْسَ بِالْغِنَى لِمَنِ اتَّقَى وَالصَّحَّةُ لِمَنِ اتَّقَى خَيْرٌ مِنَ الْغِنَى وَطَيِّبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِيمِ

﴿﴾ معاذ بن عبد اللہ اپنے والد کے حوالے سے ان کے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم ایک محفل میں موجود تھے نبی اکرم ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ کے سر مبارک پر پانی کا نشان تھا ہم میں سے کسی ایک نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: آج آپ ﷺ بہت خوش لگ رہے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جی ہاں ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔“

پھر لوگ خوشحالی کے حوالے سے بات چیت کرنے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص تقویٰ اختیار کر لے اس کے لیے خوشحالی میں کوئی حرج نہیں ہے جو شخص تقویٰ اختیار کرے اس کے لیے خوشحالی کے مقابلے میں صحت زیادہ بہتر ہے اور خوش ہونا بھی ایک نعمت ہے۔“

بَابُ الْاِقْتِصَادِ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَةِ

یہ باب ہے کہ آمدن کی طلب میں میانہ روی اختیار کرنا

2142- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عَرْيَةَ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْمِلُوا فِي طَلَبِ الدُّنْيَا فَإِنَّ كُلَّامٍ مَيَّسَرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ

﴿﴾ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”دنیا طلب کرتے ہوئے اچھائی اختیار کرو کیونکہ ہر شخص کے لیے وہ چیز آسان کر دی جاتی ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔“

2143- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ بِهْرَامٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ عُثْمَانَ زَوْجُ بِنْتِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ النَّاسِ هَمًّا الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَهْتَمُّ بِأَمْرِ دُنْيَاهُ وَآخِرَتِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ تَفَرَّدَ بِهِ إِسْمَاعِيلُ

﴿﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”دنیا میں سب سے زیادہ پریشانی اس مومن کو ہوتی ہے جو اپنے دنیاوی معاملات کے لیے بھی پریشان ہوتا ہے اور اپنی آخرت کے معاملے میں بھی پریشان ہوتا ہے۔“

امام ابن ماجہ کہتے ہیں: یہ روایت غریب ہے اسے نقل کرنے میں اسماعیل نامی راوی منفرد ہیں۔

2144- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْجَمْعِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ وَاجْعِلُوا فِي الطَّلَبِ قِآنَ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاجْعِلُوا فِي الطَّلَبِ خُذُوا مَا حَلَّ وَدَعُوا مَا حَرَّمَ

﴿﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (آمدن یا رزق) طلب کرنے میں اچھائی اختیار کرو کیونکہ کوئی بھی شخص اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے حصے کا پورا رزق وصول نہیں کر لیتا اگرچہ وہ تاخیر سے اسے ملے تو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رزق کی طلب میں اچھائی اختیار کرو اور جو چیز حلال ہے اسے حاصل کرو اور جو چیز حرام ہے اسے چھوڑ دو۔“

بَاب: التَّوَقُّفِ فِي التِّجَارَةِ

یہ باب تجارت میں (ممنوعہ امور) سے بچنے کے بیان میں ہے

2145- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي عَزْرَةَ قَالَ كُنَّا نَسْتَمِي فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمَاوِيَّةَ فَمَرَّ بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمِهِ هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ التَّجَارِ إِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ الْخَلِيفُ وَاللَّعْنُ فَشُوبُوهُ بِالصَّدَقَةِ

﴿﴾ حضرت قیس بن ابوعزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہمارا نام الجث تھا۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے ہمیں وہ نام دیا جو اس سے زیادہ بہتر تھا آپ ﷺ نے فرمایا: اے تاجروں

2143: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2144: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2145: أخرجه البوداد في "السنن" رقم الحديث: 3328 ورقم الحديث: 3327 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1208 أخرجه التتالی فی "السنن" رقم

الحديث: 3306 ورقم الحديث: 3307 ورقم الحديث: 3308 ورقم الحديث: 3309

کے گروہ! (بعض اوقات) سودے میں قسم یا کوئی لغو بات شامل ہو جاتی ہے تو تم اس میں صدقہ ملا لیا کرو۔

شرح

سما سرہ دراصل لفظ سمسار کے جمع کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں دلال یا کسی چیز کا مالک و منتظم چنانچہ پہلے زمانے میں تجارتی کاروبار کرنے والے کو سمسار ہی کہتے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اس سے بہتر نام یعنی تجارت و لفظ تاجر کی جمع کا صیغہ ہے عطاء کیا اس نام کے بہتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خرید و فروخت کے کاروبار کو مدحیہ طور پر لفظ تجارت کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسے ایک آیت کی عبارت کا یہ ٹکڑا ہے۔ (هَلْ أَذِلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ) (الف: 10) (کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے) یا ایک اور آیت میں ہے (تجارة عن عراض) (سوداگری آپس کی رضامندی سے) یا ایک آیت کے یہ الفاظ تجارة (لن تبور) (تجارت کرو ہلاکت میں نہ پڑو) فشر بوہ بالصدقة (تجارت کو صدقہ و خیرات کے ساتھ ملائے رکھو کا مطلب یہ ہے کہ تجارتی زندگی میں عام طور پر بے فائدہ باتیں اور جھوٹی سچی قسموں کا صدور ہوتا رہتا ہے اور یہ دونوں ہی چیزیں پروردگار کے غضب و غصہ کا باعث ہیں اس لئے تم ان دونوں چیزوں کے کفارہ کے طور پر اپنا کچھ مال صدقہ و خیرات کرتے رہا کرو کیونکہ صدقہ و خیرات اللہ تعالیٰ کے غضب و غصہ کو دور کرتا ہے۔

2146- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَثِيبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رِفَاعَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ بُكْرَةً فَنَادَاهُمْ يَا مَعْشَرَ التَّجَارِ فَلَمَّا رَفَعُوا أَبْصَارَهُمْ وَمَدُّوا أَعْنَاقَهُمْ قَالَ إِنَّ التَّجَارَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فُجَّارًا إِلَّا مَنْ اتَّقَى اللَّهَ وَبَرَّ وَصَدَّقَ

﴿﴾ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے لوگ صبح کے وقت خرید و فروخت کر رہے تھے نبی اکرم ﷺ نے بلند آواز میں انہیں مخاطب کیا: اے تاجروں کے گروہ! جب ان لوگوں نے اپنی نگاہیں اٹھائیں اور اپنی گردن سیدھی کی (یعنی آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک قیامت کے دن تاجروں کو فاجر لوگوں کی صورت میں زندہ کیا جائے گا البتہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے نیکی کرے اور سچ بولے (اس کا حکم مختلف ہے)۔“

بَابُ إِذَا قَسِمَ لِلرَّجُلِ رِزْقٌ مِّنْ وَجْهِهِ فَلْيَلْزِمَهُ

یہ باب ہے کہ جب کسی شخص کے حصے میں کسی بھی صورت میں کوئی رزق آئے تو وہ اسے حاصل کر لے

2147- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا قُرُوءَةُ أَبُو يُونُسَ عَنْ هَلَالِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ

آنس بن مالک قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أصاب من شيء فليزمه
 ﴿﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
 ”جس شخص کو کوئی چیز ملے وہ اسے حاصل کر لے۔“

2148- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ
 أَجْهَزُ إِلَى الشَّامِ وَالنَّيْمِ مِصْرَ فَجَهَّزْتُ إِلَى الْعِرَاقِ فَاتَيْتُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ فَقُلْتُ لَهَا يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ كُنْتُ
 أَجْهَزُ إِلَى الشَّامِ فَجَهَّزْتُ إِلَى الْعِرَاقِ فَقَالَتْ لَا تَفْعَلْ مَا لَكَ وَلَمْ تَجْعَلْ لِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَبَبَ اللَّهُ لِأَخِيكُمْ رِزْقًا مِنْ وَجْهِ فَلَا يَدْعُهُ حَتَّى يَتَغَيَّرَ لَهُ أَوْ يَتَنَكَّرَ لَهُ

﴿﴾ نافع بیان کرتے ہیں: میں شام اور مصر تجارتی سامان بھیجا کرتا تھا ایک مرتبہ میں نے عراق سامان بھیجنے کا ارادہ کیا تو
 میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان سے عرض کی: اے ام المؤمنین! پہلے میں شام سامان
 بھیجا کرتا تھا اب میں عراق سامان بھیجنے لگا ہوں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو تمہیں یا تمہارے سامان تجارت کو کیا ہوا
 ہے میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لیے کسی ایک شکل میں رزق کا سبب پیدا کر دے تو وہ اسے اس وقت تک نہ چھوڑے
 جب تک اس کے لیے تبدیلی نہیں کی جاتی یا جب تک صورت حال اس کے لیے قابل انکار نہیں ہو جاتی۔“

بَابُ الصِّنَاعَاتِ

یہ باب ہے کہ مختلف طرح کے پیشے

2149- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقُرَشِيُّ عَنْ جَدِّهِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَحْيَةَ
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا رَاعَى غَنِمَ قَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ وَأَنْتَ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَنَا كُنْتُ أَرْعَاهَا لِأَهْلِ مَكَّةَ بِالْقَرَارِ بِطِ قَالَ سُؤَيْدٌ يَعْنِي كُلَّ شَاةٍ بِقِرَاطٍ
 ﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ نے جس بھی نبی کو مبعوث کیا اس نے بکریاں چرائی ہیں۔ آپ ﷺ کے اصحاب نے آپ ﷺ سے دریافت
 کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے بھی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں بھی اہل مکہ کے لیے چند قیراط کے عوض میں
 بکریاں چرایا کرتا تھا۔

سؤید نامی راوی کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک بکری کے عوض میں ایک قیراط ملتا تھا۔

2149: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2149: أخرجه البخاري في "الصحیح" رقم الحديث: 2282

2150- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخُزَاعِيُّ وَالْحَجَّاجُ وَالْهَيْثَمُ بْنُ جَمِيلٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ زَكْرِيَّا نَجَارًا

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
”حضرت زکریا علیہ السلام کا یہ فرمان تھا۔“

2151- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَصْحَابَ الصُّورِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِمَا خَلَقْتُمْ سَيِّدَهُ عَائِشَةُ صَدِيقَةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ كَالْيَوْمِ نَقْلُ كَرْتِي هِيَ: تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے یہ کہا جائے گا جو تم نے بنایا ہے اسے زندہ کرو۔

2152- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ هَارُونَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ قُرَيْدٍ السَّبَخِي عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّيْخِيرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْذَبُ النَّاسِ الصَّبَاغُونَ وَالصَّوَاغُونَ •• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
”سب سے زیادہ جھوٹ رنگریز اور سنار بولتے ہیں۔“

بَابُ: الْجُكْرَةِ وَالْجَلْبِ

یہ باب ہے کہ ذخیرہ اندوزی کرنا اور دوسرے شہر سے سامان لانا

ذخیرہ اندوزی کے معنی و مفہوم کا بیان

احکار کا معنی لغوی طور پر معنی ہیں گراں فروشی کی نیت سے غلہ کی ذخیرہ اندوزی۔ اور شریعت کی اصطلاح میں احکار کا مفہوم ہے ہر ایسی چیز کو مہنگا بیچنے کے لئے روک رکھنا جو انسان یا حیوان کی غذائی ضرورت میں کام آتی ہو۔ مثلاً گراں بازاری کے زمانے میں جب کہ مخلوق اللہ کو غلہ وغیرہ کی زیادہ ضرورت ہو کوئی شخص غلہ خرید کر اس نیت سے اپنے پاس روک رکھے کہ جب اور زیادہ گرانی ہوگی تو اسے بیچوں گا یہ احکار کہلاتا ہے۔

2153- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا إِسْرَافِيلُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ سَالِمٍ عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ

2150: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 6112

2151: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 7557 أخرجه الترمذي في "المسنن" رقم الحديث: 5877

2152: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2153: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

عَلِيَّ بْنِ زَيْدِ ابْنِ جُدْعَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَائِلُ مَرْزُوقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ

•• حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”(دوسرے شہر سے) سامان لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر لعنت ہوتی ہے۔“

شرح

مطلب یہ ہے کہ جو شخص کہیں باہر سے شہر میں غلہ وغیرہ لاتا ہے کہ اسے موجودہ اور رائج نرخ پر فروخت کرے اور گراں فروشی کی نیت سے اس کی ذخیرہ اندوزی نہ کرے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے یعنی اسے بغیر گناہ کے فائدہ حاصل ہوتا ہے اور اس کے رزق میں برکت عطا کی جاتی ہے اس کے خلاف مخلوق اللہ کی پریشانیوں اور غذائی قلت سے فائدہ اٹھا کر غلہ وغیرہ کی ناجائز ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اور خیر و بھلائی سے دور رہتا ہے جب تک کہ وہ اس لعنت میں مبتلا رہتا ہے اس کو برکت حاصل نہیں ہوتی۔

2154- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَضْلَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِيٌّ

•• حضرت معمر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”صرف گناہ گار شخص ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔“

ذخیرہ اندوزی کرنے والے کے لئے سخت وعید کا بیان

2155- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْخَنَفِيُّ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنِي أَبُو يَحْيَى الْمَكِّيُّ عَنْ قُرُوحَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ طَعَامًا ضَرَبَهُ اللَّهُ بِالْجَذَامِ وَالْإِفْلَاسِ

•• حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو شخص مسلمانوں کے خلاف کسی اناج کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جذام اور افلاس کا شکار کر دیتا ہے۔“

شرح

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مخلوق اللہ اور خاص طور پر مسلمانوں کو تکلیف و نقصان میں ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جسمانی و مالی

2154: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحدیث: 4098، و رقم الحدیث: 4098، أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحدیث: 3447، أخرجه الترمذی

في "المجامع" رقم الحدیث: 1267

2155: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بلاؤں میں مبتلا کرتا ہے اور جو شخص انہیں نفع و فائدہ پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے جسم و مال میں خیر و برکت عطا فرماتا ہے۔
حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے چالیس دن تک گرانی کے خیال سے غلہ روک رکھا گویا وہ اللہ سے بیزار ہوا اور اللہ اس سے بیزار ہوا۔

وہ اللہ سے بیزار ہوا کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا وہ عہد توڑ ڈالا جو اس نے احکام شریعت کی بجا آوری اور مخلوق اللہ کے ساتھ ہمدردی و شفقت کے سلسلے میں باندھا ہے۔ اسی طرح اور اللہ اس سے بیزار ہوا کا مطلب یہ ہے کہ جب اس نے اس بدترین عمل کے ذریعہ مخلوق اللہ کی پریشانی و تکلیف کا سامان کیا تو اللہ نے اس پر سے اپنی حفاظت اٹھالی اور اس کو اپنا نظر کرم و عنایت سے دور کر دیا۔

حضرت معاذ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلہ وغیرہ کی ناجائز ذخیرہ اندوزی کرنے والا بندہ برا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نرخوں میں ارزانی کرتا ہے۔ تو وہ سنجیدہ ہوتا ہے اور اگر نرخوں کو گراں کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔
حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے گراں فروشی کی نیت سے غلہ کو چالیس روز تک روک رکھا۔ اور پھر اسے اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا تو وہ اس کے لئے کفارہ نہیں ہوگا۔
یہ گویا اس شخص کے لئے وعید و سزا ہے جو چالیس دن تک گراں فروشی کی نیت سے غلہ کو روک رکھے کہ نہ تو اسے بازار میں لاکر بیچے اور نہ اس کے ذریعہ مخلوق اللہ کی غذائی ضروریات کو پورا کرے اور جو شخص اس سے کم مدت کے لئے احتکار کرے اس کے لئے بھی سزا ہے مگر اس سے کم درجہ کی۔

باب: أَجْرِ الرَّاقِي

یہ باب دم کرنے والے کے معاوضہ کے بیان میں ہے

دم کرنے پر اجرت لینے کا بیان

2156- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بِالْمُخَذَرِيِّ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِينَ رَاكِبًا فِي سَرِيَّةٍ فَتَزَلْنَا بِقَوْمٍ لَسَّالِنَاهُمْ أَنْ يَفْرُوتَنَا فَأَبَوْا فَلَدَغَ سَيْدُهُمْ فَاتَوْنَا فَقَالُوا أَفِيكُمْ أَحَدٌ يَرْقِي مِنَ الْعُقَرِ فَقُلْتُ نَعَمْ أَنَا وَلَكِنْ لَا أَرْقِيهِ حَتَّى تُعْطُونَا غَنَمًا قَالُوا فَإِنَّا نُعْطِيكُمْ ثَلَاثِينَ شَاةً فَقَبِلْنَاهَا فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ الْحَمْدُ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَبَرَأَ وَقَبَضْنَا الْغَنَمَ فَقَرَضَ فِي أَنْفُسِنَا مِنْهَا شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا تَعْمَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَكَرْتُ لَهُ الَّذِي صَنَعْتُ فَقَالَ أَوْ مَا عَلِمْتَ أَنَّهَا رُقِيَةٌ اقْتَسِمُوهَا وَاضْرِبُوا إِلَى مَعَكُمْ سَهْمًا

2156: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2276 ورقم الحديث: 5749 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 5697 ورقم الحديث: 5698 أخرجه

ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3900 ورقم الحديث: 3418 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 6063 ورقم الحديث: 6064

• • • حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہم میں سواروں کو ایک مہم پر روانہ کیا ہم نے ایک قوم کے پاس پڑاؤ کیا ہم نے ان سے فرمائش کی کہ وہ ہماری مہمان نوازی کریں انہوں نے مہمان نوازی کرتے سے انکار کر دیا ان کے سردار کو کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا وہ لوگ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے دریافت کیا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جو بچھو کے کاٹنے کا دم کرتا ہو؟ تو میں نے جواب دیا: جی ہاں میں ہوں، لیکن میں اسے اس وقت تک دم نہیں کروں گا جب تک تم ہمیں (معاوضے کے طور پر) بکریاں نہیں دو گے تو ان لوگوں نے کہا: ہم تمہیں تیس بکریاں دیں گے تو ہم نے اس بات کو قبول کر لیا تو میں نے سات مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر (اسے دم کیا) تو وہ ٹھیک ہو گیا ہم نے وہ بکریاں اپنے قبضے میں لیں پھر ہمیں اس حوالے سے کچھ الجھن محسوس ہوئی تو ہم نے یہ کہا کہ تم لوگ جلدی نہ کرو جب تک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو جاتے (انہیں استعمال نہیں کریں گے)

جب ہم لوگ آئے تو میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنے طرز عمل کا ذکر کیا آپ ﷺ نے دریافت کیا: تمہیں کیسے پتہ چلا کہ اس کا دم ہوتا ہے؟ تم لوگ ان کو تقسیم کر لو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھنا۔

شرح

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت ایک ایسے گاؤں سے گزری جس میں کسی شخص کو بچھو یا سانپ نے ڈس رکھا تھا چنانچہ اس بستی کا ایک شخص ان صحابہ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں میں کوئی شخص جھاڑ پھونک کر نیوالا بھی ہے کیونکہ ہماری بستی میں ایک شخص کو بچھو یا سانپ نے ڈس لیا ہے؟ (اگر ایسا کوئی شخص ہے تو وہ میرے ساتھ چل کر اس شخص پر دم کر دے) چنانچہ ان میں سے ایک صحابی تشریف لے گئے اور انہوں نے بکریوں کے عوض سورت فاتحہ پڑھی۔ یعنی انہوں نے کہا کہ میں اس شخص پر اس شرط کے ساتھ جھاڑ پھونک کروں گا کہ میں اس کے عوض اتنی بکریاں لوں گا اسے بستی والوں نے منظور کر لیا لہذا ان صحابی نے سورت فاتحہ پڑھ کر اس شخص پر دم کیا۔

کیونکہ منقول ہے کہ (فاتحہ الکتاب شفاء من السم) یعنی سورت فاتحہ زہر کے لئے شفاء ہے لہذا وہ شخص اچھا ہو گیا پھر جب وہ صحابی بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو ان ساتھیوں نے اس کو ناپسند کیا اور کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم نے کتاب اللہ پڑھنے پر مزدوری لی ہے یہاں تک وہ سب صحابہ مدینہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں صحابی نے کتاب اللہ پڑھنے پر مزدوری لی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں کی اجرت لیتے ہوں ان میں سب سے بہتر کتاب اللہ ہے۔ (بخاری، مشکوٰۃ الصالح: جلد سوم، رقم الحدیث 205)

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم نے اچھا کیا ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لو اور اپنے ساتھ میرا حصہ بھی لے لو۔

لفظ (سلیم) اور لفظ (لدیغ) دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی سانپ کا ڈسا ہوا چنانچہ روایت کے الفاظ (لدیغ) او (سلیم) میں او سلیم راوی کے لفظی شک کو ظاہر کرتا ہے یعنی راوی نے یہ دونوں لفظ نقل کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ مجھے یہ صحیح یاد نہیں ہے کہ اس موقع

پر لفظ لایع کہا گیا تھا یا لفظ سلیم اور علامہ طبری یہ کہتے ہیں کہ اکثر و بیشتر لفظ لایع کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جسے بچھو کاٹ لے اور سلم کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جسے سانپ ڈس لے اس صورت میں کہا جائے گا کہ اس موقع پر راوی کو معنی کے اعتبار سے شک ہوا ہے کہ یا تو وہ شخص بچھو کا کاٹا ہوا تھا یا سانپ کا ڈسا ہوا تھا۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جن صحابی نے سورت فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا وہ حضرت ابوسعید خدری تھے اور صحابہ کی وہ جماعت تیس نفوس پر مشتمل تھی اسی اعتبار سے سورت فاتحہ پڑھنے والے صحابی نے تیس بکریاں لی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بکریوں میں اپنا حصہ لگانے کے لئے اس واسطے فرمایا تا کہ وہ صحابہ خوش بھی ہوں اور یہ بھی جان لیں کہ سورت فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کے عوض حاصل ہونیوالی بکریاں بلا شک و شبہ حلال ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی آیتوں اور ذکر اللہ کے ذریعے جہاز پھونک کرنا اور اس کی اجرت لینا جائز ہے چنانچہ عامل روحانیات یعنی قرآن کریم کی آیتوں اور دیگر منقول دعا و عملیات کے ذریعے علاج کرنا والے اپنے عمل یعنی تعویذ گنڈوں اور جہاز پھونک کی جوا جرت لیتے ہیں اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ تلاوت قرآن کی اجرت لینا جائز ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق ہے اور وہ یہ کہ تلاوت قرآن ایک عبادت ہے اور عبادت کی قیمت لینا قطعاً جائز نہیں ہے اور کسی مریض و دکھی شخص پر قرآن پڑھ کر دم کرنا اور اس کی برکت سے شفاء حاصل ہو جانا عبادت نہیں ہے لہذا اس کی اجرت لینا جائز ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ مصحف یعنی قرآن کریم کو کتابی صورت میں بیچنا اس کو خریدنا اجرت پر اس کی کتابت کرنا اور دین کی دوسری کتابوں کو مزدوری پر لکھنا جائز ہے۔

اسی طرح متاخرین یعنی بعد کے علماء نے قرآن کریم کی تعلیم کو بھی اس پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہے کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا جائز ہے جب کہ متقدمین یعنی پہلے زمانے کے علماء جیسے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے کو حرام کہا ہے۔

2156 م۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنَحُوهُ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنَحُوهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَالصَّوَابُ هُوَ أَبُو الْمُتَوَكِّلِ

»»» یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کہتے ہیں درست نام ابو المتوکل ہے۔

باب: الْأَجْرُ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ

یہ باب قرآن کی تعلیم پر اجرت کے بیان میں ہے

2157 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ زَيَْادٍ الْمُؤَصِّلِيُّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيْبٍ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ ثَعْلَبَةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ عَلَّمْتُ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الصُّفَةِ الْقُرْآنَ وَالْكِتَابَةَ فَأَهْدَى إِلَيَّ رَجُلٌ مِنْهُمْ قَوْمًا فَقُلْتُ لَيْسَتْ بِمَالٍ وَأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ إِنْ سَرَّكَ أَنْ تُطَوَّقَ بِهَا طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَأَقْبِلْهَا

•• حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اہل صفہ میں سے کچھ لوگوں کو قرآن (پڑھنے) اور لکھنے کی تعلیم دیا کرتا تھا ان میں سے ایک شخص نے تجھے کے طور پر مجھے کمان دی تو میں نے کہا: یہ تو مال نہیں ہے اور میں اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیرا اندازی کروں گا میں نے اس ہارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اگر اس بات سے خوش ہو کہ تم آگ کا طوق پہن لو تو پھر تم اسے قبول کرلو۔

شرح

کمان کوئی مال نہیں ہے " سے حضرت عبادہ کی یہ مراد تھی کہ کمان ایسی چیز نہیں ہے جسے مال یا اجرت شمار کیا جائے بلکہ یہ تو لڑائی کا ایک سامان ہے جسے میں اللہ کی راہ میں استعمال کروں گا یا اس طور کہ جہاد میں اس کے ذریعے تیرا اندازی کروں گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں متنبہ فرمایا کہ یہ کمان اگرچہ تمہیں کلام اللہ کی تعلیم کی اجرت کے طور پر نہیں ملی ہے اور نہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جسے اجرت شمار کیا جاسکے لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ یہ تمہارے اس اخلاص کو ختم کر دیگی جو تمہاری خدمت تعلیم کا محور تھا جس سے سرشار ہو کر تم نے ان لوگوں کو قرآن و دین کی تعلیم دی تھی لہذا تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ تم اسے قبول نہ کرو جو علماء قرآن و دین کی تعلیم دینے کی اجرت لینے کو حرام کہتے ہیں وہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے استدلال کرتے ہیں۔

2158 - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ ثَوْرٍ بْنِ يَزِيدَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَطِيَّةِ الْكَلَابِيِّ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ عَلَّمْتُ رَجُلًا الْقُرْآنَ فَأَهْدَى إِلَيَّ قَوْمًا لَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنْ أَخَذْتَهَا أَخَذْتُ قَوْمًا مِنْ نَارٍ فَرَدَدْتُهَا

•• حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک شخص کو قرآن کی تعلیم دی تو اس نے مجھے کمان تجھے کے طور پر دی میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اگر تم اس اُسے وصول کرتے ہو تو تم آگ سے بنی ہوئی کمان لو گے"۔ (حضرت ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) تو میں نے وہ کمان اسے واپس کر دی۔

2157: أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 2418

2158: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَابُ: النَّهْيُ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ وَعَسْبِ الْفَحْلِ

یہ باب ہے کہ کتے کی قیمت، فاحشہ عورت کا معاوضہ، کاہن شخص کی آمدن

اور جفتی کے لیے زنا نوردینے کا کرایہ وصول کرنے سے ممانعت

2159- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ

بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ

﴿﴾ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے کتے کی قیمت، فاحشہ عورت کی آمدن اور کاہن کی مٹھائی (یا

معاوضہ) کھانے سے منع کیا ہے۔

شرح

حضرت رافع ابن خدیج کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتے کی قیمت ناپاک مال ہے زنا کار عورت کی

اجرت حرام مال ہے سینگی کھینچنے والے کی کمائی ناپسندیدہ مال ہے۔ (مشکوٰۃ لصاح: جلد سوم: رقم الحدیث ۵)

پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ لفظ خبیث کے لغوی معنی، ناپاک اور برا، کے ہیں لیکن فقہی طور پر اس کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ ائمہ مجتہدین

اور فقہاء حسب موقع محل اس کے معنی بھی حرام بھی ناپاک اور کبھی مکروہ وغیرہ مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام شافعی نے ثمن

الکلب خبیث میں خبیث کے معنی حرام مراد لیتے ہوئے کہا ہے کہ حدیث سے چونکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ کتے کی قیمت کے طور پر

حاصل ہونے والا مال حرام ہے اس لئے کتے کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہے۔ کتا خواہ معلم (یعنی سدھایا ہوا ہو خواہ غیر معلم) (یعنی

سدھایا ہوا نہ) ہو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ حضرت امام محمد اور بعض دوسرے ائمہ کا قول یہ ہے کہ ان کتوں چیتوں اور درندوں کی خرید

و فروخت جائز ہے جن سے فائدے حاصل ہوتے ہیں خواہ وہ معلم ہوں یا غیر معلم ان حضرات نے ثمن الکلب خبیث کے بارہ میں

یہ کہا ہے کہ لفظ خبیث محض حرمت ہی پر دلالت نہیں کرتا جس کی واضح مثال اس حدیث کے الفاظ و کسب الحجام خبیث ہیں اگر لفظ

خبیث سے حرام ہی مراد لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا سینگی کھینچنے والے کو جو اجرت حاصل ہوتی ہے وہ بھی حرام ہے۔

حالانکہ متفقہ طور پر تمام علماء کے نزدیک وہ حرام نہیں ہے لہذا ثمن الکلب خبیث میں لفظ خبیث کے معنی ناپاک مراد لیتے ہوئے

اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ کتے کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے والا مال ناپاک یعنی مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ کسب الحجام خبیث

میں لفظ خبیث کے معنی ناپسندیدہ مراد لئے گئے ہیں کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ثابت ہے کہ آپ نے سینگی

2159: اخرج البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 2237 و رقم الحدیث: 2282 و رقم الحدیث: 5346 و رقم الحدیث: 5761 اخرج مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 3985 اخرج ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3428 و رقم الحدیث: 3481 اخرج الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1133 و رقم الحدیث: 1176 اخرج

التسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4393 و رقم الحدیث: 4680

کہنے والے کی اجرت ادا کی ہے اگر یہ اجرت حرام ہوتی تو آپ خود کیوں دیتے لہذا اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ سنگی کھینچنے والے کو اپنی اجرت کے طور پر جو مال ملتا ہے وہ ناپسندیدہ یعنی مکروہ تریبی ہے۔

2160- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَعْمَنِ الْكَلْبِ وَعَنْسَبِ الْفَخْلِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے کتے کی قیمت اور نر جانور کو جفتی کے لیے دینے کے معاوضے سے منع کیا ہے۔

کتے کی قیمت کا بیان

اس حدیث میں کتے کی قیمت کے ممنوع ہونے کا جو حکم بیان کیا گیا اس کے بارے میں حنفی علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت تھا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا تھا نیز آپ نے کتوں سے فائدہ حاصل کرنے کی بھی ممانعت کر دی تھی مگر پھر بعد میں آپ نے یہ اجازت دے دی تھی کہ کتوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے یہاں تک کہ یہ بھی منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک شکاری کتے کو مار ڈالا تو آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ مالک کو اس کتے کے بدلہ میں ایک دنبہ دے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نہ تو کتے کی خرید و فروخت جائز ہے اور نہ کسی کتے کو مار ڈالنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس کتے کی قیمت اس کے مالک کو ادا کرے کتا خواہ معلم ہو یا غیر معلم ہو اسی طرح خواہ اس کتے کا پالنا جائز ہو یا نا جائز ہو۔

لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نے اس کتے کی خرید و فروخت جائز قرار دی ہے جس سے فائدہ اٹھانا مقصود ہو مثلاً گھربار کی نگرانی یا ریوڑ گلوں کی نگہبانی وغیرہ نیز حضرت امام اعظم نے ایسے کتے کو مار ڈالنے والے کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اس کتے کی قیمت اس کے مالک کو ادا کرے۔ بدکار عورت کے اس مال کا حکم جو اس نے اپنی بدکاری کی اجرت کے طور پر حاصل کیا ہو گذشتہ حدیث کی تشریح میں ذکر کیا جا چکا ہے کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو آنیوالے زمانہ کی خبریں بتایا کرتا ہے اسی طرح حلوان کے لغوی معنی اگرچہ شیرینی اور مٹھائی ہے لیکن اصطلاحی طور پر عربی میں حلوان اس اجرت کو کہتے ہیں جو کاہن آئندہ کی خبریں معلوم کرنے والے سے وصول کرتا ہے خواہ وہ مٹھائی اور کھانے وغیرہ کی صورت میں ہو یا کپڑے زیور اور نقدی وغیرہ کی شکل میں کاہن کی اجرت کو حلوان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح شیرینی اور مٹھائی کھانے سے طبیعت کو فرحت محسوس ہوتی ہے اسی طرح کاہن کو اپنی یہ اجرت لے کر بہت ہی فرحت محسوس ہوتی ہے کیونکہ بغیر کسی محنت و مشقت کے وہ اچھا خاصا مال بٹور لیتا ہے۔ یہ بات تو معلوم ہی ہوگی کہ جس طرح کاہن کے پاس جانا اور ان سے آئندہ کی خبریں معلوم کرنا حرام ہے اسی طرح پوشیدہ باتوں کو معلوم کرنے کے لئے نبوی اور پامسٹ وغیرہ کے پاس جانا اور ان کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کرنا حرام ہے اس بارے میں کسی عالم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

2161- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ أَنَّ ابْنَ أَبِي لَهْيَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَعْنِ التَّنَوُّرِ

•• حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بلی کی قیمت استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

شرح

علامہ طبری کہتے ہیں کہ بلی کی قیمت کو استعمال میں لانے کی یہ ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہے چنانچہ تقریباً تمام علماء نے بلی کی خرید و فروخت ہبہ کرنے اور عاریتہ دینے کو جائز کہا ہے البتہ حضرت ابو ہریرہ اور تابعین میں سے کچھ حضرات اس حدیث کے ظاہری معنی کے پیش نظر اس کے جواز کے قائل نہیں تھے۔

باب: كَسْبُ الْحَجَّامِ

یہ باب پچھنے لگانے والے کی آمدن میں ہے

2162- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَجَمَ وَأَعْطَاهُ أَجْرَهُ تَفَرَّدَ بِهِ ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَخَذَهُ قَالَهُ ابْنُ مَاجَةَ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے تھے اور آپ ﷺ نے اس کا معاوضہ بھی ادا کیا تھا۔

اس روایت کو نقل کرنے میں ابن ابی عمر کی راوی مفرد ہے یہ بات امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے بیان کی ہے۔

2163- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ أَبُو خَفْصٍ الصَّرَفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ أَبِي جَمِيلَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اخْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَنِي فَأَعْطَيْتُ الْحَجَّامَ أَجْرَهُ

•• حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے آپ ﷺ نے مجھے یہ ہدایت کی تو میں نے پچھنے لگانے والے کو اس کا معاوضہ ادا کیا۔

2164- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ بَيَانَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَجَمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ

•• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے تھے اور آپ ﷺ نے پچھنے لگانے

2162: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 2278، رقم الحدیث: 5891، أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 4877، رقم الحدیث: 5713

2163: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2164: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

والے کو اس کا معاوضہ ادا کیا تھا۔

2165- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَقِبَةَ بْنِ عَمْرٍو قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْحَبْجَامِ

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے پھپھنے لگانے والے کی آمدن سے منع کیا ہے۔

2166- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَرَامِ بْنِ مُخَيَّصَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْحَبْجَامِ فَنَهَا عَنْهُ فَذَكَرَ لَهُ الْحَاجَةُ فَقَالَ اغْلُفْهُ نَوَاضِحَكَ

حضرت حرام بن مخيصہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے پھپھنے لگوانے والے کے معاوضے کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے انہیں اس سے منع کر دیا انہوں نے اپنی ضرورت کا تذکرہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اس کے ذریعے اپنے اونٹوں کو چارہ کھلا دو۔

شرح

اکثر صحابہ کی ملکیت میں غلاموں کی ایک بڑی تعداد رہتی تھی جن میں سے کچھ غلاموں کو وہ پھپھنے لگانے کے کام پر مامور کر دیتے تھے اور پھر ان کی اجرت کے طور پر حاصل ہونے والے مال کو اپنے استعمال میں لاتے تھے چنانچہ ایک صحابی حضرت مخيصہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ جاننا چاہا کہ پھپھنے لگانے والے کی کمائی آیا جائز ہے یا نہیں اور یہ اجازت مانگی کہ میرا غلام پھپھنے لگانے کی جو اجرت حاصل کرتا ہے چونکہ اس میں سے کچھ حصہ میری ملکیت میں آتا ہے اس لئے میں اپنے اس حصہ کو اپنے استعمال میں لاؤں یا نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت نہیں دی چونکہ صحابہ اپنے بعض غلاموں سے پھپھنے لگانے کی حاصل ہونے والی اجرت میں سے اپنا حصہ لے کر اسے اپنی ضروریات میں صرف کرتے تھے اور اسے وہ پسند بھی کرتے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت نہ دینے سے مخيصہ اس بارے میں دشواری محسوس ہوئی اور اس امید کی بناء پر کہ آپ اجازت دے دیں وہ بار بار اجازت طلب کرتے تھے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اتنی اجازت دیدی کہ وہ اس اجرت کو اپنے اونٹوں کے گھاس اور چارے میں اور اپنے غلاموں لونڈیوں پر صرف کر لیں اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو اشارہ فرمایا کہ پھپھنے لگانے سے جو اجرت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اگرچہ جائز مال ہے مگر چونکہ وہ خون نکالنے کی کمائی ہے اس لئے اس کو شرفاء کے لئے استعمال کرنا مکروہ اور ان کی شان کے خلاف ہے اور لونڈی غلام چونکہ آزاد لوگوں کے برخلاف ایسا شرف نہیں رکھتے جو اس پیشہ کی دناست کے منافی ہو اس

2165: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2166: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3422 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1771

لئے پھینے لگانے کی کمائی کھانا اس کی شان سے فروتر نہیں ہے۔

دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ذریعہ گویا اولوالعزمی اور عالی ہمتی کی ترغیب بھی دی ہے کہ شرفاء کو باوقار پیشہ اور اپنے دست و بازو کی محنت کی ہی کمائی کھانی چاہئے۔ بہر کیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیصہ کو جو اجازت نہیں دی وہ محض نبی تنزیہی کے طور پر ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پھینے لگانے کی اجرت مال حرام ہے کیونکہ اگر یہ مال حرام ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسے اپنے جانور اور اپنے غلام لونڈی پر خرچ کی اجازت نہیں دیتے اس لئے کہ آقا کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے جانوروں یا اپنے غلام لونڈی کو حرام مال کھلائے لہذا حدیث کا حاصل یہ ہے کہ پھینے لگانے والے کی کمائی کھانا مکروہ تنزیہی ہے۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ ابوطیبہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھینے لگائے تو آپ نے اس کے مالکوں کو حکم دیا کہ وہ ابوطیبہ کی کمائی میں سے کم لیا کریں۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث: ۴۲۸۰)

اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو مختلف پیشوں میں لگا دیتے تھے اور ان سے یہ طے کر دیتے تھے کہ اجرت کے طور پر حاصل ہونے والے مال میں سے اتنا حصہ ہمارا ہوگا اور باقی کے تم حقدار ہو گے چنانچہ ابوطیبہ نے جو بنی بیاضہ کے غلام تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کی تو آپ ان سے بہت خوش ہوئے اور ان کے مالکوں سے کہا کہ تم لوگ ابوطیبہ کی کمائی میں جو کچھ روزانہ لیا کرتے ہو اس میں کمی کرو۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ پھینے لگانے کا پیشہ ایک حلال پیشہ ہے اور اس کی اجرت دینا جائز ہے نیز اس حدیث سے چند اور مسائل ثابت ہوتے اول یہ کہ علاج کرنا اور علاج کرانے کی اجرت دینا مباح ہے دوم یہ کہ مالک کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے غلام کو کمائی پر لگا دے اور اس کے کمائے ہوئے مال میں سے اپنا کوئی حصہ مقرر کرے سوم یہ کہ صاحب حق اور صاحب مطالبہ سے سفارش کرنا جائز ہے۔

باب: مَا لَا يَحِلُّ بَيْعُهُ

یہ باب ہے کہ کون سی چیز کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے؟

حرام چیزوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

2167- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَنَا ابْنُ اللَّيْثِ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ عَطَاءُ

بْنُ أَبِي رَبَاحٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ

2167: أخرجه البخاری فی "المصحح" رقم الحدیث: 4288، رقم الحدیث: 2238، أخرجه مسلم فی "المصحح" رقم الحدیث: 4024، أخرجه

ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3487، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1292، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4267، رقم

اللَّهُ وَرَسُولُهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْغَنَازِيرِ وَالْأَضْنَامِ لَقِيلَ لَهُ عِنْدَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهُ يُذْهِنُ بِهَا السُّفُنُ وَيُلْهِنُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَصْبَحُ بِهَا النَّاسُ قَالَ لَا هُنَّ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتِلِ اللَّهُ الْيَهُودَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْهِمُ الشُّحُومَ فَأَجْمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ

﴿﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ جب مکہ میں تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کو فروخت کرنے کو حرام قرار دے دیا ہے۔

اس وقت آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی: یا رسول اللہ (ﷺ)! مردہ جانور کی چربی کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟ کیونکہ اس کا تیل کشتیوں کو لگایا جاتا ہے چرووں کو لگایا جاتا ہے اور لوگ اس کے ذریعے چراغ جلاتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں ایہ حرام ہے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کرے اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام قرار دیا تو انہوں نے اسے پگھلا کر پھر اسے فروخت کیا اور اس کی قیمت کھائی۔

2168- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْإِفْرِيقِيِّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُغْنِيَّاتِ وَعَنْ شِرَائِهِنَّ وَعَنْ كَسْبِهِنَّ وَعَنْ أَكْلِ أَلْمَانِهِنَّ

﴿﴾ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے گانا گانے والی عورتوں کو فروخت کرنے انہیں خریدنے ان کی کمائی کھانے اور ان کی قیمت کھانے سے منع کیا ہے۔

شرح

عطاء نے لکھا ہے کہ شراب وغیرہ کے مذکورہ بالا حکم میں باجا بھی داخل ہے کہ اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہے نیز اگر کوئی شخص کسی باجے کو تلف کر دے تو اس پر ضمان یعنی مالک کو اس کی قیمت ادا کرنا واجب نہیں ہوتا۔ حضرت امام شافعی کا مسلم یہ ہے کہ مردار کی چربی کی خرید و فروخت تو جائز نہیں ہے لیکن اس چربی سے فائدہ اٹھانا یعنی اس کو کھانے اور آدمی کے جسم پر ملنے کے علاوہ اور کام میں استعمال کرنا جائز ہے خواہ کشتی پر ملے خواہ چراغ میں جلانے اور خواہ کسی اور کام میں لائے اسی طرح ان کے مسلک کے مطابق جو گھی یا زیت یا اور کوئی تیل نجاست پڑ جانے کی وجہ سے نجس ہو گیا ہو تو اس کو چراغ میں جلانے یا اس کا صابون بنانا جائز ہے جب کہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جس طرح مردار کی خرید و فروخت ناجائز ہے اسی طرح اس سے کسی بھی طرح کا فائدہ اٹھانا یعنی اس کی کسی بھی چیز کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے کیونکہ مردار کی حرمت بطریق عموم ثابت ہے البتہ دباغت کیا ہوا چیز اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کا جواز خصوصی طور پر ثابت ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے متبعین علماء نے نجس زیت کو بیچنے کی اجازت دی ہے البتہ ان کے نزدیک نجس تیل کو چراغ

میں جلانا بالخصوص مسجد میں جلانا مکروہ ہے۔ حدیث کے آخر میں یہودیوں کی ایک خاص عیاری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب ان کے لئے مردار کی چربی کو حرام قرار دیا تو انہوں نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ وہ چربی کو پگھلا کر اس کو بیچ دیتے تھے اور پھر اس کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے والے مال کو اپنے استعمال میں لے آتے اور یہ کہتے تھے کہ اللہ نے تو چربی کھانے سے منع کیا ہے اور ہم چربی نہیں کھاتے بلکہ اس کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے والا مال کھاتے ہیں گو یادہ جاہل چربی کو پگھلا کر یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے چربی کی حقیقت کو بدل دیا ہے کہ پگھلنے کے بعد وہ چربی نہیں رہ گئی ہے اس لئے اس صورت میں حکم الہی کی خلاف ورزی نہیں ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس عیارانہ چال کی وجہ سے ان کو اللہ کی لعنت کا مستحق قرار دیا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایسا حیلہ اختیار کرنا کہ جس کے سبب سے حرام کا ارتکاب ہوتا ہو بالکل غلط ہے نیز یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ کسی چیز کی قیمت حکم کے اعتبار سے اسی چیز کے تابع ہے کہ اگر وہ چیز حرام ہوگی تو اس کی قیمت بھی حرام ہوگی اور جو چیز حلال ہوگی اس کی قیمت بھی حلال ہوگی۔

باب: مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمَلَامَةِ

یہ باب منابذہ اور ملامتہ کی ممانعت کے بیان میں ہے

2169- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ غَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمَلَامَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے دو طرح کے سودے سے منع کیا ہے، ملامتہ اور منابذہ۔

2170- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَسَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمُنَابَذَةِ زَادَ سَهْلٌ قَالَ سُفْيَانُ الْمَلَامَةَ أَنْ يُلْمِسَ الرَّجُلُ بِيَدِهِ الشَّيْءَ وَلَا يَرَاهُ وَالْمُنَابَذَةُ أَنْ يَقُولَ أَلْقِ إِلَيَّ مَا مَعَكَ وَأَلْقِ إِلَيْكَ مَا مَعِيَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ملامتہ اور منابذہ سے منع کیا ہے۔

سُفْيَانُ نَامِي رَادِي كَهْتِي هِي: مَلَامَتِه سِي مَرَادِي هِي هِي كِي آدِي اِيْنِي هَاتِه كِي ذَرِيْعِي كِي حِيْزِي كُو چھو لِيْ اُور اِس نِي دِي كِهَانِه هُو (اور اسي سِي سُوْدَا لَازِم هُو جَايِي)

منابذہ سے مراد یہ ہے کہ آدمی یہ کہے جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے میری طرف پھینک دو یا جو کچھ میرے پاس ہے اسے میں

2170: اُخْرَجَ الْبُخَارِي فِي "الصَّحِيح" رَقْمُ الْحَدِيثِ: 2147، رَقْمُ الْحَدِيثِ: 6284 اُخْرَجَ ابُو دَاوُد فِي "السنن" رَقْمُ الْحَدِيثِ: 3377، رَقْمُ الْحَدِيثِ: 3378 اُخْرَجَ التَّسْلِي فِي "السنن" رَقْمُ الْحَدِيثِ: 4524، رَقْمُ الْحَدِيثِ: 4527، رَقْمُ الْحَدِيثِ: 5358 اُخْرَجَ ابُو جَابِي فِي "السنن" رَقْمُ الْحَدِيثِ: 3558

تمہاری طرف پھینک رہا ہوں (تو یہ سودا ہو جائے گا)

بیع ملامسہ و منابزہ سے ممانعت کا بیان

اور القائے حجر اور ملامسہ اور منابزہ کی بیع جائز نہیں ہے اور یہ زمانہ جاہلیت کی بیوع ہیں۔ اور اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ یہ دو آدمی کسی سامان کے بارے میں باہمی گفتگو کرتے۔

پھر جب مشتری اس سامان کو چھوڑ دیتا اور بائع مشتری کی طرف اس سامان کو پھینک دیتا اور مشتری اس پر کنکری ڈال دیتا تو بیع لازم ہو جاتی لہذا پہلی بیع ملامسہ اور دوسری منابزہ جبکہ تیسری القاء حجر کہلاتی ہے۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامسہ اور منابزہ سے منع کیا ہے کیونکہ ان میں ملکیت کو خطرے میں معلق کرنا ہے۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، ملا ہور)

بیع منابزہ کی ممانعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے اور کنکریاں مارنے کی بیع سے منع فرمایا اس باب میں حضرت ابن عمر، ابن عباس، ابوسعید، اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات منقول ہیں، حدیث ابو ہریرہ حسن صحیح ہے اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ دھوکے والی بیع حرام ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ دھوکے والی بیع میں یہ چیزیں داخل ہیں مچلی کا پانی میں ہوتے ہوئے فروخت کرنا اور پرندے کا اڑتے ہوئے فروخت کرنا اور اسی طرح کی دوسری بیوع بھی اسی ضمن میں آتی ہیں۔ بیع الحصاة کنکری مارنے والی بیع کا مطلب یہ ہے کہ بیچنے والا خریدنے والے سے یہ کہے کہ جب میں تیری طرف کنکری پھینکوں تو میرے اور تیرے درمیان بیع واجب ہوگئی، یہ بیع منابزہ ہی کے مشابہ ہے یہ سب زمانہ جاہلیت کی بیوع ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث ۱۲۷۱)

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے پہناوے سے اور دو طرح کی بیع سے منع کیا ہے وہ ملامست اور منابذت ہیں۔

لامست یہ ہے کہ ایک شخص یعنی خریدار دوسرے شخص یعنی تاجر کے کپڑے کو جسے وہ لینا چاہتا ہے دن میں یا رات میں صرف ہاتھ سے چھو لے اسے کھول کر الٹ کر دیکھے نہیں اور اس کا یہ چھونا بیع کے لئے ہو اور منابذت یہ ہے کہ معاملہ کرنیوالوں میں سے ہر ایک اپنے کپڑے کو دوسرے کی طرف پھینک دے اور اس طرح بغیر دیکھے بھا لے اور بغیر اظہار رضا مندی کے بیع ہو جائے اور جن دو طرح کے پہناوے سے منع فرمایا ہے ان میں سے ایک کپڑے کو (صماء) کے طور پر پہننا ہے۔

اور (صماء) کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ایک موٹے پر اس طرح کپڑا ڈال لے کہ اس کی دوسری سمت کہ جس پر کپڑا نہ ہو ظاہر دیر ہنہ رہے اور دوسرا پہناوہ جس سے منع کیا گیا ہے یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے گرد اس طرح کپڑا لپیٹ لے کہ جب وہ بیٹھے تو اس کی شرم گاہ اس کپڑے سے بالکل عاری ہو (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث ۵۱۲)

لامست کا طریقہ یہ تھا کہ ایک شخص کوئی چیز مثلاً کپڑا خریدنے جاتا تو کپڑے کو ہاتھ لگا دیتا کپڑے کو ہاتھ لگاتے ہی بیع ہو جاتی

تھی نہ تو آپس میں قولی ایجاب و قبول ہوتا تھا کہ دکاندار تو یہ کہتا ہے کہ میں نے تمہارے ہاتھ یہ چیز بیچ دی اور خریدار یہ کہتا ہے کہ میں نے تم سے یہ چیز خرید لی اور نہ فعلی لین و دین جسے اصطلاح فقہ میں تعاطی کہتے ہیں ہوتا تھا کہ دکاندار برضاء و رغبت خاموشی کے ساتھ وہ چیز دیتا اور خریدار اس کی قیمت ادا کر دیتا بلکہ خریدار کا اس چیز کو ہاتھ سے چھو دینا ہی کافی سمجھا جاتا تھا۔

علامہ طہی نے حدیث کے الفاظ (لا یقلبه الا بذلك) (اسے کھول الٹ کر دیکھے نہیں) کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کپڑے کو علاوہ چھونے کے نہ الٹے نہ کھولے یعنی چاہئے تو یہ کہ کپڑے کو کھولا جائے اور اچھی طرح دیکھا بھالا جائے مگر بیع ملامت کرنا والا نہ کھولتا تھا نہ اسے دیکھتا بھالتا تھا البتہ صرف اسے چھو لیتا تھا ظاہر ہے کہ کسی چیز کو محض چھو لیا اس کو الٹ کھول کر دیکھنے بھالنے کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔

بہر کیف ملامت ایام جاہلیت میں خرید و فروخت کا ایک خاص طریقہ تھا کہ جہاں ایک نے دوسرے کے کپڑے کو ہاتھ لگایا پس بیع ہو گئی نہ وہ اس کو دیکھتے بھالتے تھے اور نہ شرط خیار کرتے تھے کہ اس کو دیکھنے کے بعد اگر چاہیں گے تو رکھ لیں گے ورنہ اس کو واپس کر دیں گے چونکہ یہ ایک بالکل غلط طریقہ تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

مناذات کی صورت یہ ہوتی تھی کہ دونوں صاحب معاملہ نے جہاں آپس میں ایک دوسرے کی طرف کپڑا ڈالا پس بیع ہو گئی بیع کو دیکھنے بھالنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہ بھی ایام جاہلیت میں رائج بیع کا ایک طریقہ تھا لہذا اس کی ممانعت بھی فرمائی گئی۔

(صماء) کے ایک معنی تو وہی ہیں جو ترجمے میں ظاہر کئے گئے لیکن اس کا زیادہ واضح اور مشہور مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص ایک کپڑا لے کر اسے سر سے پاؤں تک اپنے بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ دونوں ہاتھ بھی اس کے اندر لپٹے رہیں اور جسم کہیں سے کھلا نہ رہے ظاہر ہے کہ اس طرح آدمی بالکل مفلوج و نا کارہ ہو کر رہ جاتا ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

دوسرا پہناؤ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے یہ ہے کہ کوئی شخص کوہیوں پر بیٹھ جائے اور دونوں زانوں کو کھڑا کرے اور پھر اپنے زانوں اور کمر کے گرد کوئی کپڑا اس طرح لپیٹ لے کہ ستر کھلا رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس لیے منع فرمایا کہ اس میں ستر کی پردہ پوشی نہیں ہوتی چنانچہ اگر کوئی شخص مذکورہ بالا صورت میں اس طرح کپڑا لپیٹے کہ اس کا ستر چھپا رہے تو پھر یہ ممانعت نہیں رہے گی۔ بطور نکتہ ایک بات ذہن میں رہے کہ زانوں کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنا کر بیٹھنا مسنون ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناذہ کی بیع سے منع فرمایا تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی بیچنے کے لیے اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف (جو خریدار ہوتا) پھینکتا اور اس سے پہلے کہ وہ اسے الٹے پلٹے یا اس کی طرف دیکھے (صرف پھینک دینے کی وجہ سے وہ بیع لازم سمجھی جاتی تھی) اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامت سے بھی منع فرمایا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ (خریدنے والا) کپڑے کو بغیر دیکھے صرف اسے چھو دیتا (اور اسی سے بیع لازم ہو جاتی تھی) اسے بھی دھوکہ کی بیع قرار دیا گیا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث 2145)

ہم سے قنبیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے

بیان کیا کہ دو طرح کے لباس پہننے منع ہیں۔ کہ کوئی آدمی ایک ہی کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھے، پھر اسے موٹے پر اٹھا کر ڈال لے (اور شرم گاہ کھلی رہے) اور دو طرح کی بیج سے منع کیا ایک بیج ملامتہ سے اور دوسری بیج منابذہ سے۔

اس روایت میں دوسرے لباس کا ذکر نہیں کیا۔ وہ اشتمال صما ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یعنی ایک ہی کپڑا سارے بدن پر اس طرح لپیٹنا کہ ہاتھ وغیرہ کچھ باہر نہ نکل سکیں۔ نسائی کی روایت میں ملامتہ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ میں اپنا کپڑا تیرے کپڑے کے عوض بیچتا ہوں اور کوئی دوسرے کا کپڑا نہ دیکھے صرف چھوئے، اور بیج منابذہ یہ ہے کہ مشتری اور بائع میں یہ ٹھہرے کہ جو میرے پاس ہے وہ میں تیری طرف پھینک دوں گا اور جو تیرے پاس ہے وہ تو میری طرف پھینک دے۔ پس اسی شرط پر بیج ہو جائے اور کسی کو معلوم نہ ہو کہ دوسرے کے پاس کتنا اور کیا مال ہے۔

بیج مخاضرہ مزابنہ کا مفہوم و حکم کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محافلہ، مخاضرہ، ملامتہ، منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

حافظ فرماتے ہیں و المراد ببيع الثمار و الحبوب قبل ان يبدو صلاحها یعنی مخاضرہ کے معنی پکنے سے پہلے ہی فصل کو کھیت میں بیچنا ہے اور یہ ناجائز ہے۔ محافلہ کا مفہوم بھی یہی ہے۔ دیگر واردہ اصطلاحات کے معانی ان کے مقامات پر مفصل بیان ہو چکے ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث 2208)

ہم سے تھیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو زہو سے پہلے ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا۔ ہم نے پوچھا کہ زہو کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ پک کے سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے۔ تم ہی بتاؤ کہ اگر اللہ کے حکم سے پھل نہ آسکا تو تم کس چیز کے بدلے میں اپنے بھائی (خریدار) کا مال اپنے لیے حلال کرو گے۔

کوئی بھی ایسا پہلو جس میں خریدنے والے یا بیچنے والے کے لیے نقصان ہونے کا احتمال ہو، شریعت کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہے، ہاں جائز طور پر سودا ہونے کے بعد نفع نقصان یہ قسمت کا معاملہ ہے۔ تجارت نفع ہی کے لیے کی جاتی ہے۔ لیکن بعض دفعہ گھانا بھی ہو جاتا ہے لہذا یہ کوئی چیز نہیں۔ آج کل ریس وغیرہ کی شکلوں میں جو دھندے چل رہے ہیں، شرعاً یہ سب حرام اور ناجائز بلکہ سود خوری میں داخل ہیں۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب ظاہر ہے کہ تم نے اپنا کچا باغ کسی بھائی کو بیچ دیا اور اس سے طے شدہ روپیہ بھی وصول کر لیا۔ بعد میں باغ پھل نہ لاسکا۔ آفت زدہ ہو گیا یا کم پھل لایا تو اپنے خریدار بھائی سے جو رقم تم نے وصول کی ہے وہ تمہارے لیے کس جنس کے عوض حلال ہوگی۔ پس ایسا سودا ہی نہ کرو۔

بَاب: لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَسُومُ عَلَى سَوْمِهِ

یہ باب ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور اس کی بولی پر بولی نہ لگائے

2171- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ ثَابِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”کوئی شخص کسی دوسرے کے سودے پر سودا نہ

کرے۔“

2172- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَسُومُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ

کرے اور اس کی بولی پر بولی نہ لگائے۔“

شرح

کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ حدیث کے دوسرے جزء کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے کسی عورت کے پاس اس سے اپنے نکاح کا پیغام بھیجا ہے تو اب کسی دوسرے مرد کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ بھی اس عورت کے پاس اپنا پیغام بھیج دے مگر یہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب کہ طرفین مہر کی ایک معین مقدار پر راضی ہو گئے ہوں تمام معاملات طے ہو چکے ہوں اور صرف نکاح ہونا باقی رہ گیا ہو۔

حدیث کے آخری جزء کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے معاملات خرید و فروخت یا پیغام نکاح میں مداخلت نہ کرنے کا حکم اسی وقت تک کے لئے ہے جب تک کہ فریقین معاملے کو ترک نہ کر دیں مثلاً اگر صاحب معاملہ یہ کہہ دے کہ میں یہ چیز نہیں خرید رہا ہوں نیز تم خرید لو یا اس عورت سے میں نکاح نہیں کروں گا تم اپنا پیغام بھیج دو تو اس صورت میں اس چیز کو خریدنا یا نکاح کا پیغام بھیجنا جائز ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے یعنی کسی سے خرید و فروخت کا معاملہ ہو رہا ہو تو اس میں مداخلت نہ کرے اور چیز کے زیادہ دام نہ لگائے۔ (مسلم)

یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ بیچنے والا اور خریدار دونوں کسی ایک قیمت پر راضی ہو گئے ہوں لہذا اب کسی اور کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو لینے کا ارادہ کرے اور زیادہ دام لگا کر ان کا معاملہ خراب کرے ایسا کرنا مکروہ ہے اگرچہ بیچ صحیح ہو جائے گی۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس بارے میں مسلمان کے حکم میں ذی (وہ غیر مسلم جو اسلامی سلطنت میں رہے اور جزیہ لدا کرے) معاہدہ (جس سے کسی مسلمان کا معاہدہ ہو) اور مستامن (جو کسی مسلمان کے زیرِ پناہ ہو) بھی داخل ہیں۔

2171: أخرجه البخاری فی "المصحف" رقم الحدیث: 2139 و رقم الحدیث: 2185 أخرجه مسلم فی "المصحف" رقم الحدیث: 3788 و رقم الحدیث: 3799 أخرجه

ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3436 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحدیث: 4515

باب: مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ النَّجْشِ

یہ باب مصنوعی بولی لگانے کی ممانعت میں ہے

2173- قَرَأْتُ عَلَى مُصْعَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الزُّبَيْرِيِّ عَنْ مَالِكٍ ح وَ حَدَّثَنَا أَبُو حَذَافَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ النَّجْشِ ﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے مصنوعی بولی لگانے سے منع کیا ہے۔

2174- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَسَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَنَاجَشُوا ﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”مصنوعی بولی نہ لگاؤ۔“

بیع نجش کا فقہی مفہوم اور اسکی حرمت پر اجماع کا بیان

’نجش‘ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو بکنا ہو ا دیکھے تو خواہ مخواہ اس کی قیمت بڑھا دے۔ اُس قیمت بڑھانے والے کا مقصد اُس چیز کو خریدنا نہ ہو بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہو کہ یہ چیز مہنگے داموں بک جائے۔ بعض اوقات یہ قیمت بڑھانے والے دکان دار کے ساتھ مل کر گاہک کو پھسانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں دکان دار اور ایسی بولی لگانے والا دونوں اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ بعض اوقات دکان دار تو اس فعل میں شریک نہیں ہوتا لیکن قیمت بڑھانے والا اس نیت سے قیمت بڑھاتا رہتا ہے کہ خریدار کو نقصان ہو۔ ایسی صورت میں صرف قیمت بڑھانے والا ہی گناہ گار ہوگا۔

امام نووی شافعی رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

هَذَا حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ وَالْبَيْعُ صَحِيحٌ وَالْإِثْمُ مُخْتَصٌ بِالنَّاجِشِ إِنْ لَمْ يَعْلَمْ بِهِ الْبَائِعُ فَإِنْ وَاطَّاهُ عَلَى ذَلِكَ الْمَا جَمِيعًا. (شرح مسلم)

بیع نجش کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے لیکن یہ بیع ہو جاتی ہے اگرچہ ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا اور گناہ اس کو ہوگا جس نے قیمت بڑھائی بشرطیکہ دکان دار کو اس کا علم نہ ہو اگر دکان دار بھی ساتھ ملا ہوا ہو تو دونوں گناہ گار ہوں گے۔ اس بیع کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خریدار کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ اور دھوکے کی اسلام میں قطعی ممانعت ہے۔

بیع نجش سے ممانعت کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع نجش سے منع کیا ہے اور نجش یہ ہے کہ انسان خرید و فروخت کے بغیر دوسرے کو راغب کرنے کے لئے قیمت میں اضافہ کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نجش نہ کرو۔ (ہدایہ کتاب بیع، لاہور)

2173: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2142، ورمی الحديث: 6563، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3797، أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم

علامہ ابن ہمام غفرلہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: نجش مکروہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا نجش یہ ہے کہ بیع کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گاہک کو رغبت پیدا ہو اور قیمت سے زیادہ دے کر خرید لے اور یہ ہیئت خریدار کو دھوکا دیتا ہے جیسا کہ بعض دکانداروں کے یہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں گاہک کو دیکھ کر چیز کے خریدار بن کر دام بڑھا دیا کرتے ہیں اور ان کی اس حرکت سے گاہک دھوکا کھا جاتے ہیں۔ گاہک کے سامنے بیع کی تعریف کرنا اور اس کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو نہ ہوں تاکہ خریدار دھوکا کھا جائے یہ بھی نجش ہے۔ جس طرح ایسا کرنا بیع میں ممنوع ہے نکاح اجارہ وغیرہ میں بھی ممنوع ہے۔ اس کی ممانعت اُس وقت ہے جب خریدار واجب قیمت دینے کے لیے طیار ہے اور یہ دھوکا دے کر زیادہ کرنا چاہے۔ اور اگر خریدار واجب قیمت سے کم دیکر لینا چاہتا ہے اور ایک شخص غیر خریدار اس لیے دام بڑھا رہا ہے کہ اصلی قیمت تک خریدار پہنچ جائے یہ ممنوع نہیں کہ ایک مسلمان کو نفع پہنچاتا ہے بغیر اس کے کہ دوسرے کو نقصان پہنچائے۔

(فتح القدیر، کتاب بیوع)

حضرت ابن ابی اوفی نے کہا کہ نجش سود خوار اور خائن ہے۔ اور نجش فریب ہے، خلاف شرع بالکل درست نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فریب دوزخ میں لے جائے گا اور جو شخص ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔ دھوکے کی بیع یہ ہے کہ مثلاً پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے یا مچھلی دریا میں جا رہی ہے یا ہرن جنگل میں بھاگ رہا ہے۔ اس کو پکڑنے سے پہلے بیچ ڈالے، اسی طرح اس غلام یا لونڈی کو جو بھاگ گیا ہو اور اسی میں داخل ہے بیع معدوم اور مجہول کی اور جس کی تسلیم پر قدرت نہیں۔ اور جبل الجبلہ کی بیع جاہلیت میں مروج تھی۔ اس کی تفسیر آگے خود حدیث میں آ رہی ہے۔ باب کی حدیث میں دھوکے کی بیع کا ذکر نہیں ہے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جبل الجبلہ کی ممانعت سے نکال لیا۔ اس لیے کہ وہ بھی دھوکے کی ایک قسم ہے۔ ممکن ہے کہ اونٹنی نہ جنے یا اس کا جو بچہ پیدا ہو وہ نہ جنے۔ اور شاید امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جس کو امام احمد نے ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں صاف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔ بعض نے جبل الجبلہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ اونٹنی کے حمل کے حمل کوئی الحال بیچ ڈالے مثلاً یوں کہے کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کے پیٹ بچہ کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا۔ یہ بھی منع ہے اس لیے کہ یہ معدوم اور مجہول کی بیع ہے۔ اور بیع غریبی دھوکے کی بیع میں داخل ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث 2142)

عن ابن عمر - رضی اللہ عنہما - قال نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النجش۔

ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ تعنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجش سے منع فرمایا تھا۔

نجش خاص طور پر شکار کو بھڑکانے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں ایک خاص مفہوم شرعی کے تحت یہ مستعمل ہے۔ وہ مفہوم یہ کہ کچھ تاجر اپنے غلط گواہی بٹ مقرر کر دیتے ہیں جن کا کام یہی ہوتا ہے کہ ہر ممکن صورت میں خریدنے والوں کو دھوکا دے کر زیادہ قیمت

وصول کرائیں۔ ایسے ایجنٹ بعض دفعہ گاہک کی موجودگی میں اس چیز کا دام بڑھا کر خریدار بنتے ہیں۔ حالانکہ وہ خریدار نہیں ہیں۔ گاہک دھوکہ میں آ کر بڑھے ہوئے داموں پر وہ چیز خرید لیتا ہے۔ الغرض بیع میں دھوکہ فریب کی جملہ صورتیں سخت ترین گناہ کبیرہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ شریعت نے سختی سے ان کو روکا ہے۔

دوسرے کے ریٹ پر ریٹ لگانے کی ممانعت کا بیان

اور کوئی شخص دوسرے کے ریٹ پر ریٹ نہ لگائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی انسان اپنے بھائی کے ریٹ پر ریٹ نہ لگائے اور نہ ہی اس کے پیغام پر اپنا پیغام نکاح دے۔ کیونکہ اس میں وحشت اور تکلیف میں مبتلا کرنا ہے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جب دونوں عقد کرنے والے ثمن کی مقدار پر ریٹ کرنے میں باہم راضی ہوں۔ مگر جب عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک راضی نہ ہو تو یہ بیع میں نیلامی ہے اور بیع میں نیلامی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس طرح ہم اس کو بیان کر دیں گے۔ اور جو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ نکاح میں بھی اس نئی کا دعویٰ حمل ہے۔ (ہدایہ کتاب بیع، لاہور)

یعنی پہلا ہائع اگر اجازت دے کہ تم بھی اپنا مال اس خریدار کو متلاؤ، پھر تو بیچنا درست ہے۔ اسی طرح اگر پہلا خریدار اس چیز کو چھوڑ کر چلا جائے نہ خریدے تو دوسرے کو اس کا خریدنا درست ہے ورنہ حرام ہے۔

امام اوزاعی نے کہا یہ امر مسلمان بھائی کے لیے خاص ہے اور جمہور نے اس کو عام رکھا ہے۔ کیوں کہ یہ امر اخلاق سے بعید ہے کہ ایک شخص اپنا سامان بیچ رہا ہے یا کوئی شخص کچھ خرید رہا ہے ہم بیچ میں جا کو دیں اور اس کا قاعدہ نہ ہونے دیں۔ (رقم الحدیث 2139)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی شخص اپنے بھائی کی خرید و فروخت میں دخل اندازی نہ کرے۔ (رقم الحدیث 2140)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال و اسباب بیچے اور یہ کہ کوئی (سامان خریدنے کی نیت کے بغیر دوسرے اصل خریداروں سے) بڑھ کر بولی نہ دے۔ اسی طرح کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے میں مداخلت نہ کرے۔ کوئی شخص (کسی عورت کو) دوسرے کے پیغام نکاح ہوتے ہوئے اپنا پیغام نہ بھیجے۔ اور کوئی عورت اپنی کسی رینی بہن کو اس نیت سے طلاق نہ دلوائے کہ اس کے حصہ کو خود حاصل کر لے۔

یعنی باہر والے جو غلہ یا اشیاء باہر سے لاتے ہیں، وہ اکثر بستی والوں کے ہاتھ سستا بیچ کر گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ اب کوئی شہر والا ان کو بہکائے، اور کہے ابھی نہ بیچو، یہ مال میرے سپرد کر دو، میں اس کو مہنگا بیچ دوں گا۔ تو اس سے منع فرمایا، کیوں کہ یہ بستی والوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ محض بھاؤ بگاڑنے کے لیے بولی چڑھا دیتے ہیں۔ اور ان کی نیت خریدنے کی نہیں ہوتی۔ یہ سخت گناہ ہے اپنے دوسرے بھائی کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسی طرح ایک عورت کے لیے کسی مرد نے پیغام نکاح دیا ہے تو کوئی دوسرا اس کو پیغام نہ دے کہ وہ بھی اپنے بھائی کی حق تلفی ہے۔ اسی طرح کوئی عورت کسی شادی شدہ مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کو یہ جائز نہیں کہ اس کی پہلی موجودہ بیوی کو طلاق دلوانے کی شرط لگائے کہ یہ اس بہن کی سخت حق تلفی ہے۔ اس صورت میں وہ عورت اور مرد ہر دو گنہگار ہوں گے۔

باب: النَّهْيُ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ

یہ باب شہری شخص کا دیہاتی کے لیے سودا کرنے کی ممانعت میں ہے

2175- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”شہری شخص دیہاتی کے لیے سودا نہ کرے۔“

2176- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ دَعَا النَّاسَ يَرْزُقُ اللَّهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ

﴿﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”شہری شخص دیہاتی کے لیے سودا نہ

کرے (یعنی اس کا ایجنٹ نہ بنے)۔“ تم لوگوں کو چھوڑ دو اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک کے ذریعے دوسرے کو رزق

عطا کرے گا۔“

2177- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَبْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَيْبَانًا مَعْمُورٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ

ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ قُلْتُ لَا بَنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ حَاضِرٌ لِبَادٍ

قَالَ لَا يَكُونُ سَمْسَارًا

﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ شہری شخص دیہاتی کے

لیے سودا کرے۔

راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے مراد کیا ہے؟ کہ شہری

شخص دیہاتی کے لیے سودا نہ کرے؟ تو انہوں نے فرمایا: یعنی وہ اس کا ایجنٹ نہ بنے۔

شہری کا دیہاتی سے بیع کرنے کا بیان

اور شہری کا دیہاتی سے بیع کرنا منع ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہری دیہاتی کے لئے فروخت نہ کرے۔ اور

یہ حکم تب ہے جب شہر والے قحط اور تنگی میں مبتلا ہیں اور شہری بندہ دیہاتی کو زیادہ قیمت کے لالچ میں بیچ ڈالے۔ کیونکہ اس کے

سبب سے اہل بلد کو تکلیف ہوگی مگر جب اس طرح کی صورت حال نہ ہو تو اس بیع میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نقصان ختم ہو چکا ہے۔

(ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

2176: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحدیث: 3808 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1223

2177: أخرجه البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2163 و رقم الحدیث: 2158 و رقم الحدیث: 2274 أخرجه مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2804 أخرجه

ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3439 أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5412

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری، کسی دیہاتی کا مال بیچے۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کہا ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۲۱۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اوپر گزرا کہ بستی والے باہر والے کا دلال نہ بنے۔ یعنی اجرت لے کر اس کا مال نہ بکوائے اور باب کا بھی یہی مطلب ہے۔ و اعلم انه كما لا يجوز ان لا يبيع الحاضر للبادي كذلك لا يجوز ان يشتري له الخ یعنی جیسے کہ شہری کے لیے دیہاتی کا مال بیچنا منع ہے اسی طرح یہ بھی منع ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے کوئی مال اس کی اطلاع اور پسند کے بغیر خریدے۔ یہ جملہ احکامات درحقیقت اس لیے ہیں کہ کوئی شہری کسی بھی صورت میں کسی دیہاتی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔

ابن سیرین اور ابراہیم نخعی رحمہما اللہ نے بیچنے اور خریدنے والے دونوں کے لیے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ عرب کہتے ہیں بیع لی ثوباً یعنی کپڑا خرید لے۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث میں جو لایبیع حاضر لباد ہے، یہ بیع اور شراء دونوں کو شامل ہے۔ جیسے شراء باع کے معنی میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے و شره بثمان بخرس دراهم یعنی باعوا ایسا ہی باع بھی شری کے معنوں میں آتا ہے اور دونوں صورتیں منع ہیں۔

باب: النهي عن تلقى الجلب

یہ باب ہے کہ (منڈی سے باہر) تجارتی قافلوں سے ملنے کی ممانعت

2178- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلْقُوا إِلَّا جَلَابَ فَمَنْ تَلَقَّى مِنْهُ شَيْئًا فَاشْتَرَى فَصَاحِبُهُ بِالْخِيَارِ إِذَا أَتَى السُّوقَ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (منڈی سے باہر) تجارتی قافلوں سے نہ ملو جو شخص ان میں سے کسی سے مل کر کوئی چیز خرید لیتا ہے تو اس کے دوسرے فریق کو اس بات کا اختیار ہوگا جب وہ بازار میں آئے (تو پہلے سودے کو ختم کر دے)۔

2179- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلْقَى الْجَلَبِ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے تجارتی قافلوں کو (منڈی سے باہر) ملنے سے منع کیا

ہے۔

2180- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَحَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّمِيمِيِّ ح ر حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلْقَى الْبُيُوعِ ﴿﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے تجارتی قافلوں کو (منڈی سے باہر ہی) ملنے سے منع کیا ہے۔

دھوکے کے سبب بیع کی ممانعت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی جلب سے ممانعت فرمائی۔ یعنی باہر سے تاجر جو غلہ لارہے ہیں ان کے شہر میں پہنچنے سے قبل باہر جا کر خرید لینا اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اہل شہر کو غلہ کی ضرورت ہے اور یہ اس لیے ایسا کرتا ہے کہ غلہ ہمارے قبضہ میں ہوگا نرخ زیادہ کر کے بچیں گے دوسری صورت یہ ہے کہ غلہ لانے والے تاجر کو شہر کا نرخ غلط بتا کر خریدے، مثلاً شہر میں پندرہ سیر کے گیلہوں بکتے ہیں، اس نے کہہ دیا اٹھارہ سیر کے ہیں دھوکا دیکر خریدنا چاہتا ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو ممانعت نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا: شہری آدمی دیہاتی کے لیے بیع کرے یعنی دیہاتی کوئی چیز فروخت کرنے کے لیے بازار میں آتا ہے مگر وہ ناواقف ہے سستی بیچ ڈالے گا شہری کہتا ہے تو مت بیچ، میں اچھے داموں بیچ دوں گا، یہ دلال بن کر بیچتا ہے اور حدیث کا مطلب بعض فقہانے یہ بیان کیا ہے کہ جب اہل شہر قحط میں مبتلا ہوں ان کو خود غلہ کی حاجت ہو ایسی صورت میں شہر کا غلہ باہر والوں کے ہاتھ گراں کر کے بیع کرنا ممنوع ہے کہ اس سے اہل شہر کو ضرر پہنچے گا اور اگر یہاں والوں کو احتیاج نہ ہو تو بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

جب کہیں باہر سے غلہ کی رسد آتی ہے تو بعض بستی والے یہ کرتے ہیں کہ ایک دو کوس بستی سے آگے نکل کر راہ میں ان بیوپاریوں سے ملتے ہیں اور ان کو دغا اور دھوکا دے کر بستی کا نرخ اترا ہوا بیان کر کے ان کا مال خرید لیتے ہیں۔ جب وہ بستی میں آتے ہیں تو وہاں کا نرخ زیادہ پاتے ہیں اور ان کو چکھ دیا گیا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی صورت میں بیع باطل اور لغو ہے۔ بعض نے کہا ایسا کرنا حرام ہے۔ لیکن بیع صحیح ہو جائے گی۔ اور ان کو اختیار ہوگا کہ بستی میں آ کر وہاں کا نرخ دیکھ کر اس بیع کو قائم رکھیں یا فسخ کر ڈالیں۔ حنفیہ نے کہا کہ اگر قافلہ والوں سے آگے جا کر ملنا بستی والوں کو نقصان کا باعث ہو تب مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث 2182)

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تجارتی قافلوں سے) آگے بڑھ کر ملنے سے منع

2180: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحدیث: 2180، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 3400، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم

فرمایا ہے اور بستی والوں کو باہر والوں کا مال بیچنے سے بھی منع فرمایا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث 2103)

آگے قافلہ کے پاس خود ہی پہنچ جایا کرتے تھے اور (شہر میں پہنچنے سے پہلے ہی) ان سے غلہ خرید لیا کرتے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ ہم اس مال کو اسی جگہ بیچیں جب تک اناج کے بازار میں نہ لائیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ملنا بازار کے بلند کنارے پر تھا۔ (جدھر سے سودا گرا آیا کرتے تھے) اور یہ بات عبد اللہ کی حدیث سے نکلتی ہے۔

اس روایت میں جو مذکور ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قافلہ والوں سے آگے جا کر ملتے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ بستی سے نکل کر، یہ تو حرام اور منع تھا۔ بلکہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ بازار میں آ جانے کے بعد اس کے کنارے پر ہم ان سے ملتے۔ کیوں کہ اس روایت میں اس امر کی ممانعت ہے کہ غلہ کو جہاں خریدیں وہاں نہ بیچیں اور اس کی ممانعت اس روایت میں نہیں ہے کہ قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنا منع ہے۔ ایسی حالت میں یہ روایت ان لوگوں کی دلیل نہیں ہو سکتی جنہوں نے قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنا درست رکھا ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث 2107)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگ بازار کی بلند جانب جا کر غلہ خریدتے اور وہیں بیچنے لگتے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ غلہ وہاں نہ بیچیں جب تک اس کو اٹھوا کر دوسری جگہ نہ لے جائیں۔ معلوم ہوا کہ جب قافلہ بازار میں آ جائے تو اس سے آگے بڑھ کر ملنا درست نہیں۔ بعض نے کہا بستی کی حد تک آگے بڑھ کر ملنا درست ہے۔ بستی سے باہر جا کر ملنا درست نہیں۔ مالکیہ نے کہا کہ اس میں اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے کہ ایک میل سے کم آگے بڑھ کر ملنا درست ہے کوئی کہتا ہے کہ چھ میل سے کم پر، کوئی کہتا ہے کہ دو دن کی راہ سے کم پر۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے کسی غلہ بیچنے والے قافلے سے شہر کے باہر جا کر ملنے سے منع فرمایا اور اگر کوئی شخص ان سے کچھ خریدے تو شہر میں داخل ہونے کے بعد غلے والوں کو اختیار ہے۔ یہ حدیث ایوب کی روایت سے حسن غریب ہے۔ ابن مسعود کی حدیث حسن صحیح ہے اہل علم کی ایک جماعت نے شہر سے باہر جا کر تجارتی قافلے سے ملاقات کو مکروہ کہا ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا دھوکہ ہے امام شافعی اور ہمارے اصحاب کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث 1237)

بَابُ: الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا

یہ باب ہے کہ خرید و فروخت کرنے والوں کو (سودا ختم کرنے کا) اختیار ہوتا ہے

جب تک وہ دونوں جدا نہیں ہوتے

خيار کے معنی و مفہوم کا بیان

خيار، لفظ، اختیار، سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں دو چیزوں میں سے کسی ایک اچھی چیز کا انتخاب کرنا چنانچہ کسی تجارتی معاملے کو فتح کر دینے یا اس کو باقی رکھنے کا وہ اختیار جو خریدار اور تاجر کو حاصل ہوتا ہے اصطلاح فقہ میں خيار کہلاتا ہے تجارتی معاملات میں

اس اختیار کی کئی قسمیں ہیں جن کے تفصیلی احکام اور فقہی اختلاف فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں تاہم اس موقع پر ان قسموں کے نام اور تعریفات ذکر کر دینا ضروری ہے۔

خيار شرط جو تجارتی معاملے طے ہو جانے کے بعد تاجر یا خریدار یا دونوں کو اس معاملے کے ختم کر دینے یا باقی رکھنے کا حق دیا جاتا ہے۔
خيار شرط کہلاتا ہے مثلاً تاجر نے ایک چیز فروخت کی جسے خریدار نے خرید لی مگر اس خرید و فروخت کے بعد تاجر نے یا خریدار نے یہ کہا کہ باوجود بیع ہو جانے کے مجھ کو ایک روز یا دو روز یا تین روز تک یہ اختیار حاصل ہوگا کہ خواہ اس بیع کو باقی رکھا جائے خواہ ختم کر دیا جائے۔

خرید و فروخت میں یہ صورت جائز ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مدت اختیار میں بیع کو فسخ کیا جائے تو وہ فسخ ہو جائے گی اور اگر اس مدت کے ختم ہونے تک بیع کو برقرار رکھا یا سکوت کیا تو بعد ختم مدت بیع پختہ ہو جائے گی یہ بات ذہن میں رہے کہ خيار شرط کی مدت حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہے۔

خيار عیب: بیع ہو جانے کے بعد خریدی ہوئی چیز میں کوئی عیب معلوم ہونے کے بعد اس چیز کو رکھ لینے یا واپس کر دینے کا جو اختیار خریدار کو حاصل ہوتا ہے اسے خيار عیب کہتے ہیں مثلاً تاجر نے ایک چیز بیچی جسے خریدار نے خرید لی اب اس بیع کے بعد اگر خریدار واپس کر کے اپنی دی ہوئی قیمت لوٹالے البتہ اگر بیچنے والے نے اس چیز کو بیچنے کے وقت خریدار سے یہ کہہ دیا تھا کہ اس چیز میں جو عیب ہو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں خواہ تم اس وقت اسے خریدو یا نہ خریدو اور اس کے باوجود بھی خریدار رضامند ہو گیا تھا تو خواہ کچھ ہی عیب اس میں نکلے خریدار کو واپسی کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

خيار رؤیت: بے دیکھی ہوئی چیز کو خریدنے کے بعد اس چیز کو رکھ لینے یا واپس کر دینے کا جو اختیار خریدار کو حاصل ہوتا ہے اسے خيار رؤیت کہتے ہیں مثلاً کسی خریدار نے بغیر دیکھے کوئی چیز خریدی تو یہ بیع جائز ہو جائے گی لیکن خریدار کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اس چیز کو جس وقت دیکھے چاہے تو اسے رکھ لے اور چاہے تو بیچنے والے کو واپس کر دے۔

ان اقسام کے علاوہ اس باب میں خيار کی ایک اور قسم ذکر ہوگی جسے خيار مجلس کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ایک مجلس میں تاجر و خریدار کے درمیان خرید و فروخت کا کوئی معاملہ طے ہو جانے کے بعد اس مجلس کے ختم ہونے تک تاجر اور خریدار دونوں کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس معاملہ کو ختم کر سکتا ہے مجلس ختم ہونے کے بعد یہ اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں رہتا لیکن خيار کی اس قسم میں اختلاف ہے۔

چنانچہ حضرت امام شافعی اور بعض دوسرے علماء اس خيار کے قائل ہیں جبکہ حضرت امام ابو حنیفہ اور دوسرے علماء اس کے قائل نہیں ہیں یہ حضرات کہتے ہیں کہ جب بیع کا ایجاب و قبول ہو گیا یعنی معاملہ تکمیل پا گیا تو اب کسی کو بھی اس معاملے کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہے گا اور یہ کہ معاملہ کے وقت خيار کی شرط طے پاگئی ہو جسے خيار شرط کہتے ہیں اور جس کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہے تین دن کے بعد خيار شرط کی صورت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا وَكَانَا جَمِيعًا أَوْ يُخَيَّرَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَإِنْ خَيَّرَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَتَبَايَعَا عَلَى ذَلِكَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ تَبَايَعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب دو لوگ سودا کرتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کو سودا ختم کرنے کا اختیار ہوتا ہے جب تک وہ دونوں الگ نہیں ہو جاتے اور اکٹھے رہتے ہیں یا پھر یہ کہ ان دونوں میں سے ایک دوسرے کو اختیار دیدے۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو اختیار دے دیتا ہے اور وہ دونوں اس شرط پر سودا کر لیتے ہیں تو سودا ہو جائے گا اگرچہ وہ سودا طے ہونے کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور ان دونوں میں سے کسی ایک نے سودے کو ترک نہ کیا ہو تو سودا طے ہو جائے گا۔“

2182- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَادَةَ وَآخِمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ جَمِيلِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي

الْوَضِئِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا ﴿﴾ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”خرید و فروخت کرنے والوں کو اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو جاتے۔“

2183- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَابْنُ مَسْعُودٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ

الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا ﴿﴾ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”خرید و فروخت کرنے والوں کو (سودا ختم کرنے کا) اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو جاتے۔“

شرح

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیچنے والا خریدنے والا دونوں میں سے ہر ایک اپنے دوسرے صاحب معاملہ پر اس بات کا اختیار رکھتا ہے کہ چاہے تو وہ خرید و فروخت کے معاملے کو باقی رکھے اور چاہے تو ختم کر دے جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں یعنی جس مجلس میں وہ معاملہ طے پایا ہوگا جب وہ ختم ہو جائے گی بایں طور کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں رہے گا ہاں بیچ خیار اس سے مستثنیٰ ہے یعنی بیچ میں خریدار

2181: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2112، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3833، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 4483، و رقم

الحديث: 4484

2182: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3457

2183: أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 4483، و رقم الحديث: 4484

نے اس اختیار کی شرط طے کر لی ہوگی کہ اگر میں چاہوں تو اس خریدی ہوئی چیز کو رکھوں گا اور اگر نہ چاہوں گا تو واپس کر دوں گا اس بیع میں ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد بھی اختیار باقی رہتا ہے۔ (بخاری مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب بیچنے والا اور خریدنے والا خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کریں تو ان میں سے ہر ایک کو معاملے کو باقی رکھنے یا فسخ کر دینے کا اختیار حاصل ہوگا جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں یا یہ کہ ان کی خرید و فروخت کا معاملہ بشرط اختیار ہو چنانچہ اگر وہ خیار شرط کے ساتھ کوئی تجارتی معاملہ کریں گے تو اس صورت میں (جدائی کے بعد بھی) اختیار کا حق حاصل رہے گا۔

ترمذی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں انہیں اختیار حاصل ہے الا یہ کہ وہ اپنے تجارتی معاملے میں خیار کی شرط طے کریں (یعنی اگر وہ اپنا تجارتی معاملہ مذکورہ بالا خیار شرط کے ساتھ طے کریں گے تو انہیں جدائی کے بعد بھی اختیار حاصل رہے گا۔

لیکن بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ترمذی کی اس روایت کے آخری الفاظ (اد بخار) (الا یہ کہ وہ خیار کی شرط طے کریں) کی بجائے یہ الفاظ ہیں کہ الا یہ کہ ان دونوں میں سے ایک اپنے دوسرے صاحب معاملہ سے یہ کہہ دے کہ اختیار کی شرط طے کر لو (اور وہ دوسرا کہہ دے کہ مجھے یہ منظور ہے)۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 41)

اس حدیث سے بظاہر خیار مجلس کا جواز ثابت ہوتا ہے لیکن جو حضرات خیار مجلس کے قائل نہیں ہیں جیسے امام ابو حنیفہ وہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ایک دوسرے سے جدا ہونے کا مطلب مجلس کا ختم ہو جانا نہیں ہے بلکہ جدا ہونے سے مراد دونوں کی اس تجارتی معاملے کی گفتگو کا پایہ تکمیل کو پہنچ کر منقطع ہو جانا ہے یعنی جب تک کہ وہ دونوں اس معاملے سے متعلق گفتگو کر رہے ہوں اور ایجاب و قبول پورا نہیں ہوا ہو اس وقت تک ان میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو زیر گفتگو معاملہ کو فسخ کر دے چاہے اسے باقی رکھے لیکن جب ایجاب و قبول پورا ہو جائے گا یعنی بیچنے والا یہ کہہ دے کہ میں نے یہ چیز تمہیں فروخت کر دی اور خریدنے والا یہ کہہ دے کہ میں نے یہ چیز خرید لی تو اب اس کے بعد ان میں سے کسی کو بھی اس معاملے کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہے گا ان حضرات نے جدا ہونے کے یہ معنی مراد لینے کے سلسلے میں اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے ایت (وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِنْ سَعَتِهِ ، التسماء: 130) اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان میں سے ہر ایک کو بے پرواہ کر دے گا چنانچہ اس آیت میں جدا ہونے کا مطلب مجلس سے جدا ہونا نہیں ہے بلکہ خاوند بیوی کے درمیان طلاق کے ذریعے جدائی مراد ہے۔

اور حضرت حکیم ابن حزام کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں کو اپنے تجارتی معاملہ کو باقی رکھنے یا فسخ کر دینے کا اختیار حاصل رہتا ہے لیکن یہ اختیار اس وقت تک حاصل رہتا ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں اور یاد رکھو جب بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں (فروخت کی جانچ والی چیز اور اس کی تعریف میں سچ بولتے ہیں اور اس چیز و قیمت میں جو عیب و نقصان ہوتا ہے اس کو ظاہر کر دیتے ہیں تاکہ کسی دھوکہ اور فریب کا دخل نہ رہے تو ان کے تجارتی معاملے میں برکت عطاء کی جاتی ہے اور جب وہ عیب چھپاتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ختم کر دی جاتی ہے۔

بَاب: بَيْعُ الْخِيَارِ

یہ باب بیع خیار کے بیان میں ہے

2184- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى الْمِصْرِيُّان قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ اشْتَرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَعْرَابِ حِمْلَ خَبْطٍ فَلَمَّا وَجَبَ الْبَيْعُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْتُ فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ عَمَرَكَ اللَّهُ بَيْعًا

•• حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے (ادھوں کے چارے کے لیے) چوں کا ایک گٹھا خریدا جب سودا طے ہو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اختیار حاصل کرلو (یعنی اگر چاہو تو سودا ختم کر دو) •• دیہاتی بولا اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی دے! سودا طے ہے۔

2185- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحِ الْمَدِينِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْبَيْعُ عَنْ تَرَاهٍ

•• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”سودا باہمی رضا مندی سے ہوتا ہے۔“

بَاب: الْبَيْعَانِ يَخْتَلِفَانِ

یہ باب ہے کہ جب خرید و فروخت کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہو جائے

2186- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَنبَأَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ بَاعَ مِنَ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ رَقِيقًا مِنْ رَقِيقِ الْإِمَارَةِ فَاخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ بَعَثْكَ بِعَشْرِينَ أَلْفًا وَقَالَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ بِعَشْرَةِ أَلْفٍ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ إِنَّ شِئْنَكَ حَدَّثْتُكَ بِحَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَاتِهِ قَالَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيْعَانِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا يَبْنَةٌ وَالْبَيْعُ قَائِمٌ بَعْنِهِ قَالِقُولُ مَا قَالَ الْبَائِعُ أَوْ يَتَرَادَّانِ الْبَيْعَ قَالَ فَإِنِّي أَرَى أَنْ أَرَدَ الْبَيْعَ فَرَدَّهُ

2184: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1249

2185: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2186: أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3512

• قاسم بن عبد الرحمن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اشعث بن قیس کو ایک سرکاری غلام فروخت کیا اس کی قیمت کے بارے میں دونوں کے درمیان اختلاف ہو گیا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس نے یہ بیس ہزار کے عوض میں تمہیں فروخت کیا ہے جبکہ اشعث بن قیس نے کہا: میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے دس ہزار کے عوض میں خریدا ہے تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے: اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہے اشعث نے کہا: جی ہاں ضرور تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جب خرید و فروخت کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہو جائے اور ان دونوں کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو اور جو چیز فروخت کی گئی ہے وہ ”بعینہ“ موجود ہو تو اس بارے میں فروخت کرنے والے کا قول معتبر ہو گا یا پھر وہ دونوں فریق سودے کو ختم کر دیں گے۔“

اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا یہ خیال ہے میں اس سودے کو ختم کرتا ہوں انہوں نے اس سودے کو ختم کر دیا۔

شرح

خریدار بیچنے والے کے درمیان بسا اوقات اختلاف و نزاع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے کبھی تو یہ اختلاف و نزاع قیمت کے تعین کے سلسلہ میں پیدا ہوتا ہے کہ خریدار کہتا ہے میں نے تم سے اس چیز کا معاملہ دس روپے میں طے کیا ہے اور بیچنے والا کہتا ہے کہ نہیں میں نے یہ چیز بارہ روپے میں فروخت کی ہے شرط اختیار یا تعین مدت میں اختلاف ہو جاتا ہے اور کبھی ان کے علاوہ دیگر شروط میں نزاع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے ایسے ہی مواقع کے لئے حدیث نے واضح ہدایات کی ہے کہ ان صورتوں میں بیچنے والے کا قول معتبر ہو گا بشرطیکہ اس کا قول قسم کے ساتھ ہو یعنی اس سے کہا جائے گا کہ تم قسم کھاؤ کہ تم نے یہ چیز اس قیمت پر نہیں بیچی ہے جو خریدار بتا رہا ہے پھر خریدار کو اختیار ہو گا کہ چاہے تو بیچنے والے کی اس بات پر راضی ہو جائے جو اس نے قسم کھا کر کہی ہے اور بیع کو برقرار رکھے اور چاہے وہ بھی قسم کھائے اور کہے کہ میں نے یہ چیز اس قیمت پر نہیں خریدی ہے جو بیچنے والا بتا رہا ہے اور جب دونوں اپنی اپنی بات پر قسم کھائیں گے تو ان کا معاملہ اسی صورت میں باقی رہے گا جب کہ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی بات کو تسلیم کر لے گا اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے دوسرے فریق کی بات کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہو گا تو پھر آخری درجہ پر قاضی و حاکم کو اختیار ہو گا کہ وہ اس بیع و معاملہ کو فسخ کر دے خواہ بیع فروخت شدہ چیز بعینہ باقی ہو یا بعینہ باقی نہ جیسا کہ حضرت امام شافعی کا مسلک ہے لیکن حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر بیع باقی نہ ہو تو پھر دونوں فریق قسم نہ کھائیں بلکہ اس صورت میں خریدار کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو گا۔ حدیث کے الفاظ ”بیع قائم ان دونوں کے قول کی تائید کرتے ہیں چنانچہ دوسری روایت جیسے ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے کے الفاظ (فالقول ما قال البائع) (تو اس صورت میں بیچنے والے کا قول معتبر ہو گا) کا مطلب بھی حنفی مسلک کے مطابق یہ ہی ہے کہ اگر بیع بعینہ باقی ہو تو بیچنے والے سے قسم کھلائی جائے اگر وہ قسم کھالے تو خریدار کو اختیار ہو گا کہ چاہے تو بیچنے والے کی بات کو تسلیم کر دے اور چاہے خود بھی قسم کھائے یا پھر دونوں فریق بیع کو فسخ کر دیں اور اگر اختلاف و نزاع کے وقت بیع بعینہ باقی نہ ہو تو پھر دونوں فریق قسم نہ کھائیں بلکہ اس صورت میں خریدار کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو گا۔ اس صورت میں قسم کے ساتھ خریدار ہی کا قول

معتبر ہوگا بیچنے والے سے قسم نہ کھلائی جائے۔ یہ مسئلہ یہاں اجمالی طور پر ذکر کیا گیا ہے ہدایہ میں اسے بہت وضاحت و تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اہل علم ہدایہ میں یہ تفصیل دیکھ سکتے ہیں۔

باب: النَّهْيُ عَنْ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ وَعَنْ رِبْحِ مَا لَمْ يُضْمَنْ

یہ باب ہے کہ جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اسے فروخت کرنے کی ممانعت اور جس کا تاوان عائد نہ ہوتا ہو اس کا منافع حاصل کرنے کی ممانعت

2187- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ يُونُسَ بْنَ مَاهَكَ يُحَدِّثُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ الرَّجُلُ يَسْأَلُنِي الْبَيْعَ وَلَيْسَ عِنْدِي الْفَائِدَةُ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ایک یہ شخص مجھ سے کسی چیز کو فروخت کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہیں ہے تو کیا میں اسے فروخت کر دوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اسے فروخت نہ کرو۔

مجهول چیز کی بیع میں مذاہب اربعہ کا بیان

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت حکیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے ایک ایسی چیز خریدنے کا ارادہ کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی تو میں اس چیز کو بازار سے خرید لاتا ہوں یعنی میں اس چیز کا معاملہ اس سے کر لیتا ہوں پھر وہ چیز بازار سے خرید لاتا ہوں اور اس شخص کے حوالے کر دیتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم کسی ایسی چیز کو نہ بیچو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو چیز خرید و فروخت کا معاملہ کرتے وقت اپنی ملکیت میں نہ ہو اسے نہیں بیچنا چاہئے اب اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں اول تو یہ کہ وہ چیز نہ تو اپنی ملکیت میں ہو اور نہ اپنے پاس موجود ہی ہو اس صورت میں تو اس چیز کی بیع صحیح ہی نہیں ہوگی دوم یہ کہ وہ اپنی ملکیت میں نہیں ہے ایک دوسرا شخص اس کا مالک ہے لیکن ہے اپنے ہی پاس اس صورت میں بھی مالک کی اجازت کے بغیر اس کی بیع نہیں کرنی چاہئے اور اگر مالک کی اجازت لینے سے پہلے ہی اس کی بیع کر دی جائے گی۔

حضرت امام ابوحنیفہ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کے مسلک کے مطابق وہ بیع مالک کی منظوری پر موقوف رہے گی اگر منظوری دیدے گا تو صحیح ہو جائے گی نہیں تو کالعدم ہو جائے گی لیکن حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ بیع سرے سے صحیح ہی نہیں

2187- اخرج ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3583 اخرج الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1232 و رقم الحدیث: 1233 و رقم الحدیث: 1235 اخرج النسائی فی

"السنن" رقم الحدیث: 4827

ہوگی مانگ خواہ منظوری دے یا نہ دے۔ پہلی صورت کے علم میں اس چیز کی بیع داخل ہے جس پر قبضہ حاصل نہ ہوا اور اگر قبضہ ہو گیا ہو یا مفرد ہو جسے غلام وغیرہ اور اس کو خریدار کے حوالے کرنے پر قادر نہ ہو جیسے ہوا میں اڑتا ہوا جانور اور دھمکی دہا بھی پانی پانی اور یا وغیرہ سے نہ نکالی گئی ہو لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ ممانعت بیع المسلم کے علاوہ صورت میں ہے کیونکہ بیع المسلم متعین و معروف ہے شرائط کے ساتھ بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک جائز ہے۔

2188- حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ بْنُ مَرْوَانَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ،

• • • عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور جس کا تاوان لازم نہ ہوتا ہو وہ منافع لینا بھی جائز نہیں ہے۔

2189- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَتَّابِ بْنِ أَبِي سَيْدٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ نَهَاهُ عَنْ شَيْءٍ مَا لَمْ يُضْمَنْ،

• • • حضرت عتّاب بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے انہیں مکہ بھیجا تو انہیں ایسا منافع لینے سے منع کر دیا جس (میں نقصان ہونے کی صورت میں) تاوان لازم نہیں ہوتا۔

بَابُ: إِذَا بَاعَ الْمُجِيزَانِ فَهُوَ لِلأَوَّلِ

یہ باب ہے کہ جب دو آدمی سودا کر لیں تو وہ پہلے کے لیے شمار ہوگا

2190- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَوْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا رَجُلٍ بَاعَ بَيْعًا مِنْ رَجُلَيْنِ فَهُوَ لِلأَوَّلِ مِنْهُمَا

• • • حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ شاید حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے اگر کوئی شخص دو آدمیوں کو کوئی چیز فروخت کر دے تو وہ ان دونوں میں سے پہلے کے لیے فروخت شمار ہوگی۔

2191- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَبِي السَّرِيِّ الْعَسْقَلَانِيُّ وَمُعَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بِشِيرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَاعَ الْمُجِيزَانِ فَهُوَ

2188: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3594 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1234 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 4825 ورم

الحديث: 4844 ورم الحديث: 4845

2189: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2190: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2888 أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1190 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 4896

• حضرت سرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”جب (کسی یتیم یا نابالغ بچے کی طرف سے سودا کرنے والے) دو آدمی کوئی چیز فروخت کریں تو وہ پہلے کی طرف سے فروخت شمار ہوگی۔“

باب: بَيْعُ الْعُرَبَانِ

یہ باب ہے کہ عربان (مخصوص قسم) کا سودا

2192- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ بَلَغَنِي عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعُرَبَانِ

• عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”عربان“ کے سودے سے منع کیا ہے۔

2193- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ الرَّخَامِيُّ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ أَبُو مُحَمَّدٍ كَاتِبُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ الْأَسْلَمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعُرَبَانِ

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْعُرَبَانُ أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ ذَابَّةً بِمِائَةِ دِينَارٍ فَيُعْطِيَهُ دِينَارَيْنِ عُرْبُونًا فَيَقُولُ إِنْ لَمْ أَشْتَرِ الذَّابَّةَ فَالِدِينَارَانِ لَكَ وَقِيلَ يَعْزِي وَاللَّهِ أَعْلَمُ أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ الشَّيْءَ فَيُدْفَعَ إِلَى الْبَائِعِ دِرْهَمًا أَوْ أَقْلَ أَوْ أَكْثَرَ وَيَقُولَ إِنْ أَخَذْتَهُ وَإِلَّا فَالِدِرْهَمَ لَكَ

• عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ”عربان“ سے منع کیا ہے۔

امام ابن ماجہ کہتے ہیں: ”عربان“ سے مراد یہ ہے آدمی ایک سودینار کے عوض میں ایک جانور خرید لیتا ہے پھر وہ دو دینار سے بیعانہ کے طور پر دے کر کہتا ہے اگر میں نے یہ جانور نہیں خریدا تو یہ دونوں دینار تمہارے ہوں گے۔

ایک قول یہ بھی ہے باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے آدمی کوئی چیز خریدتا ہے اور پھر فروخت کرنے والے کو ایک درہم یا اس سے زیادہ یا اس سے کم دے کر یہ کہتا ہے اگر میں نے اس چیز کو لے لیا تو ٹھیک ہے ورنہ یہ درہم تمہارا ہوگا۔

باب: النَّهْيُ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَبَيْعِ الْغَرَرِ

یہ باب ہے کہ کنکریوں کا سودا کرنے اور دھوکے کا سودا کرنے کی ممانعت

2194- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ

الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَعَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے دھوکے کے سودے اور کنکریوں کے سودے سے منع کیا ہے۔

شرح

بیع حصات کی صورت یہ ہے کہ خریدار دکاندار سے کہے کہ جب میں تیری اس چیز یعنی مہیج پر کنکری مار دوں تو سمجھ لینا کہ بیع واجب ہوگی یا دکاندار خریدار سے کہے کہ میں نے اپنی چیزوں میں سے وہ چیز تمہیں بیچی جس پر تمہاری پھینکی ہوئی کنکری آ کر گرے یا میں نے یہ زمین وہاں تک تمہارے ہاتھ فروخت کی جہاں تک تمہاری پھینکی ہوئی کنکری جا کر گرے بیع کا یہ طریقہ ایام جاہلیت میں رائج تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ بیع غرر اس بیع کو کہتے ہیں جس میں مہیج یعنی بیچی جانوالی چیز مجھول یا بیچنے والے کے قبضہ و قدرت سے باہر ہو جیسے اس مچھلی کو بیچنا جو دریا میں ہو یا ہوا میں اڑتے ہوئے جانور اور مفرد غلام کو بیچنا۔

2195- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَالْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ

عُثْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دھوکے کا سودا کرنے سے منع کیا ہے۔

باب: النَّهْيُ عَنْ شِرَاءِ مَا فِي بُطُونِ الْأَنْعَامِ وَضُرُوعِهَا وَضَرْبَةِ الْغَائِصِ

یہ باب ہے جانوروں کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے فروخت کرنے ان کے تھنوں میں جو کچھ ہے

اسے فروخت کرنے اور غوطہ خور کو جو کچھ ملے گا اسے فروخت کرنے کی ممانعت

جانور کے حمل کی بیع کی ممانعت کا بیان

2196- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جَهْضَمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْيَمَانِيُّ عَنْ مُحَمَّدٍ

بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْبَاهِلِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ الْعَبْدِيِّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَهَى

2194: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 3787 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3376 أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 1230 أخرجه الترمذی

فی "السنن" رقم الحديث: 4530

2195: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2196: أخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 1583

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شِرَاءٍ مَا فِي بُطُونِ الْأَنْعَامِ حَتَّى تَضَعَ وَغَمًا فِي ضُرُوعِهَا إِلَّا بِكَيْلٍ وَعَنْ شِرَاءِ الْعَبْدِ وَهُوَ ابْنٌ وَعَنْ شِرَاءِ الْمَغَانِمِ حَتَّى تُقَسَمَ وَعَنْ شِرَاءِ الصَّدَقَاتِ حَتَّى تُقْبَضَ وَعَنْ ضَرْبَةِ الْغَائِصِ

﴿﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے پیٹ میں موجود (ان کے بچوں) کی پیدائش سے پہلے انہیں خریدنے سے منع کیا ہے اور تھنوں میں موجود دودھ کو خریدنے سے منع کیا ہے البتہ اگر اسے پاپا گیا ہو تو حکم مختلف ہوگا۔

مفرد غلام کو خریدنے سے اور مال غنیمت کو تقسیم سے پہلے خریدنے سے اور قبضے میں لینے سے پہلے صدقات کو خریدنے سے اور غوطہ خور کو جو کچھ ملتا ہے اسے خریدنے سے منع کیا ہے۔

شرح

جانور کے حمل کے حمل کی بیج کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک اونٹنی کے پیٹ میں بچہ ہے اب اس کا مالک اس طرح خریدار سے معاملہ کرے کہ اس اونٹنی کے پیٹ سے جو اونٹنی پیدا ہوگی اور وہ اونٹنی جو بچہ دے گی اس کی بیج کرنا ہوں اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ ایک معدوم چیز یعنی اس بچہ کی بیج ہے جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوا ہے ظاہر ہے کہ جب کسی جانور کے حمل ہی کو بیچنا جائز نہیں ہے تو اس بچہ کی بیج کیسے جائز ہو سکتی ہے جو اس حمل کے حمل سے پیدا ہوگا۔ بعض حضرات کے نزدیک بیج حمل الجملہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی حاملہ اونٹنی کو اس وعدے پر بیچے کہ اس کی قیمت اس وقت ادا ہوگی جب وہ بچہ جنے گی۔ حضرت ابن عمر نے یہی مطلب مراد لیا ہے۔

2187- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبْلِ الْحَبَلَةِ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے پیٹ میں موجود بچے کے ہاں ہونے والے بچے کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

شرح

بیج کا موجود ہونا مال مقوم ہونا۔ مملوک ہونا۔ مقدور تسلیم ہونا ضرور ہے اور اگر بائع اُس چیز کو اپنے لیے بیچتا ہو تو اُس چیز کا ملک بائع میں ہونا ضروری ہے۔ جو چیز موجود ہی نہ ہو بلکہ اس کے موجود نہ ہونے کا اندیشہ ہو اُس کی بیج نہیں مثلاً حمل یا تھن میں جو دودھ ہے اُس کی بیج ناجائز ہے کہ ہو سکتا ہے جانور کا پیٹ پھولا ہے اور اُس میں بچہ نہ ہو اور تھن میں دودھ نہ ہو۔ پھل نمودار ہونے سے پہلے بیج نہیں سکتے۔ اسی طرح خون اور مردار کی بیج نہیں ہو سکتی کہ یہ مال نہیں اور مسلمان کے حق میں شراب و خنزیر کی بیج نہیں ہو سکتی کہ مال مقوم نہیں۔ زمین میں جو گھاس لگی ہوئی ہے اُس کی بیج نہیں ہو سکتی اگرچہ زمین اپنی ملک ہو کہ وہ گھاس مملوک نہیں۔ اسی طرح نہریا کوئیں کا پانی، جنگل کی لکڑی اور شکار کہ جب تک ان کو قبضہ میں نہ کیا جائے مملوک نہیں۔

حضرت ابن ابی اونی نے کہا کہ ناش، سود خور اور خائن ہے۔ اور بخش فریب ہے، خلاف شرع بالکل درست نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فریب دوزخ میں لے جائے گا اور جو شخص ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔ دھوکے کی بیع یہ ہے کہ مثلاً پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے یا مچھلی دریا میں جا رہی ہے یا ہرن جنگل میں بھاگ رہا ہے۔ اس کو پکڑنے سے پہلے بیچ ڈالے، اسی طرح اس غلام یا لونڈی کو جو بھاگ گیا ہو اور اسی میں داخل ہے بیع معدوم اور مجہول کی اور جس کی تسلیم پر قدرت نہیں۔ اور جبل الجبلہ کی بیع جاہلیت میں مروج تھی۔

ممکن ہے کہ اونٹنی نہ جنے یا اس کا جو بچہ پیدا ہو وہ نہ جنے۔ اور شاید امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جس کو امام احمد نے ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں صاف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔ بعض نے جبل الجبلہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ اونٹنی کے حمل کے حمل کوئی الحال بیچ ڈالے مثلاً یوں کہے کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کے پیٹ بچہ کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا۔ یہ بھی منع ہے اس لیے کہ یہ معدوم اور مجہول کی بیع ہے۔ اور بیع غرر یعنی دھوکے کی بیع میں داخل ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث 2142)

باب: بیع المزایدة

یہ باب بیع مزایدہ کی ممانعت کے بیان میں ہے

2198- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَخْضَرُ بْنُ عَجَلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْحَنْفِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ فَقَالَ لَكَ فِي بَيْتِكَ شَيْءٌ قَالَ بَلَى يَحِلُّ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْطُ بَعْضَهُ وَقَدْ خَشَرْتُ فِيهِ الْمَاءَ قَالَ أَيْتَنِي بِهِمَا قَالَ فَأَتَاهُ بِهِمَا فَأَخَذَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَشْتَرِي هَذَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا أَخَذَهُمَا بِدَرَاهِمٍ قَالَ مَنْ يَزِيدُ عَلَى دَرَاهِمٍ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَالَ رَجُلٌ أَنَا أَخَذَهُمَا بِدَرَاهِمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا فَأَخَذَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَرَى بِأَخْبِئِهِمَا طَعَامًا فَأَتَاهُ إِلَى أَهْلِكَ وَاشْتَرَى بِالْآخِرِ قُدْرًا فَأَتَيْتَنِي بِهِ فَقَعَلَ فَأَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَدَّ فِيهِ عَوْدًا بِيَدِهِ وَقَالَ أَذْهَبَ فَأَحْتَطِبُ وَلَا أَرَاكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَجَعَلَ يَحْتَطِبُ وَيَبِيعُ فَجَاءَ وَقَدْ أَصَابَ عَشْرَةَ دَرَاهِمٍ فَقَالَ اشْتَرِ بِبَعْضِهَا طَعَامًا وَبِبَعْضِهَا ثَوْبًا ثُمَّ قَالَ هَذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَجِيءَ وَالْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لِلَّذِي فَقِرَ مُدَقِّعٍ أَوْ لِلَّذِي غُرِمَ مُقْطِعٍ أَوْ دَمٍ مُوجِعٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک انصاری نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ

آپ ﷺ سے کچھ مانگے نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس گھر میں کوئی چیز موجود ہے اس نے جواب دیا: جی ہاں! ایک چادر ہے جس کا کچھ حصہ ہم اپنے اوپر لیتے ہیں اور کچھ نیچے بچھا لیتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ان دونوں کو لے کر آؤ۔ راوی کہتے ہیں: وہ شخص ان دونوں کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو اپنے ہاتھ میں لیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں کو کون خریدے گا؟ تو ایک صاحب بولے: میں لیتا ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے دو یا شاید تین مرتبہ دریافت کیا: ایک درہم سے زیادہ قیمت کون دے گا؟ تو ایک صاحب بولے: میں ان دونوں کو دو درہم کے عوض لیتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اس شخص کو دے دیں اور درہم وصول کر لئے پھر آپ ﷺ نے وہ دونوں درہم اس انصاری کو دیئے اور فرمایا ان میں سے ایک درہم کے ذریعے کھانے کا سامان خرید لو اور وہ اپنے گھر بھجوا دو اور دوسرے کے ذریعے کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے کر آؤ۔

اس نے ایسا ہی کیا نبی اکرم ﷺ نے اسے لیا اور اپنے دست مبارک کے ذریعے اس میں دستہ لگایا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ اور لکڑیاں کاٹو۔

میں پندرہ دن تک تمہیں نہ دیکھوں۔ وہ شخص گیا اور لکڑیاں کاٹ کر انہیں فروخت کرنا رہا پھر وہ آیا تو اس کے پاس دس درہم ہو چکے تھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان میں سے کچھ کے ذریعے اناج خرید لو اور کچھ کے ذریعے کپڑا خرید لو پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ قیامت کے دن جب تم آؤ تو ماتحتے کا داغ تمہارے چہرے پر ہو۔

بے شک مانگنا صرف اس شخص کے لیے درست ہے جو اتنا غریب ہو کہ زمین کے ساتھ لگ چکا ہو یا جس کے ذمے بے بس کر دینے والی ادائیگی لازم ہو یا ایسا خون لازم ہو جو تکلیف دہ ہو (یعنی جس پر دیت کی ادائیگی لازم ہو ورنہ اس کی جان جانے کا اندیشہ ہو)

بَاب: الْإِقَالَةِ

یہ باب اقالہ کے بیان میں ہے

2199- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ بَحْبُوحٍ أَبُو الْخَطَّابِ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سَعْيَرَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا أَقَالَهُ اللَّهُ عَشْرَةَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جو شخص کسی مسلمان کے ساتھ

”اقالہ“ (یعنی دوسرے فریق کو سودا ختم کرنے کا اختیار دیدے) کر دے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی لغزشوں کو ختم کر دے گا۔“

اقالہ کے معنی و مفہوم کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقالہ ایک خاص شرعی طریقے سے معاملہ فسخ کرنے کو اقالہ کہتے ہیں جس میں دونوں خریدار اور بیچنے والے اتفاق کر لیں۔ دو شخصوں کے مابین جو عقد ہوا ہے اس کے اٹھا دینے کو اقالہ کہتے ہیں یہ لفظ کہ میں نے اقالہ کیا، چھوڑ دیا، فسخ کیا یا دوسرے کے کہنے پر بیع یا شمن کا پھیر دینا اور دوسرے کا لے لینا اقالہ ہے۔ نکاح، طلاق، عتاق، ابراء کا اقالہ نہیں ہو سکتا۔ دونوں میں سے ایک اقالہ چاہتا ہے تو دوسرے کو منظور کر لینا، اقالہ کر دینا مستحب ہے اور یہ مستحق ثواب ہے۔ اقالہ میں دوسرے کا قبول کرنا ضروری ہے یعنی تنہا ایک شخص اقالہ نہیں کر سکتا اور یہ بھی ضرور ہے کہ قبول اسی مجلس میں ہو لہذا اگر ایک نے اقالہ کے الفاظ کہے مگر دوسرے نے قبول نہیں کیا یا مجلس کے بعد کیا اقالہ نہ ہوا۔ مثلاً مشتری بیع کو بائع کے پاس واپس کرنے کے لیے لایا اس نے انکار کر دیا اقالہ نہ ہوا پھر اگر مشتری نے بیع کو بیس چھوڑ دیا اور بائع نے اس چیز کو استعمال بھی کر لیا اب بھی اقالہ نہ ہوا یعنی اگر مشتری شمن واپس مانگتا ہے یہ شمن واپس کرنے سے انکار کر سکتا ہے کیونکہ جب صاف طور پر انکار کر چکا ہے تو اقالہ نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر ایک نے اقالہ کی درخواست کی دوسرے نے کچھ نہ کہا اور مجلس کے بعد اقالہ کو قبول کرتا ہے یا پہلے کوئی ایسا فعل کر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے منظور نہیں اس کے بعد قبول کرتا ہے تو قبول صحیح نہیں۔ (رد المحتار، کتاب بیع)

اقالہ کے جواز کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمان کی بیع کو واپس کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا (ابوداؤد ابن ماجہ) اور شرح السنہ میں یہ روایت ان الفاظ میں ذکر کی گئی ہے جو مصابیح میں شریع شامی سے بطریق ارسال اقالہ جائز ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث ۱۰۸۸)

اقالہ کا مطلب ہے بیع کو واپس کر دینا یعنی فسخ کر دینا شرح السنہ میں لکھا ہے کہ بیع اور سلم میں قبل قبضہ بھی اور بعد قبضہ بھی اقالہ جائز ہے۔

اس روایت کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے متصل نقل کیا ہے اسی طرح حاکم نے بھی اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ سے متصل ہی نقل کیا ہے لیکن مصابیح میں یہ روایت بطریق ارسال ان الفاظ میں منقول ہے حدیث (من اقال اخاه المسلم صفقة کرہا اقال اللہ عشرتہ یوم القیامۃ) جو شخص مسلمان کی کسی ناپسندیدہ بیع کو واپس کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا چنانچہ مؤلف مشکوٰۃ نے روایت کے آخری الفاظ کے ذریعہ گویا مصابیح کے مصنف علامہ بغوی پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب مصابیح میں اولیٰ کو ترک کیا ہے بایں طور کہ ابوداؤد و ابن ماجہ کی نقل کردہ یہ متصل روایت تو نقل نہیں کی بلکہ حدیث مرسل نقل کی ہے۔

شمن اول کی مثل پر بیع اقالہ کے جواز کا بیان

اور شمن اول کی مثل پر بیع میں اقالہ کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی ندامت

والے کی بیع کا اقالہ کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو دور کر دے گا۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ عقد عاقدین کا حق ہے پس وہ اپنی ضرورت کو دور کرنے کے لئے عقد کو ختم کرنے کے مالک بھی ہیں۔ اور اگر پہلی شمن سے زیادہ یا اس سے کم کی شرط لگائی تو یہ شرط لگانا باطل ہوگا۔ اور بائع شمن اول کی مثل کو واپس کرنے والا ہوگا۔ اور اس کے بارے میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ عاقدین کے حق میں اقالہ فسخ ہے اور ان کے سوا میں نئی بیع ہے مگر جب اس کو فسخ کرنا ممکن نہ ہو تو اقالہ باطل ہو جائے گا۔ اور یہ وضاحت حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اقالہ بیع ہے جبکہ اس کو بیع قرار دینا ممکن نہ ہو تو فسخ بھی ممکن نہ ہو تو بیع باطل ہو جائے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اقالہ فسخ ہے اور اگر اس کو فسخ قرار دینا ممکن نہ ہو تو وہ بیع ہے مگر جب بیع قرار دینا بھی ممکن نہ ہو تو وہ باطل ہو جائے گی۔

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو شمن بیع میں تھا اسی پر یا اس کی مثل پر اقالہ ہو سکتا ہے اگر کم یا زیادہ پر اقالہ ہو تو شرط باطل ہے اور اقالہ صحیح یعنی اتنا ہی دینا ہوگا جو بیع میں شمن تھا۔ مثلاً ہزار روپے میں ایک چیز خریدی اس کا اقالہ ہزار میں کیا یہ صحیح ہے اور اگر ڈیڑھ ہزار میں کیا جب بھی ہزار دینا ہوگا اور پانسو کا ذکر لغو ہے اور پانسو میں کیا اور بیع میں کوئی نقصان نہیں آیا ہے جب بھی ہزار دینا ہوگا اور اگر بیع میں نقصان آ گیا ہے تو کمی کے ساتھ اقالہ ہو سکتا ہے۔ اقالہ میں دوسری جنس کا شمن ذکر کیا گیا مثلاً بیع ہوئی ہے روپے سے اور اقالہ میں اشرفی یا نوٹ واپس کرنا قرار پایا تو اقالہ صحیح ہے اور وہی شمن واپس دینا ہوگا جو بیع میں تھا دوسرے شمن کا ذکر لغو ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیع)

شمن اول پر اقالہ ہونے کا بیان

اور جب اقالہ کی اصل ثابت ہو چکی ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب اس نے شمن اول سے زائد کی شرط لگائی تو اقالہ شمن اول پر ہوگا کیونکہ زیادتی پر فسخ ناممکن ہے۔ اور غیر ثابت شدہ چیز کو فسخ کرنا بھی ناممکن ہے پس شرط باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اقالہ شرائط فاسد کے سبب باطل ہونے والا نہیں ہے۔ بہ خلاف بیع کے۔ کیونکہ بیع کے عقد میں زیادتی کا ثابت ممکن ہے جس سے سود ثابت ہو جائے گا۔ جبکہ بیع کو فسخ کرنے میں زیادتی کا ثبوت ممکن نہیں ہے۔ اور اسی طرح کا حکم ہے جب شمن اول سے کم قیمت لگائی گئی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

ہاں البتہ جب بیع میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اب شمن اول سے کم پر اقالہ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ کمی عیب کے سبب سے فوت شدہ بیع کے مقابلے میں ہوتی ہے۔

صاحبین کے نزدیک زیادتی کی شرط میں اقالہ بیع بن جائے گا۔ کیونکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اصل بیع ہی ہے اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی اس کو بیع قرار دینا ممکن ہے پس جب شمن اول پر اضافہ کیا ہے تو اضافے کے سبب وہ بیع کا ارادہ کرنے والا ہے۔ اور اسی طرح امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک کم قیمت کی شرط پر بھی اقالہ بیع درست ہو جائے گا کیونکہ ان کے

نزدیک اصل بیع ہی ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ثمن اول سے کم کرنا یہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ اس ثمن کی بعض مقدار سے سکوت ہے کیونکہ ثمن اول ہی اس کی اصل تھی۔ اور جب سارے سکوت کرتے ہوئے کسی نے اقالہ کیا تو یہ فسخ ہوگا تو یہ بدرجہ اولیٰ فسخ ہوگا۔ خلاف اس صورت کے کہ جب وہ زیادتی کرے اور جب بیع میں کوئی عیب پیدا ہوا تو یہ اقل کے ساتھ فسخ ہوگا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ (ہدایہ کتاب بیع، لاہور)

اقالہ کی شرائط کا بیان

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقالہ کی شرائط یہ ہیں: 1: دونوں کا راضی ہونا۔ 2: مجلس ایک ہونا۔ 3: اگر بیع صرف کا اقالہ ہو تو اسی مجلس میں تقابض بدلیں ہو۔ 4: بیع کا موجود ہونا شرط ہے ثمن کا باقی رہنا شرط نہیں۔ 5: بیع ایسی چیز ہو جس میں خیار شرط خیار رویت خیار عیب کی وجہ سے بیع فسخ ہو سکتی ہو، اگر بیع میں ایسی زیادتی ہوگئی ہو جس کی وجہ سے فسخ نہ ہو سکے تو اقالہ بھی نہیں ہو سکتا۔ 6: بائع نے ثمن مشتری کو قبضہ سے پہلے ہیہ نہ کیا ہو۔ اقالہ کے وقت بیع موجود تھی مگر واپس دینے سے پہلے ہلاک ہوگئی اقالہ باطل ہو گیا۔ (رد المحتار، کتاب بیع، میرات)

باب: مَنْ كَرِهَ أَنْ يَسْعَرَ

یہ باب بھاؤ متعین کرنے کی کراہت کے بیان میں ہے

2200 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَحُمَيْدٍ وَثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ غَلَا السَّعْرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ غَلَا السَّعْرُ فَسَعِّرْنَا فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ إِنِّي لَا رَجُوَ أَنْ أَلْقَى رَبِّي وَلَيْسَ أَحَدٌ يَطْلُبُنِي بِمَظْلَمَةٍ فِي دَمٍ وَلَا مَالٍ

﴿﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں قیمتیں زیادہ ہو گئیں تو کچھ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! قیمتیں بہت زیادہ ہوگئی ہیں آپ ﷺ ہمارے لیے قیمت مقرر کریں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیمت مقرر کرنے والا ہے وہی تنگی کرتا ہے وہی کشادگی دیتا ہے وہی رزق دیتا ہے مجھے یہ امید ہے کہ جب میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا تو کوئی بھی شخص جان یا مال کے بارے میں کسی زیادتی کا مجھ سے مطالبہ نہیں کرے گا۔

2201 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ غَلَا السَّعْرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا لَوْ قَوْمَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنِّي لَا رَجُوَ أَنْ

2200: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3458 أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 1314

2201: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

أَفَارِقُكُمْ وَلَا يَطْلُبُنِي أَحَدٌ مِّنْكُمْ بِمَظْلَمَةٍ ظَلَمْتُهٖ

﴿﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بھاد بہت بڑھ گئے تھے لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قیمت مقرر کر دیں (تو یہ مناسب ہوگا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں یہ امید رکھتا ہوں کہ جب میں تم لوگوں سے جدا ہوں گا اس وقت کوئی بھی شخص اس بات کا دعوے دار نہیں ہوگا کہ میں نے اس کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے۔“

بَاب: السَّمَاخَةِ فِي الْبَيْعِ

یہ باب خرید و فروخت میں نرمی اختیار کرنے کے بیان میں ہے

2202- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ الْبَلْخِيُّ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيَّةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ قَرُوحٍ قَالَ قَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْخَلَ اللَّهُ الْجَنَّةَ رَجُلًا كَانَ سَهْلًا بَانِعًا وَمُشْتَرِيًا

﴿﴾ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو جنت میں داخل کر دیا ہے جو فروخت کرتے ہوئے نرمی سے کام لیتا تھا۔

2203- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْحَمَصِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللَّهُ عَبْدًا سَمَحًا إِذَا بَاعَ سَمَحًا إِذَا اشْتَرَى سَمَحًا إِذَا اقْتَضَى

﴿﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”اللہ تعالیٰ ایسے بندے

پر رحم کرے جو فروخت کرتے ہوئے نرمی سے کام لیتا ہے خریدتے ہوئے نرمی سے کام لیتا ہے اور قرض کی واپسی کا تقاضا کرتے ہوئے نرمی سے کام لیتا ہے۔“

خرید و فروخت کے معاملات میں نرمی اختیار کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگو (یعنی گزشتہ امتوں میں) سے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ جب اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کوئی نیک کام کیا ہو اس سے پھر کہا گیا کہ اچھی طرح سوچ لے اس نے کہا کہ مجھے قطعاً یاد نہیں آ رہا ہے ہاں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں دنیا میں جب لوگوں سے خرید و فروخت کے معاملات کیا کرتا تھا تو تقاضہ کے

وقت یعنی مطالبات کی وصولی میں ان پر احسان کیا کرتا تھا ہاں طور کہ مستطیع لوگوں کو تو مہلت دے دیتا تھا اور جو نادار ہوتے ان کو معاف کر دیتا تھا (یعنی اپنے مطالبات کا کوئی حصہ یا پورا مطالبہ ان کے لئے معاف کر دیتا تھا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اسی عمل سے خوش ہو کر اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ (بخاری، مسلم) اور مسلم کی ایک اور روایت میں جو عقبہ ابن عامر اور ابو مسعود انصاری نے اسی کے مثل (یعنی کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ) نقل کی ہے یہ الفاظ ہیں کہ جب اس شخص نے اپنا یہ عمل بیان کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کا یعنی معاف کرنے کا حق تجھ سے زیادہ رکھتا ہوں اور پر فرشتوں سے کہا کہ میرے اس بندے سے درگزر کرو۔

(مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث ۳۸)

(امام الملک) سے مراد یہ ہے کہ خود حضرت عزرائیل علیہ السلام ہی اس کی روح قبض کرنے آئے تھے یا پھر یہ کہ ان فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ آیا ہو گا جو حضرت عزرائیل علیہ السلام کے مددگار و ماتحت ہیں لیکن اغلب یہ ہے کہ خود حضرت عزرائیل علیہ السلام ہی آئے ہوں گے کیونکہ قبض روح کے سلسلے میں زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ ارواح قبض کرنے کا کام حضرت عزرائیل علیہ السلام ہی انجام دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ایت (قل یتولکم ملک الموت الذی وکل بکم) کہہ دیجئے کہ تمہیں وہ ملک الموت (عزرائیل علیہ السلام) مارتا ہے جو تم پر اس کام کے لئے متعین ہے۔

چنانچہ حضرت عزرائیل علیہ السلام جب روح قبض کر لیتے ہیں تو جو اچھی یعنی پاکباز روح ہوتی ہے اسے رحمت کے فرشتے لے لیتے ہیں اور جو بری روح ہوتی ہے وہ عذاب کے فرشتوں کی نگرانی میں چلی جاتی ہے لیکن اتنی بات ملحوظ رہے کہ ملک الموت (خواہ وہ عزرائیل ہوں یا کوئی اور فرشتہ) روح قبض کرنے کا صرف ایک ظاہری ذریعہ بنتا ہے ورنہ حقیقت میں تو روح قبض کرنے والا اور موت طاری کر نیوالا اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسا کہ خود اسی کا ارشاد ہے ایت (اللہ یتوفی الانفس حین موتها) ہر نفس کو اس کی موت کے وقت اللہ تعالیٰ ہی مارتا ہے فقیل لہ (تو اس سے پوچھا گیا) اس کے بارے میں بھی دونوں احتمال ہیں یا تو اس سے یہ سوال اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا یا فرشتوں نے یہ بات پوچھی نیز وقت سوال کے سلسلے میں زیادہ واضح بات تو یہ ہے کہ اس شخص سے یہ سوال روح قبض کرنے سے پہلے کیا گیا تھا جیسا کہ حدیث کے ابتدائی الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے۔

لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سوال روح قبض ہونے کے بعد قبر میں کیا گیا ہو گا جیسا کہ شیخ مظہر کا قول ہے اور علامہ طہی نے ایک یہ احتمال بھی بیان کیا ہے کہ دراصل یہ سوال قیامت میں کیا جائے گا۔ بہر کیف اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مطالبات کی وصولی میں مستطیع کو مہلت دینا اور نادار شخص کو معاف کر دیا بڑے ثواب کی چیز ہے۔

باب: السَّوْمُ

یہ باب بولی لگانے کے بیان میں ہے

2204 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ كَامِبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ شَيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ

2204: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

قِيلَ أَمْ بَيْتِي أَنْتَ قَالَتْ أَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ عُمْرِهِ عِنْدَ الْمَرْوَةِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُمْرَأَةٌ أَبِيعُ وَأَشْتَرِي فَإِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَاعَ الشَّيْءَ سَمْتُ بِهِ أَقْلَ مِمَّا أُرِيدُ ثُمَّ زِدْتُ ثُمَّ زِدْتُ حَتَّى أَبْلُغَ الَّذِي أُرِيدُ وَإِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَ الشَّيْءَ سَمْتُ بِهِ أَكْثَرَ مِنَ الَّذِي أُرِيدُ ثُمَّ وَضَعْتُ حَتَّى أَبْلُغَ الَّذِي أُرِيدُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَفْعَلِي يَا قَيْلَةُ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَبْتَاعِي شَيْئًا فَاسْتَامِي بِهِ الَّذِي تُرِيدِينَ أُعْطِيَتْ أَوْ مُنِعَتْ وَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَبِيعِي شَيْئًا فَاسْتَامِي بِهِ الَّذِي تُرِيدِينَ أُعْطِيَتْ أَوْ مُنِعَتْ

﴿﴾ سیدہ قیلہ اُم بنو انمارؓ بیان کرتی ہیں ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے عمرہ کرنے کے دوران میں مروہ کے پاس آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں ایک ایسی عورت ہوں جو خرید و فروخت کرتی ہوں بعض اوقات جب میں کوئی چیز خریدنے لگتی ہوں تو میں اس سے کم بولی لگاتی ہوں جس قیمت میں میں نے اسے خریدنا ہوتا ہے پھر میں اس میں اضافہ کرتی ہوں پھر اضافہ کرتی ہوں یہاں تک کہ اس قیمت تک پہنچ جاتی ہوں جو میں چاہتی ہوں اور جب میں کوئی چیز فروخت کرنے لگتی ہوں تو میں اس کی اس سے زیادہ بولی لگاتی ہوں جو میری اصل مراد ہوتی ہے پھر میں اسے کم کرتی جاتی ہوں یہاں تک کہ میں اس حد تک آ جاتی ہوں جو میں چاہتی ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اے قیلہ! ایسے نہ کرو جب تم نے کوئی چیز خریدنی ہو تو تم اس کی وہی بولی لگاؤ جو تم چاہتی ہو خواہ تمہیں ملے خواہ وہ تمہیں نہ ملے۔“

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

”جب تم کوئی چیز فروخت کرنا چاہو تو اس کی وہی بولی لگاؤ جو تم چاہتی ہو خواہ تم اس قیمت پر دو خواہ اس پر نہ دو۔“

2205 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنِ الْجَوَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَقَالَ لِي أَتَبِيعُ نَاصِحَكَ هَذَا دِينَارٌ وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هُوَ نَاصِحُكُمْ إِذَا أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ قَالَ فَتَبِيعُهُ بِدِينَارَيْنِ وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَكَ قَالَ فَمَا زَالَ يَزِيدُنِي دِينَارًا دِينَارًا وَيَقُولُ مَكَانَ كُلِّ دِينَارٍ وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَكَ حَتَّى بَلَغَ عَشْرِينَ دِينَارًا فَلَمَّا أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ أَخَذْتُ بِرَأْسِ النَّاصِحِ فَاتَّبَعْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا بِلَالُ أَعْطِهِ مِنَ الْقَنِيمَةِ عَشْرِينَ دِينَارًا وَقَالَ انْطَلِقْ بِنَاصِحِكَ فَاذْهَبْ بِهِ إِلَى أَهْلِكَ

﴿﴾ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھا آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کیا تم اپنا یہ اونٹ ایک دینار کے عوض میں مجھے فروخت کرو گے؟ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے! میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! جب میں مدینہ منورہ پہنچ جاؤں گا تو یہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دوں گا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم دو

2205: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2718 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3027 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم

دینار کے عوض میں اسے فروخت کرو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک ایک دینار کا اضافہ کرتے رہے اور ایک ایک دینار کے ساتھ یہ بھی فرماتے گئے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے بیس تک کا تذکرہ کیا (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) جب میں مدینہ منورہ آیا تو میں نے اپنے اس اونٹ کا سر پکڑا اور اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اے بلال! اسے مال غنیمت میں سے بیس دینار دے دو۔“

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے اونٹ کو لے جاؤ اور اسے اپنے گھر لے جاؤ۔

2206 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَهَلْ بْنُ أَبِي سَهْلٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُيَيْنَةُ بْنُ مُوسَى أَبَا الرَّبِيعِ عَنْ

حَبِيبٍ عَنْ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّوْمِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعَنْ ذُبْحِ ذَوَاتِ الدَّرِّ

﴿﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سورج نکلنے سے پہلے بولی لگانے اور دودھ دینے والی اونٹنیوں کو ذبح کرنے سے منع کیا ہے۔

باب: مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْإِيمَانِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ

یہ باب خرید و فروخت میں قسم اٹھانے کے ناپسندیدہ ہونے میں ہے

2207 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَآخَمَدُ بْنُ سَنَانَ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ

الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالْقَلَاةِ يَمْنَعُهُ ابْنُ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا سَلْعَةً بَعْدَ الْعَصْرِ فَخَلَفَ بِاللَّهِ لَا خَذَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا وَفَى لَهُ وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ لَهُ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام بھی نہیں کرے گا۔ ان کی طرف نظر رحمت بھی نہیں کرے گا۔ ان کا تزکیہ بھی نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔“

ایک وہ شخص جو کسی بے آب و گیاہ جگہ پر موجود ہو اور اس کے پاس اضافی پانی موجود ہو لیکن وہ کسی مسافر کو پانی نہ

2206: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2207: أخرجه مسلم في "الصححة" رقم الحديث: 283 أخرجه ابن ماجه في "السنن" رقم الحديث: 2870

دے۔ ایک وہ شخص جو عصر کے بعد کسی دوسرے شخص کو اپنا سامان فروخت کرتے ہوئے اللہ کی قسم اٹھا کر یہ کہے کہ اس نے خود یہ سامان اتنی، اتنی قیمت کے عوض لیا تھا اور دوسرا شخص اس کی بات کو سچ سمجھے حالانکہ حقیقت یہ نہ ہو اور ایک وہ شخص جو کسی حکمران کی بیعت کرتا ہے اور صرف دنیاوی فائدے کے حصول کے لیے اس کی بیعت کرتا ہے اگر وہ حکمران اسے کچھ دے دیتا ہے تو وہ شخص اس بیعت کو پورا کرتا ہے اگر وہ اسے کچھ نہیں دیتا تو وہ شخص اس بیعت کو پورا نہیں کرتا۔

تین طرح کے لوگوں کا نظر رحمت سے محروم رہنے کا بیان

2208- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْمُسْعُودِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُذَرِّجٍ عَنْ خُرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ مُذَرِّجٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ خُرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يَكْلِمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فَقُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا قَالَ الْمُسْبِلُ إِزَارَهُ وَالْمَنَانُ عَطَانَهُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ

﴿﴾ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تین طرح کے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا۔ ان کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا۔ ان کا تزکیہ نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ (راوی کہتے ہیں:) میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ وہ تو رسوا ہو جائیں گے اور خسارے کا شکار ہو جائیں گے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (تکبر کے طور پر) اپنے تہبند کو لٹکانے والا، کچھ دے کر اس پر احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم اٹھا کر اپنے سامان میں رغبت پیدا کرنے والا۔

شرح

پانچ لٹکانے والے سے مراد وہ شخص ہے جو ازراہ تکبر ٹخنوں سے نیچا پا جامہ پہنتا ہے چنانچہ اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو ٹخنوں سے نیچا کرتے ہیں۔ احسان جتانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے ساتھ کوئی اچھا سلوک کر کے مثلاً کسی کو کوئی چیز دے کر یا کسی کے ساتھ ہمدردی کا کوئی معاملہ کر کے اسے زبان پر لایا جائے چنانچہ جو شخص کسی کے ساتھ ہمدردی و اعانت کا کوئی معاملہ کر کے پھر اس پر احسان جتاتا ہے تو وہ ثواب سے محروم رہتا ہے۔ جھوٹی قسمیں کھا کر تجارت بڑھانے والے سے مراد وہ تاجر ہے جو زیادہ نفع حاصل کرنے کے لئے یا اپنا مال تجارت بڑھانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھائے مثلاً اس نے کوئی چیز نوے روپے میں خریدی ہو مگر اپنے خریدار سے اس کی زیادہ قیمت وصول کرنے کے لئے یا اس کی مالیت بڑھانے کے لئے جھوٹی قسم کھا کر کہے کہ اللہ کی قسم میں نے یہ چیز سو روپے میں

2208: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحدیث: 2888 أخرجه ابو داؤد في "السنن" رقم الحدیث: 4087 و رقم الحدیث: 4088 أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم

الحدیث: 1211 أخرجه النسائی في "السنن" رقم الحدیث: 2562 و رقم الحدیث: 2563 و رقم الحدیث: 4470 و رقم الحدیث: 4471 و رقم الحدیث: 5348

خریدی ہے۔

کاروبار میں قسم اٹھانے کے سبب برکت کے اٹھ جانے کا بیان

2209 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ح وَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ مُعْبِدِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا كُمْ وَالْحَلْفَ فِي الْبَيْعِ فَإِنَّهُ يُنْفِقُ ثُمَّ يَمْحَقُ،

••• حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”تم لوگ فروخت کرتے ہوئے قسم اٹھانے سے بچو کیونکہ یہ (خریدار کی) دلچسپی تو پیدا کر دیتی ہے لیکن (برکت کو) مٹا دیتی ہے۔“

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تجارتی معاملات میں زیادہ قسمیں کھانے کی وجہ سے وقتی طور پر کاروبار میں وسعت ہوتی ہے ہاں طور کہ لوگ قسم پر اعتبار کر کے زیادہ خریداری کی طرف مائل ہوتے ہیں لیکن انجام رزیدہ قسمیں کاروبار میں خیر و برکت کو ختم کر دیتی ہیں کیونکہ جس شخص کو زیادہ قسمیں کھانے کی عادت ہوگی اس سے جھوٹی قسموں کا بھی صدور ہونے لگے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک تو باطنی طور پر اس کی تجارت سے خیر و برکت کی روح نکل جائے گی دوسرے اس کا اعتبار آہستہ آہستہ اٹھنے لگے گا اور لوگ اس سے لین دین کرنے میں تامل کرنے لگیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ قسم شروع میں تو مال و اسباب میں منفعت کا سبب بنتی ہے لیکن انجام کار برکت کے خاتمے کا سبب بن جاتی ہے۔ تشریح: قسم سے مراد قسم کی کثرت و زیادتی بھی ہو سکتی ہے اور جھوٹی قسم بھی مراد لی جاسکتی ہے حاصل یہ کہ اگر کوئی شخص زیادہ قسمیں کھاتا ہے اگرچہ وہ قسمیں سچی ہوتی ہوں یا جھوٹی قسم کھاتا ہے تو اس کی وجہ سے شروع میں اور وقتی طور پر اس کے مال و اسباب میں وسعت و زیادتی ہو جاتی ہے کہ لوگ اس کی قسم پر اعتبار کر کے اس سے لین دین کثرت سے کرتے ہیں لیکن آخر کار یہی چیز اس کے مال و اسباب میں برکت ختم ہو جانے کا سبب بن جاتی ہے بایں طور کہ یا تو اس کا مال و اسباب تلف ہو جاتا ہے یا وہ ایسی جگہ خرچ ہو جاتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہ تو اسے دنیا میں حاصل ہوتا ہے اور نہ اخروی طور پر اسے کچھ اجر و ثواب ملتا ہے۔

بَاب: مَا جَاءَ فِيمَنْ بَاعَ نَحْلًا مُؤَبَّرًا أَوْ عَبْدًا لَهُ مَالٌ

یہ باب ہے کہ جو شخص پیوند کاری شدہ کھجور کا باغ

یا کوئی ایسا غلام فروخت کرتا ہے جس کے پاس مال موجود ہو

2210 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اشْتَرَى نَخْلًا قَدْ أُبْرَتْ فَشَمَرُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص کھجور کا باغ خریدتا ہے جس میں پیوند کاری کی گئی ہو تو اس کا پھل فروخت کرنے والے ہی کا ہوگا۔ البتہ اگر خریدار شرط عائد کر دے (تو حکم مختلف ہے)۔“

2210 م۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

﴿﴾ یہی روایت ایک سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

2211 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ

جَمِيعًا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبْرَتْ فَشَمَرُهَا لِلَّذِي بَاعَهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ وَمَنْ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی ایسا باغ فروخت کرتا ہے جس میں پیوند کاری کی گئی ہو تو اس کا پھل فروخت کرنے والے کو ملے گا البتہ اگر خریدار شرط عائد کر دے (تو حکم مختلف ہے) اور جو شخص کوئی غلام خریدتا ہے جس کے پاس مال موجود ہو تو اس کا مال اسے ملے گا جسے اس نے فروخت کیا ہے البتہ اگر خریدار اس کی شرط عائد کر دے (تو حکم مختلف ہے)

2212 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ

ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا وَبَاعَ عَبْدًا جَمَعَهُمَا جَمِيعًا

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص کوئی باغ فروخت کرتا ہے یا کوئی غلام فروخت کرتا ہے تو وہ ان دونوں کو اکٹھا کرے گا۔“

2213 - حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ خَالِدٍ السَّمِيرِيُّ أَبُو الْمُفْلِسِ حَدَّثَنَا الْفَضِيلُ بْنُ مُلَيْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ الْوَلِيدِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَمَرِ

2210: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2204، رقم الحديث: 2716، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3878، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم

الحديث: 3434.

2210: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2208، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3880، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 4649.

2211: أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 4650، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3433، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3883.

2212: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2213: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

النَّخْلَ لِمَنْ أَثَرَهَا إِلَّا أَنْ يُشْتَرِكَ الْمُبْتَاعُ وَأَنَّ مَالَ الْمَمْلُوكِ لِمَنْ بَاعَهُ إِلَّا أَنْ يُشْتَرِكَ الْمُبْتَاعُ
 ﴿﴾ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کھجور کے درخت کے پھل کے بارے میں فرمایا
 اس شخص کے حق میں دیا تھا جس نے اس میں پیوند کاری کی تھی البتہ اگر خریدار اس کی شرط عائد کرتا ہے تو حکم مختلف ہوگا اسی طرح
 مملوک کا غلام فروخت کرنے والے کی ملکیت ہوگا البتہ اگر خریدار اس کی بھی شرط عائد کر دے تو (حکم مختلف ہوگا)۔

باب: النَّهْيُ عَنْ بَيْعِ الثَّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صِلَاحُهَا

یہ باب ہے کہ پھلوں کے قابل استعمال ہونے سے پہلے انہیں فروخت کرنے کی ممانعت

کچے پھلوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

2214- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ صِلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ
 ﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”پھل کو اس وقت تک فروخت نہ کرو جب تک وہ تیار نہ ہو جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فروخت کرنے والے، خریدار
 دونوں کو اس سے منع کیا ہے۔“

2215- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِمْسَى الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ
 حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صِلَاحُهُ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”پھل کو اس وقت تک فروخت نہ کرو جب تک وہ پک کر تیار نہ ہو جائے۔“

2216- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صِلَاحُهُ

﴿﴾ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے پھل کے پک کر تیار ہونے سے پہلے اسے فروخت کرنے سے

منع کیا ہے۔

2217- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

2214: أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 4531

2215: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 3854 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 4532

2216: أخرجه البخاری في "الصحیح" رقم الحديث: 2189 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3367

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى تَزْهَوْ وَعَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتَّى يَسْوَدَ وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتَّى يَشْتَدَّ ﴿﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے پھل کے قابل استعمال ہونے سے پہلے اسے فروخت کرنے سے اور انگور کے سیاہ ہونے سے پہلے اور دانے کے سخت ہونے سے پہلے انہیں فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔
شرح

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ ان کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے یہ ممانعت بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کے لئے ہے۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کے پھل اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے کہ جب تک کہ وہ سرخ و زرد نہ ہو جائیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتی کے خوشوں کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ پختہ نہ ہو جائیں اور کسی آفت سے محفوظ نہ ہوں۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 78)

بیچنے والے کے لئے ممانعت اس لئے ہے کہتا کہ وہ خریدار کا مال بغیر کسی چیز کے عوض کے حاصل نہ کرے اور خریدار کے لئے ممانعت اس لئے ہے تاکہ وہ اپنے مال کے نقصان و تباهی میں مبتلا نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ غیر پختہ و غیر تیار پھل خرید لے اور اس کی قیمت ادا کر دے مگر پھل تیار و پختہ ہونے سے پہلے ہی کسی آفت مثلاً آندھی اور بارش وغیرہ کی وجہ سے ضائع ہو جائیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو درختوں پر اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ خوش رنگ نہ ہو جائیں عرض کیا گیا کہ خوش رنگ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک وہ سرخ نہ ہو جائیں یعنی پک نہ جائیں اور پھر فرمایا کہ تم ہی بتاؤ جب اللہ تعالیٰ پھلوں کو پکنے سے روک دے تو تم میں سے کوئی کیونکر اپنے بھائی کا مال لے گا۔

(بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ پختہ و تیار ہونے سے پہلے پھلوں کی بیچ میں اس بات کا خطرہ رہتا ہے کہ شاید کوئی آفت مثلاً آندھی وغیرہ آجائے اور پھل درختوں سے جھڑ کر ضائع ہو جائیں اس صورت میں بیچنے والا خریدار سے پھلوں کی قیمت کے طور پر جو کچھ لے گا وہ اسے بلا عوض اور مفت مل جائے گا لہذا یہ ضروری ہے کہ پھلوں کے پختہ و تیار ہونے تک صبر و انتظار کیا جائے جب وہ پک کر تیار ہو جائیں تو اس وقت خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کیا جائے۔

بَابُ: بَيْعِ الثَّمَارِ سِنِينَ وَالْبَجَائِحِ

یہ باب ہے کہ کئی سالوں (کے بعد ادائیگی کی شرط پر) یا آفت (کی شرط پر) پھلوں کا سودا کرنا

2218- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ

2217: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3371 أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 1247

2218: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 3367 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3374 أخرجه النسائی في "السنن" رقم الحديث: 4544 رقم الحديث:

عَتِيقِي عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ التَّيْنِينَ
 ﴿﴾ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے کئی سالوں (کے بعد ادائیگی کی شرط پر) سودا کرنے سے منع کیا ہے۔

2219- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ
 عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ ثَمَرًا فَأَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَلَا يَأْخُذُ مِنْ مَالِ
 أَخِيهِ شَيْئًا غَلَامٌ يَأْخُذُ أَخَذَكُمْ مَالِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ

﴿﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی پھل فروخت کرے اور
 پھر اسے کوئی مصیبت لاحق ہو جائے تو وہ اپنے بھائی کے مال میں سے کچھ حاصل نہ کرے وہ کس بنیاد پر اپنے مسلمان بھائی کا مال
 حاصل کرے گا؟

شرح

اس سے کچھ بھی لینا حلال نہیں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ بیع بالکلیۃ اور مطلقاً ضائع ہو جائے اور اگر کوئی ایسی
 آفت آئے کہ جس سے بیع کا کچھ حصہ نقصان ہو تو اس صورت میں قیمت میں کچھ کمی کر دینی چاہئے جیسا کہ گذشتہ حدیث کی تشریح
 میں بتایا گیا ہے اس حدیث کے بارے میں بھی وہی تشریح سامنے رہنی چاہئے جو گذشتہ حدیث کے سلسلے میں گذری ہے چنانچہ اس
 موقع پر حضرت ابن مالک نے بھی یہ وضاحت کی ہے کہ اگر بیع خریدار کی سپردگی میں جانے سے پہلے ضائع ہو جائے تو اس کا نقصان
 بیچنے والے کو برداشت کرنا ہوگا اس صورت میں حدیث کی کوئی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی اور اگر بیع خریدار کی سپردگی
 و قبضہ میں جانے کے بعد ضائع ہو تو پھر کہا جائے گا کہ حدیث گرامی کے الفاظ اس سے کچھ بھی لینا حلال نہیں ہے "کا مطلب یہ ہے
 کہ از روئے تقویٰ و ورع اور از راہ اخلاق و احسان خریدار سے کچھ بھی لینا حلال (مناسب) نہیں ہے۔

کئی سال پہلے پھلوں کی بیع کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سالوں کا پھل بیچنے سے منع فرمایا ہے یعنی ایک سال یا دو سال یا
 تین سال اور یا اس سے زائد سالوں کے لئے درختوں کا پھل بیچنا نہیں بیچنا چاہئے (نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آفت زدہ کے
 ساتھ رعایت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (مسلم مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث ۴۸۱۱)

حدیث کے آخری جزء کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے درخت پر لگے ہوئے پھل پختہ و تیار ہونے کے بعد خرید لئے مگر
 سوء اتفاق سے قبل اس کے کہ خریدار پھلوں کو اپنے تصرف میں لاتا کسی بھی وجہ سے وہ پھل جھڑ گئے اور ضائع ہو گئے اس صورت میں
 بیچنے والے کو چاہئے کہ اگر اس نے ابھی تک قیمت وصول نہیں کی ہے تو اس میں کچھ کمی کر دے اور اگر قیمت وصول کر لی ہے تو اس
 میں سے کچھ خریدار کو واپس کر دے اگرچہ بیع ہو چکی ہے اور قاعدہ کے اعتبار سے وہ اس کے لئے مجبور نہیں ہے چنانچہ آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کا اس بارے میں مذکورہ بالا حکم صرف استحباب کے لئے ہے۔

اور اس کا مقصد آفت زدہ خریدار کے ساتھ ممکنہ رعایت کے لئے بیچنے والے کو ایک اخلاقی توجہ دلانا ہے ورنہ تو جہاں تک فقہی مسئلہ کا تعلق ہے یہ بات بالکل صاف ہے کہ خریدار کے قبضہ و ملکیت میں آ جانے کے بعد بیچ خریدی ہوئی چیز کے ہر نفع و نقصان کا ذمہ دار خریدار ہی ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قبضہ میں آ جانے کے بعد اگر بیچ کسی آفت کی وجہ سے ہلاک و ضائع ہو جاتی ہے تو وہ خریدار ہی کا نقصان ہوتا ہے بیچنے والے پر اس کا کوئی بدلہ وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔

باب: الرَّجْحَانِ فِي الْوَزْنِ

یہ باب ہے کہ وزن میں کسی ایک پلڑے کو وزنی کرنا

2220- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَبْتُ أَنَا وَمَخْرَفَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِنْ هَجَرَ فَجَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاوَمَنَا سَرَاوِيلَ وَعِنْدَنَا وَزَانٌ بِزْنٌ بِالْأَجْرِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا وَزَانُ زِنْ وَأَرْجِحْ

•• حضرت سويد بن قيس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اور مخرفہ عبدی نے ”حجر“ نامی جگہ سے کپڑا خریدنا نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ ایک پاجامے کا سودا کیا ہمارے پاس ایک وزن کرنے والا شخص تھا جو معاوضہ لے کر وزن کرتا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے وزن کرنے والے تم وزن کرو اور (جس پلڑے میں ادائیگی کی رقم ہے) اسے وزنی رکھنا۔

2221- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا أَبَا صَفْوَانَ بْنَ عَمِيرَةَ قَالَ بَعَثَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا سَرَاوِيلَ قَبْلَ الْهَجْرَةِ فَوَزَنَ لِي فَأَرْجَحَ لِي

•• حضرت ابو صفوان بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ہجرت سے پہلے نبی اکرم ﷺ کو ایک پاجامہ فروخت کیا تو آپ ﷺ نے درہم یا دینار مجھے وزن کر کے دیا اور میرے پلڑے کو بھاری رکھا۔

2222- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَزَنْتُمْ فَأَرْجِحُوا

2219: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 3952 أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3470 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4540 ورقم الحديث: 4541

2220: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3336 ورقم الحديث: 3337 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1385 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم

الحديث: 4606 ورقم الحديث: 4607 أخرجه ابن ماجه في "السنن" رقم الحديث: 3570

2222: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

﴿﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جب تم وزن کرو تو (ایک پلڑے کو) ترجیح دو۔“

باب: التَّوَقُّی فی الْکَیْلِ وَالْوَزْنِ

یہ باب ہے کہ ماپنے اور وزن کرنے میں احتیاط کرنا

2223- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بَشْرِ بْنِ الْحَكَمِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَقِيلٍ بْنُ خُوَيْلِدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاكِدٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا يَزِيدُ النَّخَوِيُّ أَنَّ عِكْرِمَةَ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ كَانُوا مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ كَيْلًا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ (وَبَلِّغْ لِلْمُطَفِّفِينَ) فَأَحْسَنُوا الْكَيْلَ بَعْدَ ذَلِكَ

﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ ماپنے کے حساب سے سب سے بڑے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔
”ماپتے ہوئے کئی بیشی کرنے والوں کے لیے بربادی ہے اس وقت جب وہ ماپتے ہیں۔“ اس کے بعد ان لوگوں نے ماپنا بالکل ٹھیک کر دیا۔

باب: النَّهْيُ عَنِ الْغَشِّ

یہ باب ملاوٹ کرنے کی ممانعت کے بیان میں ہے

2224- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ يَبِيعُ طَعَامًا فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ فَإِذَا هُوَ مَغْشُوشٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو کوئی اناج فروخت کر رہا تھا، نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں داخل کیا تو اس میں ملاوٹ تھی، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

2225- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي اسْحَقَ عَنْ أَبِي دَاوُدَ عَنْ أَبِي الْحَمْرَاءِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِجَنَابَاتٍ رَجُلٍ عِنْدَهُ طَعَامٌ فِي وَغَاءٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ

2223: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2224: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3552

2225: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

لَقَالَ لَعَلَّكَ غَشَشْتَ مَنْ غَشَّائُنَا فَلَيْسَ مِنَّا

•• حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جس کے پاس ایک برتن میں کچھ اناج تھا نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں داخل کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "شاید تم نے ملاوٹ کی ہے جو شخص ہمارے ساتھ ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

بَاب: النَّهْيُ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلُ مَا لَمْ يُقْبَضْ

یہ باب اناج کو قبضے میں لینے سے پہلے اسے فروخت کرنے کی ممانعت میں ہے

2226- حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبْعُهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ

•• حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "جو شخص کوئی اناج خریدتا ہے وہ اسے آگے اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک اسے مکمل ماپ نہیں لیتا۔"

2227- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ وَحَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبْعُهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ قَالَ أَبُو عَوَانَةَ فِي حَدِيثِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَآخِيبُ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلُ الطَّعَامِ

•• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص کوئی اناج خریدتا ہے تو وہ اسے آگے اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک اسے مکمل ماپ نہیں لیتا (یا اپنے قبضے میں نہیں لے لیتا)۔"

ابو عوانہ نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ بات نقل کی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میرا یہ خیال ہے ہر چیز کا حکم اناج کی مانند ہے۔

2228- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يُجْرَى فِيهِ الصَّاعَانِ صَاعُ الْبَائِعِ وَصَاعُ الْمُشْتَرِي

2226: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2126 ورم الحديث: 2136 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3819 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم

الحديث: 3492 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 4899

2227: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2135 أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 3815 أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3497 أخرجه

الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1201 أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 4812

2228: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

﴿﴾ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اناج کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے جب تک اس میں دو صاع جاری نہیں ہو جاتے ایک فروخت کرنے والے کا صاع اور ایک خریدار کا صاع۔

قبضہ سے پہلے اناج بیچنے کی ممانعت میں فقہی تصریحات کا بیان

سعید بن المسیب سے محمد بن عبد اللہ بن ابومریم نے پوچھا میں غلہ خرید کرتا ہوں جار کا تو کبھی میں ایک دینار اور نصف درہم کو خرید کرتا ہوں کیا نصف درہم کے بدلے اناج دے دوں سعید نے کہا نہیں بلکہ ایک درہم دے دے اور جس قدر باقی رہے اس کے بدلے میں بھی اناج لے لے۔ محمد بن سیرین کہتے تھے مت بیچو دانوں کو ہالی کے اندر جب تک پک نہ جائے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اناج خریدے نرخ مقرر کر کے میعاد معین پر جب میعاد پوری ہو تو جس کے ذمہ اناج واجب ہے (مسلم الیہ) وہ کہے میرے پاس اناج نہیں ہے جو اناج میرے ذمہ ہے وہ میرے ہی ہاتھ بیچ ڈال اتنی میعاد پر وہ شخص (رب المسلم) کہے یہ جائز نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے اناج بیچنے کو جب تک قبضہ میں نہ آئے جس کے ذمہ پر اناج ہے وہ کہے اچھا تو کوئی اور اناج میرے ہاتھ بیچ ڈال میعاد پر تا کہ میں اسی اناج کو تیرے حوالے کر دوں۔ تو یہ درست نہیں کیونکہ وہ شخص اناج دے کر پھیر لے گا اور بائع مشتری کو جو قیمت دے گا وہ گویا مشتری کی ہوگی جو اس نے بائع کو دی اور یہ اناج درمیان میں حلال کرنے والا ہوگا تو گویا اناج کی بیچ ہوگی قبل قبضہ کے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ اس واسطے کہ اہل علم نے ان چیزوں میں رواج اور دستور کا اعتبار رکھا ہے اور ان کو مثل بیچ کے نہیں سمجھا اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ناقص کم وزن روپے دیئے پھر مسلم الیہ نے اس کو پورے وزن کے روپے ادا کر دیئے تو یہ درست ہے مگر ناقص روپوں کی بیچ پورے وزن کے روپوں کے بدلے میں درست نہیں اگر اس شخص نے سلم کرتے وقت ناقص کم وزن روپے دے کر پورے روپے لینے کی شرط کی تھی تو درست نہ ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اسکی نظیر یہ بھی کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزانہ سے منع کیا اور عریا کی اجازت دی وجہ یہ ہے کہ مزانہ کا معاملہ رجارت اور ہوشیاری کے طور پر ہوتا ہے اور عریا بطور احسان اور سلوک کے ہوتا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں کہ رطل یا ثلث درہم یا اور کسی کسر کے بدلے میں اناج خریدے اس شرط پر کہ اس رطل یا ثلث یا کسر کے عوض میں اناج دے گا وعدے پر البتہ اس میں کچھ قباحہ نہیں کہ رطل یا ثلث درہم یا کسی کسر کے بدلے میں اناج خریدے وعدے پر جب وعدہ گزرے تو ایک درہم حوالے کر دے اور باقی کے بدلے میں کوئی اور چیز خرید کر لے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مجھے پہنچا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا ہمارے بازار میں کوئی احتکار نہ کرے جن لوگوں کو ہاتھ میں حاجت سے زیادہ روپیہ ہے وہ کسی ایک غلہ کو جو ہمارے ملک میں آئے خرید کر احتکار نہ کریں اور جو شخص تکلیف اٹھا کر ہمارے ملک میں غلہ لائے گرمی یا جاڑے میں تو وہ مہمان ہے عمر کا جس طرح اللہ کو منظور ہو بیچے اور جس طرح اللہ کو منظور ہو رکھ

چھوڑے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: رقم الحدیث 1248)

قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کے عدم جواز کا بیان

قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے۔ کیونکہ تصرف کو جائز قرار دینے والی چیز ملکیت موجود ہے اور اس میں ہلاکت ثمن کے سبب فسخ کا دھوکہ بھی نہیں ہے کیونکہ اثمان کو متعین کرنے سے متعین نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ بیع میں ایسا نہیں ہے۔ مشتری کے لئے جائز ہے کہ بائع کے لئے ثمن میں اضافہ کر دے بائع کے لئے بھی مشتری کے لئے بیع میں اضافہ کرنا جائز ہے اور قیمت میں سے کچھ کم کرنا بھی جائز ہے ان سب میں مقدار ہونا متعلق ہو جائے گا اگرچہ زیادتی اور کمی ہمارے نزدیک دونوں اصل عقد کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے نزدیک الحاق کے اعتبار سے دونوں درست نہ ہوں گے ہاں البتہ ابتدائے صلہ کے اعتبار سے صحیح ہوں گے اور ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ زیادتی کو بطور ثمن قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ اس طرح مشتری کی ملکیت اس کے ملک ہونے کے بدلے ہو جائے گی کیونکہ یہ اصل عقد کے ساتھ تلاحق نہیں ہے اور اسی طرح کم کرنا یہ بھی اصل عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگا کیونکہ مکمل ثمن مکمل بیع کے بدلے میں ہے پس اس کا خروج ممکن نہ ہوگا اور یہ ابتدائی طور پر احسان ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد کرنے والے کی اور زیادتی کو ایک مشروع وصف سے دوسرے مشروع وصف کی طرف تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور وہ وصف بیع میں نفع ہونا یا نقصان دہ ہونا یا برابر ہونا ہے اور عاقدین کو عقد فسخ کرنے کی ولایت حاصل ہے۔ پس تبدیلی کی ولایت تو بدرجہ اولیٰ ان کے لئے ہوگی۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح عاقدین نے اختیار کو ساقط کر دیا ہو یا انہوں نے عقد کے بعد اختیار مشروع کر دیا ہے۔

اور کی بیشی درست ہے تو وہ اصل عقد کے ساتھ لاحق ہوگی کیونکہ کسی چیز کے وصف کا قیام چیز کے قائم ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وصف نہ ذات خود قائم ہونے نہیں ہے۔ بہ خلاف مکمل ثمن کے کیونکہ وہ اصل عقد میں تبدیلی ہے وصف میں تبدیلی نہیں ہے۔ پس وہ اصل عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی۔

اور اگر الحاق کا اعتبار کر لیا جائے تب بھی زیادتی مشتری کی ملکیت کا بدلہ نہ ہوگی اور بیع مراہجہ و تولیہ میں الحاق کا حکم ظاہر ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ زیادتی کی صورت میں کل قیمت پر مراہجہ و تولیہ جائز ہے جبکہ کمی کی صورت میں بقیہ پر ہوگا۔ اور شفیعہ میں بھی الحاق کے ظاہر ہونے کا حکم واضح ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ شفیعہ کمی کی صورت میں بقیہ پر ملے گا۔ جبکہ زیادتی کی صورت میں شفیعہ کے لئے زیادتی کے بغیر لینے کا اختیار ہوگا کیونکہ زیادتی کی صورت میں شفیعہ کے لئے ثابت شدہ حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ پس عقد کرنے والے اس کے مالک نہ ہوں گے۔

ظاہر الروایت کے مطابق ہلاکت بیع کے بعد ثمن میں زیادتی کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہلاک ہونے کے بعد بیع ایسی صورت میں ہجی ہے کہ اس کا بدلہ لینا درست ہو۔ کیونکہ چیز پہلے ثابت ہوتی ہے اس کے بعد منسوب ہوتی ہے بہ خلاف کمی کے کیونکہ کمی ایسی حالت پر ہوتی ہے اس کے بدلے میں مقابل کا خروج ممکن ہے پس وہ اصل میں عقد کی جانب منسوب ہو کر اس کے ساتھ لاحق ہو جائے گی۔ (ہدایہ کتاب بیع، لاہور)

قبضہ سے پہلے تصرف ثمن میں فقہی تصریحات

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلف اور بیع حلال نہیں اور ایک بیع میں دو شرطیں بھی جائز نہیں جس چیز کا وہ ضامن نہ ہو اس کا نفع بھی حلال نہیں اور جو چیز اس کے پاس نہ ہو اس کا فروخت کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اسحاق بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہ سلف کیساتھ بیع کی ممانعت کا کیا مطلب ہے انہوں نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو قرض دے اور پھر کوئی چیز اسے قیمت سے زیادہ کی فروخت کرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ کوئی شخص کسی چیز کی قیمت قرض چھوڑ دے اور اس سے یہ کہے کہ اگر تم یہ قیمت ادا نہ کر سکتے تو یہ چیز میرے ہاتھ فروخت ہوگئی اسحاق کہتے ہیں کہ پھر میں نے امام احمد سے اسی کا معنی پوچھا کہ (جن کا ضامن ہو اس کا منافع بھی حلال نہیں) انہوں نے فرمایا میرے نزدیک یہ صرف غلے وغیرہ میں ہے یعنی جب تک قبضہ نہ ہو اسحاق کہتے ہیں جو چیزیں تولی یا ناپی جاتی ہیں ان کا حکم بھی اسی طرح ہے یعنی قبضے سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے یہ کپڑا تمہارے ہاتھ فروخت کیا کہ سلائی اور دھلائی میرے ذمہ ہے تو یہ ایک بیع میں دو شرطوں کی طرح ہے لیکن اگر یہ کہے کہ تمہیں کپڑا فروخت کرتا ہوں اس کی سلائی بھی مجھ پر ہی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر صرف دھلائی کی شرط ہو تب بھی جائز ہے اس لیے کہ یہ ایک ہی شرط ہے اسحاق نے اسی طرح کچھ کہا ہے۔ حکیم بن حزام ہی سے کئی سندوں سے مروی ہے یہ حدیث ایوب سختیانی اور ابوالبشر بھی یوسف بن ماک سے اور وہ حکیم بن حزام سے نقل کرتے ہیں پھر عوف اور ہشام بن حسان، ابن سیرین سے اور وہ حکیم بن حزام سے مرسل نقل کرتے ہیں ابن سیرین ایوب، سختیانی سے وہ یوسف بن ماک سے اور وہ حکیم بن حزام سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1231)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طعام خریدے پھر اس کو نہ بیچے جب تک اس پر قبضہ نہ کرے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: رقم الحدیث 1230)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اناج خریدے پھر اس کو نہ بیچے جب تک اس پر قبضہ نہ کرے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: رقم الحدیث 1231)

حضرت نافع سے روایت ہے کہ حکیم بن حزام نے غلہ خریدا جو حضرت عمر نے لوگوں کو دلویا تھا پھر حکیم بن حزام نے اس غلہ کو بیچ ڈالا قبضہ سے پہلے جب حضرت عمر کو اس کی خبر پہنچی آپ نے وہ غلہ حکیم بن حزام کو پھر دایا اور کہا جس غلہ کو تو خریدا ہے پھر اس کو مت بیچ جب تک اس پر قبضہ نہ کرے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مروان بن حکم کے عہد حکومت میں لوگوں کو سندیں ملیں جار کے غلہ کی لوگوں نے ان سندوں کو بیچا ایک دوسرے کے ہاتھ قبل اس بات کے کہ غلہ اپنے قبضہ میں لائیں تو زید بن ثابت اور ایک اور صحابہ مروان کے پاس گئے اور کہا کیا تو رہا کو درست جانتا ہے اے مروان مروان نے کہا معاذ اللہ کیا کہتے ہو انہوں نے کہا کہ یہ سندیں جن لوگوں نے خریدا پھر خریدا کر دوبارہ بیچا قبل غلہ لینے کے مروان نے چونکہ بار کو بھیجا کہ وہ سندیں لوگوں سے چھین کر سند والوں کے حوالے کر دیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ایک شخص نے اناج خریدنا چاہا ایک شخص سے وعدے پر تو بائع مشتری کو بازار میں لے گیا اور اس کو بورے دکھا کر کہنے لگا کون سے غلہ میں تمہاری واسطے خرید کروں مشتری نے کہا کیا تو میرے ہاتھ اس چیز کا بیچتا ہے جو خود تیرے پاس نہیں ہے پھر بائع اور مشتری دونوں عبد اللہ بن عمر کے پاس آئے اور ان سے بیان کیا عبد اللہ بن عمر نے مشتری سے کہا مت خریدو اس چیز کو جو بائع کے پاس نہیں ہے اور بائع سے کہا مت بیچ اس چیز کو جو تیرے پاس نہیں ہے۔

(موطا امام مالک: جلد اول: رقم الحدیث 1233)

جمیل بن عبد الرحمن نے سعید بن مسیب سے کہا میں ان غلوں کو جو سرکاری طرف سے لوگوں کو مقرر ہیں جار میں خرید کرتا ہوں پھر میں چاہتا ہوں کہ غلہ کو میعاد لگا کر لوگوں کے ہاتھ بیچوں سعید نے کہا تو چاہتا ہے ان لوگوں کو اسی غلہ میں سے ادا کرے جو تو نے خریدا ہے جمیل نے کہا ہاں سعید بن مسیب نے اس سے منع کیا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے جو شخص اناج خرید کرے جیسے گیہوں جو جوار باجرہ ڈالیں وغیرہ جن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا روٹی کے ساتھ کھانے کی چیزیں جیسے زیتون کا تیل یا گھی یا شہد یا سرکہ یا پنیر یا دودھ یا تیل کا تیل اور جو اس کے مشابہ ہیں تو ان میں سے کوئی چیز نہ بیچے جب تک ان پر قبضہ نہ کر لے۔

(موطا امام مالک: جلد اول: رقم الحدیث 1234)

قبضہ سے پہلے تصرف کرنے میں مذاہب اربعہ

علامہ عبد الرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ جب فقہاء شوافع کے نزدیک جب کسی شخص نے بیع شدہ چیز میں قبضہ سے پہلے تصرف کیا تو یہ جائز نہیں ہے اگرچہ خریدنے والے قیمت وصول کر لی ہو اور مال اٹھانے کی اجازت بھی دے چکا ہے۔

فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ خریدنے والا جب خرید کردہ مال پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی اس کو بیچ دے تو اس کا یہ تصرف درست ہوگا اگرچہ وہ مال منقولہ ہو یا غیر منقولہ ہو جس طرح زمین اور درخت وغیرہ ہیں۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ بیچ دی گئی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں بیع کا تصرف درست ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ چیز پیمانے، وزنی یا گز سے ناپ لی جانے والی نہ ہو۔ اور اگر وہ ایسی چیز ہے تو پھر اس میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں ہے۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ اگر منقولہ چیز کی بیع قبضہ سے پہلے کی جائے تو وہ بیع فاسد ہو جائے گی۔ ہاں البتہ جب وہ بائع کے ہاتھ سے یا اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ بیچا جائے۔ (مذاہب اربعہ، کتاب بیوع)

باب: بیع الْمُجَازَفَةِ

یہ باب اندازے سے سودا کرنے کے بیان میں ہے

2229- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا

نَشْتَرِي الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ جَزَافًا فَهَئَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَبِيعَهُ حَتَّى نَنْقُلَهُ مِنْ مَكَانِهِ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پہلے ہم قافلے والوں سے اندازے سے اناج خرید لیا کرتے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس سے منع کیا ہم اسے آگے اس وقت تک فروخت نہ کریں جب تک اسے اس کی جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کر دیتے۔

2230 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ لَهْيَعَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ وَرْدَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ كُنْتُ أَبِيعُ التَّمْرَ فِي السُّوقِ فَأَقُولُ كَلْتُ فِي وَسْقِي هَذَا كَذَا فَأَذْفَعُ أَوْسَاقَ التَّمْرِ بِكَيْلِهِ وَأَخْذُ شِقِي لَدَخَلْنِي مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِذَا سَمِيتَ الْكَيْلَ فَكَلْهُ

﴿﴾ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بازار میں کھجوریں فروخت کیا کرتا تھا میں یہ کہتا میں نے اپنے وسق میں اس کو اتنا مپا تھا پھر میں اسی ماپنے کے حوالے سے کھجوروں کے کئی وسق سپرد کر دیتا اور اپنا منافع حاصل کر لیتا ایک مرتبہ مجھے اس حوالے سے شک ہوا میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب تم نے ماپنے کا تعین کر لیا تھا تو تم اسے ماپ لو۔“

بَاب: مَا يُرْجَى فِي كَيْلِ الطَّعَامِ مِنَ الْبَرَكَه

یہ باب ہے کہ اناج کو ماپنے میں برکت کی امید کی جاسکتی ہے

2231 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْيَحْصِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ الْمَازِنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَيْلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارِكْ لَكُمْ فِيهِ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن بسر مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”تم اپنے اناج کو ماپ لیا کرو اس میں تمہارے لیے برکت ہوگی۔“

2232 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْحِمَصِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدٍ يَكْرِبَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارِكْ لَكُمْ فِيهِ

﴿﴾ حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

2230: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2231: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2232: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

”تم اپنے اناج کو ماپ لیا کرو اس میں تمہارے لیے برکت ہوگی۔“

باب: الأسواق ودخولها

یہ باب بازار اور اس میں داخلے کے بیان میں ہے

2233- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ وَعَلِيُّ ابْنَا الْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ الْبُرَادِ أَنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ الْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ حَدَّثَهُمَا أَنَّ أَبَاهُ الْمُنْذِرَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ أَنَّ أَبَا أُسَيْدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى سُوقِ النَّبِيطِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ لَيْسَ هَذَا لَكُمْ بِسُوقٍ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى سُوقٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ لَيْسَ هَذَا لَكُمْ بِسُوقٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى هَذَا السُّوقِ فَطَافَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ هَذَا سُوقُكُمْ فَلَا يَنْتَقِصَنَّ وَلَا يُضْرَبَنَّ عَلَيْهِ خَرَجٌ

حضرت ابواسیدؓ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ”نبیط“ کے بازار تشریف لے گئے آپ ﷺ نے ان لوگوں کو دیکھا تو ارشاد فرمایا: یہ تمہارا بازار نہیں ہے پھر آپ ﷺ ایک اور بازار تشریف لے گئے آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ”یہ تمہارا بازار نہیں ہے۔“ پھر آپ ﷺ واپس اس بازار تشریف لائے وہاں آپ ﷺ نے چکر لگایا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”یہ تمہارا بازار ہے جس میں کوئی کی نہیں ہوگی اور اس پر کوئی ٹیکس عائد نہیں کیا جائے گا۔“

2234- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُسْتَمِرِّ الْعُرُوفِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عِيْسُ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا عَوْنُ الْعَقِيلِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ غَدَا إِلَى صَلَوةِ الصُّبْحِ غَدَاً بِرَأْيَةِ الْإِيمَانِ وَمَنْ غَدَا إِلَى السُّوقِ غَدَاً بِرَأْيَةِ إِبْلِيسَ

حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص صبح کے وقت صبح کی نماز کے لیے جاتا ہے وہ ایمان کا جھنڈا لے کر جاتا ہے اور جو شخص صبح بازار کی طرف جاتا ہے وہ شیطان کا جھنڈا لے کر جاتا ہے۔

2235- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعَاذٍ الْخَرِيزِيُّ قَتَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ مَوْلَى آلِ الزُّبَيْرِ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَنْ قَالَ حِينَ يَدْخُلُ السُّوقَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ وَمَعَ عَنْهُ أَلْفَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ وَبَنَى لَهُ بَيْتًا

2233: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2234: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2235: اخراج الترمذی فی ”الجامع“ رقم الحدیث: 3428 و رقم الحدیث: 3429 اخراج ابن ماجہ فی ”السنن“ رقم الحدیث: 3882

فی الجنۃ۔

﴿﴾ سالم بن عبد اللہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص بازار میں داخل ہوتے وقت یہ پڑھ لے۔

”اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے حمد اسی کے لیے مخصوص ہے وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے اور وہ زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی تمام بھلائیاں اسی کے دست قدرت میں ہیں اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔“
تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کی دس لاکھ برائیاں مٹا دیتا ہے اور اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔

باب: مَا يُرْجَى مِنَ الْبَرَكَةِ فِي الْبُكُورِ

یہ باب ہے کہ صبح کے کاموں میں جس برکت کی امید کی جاسکتی ہے

2236- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ حَدِيدٍ عَنْ صَخْرِ الْغَامِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا قَالَ وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ قَالَ وَكَانَ صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًا فَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ فَأَثَرِي وَكَثُرَ مَالُهُ ﴿﴾ حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اے اللہ! میری امت کے صبح کے کاموں میں ان کے لیے برکت رکھ دے۔“

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب کوئی مہم یا لشکر روانہ کرنا ہوتا تھا تو آپ ﷺ انہیں دن کے ابتدائی حصے میں روانہ کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ خود ایک تاجر تھے وہ اپنی تجارت کا سامان دن کے ابتدائی حصے میں بھجوا دیا کرتے تھے جس کا فائدہ انہیں یہ ہوا کہ ان کا مال بہت زیادہ ہو گیا۔

2237- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُونٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا يَوْمَ الْخَمِيسِ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

2236: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2606 أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 1212

2237: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

”اے اللہ! میری امت کے جمعرات کے دن کے صبح کے کاموں میں ان کے لیے برکت رکھ دے۔“

2238- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ جَعْفَرٍ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الْجَدْعَانِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا

﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”اے اللہ! میری امت کے صبح کے کاموں میں ان کے لیے برکت رکھ دے۔“

بَابُ بَيْعِ الْمَصْرَاةِ

یہ باب مصراۃ کا سودا کرنے کے بیان میں ہے

2239- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ عَنْ

مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ابْتَاعَ مَصْرَاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ رَدَّهَا رَدًّا مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ لَا سَمْرَاءَ بَغْنَى الْيَحْطَةِ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص مصراۃ کو خرید لے اسے تین دن تک اختیار

ہوگا اگر وہ چاہے تو اسے واپس کر دے اور اس کے ساتھ کھجور کا ایک صاع واپس کرے گندم کا صاع نہ کرے۔

2240- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ

سَعِيدٍ الْحَنْفِيُّ حَدَّثَنَا جَمِيعُ بْنُ عُمَرَ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ بَاعَ مُحَقْلَةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ رَدَّهَا رَدًّا مَعَهَا مِثْلُي لَيْسَ لَهَا قَمَحًا

﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اے لوگو! جو شخص کوئی ایسا جانور خریدے جس کے تھنوں میں دودھ روک دیا گیا ہو (تا کہ یہ ظاہر ہو کہ یہ جانور زیادہ

دودھ دینے والا ہے اور درحقیقت دھوکہ کیا گیا ہو) تو ایسے شخص کو تین دن تک اختیار ہوگا اگر اسے واپس کرنا چاہے تو

اس کے ساتھ اس کی مانند دودھ واپس کرے گا (جو اس دوران اس نے دودھ لیا تھا)

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اس کے دودھ (کی قیمت جتنی) گندم واپس کرے گا۔“

2241- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْمُسْعُودِيُّ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي الصُّحَيْ

2238: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2239: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2240: اخرجا ابوداؤدی "السنن" رقم الحدیث: 3446

2241: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

مُسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى الصَّادِقِ الْمَصْدُوقِ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ حَدَّثَنَا قَالَ بَيْعُ الْمُحَقَّلَاتِ حِلَالَةٌ وَلَا يَحِلُّ الْعِلَابَةُ لِلْمُسْلِمِ

• • • حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت صادق و مصدوق ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کے بارے میں گواہی دے کر یہ بات بیان کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمیں یہ بتایا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ ”محفلہ کا سودا کرنا دھوکہ ہوتا ہے اور کسی مسلمان کے لیے دھوکہ دینا جائز نہیں ہے۔“

بَابُ: الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ

یہ باب ہے کہ خراج ضمان کے حساب سے ہوگا

2242- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ مَخْلَدِ بْنِ خُفَّافٍ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَحْصَةَ الْغِفَارِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ خَرَاجَ الْعَبْدِ بِضَمَانِهِ

• • • سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا تھا غلام کا خراج اس کے ضمان کے حساب سے ہوگا۔

شرح

حضرت مخلد بن خفاف کہتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا جس کی کمائی میں وصول کرتا رہا پھر مجھے اس کے ایک ایسے عیب کا علم ہوا جو اس میں خریداری سے پہلے کا تھا اور بیچنے والے نے مجھے اس سے مطلع نہیں کیا تھا چنانچہ اس غلام کے معاملہ کو میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز (خلیفہ وقت) کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے مجھے یہ فیصلہ سنایا کہ غلام کو واپس کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی اس کی کمائی بھی واپس کر دی جائے پھر میں حضرت عروہ بن زبیر کی خدمت میں حاضر ہوا جو ایک جلیل القدر تابعی اور فقہاء میں سے تھے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے فیصلہ سے انہیں آگاہ کیا حضرت عروہ نے فرمایا کہ میں شام کے وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں جاؤں گا اور ان کو بتاؤں گا کہ حضرت عائشہ نے مجھ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کے ایک معاملہ میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ منعت ضمان یعنی تاوان کے ساتھ ہے۔

چنانچہ حضرت عروہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے مطلع کیا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ ارشاد گرامی سننے کے بعد پھر مجھے یہ حکم دیا کہ میں غلام کی کمائی اس شخص سے لے لوں جسے دینے کے لئے مجھے پہلے حکم دیا گیا تھا۔ (شرح السنن، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث: 104)

2242: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3508 ورقم الحديث: 3509 أخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 1205 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم

منفعت ضمان یعنی تاوان کے ساتھ ہے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اگر وہ غلام خریدنے والے کے پاس مرجاتا یا اس میں کوئی نقص پیدا ہو جاتا تو ظاہر ہے کہ اس خریدار کا نقصان ہوتا بیچنے والے کا کچھ نہ جاتا اسی طرح غلام سے کوئی منفعت حاصل ہوگی تو اس کا حقدار خریدار ہی ہوگا بیچنے والے کا اس پر کوئی حق نہیں ہوگا۔

2243- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الزُّنَجِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا اشْتَرَى عَبْدًا فَأَسْتَفَلَهُ ثُمَّ وَجَدَ بِهِ عَيْبًا فَرَدَّهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ قَدْ اسْتَفَلَ غَلَامِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَرَجُ بِالضَّمَانِ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک شخص نے غلام خریدادہ اس سے کمائی کروا تا رہا پھر اسے اس میں عیب ملا اس نے وہ غلام واپس کر دیا دوسرے شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس نے میرے غلام سے کمائی بھی کروائی ہے (تو وہ بھی مجھے واپس دلوائیں)

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خراج، ضمان کے حساب سے ہوتا ہے۔

پیداواری کا نفع ذمہ داری کی وجہ سے ملتا ہے

پیداواری کا نفع ذمہ داری کی وجہ سے ملتا ہے۔ (۱۱ شاہ)

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حدیث ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک آدمی نے غلام خریدا (جو مدت تک اس کے پاس رہا) پھر اس نے اس میں کوئی عیب دیکھا اور وہ لوٹانے لگا فروخت کرنے والے نے یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کیا۔ تو آپ نے اس غلام کو لوٹا دیا۔ پس اس شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے میرے غلام کو استعمال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: پیداواری کا نفع ذمہ داری کی وجہ سے ملتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۶۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

خراج کی تعریف کا بیان

ہر وہ چیز جو کسی چیز سے خارج ہو وہ خراج کہلاتی ہے یعنی درخت کا خراج اس کا پھل ہے۔ (۱۱ شاہ)

بجز زمین کو آباد کرنے والے کے لئے حکم

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم فرماتے ہیں۔ جس نے بجز زمین کو قابل کاشت کیا وہ اسی کی ہے۔ یہ حدیث حسن، صحیح ہے۔ (جامع الترمذی ج ۱ ص ۶۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اگرچہ فقہاء کرام کا اختلاف ہے لیکن اس حدیث کا یہ تقاضہ تو متفق ہے کہ زمین کو آباد کرنے والے نے چونکہ محنت کی ہے لہذا اسے اسکی محنت کا معاوضہ ملنا چاہیے۔ اسی لئے اس قاعدہ کے تحت اس کے لئے آباد کرنے والی زمین سے ضرور نفع ہوگا۔

عالمین زکوٰۃ کی تنخواہیں

وہ لوگ جن کو خلیفہ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کیا ہے مال زکوٰۃ سے ان لوگوں کو تنخواہیں دینا جائز ہے کیونکہ وہ محنت و مشقت کی وجہ سے پیداوار کو لائے یا اس میں اضافہ کیا ہے اور اسی طرح کنز الدقائق میں ہے۔ کہ امام وقت زکوٰۃ کے مال سے عامل کو دے گا اگرچہ وہ غنی ہو کیونکہ جو کچھ وہ وصول کرے گا وہ زکوٰۃ نہیں ہوگی بلکہ اسکی محنت و عمل کا معاوضہ ہوگا۔

پیشہ وارانہ محنت اور تنخواہیں

تمام دنیائے انسانیت کے انسانوں کی محنت کا معاوضہ اسی قاعدہ کے تحت ثابت ہے حکومتی و غیر حکومتی ادارے ہوں یا پرائیویٹ ادارے اور اسی طرح ایک مزدور سے لے کر ایک بادشاہ تک سب کے لئے یہی اصول مسلمہ قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرے اور عرف کے مطابق وہ اس کا معاوضہ وصول کرے۔ کیونکہ اس کی محنت اسکا تقاضہ کرتی ہے۔ (ماخوذ من الاشباہ)

انتباہ

فخر الاسلام اصول میں فرماتے ہیں یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے اس لئے اسے بالعمی نقل کرنا جائز ہی نہیں۔

باب: عہدۃ الرقیق

یہ باب غلام کو واپس کرنے کے اختیار میں ہے

2244- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ شَاءَ اللَّهِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدَةُ الرَّقِيقِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ ﴿﴾ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”غلام کو واپس کرنے کا اختیار تین دن تک ہوتا ہے۔“

خرید کردہ غلام پر قبضہ کر لینے کے بعد عیب پر مطلع ہونے کا بیان

جب کسی شخص نے غلام خریدا اور پھر اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد اس نے کسی عیب کا دعویٰ کر دیا ہے تو مشتری کو قیمت ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا حتیٰ کہ بائع قسم اٹھائے یا مشتری کوئی گواہی کو پیش کر دے۔ کیونکہ مشتری نے جب عیب کا دعویٰ کر کے اپنا معین حق کا انکار کیا ہے تو وہ قیمت کی ادائیگی کے وجوب کا انکار کرنے والا ہے۔ اور ثمن کی ادائیگی کا وجوب اسی سبب سے پہلے ہوتا ہے کہ بیع معین کے تقابل میں بائع کا حق متعلق ہو جائے۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب قاضی کو ثمن کی ادائیگی کا فیصلہ کر دیا ہے تو ممکن عیب ظاہر ہونے کے سبب وہ ٹوٹ جائے۔ لہذا اپنے

فیصلے کو حفاظت کے سبب قاضی قیمت دینے والا فیصلہ نہیں کرے گا۔ اور جب مشتری نے اس طرح کہا کہ میرے گواہ شام کے ملک میں ہیں تو اب بائع سے قسم لی جائے گی اور مشتری شمن ادا کرے گا اور یہ بائع کی قسم اٹھانے کے بعد ہوگا۔ اور مشتری کے گواہوں کی حاضری کا انتظار نہ کیا جائے گا کیونکہ ان کے انتظار میں بائع کا نقصان ہے جبکہ شمن ادا کرنے میں مشتری کا کوئی زیادہ نقصان نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنی دلیل پر باقی ہے ہاں البتہ جب بائع نے انکار کیا ہے تو وہ عیب کو لازم کرے کیونکہ عیب کے ثبوت میں انکار حجت ہے۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

غلام خریدنے کے بعد عیب ظاہر ہونے میں فقہی تصریحات

حضرت سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے ایک غلام بیچا آٹھ سو درہم کو اور مشتری سے شرط کر لی کہ عیب کی جواب دہی سے میں بری ہوا بعد اس کے مشتری نے کہا غلام کو ایک بیماری ہے تم نے مجھ سے اس کا بیان نہیں کیا تھا پھر دونوں میں جھگڑا ہوا اور گئے عثمان بن عفان کے پاس مشتری بولا کہ انہوں نے ایک غلام میرے ہاتھ بیچا اور اس کو ایک بیماری تھی انہوں نے بیان نہیں کیا عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ میں نے شرط کر لی تھی عیب کی جواب دہی میں نہ کروں گا حضرت عثمان نے حکم کیا کہ عبد اللہ بن عمر حلف کریں میں نے یہ غلام بیچا اور میرے علم میں اس کو کوئی بیماری نہ تھی عبد اللہ نے قسم کھالے سے انکار کیا تو وہ غلام پھر آیا عبد اللہ پاس اور اس بیماری سے اچھا ہو گیا پھر عبد اللہ نے اس کو ایک ہزار پانچ سو درہم کا بیچا۔ (موطا امام مالک: جلد اول، رقم الحدیث 1195)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ جو شخص خریدے ایک لونڈی کو پھر وہ حاملہ ہو جائے خریدار سے یا غلام خرید لے پھر اس کو آزاد کر دے یا کوئی اور امر ایسا کرے جس کے سبب سے اس غلام یا لونڈی کا پھیرنا نہ ہو سکے بعد اس کے گواہ گواہی دیں کہ اس غلام یا لونڈی میں بائع کے پاس سے کوئی عیب تھا یا بائع خود اقرار کر لے کہ میرے پاس یہ عیب تھا یا اور کسی صورت سے معلوم ہو جائے کہ عیب بائع کے پاس ہی تھا تو اس غلام اور لونڈی کی خرید کے روز کے عیب سمیت قیمت لگا کر بے عیب لگی بھی قیمت لگا دیں دونوں قیمتوں میں جس قدر فرق ہو اس قدر مشتری بائع سے پھیر لے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک غلام خرید پھر اس میں ایسا عیب پایا جس کی وجہ سے وہ غلام بائع کو بھیر سکتا ہے مگر مشتری کے پاس جب وہ غلام آیا اس میں دوسرا عیب ہو گیا مثلاً اس کا کوئی عضو کٹ گیا یا کاننا ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اس غلام کو رکھ لے اور بائع سے عیب کا نقصان لے لے چاہے غلام کو واپس کر دے اور عیب کا تاوان دے اگر وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا تو عیب سمیت قیمت لگا دیں گے خرید کے روز کی مثلاً جس دن خرید تھا اس روز عیب سمیت اس غلام کی قیمت اسی دینا تھی اور بے عیب سودینا تو مشتری میں دینا بائع سے مجرا لے گا مگر قیمت اس کی لگائی جائے گی جس دن خرید تھا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے کہ اگر ایک شخص نے لونڈی خریدی پھر عیب کی وجہ سے اسے واپس کر دیا مگر اس سے جماع کر چکا تھا تو اگر وہ لونڈی باکرہ تھی تو جس قدر اس کی قیمت میں نقصان ہو گیا مشتری کو دینا ہوگا اور اگر شیبہ تھی تو مشتری کو کچھ دینا نہ ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص غلام یا لونڈی یا اور کوئی جانور بیچے

یہ شرط لگا کر کہ اگر کوئی عیب نکلے گا تو میں بری ہوں یا بائع عیب کی جواب دہی سے بری ہو جائے گا مگر جب جان بوجھ کر کوئی عیب اس میں ہو اور وہ اس کو چھپائے اگر ایسا کرے گا تو یہ شرط مفید نہ ہوگی اور وہ چیز بائع کو واپس کی جائے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک لونڈی کو دو لونڈیوں کے بدلے میں بیچا پھر ان دو لونڈیوں میں سے ایک لونڈی میں کچھ عیب نکلا، جس کی وجہ سے وہ پھر سکتی ہے تو پہلے اس لونڈی کی قیمت لگائی جائے گی جس کے بدلے میں یہ دونوں لونڈیاں آئی ہیں پھر ان دونوں لونڈیوں کی بے عیب سمجھ کر قیمت لگا دیں گے پھر اس لونڈی کے زر ثمن کو ان دونوں لونڈیوں کی قیمت پر تقسیم کریں گے ہر ایک کا حصہ جدا ہوگا بے عیب لونڈی کا اس کے موافق اور عیب دار کا اس کے موافق پھر عیب دار لونڈی اس حصہ ثمن کے بدلے میں واپس کی جائے گی قلیل ہو یا کثیر مگر قیمت دو لونڈیوں کی اسی روز کی لگائی جائے گی جس دن وہ لونڈیاں مشتری کے قبضے میں آئی ہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اس سے مزدوری کرائی اور مزدوری کے دام حاصل کیے قلیل ہوں یا کثیر بعد اس کے اس غلام میں عیب نکلا جس کی وجہ سے وہ غلام پھیر سکتا ہے تو وہ اس غلام کو پھیر دے اور مزدوری کے پیسے رکھ لے اس کا واپس کرنا ضروری نہیں ہمارے نزدیک جماعت علماء کا یہی مذہب ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اس کے ہاتھ سے ایک گھر بنوایا جس کی بنوائی اس کی قیمت سے دو چند سہ چند ہے پھر عیب کی وجہ سے اسے واپس کر دیا تو غلام واپس ہو جائے گا اور بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مشتری سے گھر بنوانے کی مزدوری لے اسی طرح سے غلام کی کمائی بھی مشتری کی رہے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے کئی غلام ایک ہی دفعہ (یعنی ایک ہی عقد میں) خریدے اب ان میں سے ایک غلام چوری کا نکلا یا اس میں کچھ عیب نکلا تو اگر وہی غلام سب غلاموں میں عمدہ اور ممتاز ہوگا اور اسی کی وجہ سے باقی غلام خریدے گئے ہوں تو ساری بیع فسخ ہو جائے گی اور سب غلام پھر واپس دیئے جائیں گے۔ اگر ایسا نہ ہو تو صرف اس غلام کو پھیر دے گا اور زر ثمن میں سے بقدر اس کی قیمت کے حصہ لگا کر بائع سے واپس لے گا۔

نفع مشتری کے بعد ظہور عیب کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ ہر چیز کا نفع اسی کے لیے ہے جو اس کا ضامن ہے۔ یہ حدیث ہشام بن عروہ کی روایت سے صحیح غریب ہے۔ امام بخاری نے عمر بن علی کی روایت سے اسے غریب کہا ہے یہ حدیث مسلم بن خالد زنجی بھی ہشام بن عروہ سے روایت کرتے ہیں جریر نے بھی اس حدیث کو ہشام سے روایت کیا۔ کہا گیا ہے کہ جریر کی روایت میں تدلیس ہے اس لیے کہ جریر نے ہشام سے یہ حدیث نہیں سنی۔ اس حدیث کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام خریدا اور اس سے نفع اٹھایا بعد میں پتہ چلا کہ اس میں کوئی عیب ہے تو اسے واپس کر دیا اس صورت میں اس نے جو کچھ غلام کے ذریعے کمایا وہ اسی کا ہوگا کیونکہ اگر وہ غلام ہلاک ہو جاتا تو خسارہ خریدنے والے ہی کا تھا۔ اس قسم کے دوسرے مسائل کا یہی حکم ہے کہ نفع اسی کا ہوگا جو ضامن ہوگا۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1308)

2245- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عُهْدَةَ بَعْدَ أَرْبَعٍ

﴿﴾ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”چار دن کے بعد غلام واپس کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔“

مشتري کے پاس غلام کے فوت ہو جانے کے بعد عیب کا بیان

جب کسی شخص نے کوئی غلام خرید کر اسے آزاد کر دیا یا وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا تو وہ رجوع بہ نقصان العیب کرے گا البتہ موت تو اس وجہ سے کہ ملکیت تام ہو جاتی ہے اور امتناع رد غیر اختیاری ہوتا ہے مشتری کے فعل سے نہیں ہوتا اور جہاں تک اعتاق کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ مشتری رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ امتناع رد مشتری کے فعل سے ہوتا ہے لہذا یہ قتل کے مشابہ ہو گیا اور استحسان میں رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ حق میں بھی ملکیت تام ہو جاتی ہے کیونکہ اصل خلقت میں آدمی محل ملک نہیں ہے اور غلام صرف ایک محدود وقت یعنی اعتاق تک ملکیت ثابت ہوتی ہے لہذا اعتاق کمال ملک بن کر موت کے مشابہ ہو گیا اور یہ حکم اس لئے ہے کہ شئیء اپنی اختیاء کو پہنچ کر ثابت ہو جاتی ہے لہذا ایسا فرض کر لیا گیا کہ گویا ملکیت باقی ہے اور واپسی ناممکن ہے اور مدد بر بنانا اور ام ولد بنانا اعتاق کے درجے میں کیونکہ بقائے محل کیساتھ انتقال ملک دشوار ہونا امر غیر اختیاری کی وجہ سے ہے اور اگر مشتری نے مال کے عوض غلام کو آزاد کیا تو وہ رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے بیع کا بدل روک لیا ہے اور بدل کا روکنا مبدل کو روکنے کی طرح ہے حضرت امام اعظم سے منقول ہے کہ اس صورت میں بھی مشتری رجوع کر سکتا کیونکہ اعتاق ملکیت کو منتہی کرنا ہے ہر چند کہ عوض کیساتھ ہو۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

بعد از موت رجوع بہ نقصان میں فقہی مذاہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کوئی غلام خرید کر اسے آزاد کر دیا یا وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا تو وہ رجوع بہ نقصان العیب کرے گا۔ حضرت امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہی ہے۔ جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مشتری کا جس ایسے ہے گویا اس نے بدل کا جس کا جس کا جس کا جس کا جس کا جس کا جس کا جس کی طرح ہوتا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

خیار عیب کی صورت میں مشتری بیع کا مالک ہو جاتا ہے مگر ملک لازم نہیں ہوتی اور اس میں وراثت بھی جاری ہوتی ہے یعنی اگر مشتری کو عیب کا علم نہ ہوا اور مر گیا اور وارث کو عیب پر اطلاع ہوئی تو اسے عیب کی وجہ سے فتح کا حق حاصل ہوگا۔ خیار عیب کے لیے کسی وقت کی تحدید نہیں جب تک موانع رد نہ پائے جائیں یہ حق باقی رہتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع، بیروت)

باب: مَنْ بَاعَ عَيْبًا فَلْيَبِينْهُ

یہ باب ہے کہ جو شخص کوئی عیب دار چیز فروخت کرے اسے اس عیب کو بیان کر دینا چاہئے

2246- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ يُحَدِّثُ عَنْ

يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شُمَّاسَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ أَخِيهِ بَيْعًا فِيهِ عَيْبٌ إِلَّا بَيَّنَّهُ لَهُ

﴿﴾ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بھائی کو کوئی

ایسی چیز فروخت کرے جس میں عیب پایا جاتا ہو البتہ اگر وہ عیب اس کے سامنے بیان کر دیتا ہے“ (تو حکم مختلف ہو

گا)۔

2247- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابُ بْنُ الصَّخَّاءِ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ مَكْحُولٍ

وَسُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يَبِينْهُ لَمْ يَزَلْ فِي مَقْتِ اللَّهِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَلْعَنُهُ

﴿﴾ حضرت وائلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جو شخص کسی عیب دار چیز کو فروخت کرے اور اس کے عیب کو بیان نہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی حالت میں رہتا

ہے اور فرشتے مسلسل اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں“۔

باب: النَّهْيُ عَنِ التَّفْرِيقِ بَيْنَ السَّبْيِ

یہ باب قیدیوں کے درمیان جدائی ڈالنے کی ممانعت میں ہے

2248- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَابِرٍ عَنِ الْقَاسِمِ

بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِالسَّبْيِ أَعْطَى أَهْلَ الْبَيْتِ جَمِيعًا كَرَاهِيَةً أَنْ يُفْرَقَ بَيْنَهُمْ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جب قیدی لائے جاتے تو

آپ ﷺ ایک خاندان اکٹھا ہی کسی کو دیدیتے آپ ﷺ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کے درمیان جدائی پیدا کریں۔

2246: أخرجه مسلم في "المصحيح" رقم الحديث: 3449

2247: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2248: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2249- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَفَّانُ عَنْ حَمَّادِ ابْنِ أَبِي الْحَكَمِ عَنْ مَبْمُونِ بْنِ أَبِي شَيْبٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ رَهَبَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامَيْنِ أَخَوَيْنِ فَبَعَثَ أَحَدَهُمَا فَقَالَ مَا فَعَلَ الْغُلَامَانِ قُلْتُ بَعَثَ أَحَدَهُمَا قَالَ رُدَّةً

﴿﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے مجھے دو غلام بہہ کیے جو دونوں بھائی تھے میں نے ان دونوں میں سے ایک کو فروخت کر دیا ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: ان دونوں غلاموں کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی: میں نے ان دونوں میں سے ایک کو فروخت کر دیا ہے۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے واپس حاصل کرو۔

2250- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ هَيَّاجٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى ابْنُ أَبِي إِسْرَاهِيمَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَمْرَانَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَوَلَدِهَا وَبَيْنَ الْأَخِ وَبَيْنَ أَخِيهِ

﴿﴾ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو ماں اور اس کی اولاد کے درمیان یا بھائیوں کے درمیان علیحدگی پیدا کرتا ہے۔

ام ولد اور اولاد کے درمیان علیحدگی کی ممانعت کا بیان

غلام خاندانوں کو یہ حق بھی دے دیا گیا کہ ان کی کسی قسم کی منتقلی کی صورت میں ان کے خاندان کو الگ نہ کیا جائے گا۔

• حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ عُمَرَ الشَّيْبَانِيِّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي حَبِيبٌ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَبَلِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَوَلَدِهَا فَفَرَّقَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحَبِّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . قَالَ أَبُو عِيسَى وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ . وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ كَرَهُوا التَّفْرِيقَ بَيْنَ السَّبْيِ بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَوَلَدِهَا وَبَيْنَ الْوَالِدِ وَبَيْنَ الْأَخَوَةِ . (ترمذی، کتاب الجہاد، حدیث 1564)

حضرت سیدنا ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "جس نے ماں اور اس کے بچے کو الگ کیا، اللہ قیامت کے دن اس کو اس کے پیاروں سے الگ کر دے گا۔"

ترمذی کہتے ہیں، "یہ حدیث حسن غریب درجے کی ہے اور اس کی روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی کی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء صحابہ اور دیگر اہل علم کا عمل بھی یہی ہے۔ وہ اس بات کو سخت ناپسند کرتے تھے کہ غلاموں میں ماں اور بچے، باپ اور بچے اور بہن بھائیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔"

2249: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1244

2250: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ جَابِرٍ ، عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى بِالسَّبْيِ أَعْطَى أَهْلَ الْبَيْتِ أَهْلَ الْبَيْتِ جَمِيعًا كَرَاهِيَةً أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَهُمْ. (ابن ابی شیبہ: حدیث (23255))

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی جنگی قیدیوں کی خدمات کو تقسیم کرتے تو ان کے ایک پورے گھرانے کو ایک گھر کی خدمت کے لئے دیا کرتے۔ آپ اسے سخت ناپسند فرماتے کہ ایک ہی گھر کے افراد میں علیحدگی کروائی جائے۔

حَدَّثَنَا حَفْصٌ ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنِ الْحَكَمِ ، عَنْ عَلِيٍّ ، قَالَ : بَعَثَ مَعِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغُلَامَيْنِ سَبْيَيْنِ مَمْلُوكَيْنِ أَبِيئَهُمَا ، فَلَمَّا أَتَيْتُهُ ، قَالَ : جَمَعْتَ أَوْ فَرَّقْتَ ؟ قُلْتُ : فَرَّقْتُ ، قَالَ : فَأَذْرِكَ أَذْرِكَ. (ابن ابی شیبہ: حدیث (23256))

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جنگی قیدی غلاموں کو میرے ساتھ بھیجا کہ ان کی خدمات کو فروخت کر دیا جائے۔ جب میں واپس آیا تو آپ نے پوچھا، "انہیں اکٹھا رکھا ہے یا الگ الگ؟" میں نے عرض کیا، "الگ الگ۔" آپ نے فرمایا، "تمہیں اس بات کا علم ہونا چاہیے تھا (کہ انہیں الگ کرنا جائز نہیں ہے)۔"

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ ، عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ ابْنَةِ حُسَيْنٍ ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ قَدِيمَ بَغْسِي مِنْ أَهْلِةٍ ، فَاحْتَاجَ إِلَى ظَهْرٍ فَبَاعَ بَعْضُهُمْ ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى امْرَأَةً مِنْهُمْ تَبْكِي ، قَالَ : مَا شَأْنُ هَذِهِ ؟ فَأَجَبَتْ أَنْ زَيْدًا بَاعَ وَلَدَهَا ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ارْذُدْهُ أَوْ اشْتَرِهِ. (ابن ابی شیبہ: حدیث (23257))

حضرت فاطمہ بنت حسین بیان کرتی ہیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایلہ سے واپس آئے۔ انہوں نے کچھ غلاموں کی خدمات کو فروخت کر دیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ نے ایک خاتون کو روتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے پوچھا، "انہیں کیا ہوا؟" آپ کو بتایا گیا کہ زید نے ان کے بیٹے کی خدمات کو فروخت کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (خدمات خریدنے والوں سے) فرمایا، "یا تو ان کے بیٹے کو واپس کرو یا پھر ماں کی خدمات کو بھی خرید لو۔"

حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ فُرُوحٍ ، قَالَ : كَتَبَ عُمَرُ : أَنْ لَا تُفَرَّقُوا بَيْنَ الْأَخَوَيْنِ. (ابن ابی شیبہ: حدیث (23258))

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قانون بنایا، "(خدمات کی منتقلی کے وقت) دو بھائیوں میں علیحدگی نہ کروائی جائے۔"

حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ ، عَنْ عَمْرِو ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ فُرُوحٍ - وَرَبَّمَا قَالَ : عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ عُمَرَ ، قَالَ : لَا تُفَرَّقُوا بَيْنَ الْأُمِّ وَوَلَدِهَا. (ابن ابی شیبہ: حدیث (23259))

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قانون بنایا، "(خدمات کی منتقلی کے وقت) ماں اور اس کی اولاد میں علیحدگی نہ کروائی

جائے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَانَ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، قَالَ: قَالَ عِقَالُ - أَوْ حَكِيمُ بْنُ عِقَالٍ - قَالَ: كَتَبَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى عِقَالٍ: أَنْ يَشْتَرِيَ مِنْهُ أَهْلَ بَيْتِ يَرْفَعُهُمْ إِلَى الْمَدِينَةِ، وَلَا تَشْتَرِيَ لِي شَيْئًا تَفَرِّقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ وَالِدَيْهِ. (ابن ابی عمیر: حدیث 23261)

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عقال کو لکھا، "ایک ہی خاندان کے سوا افراد کی خدمات کو خرید کر انہیں مدینہ روانہ کر دو۔ خدمات کی خریداری اس طرح سے مت کرنا جس کے نتیجے میں اولاد اور والدین میں علیحدگی ہو جائے۔" ان احادیث کو درج ذیل حدیث کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو صورت اور واضح ہو جاتی ہے۔

حدَّثَنَا أَبُو كَرِيبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكْرِيَّا بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ضَيْفَى عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ. قَالَ أَبُو عِيسَى وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِي سَعِيدٍ وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو مَعْبُدٍ اسْمُهُ نَافِلٌ. (ترمذی، کتاب الادب، حدیث 2614)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو فرمایا، "مظلوم کی بددعا سے بچنا۔ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔" ترمذی نے اس حدیث کو انس، ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عمر اور ابو سعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس معاملے میں مسلمانوں کے اہل علم میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کسی بھی حالت میں غلاموں کے خاندان کو تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ خطابی لکھتے ہیں:

و لا يختلف مذاهب العلماء في كراهة التفريق بين الجارية و ولدها الصغير سواء كانت مسبية من بلاد الكفر او كان الولد من زنا او كان زوجها اهلها في الاسلام فجاءت بولد . و لا اعلمهم يختلفون في ان التفريق بينهما في العتق جائز و ذلك ان العتق لا يمنع من الحضانة كما يمنع منها البيع . (خطابی، معالم السنن، کتاب الجہاد)

ایک لوٹڈی اور اس کے چھوٹے بچے کو علیحدہ کرنے کے بارے میں علماء کے نقطہ ہائے نظر میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ دشمن کے کسی ملک سے آئی ہو یا اس کا بچہ بدکاری کا نتیجہ ہو یا اس کے مالکوں نے اس کی شادی مسلمانوں میں کر دی ہو (ہر صورت میں اس کا بچہ اس کے پاس ہی رہے گا)۔ اس معاملے میں بھی مجھے کوئی اختلاف نہیں مل سکا کہ (ماں یا بچے میں سے کسی ایک کو) آزاد کر دینے کی صورت میں علیحدگی جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد کر دینے کی صورت میں تو ماں اپنے بچے کی پرورش کر سکتی ہے مگر خدمات کی منتقلی کی صورت میں نہیں۔

باب: شراء الرقيق

یہ باب غلام کو خریدنے کے بیان میں ہے

2251- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ لَيْثٍ صَاحِبُ الْكَرَائِسِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ قَالَ لِي الْعَدَاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هُوْدَةَ أَلَا نَقْرُنُكَ كِتَابًا كَتَبَهُ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ بَلَى فَأَخْرَجَ لِي كِتَابًا فَإِذَا فِيهِ هَذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هُوْدَةَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى مِنْهُ عَبْدًا أَوْ أَمَةً لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا خَبْثَةَ بَيْعَ الْمُسْلِمِ لِلْمُسْلِمِ

عبدالمجید بیان کرتے ہیں: حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہارے سامنے وہ خط پڑھ کر نہ سناؤں؟ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تحریر کروایا تھا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے جواب دیا: جی ہاں! تو انہوں نے میرے سامنے خط نکالا جس میں یہ تحریر تھا۔
 ”یہ (تحریر اس سودے کے بارے میں ہے) جو عداء بن خالد نے اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خریدا ہے اس نے ان سے ایک غلام (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) ایک کنیز خریدی ہے جس میں کوئی بیماری نہیں ہے کوئی عیب نہیں ہے اور نہ اس کے اندر کوئی بری عادت ہے یہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ سودا ہے۔“

2252- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعْيَدٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَرَى أَحَدُكُمْ الْجَارِيَةَ فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَاتِ وَإِذَا اشْتَرَى أَحَدُكُمْ بَعِيرًا فَلْيَأْخُذْ بِذُرْوَةِ سَنَامِهِ وَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَاتِ وَلْيَقُلِ مِثْلَ ذَلِكَ

عمر و بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
 ”جب کوئی شخص کنیز خریدے تو یہ کہے اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس بھلائی پر تو نے اسے پیدا کیا ہے اس کا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اس کے شر اور جس شر پر تو نے اسے پیدا کیا ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“
 (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اس شخص کو برکت کی دعا کرنی چاہئے۔

اسی طرح جب کوئی شخص کوئی اونٹ خریدے تو اسے اس کی کوہان کے سرے سے پکڑے برکت کی دعا کرے اور اسی کی مانند کلمات کہے۔

باب: الصرف وما لا يجوز متفاضلا يدا بيد

یہ باب ہے کہ بیع صرف کا بیان کون سی چیزوں کا نقد لین دین کرتے ہوئے

اضافی ادائیگی جائز نہیں ہے؟

2253- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَهَشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ بْنِ الْحَدَّثَانِ النَّضْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًّا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًّا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًّا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًّا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ

﴿﴾ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”سونے کے عوض میں سونے کا لین دین سود ہوتا ہے البتہ اگر وہ دست بدست ہو (تو حکم مختلف ہے)۔ گندم کے عوض میں گندم کا لین دین سود ہوتا ہے البتہ اگر وہ دست بدست ہو (تو حکم مختلف ہے)۔ جو کے عوض میں جو کا لین دین سود ہے البتہ اگر وہ دست بدست ہو (تو حکم مختلف ہے)۔ کھجور کے عوض میں کھجور کا لین دین سود ہے البتہ اگر وہ دست بدست ہو (تو حکم مختلف ہے)۔

2254- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ خَدَّاشٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيْيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ أَنَّ مُسْلِمَ بْنَ يَسَارٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنُ عُيَيْدٍ حَدَّثَاهُ قَالَ جَمَعَ الْمَنْزِلُ بَيْنَ عِبَادَةِ بْنِ الصَّامِتِ وَمُعَاوِيَةَ أَمَّا فِي كَنِيْسَةٍ وَأَمَّا فِي بَيْعَةٍ فَحَدَّثَهُمْ عِبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَقَالَ قَالَ نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالْوَرِقِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ قَالَ أَحَدُهُمَا وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ وَلَمْ يَقُلْهُ الْآخَرُ وَأَمَرَنَا أَنْ نَبِيعَ الْبُرَّ بِالشَّعِيرِ وَالشَّعِيرَ بِالْبُرِّ يَدًا بِيَدٍ كَيْفَ شِئْنَا

﴿﴾ مسلم بن یسار اور عبد اللہ بن عبید نے یہ بات بیان کی ہے ایک مرتبہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہودیوں کی عبادت گاہ میں یا شاید عیسائیوں کے گرجے میں اکٹھے ہوئے تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو یہ حدیث سنائی انہوں نے بتایا: ”نبی اکرم ﷺ نے ہمیں چاندی کے عوض میں چاندی، سونے کے عوض میں سونے، گندم کے عوض میں گندم، جو کے عوض میں جو اور کھجوروں کے عوض میں کھجور کے لین دین سے منع کیا ہے۔“

دو راویوں میں سے ایک راوی نے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں۔

”نمک کے بدلے میں نمک کے لین دین سے بھی منع کیا ہے“ لیکن یہ الفاظ دوسرے راوی نے نقل نہیں کیے۔

2253: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2134، ورقم الحديث: 2178، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4035، أخرجه

ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3348، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1243، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 4572، أخرجه ابن ماجہ فی "السنن" رقم

رقم الحديث: 2258، ورقم الحديث: 2260

2254: أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 4574، ورقم الحديث: 4575، ورقم الحديث: 4578

(حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بتایا) نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ ہدایت کی ہے کہ ہم جو کے عوض میں گندم کو یا گندم کے عوض میں جو کو دست بدست لین دین کرتے ہوئے جیسے چاہیں فروخت کر سکتے ہیں۔

2255 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ غَزْوَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”چاندی کے عوض میں چاندی، سونے کے عوض میں سونا، جو کے عوض میں جو، گندم کے عوض میں گندم صرف برابر برابر لین دین کیا جاسکتا ہے۔“

2256 - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْزُقُنَا تَمْرًا مِنْ تَمْرِ الْجَمْعِ فَتُسَبَّلُ بِهِ تَمْرًا هُوَ أَطْيَبُ مِنْهُ وَنَزِيدُ فِي السَّعِيرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصْلُحُ صَاعُ تَمْرٍ بِصَاعَيْنِ وَلَا دِرْهَمٌ بِدِرْهَمَيْنِ وَالذَّرْهَمُ بِالذَّرْهَمِ وَالذِّينَارُ بِالذِّينَارِ لَا فَضْلَ بَيْنَهُمَا إِلَّا وَزْنًا

﴿﴾ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ ہمیں کھانے کے لیے ملی جلی کھجوریں دیا کرتے تھے (یعنی ان میں سے کچھ عمدہ ہوتی تھیں اور کچھ ہلکی قسم کی ہوتی تھیں) تو ہم وہ دے کر ایسی کھجوریں حاصل کر لیتے تھے جو ان سے زیادہ اچھی ہوتی تھیں اور ہم قیمت میں اضافہ کر دیتے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو صاع کے بدلے میں ایک صاع کھجوریں یا دو درہموں کے عوض میں ایک درہم کا لین دین کرنا درست نہیں ہے۔ درہم کے عوض میں دو درہم یا دینار کے عوض میں دو دینار کا لین دین کرتے ہوئے کوئی اضافی ادائیگی نہیں ہوگی صرف وزن کا خیال رکھا جائے گا۔

بیع صرف کی تعریف کا بیان

اور بیع صرف یہ ہے کہ ثمن کی بیع ثمن کے بدلہ ہو، مثلاً چاندی چاندی کے بدلہ، سونا سونے کے بدلے، یا روپے کا نوٹ اور سکہ اسی کے بدلہ، بیع صرف میں ضروری ہے کہ طرفین کی جانب سے ثمن اور بیع کی حوالگی مجلس میں ہی ہو جائے کسی کی طرف سے ادھار نہ ہو اور اگر طرفین سے ایک ہی جنس ہو تو مقدار برابر ہو۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع صرف کے ارکان وہی ہیں جو ہر بیع کے ہیں۔

(فتح القدیر، کتاب صرف، بیروت)

2255: أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 84 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4583

2256: أخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 2080 أخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 4061 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم الحديث: 4589 أخرجه

الحديث: 4570

بیع صرف کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عمرو بن دینار، ابوالمنہال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں صرف کی بیع کرتا تھا، میں نے زید بن ارقم سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور مجھ سے فضل بن یعقوب نے بواسطہ حجاج بن محمد، ابن جریج، عمرو بن دینار، اور عامر بن معصب نے بیان کیا کہ ان دونوں نے ابوالمنہال کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم سے صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے بتایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تجارت کیا کرتے تھے تو ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیع صرف کے متعلق پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہاتھوں ہاتھ ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر ادھار ہے تو بہتر نہیں۔ (صحیح بخاری جلد اول رقم الحدیث 1848)

حضرت ابونضر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیع صرف کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کیا ہاتھوں ہاتھ میں نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں میں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی میں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیع صرف کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کیا ہاتھوں ہاتھ؟ میں نے کہا ہاں انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا انہوں نے اسی طرح فرمایا ہے؟ ہم نے ان کی طرف لکھیں گے تو وہ تم کو ایسا فتویٰ نہ دیں گے اور کہا اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض جوان کھجور لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تعجب کیا اور فرمایا ہماری زمینوں کی کھجوریں تو ایسی نہیں ہیں اس نے کہا ہماری زمین کی کھجوروں یا ہمارے اس سال کی کھجوروں کو کچھ عیب آ گیا تھا میں نے یہ کھجوریں لیں اور اس کے عوض میں کچھ زیادہ کھجوریں دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے زیادہ دیا اور سود دیا اب ان کے قریب نہ جانا جب تجھے اپنی کھجوروں میں کچھ عیب معلوم ہو تو ان کو بیچ ڈال پھر کھجور میں سے جس کا تو ارادہ کرے خرید لے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: رقم الحدیث 1593)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر، حضرت ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سونا سونے کے بدلے اور چاندی، چاندی کے بدلے برابر بیچو نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور ان کی ادائیگی دست بدست کرو۔ یعنی دونوں فریق ایک ہی وقت میں ادائیگی کریں کوئی اس میں تاخیر نہ کرے۔

اس باب میں صدیق، عمر، عثمان، ابو ہریرہ، ہشام بن عامر، براء، زید بن ارقم، فضالہ بن عبید، ابوبکرہ، ابن عمر، ابودرداء، اور بلال سے بھی روایات منقول ہیں، حدیث ابوسعید حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اسی پر عمل ہے حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی میں کمی زیادتی جائز ہے بشرطیکہ دست بدست ہو وہ فرماتے ہیں کہ یہ بابت اس صورت میں ہے کہ یہ معاملہ قرض کی صورت میں ہو، حضرت ابن عباس کے بعض دوستوں سے بھی اسی طرح منقول ہے لیکن ابن عباس نے جب یہ حدیث ابوسعید خدری کی سنی تو اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ لہذا پہلا قول ہی صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان، ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد، اسحاق، کاہی قول ہے۔ عبد اللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ بیع صرف میں کوئی

اختلاف نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث ۱۲۵۵)

حضرت مالک بن انس حدیثان رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں یہ کہتا ہوں آیا کہ کون دراهم کی بیع صرف کرے گا طلحہ بن عبید اللہ ہفرت عمر بن خطاب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے اپنا سونا ہمیں دکھاؤ پھر ٹھہر کر آنا جب ہمارا خزانچی آئے گا تو ہم دراهم دیدیں گے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا ہرگز نہیں بخدا یا تم اس کو چاندی ابھی دو یا اس کا سونا اسے واپس کر دو اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندی سونے کے عوض فروخت کرنا سود ہے الا یہ کہ نقد در نقد ہو۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: رقم الحدیث ۴۱۸)

بیع صرف کے معنی و مفہوم کا بیان

صرف بیع یہ ہے کہ اس کے دونوں اعواض میں سے ہر ایک شے کی جنس میں سے ہو۔ اور اس کا نام صرف اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس کے دونوں طرح بدل میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف منتقل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ لغت میں منتقل کرنے اور پھیر دینے کو صرف کہا جاتا ہے۔ اور وہ اس سبب سے کہ اس میں محض زیادتی مقصود ہوا کرتی ہے اس لئے کہ اس کے عین سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ اور لغت میں زیادتی کو صرف کہتے ہیں اور امام ابو خلیل نخوی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور دلیل کے سبب نقلی عبادات کو بھی صرف کہا جاتا ہے۔ فرمایا اور جب کسی نے چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو سونے کے بدلے بیچا تو یہ جائز نہیں ہے ہاں البتہ جب برابر برابر ہو خواہ وہ عمدہ ہونے اور ذہلائی میں مختلف ہوں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے کے بدلے برابر برابر، وزن بہ وزن اور ہاتھ بہ ہاتھ فروخت کیا جائے اور زیادتی سود ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اموال اچھایا ردی ہونا برابر ہے۔ (بدایہ، کتاب بیع، لاہور)

شمن کے بدلے شمن میں برابری پر فقہی مذاہب

حضرت نافع سے روایت ہے کہ اور ابن عمر حضرت ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سونا سونے کے بدلے اور چاندی، چاندی کے بدلے برابر بیچو نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور ان کی ادائیگی دست بدست کرو۔ یعنی دونوں فریق ایک ہی وقت میں ادائیگی کریں کوئی اس میں تاخیر نہ کرے اس باب میں صدیق، عمر، عثمان، ابو ہریرہ، ہشام بن عامر، براء، زید بن ارقم، فضالہ بن عبید، ابو بکرہ، ابن عمر، ابو درداء، اور بلال سے بھی روایات منقول ہیں، حدیث ابوسعید حسن صحیح ہے۔

صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اسی پر عمل ہے حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی میں کی زیادتی جائز ہے بشرطیکہ دست بدست ہو وہ فرماتے ہیں کہ یہ ربا تو اس صورت میں ہے کہ یہ معاملہ قرض کی صورت میں ہو، حضرت ابن عباس کے بعض دوستوں سے بھی اسی طرح منقول ہے لیکن ابن عباس نے جب یہ حدیث ابوسعید خدری کی سنی تو اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ لہذا پہلا قول ہی صحیح ہے۔

اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان، ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد، اسحاق، کاہکی قول ہے۔ عبد اللہ بن مبارک سے منقول ہے

کہ بیع صرف میں کوئی اختلاف نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1250)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ چاندی کی چاندی سے یا سونے کی سونے سے بیع ہوئی یعنی دونوں طرف ایک ہی جنس ہے تو شرط یہ ہے کہ دونوں وزن میں برابر ہوں اور اسی مجلس میں دست بدست قبضہ ہو یعنی ہر ایک دوسرے کی چیز اپنے فعل سے قبضہ میں لائے اگر عاقدین نے ہاتھ سے قبضہ نہیں کیا بلکہ فرض کرو عقد کے بعد وہاں اپنی چیز رکھ دی اور اس کی چیز لے کر چلا آیا یہ کافی نہیں ہے اور اس طرح کرنے سے بیع ناجائز ہوگئی بلکہ سود ہوا اور دوسرے مواقع میں تخلیک قبضہ قرار پاتا ہے اور کافی ہوتا ہے وزن برابر ہونے کے یہ معنی کہ کانٹے یا ترازو کے دونوں پلڑے میں دونوں برابر ہوں اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ دونوں کا وزن کیا ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب بیع)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ برابری سے مراد یہ ہے کہ عاقدین کے علم میں دونوں چیزیں برابر ہوں یہ مطلب نہیں کہ حقیقت میں برابر ہونا چاہیے اُن کو برابر ہونا معلوم ہو یا نہ ہو لہذا اگر دونوں جانب کی چیزیں برابر تھیں مگر اُن کے علم میں یہ بات نہ تھی بیع ناجائز ہے ہاں اگر اسی مجلس میں دونوں پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ برابر ہیں تو جائز ہو جائے گی۔

(فتح القدیر شرح الہدایہ، کتاب صرف)

ہم جنس اشیاء کا باہمی لین کرنے کا بیان

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خیبر کے سال ایک بار بارہ دینار میں خریدا جو سونے کا تھا اور اس میں تھکینے جڑے ہوئے تھے پھر جب میں نے انہیں الگ الگ کیا (یعنی تھکینوں کو سونے سے نکال ڈالا) تو وہ سونا بارہ دینار سے زائد قیمت کا نکلا میں نے اس کا ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہمارا اس وقت تک فروخت نہ کیا جائے تا وقتیکہ سونا اور تھکینہ الگ الگ نہ کر لئے جائیں (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 58)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر مالِ رباً میں سے دو ایسی ہم جنس چیزوں کا ایک دوسرے کے عوض لین دین کیا جائے کہ ان میں سے ایک طرف کی چیز میں کوئی اور غیر جنس کی چیز بھی شامل ہو تو یہ جائز نہیں ہے چنانچہ اگر کوئی شخص مثلاً سونے کا جڑاؤ زیور سونے کے عوض میں خریدا و فروخت کرے خواہ وہ اثرفیوں کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں تو ضروری ہے کہ پہلے اس زیور میں سے تھکینے وغیرہ الگ کر دئے جائیں اور پھر اس زیور کا خالص سونا دوسری طرف کے سونے کے برابر سراسر وزن کے ساتھ لیا دیا جائے یہی حکم چاندی کے بارے میں بھی ہے کہ اگر چاندی کا کوئی ایسا زیور وغیرہ کہ جس میں کوئی اور غیر جنس چیز مخلوط ہو چاندی ہی کے بدلے میں خواہ وہ روپے کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں خریدا و فروخت کیا جائے تو ضروری ہے کہ اس زیور وغیرہ کی چاندی کو الگ کر کے دوسری طرف کی چاندی کے برابر سراسر وزن کے ساتھ خریدا جائے یا فروخت کیا جائے اور یہ حکم اسلئے ہے تاکہ ہم جنس چیزوں کا کمی بیشی کے ساتھ باہمی لین دین ہونے کی وجہ سے سود کی صورت پیدا نہ ہو جائے ہاں اگر سونے کا جڑاؤ زیور وغیرہ چاندی کے بدلے میں خریدا و فروخت کیا جائے خواہ وہ چاندی روپے کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں یا اس کا برعکس ہو کہ چاندی کا جڑاؤ زیور سونے کے بدلے میں خریدا و فروخت کیا جائے خواہ وہ سونا اثرفی وغیرہ کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں تو اس صورت میں اس جڑاؤ زیور

سے تنگینے وغیرہ اکھاڑ کر الگ کر دینا ضروری نہیں ہے کیونکہ مختلف الجنس چیزوں کا باہمی لین دین کی بیشی کے ساتھ بھی جائز ہے اس میں کمی زیادتی سے سود کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔

صرافہ کے حکم میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ فقہاء مالکیہ لکھتے ہیں کہ فلوں جو تانبے وغیرہ کے بنے ہوئے سکے ہوتے ہیں وہ مال تجارت کی طرح ہیں۔ ان کا سونے چاندی کے بدلے میں خریدنا بالکل اسی طرح ہے جس طرح زیورات کی خرید و فروخت کی جاتی ہے جن میں سونا چاندی ملا ہوا ہوتا ہے۔

فقہاء شوافع کہتے ہیں کہ اعتماد والے قول کے مطابق پیسوں کے معاملات میں سود کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اگرچہ یہ سکے رائج شدہ ہوں یا نہ ہوں۔ پس ان سکوں کو کمی بیشی کے ساتھ لین دین کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ چاندی سونے کے سکوں کے علاوہ کسی بھی چیز کے بنے ہوئے سکوں کو کمی بیشی کے ساتھ معیادی ادائیگی کی شرط پر بیع کرنا جائز ہے۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ جب سونے چاندی کے سود دوسرے سکوں کو دام قرار دیا جائے تو متعین کرنے کے سبب ان کا تعین نہ ہوگا۔ پس وہ سونے چاندی کی نقدی کی طرح ہوں گے۔ (مذاہب اربعہ، کتاب بیوع)

معین پیسے کی معین پیسوں کے بدلے بیع کرنے کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک معین پیسے کی دو معین پیسوں کے عوض بیع کے مسئلہ کے ضمن میں بحوالہ بحر زخیرہ سے منقول ہے کہ بیشک امام محمد نے اس کو اصل کے باب الصرف میں ذکر کیا اور تقابض کو شرط قرار نہیں دیا، اور معتمد مشائخ نے اس کی تعلیل یوں بیان کی تعین کے ساتھ تقابض تو صرف میں شرط ہے حالانکہ یہ صرف نہیں، جس طرح اس میں امام ابو حنیفہ، صاحبین اور ان تمام سے منقول ہے قلت (میں کہتا ہوں) بے شک ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق اپنے فتاویٰ "العطايا النسوية في الفتاوى الرضوية" میں اس انداز سے کر دی ہے جس پر واقعیت حاصل کرنا متعین ہے کیونکہ بحمد اللہ یہ ان کے لئے بہت عمدہ ہے، امام ابن عابدین نے کہا کہ حانوتی سے سونے کی پیسوں کے عوض ادھار بیع کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ جائز ہے بشرطیکہ بدلیں میں سے ہر ایک پر قبضہ کر لیا گیا ہو اس دلیل کی وجہ سے جو بزاز یہ میں ہے کہ اگر کسی نے سو پیسے ایک درہم کے عوض خریدے تو صرف ایک طرف سے قبضہ کافی ہے اور فرمایا کہ اگر کسی نے پیسوں کے عوض سونا یا چاندی بیچا تو اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے بحر میں محیط کے حوالے سے اور اسی طرح منقول ہے۔

باب: مَنْ قَالَ لَا رَبَّ إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ

یہ باب ہے کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: سو صرف ادھار میں ہوتا ہے

2257- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ الدَّرْهَمُ بِاللَّيْلَةِ وَاللَّيْلَةُ بِالدَّيْنَارِ فَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ قَالَ أَمَا إِنِّي لَقِيتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ هَذَا الَّذِي تَقُولُ فِي الصَّرْفِ أَشْيَاءَ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ شَيْءٌ وَجَدْتُهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَقَالَ مَا وَجَدْتُهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنْ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔

درہم کے عوض میں درہم اور دینار کے عوض میں دینار کا نقد لین دین کرتے ہوئے کمی بیشی نہیں کی جاسکتی۔

تو میں نے کہا: میں نے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اس سے مختلف کہتے ہوئے سنا ہے تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بولے۔

(یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی) میری ملاقات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہوئی تو میں نے ان سے کہا آپ مجھے اس بارے میں بتائیے جو آپ بیع صرف کے بارے میں رائے رکھتے ہیں کہ آپ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی اس بارے میں کوئی بات سنی ہے؟ یا اپنے اللہ کی کتاب میں اس بارے میں کوئی حکم پایا ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے اللہ کی کتاب میں کوئی چیز نہیں پائی اور نہ ہی میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی کوئی بات سنی ہے تاہم حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی تھی نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

”سو ادھار لین دین میں ہوتا ہے۔“

2258- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنبَاَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَلِيٍّ الرَّبِيعِيِّ عَنْ أَبِي الْجَوَزَاءِ قَالَ

سَمِعْتُهُ يَأْمُرُ بِالصَّرْفِ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ وَيُحَدِّثُ ذَلِكَ عَنْهُ ثُمَّ بَلَغَنِي أَنَّهُ رَجَعَ عَنْ ذَلِكَ فَلَقِيْتُهُ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكَ رَجَعْتَ قَالَ نَعَمْ إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ رَأْيًا مِنِّي وَهَذَا أَبُو سَعِيدٍ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الصَّرْفِ

﴿﴾ ابو جوزاء کہتے ہیں: میں نے انہیں بیع سلم کا حکم دیتے ہوئے سنا (راوی کہتے ہیں) یعنی حضرت عبداللہ بن

2257: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2170، ورم الحديث: 2170، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4064، ورم الحديث: 4065، ورم

الحديث: 4066، ورم الحديث: 4067، أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث: 4594، ورم الحديث: 4595،

2258: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عباس بن عثمان کوسا۔

یہ بات اس حوالے سے روایت کی جاتی رہی تاہم بعد میں مجھے پتہ چلا کہ انہوں نے اس بات سے رجوع کر لیا ہے پھر میری مکہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا: مجھے پتہ چلا ہے آپ نے رجوع کر لیا ہے انہوں نے جواب دیا: جی ہاں یہ پہلے میری رائے تھی لیکن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات بیان کی ہے نبی اکرم ﷺ نے بیع صرف کرنے سے منع کیا ہے۔

باب: صَرَفِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ

یہ باب چاندی کے عوض میں سونے کا لین دین کرنے میں ہے

2259 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ مَالِكَ بْنَ أَوْسٍ بْنِ الْحَدَّثَانِ يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبَا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ قَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُولُ الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ اخْفَظُوا

﴿﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”چاندی کے عوض میں سونے کا لین دین سود ہے البتہ اگر دست بدست ہو (تو حکم مختلف ہے)۔“ ابو بکر بن ابوشیبہ نامی راوی کہتے تھے میں نے صفوان نامی راوی کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے یہ بات یاد رکھو (روایت کے الفاظ یہ ہیں) ”چاندی کے عوض میں سونے کا لین دین“۔

سونے کو چاندی کے بدلے زیادتی کے ساتھ بیچنے کا بیان

جب سونے کو چاندی کے بدلے فروخت کیا تو اس میں زیادتی جائز ہے کیونکہ ہم جنس ہونا معدوم ہے اور باہم قبضہ واجب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا چاندی کے بدلے سود ہیں لیکن جب وہ ہاتھ در ہاتھ ہو۔ اس کے بعد جب عقد کرنے والے دونوں اعواض یا ایک عوض پر قبضہ کرنے سے پہلے الگ ہو گئے تو یہ عقد باطل ہو جائے گا کیونکہ شرط قبضہ فوت ہو گئی ہے اور اسی سبب سے اس میں خیاری کی شرط لگانی جائز نہیں ہے اور نہ ہی میعاد کی شرط جائز ہے۔ کیونکہ ان میں سے کسی ایک میں قبضہ کا حق نہیں رہتا اور دوسرے سے قبضہ کا حق بھی فوت ہونے والا ہے ہاں جب عقد مجلس میں خیاری کو ساقط کرنے والا ہے تو وہ عقد جواز کی طرف لوٹنے والا ہے کیونکہ فساد پکا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا ہے اور اس میں امام زفر علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔

(ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

تقابض بد لین کا مجلس سے پہلے ہونے کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر دونوں جانب ایک جنس نہ ہو بلکہ مختلف جنسیں ہوں تو کسی بیشی میں کوئی حرج نہیں مگر دونوں بدلوں میں مقابضہ ضروری ہے اگر تقابض بد لین سے قبل مجلس بدل گئی تو بیع باطل ہو گئی۔ لہذا سونے کو چاندی سے یا چاندی کو سونے سے خریدنے میں دونوں جانب کو وزن کرنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ وزن تو اس لیے کرنا ضروری تھا کہ دونوں کا

برابر ہونا معلوم ہو جائے اور جب برابری شرط نہیں تو وزن بھی ضروری نہ رہا صرف مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے۔ اگر چاندی خریدنی ہو اور سود سے بچنا ہو تو روپیہ سے مت خریدو گئی یا نوٹ یا پیسوں سے خریدو۔ دین و دنیا دونوں کے نقصان سے بچو گے۔ یہ حکم ثمن خلقي یعنی سونے چاندی کا ہے اگر پیسوں سے چاندی خریدی تو مجلس میں ایک کا قبضہ ضروری ہے دونوں جانب سے قبضہ ضروری نہیں کیونکہ اُن کی ثمنیت مخصوص نہیں ہے۔ جس کا لحاظ ضروری ہو عاقدین اگر چاہیں تو ان کی ثمنیت کو باطل کر کے جیسے دوسری چیزیں غیر ثمن ہیں اُن کو بھی غیر ثمن قرار دے سکتے ہیں۔ (در مختار، کتاب بیوع)

مجلس بدلنے کے یہاں یہ معنی ہیں کہ دونوں جدا ہو جائیں ایک ایک طرف چلا جائے اور دوسرا دوسری طرف یا ایک وہاں سے چلا جائے اور دوسرا اسی جگہ پر رہے اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو مجلس نہیں بدلی، اگرچہ کتنی ہی طویل مجلس ہو، اگرچہ دونوں اسی جگہ پر سو جائیں یا بے ہوش ہو جائیں بلکہ اگرچہ دونوں وہاں سے چل دیں مگر ساتھ ساتھ جائیں غرض یہ کہ جب تک دونوں میں جدائی نہ ہو، قبضہ ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سونا سونے کے بدلے اس وقت تک نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو، دونوں طرف سے کسی کی یا زیادتی کو روانہ رکھو، اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو۔ دونوں طرف سے کسی کی یا زیادتی کو روانہ رکھو اور نہ ادھار کو نقد کے بدلے میں بیچو۔

اس حدیث میں حضرت امام شافعی کی حجت ہے کہ اگر ایک شخص کے دوسرے پر درہم قرض ہوں اور اس کے اس پر دینار قرض ہوں، تو ان کی بیع جائز نہیں کیوں کہ یہ بیع الکائی بالکائی ہے۔ یعنی ادھار کو ادھار کے بدلے بیچنا۔ اور ایک حدیث میں صراحتاً اس کی ممانعت وارد ہے اور اصحاب سنن نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ میں بیع میں اونٹ بیچا کرتا تھا تو دیناروں کے بدلے بیچتا اور درہم لیتا، اور درہم کے بدلے بیچتا تو دینار لے لیتا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بشرطیکہ اسی دن کے نرخ سے لے۔ اور ایک دوسرے سے بغیر لیے جدا نہ ہو۔

بیع مقایضہ کے حکم کا بیان

حبیب بن ابی ثابت نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابوالمہمال سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے متعلق فرمایا کہ یہ مجھ سے بہتر ہیں۔ آخر دونوں حضرات نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے بدلے میں ادھار کی صورت میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۲۱۸۰)

اگر اسباب کی بیع اسباب کے ساتھ ہو تو اس کو مقایضہ کہتے ہیں۔ اگر اسباب کی نقد کے ساتھ ہو تو نقد کو ثمن اور اسباب کو عرض کہیں گے۔ اگر نقد کی نقد کے ساتھ ہو مگر ہم جنس ہو یعنی سونے کو سونے کے ساتھ بدلے یا چاندی کو چاندی کے ساتھ تو اس کو مرابحہ کہتے ہیں۔ اگر جنس کا اختلاف ہو جیسے چاندی سونے کے بدلے یا بالعکس تو اس کو صرف کہتے ہیں۔ صرف میں کی بیشی درست ہے مگر

حلول یعنی ہاتھوں ہاتھ لین دین ضروری اور ضروری ہے اور قبض میں دیر کرنی درست نہیں۔ اور مرطلہ میں تو برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ دونوں باتیں ضروری ہیں۔ اگر ثمن اور عرض کی بیع ہو تو ثمن یا عرض کے لیے میعاد مقرر کرنا درست ہے۔ اگر ثمن میں میعاد ہو تو وہ قرض ہے اگر عرض میں میعاد ہو تو وہ سلم ہے یہ دونوں درست ہیں۔ اگر دونوں میں میعاد ہو تو وہ بیع الکلائی بالکلائی ہے جو درست نہیں۔

2260- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ أَقْبَلْتُ أَقْسُولُ مَنْ يَصْطَرِفُ الدَّرَاهِمَ فَقَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ وَهُوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَرِنَا ذَهَبَكَ ثُمَّ إِنِنَا إِذَا جَاءَ نَحْنُ نُعْطِكَ وَرِقَّكَ فَقَالَ عُمَرُ كَلَّا وَاللَّهِ لَتُعْطِيَنَّهَ وَرِقَّهُ أَوْ لَتَرُدَّنَّ إِلَيْهِ ذَهَبَهُ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَرِقُ بِالذَّهَبِ رَبًّا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ

﴿﴾ مالک بن اوس بیان کرتے ہیں: میں یہ کہتے ہوئے آیا کون شخص درہم کی ”بیع صرف“ میرے ساتھ کرے گا؟ تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بولے: وہ اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تم اپنا سونا ہمیں دکھاؤ پھر جب ہمارا خادم ہمارے پاس آئے گا تو تم ہمارے پاس آ جانا ہم تمہاری چاندی تمہیں دیدیں گے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: ہرگز نہیں اللہ کی قسم! یا تو تم اس کی چاندی اسے ابھی دو گے یا اس کا سونا اسے ابھی واپس کر دو گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ ”سونے کے عوض میں چاندی دینا سود ہے البتہ اگر وہ دست بدست لین دین ہو (تو جائز ہے)۔“

2261- حَدَّثَنَا أَبُو اسْحَقَ الشَّافِعِيُّ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ الْعَبَّاسِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ الْعَبَّاسِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ شَافِعٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالْدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ لَا فَضْلَ بَيْنَهُمَا فَمَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ بِوَرِقٍ فَلْيُصْطَرِفْهَا بِذَهَبٍ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ بِذَهَبٍ فَلْيُصْطَرِفْهَا بِالْوَرِقِ وَالصَّرْفُ هَاءَ وَهَاءَ

﴿﴾ عمر بن محمد اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”دینار کے عوض میں دینار کا اور درہم کے عوض میں درہم کا لین دین کرتے ہوئے کوئی اضافی ادائیگی نہیں ہوگی جس شخص کو چاندی کی ضرورت ہو وہ سونے کے عوض میں اس کی ”بیع صرف“ کر لے اور جس شخص کو سونے کی ضرورت ہو وہ چاندی کے عوض میں اس کی ”بیع صرف“ کر لے اور ”بیع صرف“ دست بدست ہوگی۔“

سونے چاندی کے نگینوں والے سامان کی بیع میں فقہی مذاہب

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے موقع پر میں نے بارہ دینار کا ایک ہار خریدا جس میں سونا اور چمکنے جڑے ہوئے تھے میں نے انہیں الگ کیا تو بارہ دینار سے زیادہ (سونا) پایا۔ پس میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

2260: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2261: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

آپ نے فرمایا سونا الگ کیے بغیر نہ بیچا جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1272)

حضرت سعید بن یزید سے اسی اسناد سے اسی حدیث کی مثل۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے بعض صحابہ کرام اور دیگر علماء کا اس پر عمل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی تلوار یا کمر بند وغیرہ جس میں چاندی لگی ہوئی ہو اس کا ان چیزوں سے الگ کیے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں تاکہ دونوں چیزیں الگ الگ ہو جائیں ابن مبارک، شافعی، احمد، اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے، بعض صحابہ کرام اور دیگر علماء نے اس کی اجازت دی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: رقم الحدیث 1273)

ثمن کو طوق کی قیمت قرار دینے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب ایک کنیز جس کی قیمت ایک ہزار ہے اور اس کے گلے میں ایک ہزار کا طوق پڑا ہے دونوں کو دو ہزار میں خریدا اور ایک ہزار اسی وقت دیدیا اور ایک ہزار باقی رکھا تو یہ جو ادا کر دیا ہے۔ یہ طوق کا ثمن قرار دیا جائے گا اگرچہ اس کی تصریح نہ کی ہو یا یہ کہہ دیا ہو کہ دونوں کے ثمن میں یہ ایک ہزار لو۔ اسی طرح اگر بیچ میں ایک ہزار نقد دینا قرار پایا ہے اور ایک ہزار اودھار تو جو نقد دینا ٹھہرا ہے طوق کا ثمن ہے۔ اسی طرح اگر سو روپے میں تلوار خریدی جس میں پچاس روپے کا چاندی کا سامان لگا ہے اور اسی مجلس میں پچاس دیدیے تو یہ اس سامان کا ثمن قرار پائے گا یا عقد ہی میں پچاس روپے نقد اور پچاس اودھار دینا قرار پایا تو یہ پچاس چاندی کے ہیں اگرچہ تصریح نہ کی ہو یا کہہ دیا ہو کہ دونوں کے ثمن میں سے پچاس لے لو بلکہ کہہ دیا ہو کہ تلوار کے ثمن میں سے پچاس روپے وصول کرو کیونکہ وہ آرائش کی چیزیں تلوار کے تابع ہیں تلوار بول کر وہ سب ہی کچھ مراد لیتے ہیں نہ کہ محض لوہے کا پھل البتہ اگر یہ کہہ دیا کہ یہ خاص تلوار کا ثمن ہے تو بیع فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر اس مجلس میں طوق اور تلوار کی آرائش کا ثمن بھی ادا نہیں کیا گیا اور دونوں متفرق ہو گئے تو طوق و آرائش کی بیع باطل ہو گئی لونڈی کی صحیح ہے اور تلوار کی آرائش بلا ضرر اس سے علیحدہ ہو سکتی ہے تو تلوار کی صحیح ہے ورنہ اس کی بھی باطل ہے۔

اور سونے چاندی کی بیع میں اگر کسی طرف اودھار ہو تو بیع فاسد ہے اگرچہ اودھار والے نے جدا ہونے سے پہلے اسی مجلس میں کچھ ادا کر دیا جب بھی کل کی بیع فاسد ہے مثلاً پندرہ روپے کی گنی خریدی اور روپیہ دس دن کے بعد دینے کو کہا مگر اسی مجلس میں دس روپے دیدیے جب بھی پوری ہی بیع فاسد ہے یہ نہیں کہ جتنا دیا اس کی مقدار میں جائز ہو جائے ہاں اگر اسی جگہ پر کل روپے دیدیے تو پوری بیع صحیح ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیع)

افتراق مجلس کے سبب بیع کے بقیہ حصے کے باطل ہو جانے کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جب چاندی کے برتن کو روپے یا اشرفی کے عوض میں بیع کیا تھوڑے سے دام مجلس میں دے دیے باقی باقی ہیں اور عاقدین میں افتراق ہو گیا تو جتنے دام دیے ہیں اس کے مقابل میں بیع صحیح ہے اور باقی باطل اور برتن میں بائع و مشتری دونوں شریک ہیں اور مشتری کو عیب شرکت کی وجہ سے یہ اختیار نہیں کہ وہ حصہ بھی پھیر دے کیونکہ یہ عیب مشتری کے فعل و اختیار سے ہے اس نے پورا دام اسی مجلس میں کیوں نہیں دیا اور اگر اس برتن میں کوئی حقدار پیدا ہو گیا اس نے

ایک جز اپنا ثابت کر دیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ باقی کو لے یا نہ لے کیونکہ اس صورت میں عیب شرکت اس کے فعل سے نہیں۔

(فتح القدیر، کتاب صرف)

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ پھر اگر مستحق نے عقد کو جائز کر دیا تو جائز ہو جائے گا اور اتنے ثمن کا وہ مستحق ہے بائع مشتری سے لے کر اس کو دے بشرطیکہ بائع و مشتری اجازت مستحق سے پہلے جدا نہ ہوئے ہوں خود مستحق کے جدا ہونے سے عقد باطل نہیں ہوگا کہ وہ عاقد نہیں ہے۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے چاندی یا سونے کا ٹکڑا خریدا اور اس کے کسی جز میں دوسرا حقدار پیدا ہو گیا تو جو باقی ہے وہ مشتری کا ہے اور ثمن بھی اتنے ہی کا مشتری کے ذمہ ہے اور مشتری کو یہ حق حاصل نہیں کہ باقی کو بھی نہ لے کیونکہ اس کے ٹکڑے کرنے میں کسی کا کوئی نقصان نہیں یہ اس صورت میں ہے کہ قبضہ کے بعد حقدار کا حق ثابت ہوا اور اگر قبضہ سے پہلے اس نے اپنا حق ثابت کر دیا تو مشتری کو یہاں بھی اختیار حاصل ہوگا کہ لے یا نہ لے روپے اور اشرفی کا بھی یہی حکم ہے کہ مشتری کو اختیار نہیں ملتا۔

(در مختار، کتاب صرف)

مگر زمانہ سابق میں یہ رواج تھا کہ روپے اور اشرفی کے ٹکڑے کرنے میں کوئی نقصان نہ تھا اس زمانہ میں ہندوستان کے اندر اگر روپیہ کے ٹکڑے کر دیے جائیں تو ویسا ہی بیکار تصور کیا جائے گا جیسا برتن ٹکڑے کر دینے سے، لہذا یہاں روپیہ کا وہی حکم ہونا چاہیے جو برتن کا ہے۔

بَاب: اقْتِضَاءِ الذَّهَبِ مِنَ الْوَرِقِ وَالْوَرِقِ مِنَ الذَّهَبِ

یہ باب ہے کہ چاندی کے بدلے میں سونا لینا اور سونے کے بدلے میں چاندی لینا

2262 - حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ وَصَفِيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُثَيْدٍ بْنُ ثَعْلَبَةَ الْحِمْيَارِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا عُمَرُ ابْنُ عُثَيْدٍ الطَّنَافِيسِيُّ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ اَوْ سِمَاكٌ وَلَا اَعْلَمُهُ اِلَّا سِمَاكًا عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ اَبِيعُ الْاِبِلَ فَكُنْتُ اخُذُ الذَّهَبَ مِنَ الْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ مِنَ الذَّهَبِ وَالْذَّنَابِيرَ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالْذَّرَاهِمَ مِنَ الدَّنَابِيرِ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِذَا اخَذْتَ اَحَدَهُمَا وَاَعْطَيْتَ الْاُخَرَ فَلَا تُفَارِقْ صَاحِبَكَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ لَبْسٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں اونٹ فروخت کیا کرتا تھا (اور قیمت لیتے ہوئے) چاندی کی جگہ سونا لے لیتا تھا اور سونے کی جگہ چاندی لے لیتا تھا درہم کی جگہ دینار لے لیتا تھا اور دینار کی جگہ درہم لے لیا کرتا تھا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم ان میں سے کوئی ایک لیتے ہو اور دوسری قسم ادا کرتے ہو تو جب تم اپنے ساتھی سے جدا ہو تو تمہارے درمیان کوئی التباس نہیں ہونا چاہیے۔ (یعنی دونوں طرف سے مقدار مقرر

2262: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3354 ورقم الحديث: 3355 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1242 أخرجه الترمذي في "السنن" رقم

الحديث: 4596 ورقم الحديث: 4597 ورقم الحديث: 4598 ورقم الحديث: 4601 ورقم الحديث: 4602 ورقم الحديث: 4603

ہونی چاہئے)

2262 م۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سَمَاطِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ
 یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

سونے کو چاندی کے بدلے اندازے سے بیچنے کا بیان

اور سونے کو چاندی کے بدلے میں اندازے سے بیچنا جائز ہے کیونکہ اس میں برابری کی شرط نہیں ہے جبکہ مجلس عقد میں قبضہ شرط ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں جبکہ اسی کے برخلاف کہ ہم جنس کو اندازے سے بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں سود کا احتمال ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربیہ کی اجازت دی کہ وہ اندازے سے بیچی جاسکتی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ عرایا کچھ معین درخت جن کا میوہ تو اترے ہوئے میوے کے بدلے خریدے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۱۹۲)

اختلاف جنس کے سبب کمی بیشی کے جواز کا بیان

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی، چاندی کے بدلے میں اور سونا سونے کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ کہ برابر برابر ہو۔ البتہ سونا چاندی کے بدلے میں جس طرح چاہیں خریدیں۔ اسی طرح چاندی سونے کے بدلے جس طرح چاہیں خریدیں۔

اس حدیث میں ہاتھوں ہاتھ کی قید نہیں ہے مگر مسلم کی دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھوں ہاتھ یعنی نقد نقد ہونا اس میں بھی شرط ہے اور بیع صرف میں قبضہ شرط ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ جب جنس ایک ہو تو کمی بیشی درست ہے یا نہیں، جمہور کا قول یہی ہے کہ درست نہیں ہے۔ اور اگر جنس مختلف ہو تو کمی بیشی جائز ہے۔

باب: النَّهْيُ عَنْ كَسْرِ الدَّرَاهِمِ وَالْدَّنَانِيرِ

یہ باب درہم اور دینار کو توڑنے کی ممانعت میں ہے

2263 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَسُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَهَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالُوا حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قِصَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْرِ سِكَّةِ الْمُسْلِمِينَ الْجَائِزَةِ بَيْنَهُمْ إِلَّا مِنْ بَأْسٍ

علقمہ بن عبد اللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان رائج سکوں کو

توڑنے سے منع کیا ہے البتہ انتہائی ضرورت کا حکم مختلف ہے۔

باب: بَيْعِ الرُّطْبِ بِالتَّمْرِ

یہ باب خشک کھجور کے عوض میں تر کھجور کو فروخت کرنے میں ہے

2264- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَاسْحَقُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

بْنِ يَزِيدَ مَوْلَى الْأَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ أَنَّ زَيْدًا أَبَا عِيَّاشٍ مَوْلَى لِنِسَى زُهْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ
اِشْتِرَاءِ الْبَيْضَاءِ فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ قَالَ الْبَيْضَاءُ فَتَهَايَ عَنْهُ وَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُبْلَغًا عَنْ اِشْتِرَاءِ الرُّطْبِ بِالتَّمْرِ فَقَالَ أَيْقُضُ الرُّطْبُ إِذَا يَسَّ قَالُوا نَعَمْ فَتَهَايَ عَنْ ذَلِكَ

ابو عیاش زید کہتے ہیں انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک قسم کے جو کے عوض میں دوسری قسم کے جو
(یا شاید گندم) کا سودا کرنے کے بارے میں دریافت کیا: تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: ان دونوں میں سے کون سا بہتر ہوتا
ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: سفید والا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مجھے اس سے منع کر دیا۔

انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا ہے آپ ﷺ سے خشک کھجوروں کے عوض میں تر کھجوریں خریدنے کے بارے
میں دریافت کیا گیا: تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تر کھجور جب خشک ہو جائے تو کم ہو جاتی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں
تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع کر دیا۔

شرح

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزبانہ سے منع فرمایا ہے اور مزبانہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ کا
میوہ تازہ پھل اگر وہ کھجور ہو تو خشک کھجوروں کے بدلے پیانہ کے ذریعہ مثلاً دس پیانے کے بقدر بیچے یعنی ایک شخص کے باغ میں تازہ
کھجوریں لگی ہوئی ہوں اور ایک دوسرے شخص کے پاس خشک کھجوریں رکھی ہوئی ہوں تو باغ والا شخص اس دوسرے شخص سے دس
پیانے بھر کر خشک کھجوریں لے لے اور اس کے عوض اپنے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں اسی پیانے کے مطابق اندازہ کر کے بیچ
دے اور اگر میوہ انگور ہو تو اس کو خشک انگور کے بدلے پیانہ کے ذریعہ بیچے (حاصل یہ کہ بیچ مزبانہ کا مطلب ہے درخت پر لگے ہوئے
تازہ میوہ کو خواہ وہ کھجور ہو یا کوئی اور پھل رکھے ہوئے خشک میوہ کے عوض بیچنا اور مسلم میں یہ بھی ہے کہ اگر کھیتی ہو تو اس میں بیچ مزبانہ
کی شکل یہ ہے کہ اس کو غلہ کے عوض پیانہ کے ذریعہ بیچے یعنی کھیت میں کھڑی ہے اور ایک دوسرے شخص کے پاس گیسوں رکھا ہوا ہے تو
پہلا شخص اپنے کھیت میں کھڑے ہوئے گیسوں کا اندازہ کر کے اس کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچے اور اس کے عوض اس شخص سے وہ
رکھا ہوا گیسوں اپنے اندازے کے مطابق پیانہ بھر کے لے لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ کی ان تمام قسموں سے منع فرمایا
ہے (بخاری و مسلم) اور بخاری و مسلم ہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ مزبانہ سے منع فرمایا ہے نیز

2264: أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 3359 ورقم الحديث: 3360 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1225 أخرجه التستالي في "السنن" رقم

الحديث: 4559 ورقم الحديث: 4560

فرمایا کہ بیع مزابنہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو کسی شخص کو ہاتھ اس کے پاس رکھی ہوئی خشک کھجوروں کے عوض پیمانہ معین کر کے بیچے اور خریدار سے کہہ دے کہ اگر درخت کی کھجوریں معین پیمانہ سے زائد ہوں گی تو میری ہیں یعنی اسے لے لوں گا اور اگر کم نکلیں تو اس کا میں ذمہ دار ہوں کہ اس کی کو میں پورا کروں گا۔ (مکتبۃ المعارج: جلد سوم: رقم الحدیث 74)

مزابنہ لفظ زمین سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں دفع کرنا دور کرنا بیع مزابنہ سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ اس بیع کی بنیاد قیاس اور اندازے پر ہوتی ہے اس میں فریقین کے لئے زیادتی اور نقصان دونوں کا احتمال رہتا ہے اس کی وجہ سے دونوں یعنی بیچنے والے اور خریدار کے درمیان نزاع و فساد بھی پیدا ہو سکتا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کے دفعیہ اور دوری کی نوبت بھی آ سکتی ہے۔ یہاں دو روایتیں نقل کی گئی ہیں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں مزابنہ کی تعریف لفظ ثمر کے ذکر سے کی گئی ہے جو عمومیت کے لئے ہوئے ہے۔

دوسری روایت میں مزابنہ کی تعریف لفظ ثمر کے ذکر سے کی گئی ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیع مزابنہ کا تعلق صرف کھجور سے ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ دوسری روایت میں بھی عمومیت ہی مراد ہے خاص طور پر کھجور کا ذکر محض تمثیل ہے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخارۃ محافلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور محافلہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کھیتی کو سو فرق گیہوں کے بدلے میں بیچ دے اور مزابنہ یہ ہے کہ کوئی شخص درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کو سو فرق رکھی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں بیچ دے اور مخارۃ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین کو ایک معین حصہ جیسے تہائی یا چوتھائی پر کاشت کے لئے دیدے۔ (مسلم)

فرق راء کے زبر کے ساتھ ایک پیمانہ کا نام تھا جس میں سولہ رطل یعنی تقریباً سات سیر غلہ آتا تھا اور فرق راء کے جزم کے ساتھ اس پیمانے کو کہتے تھے جس میں ایک سو بیس رطل غلہ آتا تھا حدیث میں سو فرق کا ذکر محض تمثیل کے طور پر آیا ہے مقصود تو صرف یہ بتانا ہے کہ کتنے سے پہلے کھیت میں کھڑے ہوئے گیہوں کو رکھے ہوئے گیہوں کے عوض بیچنا محافلہ کہلاتا ہے۔ یہی مفہوم گذشتہ حدیث میں مزابنہ کے ضمن میں بھی ذکر کیا جا چکا ہے لیکن مزابنہ وسیع و عام کا حال ہے کہ اس کا اطلاق میوؤں اور پھلوں پر بھی آتا ہے اور کھیتی اور غلوں کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے جبکہ محافلہ کا استعمال صرف کھیتی اور غلوں ہی کے لئے کیا جاتا ہے اگرچہ بعض مواقع پر مزابنہ بھی صرف میوؤں اور پھلوں ہی کے بارے میں استعمال ہوتا ہے۔ مخارۃ کا مطلب ہے کہ اپنی زمین کو بیٹائی پر کاشت کے لئے کسی دوسرے کو دیدینا مثلاً کوئی شخص اپنی زمین کسی دوسرے کو اس شرط کے ساتھ دیدے کہ اس زمین کو جو تبا ہونا اور جو کچھ اس میں پیدا ہو اس میں سے تہائی یا چوتھائی مجھے دیدینا۔

حدیث بالا میں اس کی بھی ممانعت فرمائی گئی ہے کیونکہ اول تو یہ اجرت کی ایک شکل ہوتی ہے اور اس میں اجرت مجہول رہتی ہے دوسرے حاصل ہونیوالی چیز معدوم ہوتی ہے اور جو چیز معدوم ہوتی ہے اس کا کوئی معاملہ مقرر نہیں ہوتا مخاربت کو مزارعت بھی کہتے ہیں لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مخاربت کی صورت میں تو تخم و بیج کاشت کرنا ہوتا ہے اور مزارعت میں زمین کے مالک کا مزارعت اور مخاربت بھی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں حکم ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کے نزدیک درست ہے حنفی مسلک میں فتویٰ صاحبین ہی کے قول پر ہے کیونکہ یہ کثیر الوقوع اور بہت زیادہ احتیاج کی چیز ہے اس کو جائز نہ رکھنے کی صورت میں لوگوں کو بہت زیادہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا

ہے۔ اور حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاکلت مزابنت مخابرت معاومت اور ثنیا سے منع فرمایا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کی اجازت دی ہے (مسلم)

محاکلت مزابنت اور مخابرت کے معنی تو بیان کئے جا چکے ہیں معاومت کے معنی یہ ہیں کہ درختوں کے پھلوں کو نمودار ہونے سے پہلے ایک سال دو سال تین سال یا زیادہ مدت کے لئے فروخت کر دیا جائے اور ثنیا کا مطلب یہ ہے کہ درختوں پر موجود پھلوں کو بیچا جائے لیکن ان میں سے ایک غیر معین مقدار مستثنیٰ کر لی جائے یعنی اسے نہ بیچا جائے۔ عرایا جمع ہے عریت کی اور عریت کھجور کے اس درخت کو کہتے ہیں جسے اس کا مالک کسی محتاج و فقیر کو پھل کھانے کے لئے عاریتاً دیدے عرایا کی اجازت دی ہے کی وضاحت یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے باغ میں سے ایک درخت یا دو درخت کسی محتاج کو پھل کھانے کے لئے دیدیا کرتے تھے جیسا کہ معمول تھا وہ باغ کا مالک اپنے اہل و عیال کے ساتھ جب باغ میں آتا ہے اور ان سب لوگوں کی موجودگی میں وہ محتاج آ جاتا تو اپنے باغ میں ایک شخص کے آ جانے کی وجہ سے ان کو کچھ کبیدگی ہوتی اس لئے اس محتاج کو وہ اس درخت کی بجائے اپنے پاس سے کچھ پھل دے کر رخصت کر دیتے اور اس درخت کا پھل خود رکھ لیتے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روک رکھا لیکن یہ پانچ وسق سے کم میں تو جائز ہے اس سے زیادہ میں درست نہیں جیسا کہ آگے حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں آجائے گا۔ حضرت سہل ابن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ کسی محتاج کو دیئے گئے درخت کے متعلق یہ اجازت دی ہے کہ اس درخت پر لگے ہوئے پھل کو اس کے خشک ہونے کے بعد کی مقدار کا اندازہ کر کے بیچا جائے یعنی یہ اندازہ کر لیا جائے کہ اس درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں خشک ہونے کے بعد کتنی رہیں گی اور پھر اتنی ہی مقدار میں خشک کھجوریں اس محتاج کو دے کر اس درخت پر لگی ہوئی کھجوریں لے لی جائیں اس طرح اس کے مالک اس درخت کا تازہ پھل کھائیں۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث: 2265)

باب: الْمُزَابَنَةُ وَالْمُحَاقَلَةُ

یہ باب مزابنہ اور محاکلہ کے بیان میں ہے

2265- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُزَابَنَةِ أَنْ يَبِيعَ الرَّجُلُ تَمْرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَتْ نَخْلًا بِتَمْرِ كَيْلًا وَإِنْ كَانَتْ كَرْمًا أَنْ يَبِيعَهُ بِزَيْبٍ كَيْلًا وَإِنْ كَانَتْ زَرْعًا أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلٍ طَعَامٍ نَهَى عَنْ ذَلِكَ كَيْلَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے مزابنہ سے منع کیا ہے۔ مزابنہ سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے باغ کے درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کو مانی ہوئی اور درخت سے اتری ہوئی کھجوروں کے عوض میں فروخت کرے اور اگر انگور فروخت کر رہا ہو تو انہیں مانی ہوئی کشمش کے عوض میں فروخت کرے یا کوئی دوسری پیداوار فروخت کر رہا ہو تو اسے ماپے ہوئے اناج کے عوض میں فروخت کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سب سے منع کیا ہے۔

2266- حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ

﴿﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے محافلہ اور مزابنہ سے منع کیا ہے۔

2267- حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ

﴿﴾ حضرت رافع بن خدیج بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے محافلہ اور مزابنہ سے منع کیا ہے۔

شرح

اور بیع مزابنہ جائز نہیں ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ درختوں پر موجود کھجور کو ٹوٹے ہوئے چھوہاروں کے بدلے میں ان کے وزن کے برابر اندازے سے بیچا جائے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ اور محافلہ سے منع کیا ہے۔ مزابنہ وہی بیع ہے جس ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور محافلہ یہ ہے کہ گندم کو ان کی بالیوں میں ان کے ہم وزن گندم کے بدلے میں اندازے سے بیچ دیا جائے۔ پس اندازے سے یہ بیع جائز نہ ہوگی جس طرح اس حالت میں جائز نہیں ہے کہ جب وہ دونوں زمین پر رکھی ہوئی ہوں۔ اور اسی طرح انگور کو کشمش کے بدلے میں بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مزابنہ پانچ وقت سے کم کے اندر جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع کیا ہے مگر عرایا کی اجازت دی ہے اور عرایا یہ ہے کہ کھجور کے پانچ وقت سے کم میں اندازے سے بیچ دیا جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ لغت میں عطیہ کو عربیہ کہتے ہیں اور حدیث مبارکہ کی تائید یہ ہے کہ عطیہ لینے والا درختوں پر موجود کھجور کے عطیہ دینے سے کاٹی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں بیچ دے۔ اور یہ بیع بطور مجاز ہے۔ کیونکہ معریٰ لہ ان پھلوں کا مالک نہیں ہے پس معریٰ کا اس کو پھل دے دینا یہ ایک جدید احسان ہوگا۔

بیع مزابنہ کی ممانعت کا بیان

یہ خشک کھجور کی بیع درخت پر لگی ہوئی کھجور کے بدلے اور خشک انگور کی بیع تازہ انگور کے بدلے میں ہوتی ہے اور بیع عرایا کا بیان۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محافلہ سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب بیوع)

2266: أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 3389 ورقم الحديث: 3375 أخرجه ابو داود في "السنن" رقم الحديث: 3375 أخرجه مسلم في "الصحیح" رقم الحديث: 3382 أخرجه ابو داود في "السنن" رقم الحديث: 3404 أخرجه الترمذی في "المجامع" رقم الحديث: 1313 أخرجه النسائی في "السنن" رقم الحديث:

4647 ورقم الحديث: 4648

2267: أخرجه ابو داود في "السنن" رقم الحديث: 3400 أخرجه النسائی في "السنن" رقم الحديث: 3380 ورقم الحديث: 3381 ورقم الحديث: 3382 ورقم الحديث:

اس کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آگے چل کر وصل کیا ہے، مزاہنہ کے معنی تو معلوم ہو چکے۔ محالہ یہ ہے کہ ابھی گیسوں کھیت میں ہو، بالیوں میں اس کا اندازہ کر کے اس کو اترے ہوئے گیسوں کے بدلے میں بیچے۔ یہ بھی منع ہے۔ محالہ کی تفسیر میں شوکانی فرماتے ہیں۔ قد اختلف فی تفسیرھا فعمم من فسرھا فی الحدیث فقال ہی بیع الحقل بکیل من الطعام و قال ابو عبیدہ ہی بیع الطعام فی سنبله و الحقل الحرث و موضع الزرع۔

یعنی محالہ کی تفسیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی تفسیر اس کھیت سے کی ہے جس کی کھڑی کھیتی کو اندازاً مقررہ مقدار کے غلہ سے بچ دیا جائے۔ ابو عبیدہ نے کہا وہ غلہ کو اس کی بالیوں میں بیچنا ہے اور حقل کا معنی کھیتی اور مقام زراعت کے ہیں۔ یہ بچ محالہ ہے جسے شرع محمدی میں منع قرار دیا گیا۔ کیوں کہ اس میں جائین کو نفع و نقصان کا احتمال قوی ہے۔

مزاہنہ کی تفسیر میں مولانا شوکانی فرماتے ہیں: والمزاہنة بالزای و الموحدة و النون قال فی الفتح ہی مفاعلة من الزین بفتح الزای و سکون الموحدة و هو الدفع الشدید و منه سمیت الحرب الزبون لشدة الدفع فیها و قبل للبیع المخصوص مزاہنة کان کل واحد من المتبايعین يدفع صاحبه عن حقه او لان احدهما اذا وقف مافیہ من الغبن اراد دفع البیع یفسخه و اراد الاخر دفعه عن هذه الارادة بامضاء البیع و قد فسرنا بما فی الحدیث اعنی بیع النخل باوساق من التمر و فسرنا بهذا و بیع العنب بالزبيب کما فی الصحیحین۔ (نیل الاطوار)

مزاہنہ زبن سے مفاعلہ کا مصدر ہے۔ جس کا معنی رفع شدید کے ہیں، اسی لیے لڑائی کا نام بھی زبون رکھا گیا کیوں کہ اس میں شدت سے مدافعت کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیع مخصوص کا نام مزاہنہ ہے۔ گویا دینے والا اور لینے والا دونوں میں سے ہر شخص ایک دوسرے کو اس کے حق سے محروم رکھنے کی شدت سے کوشش کرتا ہے یا یہ معنی کہ ان دونوں میں سے جب ایک اس سودے میں غبن سے واقف ہوتا ہے تو وہ اس بیع کو فسخ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور دوسرا بیع کا نفاذ کر کے اسے اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور حدیث کی بھی تفسیر کر چکا ہوں۔ یعنی تر کھجور کو خشک کھجور سے بیچنا اور انگوروں کو مٹھی سے بیچنا جیسا کہ صحیحین میں ہے۔

عہد جاہلیت میں بیوع کے یہ جملہ مذموم طریقے جاری تھے۔ اور ان میں نفع و نقصان ہر دو کا قوی احتمال ہوتا تھا۔ بعض دفعہ لینے والے کے دارے نیارے ہو جاتے اور بعض دفعہ وہ اصل پونجی کو بھی گنوا بیٹھتا۔ اسلام نے ان جملہ طریقہ ہائے بیوع کو سختی سے منع فرمایا۔ آج کل ایسے دھوکہ کے طریقوں کی جگہ لائری، سٹہ، ریس وغیرہ نے لے لی ہے۔ جو اسلامی احکام کی روشنی میں نہ صرف ناجائز بلکہ سود بیاج کے دائرہ میں داخل ہیں۔ خرید و فروخت میں دھوکہ کرنے والے کے حق میں سخت ترین وعیدیں آئی ہیں۔ مثلاً ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا من غشنا فلیس منا جو دھوکہ بازی کرنے والا ہے وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے اسی طرح تر کھجور خشک کھجور کے بدل برابر برابر بیچنا ناجائز ہے کیوں کہ تر کھجور سوکھے سے وزن میں کم ہو جاتی ہے، جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جائز رکھا ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاہنہ سے منع فرمایا۔ یعنی باغ کے پھلوں کو اگر وہ کھجور ہیں تو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں ٹاپ کر بیچا جائے۔ اور اگر انگور ہیں تو اسے خشک انگور کے بدلے میں ٹاپ کر بیچا جائے اور اگر وہ کھیتی ہے تو ٹاپ کر غلہ کے بدلے میں بیچا جائے۔ آپ نے ان تمام قسموں کے لین دین سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ کھیتی کو اس کے کاٹنے سے پہلے غلہ کے ساتھ بیچنا درست نہیں۔ اس لیے کہ وہ ایک معلوم غلہ کے ساتھ مجہول چیز کی بیع ہے۔ اس میں ہر دو کے لیے نقصان کا احتمال ہے۔ ایسے ہی تر کاٹنے کے بعد خشک کے ساتھ بیچنا جمہور اس قسم کی تمام بیوع کو ناجائز کہتے ہیں۔ ان سب میں نفع و نقصان ہر دو احتمالات ہیں۔ اور شریعت محمدیہ ایسے جملہ ممکن نقصانات کی بیوع کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ (فتح الباری شرح معجم بخاری)

باب: بَيْعُ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا تَمْرًا

یہ باب ہے کہ کھجوروں کا اندازہ لگا کر ”عرایا“ کو فروخت کرنا

2268 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا

﴿﴾ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کے بارے میں اجازت دی ہے۔

2269 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا قَالَ يَحْيَى الْعَرِيَّةُ أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ تَمْرَ النَّخْلَاتِ بِطَعَامِ أَهْلِهِ رُطْبًا بِخَرْصِهَا تَمْرًا

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کا اندازہ لگا کر ”عریہ“ کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

یہی نامی راوی کہتے ہیں: ”عریہ“ سے مراد یہ ہے کوئی شخص اپنے اہل خانہ کے اناج میں سے تر کھجوروں کے عوض میں کھجور کے درختوں پر لگے ہوئے پھل کو خرید لے جبکہ ان درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کا اندازہ لگایا گیا ہو۔

عریہ کے مفہوم میں فقہی تصریحات کا بیان

امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ عریہ یہ ہے کہ کوئی شخص (کسی باغ کا مالک اپنے باغ میں) دوسرے شخص کو کھجور کا درخت

2268: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2173، ورقم الحديث: 2184، ورقم الحديث: 2188، ورقم الحديث: 2192، ورقم الحديث: 3380، أخرجه مسلم فی

"الصحيح" رقم الحديث: 3853، ورقم الحديث: 3855، ورقم الحديث: 3858، ورقم الحديث: 3857، ورقم الحديث: 3859، ورقم الحديث: 3860، ورقم

الحديث: 3881، ورقم الحديث: 3882، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1308، ورقم الحديث: 1302، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 4558، ورقم

الحديث: 4552، ورقم الحديث: 4553، ورقم الحديث: 4554

(ہبہ کے طور پر) دے دے، پھر اس شخص کا باغ میں آنا اچھا نہ معلوم ہو، تو اس صورت میں وہ شخص ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں اپنا درخت (جسے وہ ہبہ کر چکا ہے) خرید لے اس کی اس کے لیے رخصت دی گئی ہے اور ابن اور یس (امام شافعی رحمہ اللہ علیہ) نے کہا کہ عربیہ جائز نہیں ہوتا مگر (پانچ وسق سے کم میں) سوکھی کھجور ناپ کر ہاتھوں ہاتھ دے دے یہ نہیں کہ دونوں طرف اندازہ ہو۔ اور اس کی تائید سہل بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ وسق سے ناپ کر کھجور دی جائے۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ علیہ نے اپنی حدیث میں نافع سے بیان کیا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ عربیہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ میں کھجور کے ایک دو درخت کسی کو عاریتاً دے دے اور یزید نے سفیان بن حسین سے بیان کیا کہ عربیہ کھجور کے اس درخت کو کہتے ہیں جو مسکینوں کو لٹھ دے دیا جائے، لیکن وہ کھجور کے پکنے کا انتظار نہیں کر سکتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دی کہ جس قدر سوکھی کھجور کے بدل چاہیں اور جس کے ہاتھ چاہیں بچ سکتے ہیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربیہ کی اجازت دی کہ وہ اندازے سے بیچی جاسکتی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ عرایا کچھ معین درخت جن کا میوہ تواترے ہوئے میوے کے بدل خریدے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث 2192)

شوکانی عرایا کی تفصیل ان لفظوں میں پیش فرماتے ہیں عرایا عربیہ کی جمع ہے اور دراصل یہ کھجور کا صرف پھل کسی محتاج مسکین کو عاریتاً بخشش کے طور پر دے دینا ہے۔ عربوں کا طریقہ تھا کہ وہ فقراء مساکین کو فصل میں کسی درخت کا پھل بطور بخشش دے دیا کرتے تھے جیسا کہ بکری اور اونٹ والوں کا بھی طریقہ رہا ہے کہ کسی غریب مسکین کے حوالہ صرف دودھ پینے کے لیے بکری یا اونٹ کر دیا کرتے تھے۔

شوکانی فرماتے ہیں عرایا ان کھجوروں کو کہا جاتا ہے جو مساکین کو عاریتاً بخشش کے طور پر دے دی جاتی ہیں۔ پھر ان مساکین کو تنگ دستی کی وجہ سے ان کھجوروں کا پھل پختہ ہونے کا انتظار کرنے کی تاب نہیں ہوتی۔ پس ان کو رخصت دی گئی کہ وہ جیسے مناسب جانیں سوکھی کھجوروں سے ان کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔ وقال الجوهري هي النخلة التي يعريها صاحبها رجلاً محتاجاً بان يعجل له ثمرها عاماً یعنی جوہری نے کہا کہ یہ وہ کھجور ہیں جس کے پھلوں کو ان کے مالک کسی محتاج کو عاریتاً محض بطور بخشش سال بھر کے لیے دے دیا کرتے ہیں۔ عرایا کی اور بھی بہت سی صورتیں بیان کی گئی ہیں تفصیل کے لیے فتح الباری کا مطالعہ ضروری ہے۔

مولانا شوکانی آخر میں فرماتے ہیں بیع عرایا کی جتنی بھی صورتیں صحیح حدیث میں وارد ہیں یا اہل شرع یا اہل لغت سے وہ ثابت ہیں وہ سب جائز ہیں۔ اس لیے کہ وہ مطلق اذن کے تحت داخل ہیں۔ اور بعض احادیث بعض صورتوں میں جو بطور نص وارد ہیں وہ ان کے منافی نہیں ہیں جو بعض ان کے غیر سے ثابت ہیں۔

بیع عرایا کے جواز میں اہم پہلو غریب مساکین کا مفاد ہے جو اپنی تنگ دستی کی وجہ سے پھلوں کے پختہ ہونے کا انتظار کرنے سے معذور ہیں۔ ان کو فی الحال شکم پری کی ضرورت ہے اس لیے ان کو اس بیع کے لیے اجازت دی گئی۔ ثابت ہوا کہ عقل صحیح بھی اس کے

جواز کی تائید کرتی ہے۔

باب: الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

یہ باب جانور کے بدلے میں جانور کا ادھار سودا کرنے میں ہے

2270- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عُرْوَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ

الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً ﴿﴾ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے جانور کے عوض میں جانور کو ادھار فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

2271- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَأَبُو خَالِدٍ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَأْسَ بِالْحَيَوَانِ وَاحِدًا بِاِثْنَيْنِ يَدًّا بِيَدٍ وَكَرِهَهُ نَسِيئَةً ﴿﴾ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”دو جانوروں کے عوض میں ایک جانور کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ نقد لین دین ہو۔“

(راوی کہتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے ادھار کے طور پر ایسا کرنے کو نا پسندیدہ قرار دیا ہے (یعنی حرام قرار دیا ہے)

باب: الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ مُتَفَاضِلًا يَدًّا بِيَدٍ

یہ باب ہے کہ جانور کے عوض میں جانور کا نقد لین دین کرتے ہوئے اضافی ادائیگی کرنا

2272- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضِيُّ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو عَمَرَ حَفْصُ بْنُ عُمَرَ

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى صَفِيَّةَ بَسْبَعَةَ أَرُوسٍ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ مِنْ دَحِيَّةِ الْكَلْبِيِّ

﴿﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سات افراد (یعنی غلاموں اور کنیزوں) کے عوض سیدہ

صفیہ رضی اللہ عنہا کو خریدا تھا۔

عبدالرحمن نامی راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے انہیں خریدا تھا۔

باب: التَّغْلِيظُ فِي الرِّبَا

یہ باب سود کی شدید مذمت کے بیان میں ہے

سود کی لغوی تعریف کا بیان

لغت کے اعتبار سے ربا کے معنی زیادتی بڑھوتری بلندی کے آتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ایسی زیادتی کو ربا کہتے ہیں جو کسی مالی معاوضہ کے بغیر حاصل ہو۔

سود کو عربی زبان میں ربا کہتے ہیں، جس کا لغوی معنی زیادہ ہونا، پروان چڑھنا، اور بلندی کی طرف جانا ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں ربا (سود) کی تعریف یہ ہے کہ کسی کو اس شرط کے ساتھ رقم ادھار دینا کہ واپسی کے وقت وہ کچھ رقم زیادہ لے گا۔ مثلاً کسی کو سال یا چھ ماہ کے لیے 100 روپے قرض دئے، تو اس سے یہ شرط کر لی کہ وہ 100 روپے کے 120 روپے لے گا، مہلت کے عوض یہ جو 20 روپے زیادہ لیے گئے ہیں، یہ سود ہے۔

سود کی حرمت کا بیان

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرہ، ۲۷۵)

وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر، جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مجبوظ بنا دیا ہو اس لئے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے، اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود، تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا، اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے۔ اور جو اب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔ (کنز الایمان)

علامہ مناوی لکھتے ہیں: ربوا کے لغوی معنی زیادتی اور اضافے کے ہیں اور شریعت میں اس کا اطلاق ربا الفضل اور ربا النسیئہ پر ہوتا ہے۔ ربا الفضل اس سود کو کہتے ہیں جو چھ اشیا میں کی بیشی یا نقد و ادھار کی وجہ سے ہوتا ہے (جس کی تفصیل حدیث میں ہے) مثلاً گندم کا تبادلہ گندم سے کرنا ہے تو فرمایا گیا ہے کہ ایک تو برابر برابر ہو۔ دوسرے ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اس میں کی بیشی ہوگی تب بھی اور ہاتھوں ہاتھ ہونے کے بجائے ایک نقد اور دوسرا ادھار یا دونوں ہی ادھار ہوں تب بھی سود ہے (ربا النسیئہ کا مطلب ہے کسی کو (مثلاً) چھ مہینے کے لیے اس شرط پر سو روپے دینا کہ واپسی روپے ہوگی۔ روپے چھ مہینے کی مہلت کے لیے دیے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول میں اسے اس طرح بیان کیا گیا ہے مکمل قرض جو منفعة فہو ربا۔

(فیض الفقہ پر شرح الجامع الصغیر ج ۵، ص ۲۸)

(قرض پر لیا گیا نفع سود ہے)۔ یہ قرض ذاتی ضرورت کے لیے لیا گیا ہو یا کاروبار کے لئے دونوں قسم کے قرضوں پر سود حرام

ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں بھی دونوں قسم کے قرضوں کا رواج تھا شریعت نے بغیر کسی قسم کی تفریق کے دونوں کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے اس لیے بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تجارتی قرضہ جو عام طور پر بینک سے لیا جاتا ہے اس پر اضافہ سود نہیں ہے اس لیے کہ قرض لینے والا اس سے فائدہ اٹھاتا ہے جس کا کچھ حصہ وہ بینک کو یا قرض دہندہ کو لوٹا دیتا ہے تو اس میں قباحت کیا ہے؟ اس کی قباحت ان متجددین کو نظر نہیں آتی جو اس کو جائز قرار دیتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تو اس میں بڑی قباحتیں ہیں۔ مثلاً قرض لے کر کاروبار کرنے والے کا منافع تو یقینی نہیں ہے بلکہ منافع تو کجا اصل رقم کی حفاظت کی بھی ضمانت نہیں ہے بعض دفعہ کاروبار میں ساری رقم ہی ڈوب جاتی ہے۔

جب کہ اس کے برعکس قرض دہندہ (چاہے وہ بینک ہو یا کوئی ساہوکار ہو) کا منافع متعین ہے جس کی ادائیگی ہر صورت میں لازمی ہے یہ ظلم کی ایک واضح صورت ہے جسے شریعت اسلامیہ کس طرح جائز قرار دے سکتی ہے؟ علاوہ ازیں شریعت تو اہل ایمان کو معاشرے کے ضرورت مندوں پر بغیر کسی دنیاوی غرض و منفعت کے خرچ کرنے کی ترغیب دیتی ہے جس سے معاشرے میں اخوت بھائی چارے، ہمدردی، تعاون اور شفقت و محبت کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ اس کے برعکس سودی نظام سے سنگ دلی اور خود غرضی کو فروغ ملتا ہے۔ ایک سرمائے دار کو اپنے سرمائے کے نفع سے غرض ہوتی ہے چاہے معاشرے میں ضرورت مند، بیماری، بھوک، افلاس سے کراہ رہے ہوں یا بیروزگار اپنی زندگی سے بیزار ہوں۔ شریعت اس شقاوت و سنگدلی کو کس طرح پسند کر سکتی ہے؟ اس کے اور بہت سے نقصانات ہیں۔ بہر حال سود مطلقاً حرام ہے چاہے ذاتی ضرورت کے لیے لیے گئے قرضے کا سود ہو یا تجارتی قرضے پر ہو۔

تجارت اور سود کو ہم معنی کہنے والے کم علم لوگوں کے لئے نصیحت

چونکہ پہلے ان لوگوں کا ذکر ہوا ہے جو نیک کا (صدقہ خیرات کرنے والے زکوٰۃ میں دینے والے حاجت مندوں اور رشتہ داروں کی مدد کرنے والے غرض ہر حال میں اور ہر وقت دوسروں کے کام آنے والے تھے تو ان کا بیان ہو رہا ہے جو کسی کو دینا تو ایک طرف رہا دوسروں سے چھیننے ظلم کرنے اور ناحق اپنے پرایوں کا مال ہضم کرنے والے ہیں، تو فرمایا کہ یہ سود خور لوگ اپنی قبروں سے ان کے بارے میں دیوانوں اور پاگلوں خبطیوں اور بیہوشوں کی طرح اٹھیں گے، پاگل ہوں گے، کھڑے بھی نہ ہو سکتے ہوں گے، ایک قرأت میں من المس کے بعد یوم القیامۃ کا لفظ بھی ہے، ان سے کہا جائے گا کہ لو اب تمہارا تمام لو اور اپنے رب سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ، شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ بڑے بڑے گھروں کی مانند تھے، پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا سود اور بیاج لینے والے ہیں، اور روایت میں ہے کہ ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو ڈستے رہتے تھے اور ایک مطول حدیث میں ہے کہ ہم جب ایک سرخ رنگ نہر پر پہنچے جس کا پانی مثل خون کے سرخ تھا تو میں نے دیکھا اس میں کچھ لوگ بمشکل تمام کنارے پر آتے ہیں تو ایک فرشتہ بہت سے پتھر لئے بیٹھا ہے، وہ ان کا منہ پھاڑ کر ایک پتھر ان کے منہ میں اتار دیتا ہے، وہ پھر بھاگتے ہیں پھر یہی ہوتا ہے، پوچھا تو معلوم ہوا یہ سوخوروں کا گروہ ہے، ان پر یہ وبال اس باعث ہے کہ یہ کہتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی ہے ان کا یہ اعتراض شریعت اور احکام الہی پر تھا وہ سود کو تجارت کی طرح حلال جانتے تھے، جبکہ بیع پر

سود کا قیاس کرنا ہی غلط ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ شرکین تو تجارت کا شرعاً جائز ہونے کے قائل نہیں ورنہ یوں کہتے کہ سود مثل بیع ہے، ان کا کہنا یہ تھا کہ تجارت اور سود دونوں ایک جیسی چیزیں ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو حلال کہا جائے اور دوسری کو حرام؟ پھر انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ حلت و حرمت اللہ کے حکم کی بنا پر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ بھی کافروں کا قول ہی ہو، تو بھی انتہائی اچھے انداز سے جوابا کہا گیا اس میں مصلحت الہیہ کہ ایک کو اللہ نے حرام ٹھہرایا اور دوسرے کو حلال پھر اعتراض کیا؟ علیم و حکیم اللہ کے حکموں پر اعتراض کرنے والے تم کون؟ کس کی ہستی ہے؟ اس سے باز پرس کرنے کی، تمام کاموں کی حقیقت کو ماننے والا تو وہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ میرے بندوں کا حقیقی نفع کس چیز میں اور فی الواقع نقصان کس چیز میں ہے، تو نفع الی چیزیں حلال کرتا ہے اور نقصان پہنچانے والی چیزیں حرام کرتا ہے، کوئی ماں اپنے دودھ پیتے بچے پر اتنی مہربان نہ ہوگی جتنا اللہ اپنے بندوں پر ہے، وہ روکتا ہے تو بھی مصلحت سے اور حکم دیتا ہے تو مصلحت سے، اپنے رب کی نصیحت سن کر جو باز آ جائے اس کے پہلے کئے ہوئے تمام گناہ معاف ہیں، جیسا فرمایا عفا اللہ عما سلف اور جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن فرمایا تھا جاہلیت کے تمام سود آج میرے ان قدموں تلے دفن کر دیئے گئے ہیں، چنانچہ سب سے پہلا سود جس سے میں دست بردار ہوتا ہوں وہ عباس کا سود ہے، پس جاہلیت میں جو سود لے چکے تھے ان کو لوٹانے کا حکم نہیں ہوا،

ایک روایت میں ہے کہ ام مکنہ حضرت زید بن ارقم کی ام ولد تھیں، حضرت عائشہ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے ایک غلام حضرت زید کے ہاتھوں آٹھ سو کا اس شرط پر بیچا کہ جب ان کے پاس رقم آئے تو وہ ادا کر دیں، اس کے بعد انہیں نقدی کی ضرورت پڑی تو وقت سے پہلے ہی وہ اسے فروخت کرنے کو تیار ہو گئے، میں نے چھ سو کا خرید لیا، حضرت صدیقہ نے فرمایا تو نے بھی اور اس نے بھی بالکل خلاف شرع کیا، بہت برا کیا، جاؤ زید سے کہہ دو اگر وہ توبہ نہ کرے گا تو اس کا جہاد بھی غارت جائے گا جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہے، میں نے کہا اگر وہ دو سو جو مجھے اس سے لینے ہیں چھوڑ دوں اور صرف چھ سو وصول کر لوں تا کہ مجھے میری پوری رقم آٹھ سو کی مل جائے، آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں، پھر آپ نے (فمن جاء موعدة والی آیت پڑھ کر سنائی (ابن ابی حاتم) یہ اثر بھی مشہور ہے اور ان لوگوں کی دلیل ہے جو عیدہ کے مسئلے کو حرام بتاتے ہیں اس کی تفصیل کتاب الاحکام میں ہے اور احادیث بھی ہیں، والحمد للہ۔

پھر فرمایا کہ حرمت کا مسئلہ کانوں میں پڑنے کے بعد بھی سود لے تو وہ سزا کا مستحق ہے ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے، جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا جو مخابرہ کو اب بھی نہ چھوڑے وہ اللہ کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے (ابوداؤد)

"مخابرہ" اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسروں کی زمین میں کھیتی بوئے اور اس سے یہ طے ہو کہ زمین کے اس محدود ٹکڑے سے جتنا اناج نکلے وہ میرا باقی تیرا اور "مزاینہ" اسے کہتے ہیں کہ درخت میں جو کھجوریں ہیں وہ میری ہیں اور میں اس کے بدلے اپنے پاس سے تجھے اتنی اتنی کھجوریں تیار دیتا ہوں، اور "مخالہ" اسے کہتے ہیں کہ کھیت میں جو اناج خوشوں میں ہے اسے اپنے پاس سے کچھ اناج دے کر خریدنا، ان تمام صورتوں کو شریعت نے حرام قرار دیا تا کہ سود کی جڑیں کٹ جائیں، اس لئے کہ ان صورتوں میں صحیح

طور پر کیفیت تبادلہ کا اندازہ نہیں ہو سکتا، پس بعض علماء نے اس کی کچھ علت نکالی، بعض نے کچھ، ایک جماعت نے اسی قیاس پر ایسے تمام کاروبار کو منع کیا، دوسری جماعت نے برعکس کیا، لیکن دوسری علت کی بنا پر حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ ذرا مشکل ہے۔

یہاں تک کہ حضرت عمر فرماتے ہیں افسوس کہ تین مسئلے پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئے دادا کی میراث کا کلالہ اور سود کی صورتوں کا یعنی بعض کاروبار کی ایسی صورتیں جن پر سود کا شبہ ہوتا ہے، اور وہ ذرائع جو سود کی مماثلت تک لے جاتے ہوں جب یہ حرام ہیں تو وہ بھی حرام ہی ٹھہریں گے، جیسا کہ وہ چیز واجب ہو جاتی ہے جس کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہوتا ہو،

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس طرح حلال ظاہر ہے، اسی طرح حرام بھی ظاہر ہے لیکن کچھ کام درمیانی شبہ والے بھی ہیں، ان شبہات والے کاموں سے بچنے والے نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا اور جو ان مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ حرام میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس چرہ والے کی طرح جو کسی کی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چرااتا ہو، تو ممکن ہے کوئی جانور اس چراگاہ میں بھی منہ مار لے،

سنن میں حدیث ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور اسے لے لو جو شک شبہ سے پاک ہے، دوسری حدیث میں ہے گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے طبیعت میں تردد ہو اور اس کے بارے میں لوگوں کا واقف ہونا اسے برا لگتا ہو، ایک اور روایت میں ہے اپنے دل سے فتویٰ پوچھ لو لوگ چاہے کچھ بھی فتویٰ دیتے ہوں، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں سود کی حرمت سب سے آخر میں نازل ہوئی (بخاری)

حضرت عمر یہ فرما کر کہتے ہیں افسوس کہ اس کی پوری تفسیر بھی مجھ تک نہ پہنچ سکی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ لوگو سود کو بھی چھوڑ دو اور ہر اس چیز کو بھی جس میں سود کا بھی شائبہ ہو (مسند احمد) حضرت عمر نے ایک خطبہ میں فرمایا شاید میں تمہیں بعض ان چیزوں سے روک دوں جو تمہارے لئے نفع والی ہوں اور ممکن ہے میں تمہیں کچھ ایسے احکام بھی دوں جو تمہاری مصلحت کیخلاف ہوں، سنو! قرآن میں سب سے آخر سود کی حرمت کی آیت اتری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور افسوس کہ اسے کھول کر ہمارے سامنے بیان نہ فرمایا پس تم ہر اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالتی ہو۔ (ابن ماجہ)

ایک حدیث میں ہے کہ سود کے بہتر گناہ ہیں جن میں سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے، سب سے بڑا سود مسلمان کی ہتک عزت کرتا ہے (مسند رک ماکم)

فرماتے ہیں ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ لوگ سود کھائیں گے، صحابہ نے پوچھا کیا سب کے سب؟ فرمایا جو نہ کھائے گا اسے بھی غبار تو پہنچے گا ہی، (مسند احمد)

پس غبار سے بچنے کے لئے ان اسباب کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے جو ان حرام کاموں کی طرف پہنچانے والے ہوں، حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیت حرمت سود میں نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں آ کر اس کی تلاوت کی اور سودی کاروبار اور سودی تجارت کو حرام قرار دیا،

بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح شراب اور اس طرح کی تمام خرید و فروخت وغیرہ وہ وسائل (ذرائع) ہیں جو اس تک

پہنچانے والے ہیں سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کئے ہیں، صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت اس لئے کی کہ جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے حیلہ سازی کر کے حلال بنانے کی کوشش کی چنانچہ یہ کوشش کرنا بھی حرام ہے اور موجب لعنت ہے، اسی طرح پہلے وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جو شخص دوسرے کی تین طلاق والی عورت سے اس لئے نکاح کرے کہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے اس پر اور اس خاوند پر اللہ کی پھٹکار اور اس کی لعنت ہے، آیت حتی تنکح زوجا غیرہ لہ کی تفسیر میں دیکھ لیجئے، حدیث شریف میں ہے سود کھانے والے پر کھلانے والے پر شہادت دینے والوں پر گواہ بننے والوں پر لکھنے والے پر، سب پر اللہ کی لعنت ہے، ظاہر ہے کاتب و شاہد کو کیا ضرورت پڑی ہے جو وہ خواہ مخواہ اللہ کی لعنت اپنے اوپر لے، اسی طرح بظاہر عقد شرعی کی صورت کا اظہار اور نیت میں فساد رکھنے والوں پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتے ہیں۔

سود کے سبب معیشت کی تباہی کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ سود کو برباد کرتا ہے یعنی یا تو اسے بالکل غارت کر دیتا ہے یا سودی کاروبار سے خیر و برکت ہٹا دیتا ہے علاوہ ازیں دنیا میں بھی وہ تباہی کا باعث بنتا ہے اور آخرت میں عذاب کا سبب، جیسے ہے آیت قل لا یستوی الخبیث والطیب الخ، یعنی ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوتا گو تمہیں ناپاک کی زیادتی تعجب میں ڈالے۔ ارشاد فرمایا آیت ویجعل الخبیث بعضہ علی بعض فیرکم فیجعلہ فی جہنم۔ مگر جب خباثت والی چیزوں کو تہہ وبالا کر کے وہ جہنم میں جھونک دے گا اور جگہ ہے آیت (وَمَا أَتَيْتُم مِّن دَبَابٍ لَّیْرُبُوا فِیْ أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ) 30۔ الروم: 39 یعنی سود دے کر جو مال تم بڑھانا چاہتے ہو وہ دراصل بڑھتا نہیں،

اسی واسطے حضرت عبداللہ بن مسعود والی روایت میں ہے کہ سود سے اگر مال میں اضافہ ہو بھی جائے لیکن انجام کار کمی ہوتی ہے

(مسند احمد)

مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق مسجد سے نکلے اور اناج پھیلا ہوا دیکھ کر پوچھا یہ غلہ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے کہا بکنے کے لئے آیا ہے، آپ نے دعا کی کہ اللہ اس میں برکت دے، لوگوں نے کہا یہ غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے پہلے ہی جمع کر لیا تھا، پوچھا کس نے جمع کیا تھا، لوگوں نے کہا ایک تو فروخ نے جو حضرت عثمان کے مولیٰ ہیں اور دوسرے آپ کے آزاد کردہ غلام نے، آپ نے دونوں کو بلوایا اور فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں اور جب چاہیں بیچیں، ہمیں اختیار ہے، آپ نے فرمایا سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کے خیال سے غلہ روک رکھے اسے اللہ مفلس کر دے گا، یہ سن کر حضرت فروخ تو فرمانے لگے کہ میری توبہ ہے میں اللہ سے اور پھر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ پھر یہ کام نہ کروں گا لیکن حضرت عمر کے غلام نے پھر بھی یہی کہا کہ ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور نفع اٹھا کر بیچتے ہیں، اس میں کیا حرج ہے؟

راوی حدیث حضرت ابو یحییٰ فرماتے ہیں میں نے پھر دیکھا کہ اسے جذام ہو گیا اور جذامی (کوڑھ) بنا پھرنا تھا، ابن ماجہ میں

ہے جو شخص مسلمانوں کا غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے روک رکھے اللہ تعالیٰ اسے مفلس کر دے گا یا جذاۓ۔ پھر فرماتا ہے وہ صدقہ کو بڑھاتا ہے۔

یربی کی دوسری قرأت یربی بھی ہے، صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور بھی خیرات کرے اسے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی دانے ہاتھ لیتا ہے پھر اسے پال کر بڑا کرتا ہے (جس طرح تم لوگ اپنے بچھڑوں کو پالتے ہو) اور اس کا ثواب پہاڑ کے برابر بنا دیتا ہے اور پاک چیز کے سوا وہ ناپاک چیز کو قبول نہیں فرماتا، ایک اور روایت میں ہے کہ ایک کھجور کا ثواب احد پہاڑ کے برابر ملتا ہے، اور روایت میں ہے کہ ایک لقمہ مثل احد کے ہو کر ملتا ہے، پس تم صدقہ خیرات کیا کرو، پھر فرمایا ناپسندیدہ کافروں، نافرمان زبان زور اور نافرمان فعل والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صدقہ خیرات نہ کریں اور اللہ کی طرف سے صدقہ خیرات کے سبب مال میں اضافہ کے وعدہ کی پرواہ کئے بغیر دنیا کا مال دینا جمع کرتے پھریں اور بدترین اور خلاف شرع طریقوں سے کمائیاں کریں لوگوں کے مال باطل اور ناحق طریقوں سے کھا جائیں، یہ اللہ کے دشمن ہیں ان ناشکروں اور گنہگاروں سے اللہ کا پیار ممکن نہیں۔ پھر ان بندوں کی تعریف ہو رہی ہے جو اپنے رب کے احکام کی بجا آوری کریں، مخلوق کے ساتھ سلوک و احسان قائم کریں، نمازیں قائم کریں، زکوٰۃ دیتے رہیں، یہ قیامت کے دن تمام دکھ درد سے امن میں رہیں گے کوئی کھٹکا بھی ان کے دل پر نہ گزرے گا بلکہ رب العالمین اپنے انعام و اکرام سے انہیں سرفراز فرمائے گا۔

علم معیشت کے اصول کے مطابق سود سے مال کم ہونے کا بیان

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سود سے مال بڑھتا ہے۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کسی بھی معاشرہ میں دولت مندوں کی تعداد غریبوں کی تعداد کی نسبت بہت قلیل ہوتی ہے اور سود لینے والے دولت مند ہوتے ہیں اور دینے والے غریب اور محتاج۔ اب سود سے فائدہ تو ایک شخص اٹھاتا ہے اور نقصان سینکڑوں غریبوں کا ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی نظروں میں اس کی سب مخلوق یکساں ہے بلکہ اسے دولت مندوں کے مفاد سے غریبوں کے مفادات زیادہ عزیز ہیں۔ اور سود خور سود کے ذریعہ بے شمار غریبوں کا مال کھینچ کر انہیں مزید مفلس اور کنکال بنانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ تو اسی حقیقت کو اللہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ سود کے ذریعہ مال بڑھتا نہیں بلکہ گھٹتا ہے۔

یہ اس مسئلہ کا ایک پہلو ہوا اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ علم معیشت کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ کہ جس معاشرہ میں دولت کی گردش جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی وہ معاشرہ خوشحال ہوگا اور اس کی قومی دولت میں اضافہ ہوگا۔ اور اگر دولت کا بھاؤ غریب سے امیر کی طرف ہوگا تو یہ گردش بہت کم ہو جائے گی۔ کیونکہ امیر طبقہ کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی سود قومی معیشت پر تباہ کن اثر ڈالتا ہے۔ اور اگر دولت کا بھاؤ امیر سے غریب کی طرف ہو اور یہ بات صرف زکوٰۃ و صدقات کی صورت میں ہی ممکن ہوتی ہے، تو دولت کی گردش میں تیز ہو جائے گی۔ کیونکہ ایک تو غریبوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے دوسرے ان کی ضروریات محض پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے انگی ہوتی ہیں۔

سود کھانے والوں کی سزائیں وارد احادیث کا بیان

2273- حَدَّثَنَا أَبُو تَكْرٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الصَّلْتِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرَى بَنِي عَدْنٍ قَوْمٌ يُطَوِّنُهُمْ كَالْبُيُوتِ فِيهَا الْعَبَاتُ نَرَى مِنْ خَارِجِ بَطُونِهِمْ لَقَلْتُ مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرَائِيلُ قَالَ هَؤُلَاءِ أَكَلَةُ الرِّبَا

••• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”جس رات مجھے عراق کی روانی گئی اس رات میں کچھ لوگوں کے پاس آیا جن کے پیٹ گڑھوں کی طرح تھے جن میں سانپ موجود تھے جو ان کے پیٹ کے باہر سے بھی نظر آ رہے تھے میں نے دریافت کیا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔“

2274- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ

••• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”سود میں ستر گنا ہوں (کا سا وبال پایا جاتا ہے) جن میں سب سے کم تر یہ ہے آدمی اپنی ماں کے ساتھ نکاح کر لے۔“

2275- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ الصَّرَفِيُّ أَبُو خَفْصٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُونَ بَابًا

••• حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”سود کے 73 دروازے ہیں۔“

2276- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ إِنْ أَخْرَجَ مَا نَزَلَتْ آيَةُ الرِّبَا وَإِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِصَ وَلَمْ يُفْسِرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّبَاةَ

••• حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے آخر میں سود سے متعلق آیت نازل ہوئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر ہمارے سامنے بیان نہیں کی اس لیے تم سود اور مشکوک چیزوں کو چھوڑ دو۔

2277- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ

2273: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2274: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2275: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2276: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ أَكْلَ الرِّبَا وَمُؤْكَلَهُ وَشَاهِدِيهِ وَكَاتِبَهُ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے سود کھانے والے اسے کھلانے والے اس کے گواہوں اور اسے تحریر کرنے والے پر لعنت کی ہے۔

2278 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي خَيْرَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَكَلَ الرِّبَا فَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ أَصَابَهُ مِنْ عُقَابِهِ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جب ان میں سے ہر ایک شخص سود کھائے گا اور جو اسے نہیں کھائے گا اس تک بھی اس کا غبار پہنچے گا۔“

2279 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ الرَّكْبِيِّ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ عَمِيلَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَحَدٌ أَكْثَرَ مِنَ الرِّبَا إِلَّا كَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهِ إِلَى قَلِيلَةٍ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص جتنا بھی (زیادہ) سود لے اس کا انجام کی ہی ہوتا ہے۔“

مکملی و موزونی چیزوں میں سود کی حرمت کا بیان

ہر کیلی و موزونی چیز میں سود حرام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کو اس کی ہم جنس کے بدلے زیادتی کے ساتھ فروخت کیا جائے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک سود کی علت کیل مع جنس ہے یا وزن مع جنس ہے جبکہ مصنف علیہ الرحمہ نے قدرت مع جنس کو علت قرار دیا ہے اور یہ زائد شامل کرنا ہے اس کے بارے میں دلیل وہی حدیث ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ اشیاء کو شمار کیا (۱) گندم (۲) جو (۳) چھوہارہ (۴) نمک (۵) سونا (۶) چاندی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو طرح روایت کیا گیا ہے ایک میں مثل کو رفع سے بیان کیا ہے اور دوسری روایت میں لام کے نصب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پہلی روایت کے مطابق کھجور کی بیج جبکہ دوسرے روایت کے مطابق تم کھجور کو فروخت کرو۔

حدیث میں بیان کردہ حکم ائمہ کے اتفاق کے مطابق علت پر مبنی ہے جبکہ ہمارے نزدیک علت وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے

2277: أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 3333 أخرجه الترمذي في "المجامع" رقم الحديث: 1208

2278: أخرجه أبو داود في "السنن" رقم الحديث: 3331 أخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 4457

2279: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک کھانے کی چیزوں میں طعم اور اثمان میں تمییز علت ہے جبکہ جنس کا ہونا شرط ہے اور برابری کا ہونا سود سے بچنے کا سبب ہے اور ان کے نزدیک حرمت اصل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اشیاء کی وضاحت فرمائی ایک قبضہ اور دوسری مماثلت ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک معزز ہونے کی خبر دینے والی ہے جس طرح نکاح گواہی کا ہونا شرط ہے پس سود کو بھی ایسی علت کے ساتھ متعلق کیا جائے گا جو معزز و حرمت کو ظاہر کرنے میں مناسب ہو اور کھانے کی چیزوں میں وہی چیز طعم ہے کیونکہ اس سے انسان کا باقی رہنا متعلق ہے اور اثمان میں ثمن کا ہونا ہے کیونکہ وہ اموال جن پر مصالح کا مدار ہے ان کی بقاء ثمن پر ہے پس جنس اس کا میں کوئی دخل نہیں ہے پس ہم نے اس کو شرط بنا دیا ہے۔ کیونکہ حکم شرط کے ساتھ لاگو ہوا کرتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں مماثلت کو شرط کے طور پر ذکر کیا ہے اور بیع کا حکم ثابت کرنے کے لئے حدیث شریف کے بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کیونکہ بیع برابری کی خبر دینے والی ہے اور مقابلہ برابری سے ہوتا ہے یا پھر حدیث لوگوں کے اموال کو ہلاکت سے بچانے کی غرض سے ہے یا پھر بیع کو حوالے کرنے کے ساتھ اتصال کے سبب نفع کے لئے بیان ہوئی ہے۔ پس مماثلت کے ختم ہو جانے کی صورت میں سود حرمت لازم آئے گی۔ اور دو چیزوں کے درمیان صوری و معنوی دونوں طرح مماثلت ہوا کرتی ہے۔ معیار ذات میں برابری کا ہے جبکہ جنس کے سبب معنی میں برابری ہوتی ہے پس معنی اور صورت دونوں کے اعتبار سے مماثلت کی صورت میں زیادتی ظاہر ہو جائے گی اور سود ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ سود اس زیادتی کو کہتے ہیں جو عاقدین میں سے کسی ایک کے لئے معاوضہ کے حق کے طور ہو اور بدل سے خالی ہو اور عقد میں بطور شرط کے ہو۔

اور وصف کا اعتبار بھی نہ کیا جائے گا کیونکہ عرف میں وصف کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔ یا پھر اس کے لئے وصف کو متفاوت تسلیم کر لینے کی صورت میں بیوع کے احکام کو رد کرنا لازم آئے گا۔

یہ اس حدیث کی وجہ سے ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سودی اموال میں کھرا کھونا برابر ہے اور طعم اور ثمن ہونا یہ نفع کے بڑے اسباب میں سے ہے اور ان اشیاء میں ضرورت کے سبب عام طور پر اطلاق کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان میں تنگی درست نہیں ہے۔ پس امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ علت و تفصیل کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

سود کی حرمت پر اعتبار علت میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے اور گیہوں گیہوں کے بدلے اور جو جو کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے اگر لیا دیا جائے تو ان کا لین دین (مقدار) میں مثل بمثل یعنی برابر برابر و دست بدست ہونا چاہئے، اگر یہ قسمیں مختلف ہوں مثلاً گیہوں کا تبادلہ جو کے ساتھ یا جو کا تبادلہ کھجور کے ساتھ ہو تو پھر اجازت ہے کہ جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو (یعنی برابر برابر ہونا ضروری نہیں ہے) البتہ لین دین کا دست بدست ہونا (اس صورت میں بھی) ضروری ہے (مسلم، مکتوبہ الصالح، جلد سوم، رقم الحدیث ۴۸)

یہی وہ حدیث ہے جس نے ربا کے مفہوم کو وسعت دے کر خرید و فروخت اور لین دین کے بعض معاملات کو ربا اور سود قرار دیا

ہے چنانچہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہاں جن چھ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے اگر ان کا باہمی تبادلہ یا ان کی باہمی خرید و فروخت کی جائے تو یہ ضروری ہے کہ لین دین برابر برابر بھی ہو اور دست بدست بھی ہو برابر برابر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنا گیہوں بطور تبادلہ بیع دے تو اس سے اتنا ہی گیہوں لے جتنا خود دے دست بدست کا مطلب یہ ہے کہ جس مجلس میں معاملہ طے ہو اس مجلس میں دونوں فریق اپنا اپنا حق ایک دوسرے سے الگ ہونے سے پہلے ہی اپنے قبضے میں لے لیں یہ نہ ہونا چاہئے کہ ایک فریق تو نقد دے اور دوسرا یہ وعدہ کرے کہ میں بعد میں دے دوں گا اگر اس حکم کے برخلاف ہوگا کہ یا لین دین برابر نہ ہو یا دست بدست نہ ہو تو اس صورت میں وہ معاملہ ربا یعنی سود کے حکم میں داخل ہو جائے گا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں جن چھ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے آیا ربا کا حکم انہی چھ چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے یا یہ چیزیں بطور مثال کے بیان فرمائی گئی ہیں اور دوسری کچھ اشیاء بھی اس حکم میں داخل ہیں اور اگر دوسری اجناس بھی داخل ہیں تو ان کا ضابطہ کیا ہے۔

چنانچہ ائمہ مجتہدین کا یہ فیصلہ ہے کہ حدیث میں جن چھ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ محض مثال کے طور پر ہیں اور انہوں نے اپنے اجتہاد سے کچھ اور چیزوں مثلاً لوہے چوہے اور دیگر اجناس کو ان چھ چیزوں پر قیاس کیا ہے اور اس سلسلے میں ایک ضابطہ بنانے کے لئے ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد سے ان چھ چیزوں میں ربا کی علت الگ الگ متعین کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

حضرت امام مالک کے نزدیک ان چھ چیزوں میں سے سونے اور چاندی میں ربا کی علت تو ثمنیت (یعنی کسی چیز کی قیمت ہونے کی صلاحیت) ہے اور باقی چار چیزوں میں ربا کی علت قوت مذخر (یعنی محفوظ رہنے والی غذا) ہونا ہے اس اعتبار سے ان چھ چیزوں کے علاوہ بھی جن چیزوں میں ثمنیت پائی جائے گی یا جو چیزیں قوت مذخر ہوں گی ان سب میں ربا حرام ہوگا۔

لہذا حضرت امام مالک کے مسلک میں ترکاریاں پھل اور کھانے کی ایسی اشیاء جو (کافی عرصے تک) محفوظ نہ رہ سکتی ہوں وہ چیزیں ہیں۔

جن کے باہمی تبادلہ اور خرید و فروخت حضرت امام شافعی کے نزدیک بھی سونے اور چاندی میں تو ربا کی علت ثمنیت ہے لیکن باقی چار چیزوں میں ربا کی علت محض قوت (یعنی صرف غذایت) ہے۔ لہذا ان کے مسلک میں ترکاریوں پھلوں اور ادویات کی چیزوں میں ربا کا حکم جاری ہوگا کہ ان چیزوں کے باہمی تبادلہ میں برابر برابر لینا دینا تو جائز ہوگا مگر کمی بیشی کے ساتھ لین دین کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اسی طرح حضرت امام شافعی کے ہاں لوہا تانبہ پیتل دھات چونا اور اسی قسم کی دوسری اشیاء وہ چیزیں ہیں جن کے باہم تبادلہ میں ربا کا حکم جاری نہیں ہوگا مثلاً ایک پیانہ چوہے کے بدلے میں دو پیانے چوہے کا لینا دینا درست ہے اسی طرح ایک سیر لوہے یا ایک سیر تانبے کے بدلے میں دو سیر لوہا یا دو سیر تانبہ لینا دینا جائز ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے ہاں اصولی طور پر ربا کی علت قدر مع الجنس ہے اس اعتبار سے حنفی مسلک میں سونے اور چاندی میں ربا کی علت چونکہ مکمل ہے اس لئے ہر اس چیز کے باہمی لین دین میں ربا کا حکم جاری ہوگا جو مکمل (یعنی پیانے کے ذریعے لی دی جانے والی) ہو جیسے چونا وغیرہ اور یہ بات پہلے بھی بتائی جا چکی ہے کہ شریعت نے جس چیز کے مکمل یا موزون ہونے کا حکم صراحت

کے ساتھ بیان کیا ہے اس میں تہدلی روا نہیں ہے مثلاً سونے اور چاندی کو شریعت نے ان چیزوں میں شمار کیا ہے جو وزن کے ذریعے لی دی جاتی ہیں اس لئے یہ دونوں موزون کے حکم میں ہیں اگرچہ عام رواج اس کے برخلاف ہو اسی طرح گیسوں جو کھجور اور نمک کی شریعت نے ان چیزوں میں شمار کیا ہے جو کیل یعنی پیمانے کے ذریعے لی دی جاتی ہیں اس لئے یہ چیزیں کیل کے حکم میں ہیں اگرچہ عام رواج اس کے برخلاف ہو لہذا سونے یا چاندی کے باہم لین دین کے جائز ہونے میں وزن اور کیل ہی کا اعتبار ہوگا کہ اگر سونے کو سونے کے بدلے یا چاندی کو چاندی کے بدلے لیا دیا جائے تو وزن کا برابر برابر ہونا ضروری ہے وزن میں کمی بیشی قطعاً جائز نہیں ہوگی اسی طرح باقی چار چیزوں کے باہم لین دین کے جائز ہونے میں کیل کا اعتبار ہوگا کیونکہ اگرچہ عام رواج کے مطابق ان چیزوں کا لین دین وزن کے ذریعے ہوتا ہے لیکن شرعی طور پر یہ چیزیں کیل ہی کے حکم میں ہوں گی۔ اس لئے اگر کوئی شخص کسی کو ایک من گیسوں کے بدلے میں ایک ہی من گیسوں دے تو تو یہ لین دین جائز نہ ہوگا تا وقتیکہ دونوں طرف کے گیسوں پیمانے کے اعتبار سے برابر برابر نہ ہوں۔

لیکن یہ بات بھی پہلے صاف کی جا چکی ہے کہ حنفیہ میں حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً ہر چیز کے کیل یا موزون ہونے میں عام رواج کا اعتبار ہے اور حنفیہ کے ہاں اس پر عمل ہے (جو کھجور اور نمک کا بھی یہی حکم ہے)۔ ہاں جس چیز کا موزون یا کیل ہونا شریعت نے صراحت کے ساتھ بیان نہیں کیا ہے اس کے بارے میں عام رواج ہی کا اعتبار ہوگا کہ اگر وہ چیز عام رواج کے مطابق وزن کے ذریعے لی دی جاتی ہوگی تو وہ شرعی طور پر بھی موزون ہی کے حکم میں ہوگی کہ اس کے باہم لین دین میں وزن کا برابر برابر ہونا ضروری ہوگا۔ اس لئے لوہا اور تانبا چونکہ عام رواج کے مطابق وزن کے ذریعے لیا دیا جاتا ہے اس لئے ان کے باہم لین دین میں وزن کا برابر برابر ہونا ضروری ہے اگر وزن میں کمی بیشی ہوگی تو یہ رہا کے حکم میں داخل ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے اور گیسوں گیسوں کے بدلے اور جو جو کے بدلے اور کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے میں اگر دیا جائے تو ان کا لین دین برابر برابر دست بدست ہونا چاہئے۔ لہذا جس نے ایسا نہیں کیا بلکہ زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا اور لیا تو گویا اس نے سود لیا اور سود دیا اور لینے دینے والے دونوں اس میں برابر ہیں (مسلم)

علمت رہا میں فقہی مذاہب اربعہ

ہدایہ رابع میں ہے کہ یہود کو معاملات میں شراب، خنزیر اور دیگر حرام چیزوں کا معاملہ کرنے کی اجازت تھی مگر سودی لین دین کی یہود کو بھی اجازت نہیں تھی سود کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ سودی کاروبار کرنا اپنی ماں سے زنا کرنے سے بھی زیادہ برا ہے۔

سود کو حرام قرار دینے پر آج بھی اعتراض کیا جاتا ہے اور افسوس یہ ہے کہ آج کے معترضین خود کو مسلمان کہلاتے ہیں جن کے ظاہر پر قرآن کریم کا پھیکا سارنگ چڑھا ہوا ہے مگر ان کے دلوں میں اسلام دشمنی (عناد بلاسلام) کا مرض ہے۔ ایسے لوگوں کو قرآن کریم منافقین کی صفوں میں شمار کرتا ہے۔ انکا اعتراض یہ ہے کہ موجودہ دور کی اقسام ربو کا کتبہ فقہ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اور جو

اقسام ربو کتب فقہ میں مذکور ہیں انکا معاشرہ میں کہیں رواج نہیں ہے۔

اسی وجہ سے بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگ اور بہت سے دینداری کے دعوے دار بھی بینکوں کے ربو کو جائز کہتے ہیں انکا کہنا یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں ربو خاص قسم کا ہوتا تھا اور اب وہ مروج نہیں رہا کیونکہ اس زمانے میں ربو میں جبر ہوتا ہے تھا جو کہ اب نہیں ہے۔

دوسری صورت کہ گیہوں کو گیہوں یا چاول کو گیہوں یا چاول کے بدلہ میں دے اور جنس کو جنس کے ساتھ بیچے تو زیادتی ربو ہوگی حالانکہ آج کل ایسا نہیں ہوتا ہے اسی وجہ سے سمجھ لیا گیا کہ موجودہ دور میں ربو نہیں ہے۔

ربو کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کا ذکر قرآن مجید میں ہے لا تا کلوا الربو اضعافاً مضاعفۃ اور دوسری جگہ احل اللہ البیع وحرم الربو اور یہ ربو آسان ہے اس کو ربو النسیئہ کہا گیا ہے کیونکہ یہ قرض اور بیع کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس کی شرح مفسرین نے کی ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو ضمناً قرآن میں بیان شدہ ربو کی شرح بھی ہو جاتی ہے۔ حدیث کے ربو کی صورتیں بیع سلم وغیرہ ہیں۔ اس کو ربو الفضل بھی کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں جس ربو کا ذکر ہے وہ مفرد ہوگا یا مرکب یعنی یہ ہوگا کہ ہر مہینہ اصل رقم پر اتنا ربو ہوگا یہ ربو مفرد ہے۔ دوسرا ربو مرکب ہے کہ لا تا کلوا الربو اضعافاً مضاعفۃ یعنی سود پر بھی سود ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ تو یہ سود اثمان (شمن کی جمع) بیع اور قرض میں ہے۔

اثمان کی مثال: ایک چیز بیچی۔ مشتری پر شمن قرض ہو گیا اور کہا کہ اگر ایک مہینہ تک ادا کر لیا تو اتنی رقم اتنی رقم ادا کرنی ہوگی اور اگر ایک مہینہ کے بعد ادا کر لیا تو اتنی رقم ادا کرنی ہوگی۔ اور اس قسم کے سود تمام ادیان میں حرام تھے۔ بائبل میں تصریح ہے اور جدید و قدیم دونوں میں یہ موجود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انما بعثت لائم مکادم الاخلاق میں اخلاق کو مکمل کرنے آیا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کی ان دو قسموں (مفرد اور مرکب) کے علاوہ بقیہ ربو کی اقسام کو بھی حرام قرار دیا اور وہ بنو الکیل بلکیل والجنس بلجنس مثلاً بمثل والفضل ربو ہے۔ اس طرح ایک بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ تجارت (بیوع) میں جو سود کے ریشے تھے انکو بھی نکال دیا جائے۔ دوسری بات یہ کہ پہلے ادیان میں صرف ربو حرام تھا اور شبہ ربو حرام نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبہ ربو کو بھی حرام قرار دیا اور فقہاء کرام نے اس حدیث مشہور کو، جو کہ ربو کی حرمت کی حدیث ہے، لے کر مختلف علل نکالی ہیں۔ مہاجرین اس قسم کا قرض لیتے تھے۔ اس لئے منع فرمایا۔ بنکوں کا نظام بھی اسی قسم کا ہے۔ لوگ بینکوں سے ڈرتے ہیں۔ اگر کاروبار کرتا ہے تو حکومت ٹیکس لگاتی ہے تو یہ سوچ کر کہ بیسیوں کی حفاظت بھی ہوگی اور سال کے بعد اضافہ بھی ہوتا رہیگا۔ اور پھر بینک یہ رقم دوسرے لوگوں کو دگنے منافع (سود) پر دیتا ہے جس میں بینک کا کچھ بھی دخل نہیں ہوتا یعنی دوسرے کے مال پر نفع کھاتا ہے۔

یہ فلسفہ مارس نامی یہودی نے نکالا تھا۔ اس نے سوچا کہ آدمی اپنے پیسے سے تو نفع اٹھاتا ہی ہے لیکن دوسرے کے مال سے کیسے

نفع اٹھائے؟ بینکوں کا یہ سارا نظام اسی (یہودیانہ) سوچ کا نتیجہ ہے۔

ربو زیادتی کا نام ہے۔ قرآن کریم میں ہے واحل الله البيع وحرم الربو اور زیادتی بیع اور ربو دونوں میں ہے دونوں کو قرآن حکیم نے اکٹھا کر کیا۔ بیع کے معنی مبادلة المال بالمال الخ اور ربو میں بھی زیادتی ہے لیکن ایک زیادتی (تجارتی منافع) حلال ہے اور دوسری زیادتی (سو) حرام ہے۔

جن مشرکین مکہ کے بارے میں یہ آیات قرآنیہ براہ راست نازل ہوئی تھیں وہ ان دونوں کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے بلکہ کہتے تھے انما البيع مثل الربو تو بیع اور ربو کے لفظ کا ذکر کر کے یہ بیان کر دیا کہ کون سی زیادتی حلال ہے اور کون سی زیادتی حرام ہے۔ جب نفع کسی چیز کے عوض اور مقابلہ میں ہوگا تو وہ حلال ہوگا اور جب نفع کسی چیز کے عوض اور مقابلہ میں نہیں ہوگا تو وہ حرام ہوگا۔ (مثلاً دس ہزار کی گندم خرید کر بارہ ہزار روپے میں فروخت کر دی تو یہ پوری رقم لے کر وہ پوری گندم کے عوض اور مقابلہ میں ہے اور اگر کسی کو دس ہزار روپے دیکر کچھ عرصہ کے بعد بارہ ہزار روپے وصول کئے تو دس ہزار روپے کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔ یہی ربو ہے جسے قرآن کریم حرام قرار دیتا ہے) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے لفظ (بیع اور ربو) استعمال کئے جن سے فرق خود بخود واضح ہو جائے۔ کیونکہ تبادلہ کی سورت میں اگر چیز مقابلہ سے ہٹ جائے تو یا صرف اجل (مدت) مقابلہ پر ہوگی یا صرف پیسے (رقم) مقابلہ پر ہوں گے اور یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے مقابل زیادتی وصول کرنا غیر معقول ہے۔ اسلئے یہ زیادتی ربو شمار ہوتی ہے اور یہ حرام ہے۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (اس ضمن میں) لغت کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اس صورت سے حاصل شدہ اموال کو اموال ربوی (بکسر الراء) کہا جاتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں ربو نام ہے جو الفضل الخالی عن المعاوضہ۔ یعنی جس کے مقابلہ میں شے نہ ہو اور وہ عقود معاوضہ سے ہو اگر زیادتی نہیں یا زیادتی ہے مگر اس کے مقابل معاوضہ ہے تو یہ ربو نہیں ہے۔ (اسکا مطلب یہ ہو کہ عقود معاوضہ کے قبیل سے اپنے عقد کیا اور اس میں چیز وصول کر لی اور اسکا معاوضہ ادا نہیں کیا تو یہ ربو کہلائیگا اگرچہ اس صورت میں زیادتی یا کمی کا تصور نہیں ہے۔ یا اپنے معاوضہ تو ادا کیا مگر جو مقدار چیز کی طے ہوئی تھی اس سے زیادہ اپنے وصول کیا۔ لیکن اگر زیادتی کے بالمقابل آپ کی طرف سے ادائیگی ہوئی ہے تو یہ ربو نہیں ہے) لہذا اگر کوئی چیز پانچ روپے کی لے کر دس روپے کی بیچی تو یہ ربو نہیں ہے۔ (ربو کی مذکورہ تعریف، قرآن و حدیث والے دونوں ربو (ربو المنسیرہ۔ ربو الفضل) پر چل سکتی ہے۔

احل الله البيع وحرم الربو کی تشریح حدیث نے کی ہے۔ پھر آگے حدیث کی تشریح فقہاء نے کی ہے۔ اصل مسئلہ حدیث میں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی تمام اصحاب صحاح ستہ نے اس کی تخریج کی ہے۔

یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ محدثین کے اعتبار سے بھی مشہور ہے۔ بعض نے کہا کہ فقہاء کے اعتبار سے مشہور ہے۔ فقہاء کی مشہور یہ ہے کہ قرن اول میں خبر واحد ہو لیکن قرن ثانی و بعد میں مشہور ہو جائے۔ تو وہ بھی مشہور سمجھی جائے گی۔ بعض قاسمین (قیاس کی دلیل شرعی تسلیم کرنے والوں) نے ربو الفضل کی حدیث کو لے کر کہا کہ اس پر قیاس کے جائے گا اور

یہ متعدی ہوگا۔ اور وہ ائمہ اربعہ اور ائمہ کے قبیحین ہیں۔

بعض اصحاب ظواہر نے اس کو صرف چھ چیزوں تک محدود رکھا ہے۔ جن کا ذکر حدیث شریف میں موجود ہے۔ وہ اصحاب ظواہر محمد سلیمان بھی تھے اور موجودہ دور کے غیر مقلدین ہیں۔ غیر مقلدین سے ہمارا اختلاف اصولی ہے وجہ یہ ہے کہ اصحاب ظواہر نفات قیاس (قیاس کے حجت شرعی ہونے کی نفی کرنا) ہیں۔ اور غیر مقلدین بھی قیاس کے منکر ہیں۔ چونکہ اصحاب ظواہر ان چھ میں تعدی نہیں مانتے لہذا ان کے نزدیک نوٹوں میں بھی رو نہیں ہونا چاہئے کیونکہ نوٹ اشیاء ستہ (ان چھ چیزوں) میں سے نہیں ہے۔

فقہائین نے کہا ہے کہ تمام ائمہ متفق ہیں کہ ان اشیاء میں تعدی ہوگا۔ یہ حدیث اشیاء ستہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ البتہ علت میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک علت کیل مع الجنس اور وزن مع الجنس ہے۔ دوسرے الفاظ میں القدر مع الجنس ہے۔ بعض جگہ علت بسیط اور بعض جگہ مرکب ہوتی ہے۔ اور یہاں پر علت مرکب ہے اور قدر کہنا اشمالہ کیونکہ اس میں تمام قسمیں آجاتی ہیں۔

ہدایہ کی شرح فتح القدر کے مصنف امام کمال الدین بن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے معدود اور مذروع اشیاء بھی اسمیں داخل ہو جائیں گی۔ حالانکہ ان میں زیادتی رو نہیں ہے۔ ایک کم مقدار کا تھان دوسرے زیادہ مقدار کے تھان کے بدلے میں اور دن انڈے بیس انڈوں کے بدلے میں بیچ سکتے ہیں۔ سودی اشیاء صرف وہ ہوں گی جن میں کیل مع الجنس اور وزن مع الجنس پایا جائے گا۔ حاشیہ چلی میں لکھا ہے کہ القدر میں الف لام عہدی ہے کیونکہ وہ قدر کیل اور وزن ہی ہے غیر نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا نکتہ نظریہ ہے کہ ہر حکم کے پس منظر میں کوئی نہ کوئی علت ہوتی ہے جبکہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہر حکم کے پس منظر میں علت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ پھر وہ علت بعض منصوص ہوتی ہے اور بعض منصوص نہیں ہوتی فقہاء غور و خوض کر کے علت کا استخراج کرتے ہیں۔ علت منصوصہ کی مثال: حدیث شریف میں آتا ہے اذا استيقظ احدکم من نومہ فلا یغمس یدہ فی الاناء حتی یغسلها فانہ لا یدری این بابت یدہ۔ جہاں نجاست متوہمہ ہو وہاں ہاتھ دوہونا سنت ہے اور جہاں یقین ہو اور نجاست ظاہر ہو تو وہاں ہاتھ دوہونا فرض ہوگا۔ یہاں علت منصوصہ این بابت یدہ ہے اسی طرح الطولین والطوافات علت منصوصہ ہے۔ اگر مکروہ یا حرام قرار دیں تو حرج ہوگا۔

دوسری علت مستنبط ہے یہ صراحتہ مذکور نہیں ہوتی بلکہ حدیث میں حکم بیان کیا گیا ہے اس میں ایسے اشارات ہوتے ہیں کہ ان سے علت کا استنباط کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ لیکن جب فقہاء کرام کسی حکم میں غور کر کے اس کی علت نکالنے کی کوشش کرتے ہیں تو فطری طور پر مختلف نقطہ ہائے نظر کی بناء پر علت مختلف ہو سکتی ہے اور ہر امام حدیث میں موجود ارشادات کی روشنی میں اپنے نقطہ نظر کے مطابق علت تجویز کر سکتا ہے اور یہ ایک سے زیادہ ہو سکتی ہیں۔

دونوں اوصاف سود نہ ہونے پر جواز بیع کا بیان

اور جب دونوں اوصاف سود یعنی جنس و قدر نہ پائے جائیں تو حرام کرنے والی علت کے نہ پائے کی وجہ سے کمی بیشی کے ساتھ

اور ادھار کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے۔ کیونکہ بیع میں اصل اباحت ہے (قاعدہ فقہیہ) اور جب دونوں اوصاف پائے جائیں تو کی بیشی یا ادھار سب طرح سے بیع حرام ہے کیونکہ حرمت کی علت موجود ہے اور جب ان میں سے ایک وصف پایا جائے اور دوسرا وصف نہ پایا گیا تو کی بیشی حلال ہو جائے گی اور ادھار حرام رہے گا جس طرح کسی آدمی نے ہروی کپڑے کو دو ہروی کپڑوں میں بیع سلم کی یا گندم کا جو کے ساتھ سلم کرے۔ سود کی حرمت دونوں اوصاف کے ساتھ ہوگی جبکہ ادھار کی حرمت ایک وصف کے ساتھ ثابت ہو جائے گی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ محض اکیلی جنس ادھار کو حرام کرنے والی نہیں ہے کیونکہ من وجہ نقدی ہونے اور من وجہ نقدی نہ ہونے کی وجہ سے صرف زیادتی کا شبہ ثابت ہو سکتا ہے حالانکہ جنس کا پایا جانا یہ حقیقت میں اضافہ کے مانع نہ ہے۔ کیونکہ جب ایک ہروی کپڑے کو دو ہروی کپڑوں کے بدلے میں فروخت کرنا جائز ہے تو شبہ اضافہ میں بدرجہ اولی مانع نہ ہوگا اور ادھار فروخت کرنا صحیح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ادھار فروخت کرنا یہ اکیلے ہی قدر یا جنس کے سبب سے سود ہے جبکہ نقدی سے مال میں اضافہ ہوتا ہے پس سود کا شبہ ثابت ہو جائے گا اور حقیقت سود کی طرح شبہ سود بھی جواز کے مانع ہے ہاں البتہ جب کسی شخص نے زعفران وغیرہ میں نقدی کے ساتھ بیع سلم کی تو یہ جائز ہے خواہ ان دونوں کا وزن ایک ہی ہو۔ کیونکہ یہ دونوں وصف وزن کے متحد نہ ہوئے کیونکہ زعفران کا وزن من کے اعتبار کیا جاتا ہے اور من بھی ثمن والا ہوتا ہے اور معین کرنے سے معین بھی ہو جاتا ہے اور نقدی سنگ ترازو سے وزن کیے جاتے ہیں اور نقدیاں ثمن ہوتی ہیں جو معین کرنے سے معین نہیں ہوتیں۔

اور جب کسی شخص نے نقدی کے بدلے میں وزن کر کے زعفران کو بیچ دیا تو نقد میں وزن سے پہلے تصرف صحیح ہے جبکہ زعفران میں وزن سے پہلے مشتری کے لئے تصرف کرنا درست نہیں ہے کیونکہ جب زعفران اور نقد کا وزن کے بارے میں صورت معنی اور حکم سب مختلف ہیں تو قدران کو ہر طرح جمع کرنے والی نہیں ہے لہذا ان میں شبہ یہ شبہ در شبہ کے حکم میں پہنچا دینے والا ہے اور شبہ در شبہ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ (ہدایہ کتاب بیع، لاہور)

اشیاء میں اختلاف جنس کے سبب کی بیشی کے جواز کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تو سونا سونے کے بدلے میں بیچو نہ چاندی چاندی کے بدلے میں نہ گیہوں گیہوں کے بدلے میں نہ جو جو کے بدلے میں نہ کھجور کھجور کے بدلے میں اور نہ نمک نمک کے بدلے میں ہاں برابر برابر نقد بہ نقد یعنی دست بدست لین دین جائز ہے چنانچہ سونا چاندی کے بدل میں اور چاندی سونے کے بدلے میں گیہوں جو کے بدلے میں اور جو گیہوں کے بدلے میں اور کھجور نمک کے بدلے میں اور نمک کھجور کے بدلے میں دست بدست جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو۔ (نسائی، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث: 58)

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایسی دو چیزوں کا آپس میں لین دین کرو جو ہم جنس ہوں (جیسے گیہوں گیہوں کے بدلے میں تو اس صورت میں برابر برابر اور دست بدست ہونا ضروری ہے اور اگر ایسی دو چیزوں کا آپس میں لین دین کیا جائے جو ہم جنس نہ ہوں

بلکہ الگ الگ جنس کی ہوں (جیسے گیہوں جو کے بدلے میں) تو اس صورت میں صرف دست بدست ہونا ضروری ہے برابر برابر ہونا ضروری نہیں ہے

ہم جنس اشیاء کے باہمی تبادلے کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کا سونے کے ساتھ (برابر برابر بھی) تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو (یعنی اگر دونوں طرف سے برابر برابر اور دست بدست لین دین ہو تو پھر سود نہیں ہے) اسی طرح چاندی کا چاندی کے ساتھ تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو گیہوں کا گیہوں کے ساتھ تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو جو کا جو کے ساتھ تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو کھجور کا کھجور کے ساتھ تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 52)

ہم جنس چیزوں میں ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تبادلے کے معاملے میں تین صورتیں ہوتی ہیں۔

1- یا تو دونوں طرف موزون ہوں یا مکمل ہوں۔

2- دونوں طرف اشیاء نقد ہوں یا دونوں طرف ادھار ہوں۔

3- ایک طرف نقد ہو اور دوسری طرف کچھ دنوں کے لئے یا زیادہ دنوں کے لئے ادھار ہو ان تین صورتوں میں سے پہلی

صورت کے مطابق تو لین دین جائز ہوگا بشرطیکہ دونوں طرف مقدار برابر ہو کہ اگر وہ دونوں چیزیں موزون ہیں تو وزن میں برابر ہوں اور اگر مکمل ہوں تو پیمانہ میں برابر ہوں اور یہ کہ دونوں طرف کی اشیاء نقد ہوں اور بعد کی دونوں صورتوں کے مطابق یعنی دونوں طرف ادھار یا ایک طرف ادھار ہونے کی صورت میں لین دین کا معاملہ جائز نہیں ہوگا اگرچہ مقدار کے اعتبار سے دونوں ہم جنس چیزیں برابر برابر ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے کسی ایسے ڈھیر کو کہ جس کی مقدار معلوم نہ ہو ایک

معین پیمانے کی کھجوروں کے بدلے میں لینے دینے سے منع فرمایا ہے (مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم: رقم الحدیث 55)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لین دین کی اس صورت سے منع فرمایا ہے کہ ایک طرف تو کھجوروں کی غیر معین مقدار کا ڈھیر ہو اور دوسری طرف کھجوروں کی ایک مقدار مثلاً دس یا بیس پیمانے (یا دس یا بیس من) ہو کیونکہ ایسی صورت میں اس ڈھیر کی کھجوروں کی مقدار غیر معلوم ہوتی ہے ہو سکتا ہے کہ یہ ڈھیر دوسری طرف کی معین مقدار سے کم رہ جائے یا اس سے زیادہ ہو جائے اس کی وجہ سے ان دونوں ہی صورتوں میں سود کی شکل ہو جائے گی تاہم یہ ملحوظ رہے کہ لین دین کی یہ صورت باہم تبادلہ کی جانیوالی ایسی دو چیزوں کے درمیان ممنوع ہے جو ایک ہی جنس سے ہوں جیسا کہ اوپر کھجور کی مثال دی گئی ہے ہاں مختلف الجنس چیزوں کے لین دین میں یہ صورت ممنوع نہیں ہے کیونکہ مختلف الجنس چیزوں کا باہمی لین دین کسی بیشی کے ساتھ بھی جائز ہے۔

ادھار کے لین دین میں سود کے ہونے یا نہ ہونے کا بیان

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادھار لین دین میں سود ہو جاتا ہے ایک اور روایت میں یوں ہے کہ اس لین دین میں سود نہیں ہوتا جو دست بدست ہو۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث 68)

ادھار لین دین میں سود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سود کی صورت ایسے معاملے میں پیدا ہوتی ہے جس میں دو ہم قدر چیزوں کا باہمی تبادلہ ادھار کی شکل میں ہو کہ ایک فریق تو نقد دے اور دوسرا بعد میں دینے کا وعدہ کرے اگرچہ دونوں میں چیزوں کی جنسیں مختلف ہوں اور برابر برابر ہوں مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو جو دے کر اس سے گیہوں لے تو اس لین دین میں کمی بھی جائز ہے بشرطیکہ دست بدست لین دین ہو اگر کسی ایک طرف سے بھی ادھار ہوگا تو پھر یہ معاملہ جائز نہ ہوگا اور سود کی صورت ہو جائے گی اسی طرح اس لین دین میں سود نہیں ہوتا جو دست بدست ہوگا مطلب یہ ہے کہ اگر ایسی دو چیزوں کا باہمی تبادلہ کیا جائے جو ایک جنس کی ہوں اور برابر برابر ہوں نیز دونوں فریق اپنی اپنی چیز اسی مجلس میں اپنے اپنے قبضے میں کر لیں تو یہ جائز ہوگا اور سود کی صورت نہیں ہوگی اور اگر دونوں چیزیں ایک جنس کی ہوں تو پھر کمی بیشی کے ساتھ لین دین میں بھی یہ معاملہ جائز ہوگا اور سود کی صورت نہیں ہوگی بشرطیکہ لین دین دست بدست ہو۔

شبہہ کے سبب ترک بیع کا بیان

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن سے اکثر لوگ ناواقف ہیں کہ آیا وہ حلال چیزوں سے ہیں یا حرام چیزوں سے جس نے ان کو چھوڑا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت محفوظ کر لی اور جو ان چیزوں میں مبتلا ہو گیا وہ حرام کام میں پڑنے کے قریب ہے جیسے کوئی چرواہا اپنے جانوروں کو سرحد کے قریب چراتا ہے تو ڈر رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حدود پار کر جائے جان لو کہ ہر بادشاہ کی حدود ہوتی ہیں اور اللہ کی حدود اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول، رقم الحدیث 1218)

ادھار کی بیع ادھار سے ممانعت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار کو ادھار کے ساتھ بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

(رواہ الدارقطنی، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث 91)

لفظ کالی ہمزہ کے ساتھ بھی لکھا پڑھا جاتا ہے اور بغیر ہمزہ یعنی کالی بھی استعمال ہوتا ہے دونوں کلاء سے مشتق ہیں جس کے معنی ہیں تاخیر یا ادھار۔

ادھار کو ادھار کے ساتھ بیچنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی سے کوئی چیز ایک متعین مدت کے وعدے پر خریدے اور یہ طے ہو جائے کہ خریدار اس چیز کی قیمت جب اگلے ماہ کی فلاں تاریخ کو ادا کریگا تو بیچنے والا وہ چیز اسے دیدے گا مگر جب وہ متعین تاریخ آجائے اور اس وقت بھی خریدار قیمت ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو بیچنے والے سے یہ کہے کہ اب اس چیز کو ایک اور مدت کے لئے

کچھ زیادہ قیمت پر فروخت کر دو مثلاً اس نے وہ چیز دس روپے میں خریدی تھی اب یہ کہے کہ اسی چیز کو گیارہ روپے میں بیچ دو میں اگلے ماہ کی فلاں تاریخ کو گیارہ روپے ادا کروں گا بیچنے والا کہے کہ میں نے بیچ دی اس طرح یہ معاملہ آپس میں قبضہ کے بغیر طے ہو جائے کہ نہ تو بیچنے والا بیچ دے اور نہ خریدار اس کی قیمت ادا کرے بلکہ بیچ بیچنے والے کے پاس رہے اور قیمت خریدار کے پاس اور خرید و فروخت کا معاملہ طے ہو جائے اس طرح کی بیچ کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کیونکہ یہ ایک ایسی بیچ ہے جس میں قبضہ حاصل نہیں ہوتا۔

بعض حضرات نے اس کی ایک دوسری صورت یہ بیان کی ہے کہ مثلاً عمرو کے پاس زید کا ایک کپڑا ہے اور عمرو ہی کے ذمہ بکر کے دس روپے ہیں اب زید بکر سے یہ کہے کہ عمرو کے پاس میرا جو کپڑا ہے اسے میں تمہارے ہاتھ ان دس روپوں کے عوض کہ جو تمہارے عمرو کے ذمہ ہیں بیچتا ہوں میں عمرو سے دس روپے لے لوں گا تم اس سے کپڑا لے لینا اور بکر کہے کہ مجھے یہ منظور ہے یہ بیچ بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں بھی قبضہ حاصل نہیں ہوتا۔

باب: السِّلَفِ فِي كَيْلٍ مَّعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ

یہ باب ہے کہ متعین ماپ اور متعین وزن میں مخصوص مدت کے بعد ادائیگی کی شرط پر بیع سلف کرنا

2280- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمُنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي التَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ فَقَالَ مَنْ أَسْلَفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَّعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ (مدینہ منورہ) تشریف لائے تو وہ لوگ دو یا تین سالوں کے لیے کھجوروں میں بیع سلف کرتے تھے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کھجوروں کے بارے میں بیع سلف کرنا چاہے وہ متعین ماپ یا متعین وزن کے ساتھ مخصوص طے شدہ مدت کے لیے بیع سلف کرے۔

2281- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْرَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي بَيْتِي فُلَانٌ أَسْلَمُوا لِقَوْمٍ مِنَ الْيَهُودِ وَرَأَيْتُهُمْ قَدْ جَاعُوا فَأَخَافُ أَنْ يَرْتَدُّوا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عِنْدَهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ عِنْدِي كَذَا وَكَذَا لِشَيْءٍ قَدْ سَمَاهُ أَرَاهُ قَالَ ثَلَاثَ مِائَةِ دِينَارٍ بِسَعْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ حَائِطِ بَيْتِي فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَعْرِ كَذَا وَكَذَا إِلَى أَجَلٍ كَذَا وَكَذَا وَلَيْسَ مِنْ حَائِطِ

2280: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2239، رقم الحديث: 2248، رقم الحديث: 2241، رقم الحديث: 2253، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 4094، رقم الحديث: 4895، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3463، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1311، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحديث: 4638

2281: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

نبی فلان

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: بنو فلاں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے یہ بات اس نے یہودیوں کے ایک گروہ کے بارے میں بتائی وہ لوگ بھوک کا شکار ہیں مجھے اس بات کا اندیشہ ہے وہ مرتد ہو جائیں گے نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کس کے پاس مال موجود ہے تو ایک یہودی نے کہا: میرے پاس اتنا اتنا مال موجود ہے اس نے اس کی وضاحت بھی کی میرا خیال ہے اس نے یہ بتایا تھا کہ اس بھاؤ کے حساب سے تین سو دینار کی قیمت کا بنو فلاں کا باغ موجود ہے۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اس اس قیمت پر اس مدت تک کے لیے یہ سودا کرتے ہیں تاہم اس میں بنو فلاں کے باغ کی شرط نہیں ہے۔“

2282- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ

يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِيدِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِيدِ قَالَ امْتَرَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَامِ فَأَرْسَلُونِي إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَهْدِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْحَنْظَلَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ عِنْدَ قَوْمٍ مَا عِنْدَهُمْ فَسَأَلْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ

﴿﴾ ابن ابوجاہد بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ کے درمیان بیع سلم کے بارے میں بحث ہو گئی تو انہوں نے

مجھے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تا کہ میں ان سے یہ مسئلہ دریافت کروں تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہم لوگ گندم، جو، کشمش اور کھجوروں میں ان لوگوں کے ساتھ بیع سلم کر لیا کرتے تھے جن کے پاس وہ چیز نہیں ہوتی تھی۔

(راوی کہتے ہیں:) میں نے ابن ابزلی سے اس بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے بھی اسی کی مانند جواب دیا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ناپ میں پیمانہ یا گز اور تول میں سیر وغیرہ باٹ ایسے ہوں جس کی مقدار عام طور پر لوگ جانتے ہوں وہ لوگوں کے ہاتھ سے مفقود نہ ہو سکے تا کہ آئندہ کوئی نزاع نہ ہو سکے اور اگر کوئی برتن گھڑا یا ہانڈی مقرر کر دیا کہ اس سے ناپ کر دیا جائے گا اور معلوم نہیں کہ اس برتن میں کتنا آتا ہے یہ درست نہیں۔ اسی طرح کسی پتھر کو معین کر دیا کہ اس سے تول جائے گا اور معلوم نہیں کہ پتھر کا وزن کیا ہے یہ بھی ناجائز یا ایک لکڑی معین کر دی کہ اس سے ناپا جائے گا اور یہ معلوم نہ ہو کہ گز سے کتنی چھوٹی یا بڑی ہے یا کہا فلاں کے ہاتھ سے کپڑا ناپا جائے گا اور یہ معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ کتنی گرہ اور انگل کا ہے یہ سب صورتیں

2282: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2242، رقم الحديث: 2243، رقم الحديث: 2244، رقم الحديث: 2245، رقم الحديث: 2254، رقم

الحديث: 2255، أخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 3484، رقم الحديث: 3485، أخرجه الترمذی فی "السنن" رقم الحديث: 4028، رقم الحديث: 4029

ناجائز ہیں اور بیع میں ان چیزوں سے ناپنا یا وزن کرنا قرار پاتا تو جائز ہوتی کہ بیع میں بیع کے ناپنے یا تولنے کے لیے کوئی میعاد نہیں ہوتی اسی وقت ناپ تول سکتے ہیں اور سلم میں ایک مدت کے بعد ناپتے اور تولتے ہیں بہت ممکن ہے کہ اتنا زمانہ گزرنے کے بعد وہ چیز باقی نہ رہے اور جھگڑا واقع ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع، بیروت)

شمار کی گئی اور گز کے ذریعے ناپنے والی اشیاء میں بیع سلم کا بیان

اور اسی طرح گز کے ذریعے ناپنے والی اشیاء میں بیع سلم جائز ہے کیونکہ ناپنے کے ذریعے صفت و بناوٹ کو بیان کر کے دینا ممکن ہے۔ اور ان امور کو بیان کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ جہالت دور ہو جائے۔ اور بیع سلم کی درستگی کی شرط ثابت ہو جائے۔ اور اسی طرح شمار کی گئی اشیاء میں بھی بیع سلم جائز ہے۔ کیونکہ ان میں فرق نہیں ہوتا۔ جس طرح اخروٹ اور انڈے ہیں۔ کیونکہ عدد والی اشیاء مقدار معلوم کے قریب، وصف میں مضبوط اور سپرد کرنے کے اہل ہوتی ہیں۔ لہذا ان میں بیع سلم جائز ہے اور عدم تفاوت کے اعتبار سے اور لوگوں کے اتفاق کے سبب ان میں چھوٹا بڑا برابر ہیں بہ خلاف انار و خر بوزہ کے کیونکہ ان کے افراد میں بڑا فرق ہے جبکہ مالیت میں احادی تفریق کے سبب عددی مختلف ہوتی ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شتر مرغ کے انڈوں میں بیع سلم جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے افراد کی مالیت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ عددی جن کو شمار کر کے سلم جائز ہے اسی طرح ناپ کر بھی بیع سلم جائز ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ناپ کر بھی سلم جائز نہیں ہے کیونکہ یہ عدد والی ہے۔ اور ناپنے والی نہیں ہے اور ان سے ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ شمار کردہ میں بھی بیع سلم جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں فرق ہے۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ عدد کبھی کبھی مقدار کی پہچان کے لئے ہوتا ہے اور کبھی کیل کے لئے بھی ہوتا ہے اور یہ چیز لوگوں کے اتفاق کے سبب عددی ہوئی ہے پس عاقدین کے اتفاق کے سبب کیلی بھی بن جائے گی۔

اور اسی طرح عدد کا اعتبار کرتے ہوئے فلوں میں بھی بیع سلم جائز ہے۔ اور ایک قول کے مطابق یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ فلوں شمن ہیں۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ عقد کرنے والوں کے حق میں فلوں کا شمن ہونا ان کے اتفاق کے سبب ہے۔ پس ان کے اتفاق کے سبب اس کا شمن ہونا باطل ہو جائے گا۔ اور نہ ہی وہ وزنی بن کر لوٹنے والی ہوگی۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زرعی چیز میں بھی سلم جائز ہے جیسے کپڑا اس کے لیے ضروری ہے کہ طول و عرض معلوم ہو اور یہ کہ وہ سوتی ہے یا نسری یا ریشمی یا مرکب اور کیسا بنا ہوا ہوگا مثلاً فلاں شہر کا، فلاں کارخانہ، فلاں شخص کا اس کی بناوٹ کیسی ہوگی باریک ہوگا موٹا ہوگا اس کا وزن کیا ہوگا جب کہ بیع میں وزن کا اعتبار ہوتا ہو یعنی بعض کپڑے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا وزن میں کم ہونا خوبی ہے اور بعض میں وزن کا زیادہ ہونا۔ پچھونے، چٹائیاں، دریاں، ٹاٹ، کپڑے، جب ان کا طول و عرض و صفت سب چیزوں کی وضاحت ہو جائے تو ان میں بھی سلم ہو سکتا ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

علامہ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ناپ میں پیمانہ یا گز اور تول میں سیر وغیرہ باٹ ایسے ہوں جس کی مقدار عام طور پر

لوگ جانتے ہوں وہ لوگوں کے ہاتھ سے مفقود نہ ہو سکے تاکہ آئندہ کوئی نزاع نہ ہو سکے اور اگر کوئی برتن گھڑایا ہانڈی مقرر کر دیا کہ اس سے ناپ کر دیا جائے گا اور معلوم نہیں کہ اس برتن میں کتنا آتا ہے یہ درست نہیں۔ اسی طرح کسی پتھر کو معین کر دیا کہ اس سے تول جائے گا اور معلوم نہیں کہ پتھر کا وزن کیا ہے یہ بھی ناجائز یا ایک لکڑی معین کر دی کہ اس سے ناپا جائے گا اور یہ معلوم نہ ہو کہ گز سے کتنی چھوٹی یا بڑی ہے یا کہا فلاں کے ہاتھ سے کپڑا ناپا جائے گا اور یہ معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ کتنی گرہ اور انگل کا ہے یہ سب صورتیں ناجائز ہیں اور بیع میں ان چیزوں سے ناپنا یا وزن کرنا قرار پاتا تو جائز ہوتی کہ بیع میں بیع کے ناپنے یا تولنے کے لیے کوئی میعاد نہیں ہوتی اسی وقت ناپ تول سکتے ہیں اور سلم میں ایک مدت کے بعد ناپتے اور تولتے ہیں بہت ممکن ہے کہ اتنا زمانہ گزرنے کے بعد وہ چیز باقی نہ رہے اور نزاع واقع ہو۔ (قادی ہندیہ، کتاب بیع، کتاب بیع)

ماپ تول کی اشیاء میں بیع سلم

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا نافع نے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص ایک مقررہ قیمت کے عوض ادھار خریدے خواہ فروخت کرنے والے کے پاس غلہ موجود نہ ہو۔ بشرطیکہ کھیت میں ایسی صورت نہ ہو کہ ابھی اس کی بہتری کا حال معلوم نہیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ سلم یہ ہے کہ آدمی نے ایک معین غلہ مقررہ مدت پر نرخ مقرر کر کے اس کا وصف بھی بیان کر دیا۔ اور جب کسی خاص کھیت یا خاص درخت کا تعین کر دیا تو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ اور یہی ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (موطا امام محمد، حدیث، ۶۹۷)

باب: مَنْ أَسْلَمَ فِي شَيْءٍ فَلَا يَصْرِفُهُ إِلَى غَيْرِهِ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز میں بیع سلم کر لے پھر اس کو دوسری چیز سے تبدیل نہ کرے

2283- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ خَيْثَمَةَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَسْلَمْتَ فِي شَيْءٍ فَلَا تَصْرِفُهُ إِلَى غَيْرِهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب تم میں کسی چیز میں بیع سلم کرو تو تم اس کی جگہ کوئی دوسری چیز نہ بدلو۔“

2283م- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ زِيَادِ بْنِ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرِهْتُ لَكُمْ مَعْدًا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں سعد کا تذکرہ نہیں ہے۔

2283: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3488

2283م: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

بیع سلم کے مفہوم و شرائط کا بیان

بیع سلم اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو نقد روپیہ دے اور کہے کہ اتنی مدت کے بعد مجھ کو تم ان روپوں کے بدل میں اتنا غلہ یا چاول فلاں قسم والے دینا۔ یہ بالاجماع مشروع ہے۔ عام بول چال میں اسے بدھنی کہتے ہیں۔ جو روپیہ دے اس کو رب المسلم اور جس کو دے اسے مسلم الیہ اور جو مال دینا ٹھہرائے اسے مسلم فیہ کہتے ہیں۔ بیع سلم پر لفظ سلف کا بھی اطلاق ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ لفظ سلف المل عراق کی لغت ہے اور لفظ سلم المل حجاز کی لغت ہے ایسی بیع کو عام محاوروں میں لفظ بدھنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سلم ایک بیع کا نام ہے جس میں بیع مؤجل اور ثمن مغل ہوتا ہے یعنی خریدی جانے والی چیز بعد میں لی جاتی ہے اور اس کی قیمت پہلے ہی دی جاتی ہے۔

اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ زید نے بکر سے مثلاً ایک سو 100 روپے کے عوض دو من گیہوں کی خریداری کا معاملہ کیا بائیں طور کہ زید نے بکر کو ایک سو روپے دے دیئے اور اسے طے کر دیا کہ میں اتنی مدت کے بعد اس کے عوض فلاں قسم کے دو من گیہوں تم سے لے لوں گا اس بیع و معاملہ کو عربی میں سلم کہتے ہیں بعض مواقع پر سلف بھی کہا جاتا ہے اپنی زبان میں اسے بدھنی سے موسوم کیا جاتا ہے اس بیع کے مشتری یعنی خریدار کو عربی میں رب سلم ثمن یعنی قیمت کو راس المال بیع یعنی بیچنے والے کو مسلم الیہ اور بیع یعنی خریدی جانے والی چیز کو مسلم فیہ کہتے ہیں۔

یہ بیع شرعی طور پر جائز و درست ہے بشرطیکہ اس کی تمام شرائط پائی جائیں اور تمام شرائط کی تعداد سولہ ہے اس طرح کہ چھ شرطوں کا تعلق تو راس المال یعنی قیمت سے ہے اور دس شرطوں کا تعلق مسلم فیہ یعنی بیع سے ہے۔

راس المال کی شرائط کا بیان

راس المال سے متعلق چھ شرطیں یہ ہیں۔

- 1- جنس کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ درہم ہیں یا دینار ہیں یا اشرفیاں ہیں اور یا روپے ہیں۔
- 2- نوع کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ روپے چاندی کے ہیں یا گلت کے ہیں یا نوٹ ہیں۔
- 3- صفت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ روپے کھرے ہیں یا کھوٹے ہیں۔
- 4- مقدار کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ روپے سو ہیں یا دو سو ہیں۔
- 5- روپے نقد دینا وعدہ پر نہ رکھنا۔

6- اور جس مجلس میں معاملہ طے ہوا اس مجلس میں بیچنے والے کا راس المال پر قبضہ کر لینا۔

مسلم فیہ کی شرائط کا بیان

مسلم فیہ سے متعلق دس شرطیں یہ ہیں۔

- 1- جنس کو بیان کرنا مثلاً یہ واضح کر دینا کہ مسلم فیہ گیہوں ہے یا جو ہے اور یا چنا ہے۔
 - 2- نوع کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ گیہوں فلاں قسم یا فلاں جگہ کے ہیں۔
 - 3- صفت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ مثلاً گیہوں اچھے ہیں یا خراب ہیں۔
 - 4- مسلم کی مقدار کو بیان کر دینا کہ مثلاً ایک من ہیں یا دو من ہیں۔
 - 5- مسلم فیہ کا وزنی یا کیلی یا ذرعی یا عددی ہونا تاکہ اس کا تعین دائرہ کیا جاسکے۔
 - 6- مدت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ چیز اتنی مدت کے بعد مثلاً ایک مہینہ یا دو مہینہ میں یا چار مہینے میں لیں گے لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ کم سے کم مدت ایک مہینہ ہونی چاہیے۔
 - 7- مسلم فیہ کا موقوف و معدوم نہ ہونا یعنی یہ ضروری ہے کہ مسلم فیہ عقد کے وقت سے ادا کئے گی کے وقت تک بازار میں برابر مل سکے تاکہ معدوم کی بیع لازم نہ آئے۔
 - 8- بیع مسلم کا معاملہ بغیر شرط خیار کے طے ہونا یعنی اس بیع میں خیار بیع کو برقرار رکھنے یا فسخ کر دینے کے اختیار کی شرط نہیں ہونی چاہئے۔
 - 9- اگر مسلم فیہ ایسی وزن دار چیز ہے جس کی بار برداری دینا پڑے تو اس کے دینے کی جگہ کو متعین کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ میں یہ چیز فلاں جگہ یا فلاں مقام پر دوں گا۔
 - 10- مسلم فیہ کا ایسی چیز ہونا جو جنس نوع اور صفت بیان کرنے سے متعین و معلوم ہو جاتی ہو جو چیز ایسی ہو کہ جنس نوع اور صفت بیان کرنے سے معلوم و متعین نہ ہوتی ہو جیسے حیوان یا بعض قسم کے پکڑے تو اس میں بیع مسلم جائز نہیں۔
- اہل حجاز و عراق کی لغت میں سلم و سلف کا بیان**

السلم : لغة أهل الحجاز والسلف : لغة أهل العراق . سمي سلماً لتسليم رأس ماله في المجلس ، وسلفاً لتقديمه ، ويقال السلف للقرض . وهو جائز بالإجماع . قال ابن المنذر : أجمع كل من نحفظ عنه أن السلم جائز . وقال ابن عباس أشهد أن السلف المضمون إلى أجل مسمى قد أحله الله في كتابه ، وأذن فيه ، ثم قرأ يا أيها الذين آمنوا إذا تدابرتم بدين إلى أجل مسمى (البقرة : 282) رواه سعيد . ينقد بكل ما بدل عليهم سلم و سلف ونحوه .

بیع سلم کی مشروعیت کا بیان

سلم وہ عقد ہے جو کتاب اللہ کے ساتھ مشروع ہے۔ اور وہ آیت مدایت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مضمون سلف کو حلال کیا ہے اور اس نے اپنی کتاب میں اس کے بارے میں طویل آیت نازل فرمائی ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت کیا ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَابَرْتُمْ بَدِينٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ“ اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو۔ تو اسے لکھ لو۔ اور بیع سلم کی مشروعیت

سنت سے بھی ثابت ہے۔ جو روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیز کی بیع سے منع کیا ہے جو انسان کے پاس موجود نہ ہو اور سلم کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ قیاس سلم کا انکار کرنے والا ہے لیکن ہم نے روایت کردہ حدیث کے سبب قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور قیاس کی دلیل یہ ہے کہ یہ معدوم کی بیع ہے۔ جبکہ سلم فی بیع ہی ہے۔

بیع سلم کے شرعی ماخذ کا بیان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَيْتُمْ بِذَيْنِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوا وَلْيَكْتُبَ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسَ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ مَفْهِقًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمْلَئَ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْمُوا أَنْ تَكْتُبُوا صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَى أَجَلٍ ذَلِكَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى إِلَّا تَرَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ بَيْعَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفَلَّلْتُمْ أَنْ تَفْشَوْا فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيَعْلَمُ اللَّهُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (البقرة: ۲۸۲)

ترجمہ

اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو۔ تو اسے لکھ لو، اور چاہئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے۔ اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے۔ تو اسے لکھ دینا چاہئے اور جس بات پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے پھر جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں ہو یا لکھنا نہ سکے، تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے، اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے۔ پھر اگر دو مرد نہ ہوں، تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو، کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس کو دوسری یاد دلا دے، اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں اور اسے بھاری نہ جانو کہ دین چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک لکھت کر لو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شبہ نہ پڑے مگر یہ کہ کوئی سردست کا سودا دست بدست ہو تو اس کے نہ لکھنے کا تم پر گناہ نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ کر لو، اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے نہ گواہ کو (یا، نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ) اور جو تم ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا، اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(کنز الایمان)

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

خواہ وہ دین بیع ہو یا ثمن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے بیع سلم مراد ہے بیع سلم یہ ہے کہ کسی چیز کو پیشگی

قیمت لے کر فروخت کیا جائے اور بیع مشتری کو سپرد کرنے کے لئے ایک مدت معین کر لی جائے اس بیع کے جواز کے لئے جنس، نوع، صفت، مقدار، مدت اور مکان ادا اور مقدار راس المال ان چیزوں کا معلوم ہونا شرط ہے۔

لکھنا مستحب ہے، فائدہ اس کا یہ ہے کہ بھول چوک اور مدیون کے انکار کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہ کرے نہ فریقین میں سے کسی کی رو رعایت۔

حاصل معنی یہ کہ کوئی کاتب لکھنے سے منع نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وثیقہ نویسی کا علم دیا بتغییر و تبدیل دیانت و امانت کے ساتھ لکھے یہ کتابت ایک قول پر فرض کفایہ ہے اور ایک قول پر فرض عین بشرط فراغ کاتب جس صورت میں اس کے سوا اور نہ پایا جائے اور ایک قول پر مستحب کیونکہ اس میں مسلمانوں کی حاجت برآری اور نعمت علم کا شکر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے یہ کتابت فرض تھی پھر "لَا يُضَارُّ كَاتِبٌ" سے منسوخ ہوئی۔

یعنی اگر مدیون مجنون و ناقص العقل یا بچہ یا شیخ فانی ہو یا گونا گونا گونے یا زبان نہ جاننے کی وجہ سے اپنے مدعا کا بیان نہ کر سکتا ہو۔ گواہ کے لئے حریت و بلوغ مع اسلام شرط ہے کفار کی گواہی صرف کفار پر مقبول ہے۔

مسئلہ: تنہا عورتوں کی شہادت جائز نہیں خواہ وہ چار کیوں نہ ہوں مگر جن امور پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے جیسے کہ بچہ جنابا کرہ ہونا اور نسائی عیوب اس میں ایک عورت کی شہادت بھی مقبول ہے مسئلہ: حدود و قصاص میں عورتوں کی شہادت بالکل معتبر نہیں صرف مردوں کی شہادت ضروری ہے اس کے سوا اور معاملات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت بھی مقبول ہے۔ (مدارک و احمدی)۔ جن کا عادل ہونا تمہیں معلوم ہو اور جن کے صالح ہونے پر تم اعتماد رکھتے ہو۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ادائے شہادت فرض ہے جب مدعی گواہوں کو طلب کرے تو انہیں گواہی کا چھپانا جائز نہیں یہ حکم حدود کے سوا اور امور میں ہے لیکن حدود میں گواہ کو اظہار و اخفاء کا اختیار ہے بلکہ اخفاء افضل ہے حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی ستاری کرے گا لیکن چوری میں مال لینے کی شہادت دینا واجب ہے تاکہ جس کا مال چوری کیا گیا ہے اس کا حق تلف نہ ہو گواہ اتنی احتیاط کر سکتا ہے کہ چوری کا لفظ نہ کہے گواہی میں یہ کہنے پر اکتفا کرے کہ یہ مال فلاں شخص نے لیا۔

چونکہ اس صورت میں لین دین ہو کر معاملہ ختم ہو گیا اور کوئی اندیشہ باقی نہ رہا نیز ایسی تجارت اور خرید و فروخت بکثرت جاری رہتی ہے اس میں کتابت و شہاد کی پابندی شاق و گراں ہوگی۔

یہ مستحب ہے کیونکہ اس میں احتیاط ہے۔

"يُضَارُّ" میں دو احتمال ہیں مجہول و معروف ہونے کے قراءۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما اول کی اور قراءۃ عمر رضی اللہ عنہ ثانی کی مؤید ہے پہلی تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ اہل معاملہ کا تبوں اور گواہوں کو ضرر نہ پہنچائیں اس طرح کہ وہ اگر اپنی ضرورتوں میں مشغول ہوں تو انہیں مجبور کریں اور ان کے کام چھڑائیں یا حق کتابت نہ دیں یا گواہ کو سفر خرچ نہ دیں اگر وہ دوسرے شہر سے آیا ہو دوسری تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ کاتب و شاہد اہل معاملہ کو ضرر نہ پہنچائیں اس طرح کہ باوجود فرصت و فراغت کے نہ آئیں یا کتابت میں تحریف و

تہدیل زیادتی دکی کریں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

بیع سلم و متعلقات کے بیان میں فقہی تصریحات

یہ قرآن کی سب سے لمبی آیت ہے جس میں ادھار سے تعلق رکھنے والے معاملات کو ضبط تحریر میں لانے کی ہدایات دی جا رہی ہے۔ مثلاً جائیدادوں کے بیع نامے، بیع سلم کی تحریر یا ایسے تجارتی لین دین کی تحریر جس میں پوری رقم یا اس کا کچھ حصہ ابھی قابل ادائیگی ہو۔ تاکہ بعد میں اگر کوئی نزاع پیدا ہو تو یہ تحریر شہادت کا کام دے سکے اور یہ حکم استحباباً ہے واجب نہیں۔ چنانچہ اگر فریقین میں باہمی اعتماد اتنا زیادہ ہو کہ باہمی نزاع کی صورت کا امکان ہی نہ ہو یا محض قرض کا معاملہ ہو اور اس طرح موثق تحریر سے کسی فریق کے اعتماد کو ٹھیس پہنچتی ہو تو محض یادداشت کے لئے کوئی فریق اپنے پاس ہی لکھ لے تو یہ بھی کافی ہو سکتا ہے۔

ہمارے ہاں آج کل ایسی تحریروں کے سند یافتہ ماہرین موجود ہیں جنہیں وثیقہ نویس کہا جاتا ہے۔ وثیقہ نویس تقریباً انہی اصولوں کے تحت سرکاری کاغذات پر ایسے معاہدات لکھ دیتے ہیں اور چونکہ یہ ایک مستقل فن اور پیشہ بن چکا ہے۔ لہذا ان کے انکار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر جب کہ معاملہ میں کوئی قانونی سقم ہو۔

یعنی معاہدہ کی املا اس شخص کو کروانی چاہئے جو مقروض ہو کیونکہ ادائیگی کا بار اس کے سر پر ہے۔ ہاں اگر وہ لکھوانے کی پوری سمجھ نہیں رکھتا تو اس کا ولی (سرپرست) اس کے وکیل کی حیثیت سے اس کی طرف سے لکھوا سکتا ہے۔ یہ ولی اس کا کوئی رشتہ دار بھی ہو سکتا ہے اور غیر رشتہ دار بھی۔ جو سمجھدار ہو اور مقروض کا خیر خواہ ہو یا معروف معنوں میں وکیل بھی ولی کی حیثیت سے املا کروا سکتا ہے۔

تحریر کے بعد اس تحریر پر دو ایسے مسلمان مردوں کی گواہی ہونا چاہئے جو معاشرہ میں قابل اعتماد سمجھے جاتے ہوں۔ اور اگر معاملہ ذمیوں کے درمیان ہو تو گواہ ذمی بھی ہو سکتے ہیں۔ اور اگر بوقت تحریر دو مسلمان قابل اعتماد گواہ میسر نہ آئیں تو ایک مرد اور دو عورتیں بھی گواہ بن سکتی ہیں۔ اور اگر ایک بھی مرد میسر نہ آئے تو چار عورتیں گواہ نہیں بن سکتیں۔ اور گواہی کا یہ نصاب صرف مالی معاملات کے لئے ہے۔۔۔ مثلاً زنا اور قذف کے لئے چار مردوں ہی کی گواہی ضروری ہے۔ چوری اور نکاح و طلاق کے لئے دو مردوں ہی کی گواہی ہوگی۔ افلاس (دیوالیہ) کے لئے اس قبیلے کے تین مردوں کی، رویت ہلال کے لئے صرف ایک مسلمان کی اور رضاعت کے ثبوت کے لئے صرف ایک متعلقہ عورت (دایہ) ہی گواہی کے لئے کافی ہوتی ہے۔

اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر رکھی گئی ہے اور حدیث کی رو سے یہ عورتوں کے نقصان عقل کی بنا پر ہے۔ اور دوسرے یہ کہ زبانی گواہی کی ضرورت اس وقت پیش آئے گی جب اس معاملہ کی ایسی جزئیات میں نزاع پیدا ہو جائے جنہیں تحریر میں نہ لایا جاسکا ہو اور معاملہ عدالت میں چلا جائے۔ ورنہ تحریر تو کی ہی اس لئے جاتی ہے کہ بعد میں نزاع پیدا نہ ہو۔ اور شہادتیں پہلے سے ہی اس تحریر پر ثبت کی جاتی ہے۔

جب سے اہل مغرب نے مساوات مرد و زن کا نعرہ لگایا ہے اور جمہوری نظام نے عورت کو ہر معاملہ میں مرد کے برابر حقوق عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس وقت سے اس آیت کے اس جملہ کو بھی مسلمانوں ہی کی طرف سے تاویل و تضحیک کا نشانہ بنایا جا رہا

ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کے برابر کر کے اسلام نے عورتوں کے حقوق کی حق تلفی کی ہے۔ پاکستان میں اپوا کی مغرب زدہ مہذب خواتین نے بڑی دریدہ دہنی سے کام لیا اور اس کے خلاف ان عورتوں نے جلوس نکالے اور بینر لکھوائے گئے کہ اگر عورت کا حق مرد سے نصف ہے تو فرائض بھی نصف ہونے چاہئیں عورتوں پر اڑھائی نمازیں، پندرہ روزے اور نصف حج فرض ہونا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ طبقہ اڑھائی نمازیں تو درکنار ایک نماز بھی پڑھنے کا روادار نہیں۔ وہ خود اسلام سے بیزار ہیں ہی، ایسے پراپیگنڈے سے ایک تو وہ حکومت کو مرعوب کرنا چاہتی ہیں کہ وہ ایسا کوئی قانون نہ بنائے جس سے عورت کی حق تلفی ہوتی ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ دوسری سادہ لوح مسلمان عورتوں کو اسلام سے برگشتہ کر سکیں۔

حالانکہ یہاں حقوق و فرائض کی بحث ہے ہی نہیں۔ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلا دے۔ اس میں نہ عورت کے کسی حق کی حق تلفی ہوتی ہے اور نہ اس کی تحقیر ہوتی ہے۔ بات صرف نسیان کی ہے اور وہ بھی اس جزئیات میں جو تحریر میں آنے سے رہ گئی ہوں۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عورت بھول سکتی ہے تو کیا مرد نہیں بھول سکتا۔ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ اسلامی قانون عام حالات کے مطابق وضع کئے گئے ہیں اور ان کا وضع خود اللہ تعالیٰ ہے۔ جو اپنی مخلوق کی خامیوں اور خوبیوں سے پوری طرح واقف ہے۔ عورت پر حیض، نفاس اور حمل اور وضع حمل کے دوران کچھ ایسے اوقات آتے ہیں جب اس کا دماغی توازن برقرار نہیں رہ سکتا۔ اور حکمائے قدیم و جدید سب عورت کی ایسی حالت کی تائید و توثیق کرتے ہیں۔ ان مغرب زدہ خواتین کا یہ اعتراض بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہہ دے کہ مرد اپنی جسمانی ساخت اور قوت کے لحاظ سے عورت سے مضبوط ہوتا ہے۔ لہذا حمل اور وضع حمل کی ذمہ داریاں مرد پر ڈالنا چاہئے تمہیں نہ کہ عورت پر جو پہلے ہی مرد سے کمزور ہے۔

اور اس مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ عورت اپنی اصل کے لحاظ سے ایسی عدالتی کاروائیوں سے سبکدوش قرار دی گئی ہے۔ اب یہ اسلام کا اپنا مزاج ہے کہ وہ عورت کو گھر سے باہر کھینچ لانے کو پسند نہیں کرتا۔ جبکہ موجودہ مغربی تہذیب اور نظام جمہوریت اسلام کے اس کلیہ کی عین ضد ہے۔ عورت کی گواہی کو صرف اس صورت میں قبول کیا گیا ہے جب کوئی دوسرا گواہ میسر نہ آ سکے اور اگر دوسرا گواہ میسر آ جائے تو اسلام عورت کو شہادت کی ہرگز زحمت نہیں دیتا۔

عورت کے اسی نسیان کی بنا پر فوجداری مقدمات میں اس کی شہادت قابل قبول نہیں کیونکہ ایسے مقدمات میں معاملہ کی نوعیت سنگین ہوتی ہے۔ مالی معاملات میں عورت کی گواہی قبول تو ہے لیکن دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر رکھا گیا ہے۔ اور عائلی مقدمات میں چونکہ زوجین ملوث ہوتے ہیں اور وہ ان کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے۔ جہاں نسیان کا امکان بہت ہی کم ہوتا ہے۔ لہذا ایسے مقدمات میں میاں بیوی دونوں کی گواہی برابر نوعیت کی ہوگی اور وہ معاملات جو بالخصوص عورتوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ وہاں عورت کی گواہی کو مرد کے برابر ہی نہیں بلکہ معتبر قرار دیا گیا ہے مثلاً مرضعہ اگر رضاعت کے متعلق گواہی دے تو وہ دوسروں سے معتبر سمجھی جائے گی۔ خواہ یہ دوسرے کوئی عورت ہو یا مرد ہو۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں نہ عورت کی تحقیر بیان ہوئی ہے اور نہ کسی حق کی حق تلفی کی گئی ہے بلکہ رزاق

عالم نے جو بھی قانون عطا فرمایا ہے وہ کسی خاص مصلحت اور اپنی حکمت کاملہ سے ہی عطا فرمایا ہے اور جو مسلمان اللہ کی کسی آیت کی تضحیک کرتا یا مذاق اڑاتا ہے اسے اپنے ایمان کی خیر منانا چاہئے۔ اور ایسے لوگوں کو اسلام سے منسلک رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دل سے تو وہ پہلے ہی اللہ کے باغی بن چکے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کو کافروں سے بھی زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یعنی جب نزاع کی صورت پیدا ہو کر معاملہ عدالت میں چلا جائے اور انہیں زبانی گواہی دینے کے لئے بلایا جائے تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بات کتمان شہادت کے ذیل میں آتی ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔

اس جملہ میں انسان کی ایک فطری کمزوری کو واضح کیا گیا ہے جو یہ ہے کہ فریقین خواہ کس قدر قابل اعتماد ہوں اور ان میں نزاع کی توقع بھی نہ ہو اور معاملہ بھی خواہ کوئی چھوٹا سا ہوتا ہم بھول چوک اور نسیان کی بنا پر فریقین میں نزاع یا بدظنی پیدا ہو سکتی ہے۔ لہذا باقاعدہ دستاویز نہ سہی فریقین کو یا فریقین میں سے کسی اذیک کو یادداشت کے طور پر ضرور لکھ لینا چاہئے۔

یہ حکم صرف اس صورت میں ہے جبکہ لین دین کا کوئی اہم معاملہ ہو اور لین دین کرنے کے بعد بھی اس میں نزاع کا احتمال موجود ہو۔

اس کی کئی صورتیں ممکن ہیں مثلاً ایک یہ کہ کسی شخص کو کاتب بننے یا گواہ بننے پر مجبور نہ کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ کاتب یا گواہ کی گواہی اگر کسی فریق کے خلاف جاتی ہے تو انہیں تکلیف نہ پہنچائے جیسا کہ آج کل مقدمات میں اکثر ایسا ہوتا ہے اور فریق مخالف گواہوں کو یا وثیقہ نویس کو اس قدر دھمکیاں اور تکلیفیں دینا شروع کر دیتا ہے کہ وہ گواہی نہ دینے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں یا پھر غلط گواہی دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور تیسری صورت انہیں نقصان پہنچانے کی یہ ہے کہ انہیں عدالت میں بلایا تو جائے لیکن انہیں آمدورفت اور کھانے پینے کا خرچہ تک نہ دیا جائے۔

بیع سلم کے تعین مدت میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ پھلوں میں ایک سال دو سال تین سال کی بیع سلم کیا کرتے تھے یعنی پیشگی قیمت دیکر کہہ دیا کرتے تھے کہ ایک سال یا دو سال یا تین سال کے بعد پھل پہنچا دینا (چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی چیز کی بیع سلم کرے اسے چاہئے کہ معین پیمانہ وزن اور معین مدت کے ساتھ سلم کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور لوگ پھلوں میں ایک سال اور دو سال کے لئے سلف کرتے تھے (یعنی ادھار بیع کرتے تھے) تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کھجور میں سلف کرے تو مقرر ماپ میں یا مقرر تول میں ایک مقررہ میعاد تک سلف کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب بیع)

مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی بیع جاری ہو اگر وہ پیمانہ سے ناپ کر لی دی جاتی ہے تو اس کا پیمانہ متعین کرنا ضروری ہے کہ یہ چیز دس پیانے ہوگی یا پندرہ پیانے اور اگر وہ چیز وزن کے ذریعہ لی دی جاتی ہے تو اس کا وزن متعین کرنا ضروری ہے کہ یہ چیز دس سیر ہوگی یا پندرہ سیر اسی طرح سلم میں خریدی جانے والی چیز کی ادائے کی مدت کا تعین بھی ضروری ہے کہ یہ چیز مثلاً ایک ماہ بعد دی

جائے گی یا ایک سال بعد۔

اس حدیث کا ظاہری مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیع سلم میں مدت کا تعین بیع کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد کا مسلک ہے لیکن حضرت امام شافعی کے نزدیک تعین مدت ضروری اور شرط نہیں ہے۔

باب: إِذَا أَسْلَمَ فِي نَخْلٍ بِعَيْنِهِ لَمْ يُطْلَعْ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کھجور کے کسی متعین باغ میں بیع سلم کرے جس کا پھل تیار نہ ہوا ہو

2284- حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ النَّجْرَانِيِّ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَسْلَمَ فِي نَخْلٍ قَبْلَ أَنْ يُطْلَعَ قَالَ لَا قُلْتُ لِمَ قَالَ إِنَّ رَجُلًا أَسْلَمَ فِي حَدِيقَةٍ نَخْلٍ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يُطْلَعَ النَّخْلُ فَلَمْ يُطْلَعْ النَّخْلُ شَيْئًا ذَلِكَ الْعَامَ فَقَالَ الْمُشْتَرِي هُوَ لِي حَتَّى يُطْلَعَ وَقَالَ الْبَائِعُ إِنَّمَا بَعْتُكَ النَّخْلَ هَذِهِ السَّنَةُ فَاصْتَصِمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِلْبَائِعِ أَخَذَ مِنْ نَخْلِكَ شَيْئًا قَالَ لَا قَالَ فَبِمَ تَسْتَحِلُّ مَا لَهُ ارْذُدْ عَلَيْهِ مَا أَخَذْتَ مِنْهُ وَلَا تُسْلِمُوا فِي نَخْلٍ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ

نجرانی کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: کیا میں کھجور کے کسی ایسے باغ کے بارے میں بیع سلم کر سکتا ہوں جس میں پھل تیار نہ ہوا ہو انہوں نے جواب دیا: جی نہیں میں نے دریافت کیا: وہ کیوں تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے کھجوروں کے ایک باغ کے بارے میں بیع سلم کی حالانکہ ابھی پھل کا شگوفہ ظاہر نہیں ہوا تھا پھر اس سال اس باغ کی پیداوار نہیں ہوئی تو خریدار نے کہا: یہ باغ اب میرا ہے جب تک اس میں پیداوار نہیں ہوتی فروخت کنندہ نے کہا: میں نے تمہیں یہ باغ اس سال کے لیے فروخت کیا تھا وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فروخت کنندہ سے دریافت کیا: کیا اس نے تمہارے کھجور کے باغ میں سے کچھ حاصل کیا ہے؟ اس نے عرض کی: ”جی نہیں“ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: پھر تم کس بنیاد پر اس کے مال کو اپنے لیے حلال قرار دے رہے ہو؟ تم نے اس سے جو رقم وصول کی ہے وہ اسے واپس کرو اور آئندہ کھجور کے باغ کے بارے میں بیع سلم اس وقت تک نہ کرنا جب تک اس کا پھل تیار نہیں ہو جاتا۔

باب: السَّلَمُ فِي الْحَيَوَانِ

یہ باب جانور میں بیع سلم کرنے کے بیان میں ہے

2285- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْلَفَ مِنْ رَجُلٍ بَكْرًا وَقَالَ إِذَا جَاءَتْ إِبِلُ الصَّدَقَةِ فَصْنَاكَ فَلَمَّا

قَدِمْتُ قَالَ يَا أَبَا رَافِعٍ أَقْضِ هَذَا الرَّجُلَ بَكْرَهُ فَلَمْ أَجِدْ إِلَّا رِبَاعِيًا فَصَاعِدًا فَاخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعْطِهِ فَإِنَّ خَيْرَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً

﴿﴾ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص سے ایک اونٹ ادھار لیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب صدقے کے اونٹ آئیں گے تو ہم تمہیں ادائیگی کر دیں گے۔

جب وہ اونٹ آگئے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو رافع! اس شخص کو جو اونٹ کی ادائیگی کر دو۔

(راوی کہتے ہیں:) مجھے جو اونٹ ملا وہ اس کے اونٹ سے بہتر ہی تھا میں نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے وہی ادا کر دو کیونکہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اچھے طریقے سے قرض ادا کرتے ہیں۔

2286- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ هَارِثٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعُرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ يَقُولُ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَغْرَابِيٌّ أَقْضِي بَكْرِي فَأَعْطَاهُ بَعِيرًا مُسِنًا فَقَالَ الْأَغْرَابِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا أَمْسَنُ مِنْ بَعِيرِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ النَّاسِ خَيْرُهُمْ قَضَاءً

﴿﴾ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا۔ ایک دیہاتی نے کہا: آپ ﷺ میرا اونٹ مجھے ادا کیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے ایک بہتر اونٹ عطا کیا۔

وہ دیہاتی بولا یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرے اونٹ سے بڑی عمر کا ہے (اور یہ زیادہ مہنگا ہوگا) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں زیادہ بہتر وہ لوگ ہیں جو بہتر طور پر قرض واپس کرتے ہیں۔

حیوان میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

حیوان میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جائز ہے اس لئے کہ جنس، عمر، نوع اور صفت کو بیان کرنے کے سبب حیوان معین ہو جاتا ہے اور اس کے بعد معمولی فرق ہوتا ہے پس یہ کپڑوں کے مشابہ ہو گیا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مذکورہ اشیاء کے اوصاف ذکر کرنے کے بعد بھی باطن کے اعتبار سے حیوان کی مالیت میں فرق فحش رکھتی ہیں۔ پس یہ جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہیں۔ یہ خلاف کپڑوں کے کیونکہ وہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جب دو کپڑوں کو ایک طریقے سے بنایا جائے تو ان میں تموڑا بہت فرق ہوتا ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان میں بیع سلم کرنے سے منع کیا ہے اور اس میں حیوان کی ہر قسم شامل ہے حتیٰ کہ گوریا بھی شامل ہے۔

2285: أخرجه مسلم في "المصحيح" رقم الحديث: 4034، رقم الحديث: 4035، أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3345، أخرجه الترمذی في "الجامع" رقم

الحديث: 1318، أخرجه النسائی في "السنن" رقم الحديث: 4631

2286: أخرجه النسائی في "السنن" رقم الحديث: 4633

فرمایا اور حیوان کے اعضاء میں بیع سلم جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں فرق ہوتا ہے کیونکہ وہ فرق والی عددی اشیاء میں البتہ ان کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاتا۔

فرمایا کھالوں میں عدد سے اور نہ ہی لکڑیوں کی گھڑی میں بیع سلم جائز ہے۔ اور نہ گھاس میں گٹھوں کے ساتھ بیع سلم جائز ہے کیونکہ ان میں فرق ہوتا ہے۔ ہاں البتہ جب ان کی لمبائی و چوڑائی معلوم ہو جائے (تو تب جائز ہے)۔ وہ بھی اس طرح کہ جس سے گھڑی باندی جائے وہ بیان کر دے کہ وہ ایک بہشت ہے یا ایک ہاتھ ہے تب بیع سلم جائز ہوگی البتہ شرط یہ ہوگی کہ اس میں تفاوت نہیں ہونا چاہیے۔ (ہدایہ، کتاب بیوع، لاہور)

حیوان کی بیع سلم میں اختلافی مذاہب فقہاء کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہ لوگ کھجور کی قیمت پیشگی ادا کر دیا کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بیع سلم کرے تو وہ معلوم پیمانہ وزن میں معلوم وقت تک کرے اس باب میں حضرت ابن ابی اوفی اور عبد الرحمن بن ابی ہریرہ سے بھی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور تابعین کا اس پر عمل ہے ان کے نزدیک غلے پٹڑے اور ان دوسری چیزوں میں جن کی مقدار اور صفت معلوم ہو، بیع سلم جائز ہے جانوروں کی بیع سلم میں اختلاف ہے امام شافعی، احمد، اور اسحاق اسے جائز کہتے ہیں کہ جب کہ بعض صحابہ، سفیان، ثوری، اور اہل کوفہ جانوروں کی بیع سلم کا ناجائز کہتے ہیں۔ (جامع ترمذی، جلد اول، رقم الحدیث ۱۵۳۲)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع سلم کسی حیوان میں درست نہیں۔ نہ لونڈی غلام میں۔ نہ چوپایہ میں، نہ پرند میں حتیٰ کہ جو جانور یکساں ہوتے ہیں مثلاً کبوتر، شیر، قمری، فاختہ، چڑیا، ان میں بھی سلم جائز نہیں، جانوروں کی سری پائے میں بھی بیع سلم درست نہیں، ہاں اگر جنس و نوع بیان کر کے سری پایوں میں وزن کے ساتھ سلم کیا تو جائز ہے کہ اب تفاوت بہت کم رہ جاتا ہے۔

(در مختار، کتاب بیوع)

لکڑی کی گٹھوں میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لکڑیوں کے گٹھوں میں سلم اگر اس طرح کریں کہ اتنے گٹھے اتنے روپے میں لیں گے یہ ناجائز ہے کہ اس طرح بیان کرنے سے مقدار اچھی طرح نہیں معلوم ہوتی ہاں اگر گٹھوں کا انضباط ہو جائے مثلاً اتنی بڑی رسی سے وہ گٹھا باندھا جائے گا اور اتنا لمبا ہوگا اور اس قسم کی بندش ہوگی تو سلم جائز ہے۔ ترکاریوں میں گڈیوں کے ساتھ مقدار بیان کرنا مثلاً روپیہ یا اتنے پیسوں میں اتنی گڈیاں فلاں وقت لی جائیں گی یہ بھی ناجائز ہے کہ گڈیاں یکساں نہیں ہوتیں چھوٹی بڑی ہوتی ہیں۔ اور اگر ترکاریوں اور ایندھن کی لکڑیوں میں وزن کے ساتھ سلم ہو تو جائز ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

امام زید (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: جانوروں میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔ سامان میں بھی جائز نہیں ہے جانوروں کی کھالوں میں بھی جائز نہیں ہے، البتہ اون، روئی، ریشم اور ہر وہ چیز جسے پاپا جاسکتا ہے یا وزن کیا جاسکتا ہے جو لوگوں کے پاس ملتی ہے اس میں

بیع سلم کرنا جائز ہے (مسند امام زید - شبیر برادرزلاہور) اس کے لئے مختلف آرائیں فقہ کی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، وہ بیع سلم میں رہن اور کفیل کو مکروہ قرار دیتے ہیں (حوالہ بالا) وہ اس لیے کہ اس سے لوگوں کو تنگی ہوتی ہے۔ (مسند امام زید - شبیر برادرزلاہور، ۱/۲۰۳)

شرط پر سلف کروانے کی ممانعت کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی سے کہے میں تیرا اسباب اس شرط سے لیتا ہوں کہ وہ مجھ سے سلف کرے اس طرح تو یہ جائز نہیں اگر سلف کی شرط موقوف کر دے تو بیع جائز ہو جائے گی۔
حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جن کپڑوں میں کھلم کھلا فرق ہے ان میں سے ایک کو دو یا تین کے بدلے میں بیع کرنا نقد نقد یا معاوہہ پر طرح سے درست ہے اور جب ایک کپڑا دوسرے کپڑے کے مشابہ ہو اگر نام جدا جدا ہوں تو کی بیشی درست ہے مگر ادھار درست نہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس کپڑے کو خریدا اس کا بیچنا قبل قبضے کے بائع کے سوا اور کسی کے ہاتھ درست ہے۔ جب کہ اس کی قیمت نقد لے لے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: رقم الحدیث 1253)

حیوان میں بیع سلم پر مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حیوان میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔ اور سفیان ثوری اور امام اوزاعی کا قول بھی یہی ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جائز ہے اور امام مالک اور امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ جنس، عمر، نوع اور صفت کو بیان کرنے کے سبب حیوان معین ہو جاتا ہے اور اس کے بعد معمولی فرق ہوتا ہے پس یہ کپڑوں کے مشابہ ہو گیا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مذکورہ اشیاء کے اوصاف ذکر کرنے کے بعد بھی باطن کے اعتبار سے حیوان کی مالیت میں فرق فحش رکھتی ہیں۔ پس یہ جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہیں۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۳۳۸، بیروت)

باب: الشَّرِکَةُ وَالْمُضَارَبَةُ

یہ باب شرکت اور مضاربہ کے بیان میں ہے

شرکت کے معنی و مفہوم کا بیان

لغت میں شرکت کے معنی ہیں ملنا لیکن اصطلاح شریعت میں شرکت کہتے ہیں دو آدمیوں کے درمیان ایک ایسا مثلاً تجارتی عقد و معاملہ ہونا جس میں وہ اصل اور نفع دونوں میں شریک ہوں۔

شراکت، (partnership) کاروبار کی ایسی تنظیم جس میں یا زیادہ اشخاص (شراکت دار) بہ حیثیت مجموعی کاروبار

کرتے ہیں۔ شراکت دار (مالکان) مقررہ شرائط اور معاہدے کے مطابق ایک خاص نسبت سے زمین، محنت اور سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور باہمی طور پر کاروبار کے انتظامی امور سنبھالتے ہیں۔ نفع یا نقصان حصص کے تناسب سے تقسیم ہوتا ہے۔

شرکت کے ثبوت میں شرعی ماخذ کا بیان

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دو شریکوں (کے درمیان) میں تیسرا رہتا ہوں جب تک کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی کی خیانت نہ کرے پس جب ان میں سے کوئی خیانت کا مرتکب ہوتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: رقم الحدیث 1501)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مکہ سے مہاجرین مدینہ آئے تو انصار یعنی مدینہ کے لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے کھجوروں کے درختوں کو ہمارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم فرما دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں درختوں کو تقسیم نہیں کروں گا تم ہی لوگ ہماری یعنی مہاجرین کی طرف سے بھی محنت کر لیا کرو ہم پیداوار میں تمہارے شریک رہیں گے۔ انصار نے کہا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کو بسر و چشم قبول کرتے ہیں۔

(بخاری، مشکوٰۃ الصالح: جلد سوم: رقم الحدیث 150)

جب مکہ کے مسلمانوں پر ان کے وطن کی زمین تنگ کر دی گئی اور خدا اور خدا کے رسول کے حکم پر وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تو چونکہ انہوں نے اپنا سارا سامان و اسباب اور مال و متاع مکہ ہی میں چھوڑ دیا تھا اس لئے یہاں مدینہ میں ان کی معاشی زندگی کا تکفل مدینہ کے مسلمانوں نے کہ جنہیں انصار کہا جاتا ہے اپنے ذمہ لیا اس کی شکل یہ گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ اور مہاجرین مکہ کے درمیان بھائی چارہ کرایا چنانچہ انصار مدینہ نے اپنے تمام مال و اسباب میں مہاجرین کو برابر شریک بنا لیا۔ اسی موقع پر انصار نے آپ سے درخواست کی کہ ہمارے کھجوروں کے درختوں کو بھی ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان تقسیم فرما دیجئے تاکہ ہم اپنے اپنے حصہ کے درختوں میں محنت مشقت کریں اور ان سے پھل پیدا کریں آپ نے ان سے فرمایا کہ میں درختوں کی تقسیم نہیں کروں گا بلکہ تمہیں لوگ ان درختوں کی دیکھ بھال کرو اور ان میں پانی وغیرہ دینے کی محنت و مشقت خود گوارہ کر لو کیونکہ تمہارے ان بیچارے مہاجرین بھائیوں سے یہ محنت و مشقت برداشت نہیں ہوگی۔

پھر جب پھل تیار ہو جائے گا تو میں تمہارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلہ کو انصار نے رضاء و رغبت اور بسر و چشم قبول کر لیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کی طرف سے محنت و مشقت کرنا مستحب ہے نیز یہ حدیث بھی شرکت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(۳) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غزوہ میں لوگوں کے توشہ میں کمی پڑ گئی، لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اونٹ ذبح کرنے کی اجازت طلب کی (کہ اسی کو ذبح کر کے کھا لیجئے) حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دیدی۔ پھر لوگوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی، انھوں نے خبر دی (کہ اونٹ ذبح کرنے

کی ہم نے اجازت حاصل کر لی ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا، اونٹ ذبح کر ڈالنے کے بعد تمہاری بقا کی کیا صورت ہوگی یعنی جب سواری نہ رہے گی اور پیدل چلو گے، جھک جاؤ گے اور کمزور ہو جاؤ گے پھر دشمنوں سے جہاد کیونکر کر سکو گے اور یہ ہلاکت کا سبب ہوگا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ! (عز وجل) صلی اللہ علیہ وسلم (اونٹ ذبح ہو جانے کے بعد لوگوں کی بقا کی کیا صورت ہوگی؟ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "اعلان کر دو کہ جو کچھ توشہ لوگوں کے پاس بچا ہے، وہ حاضر لائیں۔" ایک دسترخوان بچھا دیا گیا، لوگوں کے پاس جو کچھ توشہ بچا ہوا تھا لائیں ہر دسترخوان پر جمع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور دعا کی پھر لوگوں سے فرمایا: "اپنے اپنے برتن لاؤ۔" سب نے اپنے اپنے برتن بھر لیے پھر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ (عز وجل) کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک میں اللہ (عز وجل) کا رسول ہوں۔"

(۴) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "قبیلہ اشعری کے لوگوں کا جب غزوہ میں توشہ کم ہو جاتا ہے یا دینہ ہی میں اُن کے آل و عیال کے کھانے میں کمی ہو جاتی ہے تو جو کچھ اُن کے پاس ہوتا ہے سب کو ایک کپڑے میں اکٹھا کر لیتے ہیں پھر برابر برابر بانٹ لیتے ہیں (اس اچھی خصلت کی سبب سے) وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔" (صحیح بخاری شریف)

(۵) حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کو اُن کی والدہ زینب بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لائیں اور عرض کی، یا رسول اللہ! (عز وجل) صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیعت فرما لیجئے۔ فرمایا: "یہ چھوٹا بچہ ہے۔" پھر ان کے سر پر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعا کی۔ انکے پوتے زہرہ بن معبد کہتے ہیں، کہ میرے دادا عبداللہ بن ہشام مجھے بازار لیجاتے اور وہاں غلہ خریدتے تو ابن عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہم اُن سے ملتے اور کہتے ہمیں بھی شریک کر لو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لیے دعائے برکت کی ہے، وہ انھیں بھی شریک کر لیتے اور بسا اوقات ایک مسلمان اونٹ نفع میں مل جاتا اور اُسے گھر بھیج دیا کرتے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے، کہ اگر ایک شخص دام ٹھہرا رہا ہے دوسرے نے اُسے اشارہ کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکے متعلق یہ حکم دیا کہ یہ اس کا شریک ہو گیا یعنی شرکت کے لیے اشارہ کافی ہے، زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۶) حضرت سائب بن ابی السائب رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، زمانہ جاہلیت میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے شریک تھے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بہتر شریک تھے کہ نہ مجھ سے مدافعت کرتے اور نہ جھگڑا کرتے۔ (متحدک حاکم)

(۷) امام بخاری و امام احمد علیہما الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں کہ زید بن ارقم و براء بن عازب رضی اللہ عنہما دونوں شریک تھے اور انھوں نے چاندی خریدی تھی، کچھ نقد کچھ ادھار۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تو فرمایا: "جو نقد خریدی ہے، وہ جائز ہے اور جو ادھار خریدی، اُسے واپس کر دو۔"

شرکت کے جواز و اقسام کا بیان

شرکت کا عقد جائز ہے کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اس لوگوں عقد شرکت کرتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی پر قائم رکھا ہے۔

فرمایا: شرکت کی دو اقسام ہیں (۱) شرکت املاک (۲) شرکت عقود۔ شرکت املاک ایسے معین مال میں ہوتی ہے جس میں دو وارث ہوں یا دونوں اس کو خریدیں پس دونوں میں سے کسی ایک کے لئے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک شخص اپنے ساتھی کے لئے غیر کی طرح ہوگا اور یہ شرکت قدوری میں بیان کردہ مال کے سوا میں بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

جس طرح جب دو بندوں نے کسی عین کا ہبہ قبول کر لیا یا طاقت کے سبب کسی عین کے وہ دونوں مالک بن گئے یا ان میں سے کسی کے تصرف میں بغیر ان کو مال مل گیا یا ان دونوں نے اپنے اموال کو اس طرح ملایا جلا یا کہ اس کو الگ کرنا ناممکن ہو گیا یا ممکن تو ہے لیکن پریشانی کے بعد ہے۔

ان تمام صورتوں میں دونوں شرکاء میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے شریک سے اپنا حصہ فروخت کرنا جائز ہے اور شریک کی اجازت کے بغیر اس کے سوا سے جائز ہے جبکہ ملک کی صورت شریک کی اجازت کے ساتھ جائز ہے اور کفایہ منتہی میں ہم نے اس کے فرق کو بیان کر دیا ہے۔ (ہدایہ، کتاب شرکت، لاہور)

شرکت ملک و عقد کی تعریفات کا بیان

شرکت ملک کی تعریف یہ ہے، کہ چند شخص ایک شے کے مالک ہوں اور باہم عقد شرکت نہ ہوا ہو۔ شرکت عقد یہ ہے کہ باہم شرکت کا عقد کیا ہو مثلاً ایک نے کہا میں تیرا شریک ہوں، دوسرے نے کہا مجھے منظور ہے۔

شرکت کی دو قسمیں ہیں شرکت ملک اور شرکت عقد شرکت ملک اسے کہتے ہیں کہ دو آدمی یا کئی آدمی بذریعہ خرید یا ہبہ یا میراث کسی ایک چیز کے مالک ہوں یا دو شخص مشترک طور پر کسی مباح چیز کو حاصل کریں مثلاً دو آدمی مل کر شکار کریں اور وہ شکار دونوں کی مشترک ملکیت ہو یا دو آدمیوں کا ایک ہی جنس کا الگ الگ مال ایک دوسرے میں اس طرح مل جائے کہ ان دونوں کے مال کا امتیاز نہ ہو سکے۔ مثلاً زید کا دودھ بکر کے دودھ میں مل جائے یا وہ دونوں اپنے اپنے مال کو قصداً ایک دوسرے کے مال میں ملا دیں یہ سب شریک ملک کی صورتیں ہیں۔ اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ ہر شریک اپنے دوسرے شریک کے حصے میں اجنبی آدمی کی طرح ہے اور ہر شریک اپنا حصہ اپنے دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر اس شریک کو یا کسی دوسرے شخص یعنی غیر شریک کو فروخت کر سکتا ہے البتہ آخری دونوں صورتوں میں (یعنی ایک دوسرے کے مال کے آپس میں مل جانے یا اپنے مال کو ایک دوسرے کے مال میں قصداً ملا دینے کی صورت میں کوئی بھی شریک اپنا حصہ کسی دوسرے شخص یعنی غیر شریک کو اپنے دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر نہیں بیچ سکتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شرکت)

شرکت ملک کے حکم کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شرکت ملک میں ہر ایک اپنے حصہ میں تصرف کر سکتا ہے اور دوسرے کے حصہ میں بمنزلہ اجنبی ہے، لہذا اپنا حصہ بیع کر سکتا ہے اس میں شریک سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اسے اختیار ہے شریک کے ہاتھ بیع کرے یا دوسرے کے ہاتھ مگر شرکت اگر اس طرح ہوئی کہ اصل میں شرکت نہ تھی مگر دونوں نے اپنی چیزیں ملا دیں یا دونوں کی چیزیں مل گئیں اور غیر شریک کے ہاتھ بیچنا چاہتا ہے تو شریک سے اجازت لینے پڑے گی یا اصل میں شرکت ہے مگر بیع کرنے میں شریک کو نقصان ہوتا ہے تو بغیر اجازت شریک غیر شریک کے ہاتھ بیع نہیں کر سکتا مثلاً مکان یا درخت یا زراعت مشترک ہے تو بغیر اجازت بیع نہیں کر سکتا کہ مشتری تقسیم کرانا چاہے گا اور تقسیم میں شریک کا نقصان ہے ہاں اگر زراعت طیار ہے یا درخت کاٹنے کے لائق ہو گیا اور پھلدار درخت نہیں ہے تو اب اجازت کی ضرورت نہیں کہ اب کٹوانے میں کسی کا نقصان نہیں۔ مشترک چیز اگر قابل قسمت نہ ہو جس طرح حمام، چکی، غلام، چوپایہ اسکی بیع بغیر اجازت بھی جائز ہے۔ (در مختار، کتاب شرکت، ج ۶، ص ۶۶)

شرکت عقود کا بیان

دوسری قسم شرکت عقود ہے جس کا رکن ایجاب و قبول ہے اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک شخص کہے میں نے تم سے فلاں فلاں اشیاء میں شرکت کی اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کر لیا ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ جس چیز پر عقد شرکت منعقد ہوا ہے وہ وکالت کے قابل ہوتا کہ تصرف سے حاصل کیا جانے والا مال ان کے درمیان مشترک ہو اور عقد شرکت کا مقصد حاصل ہو جائے۔

شرکت کے کاروبار میں برکت کا بیان

حضرت زہرہ ابن معبد رضی اللہ عنہ (تابعی) کے بارے میں منقول ہے کہ ان کو ان کے دادا حضرت عبداللہ بن ہشام بازار لے جایا کرتے تھے جہاں وہ غلہ خریدا کرتے تھے چنانچہ (جب وہ غلہ خرید لیتے تو) وہاں انکو حضرت ابن عمر اور حضرت ابن زبیر ملتے اور وہ دونوں ان سے کہتے کہ ہم کو اپنا شریک بنا لو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے برکت کی دعا کی ہے (حضرت زہرہ کہتے ہیں کہ میرے دادا انکو شریک کر لیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے انکو بلا کسی نقصان و خسارہ کے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر غلہ کا فائدہ ہوتا تھا جس کو وہ اپنے گھر بھیج دیا کرتے تھے۔ اور انکے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن ہشام کی والدہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور ان کے لئے برکت کی دعا کی۔ (صحیح بخاری، مشکوٰۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث 149)

شرکت عقد کا مطلب ہے شرکاء کا ایجاب و قبول کے ذریعے اپنے اپنے حقوق و اموال کو متحد کر دینا اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک دوسرے سے یہ کہے کہ میں نے اپنے فلاں حقوق اور فلاں معاملات یعنی تجارت وغیرہ میں تمہیں شریک کیا اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا اس طرح شرکت عقد کا رکن تو ایجاب و قبول ہے اور اس کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ معاہدہ شرکت میں ایس کوئی دفعہ مطلقاً شامل نہ ہو جو شرکت کے بنیادی اصولوں کو فوت کر دے جس طرح شرکاء میں سے کسی ایک کا فائدہ میں سے کچھ حصے کو اپنے

لئے متعین و مخصوص کر لینا مثلاً کسی تجارت میں دو آدمی شریک ہوں اور ان میں سے کوئی ایک شریک یہ شرط عائد کر دے کہ اس تجارت سے حاصل ہونے والے فائدے میں سے پانچ سو روپے ماہوار لیا کر دوں گا۔ یہ شرک مشترک و متحد معاملات کے بالکل منافی ہے جو شرکت کے بنیادی اصول و مقاصد ہی کو فوت کر دیتی ہے اس لیے معاہدہ شرکت میں ایسے کسی دفعہ کا شامل نہ ہونا شرکت کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔

شرکت عقد کے احکام کا بیان

شرکت عقد میں ایجاب و قبول ضرور ہے خواہ لفظوں میں ہوں یا قرینہ سے ایسا سمجھا جاتا ہو مثلاً ایک نے ہزار روپے دیے اور کہا تم بھی اتنا لگا لو اور کوئی چیز خرید و نفع جو کچھ ہوگا دونوں کا ہوگا، دوسرے نے روپے لے لیے تو اگرچہ قبول لفظاً نہیں مگر روپیہ لے لینا قبول کے قائم مقام ہے۔ (درمقار)

شرکت عقد میں یہ شرط ہے کہ جس پر شرکت ہوئی قابل وکالت ہو، لہذا مباح اشیاء میں شرکت نہیں ہو سکتی مثلاً دونوں نے شرکت کے ساتھ جنگل کی لکڑیاں کاٹیں کہ جتنی جمع ہوں گی دونوں میں مشترک ہوں گی یہ شرکت صحیح نہیں ہر ایک اسی کا مالک ہوگا جو اُس نے لگائی ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ ایسی شرط نہ کی ہو جس سے شرکت ہی جاتی رہے مثلاً یہ کہ نفع دس روپیہ میں لوں گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کل دس ہی روپے نفع کے ہوں تو اب شرکت کس چیز میں ہوگی۔ (نادی ہدیہ)

علامہ ابن عابدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نفع میں کم و بیش کے ساتھ بھی شرکت ہو سکتی ہے مثلاً ایک کی ایک تہائی اور دوسرے کی دو تہائیاں اور نقصان جو کچھ ہوگا وہ اس المال کے حساب سے ہوگا اسکے خلاف شرط کرنا باطل ہے مثلاً دونوں کے روپے برابر برابر ہیں اور شرط یہ کی کہ جو کچھ نقصان ہوگا اُسکی تہائی فلاں کے ذمہ اور دو تہائیاں فلاں کے ذمہ یہ شرط باطل ہے اور اس صورت میں دونوں کے ذمہ نقصان برابر ہوگا۔ (درمقار، کتاب شرکت، بیروت)

شرکت عقد کی اقسام کی وضاحت کا بیان

شرکت عقد کی چار قسمیں ہیں (۱) شرکت مفادضہ (۲) شرکت عنان (۳) شرکت منافع والتقبل (۴) اور شرکت وجوہ شرکت مفادضہ تو یہ ہے کہ دو شخص یہ شرط کریں یعنی آپس میں ٹھہرائیں کہ مال میں تصرف میں مفادضہ میں دونوں شریک رہیں گے لیکن اس شرکت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ دونوں دین و مذہب میں بھی یکساں اور برابر ہوں یہ شرکت ایک دوسرے کی وکالت اور کفالت کو لازم کر دیتی ہے یعنی شرکت مفادضہ میں شرکاء ایک دوسرے کے وکیل اور کفیل ہوتے ہیں لہذا یہ شرکت مسلمان اور ذمی کے درمیان جائز نہیں ہوتی کیونکہ دین و مذہب کے اعتبار سے دونوں مساوی اور یکساں نہیں ہیں اسی طرح غلام اور آزاد کے درمیان اور بالغ و نابالغ کے درمیان بھی یہ شرکت جائز نہیں کیونکہ یہ تصرف میں مساوی و یکساں نہیں ہیں۔

اس شرکت کے معاہدہ و شرائط میں لفظ مفادضت یا اس کے تمام مقتضیات کو بیان و واضح کر دینا ضروری ہے اس شرکت میں عقد و معاہدہ کے وقت شرکاء کا اپنا اپنا مال دینا یا اپنے مال کو ملانا شرط نہیں ہے۔ اس شرکت میں شرکاء چونکہ ایک دوسرے کے

کفیل وکیل ہوتے ہیں اس لئے اگر اس میں کوئی بھی اپنے بال بچوں کے کھانے اور کپڑے کے علاوہ جو کچھ خریدے گا وہ تمام شرکاء کی ملکیت ہوگا۔

حضرت امام محمد کے نزدیک شرکت مفادعت اور عنان صرف ایسے سرمایہ اور مال میں صحیح ہو سکتی ہے جو روپے اشرفی اور رائج الوقت سکوں کی شکل میں ہو ہاں سونے اور چاندی کے ڈلوں اور ٹکڑوں میں بھی جائز ہے جبکہ ان کے ذریعے لین دین ہوتا ہو اور اگر شرکاء میں سے کوئی ایک وارث یا کسی اور ذریعے سے کسی ایسے مال کا مالک ہو جس میں مفادعت درست ہو سکتی ہے جس طرح روپے اور اشرفی وغیرہ تو شرکت مفادعت باطل ہو کر شرکت عنان ہو جائے گی اور اگر شرکاء میں سے کوئی ایک کسی ایسے مال کا وارث ہو گیا جس میں شرکت مفادعت نہیں ہو سکتی جس طرح اسباب مکان اور زمین وغیرہ تو شرکت مفادعت باقی رہے گی۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب شرکت)

2287- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَأَبُو بَكْرِ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ

بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ قَائِدِ السَّائِبِ عَنِ السَّائِبِ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ شَرِيكِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكُنْتُ خَيْرَ شَرِيكِ لَا تُدَارِيْنِي وَلَا تُعَارِيْنِي

﴿﴾ حضرت سائب بن زیدؓ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی: آپ ﷺ زمانہ جاہلیت میں میرے شراکت دار تھے اور سب سے بہترین شراکت دار تھے نہ آپ ﷺ نے میرے ساتھ کوئی اختلاف کیا نہ آپ ﷺ نے میرے ساتھ کوئی جھگڑا کیا۔

2288- حَدَّثَنَا أَبُو السَّائِبِ سَلَمُ بْنُ جُنَادَةَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي

عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ اشْتَرَكْتُ أَنَا وَسَعْدٌ وَعَمَّارٌ يَوْمَ بَذْرِ فِيمَا نُصِيبُ فَلَمْ آجِءْ أَنَا وَلَا عَمَّارٌ بِشَيْءٍ وَجَاءَ سَعْدٌ بِرَجُلَيْنِ

﴿﴾ صالح بن صہیب اپنے والد (حضرت صہیب رومیؓ) کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”تین چیزوں میں برکت ہے ایک مخصوص مدت تک سودا کرنا (یعنی جس میں کسی ایک طرف سے ادائیگی مخصوص مدت تک ہو) کسی کو قرض دینا، گھر میں استعمال کے لیے گندم اور جو کو ملا دینا (لیکن) فروخت کرنے کے لیے ایسا (کرنا درست) نہیں ہوگا۔“

2289- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ قَابِطٍ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ بْنِ دَاوُدَ عَنْ صَالِحِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ فِيهِنَّ الْبَرَكَةُ

2287: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 4836

2288: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3318 أخرجه السائل في "السنن" رقم الحديث: 3947 رقم الحديث: 4711

2289: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

الْبَيْعُ إِلَى أَجَلٍ وَالْمُقَارَضَةُ وَأَخْلَاطُ الْبَرِّ بِالشَّعِيرِ لِلْبَيْتِ لَا لِلْبَيْعِ
 صاحب بن صہیب اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تین چیزوں میں برکت ہے۔
 متعین مدت تک کا سودا کرنا (یعنی جس میں متعین مدت کے بعد ادا ہو) ایک دوسرے کو قرض دینا اور گھریلو استعمال
 کے لیے فروخت کرنے کے لیے نہیں، مگر جو کو جو کے ساتھ ملا دینا۔

مضاربت کی لغوی تعریف کا بیان

لغت کی رو سے مضاربت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنا مال کسی کو اس شرط پر تجارت کی غرض سے دے کہ نفع میں باہمی
 قرار و داد کے مطابق دونوں شریک ہوں گے اور نقصان مال والا (صاحب مال) برداشت کرے گا۔
 لفظ مضاربت مادہ ضرب سے نکلا ہے جس کے معنی سفر کے ہیں کیونکہ کاروبار تجارت میں بالعموم سفر کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا
 ارشاد ہے۔ "وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ" اور جب تم زمین پر سفر کرو۔
 اس کو قراض اور مقارضہ بھی کہتے ہیں یہ لفظ قرض سے مشتق ہے جس کے معنی جدا کرنے کے ہیں۔ (وجہ تسمیہ) یہ ہے کہ مالک
 اپنے مال کا ایک حصہ الگ کر دیتا ہے تاکہ نفع کے ایک حصہ کے عوض اس سے کاروبار کیا جائے۔

مضاربت کی اصطلاحی تعریف

فقہاء کے نزدیک مضاربت دو فریق کے درمیان اس امر پر مشتمل ایک معاہدہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کو اپنے مال پر اختیار
 دے دے گا کہ وہ نفع میں سے ایک مقررہ حصہ مثلاً نصف یا تہائی وغیرہ کے عوض مخصوص شرائط کے ساتھ اس مال کو تجارت (یا
 کاروبار) میں لگائے۔

دو یا زائد افراد کے درمیان ایسا معاملہ جس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور فریق ثانی اس سرمائے سے اس معاہدے
 کے تحت کاروبار کرتا ہے کہ اسے کاروبار کے منافع میں سے ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا۔

مضاربت کی مختلف صورتوں کا بیان

پہلی صورت: دو افراد معاہدہ مضاربت کریں۔ ایک رب المال اور دوسرا مضارب۔ دوسری صورت: دو سے زیادہ افراد
 مضاربت کریں اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(الف) پہلی صورت یہ ہے کہ ایک سے زائد افراد (رب المال) سرمایہ فراہم کریں اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس
 سرمایہ پر محنت کریں۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ سرمایہ ایک فرد (رب المال) فراہم کرے اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سے
 کاروبار کریں۔

(ج) تیسری صورت یہ ہے کہ سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور محنت ایک فرد کرے۔ نوٹ: مضاربت کی مندرجہ بالا تمام

صورتیں جائز ہیں۔

عقد مضاربہ کے حکم کا بیان

مضاربہ کا حکم یہ ہے کہ جب مضارب کو مال دیا گیا اُس وقت وہ اُمین ہے اور جب اُس نے کام شروع کیا اب وہ وکیل ہے اور جب کچھ نفع ہوا تو اب شریک ہے اور رب المال کے حکم کے خلاف کیا تو غاصب ہے اور مضاربہت فاسد ہوگئی تو وہ اجیر ہے اور اجارہ بھی فاسد۔ (ریختار)

مضاربہ کے بارے میں احادیث

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی وہ مثل قیدی کے ہے لہذا اے اللہ کے بندو! اس کے ساتھ مضاربہت کرو اسے قرض دو۔ (المہود)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مخصوص شرائط کے ساتھ مضاربہت کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ (المہود)

کلیم بن خرام رضی اللہ عنہ اپنی شرائط کیساتھ مضاربہت کرتے تھے۔ (المہود)

ابونعیم بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے مال کو مضاربہت کے طور پر حاصل کر کے شام میں تجارت کی۔ (المہود)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مضاربہت میں برکت ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مضاربہت کیا کرتے تھے۔ (الترکات فی الفقہ الاسلامی)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے پاس لوگوں کو جمع شدہ سرمایہ مضاربہت کے طور پر کاروبار کے لئے دیا کرتی تھیں۔ (الترکات فی الفقہ الاسلامی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی زید بن خلید کے ساتھ مضاربہت کی۔ (المہود)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے بھی مضاربہت کے اصول پر کاروبار کے لئے رقم دی۔ (المہود)

آپ تیسوں کا مال مضاربہت کے اصول پر کاروبار کے لئے دیتے تھے تاکہ اس میں اضافہ ہو۔ (المہود)

مضاربہت کے احکام

مضاربہ کو مال حوالہ کرنے کے بعد اور کاروبار شروع کرنے سے پہلے تک اس مال کی حیثیت امانت کی ہے۔ اور امانت کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور جب رب المال اس رقم کو واپس مانگے تو اس کی واپسی بھی مضاربہ کی ذمہ داری ہے۔ مال ضائع ہو جانے کی صورت میں مضاربہ پر جرمانہ نہیں ہوگا۔

کاروبار شروع ہو جانے کے بعد مضاربہ کی حیثیت رب المال کے وکیل (نمائندہ) کی ہو جاتی ہے۔

کاروبار میں منافع ہونے کی صورت میں مضارب کی حیثیت بالیاتی معاہدہ کے شریک کی ہو جاتی ہے اور ہر شریک کاروبار کو معینہ اور طے شدہ نسبت سے منافع کی تقسیم کی جائے گی۔

اگر کسی وجہ سے معاہدہ مضاربیت منسوخ ہو جائے تو اس صورت میں یہ معاہدہ مضاربیت نہیں بلکہ معاہدہ روزگار کی شکل اختیار کرے گا اور مضارب کی حیثیت ملازم کی ہو جائے گی۔ نفع یا نقصان رب المال کا ہوگا جبکہ مضارب کو اس کی اجرت ملے گی۔ اگر مضارب معاہدہ مضاربیت کی شروط میں سے کسی شرط کو تسلیم نہ کرے تو اس کی حیثیت غاصب کی ہوگی اور اس پر اصل سرمایہ کی واپسی کی ذمہ داری ہوگی۔

اگر معاہدہ مضاربیت کی ایک شرط یہ ہو کر سارا کا سارا منافع مضاربیت کو ملے گا تو یہ معاہدہ مضاربیت نہیں بلکہ مضارب کی حیثیت مقروض کی ہوگی اور یہ معاملہ قرض کا معاملہ ہوگا۔ نفع و نقصان کی ذمہ داری اس کی اپنی ہوگی۔ اور سرمایہ کے ضیاع کی صورت میں سرمایہ کی رب المال کو واپسی اس کی ذمہ داری ہوگی۔

اگر شرط یہ ہو کہ سارا کا سارا منافع مالک کا ہوگا تو یہ معاملہ عقد المہضات کا ہوگا۔ مضارب بہ نہ ہوگا، مضارب ملازم ہو جائے گا۔

مضاربیت کے ارکان مضاربیت کے دو ارکان ہیں۔ ایجاب قبول

ارکان کے لئے الفاظ کی ضرورت ہے جو جانہین کے معاہدہ مضاربیت پر رضامندی کو ظاہر کریں مثلاً ایک فریق کہتا ہے یہ مال (سرمایہ) لو اور اس سے مضاربیت یا مقارضہ یا معاملہ کرو۔ یا یہ مال مضاربیت کے لئے لو۔ اس پر جو منافع ہوگا وہ ہم نصف نصف یا دو تہائی اور ایک تہائی کے حساب سے تقسیم کر لیں گے اور جواب میں مضارب کہے کہ میں نے یہ سرمایہ حاصل کیا یا میں اس معاہدہ پر راضی ہوں یا میں نے قبول کیا۔

مضاربیت کی شرائط

معاہدہ مضاربیت کی درج ذیل شرائط ہیں۔ رأس المال (یعنی سرمایہ) نقدی یا زیریا سونے چاندی کی صورت میں ہونا چاہئے۔ باقی مال تجارت (عروض التجارة) کے ساتھ مضاربیت جائز نہیں ہے۔ نقدی ہونا ضروری ہے کیونکہ مال تجارت کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ سے قدر سرمایہ اور منافع کی مقدار بھی تبدیل ہو جاتی ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ یہ کپاس یا کپڑا ایک ہزار روپے کا ہے۔ یہ لو اور مضاربیت کی بنا پر اس کو پتو تو معاملہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر مضارب سے کہا جائے کہ یہ مال تجارت لو اور اس سے جو سرمایہ حاصل ہو۔ اسکے ساتھ مضاربیت کرو تو حنفی اور حنبلی فقہ کے مطابق جائز ہے جبکہ ایک مکتبہ فکر (حنبلہ) کے مطابق مشینری اور اوزاروں کی صورت میں سرمایہ فراہم کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ شکست و ریخت کے اخراجات رب المال کے ذمہ ہوں۔ معاہدہ مضاربیت کی وقت رأس المال (سرمایہ) معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کا تنازعہ پیدا نہ ہو سکے۔

معاہدہ مضاربیت کے موقع پر رب المال کے پاس سرمایہ کی موجودگی ضروری ہے۔ مضارب پر اگر قرض ہو تو اس کی بنیاد پر معاہدہ مضاربیت نہیں ہو سکتا ہے۔ البتہ اگر مضارب کو کسی اور شخص سے قرض وصول کرنے اور اس کے بعد کاروبار شروع کرنے کے لئے کہا جائے۔ اس صورت میں مضارب رب المال کا نمائندہ ہوگا۔

معاہدہ کے وقت سرمایہ مضارب کے حوالے کیا جائے تاکہ وہ اسی پر تصرف کر سکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رب المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں حصہ لے گا تو معاہدہ منسوخ ہو جائے گا۔

متوقع منافع میں سے مضارب کا حصہ (شرح یا فیصد) معلوم ہونا چاہئے۔ مثلاً نصف یا تیسرا حصہ وغیرہ۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس سرمایہ سے کاروبار کرو منافع میں سے تمہیں دو ہزار یا (کم و بیش) رقم ملے گی تو مضاربیت کا معاملہ منسوخ ہو جائے گا۔ اسی طرح یہ کہنا کہ نصف اور اسکے علاوہ ایک ہزار روپے تو یہ صورت بھی درست نہیں۔

مضارب کا حصہ منافع میں سے طے کیا جائے گا۔ رأس المال (سرمایہ) میں سے نہیں۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ نصف مال تمہارا اور منافع میں سے بھی اتنا اور اتنا حصہ یہ درست نہیں۔ اسی طرح یہ شرط بھی درست نہیں کہ مضارب کو نصف یا تیسرا حصہ منافع کے علاوہ ماہانہ تنخواہ بھی ملے گی۔ یہ شرط باطل ہے جبکہ معاہدہ درست ہے۔ مضارب صرف منافع میں سے حصہ کا مالک ہے لیکن اگر شرط یہ ہو کہ مضارب کو رہنے کو مکان یا زراعت کے لئے زمین بھی دی جائے گی تو معاہدہ فاسد ہوگا۔

اگر مضارب کے پاس رب المال کا مال یا مالی ذرائع بطور رہن موجود ہوں اور رب المال نے مضارب سے قرض لے رکھا ہو تو ایسے سرمایہ پر مضارب درست نہیں ہے۔

مضارب کے حقوق و فرائض

مضارب کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاہدہ کی تمام شقوں اور شرائط کی پابندی کرے۔ مضارب کی دوسرے شخص کے ساتھ بھی مضاربیت کا معاملہ کر سکتا ہے اور یہ کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے کوئی تیسرا شخص مضارب کی بلا معاوضہ مدد کر سکتا ہے تاکہ وہ کاروبار کو بہتر طور پر چلا سکے۔

اکثر فقہاء کا کہنا ہے کہ رب المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں عملی حصہ نہیں لے سکتا کیونکہ اس سے مضارب کے اختیارات محدود ہو جاتے ہیں جبکہ شافعی مکتبہ فکر کے کچھ علماء اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ رب المال مضاربیت میں عملی حصہ بھی لے سکتا ہے جب کہ دور جدید کے بڑے پیمانے کے کاروبار جن میں فیصلوں کا اختیار فرد واحد کی بجائے بالعموم ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز کے پاس ہوتا ہے۔ رب المال کا مضاربیت کے کاروبار میں عملی شرکت کرنا جائز ہے۔

معاہدہ مضاربیت میں مضارب کی طرف سے رأس المال (سرمایہ) کی بحفاظت واپسی کی ضمانت دینے سے مضاربیت کا معاہدہ منسوخ ہو جاتا ہے۔ البتہ مضارب کی طرف سے پوری ذمہ داری سے کام کرنے کی ضمانت لی جاسکتی ہے۔

مضارب کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کاروباری خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ اشیاء وغیرہ کو اپنے قبضے میں رکھ سکتا ہے۔ کسی فرد کے ساتھ رہن (قرض یا ادھار دیتے ہوئے ضمانت کے طور پر کوئی چیز رکھنا) کا معاملہ کر سکتا ہے۔ کسی دوسرے فرد کے ساتھ مضاربیت کا معاملہ کر سکتا ہے۔ مگر جب کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے۔

مضارب کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ رب المال کا سرمایہ کسی دوسرے شخص کو قرض دیدے یا کسی کو مفت دے۔ البتہ رب المال کی اجازت سے قرض دے سکتا ہے۔

مضاربیت کے معاہدہ میں رب المال کی مالی ذمہ داری اس کے فراہم کردہ سرمائے کی حد تک محدود ہوتی ہے۔ مگر جبکہ اس نے مضارب کو قرض لینے یا ادھار خریدنے کی اجازت دی ہو۔ مضارب کاروبار میں ادھار فروخت کا اختیار رکھتا ہے۔ مگر جبکہ اس کو صاحب سرمایہ روک دے۔

معاہدہ مضاربیت کی مدت کا بیان

مالک سرمایہ یا مضارب دونوں میں سے کوئی ایک فریق یا دونوں معاہدہ کو کسی وقت بھی منسوخ کر سکتے ہیں۔ اگر معاہدہ میں دو سے زائد افراد ہیں تو ان میں معاہدہ برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

مضاربیت کا معاہدہ ایک خاص عرصہ وقت کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے اور لامحدود مدت کے لئے بھی، معاہدہ مضاربیت کسی ایک فریق کی موت سے ختم ہو جاتا ہے البتہ دو سے زائد افراد کی صورت میں معاہدہ کو باقی فریق جاری رکھ سکتے ہیں۔ معاہدہ مضاربیت پہلے سے طے شدہ شرائط پر مسلسل جاری رکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً مضاربیت کا معاملہ ایک معین عرصہ کے لئے کیا گیا۔ اور جو کام شروع کیا گیا وہ مقررہ مدت سے پہلے ہی ختم ہو گیا اس صورت میں مضاربیت سرمایہ کو بقیہ عرصہ کے لئے دوسرے کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ البتہ اس صورت میں نفع و نقصان کے حوالے سے کچھ اختلاف رائے ہے۔

نفع و نقصان کے احکام کا بیان

شرکت کے معاملہ میں نقصان کاروبار میں لگائے گئے سرمایہ کے تناسب سے سرمایہ کے مالکوں کو برداشت کرنا ہوتا ہے چونکہ مضاربیت میں سرمایہ ایک فریق لگاتا ہے اس لئے نقصان کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے یعنی کاروبار میں جو بھی ہو گا وہ رب المال کو پورا کرنا ہوگا، نفع کی تقسیم معاہدہ مضاربیت میں طے شدہ نسبتوں سے ہوگی کسی بھی فریق کے لئے کوئی متعین رقم پیشگی طے نہیں کی جاسکتی۔ حنفی فقہ کے مطابق راس المال رب المال کے حوالے کرنے سے پہلے نفع کی تقسیم درست نہیں۔ مسلسل جاری کاروبار میں نقصانات کی تلافی نفع سے کی جاتی رہے گی۔ یہاں تک کہ کاروبار ختم کر کے حساب صاف کر لئے جائیں۔ فریقین کے نفع و نقصان کی مقداروں کا تعین کاروبار ختم ہونے پر ہی کی جائے گی۔ کاروبار میں نفع کے حق دار نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصول سرمایہ رب المال کو واپس مل جائے خواہ اپنے سرمایہ پر اس کا قبضہ عملاً ہو یا قانوناً مثلاً اگر ایک فرد کی بینک کے ساتھ مضاربیت کا معاہدہ کرے تو اس معاہدے کے اختتام اور نفع کی تقسیم کے لئے یہ کافی ہوگا کہ اصول سرمایہ اس فرد کے کھاتے میں جمع کر دیا جائے یہ قانونی قبضہ ہے۔

نفع سرمایہ میں اضافہ کا باعث ہوگا حقیقی منافع نہ ہونے کی صورت میں مضارب کی محنت کا ازالہ ضروری ہے، کاروبار میں کسی قسم کے اختیارات کا حصول یا مختلف تصرفات اور معاہدات کی اجازت یا کسی قسم کی پابندیاں باہمی رضامندی سے عائد کی جاسکتی ہیں۔

نفع میں جہالت کا سبب بننے والی شرط کا فاسد مضاربہ ہونے کا بیان

ہر ایسی شرط جو نفع میں جہالت کا موجب بنے وہ مضاربیت کو فاسد کر دے گی کیونکہ یہ مقصود میں اختلال ہے اور جو شرائط فاسدہ

ایسی نہ ہوں وہ مضارب بت کو فاسد نہ کریں گی بلکہ خود باطل ہو جائیگی مثلاً یہ شرط کہ نقصان مضارب پر ہوگا۔

مضارب بت مطلقہ میں زمانی و مکانی تعین نہ ہونے کا بیان

مضارب بت کبھی مطلق ہوتی ہے جس میں زمان و مکان اور قسم تجارت کی تعین نہیں ہوتی روپیہ دے دیا ہے کہ تجارت کروافع میں دونوں کی اس طرح شرکت ہوگی اور کبھی مضارب بت میں طرح طرح کی قیدیں ہوتی ہیں۔ مضارب بت مطلقہ میں مضارب کو ہر قسم کی بیع کا اختیار ہے نقد بھی بیچ سکتا ہے اودھار بھی، مگر ایسا ہی اودھار کر سکتا ہے جو تاجروں میں رائج ہے اسی طرح ہر قسم کی چیز خرید سکتا ہے خرید و فروخت میں دوسرے کو وکیل کر سکتا ہے۔ دریا اور خشکی کا سفر بھی کر سکتا ہے اگرچہ رب المال نے شہر کے اندر اس کو مال دیا ہو۔ ابضاع بھی کر سکتا ہے یعنی دوسرے کو تجارت کے لیے مال دے دے اور نفع اپنے لیے شرط کرے یہ ہو سکتا ہے بلکہ خود رب المال کو بھی بضاعت کے طور پر مال دے سکتا ہے اور اس سے مضارب بت فاسد نہیں ہوگی۔ مضارب مال کو کسی کے پاس امانت رکھ سکتا ہے۔ اپنی چیز کسی کے پاس رہن رکھ سکتا ہے دوسرے کی چیز اپنے پاس رہن لے سکتا ہے کسی چیز کو اجارہ پر دے سکتا ہے کرایہ پر لے سکتا ہے۔ مشتری نے ٹمن کا کسی پر حوالہ کر دیا مضارب اس حوالہ کو قبول کر سکتا ہے کیونکہ یہ ساری باتیں تجارت کی عادت میں داخل ہیں کبھی یہاں مال بیچتے ہیں کبھی باہر لے جاتے ہیں اور اس کے لیے گاڑی کشتی جانور وغیرہ کو کرایہ پر لینا ہوتا ہے ورنہ مال کس طرح لے جائے گا۔ دوکان پر کام کرنے کے لیے نوکر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے دکان کرایہ پر لینی ہوتی ہے۔ مال رکھنے کے لیے مکان کرایہ پر لینا ہوتا ہے اور اسکی حفاظت کے لیے نوکر رکھنا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں بالکل ظاہر ہیں۔ (در مختار، کتاب مضارب، ہر دت)

مضارب بت مطلقہ میں بھی مال لے کر سفر اُس وقت کر سکتا ہے جب بظاہر خطرہ نہ ہو اور اگر راستہ خطرناک ہو لوگ اُس راستہ سے ڈر کی وجہ سے نہیں جاتے تو مضارب بھی مال لے کر اُس راستہ سے نہیں جاسکتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضارب، ہر دت)

شرط کے سبب بطلان مضارب بت میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن منذر کا کہنا ہے: اہل علم میں سے جس سے بھی ہم نے علم حاصل کیا ہے ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جب مضارب بت کے شراکت داروں میں سے کوئی ایک یا دونوں اپنے لیے معلوم درہم کی شرط رکھیں تو یہ مضارب بت باطل ہوگی، اور جس سے ہم نے علم حاصل کیا ہے وہ امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، اور ابو ثور اور اصحاب الرائے ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ دو معنوں کی بنا پر صحیح نہیں: پہلا یہ کہ جب وہ معلوم درہم مقرر کرے گا تو اس کا احتمال ہے کہ دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو، اور سارا نفع وہ خود ہی حاصل کر لے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اسے نفع ہی نہ ہو اور وہ رأس المال سے مقرر کردہ درہم لے لے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بہت زیادہ نفع ہو تو جس نے مقررہ درہم کی شرط رکھی ہے اسے نقصان اٹھانا پڑے۔

اور دوسرا معنی یہ ہے کہ: عامل یعنی کام کرنے والا کا حصہ مقدار میں معلوم ہونا مشکل ہے تو پھر اجزاء میں معلوم ہونا ضروری ہے، اور جب اجزاء ہی معلوم نہ ہوں تو پھر شراکت فاسد ہو جائے گی۔ (المعنی ابن قدامہ (7/146))

باب: مَا لِلرَّجُلِ مِنْ مَالٍ وَلَدِهِ

یہ باب ہے کہ آدمی کا اپنی اولاد کے مال میں کتنا حق ہوتا ہے؟

2290- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُثَيْرٍ عَنْ عَمَّتِهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ وَإِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ ﴿﴾ ﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: تم لوگ جو کچھ کھاتے ہو اس میں سب سے زیادہ پاکیزہ تمہاری اپنی کمائی ہے اور تمہاری اولاد تمہاری کمائی کا حصہ ہے۔

2291- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي مَالًا وَوَلَدًا وَإِنَّ أَبِي يُرِيدُ أَنْ يَجْتَاحَ مَالِي فَقَالَ أَنْتَ وَمَالُكَ لَا يَبِيكَ

﴿﴾ ﴿﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! میرا مال بھی ہے اور اولاد بھی ہے جبکہ میرے والد میرے مال کو استعمال کرنا چاہتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم اور تمہارا مال تمہارے والد کی ملکیت ہے۔“

2292- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّ أَبَانَا حَجَّاجَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أَبِي اجْتَاحَ مَالِي فَقَالَ أَنْتَ وَمَالُكَ لَا يَبِيكَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِكُمْ فَكُلُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ﴿﴾ ﴿﴾ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: میرے والد میرا مال استعمال کر چکے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم اور تمہارا مال تمہارے والد کی ملکیت ہے۔“

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

”تمہاری اولاد تمہاری سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی ہے تم ان کے اموال میں سے کھاؤ۔“

2290: أخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 3528، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1358، أخرجه النسائی فی "السنن" رقم

الحديث: 4461، رقم الحديث: 4462

2291: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2292: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

شرح

تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے باپ کے لئے ہیں کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم پر اپنے باپ کی خدمت و اطاعت واجب ہے اسی طرح تم پر بھی واجب ہے کہ اپنا مال اپنے باپ پر خرچ کرو اور اس کی ضروریات زندگی پوری کرو نیز تمہارے باپ کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ تمہارے مال میں تصرف کرے۔ گویا اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ باپ کا نفقہ بیٹے پر واجب ہوتا ہے اس حدیث کے ضمن میں یہ مسئلہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کے مال میں سے کچھ چرا لے یا اس کی لونڈی سے جماع کر لے تو بسبب شبہ ملکیت اس پر حد شرعی سزا جاری نہیں ہوتی۔ تمہاری اولاد تمہاری سب سے بہتر کمائی ہے کا مطلب یہ ہے کہ انسان محنت و مشقت کر کے جو کچھ کماتا ہے اس میں سب سے حلال اور افضل کمائی اس کی اولاد ہوتی ہے لہذا اولاد جو کچھ کمائے وہ باپ کے لئے حلال ہے اور وہ باپ کے حق میں اپنی کمائی کے مثل ہے اولاد کو باپ کی کمائی اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ دراصل اولاد باپ کے ذریعہ اور اس کی سعی و فعل کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے۔

بَاب: مَا لِلْمَرْأَةِ مِنْ مَالِ زَوْجِهَا

یہ باب ہے کہ عورت کو اپنے شوہر کے مال میں کتنا حق حاصل ہے؟

2293- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو غَمْرٍ الضَّرِيرُ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَرِيحٌ لَا يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْ مَالِهِ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدِكَ بِالْمَعْرُوفِ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں سیدہ ہند رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہے وہ مجھے اتنی ادائیگی نہیں کرتا جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو تو مجھے اس کی لاعلمی میں اس کے مال میں سے کچھ لینا پڑتا ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اتنا حاصل کر لو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے مناسب طور پر کافی ہو۔

شرح

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفقہ بقدر ضرورت واجب ہے۔ چنانچہ تمام علماء کا اس پر اجماع و اتفاق ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں (۱) مرد پر اس کی بیوی اور نابالغ اولاد (جس کی ذاتی ملکیت میں مال نہ ہو) کا نفقہ واجب ہے (۲) نفقہ ضرورت و حاجت کے بقدر واجب ہوتا ہے (۳) فتویٰ دیتے وقت یا کوئی شرعی حق نافذ کرتے وقت اجنبی عورت کا

کلام سننا جائز ہے (۴) کسی شخص کے بارے میں ایسی کوئی بات بیان کرنا کہ جس کو اگر وہ سنے تو ناگواری محسوس کرے جائز ہے بشرطیکہ یہ بیان کرنا کہ کوئی مسئلہ پوچھنے یا فتویٰ لینے کی غرض سے ہو (۵) اگر کسی شخص پر کسی دوسرے شخص کا کوئی مالی مطالبہ ہو اور وہ اس کی ادائیگی نہ کرتا ہو تو مطالبہ والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اس شخص کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے اپنے مطالب کے بقدر لے لے (۶) بیوی بھی اپنے شوہر کے مال کے ذریعہ اپنی اولاد پر خرچ کرنے اور ان کی کفالت کرنے کی ذمہ دار ہے (۷) بیوی کو اپنی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا جائز ہے خواہ شوہر نے اس کی صریح اجازت دیدی ہو یا بیوی کو اس کی رضا مندی کا علم ہو (۸) قاضی اور حاکم کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ کسی معاملہ میں مناسب سمجھے تو محض اپنے علم اور اپنی معلومات کی بنیاد پر حکم جاری کر دے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندو سے گواہ طلب نہیں کئے بلکہ اپنی معلومات کی بنیاد پر حکم دیدیا۔

2294 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَابْنُ مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْفَقَتِ الْمَرْأَةُ وَقَالَ أَبِي فَبِي حَدِيثِهِ إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا وَلَهُ مِثْلُهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا انْفَقَتْ وَلِلنَّكَاحِ مِثْلُ ذَلِكَ مِنْ غَيْرٍ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْئًا

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی عورت خرچ کرتی ہے ایک راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں جب کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر میں سے کوئی خرابی پیدا کیے بغیر کچھ کھانے کے لیے دیتی ہے تو اس عورت کو اس کا اجر ملتا ہے اور اس کے شوہر کو اس کی مانند اجر ملتا ہے کیونکہ اس شخص نے کمایا تھا اور عورت کو خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے خزانچی کا بھی حکم اسی کی مانند ہے اور دوسرے لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

شرح

اس حدیث کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ شوہر نے بیوی کو اپنے مال سے صدقہ و خیرات کرنے کی اجازت دے رکھی ہو خواہ اس نے صراحتاً اجازت دی ہو یا دلالتاً۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اہل حجاز کا یہ معمول تھا کہ انہوں نے اپنی مہمان نوازی اور سخاوت کے پیش نظر اپنی بیویوں اور اپنے خدمت گاروں (مثلاً داروغہ مطبخ وغیرہ) کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ مہمانوں کی بھرپور ضیافت کریں اور فقراء و مساکین نیز پڑوس کے لوگوں کو کھانا وغیرہ کھلا دیا کریں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشاد گرامی کے ذریعے اپنی امت کو ترغیب دلائی کہ یہ نیک اور اچھی عادت اختیار کریں۔

2295 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنِي شُرَحْبِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيُّ قَالَ

2294: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 1425، ورقم الحديث: 1437، ورقم الحديث: 1439، ورقم الحديث: 1440، ورقم الحديث: 2065، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحديث: 2361، ورقم الحديث: 2362، ورقم الحديث: 2363، ورقم الحديث: 2364، أخرجه ابوداؤد فی "المسنن" رقم الحديث: 1685، أخرجه

الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 672

2295: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 670

سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُنْفِقُ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِهَا شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا الطَّعَامَ قَالَ ذَلِكَ مِنْ أَفْضَلِ أُمُورِنَا

» حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”عورت اپنے گھر میں سے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔“ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اناج بھی نہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ تو ہمارا سب سے افضل مال ہے۔

باب: مَا لِلْعَبْدِ أَنْ يُعْطِيَ وَيَتَصَدَّقَ

یہ باب ہے کہ غلام کو کچھ دینے یا صدقہ کرنے کا کتنا حق ہے؟

2296- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُسْلِمِ

الْمَكَلِيِّ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجِيبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوكِ

» حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ غلام کی دعوت بھی قبول کر لیتے تھے۔

2297- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُمَيْرِ مَوْلَى أَبِي

اللَّحْمِ قَالَ كَانَ مَوْلَايَ يُعْطِينِي الشَّيْءَ فَأَطِيعُ مِنْهُ فَمَنْعَنِي أَوْ قَالَ فَضَرَبَنِي فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ سَأَلَهُ فَقُلْتُ لَا أَنْتَهِيَ أَوْ لَا أَدْعُهُ فَقَالَ لَا جُرْ بَيْنَكُمَا

» حضرت عمیر رضی اللہ عنہ جو ابو لحم کے غلام تھے وہ بیان کرتے ہیں: میرے آقا مجھے کچھ کھانے کے لیے دیتے تھے تو میں اس میں سے دوسرے کو بھی کھانے کے لیے دیتا تھا تو انہوں نے مجھے اس سے روکا۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) انہوں نے مجھے مارا میں نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: (راوی کو

شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) انہوں نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا: میں اس سے باز نہیں آؤں گا یا میں اسے نہیں چھوڑوں گا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دونوں کو اجر ملے گا۔

شرح

حضرت ابو اللحم رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے آقا کے حکم کے مطابق گوشت

(کو کھانے کے لئے اس) کے پارچے بنا رہا تھا کہ میرے پاس ایک مسکین و فقیر آیا میں نے اسے اس میں سے کھانے کے لئے

دے دیا۔ جب میرے آقا کو اس کا علم ہوا تو اس نے مجھے مارا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم سے پورا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے آقا کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تم نے اسے کیوں مارا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ میرے کھانے میں سے بغیر میری اجازت کے دے دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (اگر تم صدقہ کرنے کا حکم دے دیتے یا اس کے صدقہ کرنے سے تم راضی و خوش ہوتے تو) تم دونوں ثواب کے حق دار ہوتے۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عمیر نے کہا کہ میں ایک شخص کا غلام تھا چنانچہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں اپنے مالک کے مال میں کچھ (یعنی قلیل و کمتر درجہ کی چیز جس کے خرچ کرنے کی عام طور پر اجازت ہوتی ہے) بطور صدقہ خرچ کر سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اور اس کا ثواب تم دونوں کو آدھا آدھا ملے گا۔ (مسلم، مشکوٰۃ الصالح، جلد دوم، رقم الحدیث 453)

علامہ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر کی شکایت پر ان کے آقا ابواللہم سے جو کچھ کہا یا عمیر کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ مالک کے مال میں غلام و ملازم کو مطلقاً تصرف کا حق حاصل ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف اس بات پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا کہ غلام و ملازم کو کسی ایسی بات پر مارا جائے جسے مالک تو غلطی یا اپنا نقصان تصور کرتا ہے مگر حقیقت میں وہ مالک کے حق میں غلطی یا نقصان نہیں ہے بلکہ اس کے اس میں بہتری و بھلائی ہے۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابواللہم رضی اللہ عنہ کو ترغیب دلائی کہ ان کے غلام نے ان کے حق میں چونکہ بہتر اور نیک کام ہی کیا ہے۔ اس لئے اس سے درگزر کریں اور ثواب کو غنیمت جانیں جو ان کا مال خرچ ہونے کی وجہ سے انہیں ملا ہے۔ گویا یہ ابواللہم کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اور تعلیم تھی نہ کہ عمیر کے فعل کی تقریر یعنی عمیر کے فعل کو آپ نے جائز قرار نہیں دیا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو دیانت دار مسلمان داروغہ (یعنی ملازم جیسے خزانچی وغیرہ) وہ چیز کہ جسے دینے کا مالک نے حکم کیا ہو بغیر کسی نقصان کے خوش دلی کے ساتھ اس شخص کو دے کہ جس کے لئے مالک نے حکم دیا ہے تو وہ صدقہ کرنے والے دو اشخاص میں سے ایک ہے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ الصالح، جلد دوم، رقم الحدیث 449)

اپنے آقا و مالک کے مال میں سے صدقہ و خیرات دینے والے ملازم کے لئے اس حدیث میں چار شرطیں مذکور ہوئی ہیں۔ (۱) صدقہ و خیرات کے لئے مالک کا حکم ہونا (۲) مالک نے جتنا مال صدقہ میں دینے کا حکم دیا ہو وہ بغیر کسی کمی کے پورا دینا (۳) خوش دلی کے ساتھ دینا۔ اس شرط کا اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ مالک جو مال صدقہ میں دینے کا حکم دیتا ہے بعض ملازم اسے خوش دلی کے ساتھ نہیں دیتے (۴) مالک نے جس شخص کو مال دینے کا حکم دیا ہے اسی کو دینا اس کے علاوہ کسی دوسرے فقیر و مسکین کو نہ دینا۔ لفظ متصدقین (صدقہ دینے والے دو اشخاص) حثنیہ کے صیغہ کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے یعنی ایک تو مالک کہ جس کا مال صدقہ میں دیا گیا اور دوسرا ملازم جس کے ذریعے صدقہ دیا گیا اس طرح ملازم ان دونوں میں ایک ہوا۔

بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ جو ملازم مسلمان اور امانت دار ہو کہ اس کا مالک صدقہ میں جو کچھ دینے کا حکم کرتا ہو وہ پورا پورا اور خوش دلی کے ساتھ دیتا ہو، نیز صدقہ کا مال اسی شخص کو دیتا ہو جس کو دینے کے لئے مالک نے حکم دیا ہو تو اس ملازم کو بھی اس کے

مالک کے ثواب کی مانند ثواب ملتا ہے۔

باب: مَنْ مَرَّ عَلَى مَاشِيَةٍ قَوْمٍ أَوْ حَائِطٍ هَلْ يُصِيبُ مِنْهُ

یہ باب ہے کہ جو شخص کسی کے جانور یا باغ کے پاس سے گزرے۔

کیا وہ اس میں سے کچھ حاصل کر سکتا ہے؟

2298- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّاحٍ وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي إِيَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبَادَ بْنَ شَرَحْبِيلَ رَجُلًا مِنْ بَنِي غُبَرٍ قَالَ أَصَابَنَا عَامٌ مَحْصَصَةٌ فَاتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَاتَيْتُ حَائِطًا مِنْ حِيطَانِهَا فَأَخَذْتُ سُنْبُلًا فَفَرَكَتُهُ وَأَكَلْتُهُ وَجَعَلْتُهُ فِي كِسَائِي فَجَاءَ صَاحِبُ الْحَائِطِ فَضَرَبَنِي وَأَخَذَ ثَوْبِي فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ لِلرَّجُلِ مَا أَطْعَمْتَهُ إِذْ كَانَ جَائِعًا أَوْ سَاعِبًا وَلَا عَلَّمْتَهُ إِذْ كَانَ جَاهِلًا فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ وَأَمَرَ لَهُ بِوَسْقٍ مِنْ طَعَامٍ أَوْ بِنِصْفِ وَسْقٍ

﴿﴾ حضرت عباد بن شریبل رضی اللہ عنہ جو بنو غمر سے تعلق رکھتے ہیں اور (صحابی رسول ﷺ ہیں) وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہمیں خشک سالی نے آلیا میں مدینہ منورہ آیا وہاں میں ایک باغ میں پہنچا میں نے اس میں سے بالیاں لیں انہیں صاف کیا اور انہیں کھالیا اور کچھ اپنی چادر میں بھی رکھ لیں اس دوران باغ کا مالک بھی آگیا اس نے میری پٹائی کی اور مجھ سے چادر بھی لے لی میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا تو نبی اکرم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا جب یہ شخص بھوکا تھا تو تم نے اسے کھانے کے لیے کیوں نہیں دیا اور اگر یہ شخص نادانف تھا تو تم نے اسے بتایا کیوں نہیں؟

پھر نبی اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا تو اس نے ان کا کپڑا واپس کر دیا اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں حکم دیا انہیں اناج کا ایک وسق (راوی کو شک ہے یہ الفاظ ہیں) نصف وسق دیا جائے۔

2299- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَيَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَاسِبٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي الْحَكَمِ الْغِفَارِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي جَدَّتِي عَنْ عَمِّ ابْنِهَا رَافِعِ بْنِ عَمْرِو الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنْتُ وَأَنَا غُلَامٌ أَرْمِي نَخْلَنَا أَوْ قَالَ نَخْلَ الْأَنْصَارِ فَاتَى بِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا غُلَامُ وَقَالَ ابْنُ كَاسِبٍ فَقَالَ يَا بَنِي لَمْ تَرْمِي النَّخْلَ قَالَ قُلْتُ أَكُلُ قَالَ فَلَا تَرْمِ النَّخْلَ وَكُلْ مِمَّا يَسْقُطُ فِي أَسْفَلِهَا قَالَ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسِي وَقَالَ اللَّهُمَّ اشْبِعْ بَطْنَهُ

» حضرت رافع بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے کھجوروں کے درخت (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) انصار کے کھجوروں کے درخت کو پتھر مار رہا تھا میں اس وقت کم سن لڑکا تھا تو مجھے (پکڑ کر) نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) اے میرے بیٹے! تم کھجور کے درخت پر پتھر کیوں مار رہے؟ تھے راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: تاکہ میں اسے کھالوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کھجور کے درخت پر پتھر نہ مارو جو کھجوریں نیچے گری ہوئی ہوتی ہیں انہیں کھالیا کر دو پھر نبی اکرم ﷺ نے میرے سر پر دست مبارک پھیرا اور میرے لیے دعا کی۔

”اے اللہ! تو اس کے پیٹ کو سیر کر دے۔“

2300- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَتَيْتَ عَلَى رَاحٍ فَنَادِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنْ أَجَابَكَ وَإِلَّا فَاشْرَبْ فِي غَيْرِ أَنْ تُفْسِدَ وَإِذَا أَتَيْتَ عَلَى حَائِطِ بُسْتَانٍ فَنَادِ صَاحِبَ الْبُسْتَانِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنْ أَجَابَكَ وَإِلَّا فَكُلْ فِي أَنْ لَا تُفْسِدَ

» حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب تم کسی چرواہے کے پاس جاؤ تو اسے تین مرتبہ بلند آواز میں پکارو اگر وہ تمہاری بات مان لے تو ٹھیک ہے ورنہ تم کوئی فساد کیے بغیر اس کے جانور کا دودھ پی لو اور جب تم کسی باغ کے پاس آؤ تو اس باغ کے مالک کو تین مرتبہ آواز دو اگر وہ تمہاری بات کا جواب دے تو ٹھیک ہے ورنہ تم اس میں سے کھالو تاہم اس میں کوئی خرابی نہ کرنا۔

2301- حَدَّثَنَا هَدِيَّةُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ وَأَيُّوبُ بْنُ حَسَّانٍ الْوَاسِطِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ بِحَائِطٍ فَلْيَاكُلْ وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً

» حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب کوئی شخص کسی باغ کے پاس سے گزرے تو اس میں سے کچھ کھالے لیکن اپنے کپڑے میں اسے نہ رکھے۔“

بَابُ: النَّهْيُ أَنْ يُصِيبَ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ صَاحِبِهَا

یہ باب اس بات کی ممانعت میں ہے کہ آدمی کسی کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز استعمال کرے

2302- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَّنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ

2300: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ مفرد ہیں۔

2301: أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحدیث: 1287

2302: أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم الحدیث: 4487

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَامَ فَقَالَ لَا يَخْتَلِينَ أَحَدُكُمْ مَاشِيَةً رَجُلٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ أَيْحَبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُوتَى مَشْرُبَتُهُ فَيَكْسِرَ بَابَ حِمْزَانَتِهِ فَيَسْتَلَّ طَعَامَهُ فَإِنَّمَا تَخْزَنُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعِمَانِيهِمْ فَلَا يَخْتَلِينَ أَحَدُكُمْ مَاشِيَةً أَمْرِي بِغَيْرِ إِذْنِهِ

» حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی شخص کسی دوسرے شخص کے جانور کو اس کی اجازت کے بغیر نہ دو ہے کیا کوئی شخص یہ بات پسند کرے گا، کوئی شخص اس کے گودام میں آئے اور اس کے خزانے کے دروازے کو توڑ دیا جائے اور اس کے اناج کو لوٹ لیا جائے؟

لوگوں کے جانوروں کے تھنوں میں ان کی خوراک کو محفوظ کیا گیا ہے اس لیے تم میں سے کوئی بھی کسی شخص کے جانور کا دودھ اس شخص کی اجازت کے بغیر ہرگز نہ دو ہے۔

2303- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ بِشْرِ بْنِ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ سَلِيطِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الطُّهَوِيِّ عَنْ ذُهَيْلِ بْنِ عَوْفٍ بْنِ شَمَاحٍ الطُّهَوِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ إِذْ رَأَيْنَا إِبِلًا مَضْرُورَةً بِعِضَاهِ الشَّجَرِ فَبُنَّا إِلَيْهَا فَنَادَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعْنَا إِلَيْهِ فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ الْإِبِلَ لِأَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ هُوَ قَوْلُهُمْ وَيَمْنُهُمْ بَعْدَ اللَّهِ أَيْسَرُكُمْ لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى مَزَاوِدِكُمْ فَوَجَدْتُمْ مَا فِيهَا قَدْ ذَهَبَ بِهِ أَتَرُونَ ذَلِكَ عَذْلًا قَالُوا لَا قَالَ فَإِنَّ هَذَا كَذَلِكَ قُلْنَا أَفَرَأَيْتَ إِنْ اخْتَجْنَا إِلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَقَالَ كُلْ وَلَا تَحْمِلْ وَاشْرَبْ وَلَا تَحْمِلْ

» حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے اور ہم نے کچھ اونٹنیاں دیکھیں جن کے تھنوں پر کپڑا بندھا ہوا تھا، جو ایک درخت کے پاس تھیں، ہم ان کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے نبی اکرم ﷺ نے ہمیں بلند آواز میں پکارا تو ہم واپس آپ ﷺ کے پاس آئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”یہ اونٹ ایک مسلمان گھرانے کی ملکیت ہیں یہ ان کی خوراک ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بعد یہی ان کا آسرا ہیں، کیا تمہیں یہ بات پسند آئے گی کہ جب تم اپنے سامان سفر کے پاس واپس جاؤ تو تم اسے ایسی حالت میں پاؤ کہ اس میں سے کچھ نکال لیا گیا ہو کیا تم اسے عدل شمار کرو گے؟“۔

لوگوں نے عرض کی: ”جی نہیں“ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”یہ بھی اسی طرح ہے۔“

ہم نے عرض کی: آپ ﷺ کا کیا خیال ہے اگر ہمیں کچھ کھانے یا پینے کی شدید ضرورت ہو؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم کھاؤ لیکن اٹھا کر نہ لے جاؤ، پی لو لیکن اٹھا کر نہ لے جاؤ۔“

باب: اتِّخَاذُ الْمَاشِيَةِ

یہ باب جانور رکھنے کے بیان میں ہے

بکریوں کو پالنے میں برکت ہونے کا بیان

2304- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُمِّ هَانِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا اتَّخِذِي غَنَمًا فَإِنَّ فِيهَا بَرَكَهً

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا۔ ”تم بکریاں رکھ لو کیونکہ ان میں برکت ہوتی ہے۔“

2305- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ يَرْفَعُهُ قَالَ الْإِبِلُ عِزٌّ لِأَهْلِهَا وَالْغَنَمُ بَرَكَهٌ وَالْخَيْرُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِي الْخَيْلِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ

حضرت عروہ باریقی رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”اونٹ اپنے مالک کے لیے شان و شوکت کا باعث ہوتے ہیں بکریاں برکت کا باعث ہوتی ہیں اور گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت کے دن تک کے لیے بھلائی رکھ دی گئی ہے۔“

2306- حَدَّثَنَا عِصْمَةُ بْنُ الْفَضْلِ النَّيْسَابُورِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ فِرَاسٍ أَبُو هُرَيْرَةَ الصَّيْرَفِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا زُرَيْبٌ إِمَامُ مَسْجِدِ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّاةُ مِنْ دَوَابِّ الْجَنَّةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”بکری جنت کے جانوروں میں سے ہے۔“

شرح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک موقع پر) ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مقام مر الظہر ان میں تھے (جو مکہ کے قریب ایک جگہ ہے) اور پیلو کے پکے پکے پھل جمع کر رہے تھے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اس کا جو پھل سیاہ ہو، وہ لے لو“ کیونکہ وہ اچھا ہوتا ہے اور فائدہ بھی پہنچاتا ہے ”ہم نے عرض کیا (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی

2304 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

2305: أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم الحديث: 2050، رقم الحديث: 2052، رقم الحديث: 3119، رقم الحديث: 3642، أخرجه مسلم فی "الصحيح" رقم

الحديث: 4826، رقم الحديث: 4027، أخرجه الترمذی فی "المجامع" رقم الحديث: 1604، أخرجه الترمذی فی "المسنن" رقم الحديث: 3578، رقم الحديث: 3577، رقم

الحديث: 3578، رقم الحديث: 3579

2306 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں اور کونسا نبی ہے جس نے بکریاں نہیں چرائی ہیں۔"

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ الصالح: جلد چہارم، رقم الحدیث 122)

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں؟ اس سوال کا مطلب یہ تھا کہ پیلو کے پھل چونکہ ان لوگوں کی خاص خوراک و غذا ہے جو جنگل میں بود و باش رکھتے ہیں، یا بکریاں چرا لیا کرتے ہیں اور اسی اعتبار سے وہی لوگ اس پھل کے اچھے برے کی تمیز رکھتے ہیں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ اور کون سا نبی ہے جس نے بکریاں نہیں چرائی ہیں؟ اس ارشاد کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب کبھی بھی دنیا داروں، بادشاہوں اور متکبر و مغرور لوگوں کے طبقہ کو عطا نہیں فرمایا بلکہ دین و دنیا کے اس سب سے بڑے منصب کی ذمہ داری ہمیشہ ان لوگوں کے سپرد کی گئی جو بکریاں چراتے تھے، مفلس و نادار ہوتے تھے اور انتہائی تواضع و انکساری کے ساتھ دست کاری و کاریگری کا پیشہ اختیار کئے ہوتے تھے۔

چنانچہ منقول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام خیاطی کا کام کرتے تھے، حضرت زکریا علیہ السلام نجاری کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اجرت پر، حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرا لیا کرتے تھے اور اس میں حق تعالیٰ کی مصلحت و حکمت یہ ہوتی تھی کہ طبقہ انسانی کے ان برگزیدہ ترین لوگوں کی پرورش و نمو حلال رزق کے ذریعہ ہو جو عام طور پر سخت محنت و مشقت ہی کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے عمل صالح کے زیادہ سے زیادہ مواقع میسر ہوں اور وہ زیادہ زیادہ نیک کام کریں اور خاص طور پر بکریاں چرانے میں ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ لوگوں سے یکسوئی اور حق تعالیٰ جل شانہ کے ساتھ خلوت کا موقع حاصل ہوتا نیز رعایا پروری کے طور طریقے اور کمزور و نادار لوگوں کے ساتھ شفقت و نرمی کا برتاؤ رکھنے کا سبق ملتا تھا۔

چنانچہ ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ (ایک دن) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ "موسیٰ (علیہ السلام) جانتے ہو ہم نے تمہیں نبوت کا منصب اعظم کیوں عطا کیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا "پروردگار! تو ہی جانتا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اس دن کو یاد کرو۔ جب تم وداہی الایمن میں بکریاں چرا رہے تھے اور ایک بکری بھاگ کھڑی ہوئی تھی تم اس کے پیچھے دوڑے جس کی وجہ سے تمہیں بہت زیادہ تکلیف و مشقت برداشت کرنا پڑی، پھر جب تم نے اس بکری کو جالیا تو تم نے نہ اس بکری کو مارا اور نہ اس پر غیظ و غضب کا اظہار کیا بلکہ اس کے ساتھ شفقت نرمی کا برتاؤ کیا پھر اور اس کو مخاطب کر کے کہا کہ اوہ بچاری! تو نے اپنے آپ کو بھی تکلیف و مصیبت میں مبتلا کیا اور مجھے بھی کلفت و تعب میں ڈالا۔ جب ہم نے اس حیوان کے تئیں تمہاری یہ شفقت و رحم پروری دیکھی تو ہم پر ہماری رحمت متوجہ ہوئی کہ تمہیں نبوت سے سرفراز کیا اور اپنا برگزیدہ بندہ قرار دیا۔"

2307 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عُرْوَةَ عَنِ الْمُقْبِرِيِّ عَنْ

أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَغْنِيَاءَ بِاتِّخَاذِ الْغَنَمِ وَأَمَرَ الْفُقَرَاءَ

2307: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَاتِّخَاذِ الدَّجَاجِ وَقَالَ عِنْدَ اتِّخَاذِ الْأَغْنِيَاءِ الدَّجَاجُ يَأْذُنُ اللَّهُ بِهَلَاكِ الْقُرَى

•• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خوشحال لوگوں کو بکریاں رکھنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے غریب لوگوں کو مرغیاں رکھنے کا حکم دیا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”اگر خوشحال لوگ مرغیاں پال لیں تو اللہ تعالیٰ بستیوں کو ہلاک کرنے کی اجازت دیدیتا ہے۔“

شرح سنن ابن ماجہ جلد سوم کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! آج بہ روز ہفتہ رجب المرجب بہ مطابق ۹ مئی ۲۰۱۵ء کو شرح سنن ابن ماجہ کی تیسری جلد مکمل ہو گئی ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت پر استقامت عطاء فرمائے۔ اللہ تعالیٰ تاحیات مجھے عقائد حقہ کو سمجھنے اور ان کا پرچار کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور میں اس موقع پر خاص طور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہوں۔

اے اللہ! جو کچھ تو نے مجھ کو سکھایا ہے اس سے مجھے فائدہ عطاء فرما اور مجھے مزید علم عطا فرما۔ ہر حال میں تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور میں دوزخیوں کے حال سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ قرب قیامت ظاہر ہونے والے تمام فتنوں سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ دنیا میں منافقین کے شر و فساد اور خوارج کی قتل و غارت سے پناہ طلب کرتا ہوں یا اللہ امت مسلمہ کو ان فتنوں سے محفوظ فرما۔ اور اس کتاب میرے لئے آخرت کا توشہ بنادے۔ آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی حنفی بن محمد صادق

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

@zohaibhasanattari

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زohaib حسن عطاری